شرح

ریاض الصالحین (مترجم)

چہارم

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

۶۳۱-۶۸۶ھ

مترجم

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح

مولانا ناصر حسین قادری عطاری

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

شرح ریاض الصالحین (مترجم)

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

مترجم

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح

مولانا ناصر حسین قادری عطاری

چہارم

بار اول .... مارچ 2015ء

پرنٹرز .... آصف صدیق پرنٹرز

تعداد 1100/-

ناشر .... چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول

میاں شہزاد رسول

قیمت .... روپے =/

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941
0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اُردو بازار، لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

عنوان	صفحہ
82-محرم، شعبان کے روزے کی فضیلت کا بیان.....	15
ان روزوں سے افضل کوئی نہیں	17
83-ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں روزہ رکھنا.....	18
عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت	19
ماہِ ذوالحجہ کی فضیلت	19
ذی الحجہ کی اہم دعا	20
84-یوم عرفہ اور نو، دس محرم کے روزوں کی فضیلت	20
یوم عاشوراء کی اکتیس خصوصیات	24
یومِ عاشوراء کے مستحبات	25
علم تصوّف کا بہت بڑا عالم	26
یوم عاشورا کے فضائل	26
85-شوال کے چھ دنوں کے روزوں کے استحباب کا بیان	28
86-پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے	29
87-ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھنا مستحب ہے	31
تم میں مجھ جیسا کون ہے؟	32
ہر ماہ تین دن کے روزے	33
حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ	33
ایام بیض	35
88-جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا.....	36
10-کِتَابُ الْاِعْتِکَاف	39
89-ماہِ رمضان میں اعتکاف کرنے کا بیان	39
اعتکاف	39
11-کِتَابُ الْحَجّ	42
90-حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا بیان	42
حج کا بیان	43
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	52
چورانوے برس کا جوان	52
اونٹنی جدعاء	54
لاغر اونٹنی کی تیز رفتاری	54
قبائل میں تبلیغ اسلام	55
12-کِتَابُ الْجِهَاد	56
91-جہاد کی فرضیت اور صبح وشام کی فضیلت کا بیان	56
تبلیغ اسلام کرنے والا بھیڑیا	61
جنت واجب کرلی	63
قرآن اور نماز کا شیدائی	67
کوئی عمل جہاد سے بڑھ کر نہیں	71

عنوان	صفحہ
کیا خرچ کرنا سات سو گنا ہے؟	82
ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم	82
کیا ہم اپنی تقدیر ہی پر بھروسہ کرلیں؟	83
واقعۂ بیر معونہ	91
حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	93
خدا نے قسم پوری فرمادی	94
دوسری مرتبہ قتل کیا جاؤں	102
فرشتوں کے بال و پر	102
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مؤمن	104
توکّل کا بیان	108
اللہ (عزوجل) کی مدد	109
میری امت کی سیاحت جہاد ہے	124
غزوۂ تبوک	126
غزوۂ تبوک کا سبب	126
92-شہیدوں کی جماعت کا بیان.....	130
93-غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت	134
94-غلاموں کے ساتھ احسان کرنے کی فضیلت	136
95-جو غلام اللہ کا اور اپنے مالکوں کا حق ادا کرے.....	138
حبشی غلام	139
سب سے پہلے جنت میں	141
مصائب پر صبر قربِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کا ذریعہ ہے	142
امانت داری سے متاثر	142
96-فتنے کے زمانے میں عبادت کرنے کی فضیلت کا بیان.....	143
97-خرید و فروخت اور لین دین میں نرمی کا ذکر.....	144
کم تولنے کے بارے میں حکایت	144
آگ کے دو پہاڑ	145
روزانہ اس سے دُگنا مال صدقہ کرنے کا ثواب	149
الجواب	151
تاجر کے آداب	152
13- کِتَابُ الْعِلْمِ	155
98-اللہ کے لیے علم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت	155
قرآن میں نیکی کی دعوت کا حکم	160
ہر ایک اپنے اپنے منصب کے مطابق نیکی دعوت دے	160
ہر مسلمان مبلّغ ہے	161
افضل عمل وہ ہے جس کا فائدہ دوسروں کو پہنچے	161
مسلمانوں کا فائدہ	163
کوئی مانے یا نہ مانے اپنا ثواب کھرا	163
رُوئے زمین کی سلطنت سے بہتر	163
کبیرہ گناہ	170
نصیحت طلب کرو	170
14- کِتَابُ حَمْدِ اللہِ تَعَالیٰ وَشُکْرِہٖ	174
99-حمد و شکر کی فضیلت	174

عنوان	صفحہ
بسم اللہ شریف کی فضیلت	176
اولاد کی موت پر کس نے کیا کہا؟	178
کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا	179
کھانے یا پینے کے بعد حمدِ الٰہی بجالانا	179
15- کِتَابُ الصَّلٰوۃِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ	180
رسول اللہ ﷺ پر درود	180
سلام پڑھنا	180
100- رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے کی فضیلت.....	180
شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس مبارک میں انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری	183
اندھیریوں سے اجالے کی طرف	187
درودِ پاک پڑھنے نے عذابِ قبر سے بچالیا	189
حضرتِ سیدتنا حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق مہر	190
16- کِتَابُ الْاَذْکَار	192
101- ذکر کی فضیلت اور اس کی ترغیب کا بیان	192
شیطان مردود سے حفاظت	197
بے شمار نیکیاں	197
فکرِ آخرت کے متعلق فرمانِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم	200
شکر گزار بندہ	201
اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف	211
102- اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے بیٹھے لیٹے کرنا	226
ذکر الٰہی	226
103- سوتے اور جاگتے وقت کیا دعا پڑھی جائے؟	228
سوتے وقت کیا پڑھے	228
بیدار ہو کر کیا پڑھے	228
104- ذکر کے حلقوں کی فضیلت	229
راہِ علم کی مشقتوں میں صبر پر انعام	237
105- صبح وشام اللہ تعالیٰ کا ذکر کا بیان	242
دو رحمتوں سے فضل	244
اول وآخر میں بھلائی	246
جو گناہ ہیں انہیں مت لکھو	247
106- سوتے وقت کیا پڑھے؟	249
سونے جاگنے کی سنتیں اور آداب	252
17- کِتَابُ الدَّعَوَات	258
107- دعا کا حکم اور اس کی فضیلت.....	258
دین میں دنیا کی آمیزش	265
امامِ شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی دعا	269
دو انگلیوں کے درمیان	281
گھٹنوں کے بل	285
عاجزی وانکساری	286
108- کسی کی عدم موجودگی میں دعا کرنے کی فضیلت.....	287
وفاداری اور خلوص کے ساتھ پیش آنا	288
ڈوبنے والا	288

109-دعا کے متعلق بعض مسائل	289
میری ایک بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوتی	293
مصیبت کا ٹلنا	294
110-اولیاء کی کرامت وفضیلت کا بیان	295
شجر مریم رضی اللہ عنہا اور نہر جبریل علیہ السلام	296
محراب مریم	297
حضرت مریم رضی اللہ عنہا با کرامت ولیہ ہیں	298
عبادت گاہ مقامِ مقبولیت ہے	298
اَصحابِ کہف (غار والے)	299
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	308
کرامات	309
بدنصیب بوڑھا	309
دشمن صحابہ کا انجام	310
گستاخ کی زبان کٹ گئی	310
چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا	311
ایک خارجی کی ہلاکت	311
حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	313
حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ	314
کرامات	314
فرشتوں نے سایہ کیا	314
کفن سلامت، بدن تر و تازہ	315
قبر میں تلاوت	315
لاٹھی روشن ہو گئی	316
حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	317
حضرت اسید بن ابی ایاس عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	317
چہرہ سے گھر روشن	318
حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	321
کرامات	322
مکہ کی آواز مدینہ پہنچی	322
ایک سال میں تمام قاتل ہلاک	322
لاش کو زمین نگل گئی	323
زبان سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وحی	324
18- کِتَابُ الْاُمُوْرِ الْمَنْهِيِّ عَنْهَا	325
111-غیبت کی حرمت اور زبان کی حفاظت کا حکم	325
امتِ محمدیہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے پانچ طبقے	328
زبان کی آفات	330
112-غیبت کا سننا حرام ہے.....	345
غیبت کی تعریف	346
کسی کو مسلمان کی غیبت یا بے عزتی سے روکنے کا ثواب	348
غیبت کا بدلہ	349
113-غیبت کی بعض مباح صورتیں	349
کب غیبت کی رُخصت ہے؟	352

بدمذہبوں سے حدیث وآیت نہ سنی	354
بدعقیدہ شخص کی غیبت	354
منحوس بدمذہبوں کی بات سنی ہی نہیں ہے	355
بدمذہبی کی بو	355
یہ غیبت نہیں	356
بیٹے کی تلوار باپ کا سر	357
114-چغلی کی حرمت.....	359
چغلی کھانا	361
چغلی کی تعریف	362
115-لوگوں کی بات کو بلاوجہ حکام تک لے جانا منع ہے...	362
میرے صحابہ سے محبت کرو	363
116-دورُخے آدمی کی مذمت	364
منافقت	365
117-جھوٹ کی حرمت	365
118-جھوٹ کی جو قسمیں جائز ہیں	377
119-جو بات کہی جائے اس کی تحقیق کر لی جائے.....	380
فاسق کی خبر پر اعتماد مت کرو	380
120-جھوٹی گواہی کی شدید حرمت کا ذکر	383
جھوٹی گواہی	384
121-معیّن انسان یا جانور پر لعنت کرنا حرام ہے	384
لعنت	387
رحمت بنا کر بھیجا گیا	390
عام سی بات	391
122-غیر معیّن گناہ گاروں پر لعنت کرنا جائز ہے	392
123-ناحق مسلمان کو گالی دینا حرام ہے	393
دسویں قسم: گالی دینا	394
124-مردوں کو ناحق گالم گلوچ کرنا حرام ہے.....	397
مرے ہوئے مسلمان کو بُرائی سے یاد کرنا	398
غسّال مُردے کی بُرائی بیان نہ کرے	398
مرنے کے بعد بُلند آواز سے کلمہ پڑھا!	398
مرے ہوئے کافر کی غیبت	399
125-تکلیف پہنچانے سے ممانعت کا ذکر	399
مومن کی حُرمت کعبے سے بڑھ کر ہے	400
کامل مسلمان کی تعریف	400
دائرہ ایمان سے نکل جانے کا خطرہ	400
126-باہمی بغض قطع تعلقی اور بے رحمی سے ممانعت کا ذکر	401
127-حسد کی حرمت کا بیان	403
128-ٹوہ لگانے کا ذکر.....	404
بدگمانی کرنے والوں کی توبہ	406
جب حجام برابر آکر بیٹھا	407
بھائی بھائی بن جاؤ	408
129-بلاضرورت مسلمانوں کے متعلق بدگمانی سے ممانعت	409

تین خصلتیں	410
130-مسلمانوں کی تحقیر حرام ہے	410
تکبّر کسے کہتے ہیں	411
کسی کو حقارت سے مت دیکھو	411
131-مسلمان کی مصیبت پر خوشی کے اظہار کی ممانعت	413
132-جو نسب ثابت ہیں ان پر اعتراض حرام ہے...	414
133-دھوکہ دینے اور کھوٹ سے ممانعت کا بیان	416
دھوکے سے قیمت میں زیادتی کرنا	418
مکروفریب اور دھوکا دینا	418
سفر کا ارادہ ہے یا گوشت کھانے کا؟	419
134-عہد شکنی کی حرمت	420
جھوٹا وعدہ کرنا حرام ہے	421
وعدہ خلافی کسے کہتے ہیں؟	421
وعدہ پورا کرنے کی نیت نہ ہو مگر اتفاقاً پورا ہو جائے تو...	422
شرعی قباحت ہو تو وعدہ پورا نہ کرے	422
135-عطیہ وغیرہ پر احسان جتانے کی ممانعت	424
136-فخر وسرکشی کی ممانعت کا بیان	425
137-مسلمانوں کا تین دن سے زیادہ قطع تعلق حرام ہے...	427
تکبر نہ کرے	428
138-تیسرے کی اجازت کے بغیر دو کا سرگوشی کرنا منع ہے...	433
یہ میری زوجہ ہے	434
ایک دوسرے کے کان میں بات کرنا (جبکہ تیسرا موجود ہو)	434
139-غلام جانور، عورت اور بچے کو سزا دینا منع ہے...	436
زخمی گدھا	439
وہ ظالم ہے	440
جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا	444
140-ہر جانور کو آگ سے سزا دینا منع ہے.....	445
آگ کا مالک	445
تنبیہ	446
141-حق کا مطالبہ کرنے پر مالدار کا ٹال مٹول کرنا...	447
142-ہبہ کو واپس لینا مکروہ ہے.....	448
ہبہ واپس لینے کا بیان	449
143-یتیم کے مال (کو کھانے) کی تاکیدی حرمت	451
144-حرمت ربا کا سخت تر ہونا	453
145-ریاکاری کی حرمت	455
ریاکاری کو اس مثال سے سمجھئے	455
ریا کی تعریف	456
ریاء کی لغوی واصطلاحی تعریف	458
ریاکاری کی پہچان کے طریقے	459
(۱) ریاء بالاحوال	459
(۲) ریاء بالاقوال	459
(۳) ریاء بالاعمال	459

عنوان	صفحہ
(۴) ریاء بالاصحاب	460
ریاکاری حرام ہے	460
146-جن چیزوں کے بارے میں ریاء کاوہم کیا جاتا ہے....	462
147-اجنبی عورت اور بے ریش لڑکے کو دیکھنا حرام ہے...	463
راستے میں بیٹھنے کے آداب	466
148-اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی حرام ہے	469
149-لباس میں مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی متشابہت اختیار کرنا حرام ہے	471
150-شیطان اور کافروں کے ساتھ مشابہت رکھنا منع ہے	475
کھانے کا طریقہ	475
151-مرد اور عورت کا اپنے بالوں کو سیاہ خضاب لگانا منع ہے	478
152-سر کے کچھ بال مونڈ لینا جائز نہیں ہے.....	480
153-مصنوعی بال لگانا اور دانتوں کو باریک کرنا حرام ہے...	483
بالوں میں پیوند	485
مذکورہ احادیثِ مبارکہ کے بعض الفاظ کی وضاحت	486
تنبیہ	486
154-مرد کا سر اور داڑھی کے سفید بال اکھیڑنا.....	488
155-بغیر عذر شرمگاہ کو چھونے کی ممانعت.....	490
156-بلاعذر ایک جوتے یا ایک موزے میں چلنا مکروہ ہے..	491
157-سوتے وقت گھر میں آگ چھوڑنا منع ہے.....	493
158-بے تکلف کوئی کام یا بات کرنا منع ہے.....	494
تکلف اور بناوٹ سے گفتگو کرنا	495
159-میت پر نوحہ کرنے پیٹنے کی حرمت کا بیان.....	496
نوحہ کے معنیٰ اور اس کے بعض اَحکام	501
ان کے منہ مٹی سے بھردو	504
دراہم بٹورنے کے لئے رونا	505
160-کاہنوں، نجومیوں کے پاس جانا ممنوع ہے.....	506
161-شگون لینے کی ممانعت	511
162-جاندار کی تصویر کا بچھونے پر بنانا حرام ہے.....	519
تصویروں کا بیان	519
بت پرستی کی جڑ	522
مووی کا شرعی حکم	525
163-شکار یا کھیتی کی رکھوالی کے بغیر کتا رکھنا حرام ہے...	537
164-اونٹ وغیرہ کے گلے میں گھنٹی لٹکانے کی کراہت...	538
165-جلالہ جانور پر سواری مکروہ ہے.....	540
166-مسجد میں تھوکنا منع ہے.....	541
قبلہ کی جانب منہ کر کے نہ تھوکے	543
قبلہ کی طرف تھوکنے والے کی حکایت	543
ذکر، نماز اور تلاوتِ قرآن کیلئے	544
167-مسجد میں جھگڑا کرنا مکروہ ہے.....	544
اشعار کا بیان	548
168-لہسن پیاز گندنا کھا کر مسجد میں جانا منع ہے.....	551

عنوان	صفحہ
کچی پیاز کھانے سے بھی منہ بدبودار ہو جاتا ہے	553
بدبودار منہ لے کر مسلمانوں کے مجمع میں جانے کی ممانعت	553
بدبودار مرہم لگا کر مسجد میں آنے کی ممانعت	553
اَرَنڈی کا تیل	553
مسجدوں کو خوشبودار رکھیئے!	555
169- جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے وقت احتباء مکروہ ہے....	556
170- جس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو وہ عشرہ ذی الحجہ شروع ہونے کے بعد ناخن اور بال قربانی سے پہلے نہ کاٹے	557
171- مخلوق کے نام کی قسم کھانا منع ہے.....	558
قسم اٹھانا مکروہ	559
اللہ عزوجل کی قسم	561
172- جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا سخت منع ہے	562
جھوٹی قسم کھانے والے تاجر کیلئے دردناک عذاب ہے	562
جھوٹی قسم سے بَرَکت مٹ جاتی ہے	563
جھوٹی قسم کی سزا	564
جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر چھوڑتی ہے	564
173- وہ کرے جس کو بہتر دیکھے اور قسم کا کفارہ دے دے...	565
174- لغو قسم معاف ہے اس میں کفارہ نہیں.....	568
175- بیع میں حلف اٹھانا پسندیدہ نہیں اگرچہ سچا ہو	569
176- یہ مکروہ ہے کہ آدمی اللہ کا واسطہ دے کر کچھ مانگے...	570
177- بادشاہ کو شہنشاہ کہنا حرام ہے.....	572
178- فاسق اور بدعتی کو سردار کہہ کر پکارنے کی ممانعت	573
179- بخار کو گالی دینا مکروہ ہے	574
180- ہوا کو گالی دینا منع ہے.....	575
181- مرغ کو گالی دینا مکروہ ہے	577
182- فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی کہنا منع ہے...	578
183- مسلمان کو اے کافر! کہنا حرام ہے	579
184- بے حیائی اور زبان درازی کی ممانعت	580
185- کلام میں تکلف کرنا مکروہ ہے.....	581
پر حکمت گفتگو کا سبب	583
اشعار	583
سلامتی کا نسخہ	583
چند اشعار	584
186- میرا نفس شریر ہو گیا کہنا مکروہ ہے	584
187- انگور کو کرم کا نام دینا مکروہ ہے	584
188- کسی آدمی کے لیے عورت کی تعریف کرنا ممنوع ہے...	586
189- یہ کہنا مکروہ ہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے	586
190- جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے یوں کہنا مکروہ ہے	588
اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر بھروسہ	588
191- نماز عشاء کے بعد گفتگو کرنا مکروہ ہے	589
عشاء کے بعد جلد سونے کی عادت ڈالنے کی نصیحت	589
کچھ ضروری مسائل	590

جنتی کون ہے؟	591	انبیائے کرام بشر ہیں مگر افضل البشر	614
سیدنا مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مناجات	592	204-قبر پر بیٹھنے کی حرمت	615
192-شوہر بیوی کو ہمبستری کے لیے بلائے تو اس کی بات نہ ماننا حرام ہے	592	205-قبر پر عمارت بنانے کی ممانعت کا بیان.....	618
193-شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا نفلی روزے رکھنا حرام ہے	593	206-غلام کا اپنے آقا سے فرار ہونا سخت حرام ہے...	619
194-مقتدی کو رکوع و سجود میں امام سے پہلے سر اٹھانا حرام ہے	596	نماز قبول نہیں	619
نماز میں امام سے سبقت کرنا	597	207-حدود میں سفارش کرنا حرام ہے	620
195-نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے	597	208-لوگوں کے راستہ میں پاخانہ کرنا منع ہے.....	624
196-کھانا آجائے تو نماز پڑھنا مکروہ ہے.....	598	209-کھڑے پانی میں پیشاب وغیرہ کرنا منع ہے	625
197-نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا ممنوع ہے	598	قضائے حاجت کے آداب	625
198-نماز میں بغیر عذر کے اِدھر اُدھر متوجہ ہونا مکروہ ہے	600	210-والد کا بعض اولاد کو بعض پر ہبہ میں فضیلت دینا مکروہ ہے	625
رحمت پھیر لیتا ہے	600	211-کسی میت پر عورت کا تین دن سے زیادہ سوگ حرام ہے	627
مکروہاتِ نماز	601	212-شہری کا دیہاتی کے لئے بیع کرنا حرام ہے.....	630
199-قبروں کی طرف (منہ کرکے) نماز پڑھنا ممنوع ہے	601	مسائل فقہیہ	630
200-نمازی کے آگے سے گزرنا حرام ہے	607	213-شرعی عذر کے بغیر مال ضائع کرنا منع ہے	634
نمازی کے آگے سے گزرنا	608	حسابِ نعمت کے بارے میں لرزہ خیز 9 فرامینِ مصطفٰے	634
201-جب مؤذن اقامت کہنا شروع کردے تو نفل پڑھنے منع ہیں	608	مال زیادہ وبال زیادہ	636
202-جمعہ کے دن کو نفل نماز کے لئے مخصوص کرلینا مکروہ ہے	609	214-اسلحہ سے کسی مسلمان کی طرف اشارہ کرنے کی ممانعت...	638
جمعہ کا روزے	611	215-اذان کے بعد مسجد سے نکلنا مکروہ ہے.....	639
بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے	612	مؤذِن کا اذان کہنے کے بعد مسجد سے باہر جانا کیسا؟	640
203-صوم وصال کی حرمت.....	613	216-بغیر عذر کے خوشبو کا تحفہ واپس کرنے کی ممانعت	640
جب تک زندہ رہوں گا دن میں روزہ رکھوں گا	613	خوشبو	641

217-منہ پر کسی شخص کی تعریف کرنے کی ممانعت ہے...	641	مدینہ طیبہ کے برکات	696
تعریف پسندی	642	اہلِ مدینہ کے ساتھ بُرائی کرنے کے نتائج	696
تعریف کرنا	645	قیامت کی نشانیاں	698
تعریف کرنے والے کے لئے آفات	645	قیامت کب آئے گی؟	699
ممدوح کے لئے آفات	646	رحمت الٰہی کی امید رکھنا واجب ہے	709
218-جس علاقہ میں وبا پھیل جائے وہاں سے فرار ناپسندیدہ ہے	646	ثواب پانے والا خوش نصیب امام	713
219-جادو سخت حرام ہے	650	حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کوشش	714
220-کفار کے علاقہ میں قرآن پاک لے کر جانا منع ہے...	652	حضرت سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	714
221-سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال منع ہے...	652	نو شیاطین کے نام و کام	716
سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال	654	کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا!	725
222-زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا منع ہے	655	گمان کسے کہتے ہیں؟	729
223-صبح سے شام تک خاموش رہنا منع ہے	656	گمان کی اقسام	729
علم سے گفتگو اور حلم سے خاموشی	657	بدگمانی کے جائز ہونے کی صورتیں	729
224-باپ کے علاوہ کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں...	658	بدگمانی جائز ہونے کا مطلب	730
225-اللہ اور اس کے رسول نے جن کاموں سے منع کیا ان سے ڈرانے کا ذکر	663	دوسری صورت	731
226-منع کردہ باتوں کے ارتکاب کرنیوالے کو کیا کرنا چاہیے؟	663	علم و حکمت کے دلائل	738
19- كِتَابُ الْمَنْثُوْرَاتِ وَالْمُلَحِ	666	حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	739
227-متفرق احادیث اور قیامت کی نشانیوں کا بیان	666	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت	744
دجّال کس کو کہتے ہیں؟	682	شفاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	758
فضائلِ مدینہ طیبہ	694	آبِ زمزم کے فضائل	769
مدینہ طیبہ کی اقامت	695	20- كِتَابُ الْاِسْتِغْفَارِ	771

228-مغفرت وبخشش طلب کرنا	771
توبہ واستغفار کی اہمیت وفضیلت	773
علم سے محرومی	773
رزق میں تنگی	774
وحشتِ قلبی	774
مقبول توبہ کا بیان	775
مومن بندے کی توبہ	776
مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا	777
حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ	782
سچی توبہ کسے کہتے ہیں؟	783
توبہ کی شرائط	783
229-اللہ تعالیٰ نے جنت میں کیا نعمتیں تیار کی ہیں؟...	784
جنت کے ہر پھل سے کھاؤ	785
جنت کا بیان	786
جنت کتنی بڑی ہے؟	793
جنت کے دروازے	793
ایک دروازہ کتنا بڑا ہوگا؟	793
جنت کے باغات	800
انبیاء علیہم السلام کے رتبے	801
حوریں پانے کا عمل	804
کروٹیں بستروں سے جدا	805
موت وحیات کی شکل	806
قیامت قائم ہوگی	807
موت کا مینڈھا	808

◆◆◆◆◆

دعائے مصطفیٰ ﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ خُلَفَائُکَ قَالَ الَّذِیْنَ یَاْتُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ یَرْوُوْنَ اَحَادِیْثِیْ وَیُعَلِّمُوْنَہَا النَّاسَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیثِ مصطفےٰ کی اشاعت اور تعلیم دینے والوں کے لیے
اے اللہ میرے جانشینوں پر رحم فرما ہم نے عرض کی
یارسُول اللہ آپ کے جانشین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا
وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے میری حدیثیں بیان کریں
گے اور لوگوں کو میری حدیثوں کی تعلیم دیں گے۔

(الترغیب والترہیب ج ۱، ص ۱۱۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

82-بَابُ فَضْلِ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ وَشَعْبَانَ وَالْاَشْهُرِ الْحُرُمِ

محرم شعبان اور حرمت والے مہینوں کے روزے کی فضیلت کا بیان

(1251) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ: شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ، وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ: صَلٰوةُ اللَّيْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے بعد زیادہ فضیلت والے روزے اللہ کے حرمت والے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد فضیلت والی نماز تہجد کی نماز ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صوم المحرم، ج۲ص۱۶۹، رقم: ۲۸۱۲، صحیح ابن خزیمہ، باب فضل الصوم فی المحرم اذا ھو افضل الصیام بعد شھر رمضان، ج۳ص۲۸۲، رقم: ۲۰۷۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۴۴، رقم: ۸۵۱۵، مسند عبد بن حمید، من مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ص۴۱۶، رقم: ۱۴۲۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ محرم سے مراد عاشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہ محرم ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے زیادہ رکھا کرتے، چونکہ عاشورہ کا دن محرم میں واقع اور عاشورہ میں بڑے اہم واقعات ہو چکے ہیں: آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت، نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا، یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند یوسف علیہ السلام سے ملنا، فرعون کا غرق اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات، ایوب علیہ السلام کی شفا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا وغیرہ عاشورہ ہی کے دن ہوئے، بعد میں شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ اور قیامت کا آنا اسی دن میں ہونے والا تھا اس لیے سارے محرم کو اللہ کا مہینہ فرمایا گیا یعنی اللہ کے محبوبوں کا مہینہ کہ جو اللہ کے بندوں کا ہو جائے وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور جس دن یا جس مہینہ میں کوئی اہم کام ہوا ہو اس میں عبادتیں کرنا بہتر ہے لہٰذا ربیع الثانی کی گیارہویں، ربیع الاول کی بارھویں، رجب کی ستائیسویں افضل تاریخیں ہیں اور ان میں عبادات، روزہ، نوافل، میلاد شریف وغیرہ کرنا بہت بہتر ہے۔ یہ حدیث بہت سے صوفیانہ و عالمانہ مسائل کا ماخذ ہے۔ صوفیائے کرام بہت سے اعمال کی زکوۃ عاشورہ کے دن ادا کرتے ہیں۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب "جاءالحق" حصہ اول میں دیکھئے۔

فرض سے مراد نماز پنجگانہ ہے مع سنن مؤکدہ اور وتر کے، اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی فرائض وتر اور سنن مؤکدہ کے بعد درجہ نمازِ تہجد کا ہے کیوں نہ ہو کہ اس نماز میں مشقت بھی زیادہ ہے اور خصوصی حضور بھی غالب، یہ نماز حضور

انور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ رب تعالیٰ نے تہجد پڑھنے والوں کے بڑے فضائل بیان فرمائے: تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ اور فرماتا ہے: وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا وغیرہ۔ فقیر کی وصیت ہے کہ ہر مسلمان ہمیشہ تہجد پڑھے اور اس نماز کا ثواب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کر دیا کرے بلکہ انہی کی طرف سے ادا کیا جائے ان شاء اللہ! وہاں سے بہت کچھ ملے گا۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۶۷)

(1252) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: لَمْ یَكُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ مِنْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَاِنَّهٗ كَانَ یَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهٗ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ: كَانَ یَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شعبان سے زیادہ روزے کسی اور مہینہ میں نہ رکھتے تھے۔ آپ سارا شعبان ہی روزہ رکھتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ تھوڑے دن چھوڑ کر سارا شعبان روزے رکھتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صوم شعبان، ج۲ص۶۹۵، رقم: ۱۸۶۹ صحیح مسلم، باب صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غیر رمضان، ج۳ص۱۶۱، رقم: ۲۷۷۸ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی فضل صوم شعبان، ج۴ص۲۹۲، رقم: ۸۶۸۹ سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱ص۵۴۵، رقم: ۱۷۱۰ مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۹ص۱۳۳، رقم: ۲۵۱۴۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے، پھر اس کے دن کی شمار رکھتے تھے کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا دارومدار ہے، بقرعید کے چاند پر بھی اگرچہ حج وغیرہ کا دارومدار ہے مگر حج ہر سال ہر شخص نہیں کرتا اور نماز بقرعید و قربانی چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے، رمضان میں چاند ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے لہٰذا اس کے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۰۶)

(1253) وَعَنْ مُجِیْبَةَ الْبَاهِلِیَّةِ، عَنْ اَبِیْهَا اَوْ عَمِّهَا: اَنَّهٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ انْطَلَقَ فَاَتَاهُ بَعْدَ سَنَةٍ - وَقَدْ تَغَیَّرَتْ حَالُهٗ وَهَیْئَتُهٗ - فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَمَا تَعْرِفُنِیْ؟ قَالَ: "وَمَنْ اَنْتَ"؟ قَالَ: اَنَا الْبَاهِلِیُّ الَّذِیْ جِئْتُكَ عَامَ الْاَوَّلِ. قَالَ: "فَمَا غَیَّرَكَ، وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَیْئَةِ!" قَالَ: مَا اَكَلْتُ طَعَامًا مُّنْذُ فَارَقْتُكَ اِلَّا بِلَیْلٍ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

حضرت مجیبۃ الباھلیۃ اپنے باپ یا چچا سے روایت کرتی ہیں کہ وہ (ان میں سے کوئی ایک) رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا پھر چلا گیا سال بعد دوبارہ آیا تو اس کی حالت اور صورت بدلی ہوئی تھی' تو اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کیا مجھ کو پہچانتے نہیں؟ فرمایا: تو کون ہے؟ عرض کیا: میں وہی باھلی ہوں جو ایک سال پہلے حاضر ہوا تھا تو آپ نے فرمایا: تجھے کس چیز نے تبدیل کر دیا ہے تو' تو اچھی حالت میں تھا۔ عرض کی:

"عَذَّبْتَ نَفْسَكَ!" ثُمَّ قَالَ: "صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ، وَيَوْمًا مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ" قَالَ: زِدْنِي، فَإِنَّ بِي قُوَّةً. قَالَ: "صُمْ يَوْمَيْنِ" قَالَ: زِدْنِي، قَالَ: "صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ" قَالَ: زِدْنِي، قَالَ: "صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ" وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ فَضَمَّهَا، ثُمَّ أَرْسَلَهَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. وَ"شَهْرُ الصَّبْرِ": رَمَضَان.

جب سے میں آپ سے جدا ہوا ہوں صرف رات کو میں نے کھایا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالا۔ پھر فرمایا: تو ماہ رمضان کے روزے رکھ اور ہر مہینہ کے ایک دن عرض کی مجھے زیادہ کی اجازت دیں کیونکہ مجھے قوت حاصل ہے۔ فرمایا: دو دن روزہ رکھ عرض کی مجھے زیادہ کی اجازت دیں کیونکہ مجھے قوت حاصل ہے فرمایا ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھ اور کچھ چھوڑ دے' حرمت والے مہینوں میں روزہ رکھ اور کچھ چھوڑ دے' حرمت والے مہینوں میں روزہ رکھ اور چھوڑ۔ اور آپ نے تین انگلیاں ملا کر اشارہ کیا پھر اس کو چھوڑ دیا۔ اسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور ''شہر الصبر'' سے مراد رمضان ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد باب فی صوم اشهر الحرم، ج۲ص۲۹۸ رقم: ۲۴۲۰ السنن الکبرٰی للبیهقی باب فی فضل الصوم فی اشهر الحرم ج۴ص۲۹۱ رقم: ۸۶۸۶)

شرح حدیث: ان روزوں سے افضل کوئی نہیں

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو میرے بارے میں بتایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا دن میں روزہ رکھوں گا اور رات میں عبادت کیا کروں گا۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا، کیا یہ بات تم نے ہی کہی ہے؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں نے ہی کہی ہے، تو آپ نے فرمایا، تم اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے لہذا! روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، آرام بھی کرو اور قیام بھی کرو، ہر مہینے تین روزے رکھ لیا کرو کیونکہ ایک نیکی دس کے برابر ہے لہذا یہ ساری زندگی کے روزوں کے برابر ہو نگے۔

میں نے عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، دو دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو۔
میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو، یہ صیامِ داؤدی ہیں اور یہ سب سے بہتر روزے ہیں۔ میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ان روزوں سے افضل کوئی نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کا تین روزوں والا فرمان عالیشان قبول کر لیتا تو یہ مجھے اپنے اہل اور مال سے زیادہ پسندیدہ ہوتا۔

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے خبر ملی ہے کہ تم رات کو قیام کرتے ہو اور دن میں روزہ رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم! میں نیکی ہی کے ارادے سے ایسا کرتا ہوں۔ فرمایا جو ہمیشہ روزہ رکھے اس کا کوئی روزہ نہیں مگر میں تمہیں صومِ دہر کے بارے میں بتاتا ہوں، (وہ یہ ہے کہ) ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھا کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر۔۔۔۔۔الخ، رقم ۱۱۵۹، ص ۵۸۴)

83-بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ وَغَيْرِهٖ فِي الْعَشْرِ الْاَوَّلِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ

ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں روزہ رکھنا اور دیگر نیکیوں کی فضیلت کا بیان

(1254) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ اَيَّامٍ، الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ" يَعْنِيْ اَيَّامَ الْعَشْرِ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: "وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ، فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان دنوں میں عمل صالح جس قدر اللہ کریم کو محبوب ہے اور دنوں میں ایسا نہیں۔ آپ ذی الحجہ کے عشرہ کا ارادہ کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ فرمایا: ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ لیکن ایسا آدمی جو جان اور مال لے کر (اللہ کی راہ میں) نکلے، پس اس میں سے کسی چیز کو لے کر واپس نہ لوٹے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التکبیر الی العید، ج۲ص۲۰، رقم: ۹۶۹، السنن الصغریٰ للبیھقی، باب العمل الصالح فی العشر من ذی الحجۃ، ج۱ص۳۳۲، رقم: ۱۳۵۲، سنن ابوداؤد، باب فی صوم العشر، ج۲ص۳۰۱، رقم: ۲۴۴۰، سنن الدارمی، باب فی فضل العمل فی العشر، ج۲ص۴۱، رقم: ۱۷۷۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۳۳۶، رقم: ۳۲۲۸)

شرح حدیث: حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، حج کے دس دنوں میں کیا گیا عمل اللہ عزوجل کو بقیہ دنوں میں کئے جانے والے عمل سے زیادہ محبوب ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا راہِ خدا عزوجل میں جہاد کرنا بھی؟ ارشاد فرمایا ہاں! راہِ خدا عزوجل میں جہاد کرنا بھی، سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال کے ساتھ نکلے اور ان دونوں میں سے کچھ بھی واپس نہ لائے۔ (بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل الخ، رقم ۹۶۹، ج۱، ص ۳۳۳)

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بقرعید کے پہلے عشرہ میں رب تعالیٰ کو بندوں کے نیک عمل بہت پیارے ہیں جن پر بہت ثواب دے گا کیونکہ یہ

زمانہ حج کا ہے اور اسی عشرہ میں عرفہ کا دن ہے جو تمام دنوں سے بہتر ہے ماہ رمضان کی آخری دس راتوں میں نیکیاں بہت قبول ہیں کہ یہ زمانہ اعتکاف ہے اور اس میں شب قدر ہے، رب تعالیٰ نے فرمایا: وَ لَیَالٍ عَشْرٍ دس راتوں کی قسم۔ خیال رہے کہ دن تو بقرعید کے اول عشرہ کے افضل ہیں اور راتیں رمضان کے آخری عشرہ کی افضل، اسی لیے یہاں ایّام فرمایا گیا اور قرآن شریف میں لیال، لہٰذا قرآن وحدیث متعارض نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضل دنوں میں عبادت بھی افضل ہے، اسی لیے شب معراج، شب برات، شبِ میلاد میں عبادات افضل ہیں کہ یہ افضل راتیں ہیں۔

بقرعید کے پہلے عشرہ کے اعمال دوسرے زمانہ کے جہاد سے افضل ہیں، ہاں یہ جہاد جس میں غازی جان و مال سب کچھ قربان کردے یہ اس عشرہ کی نیکیوں سے افضل ہے۔ معلوم ہوا کہ اس عشرہ کا جہاد تو بہت ہی افضل ہوگا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۶۸۶)

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت

جو شخص ان دس ایام کی عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ یہ دس چیزیں اس کو مرحمت فرما کر اس کی عزت افزائی کرتا ہے (۱) عمر میں برکت (۲) مال میں افزونی (۳) اہل وعیال کی حفاظت (۴) گناہوں کا کفارہ (۵) نیکیوں میں اضافہ (۶) نزع میں آسانی (۷) ظلمت میں روشنی (۸) میزان میں سنگینی یعنی وزنی بنانا (۹) دوزخ کے طبقات سے نجات (۱۰) جنت کے درجات پر عروج۔ جس نے اس عشرہ میں کسی مسکین کو کچھ خیرات دی اس نے گویا اپنے پیغمبروں علیہم السلام کی سنت پر صدقہ دیا۔ جس نے ان دنوں میں کسی کی عیادت کی اس نے اولیاء اللہ اور ابدال کی عیادت کی، جو کسی کے جنازے کے ساتھ گیا اس نے گویا شہیدوں کے جنازے میں شرکت کی، جس نے کسی مومن کو اس عشرہ میں لباس پہنایا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے خلعت پہنائے گا جو کسی یتیم پر مہربانی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر عرش کے نیچے مہربانی فرمائے گا، جو شخص کسی عالم کی مجلس میں اس عشرہ میں شریک ہوا وہ گویا انبیا اور مرسلین علیہم السلام کی مجلس میں شریک ہوا۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۱۹)

ماہِ ذوالحجہ کی فضیلت

ذوالحجہ کا مہینہ چار برکت اور حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔ اس مبارک مہینہ میں کثرتِ نوافل، روزے، تلاوت قرآن، تسبیح وتہلیل، تکبیر وتقدیس اور صدقات وخیرات وغیرہ اعمال کا بہت بڑا ثواب ہے۔ اور بالخصوص اس کے پہلے دس دنوں کی اتنی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عشرہ کی دس راتوں کی قسم یاد فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَیَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ۝

قسم ہے مجھے فجر کی عیدِ قربان کی اور دس راتوں کی جو ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔ اور قسم ہے جفت اور طاق کی جو رمضان مبارک کی آخری راتیں ہیں، اور قسم ہے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی رات کی۔

اس قسم سے پتہ چلتا ہے کہ عشرہ ذی الحجہ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ (فضائل الایام والشہور صفحہ ۴۶۳)

ذی الحجہ کی اہم دعا

الحمد لله الذی فی السمآء عرشه ، الحمد لله الذی فی الارض قدرته ، الحمد لله الذی فی القیامة هیبته ، الحمد لله الذی فی القبر قضاؤه ، الحمد لله الذی فی الجنة رحمته ، الحمد لله الذی فی جهنم سلطانه ، الحمد لله الذی فی البر والبحر برهانه ، و الحمد لله الذی فی الهواء ریحه ، و الحمد لله الذی لا مفر و لا ملجآ الآ الیه و الحمد لله رب العلمین

ہر خوبی اللہ کے لیے ہے جس کا عرش آسمان میں ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی قدرت زمین پر ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی ہیبت قیامت میں ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کا حکم قبروں پر ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی رحمت جنت میں ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی برہان خشکی اور سمندر میں ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی خوشبو ہوا میں ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے کہ سوائے اس کی ذات کے کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے تعریف اللہ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے۔

84-بَابُ فَضْلِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُوْرَآءَ وَتَاُسُوْعَاءَ

یوم عرفہ اور نو' دس محرم کے روزوں کی فضیلت

(1255) وَعَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ، قَالَ: "يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوقتادہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم٬ باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر٬ ج۲ص۱۶۷٬ رقم: ۲۸۰۴٬ السنن الکبری للبیهقی٬ باب صوم یوم عرفة لغیر الحاج٬ ج۴ص۲۸۲٬ رقم: ۸۶۳۹٬ مسند امام احمد بن حنبل٬ حدیث أبی قتادہ الانصاری٬ ج۵ص۲۹۶٬ رقم: ۲۲۵۹۰)

شرح حدیث: مسلم شریف میں یہ مکمل حدیث یوں ہے:

روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا آپ روزے کیسے رکھتے ہیں تو اس کی بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے جب حضرت عمر نے آپ کی ناراضی دیکھی تو عرض کیا ہم اللہ کی ربوبیت اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفٰے کے نبی ہونے سے راضی ہیں ہم اللہ و رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں حضرت عمر یہ بار بار کہتے رہے حتیٰ کہ حضور کی ناراضی جاتی رہی پھر حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ جو ساری عمر روزے رکھے وہ کیسا فرمایا نہ اس نے روزے رکھے نہ افطار کیا یا فرمایا نہ روزہ رکھ سکا اور نہ افطار کر سکا عرض کیا جو

دو دن روزے رکھے اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا کیا کوئی اس کی طاقت رکھتا ہے عرض کیا جو ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا یہ داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں عرض کیا جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا میری تمنا ہے کہ مجھے یہ طاقت ملتی پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر ماہ میں تین دن کے روزے اور رمضان سے رمضان تک کے روزے ساری عمر کے روزے ہیں عرفہ کے دن کا روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے کا کفارہ ہو جائے اور عاشورہ کے دن روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ پچھلے سال کا کفارہ بنادے۔

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چند وجہ سے یہ ناراضی ہوئی: ایک یہ کہ سوال میں بے ادبی کا شائبہ ہے، سائل کو چاہیئے کہ اپنے متعلق سوال کرے نہ کہ مفتی کے بارے میں، انہیں پوچھنا چاہیئے تھا کہ میں کس طرح روزے رکھا کروں۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مختلف تھے آپ کبھی زیادہ روزے رکھتے تھے کبھی کم تو جواب دشوار تھا۔ تیسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کم کرتے تھے تاکہ امت پر دشواری نہ ہو ان پر آسانی رہے۔ چوتھے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام حقوق ازواج اور سلطنت کے انتظام، مہمانوں کی تواضع میں زیادہ مشغول رہتے تھے جس کی وجہ سے روزے کبھی کم رکھتے تھے۔ پانچویں یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑے اعمال پر وہ ثواب ملتا تھا جو دوسروں کو زیادہ اعمال پر بھی نہیں ملتا۔ ممکن تھا کہ وہ سائل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے سن کر انہیں کم سمجھتا جیسے بعض لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات سن کر انہیں کم جانا۔ (مرقات واشعہ ولمعات)

(حضرت عمر نے عرض کی) یعنی میں سارے مسلمانوں کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ ہم سے جو بے ادبیاں سرزد ہو جاتی ہیں ان کی وجہ یہ نہیں کہ ہمیں آپ کے مراتب کا انکار ہے بلکہ محض درباری آداب سے ناواقفیت کی بنا پر ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔ شعر

سرکار ہم گنواروں میں طرزِ ادب کہاں ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

مرقات نے یہاں فرمایا کہ چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی پر رب تعالیٰ بھی ناراض ہو جاتا ہے اس لیے جناب عمر نے اللہ کے غضب کا بھی ذکر کیا۔ خیال رہے کہ اللہ رسول کے غضب سے سوائے رب کی بارگاہ کے کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔

معلوم ہوا کہ عاجزی اور خوشامد بڑی اکسیر ہے۔ شعر

عجز کار انبیاء واولیاء ست عاجزی محبوب درگاہ خدا ست

ایسا شخص ہمیشہ دن میں کھانے سے محروم رہا اور روزوں کا ثواب بھی نہ پا سکا کیونکہ سال میں پانچ دن روزے منع تھے

وہ ان دنوں میں بھی روزے رکھ گیا گنہگار رہا یا یہ حکم اس کے متعلق ہے جو ہمیشہ کے روزوں پر قادر نہ ہو بہت مشقت اٹھا کر اور نفس کو ہلاکت میں ڈال کر روزے رکھے اور ان روزوں کی وجہ سے حق والوں کے حقوق ادا نہ کر سکے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرت ابوطلحہ انصاری اور حمزہ ابن عمرو اسلمی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں ان پانچ دنوں کے سواء ہمیشہ روزے رکھتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مطلع ہونے پر منع نہ کیا، نیز بیہقی شریف میں ہے کہ جو ہمیشہ روزے رکھے اس پر دوزخ ایسی تنگ ہوجائے گی جیسے نوے کا عدد کہ کلمہ کی انگلی کا کنارہ انگوٹھے کی جڑ میں لگا دیا جائے۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ تنبیہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ہمیشہ روزے رکھنے کی وجہ سے ایسے عادی ہوجائیں کہ انہیں روزے میں تکلیف ہو۔(لمعات ومرقات) لہذا امام اعظم ابوحنیفہ کا چالیس سال مسلسل روزے رکھنا اس عتاب کی زد میں نہیں آتا۔

یعنی عام لوگوں پر بھی دشوار ہے اس سے بھی لوگوں کے سارے کاروبار بند ہوجائیں گے۔اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ ممانعت کی وجہ لوگوں کی کمزوری ہے اگر کسی میں ہمیشہ روزے رکھنے کی طاقت ہو جس سے اس کا کوئی کام بند نہ ہو تو اس کے لیے وہی افضل ہے۔

یعنی آپ ہمیشہ یوں ہی روزے رکھتے تھے یہ بہتر طریقہ ہے یا یہ مطلب ہے کہ عوام پر یہ بھی مشکل ہے یہ تو داؤد علیہ السلام ہی تھے جو اس طرح روزے رکھ گئے دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے اور دوسری حدیثیں پہلے معنے کی تائید کرتی ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین روزے داؤد علیہ السلام کے پاس ہیں۔علماء فرماتے ہیں کہ عمل اتنا کرو جو تمہیں علم سے نہ روکے اور علم میں اتنے مشغول ہونا جو تمہیں اعمال سے نہ روکے، درمیانی چال اچھی۔

یعنی مجھ پر امت کا بوجھ، ازواج کے حقوق، مملکت کے انتظامات نہ ہوتے تو میں اسی طرح روزے رکھا کرتا، اگر میں ایسے روزے رکھنے لگوں تو کمزور مسلمان بھی اس سنت پر عمل کرنے لگیں جس سے ان کے کاروبار بند ہوجائیں گے۔یہاں طاقت رکھنے سے مراد موقعہ پانا ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ وصال رکھا کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ نہ رکھتے تھے کبھی کبھی، پھر بھی صحابہ کو اس سے منع فرمادیا لہذا اس عبادت سے کوئی دھوکہ نہ کھائے اور یہ نہ سمجھے کہ نعوذ باللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کمزور تھے اور آپ میں ان روزوں کی بھی طاقت نہ تھی۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامان حضرت بایزید بسطامی نے ایک بار تین سال تک پانی نہ پیا، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب قدس سرہ نے ایک بار انتیس دن کچھ نہ کھایا اور کسی کام میں فرق نہ آیا۔یہ واقعہ مجھے میرے مرشد برحق صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا۔ہر مہینہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں تاریخ کے روزے رکھ لیے جائیں اور پورے ماہ رمضان کے روزے رکھے جائیں تو اس سے ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے۔رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ جَآءَ

بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ جب ایک کا دس ملتا ہے تو ان شاء اللہ! تین روزوں میں تیس کا ثواب ملے گا اس حساب سے ساری عمر کے روزے ہوجائیں گے یہ سب رحمتیں اس رحمت والے محبوب کے صدقے سے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

پہلے عرض کیا جاچکا کہ یہ صِیام مصدر ہے نہ کہ صوم یا صائم کی جمع یعنی ذی الحجہ کی نو تاریخ کا روزہ اگلے پچھلے دو سال کے صغیرہ گناہوں کو مٹادیتا ہے اور اگر گناہ صغیرہ نہ ہوں تو درجے بلند کردیتا ہے، گناہ کبیرہ بغیر توبہ اور بندوں کے حق بغیر ادا کئے معاف نہیں ہوتے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آئندہ ایک سال کے گناہ مٹانے کے معنے یہ ہیں کہ اسے گناہ سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث غیر حاجیوں کے لیے ہے حاجی کے لیے عرفات میں اس دن روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورے کے روزے سے نویں بقرعید کا روزہ افضل ہے کیونکہ عاشورہ کا روزہ تو ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عرفہ کا روزہ دو سال کا مگر عاشورہ کا دن عرفے کے دن سے بعض اعتبار سے افضل ہے۔ لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں عاشورے کے دن کی افضلیت بیان کی گئی۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۷۲)

(1256) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس محرم کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب وجوب صوم رمضان، ج۳ص۲۴، رقم: ۱۸۹۲ صحیح مسلم، باب صوم یوم عاشوراء، ج۳ص۱۵۰، رقم: ۲۶۱۴ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل یوم عاشوراء، ج۴ص۲۸۶، رقم: ۸۶۵۸، سنن ابوداؤد، باب فی صوم یوم عاشوراء، ج۲ص۳۰۲، رقم: ۲۴۴۴ سنن ابن ماجہ، باب صیام یوم عاشوراء، ج۱ص۵۵۲، رقم: ۱۷۳۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ رکھنا موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کے لیے ہے نہ کہ ان کی متابعت کے لیے۔ موافقت اور متابعت میں زمین و آسمان کا فرق ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ یہاں موافقت کا ذکر ہے کہ آپ سارے انبیاء کی موافقت فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام تجلیات ظاہری زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا، یہاں اتباع کا ذکر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے موافق ہیں اور انبیائے کرام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع۔

چنانچہ شروع اسلام میں عاشوراء کا روزہ فرض رہا، پھر رمضان کی فرضیت سے عاشورا کے روزوں کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی مگر سنیت اب بھی باقی ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ معظم واقعات کی یادگاریں منانا رکن اسلامی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ یادگاریں محض اس لیے حرام نہ کہی جائیں گی کہ ان میں مشابہت کفار کا شائبہ ہے۔ تیسرے یہ

کہ اسلامی یادگاریں کھیل کود سے نہ منائی جائیں بلکہ عبادتوں سے منائی جائیں، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی یادگار میں روزہ رکھا جو کہ عبادت ہے۔ چوتھے یہ کہ اللہ والوں کی خوشی میں شرکت کرنا کچھ ملنے کا بہانہ ہوجاتا ہے، بادشاہوں کے نوکر چاکر شہزادوں کی سالگرہ میں دکھلاوے کی خوشی منا کر بھی کچھ پا لیتے ہیں تو اگر ہم عید میلاد، عید معراج دل سے منائیں تو ان شاءاللہ منہ مانگی مرادیں پائیں گے بلکہ پا رہے ہیں ان تمام عیدوں کی اصل یہ حدیث ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۹۴)

یوم عاشوراء کی اکتیس خصوصیات

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضورِ نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ برکت نشان ہے:

(1) اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن کا روزہ فرض کیا اور وہ یومِ عاشوراء کا روزہ ہے اور اس سے مراد ماہِ محرم کا دسواں دن ہے۔ لہٰذا تم بھی اس دن کا روزہ رکھو اور اپنے گھر والوں پر کھلا خرچ کرو (شُعَبُ الایمان میں ہے:) جو اس دن اپنے اہل وعیال پر مال میں فراخی وکشادگی کرتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس پر تمام سال رزق وافر فرمائے گا۔ (شُعَب الایمان، باب فی الصیام، صوم التاسع مع العشر، الحدیث ۳۷۹۵، ج ۳، ص ۳۶۶) پس تم اس دن کا روزہ رکھو کہ (2) اسی دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول فرما کر انہیں صَفِیُّ اللہ کے مقام پر فائز فرمایا (3) اسی دن حضرت سیِّدُنا ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا (4) اسی دن حضرت سیِّدُنا نوح نجی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کشتی میں طوفان سے نکالا (5) اسی دن حضرت سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ سے نجات ملی (6) اسی دن حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تورات نازل فرمائی (7) اسی دن حضرت سیِّدُنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قید سے رہائی ملی (8) اسی دن حضرت سیِّدُنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بینائی کا ضُعف دُور ہوا (9) اسی دن حضرت سیِّدُنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکلیف رفع کی گئی (10) اسی دن حضرت سیِّدُنا یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے (11) اسی دن دریا نے پھٹ کر بنی اسرائیل کو راستہ دیا (12) اسی دن حضرت سیِّدُنا داوٗد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لغزش معاف ہوئی (13) اسی دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مُلکِ عظیم عطا فرمایا اور (14) یہی وہ دن ہے جس دن نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو آپ کے سبب آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف کرنے کا مژدہ جاں فزا سنایا گیا (15) یہی وہ پہلا دن ہے جس میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے دنیا کو پیدا کیا (16) اسی دن آسمان سے پہلی بارش برسی اور (17) زمین پر سب سے پہلی رحمت بھی اسی دن اُتری (18) جس نے یومِ عاشوراء کا روزہ رکھا گویا اس نے سارا زمانہ روزہ رکھا کہ یہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا روزہ ہے (19) جس نے شبِ عاشوراء کو شب بیداری کی گویا اس نے ساتوں آسمان والوں کے

برابر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت کی (20) جس نے اس رات چار رکعات اس طرح ادا کیں کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور اِکاوَن (51) بار سورۂ اخلاص پڑھی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف فرما دے گا (21) جس نے عاشوراء کے دن کسی کو پانی پلایا اللہ عَزَّ وَجَلَّ بڑی پیاس کے دن (یعنی بروزِ قیامت) اسے ایسا جام پلائے گا کہ اس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا اور وہ ایسا ہو جائے گا گویا اس نے لمحہ بھر بھی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کی (22) جس نے اس دن کچھ صدقہ کیا گویا اس نے کسی سائل کو کبھی خالی نہیں لوٹایا (23) جس نے عاشوراء کے دن غسل کیا تو وہ مرضِ موت کے سوا کسی مرض میں مبتلا نہ ہوگا (24) جس نے اس دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ رکھا یا اس سے حسن سلوک کیا گویا وہ تمام اولادِ آدم کے یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آیا (25) جس نے اس دن کسی مریض کی عیادت کی گویا اس نے بنی آدم کے تمام مریضوں کی عیادت کی (26) اسی دن عرش (27) لوح اور (28) قلم پیدا کئے گئے (29) اسی دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیّدُنا جبرائیل امین علیہ السلام کو پیدا فرمایا (30) اسی دن حضرت سیّدُنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں کی طرف اُٹھایا گیا اور (31) اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

(حاشیۃ اعانۃ الطالبین، باب الصوم، فصل فی صوم التطوع، ج ۲، ص ۴۴۴۔ ۴۴۵)

یوم عاشوراء کے مستحبات

یومِ عاشوراء کے مستحبات پہلے بیان کئے جا چکے ہیں۔ اب کچھ ایسے امور ذکر کئے جاتے ہیں جو پہلے بیان نہیں ہوئے۔ اس دن غسل کرنا مستحب ہے۔ منقول ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ محرم کی دسویں رات آبِ زمزم شریف کو دنیا کے تمام پانیوں میں ملا دیتا ہے لہٰذا جو شخص اس دن غسل کرے تمام سال بیماری سے محفوظ رہے گا۔

اس دن یہ امور بھی مستحب ہیں: صدقہ کرنا، یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنا، روزہ دار کو افطار کرانا، پانی پلانا، رضائے الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرنا، مریضوں کی عیادت کرنا، روزہ رکھنا، گھر والوں پر خرچ میں کشادگی کرنا، والدین کے ساتھ عزت واکرام سے پیش آنا، جنازوں میں شرکت کرنا، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا، غصہ پی جانا، ظالم کو معاف کر دینا، نفل پڑھنا اور ذکرِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کی کثرت کرنا۔

نیز یہ بھی مستحب ہے جو کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے، جس نے عاشوراء کے دن ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی خدائے رحمن عَزَّ وَجَلَّ اس پر نظرِ رحمت فرمائے گا اور جس پر رحمن عَزَّ وَجَلَّ نظرِ رحمت فرمائے گا تو وہ اُسے کبھی عذاب نہ دے گا۔ (نزھۃ المجالس، کتاب الصوم، باب فضل صیام عاشوراء الخ، ج ۱، ص ۲۳۱ مختصراً)

(1257) وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صِیَامِ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالَ: "یُکَفِّرُ السَّنَۃَ الْمَاضِیَۃَ"

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشورہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا گزشتہ سال کا کفارہ بن جاتا

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر، ج۲ص۱۶۷، رقم: ۲۸۰۴، السنن الکبری للبیهقی، باب صوم یوم عرفة لغیر الحاج، ج۴ص۲۸۲، رقم: ۸۶۳۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبی قتادہ الانصاری، ج۸ص۲۹۶، رقم: ۲۲۵۹۰)

شرح حدیث: علمِ تَصَوُّف کا بہت بڑا عالم

حضرتِ سیِّدُنا احمد بن محمد بَزَّاز علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ایک مرتبہ عاشورہ کی رات میں ایک مسافر خانے میں داخل ہوا تو وہاں ایک درویش جَو کی روٹی نمک کے ساتھ کھا رہا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر میں تڑپ اٹھا۔ میرے پاس اس وقت ایک ہزار دینار تھے جو میں نے عبادت گزاروں کو نذرانہ دینے کی غرض سے جمع کر رکھے تھے۔ میں نے لوگوں سے اس درویش کے متعلق پوچھا تو پتا چلا کہ وہ علمِ تَصَوُّف کا بہت بڑا عالم اور یہاں کے تمام زاہدوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ میں نے سوچا کہ یہ تمام دینار اسے دے دینے چاہیں کیونکہ اس سے بہتر کوئی نہیں جس پر مال خرچ کیا جائے۔

چنانچہ، صبح ہوتے ہی میں چند رفقاء کے ساتھ اس درویش کے پاس گیا۔ وہ بڑی خندہ پیشانی سے ملا، میں بھی خوش رُوئی سے پیش آیا۔ میں نے کہا: کل میں نے آپ کو نمک کے ساتھ جَو کی روٹی کھاتے دیکھا۔ میرا خیال ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور افطاری میں صرف نمک کے ساتھ جَو کی روٹی کھاتے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں کچھ ہدیہ پیش کروں۔ یہ کہہ کر میں نے دیناروں کی تھیلی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: یہ ایک ہزار دینار ہیں انہیں قبول فرما کر مجھ پر احسان فرمائیں۔

یہ سن کر اس درویش نے میری طرف بڑی غضب ناک نظروں سے دیکھا اور کہا: اپنے دینار واپس لے جاؤ! بے شک یہ تو اس کی جزاء ہے جس نے اپنا راز لوگوں پر ظاہر کر دیا ہو، جاؤ! ہمیں تمہارا یہ مال نہیں چاہیے۔ میں نے بہت اصرار کیا لیکن اس نے ایک دینار بھی قبول نہ کیا۔

یومِ عاشورا کے فضائل

اس دن کی قدر و منزلت معروف ہے کہ اسی دن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا نوح علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کو طوفان سے نجات عطا فرمائی۔ جب آپ علیہ الصلٰوۃ والسلام اپنے رفقاء کے ساتھ کشتی سے باہر تشریف لائے تو آپ علیہ الصلٰوۃ والسلام یہ ایسا عظیم دن ہے کہ اس میں نیکیوں کا اجر دُگنا کر دیا جاتا ہے اور ہر گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔ اسی دن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا آدم صفی اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کی توبہ قبول فرمائی۔ اسی روز حضرت سیِّدُنا نوح نجی اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام اور آپ علیہ السلام کے قلیل زادِ راہ والے رفقاء کو کشتی میں نجات عطا فرمائی۔ اسی دن حضرت سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کو نارِ نمرود سے نجات عطا فرمائی۔ اسی دن حضرت سیِّدُنا ایوب علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کو مصیبت سے چھٹکارا عطا فرمایا۔ اسی روز حضرت سیِّدُنا یعقوب علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کے طویل دکھ

درد کے بعد حضرت سیّدُ نا یوسف علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کوان سے ملایا۔ اسی دن حضرت سیّدُ نا یونس علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کومچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا۔ اسی دن بنی اسرائیل کے لئے دریا میں راستے بنائے گئے تاکہ وہ اسے پار کرکے فرعون سے نجات پائیں۔ اسی دن حضرت سیّدُ نا داؤد علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کی لغزش معاف ہوئی۔ اسی دن حضرت سیّدُ نا سلیمان علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کوسلطنتِ عظیم عطا کی گئی۔ اسی دن اللہ عزَّ وجلَّ نے حضرت سیّدُ نا موسیٰ کلیم اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کوہم کلامی کا شرف بخشا اور حضرت سیّدُ نا عیسیٰ روح اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کو آسمان پر اُٹھا لیا۔ اسی دن حضرت سیّدُ نا جبرائیل امین علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام رحمتِ باری تعالیٰ لے کر نازل ہوئے۔ اور یہی وہ عظیم دن ہے جس میں حضور سیّدُ المرسلین، جنابِ رحمۃٌ للعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صدقے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف فرمانے کی خوشخبری سنائی گئی۔

اس دن کی عظمت وشرافت کے لئے تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جس نے اس دن کا روزہ رکھا گویا اس نے ساری زندگی روزہ رکھا اور جس نے عاشوراء کی رات قیام کیا تو وہ بڑا اجر اور بڑی عطا پا کر کامیاب ہوا اور جس نے اس دن کسی بے لباس کو کپڑے پہنائے یا بھلائی کا کوئی کام کیا اللہ عزَّ وجلَّ اس کو دردناک عذاب سے محفوظ فرمادے گا۔ جس نے اس دن کسی یتیم کی حاجت پوری کی یا کسی بھوکے کو کھانا کھلایا یا کسی کو پانی کا ایک گھونٹ پلایا اللہ عزَّ وجلَّ اس کو جنّت کے دسترخوان پر کھانا کھلائے گا اور مہر لگی ہوئی شرابِ طہور اور سلسبیل (یعنی جنّتی چشمے) کا پانی پلائے گا۔ جس نے اس دن صدقہ کیا بروزِ قیامت وہ اپنے صدقے کے گھنے سائے میں ہوگا۔ جس نے اس دن اپنے گھر والوں پر خرچ میں فراخی کی اس کے رزق میں کشادگی کردی جائے گی اور اس کی سیرت وصورت کو اچھا کردیا جائے گا۔ پس اس دن اللہ عزَّ وجلَّ کی خوب پاکی بولو اور کلمہ طیبہ شریف کی کثرت کرو اور اللہ عزَّ وجلَّ کی بارگاہ میں جلدی جلدی توبہ کرلو اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے طویل سفر کے لئے زادِ راہ تیار کرلو۔ اس دن کی فضیلت پر انعامات واکرامات کی روایات اس کثرت سے آئی ہیں کہ ان کے اظہار سے ہر زبان قاصر ہے۔ (نزھۃ المجالس، کتاب الصوم، باب فضل صیام عاشوراء الخ، ج۱، ص۲۳۲)

(1258) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَئِنْ بَقِيْتُ إِلٰى قَابِلٍ لَأَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو نومحرم الحرام کا روزہ بھی رکھوں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ای یوم لصیام فی عاشوراء، ج۳ص۱۵۱، رقم: ۲۶۲۲، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی یوم عاشوراء ای یوم ھو، ج۲ص۵۸، رقم: ۹۴۷۳)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلے وجوبی حکم دیا اور فرضیت رمضان کے بعد استحبابی۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت یہود

مدینہ کو روزہ رکھتے پایا ان سے اس کی وجہ پوچھی وہ بولے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی کہ اسے غرق کیا، سرکار نے فرمایا نَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰی مِنْکُمْ بمقابلہ تمہارے موسیٰ علیہ السلام کا ہم پر زیادہ حق ہے یہ فرما کر عاشورہ کا روزہ مسلمانوں پر فرض کر دیا، پھر روزہ رمضان سے اس کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی مگر حضور استحباباً خود بھی یہ روزہ رکھتے رہے اور صحابہ کو بھی حکم دیتے رہے تب وہ واقعہ پیش آیا جو یہاں مذکور ہے۔

لہٰذا اگر ہم بھی عاشورے کی تعظیم کریں گے تو اہل کتاب سے مشابہت ہو جائے گی اور کفار سے مشابہت اسلام میں حرام ہے، یہ عرض معروض ١٠ھ میں ہوئی۔ (مرقات) یعنی یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے اس طرح بچ جائیں گے کہ وہ صرف عاشورے کا ایک روزہ رکھتے ہیں اور ہم نویں محرم کا بھی روزہ رکھ کر دو کر لیا کریں گے یعنی مشابہت کے خوف سے نیکی بند نہ کریں گے بلکہ اس میں زیادتی کر کے فرق کر دیا کریں گے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اگلے سال تک تشریف فرما نہ رہے بلکہ اسی سال ربیع الاول میں وفات پا گئے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اب سنت یہی ہے کہ عاشورے کے دو روزے رکھے، سنت قولی تو صراحۃً ہے اور سنت فعلی ارادۃً۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بزرگوں کی یادگاریں قائم کرنا شرک یا حرام نہیں بلکہ رکن اسلام ہے۔ نماز پنجگانہ کی رکعتیں بقرعید کی نماز و قربانی اور حج کے سارے ارکان یادگار انبیاء ہی ہیں (علیہم السلام) دیکھو ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول لہٰذا عرس، میلاد شریف، گیارہویں پاک سب افضل چیزیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم باذن الٰہی احکام کے مالک و مختار ہیں، عاشورے کے روزے کی کوئی آیت موجود نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چاہا فرض ہو گیا اور جب چاہا مستحب رہ گیا۔ تیسرے یہ کہ حدیث قرآن سے منسوخ ہو سکتی ہے، دیکھو عاشورے کا روزہ حدیث سے ثابت تھا اور اس کا نسخ رمضان سے ہوا جو قرآن سے ثابت ہے۔ چوتھے یہ کہ کفار سے ہر تشبہ برا نہیں بلکہ بری باتوں میں یا ان چیزوں میں تشبہ حرام ہے جسے اسلام نے ان کا قومی یا مذہبی نشان قرار دیا ہو۔ تشبہ اور اشتراک میں بڑا فرق ہے، دیکھو ١٠ھ تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورے کا ایک ہی روزہ رکھا اور صحابہ کے عرض کرنے پر بھی اس روزے کو حرام نہ کہا۔ پانچویں یہ کہ تھوڑے فرق سے تشبہ اٹھ جاتا ہے، تشبہ کے بہانے سے عبادات بند نہ کرو۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو میلاد شریف کو کنہیا جنم سے اور نیاز فاتحہ کو کنا گتوں سے تشبیہ دے کر حرام کہتے ہیں، اللہ سچی سمجھ عطا فرمائے۔ چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا علم تھا کہ اس سال ہو جائے گی اسی لیے صرف اس موقعہ پر اگر فرمایا، یہ اگر اپنے شک کے لیے نہیں بلکہ اوروں کو شک میں رکھنے کے لیے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ خَیْرًا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۶۹)

85- بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ سِتَّةِ اَیَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ

شوال کے چھ دن کے روزوں کے استحباب کا بیان

(1259) عَنْ اَبِیْ اَیُّوْب رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کا روزہ رکھا پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ زمانہ بھر کے روزوں کی طرح ہیں۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صوم ستة ایام من شوال اتباعا لرمضان، ج۲ص۱۶۹، رقم: ۸۱۵، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب فی فضل صوم ستة ایام من شوال، ج۴ص۲۹۲، رقم: ۸۶۹۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی صیام ستة آیام من شوال، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۷۵۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبی ایوب الانصاری، ج۵ص۳۱۹، رقم: ۲۳۶۰۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اپنے سے نیچے راوی کو یعنی اپنے شاگرد ابن عمرو ابن ثابت کو، انہوں نے یہ حدیث بیان کی جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ مسلسل یا متفرق مگر متفرق افضل، اس طرح کہ عید کے سویرے ایک روزہ رکھ لے، باقی پانچ روزے پورے مہینے میں کچھ فاصلہ کرتے ہوئے رکھ لے کیونکہ سال میں دن تقریبًا تین سو ساٹھ ہوتے ہیں اور ہر نیکی کا ثواب دس گناہ تو رمضان کے تیس روزے تین سو بن گئے اور یہ چھ روزے ساٹھ ہو گئے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ ہر مہینہ میں تین روزے عمر بھر کے روزے ہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان روزوں کا بھی یہی ثواب ہوا اور ان کا بھی یہی، ثواب ایک لیکن اس کے حاصل کرنے کے ذریعے بہت۔

مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قریبًا تیس صحابہ سے مروی ہے، ترمذی نے اسے حسن فرمایا، باقی انتیس اسنادیں اس کی نہایت صحیح ہیں۔ چنانچہ اسے طبرانی، بزاز، ابن ماجہ، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، احمد، بیہقی وغیرہ کتب نے ابوہریرہ، جابر، ثوبان، براء ابن عازب، ابن عباس، سعد ابن سعید، ابو ایوب انصاری اور حضرت عائشہ صدیقہ سے روایتیں کیں، اس حدیث کو ضعیف کہنا سخت غلطی ہے۔(مرٰاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۷۵)

86-بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ

پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے

(1260) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ، فَقَالَ: "ذٰلِكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ، اَوْ اُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس دن میری پیدائش ہے اسی دن میں مبعوث ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر، ج۲ص۱۶۷، رقم: ۲۸۰۴، المستدرك للحاکم،

ذکر اخبار سید المرسلین، ج۲ص۱۵، رقم: ۳۱۷۹، سنن النسائی الکبرٰی، باب صوم یوم الاثنین، ج۲ص۱۳۶، رقم: ۲۷۷۷، صحیح ابن خزیمہ، باب استحباب صوم یوم الاثنین، ج۳ص۲۹۹، رقم: ۲۱۱۸، مصنف عبدالرزاق، باب صیام الدھر، ج۴ص۲۹۵، رقم: ۷۸۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا تو پوچھا گیا کہ اس دن میں روزہ رکھنا کیسا ہے اور اس کا کیا ثواب ہے یا یہ کہ یارسول اللہ آپ ہر پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں اس میں کیا خصوصیت ہے۔ (مرقات ولمعات)

یعنی پیر کے دن دنیا کو دو نعمتیں ملیں: ایک میری تشریف آوری اور دوسرے نزول قرآن کی ابتداء کہ غارحرا میں پہلی وحی اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ الایہ پیر کے دن ہی آئی لہذا اس دن روزہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ وقت اور جگہ اشرف واقعات کی وجہ سے اشرف ہوجاتے ہیں۔ (مرقات) دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کریمہ اللہ تعالٰی کی بڑی ہی نعمت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نعمتوں میں شمار کیا، رب تعالٰی نے صرف اس نعمت پر مَنَّ فرما کر احسان جتایا کہ فرمایا: لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الایہ۔ تیسرے یہ کہ اہم واقعات کی یادگاریں منانا سنت سے ثابت ہے۔ چوتھے یہ کہ یادگاریں کھیل کود نہ ہونا چاہیئے بلکہ عبادتیں ہوں اس لیے میلاد شریف، عید معراج، عرس وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ امام مالک کے ہاں پیر کا دن جمعہ سے بھی افضل ہے، ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۳ص۱۷۳)

(1261) وَعَنۡ اَبِيۡ هُرَيۡرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ، عَنۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "تُعۡرَضُ الۡاَعۡمَالُ يَوۡمَ الۡاِثۡنَيۡنِ وَالۡخَمِيۡسِ، فَاُحِبُّ اَنۡ يُّعۡرَضَ عَمَلِيۡ وَاَنَا صَائِمٌ" رَوَاهُ التِّرۡمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيۡثٌ حَسَنٌ"، وَرَوَاهُ مُسۡلِمٌ بِغَيۡرِ ذِكۡرِ الصَّوۡمِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیر اور جمعرات کو اعمال (بارگاہ الٰہی میں) پیش ہوتے ہیں، مجھے یہ بات پسند ہے کہ جب میرے نامۂ اعمال پیش ہوں تو میں روزہ سے ہوں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ مسلم نے اس کو روزے کے ذکر کے بغیر روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النھی عن الشحناء والتھاجر، ج۸ص۱۱، رقم: ۶۷۱۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس، ج۲ص۱۲۲، رقم: ۷۴۷، سنن النسائی، باب صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۱۱۸، رقم: ۲۶۶۷، مسند امام احمد، حدیث اسامۃ بن زید، ج۵ص۲۰۱، رقم: ۲۱۸۰۱، مسند البزار، مسند اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ، ج۱ص۳۰۳، رقم: ۲۶۱۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ اعمال لکھنے والے فرشتے بندوں کے ہفتہ بھر کے اعمال ان دو دنوں میں رب تعالٰی کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ اعمال کا اٹھانا یعنی آسمانوں پر پہنچانا اور ہے اور رب تعالٰی کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور، اعمال کا

اٹھانا تو روزانہ چوبیس گھنٹے میں دوبار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال رات سے پہلے، اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں مگر پیشی ہفتہ میں دو بار لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزانہ دو بار اعمال اٹھانے کا ذکر ہے۔(مرقات) یا اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال لکھنے والے فرشتے اعمال نامے ان فرشتوں پر پیش کرتے ہیں جو اعمال ناموں کی نقل اپنے رجسٹروں میں کرتے ہیں۔(اشعہ) تب تو یہ حدیث بالکل صاف ہے۔

(جب میرے نامۂ اعمال پیش ہوں تو میں روزہ سے ہوں) تاکہ روزے کی برکت سے رحمت الٰہی کا دریا جوش مارے۔خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی شعبان میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے۔غرضکہ فرشی سال اور ہے جس کی ابتداء محرم سے انتہاء بقرعید پر، عرشی سال کچھ اور۔(از مرقات)(مرٰاۃ المناجیح، ج ۳ص ۲۸۴)

(1262) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کے روزے کی کوشش فرمایا کرتے۔اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس، ج۲ص۱۲۱، رقم: ۷۴۵)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جمعرات اور پیر کے دن نفلی روزے رکھتے تھے اس کی وجہ اگلی حدیث میں آرہی ہے۔پیر کو یوم الاثنین غالبًا اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔بعض نے کہا کہ عرب میں ہفتہ اتوار سے شروع ہوتا ہے لہذا اتوار اپہلا دن ہوا اور پیر دوسرا اور جمعرات پانچواں مگر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ سنیچر سے شروع ہوتا ہے۔(مرقات) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہے کہ اس دن ہی پیدائش عالم کی ابتداء پڑی۔واللہ اعلم!(مرٰاۃ المناجیح، ج ۳ص ۲۸۳)

87-بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ

ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھنا مستحب ہے

وَالْاَفْضَلُ صَوْمُهَا فِي الْاَيَّامِ الْبِيْضِ وَهِيَ الثَّالِثَ عَشَرَ وَالرَّابِعَ عَشَرَ وَالْخَامِسَ عَشَرَ، وَقِيْلَ: اَلثَّانِيْ عَشَرَ، وَالثَّالِثَ عَشَرَ، وَالرَّابِعَ عَشَرَ، وَالصَّحِيْحُ الْمَشْهُوْرُ هُوَ الْاَوَّلُ.

افضل یہ ہے کہ ایام بیض یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ کا روزہ رکھے بعض نے کہا کہ ایام بیض بارہ، تیرہ اور چودہ ہیں لیکن پہلا قول زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔

(1263) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ: صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَي الضُّحَى، وَأَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل ﷺ نے تین کاموں کا تاکیدی حکم فرمایا ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھنا' چاشت کی دو رکعتیں' اور یہ کہ سونے سے پہلے میں وتر پڑھوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صلاۃ الضحی فی الحضر، ج۲ص۵۸، رقم: ۱۱۷۸، صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی وان اقلها رکعتان واکملها ثمان رکعات، ج۲ص۱۵۸، رقم: ۱۷۰۵، السنن الکبری للبیھقی، باب الاختیار فی وقت الوتر، ج۳ص۳۶، رقم: ۵۰۳۷، سنن ابوداؤد، باب فی الوتر قبل النوم، ج۱ص۵۳۹، رقم: ۱۴۳۲، سنن الدارمی، باب صلاۃ الضحی، ج۱ص۴۰۲، رقم: ۱۴۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شروع مہینہ میں ایک روزہ، درمیان میں ایک، آخر میں ایک، یا ہر عشرہ کے شروع میں ایک روزہ یا ہر مہینہ کی تیرھویں چودھویں پندرھویں کے روزے تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔

اس لیئے کہ آپ بہت رات گئے تک دن کی سنی ہوئی حدیثیں یاد کرتے تھے۔ دیر میں سوتے اس لیئے تہجد کو اٹھنا مشکل ہوتا۔ (مرقاۃ واشعہ) اس سے معلوم ہوا کہ دینی طلبہ کے لیئے یہی بہتر ہے کہ رات گئے تک علم میں محنت کریں اور وتر عشاء کے ساتھ پڑھ لیا کریں ان کے لیئے سبق یاد کرنا تہجد سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ بعض صحابہ کرام خصوصًا ابوہریرہ قرآن کی طرح احادیث یاد کرتے تھے۔ (مراۃ المناجیح، ج۳ ص۵۰۰)

تم میں مجھ جیسا کون ہے؟

رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ شعبان میں بھی قریب قریب مہینہ بھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزہ دار ہی رہتے تھے۔ سال کے باقی مہینوں میں بھی یہی کیفیت رہتی تھی کہ اگر روزہ رکھنا شروع فرما دیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں چھوڑیں گے پھر ترک فرما دیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں رکھیں گے۔ خاص کر ہر مہینے میں تین دن ایام بیض کے روزے، دوشنبہ و جمعرات کے روزے، عاشوراء کے روزے، عشرہ ذوالحجہ کے روزے، شوال کے چھ روزے، معمولاً رکھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوم وصال بھی رکھتے تھے، یعنی کئی دن رات کا ایک روزہ، مگر اپنی امت کو ایسا روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے، بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اپنے رب کے دربار میں رات بسر کرتا ہوں اور وہ مجھ کو (روحانی غذا) کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الوصال...الخ، الحدیث: ۱۹۶۱، ج۱، ص ۶۴۵ و وسائل الوصول الی شمائل الرسول، الباب السادس فی صفۃ عبادتہ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثانی فی صفۃ صومہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۶۵۔۲۶۸ ملتقطاً)

(1264) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اَوْصَانِیْ حَبِیْبِیْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَنْ اَدَعَهُنَّ مَا عِشْتُ: بِصِیَامِ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِّنْ کُلِّ شَهْرٍ، وَصَلٰوةِ الضُّحٰی، وَبِاَنْ لَا اَنَامَ حَتّٰی اُوْتِرَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے حبیب ﷺ نے تین کام کرنے کا حکم دیا میں تاحیات ان کو نہ چھوڑوں گا۔ ہر ماہ تین دن روزہ رکھنا' چاشت کی نماز اور یہ کہ وتر ادا کر کے میں سوؤں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی وان اقلها رکعتان، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الوصیة بصلاۃ الضحی، ج۳ص۴۷، رقم: ۵۰۹۳، مسند ابی الجعد، حدیث عبدالحمید بن بهرام، ج۲ص۱۹۰، رقم: ۲۸۸۶، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الرابع فی صلاۃ الضحی، ج۶ص۱۱۳، رقم: ۴۲۱۳، صحیح ابن خزیمه، باب ذکر الوصیة بالوتر، ج۲ص۱۴۴، رقم: ۱۰۸۳)

شرح حدیث: ہر ماہ تین دن کے روزے

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم نے فرمایا، جس نے ہر ماہ تین دن کے روزے رکھے تو یہ پورے سال کے روزے ہیں، اس بات کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں یوں کی گئی ہے،

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا

ترجمہ کنزالایمان: جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں۔ (پ8، الانعام:160)

(جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی صوم ثلاثۃ (ایام) من کل شہر، رقم ۷۶۲، ج ۲، ص ۱۹۴)

(1265) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِّنْ کُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ کُلِّهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر ماہ تین دن روزے رکھنا زمانہ بھر کے روزوں کی طرح ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن صوم الدهر لمن تضرر به او فوت به حقا، ج۲ص۱۶۴، رقم: ۲۷۹۳، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب من کره صوم الدهر واستحب القصد فی العبادة، ج۴ص۲۹۹، رقم: ۸۴۲۶، سنن النسائی، باب صوم عشرة ایام من الشهر، ج۴ص۲۱۳، رقم: ۲۳۹۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمرو، ج۲ص۱۸۸، رقم: ۶۷۶۶)

شرح حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مجلس میں شریک لوگوں سے ارشاد فرمایا: تم لوگ حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے زیادہ نمازیں پڑھنے والے، ان سے زیادہ روزے رکھنے والے اور ان سے زیادہ جہاد کرنے والے ہو لیکن وہ حضرات تم سے بہتر تھے۔ تو لوگوں نے

عرض: اے ابوعبدالرحمن! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: یہ اس لئے کہ حضور رحمت عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تم سے زیادہ دنیا سے کنارہ کشی کرنے والے اور تم سے زیادہ آخرت میں رغبت رکھنے والے تھے۔ (اَلزُّھد وَ قَصْرُ الْاَمَل ص ۷۵)

(1266) وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ: اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: مِنْ اَيِّ الشَّهْرِ كَانَ يَصُوْمُ؟ قَالَتْ: لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ الشَّهْرِ يَصُوْمُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت معاذۃ عدویہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عائشہ صدیقہ ﷞ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ ہر مہینے تین دن روزہ رکھتے تھے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا: مہینہ کے کون سے دنوں میں تو فرمایا آپ اس کی پروا نہ کرتے تھے کہ مہینہ کے کون سے دنوں کے روزے رکھیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر وصوم، ج۳ص۱۶۶، رقم: ۲۸۰۱، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی صیام ثلاثة ایام من کل شهر، ج۱ص۵۴۵، رقم: ۱۷۰۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج۱۰ص۱۳۵، رقم: ۲۵۱۷۰، جامع الاصول لابن اثیر، النوع التاسع فی الایام المجهولة من کل شهر، ج۶ص۳۲۳، رقم: ۴۴۷۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال نگاہ میں رکھتی تھیں اس لیے سرکار کے حالات زیادہ تر ام المؤمنین ہی سے پوچھے جاتے تھے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ میں مختلف روزے رکھتے تھے کبھی زیادہ کبھی کم مگر تین دن سے کم کبھی نہ رکھتے تھے، اکثر تیرہویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھتے تھے، کبھی ان کے علاوہ اور تاریخوں میں بھی لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے کیونکہ وہاں اکثری حالت کا ذکر ہے۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ان تین روزوں کی تاریخ میں دس ۱۰ قول ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص ۲۷۴)

(1267) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثًا، فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ، وَخَمْسَ عَشْرَةَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوذر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو مہنیہ سے تین دن روزے رکھے تو تیرہ، چودہ اور پندرہ کا روزہ رکھ۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء صوم ثلاثة ایام من کل شهر، ج۲ص۱۳۴، رقم: ۷۶۱، السنن الکبری للبیهقی باب من ای الشهر یصوم هذه الایام الثلاثة، ج۴ص۲۹۴، رقم: ۸۷۰۰، صحیح ابن خزیمه، باب استحباب صیام هذه الایام الثلاثة من

کل شہر، ج۲ص۳۰۲، رقم:۲۱۲۸، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثامن فی ایام البیض، ج۶ص۳۲۶، رقم:۴۴۷۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

انہی دنوں کوعربی میں ایام بیض یعنی چمک دار دن کہا جاتا ہے جن کی راتیں روشن ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تاریخوں میں اکثر روزے رکھتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے، (مرأۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۸۵)

(1268) وَعَنْ قَتَادَةَ بْنِ مِلْحَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِصِيَامِ اَيَّامِ الْبِيْضِ: ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ، وَخَمْسَ عَشْرَةَ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ ایام بیض یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھنے کا حکم فرماتے تھے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی صوم الثلاث من کل شهر، ج۲ص۳۰۳، رقم:۲۴۵۱، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب من ای الشهر یصوم هذه الایام الثلاثه، ج۴ص۲۹۴، رقم:۸۷۰۳، مسند امام احمد، حدیث قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ، ج۵ص۲۸، رقم:۲۰۳۳۶)

شرح حدیث: ایّام بیض

ہر ماہ ایّام بیض یعنی قمری مہینوں کے ۱۳۔۔۔۔۔۔۔۱۴۔۔۔۔۔۔۔۱۵ کے روزے رکھنا مستحب ہے ان روزوں کی فضیلت کے بارے میں قطب الاقطاب سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، لکھتے ہیں، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، نے فرمایا کہ ۱۳ تاریخ کا روزہ تین ہزار برس، ۱۴ تاریخ کا روزہ دس ہزار برس اور ۱۵ تاریخ کا روزہ ایک لاکھ تیرہ ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ 498)

(1269) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفْطِرُ اَيَّامَ الْبِيْضِ فِيْ حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ. رَوَاهُ النِّسَائِيُّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایام بیض کے روزے سفر میں چھوڑتے تھے نہ حضر میں۔ اسے نسائی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن النسائی، باب صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۱۱۸، رقم:۲۳۴۳، مسند البزار، مسند ابن عباس رضی اللہ عنہما، ج۲ص۱۸۷، رقم:۵۰۲۵، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثامن فی ایام البیض، ج۶ص۳۲۹، رقم:۴۴۷۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں مرقات نے فرمایا ایام بیض کے متعلق علماء کے نو قول ہیں جن میں سے زیادہ قوی قول یہ ہے کہ وہ چاند کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں راتیں ہیں، انہیں ایام بیض یا تو اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی راتیں اجیالی ہیں اور یا اس لیے کہ ان کے روزے دنوں کو نورانی اور اجیالا کرتے ہیں اور یا اس لیے کہ آدم علیہ السلام کے اعضاء جنت سے آکر سیاہ پڑ گئے

تھے، رب تعالیٰ نے انہیں ان تین روزوں کا حکم دیا ہر روزے سے آپ کا تہائی جسم چمکیلا ہوا حتی کہ تین روزوں کے بعد سارا جسم نہایت حسین ہو گیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۹۸)

88- بَابُ فَضْلِ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا وَّفَضْلِ الصَّائِمِ الَّذِیْ یُؤَكَّلُ عِنْدَهٗ وَدُعَآءِ الْاٰكِلِ لِلْمَاْكُوْلِ عِنْدَهٗ

اس کی فضیلت کہ جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اور اس روزہ دار کی فضیلت جس کے پاس کھانا کھایا جائے اور کھانے والا اس کے لیے دعا کرے جس کے پاس کھایا جائے

(1270) عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا، كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ، غَیْرَ اَنَّهٗ لَا یُنْقَصُ مِنْ اَجْرِ الصَّائِمِ شَیْءٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ".

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا تو اس کو اس کے اجر کی مثل ملے گا۔ روزہ دار کا اجر بھی کم نہ ہوگا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فعل من فطر صائما، ج۲ص۱۷۱، رقم: ۸۰۷، السنن الکبریٰ للبیھقی، باب من فطر صائماً، ج۴ص۲۴۰، رقم: ۸۳۹۵، المعجم الکبیر للطبرانی، باب من اسمه زید بن خالد الجهنی، ج۵ص۲۵۶، رقم: ۵۲۷۶، سنن النسائی الکبریٰ للبیھقی، باب ثواب من فطر صائما، ج۲ص۲۵۶، رقم: ۳۳۳۲، مسند البزار، مسند زید بن خالد الجهنی، ج۲ص۶۱، رقم: ۳۷۷۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس لیے کہ روزہ دار کو افطار کرانے یا غازی کو سامان دینے میں نیکی پر مدد کرنا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی۔ چونکہ روزہ دار نفس وشیطان سے جہاد کرتا ہے اس لیے اسے غازی کے ساتھ ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب روزہ مل جائے گا مگر اس سے روزہ ادا نہ ہوگا وہ تو رکھنے سے ہی ادا ہوگا، ثواب مل جانا اور ہے فرض ادا ہونا کچھ اور۔

یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابن حبان وغیرہم محدثین نے نقل فرمائی، ترمذی نے اسے حسن صحیح فرمایا، شاید حضرت مصنف قدس سرہ ان اسنادوں پر مطلع نہ ہوئے اس لیے ان کا ذکر نہ فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۱۸)

(1271) وَعَنْ اُمِّ عُمَارَةَ الْاَنْصَارِیَّةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْهَا، فَقَدَّمَتْ اِلَیْهِ طَعَامًا، فَقَالَ: "كُلِیْ" فَقَالَتْ: اِنِّیْ صَائِمَةٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت اُم عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے ہاں تشریف لائے میں نے آپ کی طرف کھانا آگے کیا تو آپ نے فرمایا: تو کھا اس نے عرض کیا: میرا روزہ ہے پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الصَّائِمَ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهٗ حَتّٰى يَفْرُغُوا" وَرُبَّمَا قَالَ: "حَتّٰى يَشْبَعُوْا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جائے تو اس کے لیے فرشتے دعا رحمت و مغفرت کرتے ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصائم اذا أکل عندہ، ج۲ص۱۵۲، رقم: ۷۸۵، جامع الاصول لابن اثیر، الفرع السابع فی دعوۃ الصائم، ج۶ص۳۹۱، رقم: ۴۵۷۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام نسیبہ ابن کعب ابن عوف ہے، کنیت ام عمارہ، صحابیہ ہیں، انصاریہ ہیں، عاصم ابن زید کی بیوی ہیں، بیعت عقبہ اور بیعتِ رضوان میں حاضر تھیں، غزوہ احد میں آپ نے گیارہ زخم کھائے حتی کہ زخموں کی وجہ سے آپ کا ایک ہاتھ کاٹنا پڑا تھا رضی اللہ تعالٰی عنہا اس کے باوجود تمام غزووں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا انہوں نے نہ کھایا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ روزہ دار مہمان کی تواضع خاطر کھانے سے کرسکتا ہے، ہاں رمضان میں روزہ توڑوں اور روزہ چوروں کو نہ کھانا کھلائے نہ ان کے لیے پکائے کہ یہ گناہ پر مدد ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ دوسرے یہ کہ اگر مہمان کی ناراضی کا اندیشہ نہ ہو تو میزبان نفلی روزہ نہ توڑے اور مہمان سے عذر کردے۔

(اس کے لیے فرشتے دعا رحمت و مغفرت کرتے ہیں) کیونکہ یہ روزہ دار دو عبادتیں کر رہا ہے ایک روزہ دوسرا کھانا کھاتے دیکھ کر صبر اس لیے اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہے اور فرشتوں کی دعائیں نفع میں۔ ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں سے مراد اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۰۸)

(1272) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ إِلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَآءَ بِخُبْزٍ وَّزَيْتٍ، فَاَكَلَ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ، وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے وہ روٹی اور زیتون لے کر آئے تو آپ نے وہ کھایا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس روزہ داروں نے روزہ افطار کیا ہے اور تمہارا کھانا نیکوں نے کھایا اور تم پر فرشتوں نے رحمتیں بھیجیں۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی الدعا لرب الطعام اذا اکل عندہ، ج۳ص۴۲۲، رقم: ۳۸۵۶، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما یدعو به الصائم لمن افطر عندہ، ج۴ص۲۳۹، رقم: ۸۳۹۳، سنن ابن ماجه، باب فی ثواب من فطر صائما، ج۱ص۵۵۶، رقم: ۱۷۴۷، سنن الدارمی، باب دعاء الصائم لمن یفطرہ عندہ، ج۲ص۳۰، رقم: ۱۷۷۲، صحیح ابن حبان، باب الضیافة، ج۱۲ص۱۰۰، رقم: ۵۲۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تمہارا کھانا نیکوں نے کھایا) یہ جملہ دعا ہے یا خبر یعنی تمہارا کھانا خدا کرے ہمیشہ ابرار کھائیں فساق، فجار نہ کھائیں یا خبر ہے، چونکہ حضور انور سید الابرار ہیں اس لیے حضور انور کا کھانا گویا جہان بھر کے ابرار کا کھانا ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرما سکتے ہیں ہم اپنے کو کس منہ سے ابرار کہیں، خدا تعالیٰ ہم گنہگاروں ناہنجاروں کو ابرار کی غلامی نصیب فرمادے۔

یہ بھی دعا ہے یا خبر یعنی خدا کرے ہمیشہ تمہارے لیے فرشتے دعائیں کرتے رہیں یا ہمارے کھانے سے فرشتوں نے تمہارے لیے دعائیں کیں۔ معلوم ہوا کہ حضور انور کا کسی کا کھانا ملاحظہ فرمانا فرشتوں کی دعا کا ذریعہ ہے۔ (مرقات)

(تمہارے پاس روزہ داروں نے روزہ افطار کیا ہے) یہ جملہ دعائیہ ہے یعنی خدا کرے تمہارے کھانے سے روزہ دار افطار کیا کریں تمہارا کھانا اس راہ میں خرچ ہوا کرے کیونکہ اس وقت حضور انور کا نہ تو روزہ تھا نہ یہ وقت افطار کا تھا، بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور انور کا روزہ تھا جو حضرت سعد کی خاطر توڑ دیا گیا مگر یہ درست نہیں اس لیے کہ روزہ توڑنے کو افطار نہیں کہتے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۹۷)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

10- كِتَابُ الْاِعْتِكَاف

اعتکاف کا بیان

89- بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِيْ رَمَضَانَ

ماہِ رمضان میں اعتکاف کرنے کا بیان

(1273) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا. قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر والاعتکاف فی المساجد، ج۲ص۴۷ رقم: ۲۰۲۵ صحیح مسلم، باب اعتکاف العشر الاواخر من رمضان، ج۲ص۱۶۷ رقم: ۲۸۳۹ سنن ابوداؤد، باب الاعتکاف، ج۲ص۳۰۷ رقم: ۲۴۶۲ السنن الصغریٰ للبیہقی، باب الاعتکاف، ج۱ص۳۳۱ رقم: ۱۴۷۷ المنتقی لابن الجارود، باب الصیام، ص۱۰۹ رقم: ۴۰۷)

شرح حدیث: اعتکاف

عبادت کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے اعتکاف کی تین قسمیں ہیں اول اعتکاف واجب دوسرے اعتکاف سنت تیسرے اعتکاف مستحب۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۲_۴۹۵)

اعتکاف واجب: جیسے کسی نے یہ منت مانی کہ میرا فلاں کام ہوجائے تو میں ایک دن یا دو دن کا اعتکاف کروں گا اور اس کا کام ہوگیا تو یہ اعتکاف واجب ہے اور اس کا پورا کرنا ضروری ہے یاد رکھو کہ اعتکاف واجب کے لئے روزہ شرط ہے بغیر روزہ کے اعتکاف واجب صحیح نہیں۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۵_۴۹۶)

اعتکاف سنت موکدہ: رمضان کے آخری دس دنوں میں کیا جائے گا یعنی بیسویں رمضان کو سورج ڈوبنے سے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہوجائے اور تیسویں رمضان کو سورج ڈوبنے کے بعد انتیسویں رمضان کو چاند ہونے کے بعد مسجد سے نکلے یاد رکھو کہ اعتکاف سنت موکدہ کفایہ ہے یعنی اگر محلّہ کے سب لوگ چھوڑ دیں تو سب آخرت کے مواخذہ میں گرفتار ہوں گے اور کسی ایک نے بھی اعتکاف کر لیا تو سب آخرت کے مواخذہ سے بری ہو جائیں گے اس اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے مگر وہی رمضان کے روزے کافی ہیں۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۵_۴۹۶)

اعتکاف مستحب: اعتکاف مستحب یہ ہے کہ جب کبھی بھی دن یا رات میں مسجد کے اندر داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کرے جتنی دیر تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب پائے گا نیت میں صرف اتنا دل میں خیال کر لینا اور منہ سے کہہ لینا کافی ہے کہ میں نے خدا کے لئے اعتکاف مستحب کی نیت کی۔

مسئلہ:۔مرد کے لئے ضروری ہے کہ مسجد میں اعتکاف کرے اور عورت اپنے گھر میں اس جگہ اعتکاف کرے گی جو جگہ اس نے نماز پڑھنے کے لئے مقرر کی ہو۔(الدر المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۳۔۴۹۴)

مسئلہ: اعتکاف کرنے والے کے لئے بلا عذر مسجد سے نکلنا حرام ہے اگر نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا چاہے قصداً نکلا ہو یا بھول کر اسی طرح عورت نے جس مکان میں اعتکاف کیا ہے اس کو اس گھر سے باہر نکلنا حرام ہے اگر عورت اس مکان سے باہر نکل گئی تو خواہ وہ قصداً نکلی ہو یا بھول کر اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(الدر المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۰۔۵۰۳)

مسئلہ:۔اعتکاف کرنے والا صرف دو عذروں کی وجہ سے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے ایک عذر طبعی جیسے پیشاب پاخانہ اور غسل فرض و وضو کے لئے دوسرے عذر شرعی جیسے نماز جمعہ کے لئے جانا ان عذروں کے سوا کسی اور وجہ سے اگر چہ ایک ہی منٹ کے لئے ہو مسجد سے اگر نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اگر چہ بھول کر ہی نکلے۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصیام، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۱، ۵۰۳)

مسئلہ: اعتکاف کرنے والا دن رات مسجد ہی میں رہے گا وہیں کھائے پئے سوئے مگر یہ احتیاط رکھے کہ کھانے پینے سے مسجد گندی نہ ہونے پائے معتکف کے سوا کسی اور کو مسجد میں کھانے پینے اور سونے کی اجازت نہیں ہے اس لئے اگر کوئی آدمی مسجد میں کھانا پینا اور سونا چاہے تو اس کو چاہے کہ اعتکاف مستحب کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو اور نماز پڑھے یا ذکر الٰہی کرے پھر اس کے لئے کھانے پینے اور سونے کی بھی اجازت ہے۔(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصیام، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۶)

مسئلہ: اعتکاف کرنے والا بالکل ہی چپ نہ رہے نہ بہت زیادہ لوگوں سے بات چیت کرے بلکہ اس کو چاہے کہ نفل نمازیں پڑھے، تلاوت کرے، علم دین کا درس دے، اولیاء و صالحین کے حالات سنے اور دوسروں کو سنائے، کثرت سے درود شریف پڑھے اور ذکر الٰہی کرے اور اکثر باوضو رہے اور دنیاداری کے خیالات سے دل کو پاک صاف رکھے اور بکثرت رو رو کر اور گڑگڑا کر خدا سے دعائیں مانگے۔(جنتی زیور ۳۵۸)

(1274) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ، حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے وفات عطا فرمائی پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے بھی اعتکاف کیا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر والاعتکاف فی المساجد، ج ۲ ص ۴۷، رقم: ۲۰۲۵، صحیح مسلم، باب اعتکاف العشر الاواخر من رمضان، ج ۲ ص ۱۷۵، رقم: ۲۸۴۱، السنن الصغریٰ، باب الاعتکاف، ج ۱ ص ۲۲۱، رقم: ۱۳۷۷، سنن

ابوداؤد، باب الاعتکاف، ج۲ص۳۰۷، رقم: ۲۴۶۴۔ سنن الدارقطنی، باب الاعتکاف، ج۲ص۲۰۱، رقم: ۲۳۸۹۔ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، ج۹ص۹۲، رقم: ۲۴۶۵۷)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس ہمیشگی سے معلوم ہوا کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اور چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم امت کو صراحۃً نہ دیا بلکہ رغبت دی معلوم ہوا کہ یہ اعتکاف واجب نہیں کیونکہ وجوب کے لیے حکم دینا ضروری ہے، لہذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، پھر سارے مدینہ منورہ میں صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ ہی اعتکاف کرتے تھے سب مسلمان نہ کرتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج پاک نے ہمیشہ اپنے گھروں میں اعتکاف کیا نہ کہ مسجد نبوی شریف میں مسجد میں تو ایک بار ان بیویوں نے اعتکاف کیا تھا، اعتکاف کے لیے کپڑے کے خیمے لگائے تھے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکھڑوا دیئے تھے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ اگرچہ عورت مسجد میں بھی باپردہ رہ کر اعتکاف کرسکتی ہے مگر اس کے لیے گھر میں اعتکاف بہت اچھا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۳۲۴)

(1275) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ فِیْ کُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ اَیَّامٍ، فَلَمَّا کَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْهِ اعْتَکَفَ عِشْرِیْنَ یَوْمًا۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر ماہ رمضان میں دس دن اعتکاف کیا کرتے تو جب وہ سال آیا جس میں آپ نے وفات پائی تو آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان، ج۲ص۵۱، رقم: ۲۰۴۴۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۵۵، رقم: ۸۶۶۷۔ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الاعتکاف، ج۴ص۳۱۴، رقم: ۸۸۲۶۔ سنن ابوداؤد، باب این یکون الاعتکاف، ج۲ص۳۰۹، رقم: ۲۴۶۸۔ سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی الاعتکاف، ج۱ص۵۶۲، رقم: ۱۷۶۹)

یعنی شروع نبوت سے مابعد ہجرت شروع سے ہر رمضان میں حضرت جبریل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پارہ روز دورہ کرتے تھے جس سے پورے رمضان میں ایک ختم ہوتا تھا وفات کے سال دو پارہ روز دور کیا جس سے مہینہ میں دو ختم ہوئے۔ یوں سمجھو کہ افضل رسول پر افضل مہینہ میں افضل کلام افضل مقام میں لاکر سنتے اور سناتے تھے، یہاں معاوضہ سے مراد مدارستہ ہے یعنی دور شعر

نور آیا تو لایا نور پر نورانی رات　　　اس لیے رمضان کا سارا مہینہ نور ہے

اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کی خبر تھی کہ اس سال ہوگی اسی لیے اس سال سفر آخرت کی تیاری خصوصیت سے فرما رہے ہیں یہ حدیث اہل سنت کے بہت سے مسائل کی اصل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر شخص بڑھاپے میں یا مرض وفات میں خصوصیت سے آخرت کی تیاری کرے دنیاوی تعلقات کم کرنا شروع کردے یہ بھی سنت رسولی ہے، اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۳۲۶)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

11- کتابُ الحجّ

حج کا بیان

90- بَابُ وُجُوۡبُ الۡحَجِّ وَفَضۡلِہٖ

حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا وَّمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ) (آل عمران: 97)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ہے جو اس کی طرف راستہ کی طاقت رکھتا ہے اور جس نے انکار کیا تو اللہ سب جہانوں سے غنی ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الا فاضل سیّد نا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں

مسئلہ: اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے اور اس کا کہ استطاعت شرط ہے حدیث شریف میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر زاد و راحلہ سے فرمائی زاد یعنی توشہ کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہئے کہ جا کر واپس آنے تک کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل وعیال کے نفقہ کے علاوہ ہونا چاہئے راہ کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ بغیر اس کے استطاعت ثابت نہیں ہوتی: (خزائن العرفان)

(1276) وَعَنِ ابۡنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمَا: اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بُنِیَ الۡاِسۡلَامُ عَلٰی خَمۡسٍ: شَھَادَۃِ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ، وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ، وَاِیۡتَاءِ الزَّکٰوۃِ، وَحَجِّ الۡبَیۡتِ، وَصَوۡمِ رَمَضَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَیۡہِ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری "باب الایمان وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس" ج۱ص۱۱ رقم: ۸، صحیح مسلم باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "بنی الاسلام علی خمس" ج۱ص۳۴ رقم: ۱۲۱، السنن الکبری للبیہقی باب اصل فرض الصلاۃ ج۱ص۳۵۸ رقم: ۱۷۴۴، سنن ترمذی باب ما جاء بنی الاسلام علی خمس ج۵ص۵ رقم: ۲۶۰۹، سنن النسائی الکبری باب علی کم بنی الاسلام ج۶ص۵۳۱ رقم: ۱۱۷۳۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عبداللہ بن عمر ہے، ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے، ۷۳ھ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ بعد وفات پائی، ذی طویٰ کے مقبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے، چوراسی سال عمر شریف پائی، بڑے متقی اور اعمل بالسنۃ تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ (مرقاۃ وغیرہ)

(اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے) یعنی اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا، اور اس کا اسلام منہدم ہو جاویگا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف، لہذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مؤمن تو ہے مگر کامل نہیں، اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔

(لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا) اس سے سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جاوے۔

(نماز قائم کرنا) ہمیشہ پڑھنا، صحیح پڑھنا، دل لگا کر پڑھنا، نماز قائم کرنا۔

(زکوٰۃ ادا کرنا) اگر مال ہو تو زکوۃ و حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر انکا ماننا بہر حال لازم ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض ہوئی، زکوۃ و روزہ ۲ ھ میں، اور حج ۹ ھ میں فرض ہوئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲)

حج کا بیان

حج ۹ ھ میں فرض ہوا نماز زکوٰۃ اور روزہ کی طرح حج بھی اسلام کا ایک رکن ہے اس کا فرض ہونا قطعی اور یقینی ہے جو اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا گنہگار اور اس کا ترک کرنے والا فاسق اور عذاب جہنم کا سزاوار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ۔

یعنی حج و عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔ (پ2، البقرۃ:196)

احادیث میں حج و عمرہ کے فضائل اور اجر و ثواب کے بارے میں بڑی بڑی بشارتیں آئی ہیں مگر حج عمر میں صرف ایک بار ہی فرض ہے۔

حج واجب ہونے کی شرطیں:۔ حج واجب ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں جب تک یہ سب نہ پائی جائیں حج فرض نہیں۔

(۱) مسلمان ہونا کافر پر حج فرض نہیں (۲) دار الحرب میں ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ حج اسلام کے ارکان میں سے ہے (۳) بالغ ہونا یعنی نابالغ پر حج فرض نہیں (۴) عاقل ہونا لہذا مجنون پر حج فرض نہیں (۵) آزاد ہونا یعنی لونڈی غلام پر حج فرض نہیں (۶) تندرست ہونا کہ حج کو جا سکے اس کے اعضاء سلامت ہوں، انکھیارا ہو لہذا اپاہج اور فالج والے اور جس کے پاؤں کٹے ہوں اور اس بوڑھے پر کہ سواری پر خود نہ بیٹھ سکتا ہو حج فرض نہیں یوں ہی اندھے پر بھی حج فرض نہیں اگرچہ پکڑ کر لے چلنے والا اسے ملے ان سب پر بھی یہ ضروری نہیں کہ کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج کرادیں (۷) سفر خرچ کا مالک ہونا اور سواری کی قدرت ہونا چاہے سواری کا مالک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ سواری کرایہ پر لے سکے (۸) حج

کا وقت یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائے جائیں۔(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج ۳،ص ۵۲۱)

وجوب ادا کے شرائط: یہاں تک تو وجوب کے شرائط کا بیان ہے اب شرائط ادا کا بیان ہوتا ہے کہ یہ شرطیں اگر پائی جائیں تو خود حج کو جانا ضروری ہے اور اگر یہ سب شرطیں نہ پائی جائیں تو خود حج کو جانا ضروری نہیں بلکہ دوسرے سے حج کرا سکتا ہے یا وصیت کر جائے مگر اس میں یہ بھی ضرور ہے کہ حج کرانے کے بعد آخر عمر تک خود قادر نہ ہو ورنہ خود بھی حج کرنا ضروری ہوگا وہ شرطیں یہ ہیں (۱) راستہ میں امن وامان ہونا یعنی اگر غالب گمان سلامتی کا ہو تو حج کے لئے جانا ضروری ہے اور غالب گمان یہ ہو کہ ڈاکہ یا لڑائی کی وجہ سے جان ضائع ہو جائے گی تو حج کے لئے جانا ضروری نہیں (۲) عورت کو مکہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اس کے ہمراہ شوہر یا محرم کا ہونا شرط ہے خواہ وہ عورت جوان ہو یا بڑھیا اور اگر تین دن سے کم کا راستہ ہو تو عورت بغیر شوہر اور محرم کے بھی جا سکتی ہے مگر محرم سے مراد وہ مرد ہے کہ جس سے ہمیشہ کے لئے اس عورت کا نکاح حرام ہو چاہے نسب کی وجہ سے نکاح حرام ہو جیسے بیٹا باپ بھائی وغیرہ یا سسرال کے رشتہ سے نکاح حرام ہو جیسے خسر یا شوہر کا بیٹا۔ عورت شوہر یا محرم جس کے ساتھ سفر کر سکتی ہے اس کا عاقل بالغ غیر فاسق ہونا شرط ہے (۳) حج کو جانے کے زمانہ میں عورت عدت میں نہ ہو چاہے وفات کی عدت ہو یا طلاق کی (۴) قید میں نہ ہو

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول، ج ۱،ص ۲۱۸-۲۱۹)

صحت ادا کی شرطیں: صحت ادا کی نو شرطیں ہیں کہ اگر یہ نہ پائی جائیں تو حج صحیح نہیں ہوگا وہ شرائط یہ ہیں (۱) مسلمان ہونا (۲) احرام، بغیر احرام کے حج نہیں ہو سکتا (۳) حج کا وقت یعنی حج کے لئے جو وقت شریعت کی طرف سے معین ہے اس سے قبل حج کے افعال نہیں ہو سکتے (۴) افعال حج کی جگہوں پر افعال حج کرنا مثلاً طواف کی جگہ مسجد حرام ہے وقوف کی جگہ میدان عرفات و مزدلفہ ہے کنکری مارنے کی جگہ منیٰ ہے اگر یہ کام دوسری جگہ کریگا تو حج صحیح نہیں ہوگا (۵) تمیز کرنا اتنا چھوٹا بچہ کہ جس میں کسی چیز کی تمیز ہی نہ ہو اس کا حج صحیح نہیں (۶) عقل والا ہونا کہ مجنون اور دیوانے کا حج صحیح نہیں (۷) حج کے فرائض کو ادا کرنا جس نے حج کا کوئی فرض چھوڑ دیا اس کا حج صحیح نہیں ہوا (۸) احرام کے بعد اور عرفات میں وقوف سے پہلے جماع نہ ہونا اگر ہوگا تو حج باطل ہو جائے گا (۹) جس سال احرام باندھا اسی سال حج کرنا اگر اس سال احرام باندھا اور چاہے اسی احرام سے آئندہ سال حج کرے تو یہ حج صحیح نہیں ہوگا۔

(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج ۳،ص ۵۲۲)

حج کے فرائض: حج میں یہ چیزیں فرض ہیں (۱) احرام کہ یہ شرط ہے (۲) وقوف عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی صبح صادق سے پہلے تک کسی وقت عرفات میں ٹھہرنا (۳) طواف زیارت کا اکثر حصہ یعنی چار پھیرے یہ دونوں چیزیں یعنی عرفہ کا وقوف اور طواف زیارت حج کا رکن ہیں (۴) نیت (۵) ترتیب یعنی پہلے احرام باندھنا پھر عرفہ میں ٹھہرنا پھر طواف زیارت (۶) ہر فرض کا اپنے وقت پر ہونا (۷) مکان یعنی وقوف عرفہ میدان عرفات کی زمین میں ہونا

سوا بطن عرنہ کے اور طواف کا مکان مسجد الحرام شریف ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی فروض الحج وواجباتہ، ج ۳، ص ۵۳۶ ۔ ۵۳۷) (جنتی زیور ص ۳۶۰ ۔ ۳۶۱)

(1277) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "اَيُّهَا النَّاسُ، قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوا" فَقَالَ رَجُلٌ: اَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ، حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ" ثُمَّ قَالَ: "ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ، فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ، وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ، فَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو حج کرو۔ ایک آدمی نے عرض کیا' کیا ہر سال یارسول اللہ؟ تو آپ خاموش ہو گئے۔ حتیٰ کہ اس آدمی نے تین بار ایسا کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کہہ دیتا ہاں تو لازم ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے پھر فرمایا تم مجھے چھوڑ دو جب تک میں تم کو چھوڑ دوں۔ تم سے پہلے لوگ صرف ایسے سوالات کی کثرت اور اپنے انبیاء پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تو جب تم کو میں کوئی حکم دوں تو حتی الامکان اس کو پورا کرو اور جب میں تم کو کسی چیز سے روکوں تو اس کو چھوڑ دو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فرض الحج مرة فی العمر، ج۲ص۱۰۲، رقم: ۳۳۲۱، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب وجوب الحج فی العمرة مرة واحدة، ج۴ص۳۲۸، رقم: ۱۵۰۶، سنن النسائی الکبرٰی، باب وجوب الحج، ج۲ص۳۱۹، رقم: ۳۵۹۸، صحیح ابن حبان، باب فرض الحج، ج۹ص۱۹، رقم: ۳۷۰۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۵۰۸، رقم: ۱۰۶۱۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ خطبہ حج فرض ہونے کے سال مدینہ منورہ میں تھا، ۸ھ میں فتح مکہ ہوئی تو بعض لوگوں نے حج کیا، ۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیق نے لوگوں کو حج کرایا اور ۱۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا، ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حج کی فرضیت ۵ھ یا ۶ھ یا ۹ھ میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنے عرصہ تک حج نہ کرنا اس لیے تھا کہ آپ کو اپنی زندگی اور اپنے حج کرنے کا علم تھا۔ حق یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے بھی دو یا تین حج کیے ہیں جیسا کہ ترمذی، ابن ماجہ وحاکم نے حضرت جابر وغیرہم سے روایت کی۔ (مرقات)

اگر حج کی فرضیت فتح مکہ سے پہلے ۵ھ یا ۶ھ میں ہوئی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جب تمہیں مکہ معظمہ پہنچنا میسر ہو جائے تو حج کرنا، فرض تو ابھی ہو گیا ہے مگر اس کی ادا جب لازم ہو گی اور اگر فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں فرض ہوا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سال ہی حج کرو۔

(ایک آدمی نے عرض کیا' کیا ہر سال یا رسول اللہ؟) یہ عرض کرنے والے حضرت اقرع ابن حابس تھے، وہ سمجھے یہ کہ ہر رمضان میں روزے فرض ہوتے ہیں تو چاہیے کہ بقرعید میں حج فرض ہو کہ پھر یہ سوچا کہ اس میں لوگوں کو بہت دشواری ہوگی کیونکہ روزے تو اپنے گھر میں ہی رکھ لیے جاتے ہیں مگر حج کے لیے مکہ معظمہ جانا پڑتا ہے اور اطراف عالم سے ہر سال بیت اللہ شریف پہنچنا بہت مشکل ہوگا اس لیے آپ نے یہ سوال کیا اور بار بار کیا تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

اس سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی اس لیے تھی کہ سائل سوال سے باز آجائے تاکہ ہم کو جواب کی ضرورت نہ ہو مگر سائل شوق کی زیادتی سے یہ اشارہ نہ سمجھ سکا۔

(اگر میں کہہ دیتا ہاں تو لازم ہو جاتا) یعنی پورا جواب تو کیا معنی، اگر ہم صرف ہاں کہہ دیتے تب بھی ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ آپ کی ہاں اور نہ میں تاثیر ہے جس کے قوی دلائل موجود ہیں کیوں نہ ہو کہ آپ کا کلام وحی الٰہی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب "سلطنت مصطفیٰ" میں ملاحظہ فرمایئے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں سے اعمال اور وظیفوں میں قید یا پابندی نہ لگوانی چاہیے بلا قید عمل کرنا چاہیے۔

(جب تک میں تم کو چھوڑ دوں) یعنی ہمارے احکام میں کیوں، کیسے اور کب کہہ کر قید نہ لگائیں ہم شرعی احکام کی تبلیغ ہی کے لیے تو بھیجے گئے ہیں ضروری چیزیں ہم خود بیان فرما دیں گے۔ (لمعات)

(اپنے انبیاء پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے) اس طرح کہ انہوں نے زیادہ پوچھ پوچھ کر پابندیاں لگوالیں، پھر ان پابندیوں پر عمل نہ کر سکے یا انہوں نے عمل تو کیا مگر بہت مشکل سے جیسے ذبح گائے کا واقعہ ہوا۔

(اپنے انبیاء پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے) یعنی میرے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور ممنوعات سے بچنا لازم، یہ دونوں کام بقدر طاقت ہیں اگر نماز کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر پڑھ لو، اگر جان پر بن جائے تو مردار کھا لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے وجوب و فرضیت کے لیے امر ضروری ہے ایسے ہی حرمت و ممانعت کے لیے نہی لازم، جس چیز کا حکم بھی نہ ہو اور ممانعت بھی نہ ہو وہ جائز ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ بعض جو کہتے ہیں کہ جو کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ کیا ہو وہ حرام ہے غلط ہے قرآن شریف کے بھی خلاف ہے اور اس قسم کی احادیث کے بھی۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲)

(1278) وَعَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ" قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ" مُتَّفَقٌ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل زیادہ فضیلت والا ہے تو آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ کہا گیا پھر کون سا عمل فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا' عرض کیا

عَلَیْهِ۔ گیا: پھر کون سا فرمایا حج مقبول۔ (متفق علیہ)

"اَلْمَبْرُوْرُ" هُوَ: الَّذِیْ لَا یَرْتَکِبُ صَاحِبُهٗ فِیْهِ مَعْصِیَةً۔ مبرور: وہ حج کہ حج کرنے والا اس میں کسی معصیت کا ارتکاب نہ کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من قال ان الایمان ھو العمل، ج۱ص۱۸، رقم: ۲۶ صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال، ج۱ص۶۲، رقم: ۲۵۸ صحیح ابن حبان، باب فضل الایمان، ج۱ص۳۶۵، رقم: ۱۵۳ سنن النسائی الکبری، باب ما یعدل الجھاد فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۳، رقم: ۴۳۳۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۲۸۷، رقم: ۷۸۵۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

افضل سے مراد درجہ اور ثواب میں زیادہ، چونکہ ایمان عقائد کا نام ہے اور عقیدہ دل کا عمل ہے اس لیے ایمان کو اعمال میں داخل کیا گیا، نحوی لوگ جاننے پہچاننے اور ماننے کو افعال قلوب کہتے ہیں، چونکہ سارے اعمال کی صحت وقبولیت ایمان پر موقوف ہے اس لیے ایمان کا سب سے پہلے ذکر کیا گیا۔

اللہ کی راہ کا جہاد وہ جنگ ہے جس میں محض رب کو راضی کرنا اور اسلام کی اشاعت منظور ہو، مال، ملک، عزت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرنا فتنہ ہے جہاد نہیں۔ شعر

جنگ شاہاں فتنہ وغارت گری است جنگ مؤمن سنت پیغمبری است

چونکہ حج بدنی و مالی عبادات کا مجموعہ ہے اس لیے اس کا بھی بڑا درجہ ہے۔ حج مقبول ومبرور وہ ہے جو لڑائی جھگڑے گناہ وریاء سے خالی ہو اور صحیح ادا کیا جائے۔ خیال رہے کہ بعض احادیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے مگر یہاں جہاد کا ذکر آیا اس لیے کہ جہاد فی سبیل اللہ اکثر نمازی ہی کرتے ہیں یا بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہو جاتا ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں زیادہ مشغولیت کی بنا پر پانچ نمازیں قضاء فرمادیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ہنگامی حالات اور ہوتے ہیں معمول پر پہنچنے کے بعد دوسرے حالات۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۲۲)

(1279) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "مَنْ حَجَّ، فَلَمْ یَرْفُثْ، وَلَمْ یَفْسُقْ، رَجَعَ کَیَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے حج کیا پھر نہ بے حیائی کی بات کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ اس طرح لوٹے گا جس طرح جس دن اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل حج المبرور، ج۲ص۱۳۳، رقم: ۱۵۲۱ صحیح مسلم، باب فی فضل الحج والعمرۃ ویوم عرفۃ، ج۲ص۱۰۷، رقم: ۳۳۵۷ السنن الکبری للبیہقی، باب فضل الحج والعمرۃ، ج۵ص۲۶۱، رقم: ۱۰۶۸۶ سنن ابن ماجہ، باب فضل الحج والعمرۃ، ج۲ص۹۶۳، رقم: ۲۸۸۹ سنن ترمذی، باب ما جاء فی ثواب الحج والعمرۃ، ج۳ص۱۷۶، رقم: ۸۱۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حج کے بیان میں رفث سے مراد ہوتا ہے بیوی سے صحبت یا صحبت کے اسباب پر عمل یا صحبت کی گفتگو اور فسق سے مراد ہوتا ہے ساتھیوں سے لڑائی جھگڑا یعنی جو رضائے الٰہی کے لیے حج کرے اور حج کو فحش باتوں، لڑائی جھگڑوں سے پاک و صاف رکھے تو گناہ صغیرہ سے تو یقیناً اور کبیرہ سے احتمالاً بالکل صاف ہو جائے گا حقوق العباد تو ادا ہی کرنا پڑیں گے۔ حق یہ ہے کہ تاجر حاجی کو بھی ثواب ملے گا مگر مخلص حاجی سے کم۔ (مرقات) (مرٰاۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۲۳)

(1280) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْعُمْرَۃُ اِلَی الْعُمْرَۃِ کَفَّارَۃٌ لِّمَا بَیْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّۃَ." مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے درمیانی وقفہ کے لیے کفارہ ہے اور حج مقبول کی جزا جنت کے سوا کچھ اور نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب العمرۃ وفضلھا، ج۲ص۲، رقم: ۱۷۷۳، صحیح مسلم، باب فی فضل الحج والعمرۃ ویوم عرفۃ، ج۲ص۱۰۷، رقم: ۳۳۵۵، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب فضل الحج والعمرۃ، ج۵ص۲۶۱، رقم: ۱۰۶۸۳، سنن ابن ماجہ، باب فضل الحج والعمرۃ، ج۲ص۹۶۴، رقم: ۲۸۸۸، سنن النسائی الکبرٰی، باب فضل العمرۃ، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۳۶۰۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

علماء فرماتے ہیں کہ دو عمروں کے درمیان کے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور حج مقبول میں گناہ کبیرہ کی معافی کی بھی قوی امید ہے۔

(جزا جنت کے سوا کچھ اور نہیں) یعنی حج مقبول کی جزاء تو یقیناً ہے اس کے علاوہ دنیا میں غنا، دعا کی قبولیت بھی عطا ہو جائے تو رب کا کرم ہے حصر ایک جانب میں ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۲۴)

(1281) وَعَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، نَرَی الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ، اَفَلَا نُجَاهِدُ؟ فَقَالَ: "لٰکِنَّ اَفْضَلُ الْجِهَادِ: حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ." رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم جہاد کو زیادہ فضیلت والا عمل سمجھتی ہیں، تو کیا ہم جہاد نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: لیکن زیادہ فضیلت والا عمل حج مقبول ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الحج المبرور، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۱۵۲۰، مسند ابی یعلٰی، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۸ص۱۶۶، رقم: ۴۷۱۷، مسند الشافعی، الباب الاول فیما جاء فی فرض الحج وشروطہ، ص۱۹۱، رقم: ۷۴۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ مجھے بھی میدان جہاد میں اپنے ساتھ لے چلیں، مجاہدین کی مرہم پٹی و دیگر خدمات کروں گی اور اگر ضرورت پڑی تو کفار سے لڑوں گی بھی۔

(لیکن زیادہ فضیلت والا عمل حج مقبول ہے) یعنی عورتوں پر جہاد فرض نہیں حج فرض ہے اگر ان میں اس کی طاقت ہو۔ خیال رہے کہ کبھی ہنگامی حالات ایسے نازک ہو جاتے ہیں کہ عورتوں کا بھی جہاد کرنا پڑتا ہے جب کہ مرد جہاد کے لیے ناکافی ہوں، کفار کا دباؤ بڑھ جائے، یہ حدیث نارمل (Normal) حالات کی ہے۔ اور جن احادیث میں عورتوں کا جہاد میں جانا ثابت ہے وہ ہنگامی حالات میں ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو جوان لڑکیوں کو تعلیم کے بہانہ اکیلی پردیس میں بھیج دیتے ہیں جہاں اسکولوں میں مخلوط تعلیم دی جاتی ہے، وہ بھی عبرت پکڑیں جو جہاد پریڈ (Prade) کے بہانہ عورتوں کو بے پردہ پھراتے ہیں۔ شعر

کراب یہ فکر کہ بیٹا حج خفیفہ ہو   یہ فکر چھوڑ کہ بیٹی تیری عفیفہ ہو

(مرٰاۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۳۰)

(1282) وَعَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا مِنْ يَوْمٍ اَكْثَرَ مِنْ اَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زیادہ اپنے بندے کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی فضل الحج والعمرة ویوم عرفة، ج۲ص۱۰۷، رقم: ۳۳۵۴، سنن النسائی، باب ما ذکر فی یوم عرفة، ج۵ص۲۵۱، رقم: ۳۰۰۳، السنن الصغریٰ للبیهقی، باب ما یفعل المرء بعد الصفا والمروة، ج۲ص۲، رقم: ۱۶۱۹، جامع الاصول لابن اثیر، باب یوم عرفة، ج۹ص۲۶۳، رقم: ۶۸۶۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی سال بھر کے تمام دنوں سے زیادہ نویں ذی الحجہ کو گنہگار بخشے جاتے ہیں۔ عبد کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن حاجیوں کے علاوہ اور بندوں کو بھی بخشتا ہے اسی لیے غیر حجاج کے لیے اس دن روزہ سنت ہے۔

یعنی اس دن اللہ کی رحمت بندوں سے قریب تر ہوتی ہے اور رب تعالیٰ فرشتوں پر حاجیوں کی افضلیت، ان کی شرافت وکرامت ظاہر فرماتا ہے کہ اے فرشتوں تم نے کہا تھا کہ انسان خونریزی وفساد کرے گا تم نے اس پر غور نہ کیا کہ انسان اپنا گھر بار وطن چھوڑ کر پردیسی بن کر، پریشان بال، کفن پہنے لبیک لبیک کی صدائیں لگا تا عرفات کے میدان میں بھی آئے گا، بتاؤ ان حاجیوں نے سواء میری رضاء کے اور کیا چاہا ہے، صرف مجھے راضی کرنے کے لیے یہ لوگ ان میدانوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں یہ شرف نہ ملائکہ کو حاصل ہے نہ جنات کو صرف ان ہی کا حصہ ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۴ ص ۲۰۹)

(1283) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "عُمْرَةٌ فِيْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے یا

رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً - اَوْ حَجَّةً مَّعِی" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

فرمایا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔"فضیلت وثواب میں"(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حج النساء، ج۲ص۱۹، رقم: ۱۸۶۳ صحیح مسلم، باب فضل العمرة فی رمضان، ج۲ص۶۱، رقم: ۳۰۹۷ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب العمرة فی رمضان، ج۴ص۳۴۶، رقم: ۹۰۰۳ سنن ابن ماجه، باب العمرة فی رمضان، ج۲ص۴۹۶، رقم: ۲۹۹۱ سنن ترمذی، باب ماجاء فی عمرة رمضان، ج۲ص۲۷۶، رقم: ۹۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ماہ رمضان میں کسی وقت عمرہ دن یا رات میں اس کا ثواب حج کے برابر ہے۔معلوم ہوا کہ جگہ اور وقت کا اثر عبادت پر پڑتا ہے۔اعلٰی جگہ اور اعلٰی وقت میں عبادت بھی اعلٰی ہوتی ہے۔(مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے عمرہ ذیقعدہ میں ہوئے۔(مرآۃ المناجیح، ج۴ ص۱۲۵)

(1284) وَعَنْهُ: اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اِنَّ فَرِيْضَةَ اللهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِي الْحَجِّ، اَدْرَكَتْ اَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا، لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: "نَعَمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور انہی سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ بے شک حج کے بارے میں اللہ کا فریضہ اپنے بندوں پر میرے باپ کو پہنچا ہے وہ بہت بوڑھا ہے سواری پر نہیں بیٹھ سکتا' کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں' تو آپ نے فرمایا: ہاں۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الحج وفضله، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۱۵۱۳ صحیح مسلم، باب الحج عن العاجز لزمانة وهرم ونحوهما او للموت، ج۴ص۱۰۱، رقم: ۳۱۵ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب النیابة فی الحج عن المعضوب والمیت، ج۵ص۱۷۹، رقم: ۱۰۱۳۷ سنن ابوداؤد، باب الرجل یحج عن غیره، ج۲ص۹۶، رقم: ۱۸۱۱ سنن الدارمی، باب فی الحج عن الحی، ج۲ص۶۱، رقم: ۱۸۳۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میرے باپ پر بڑھاپے میں حج فرض ہوا ہے یا اس طرح کہ اسلام میں فرضیت حج کا حکم جب آیا تو بڈھے تھے یا اس طرح کہ ان کے پاس مال بڑھاپے میں ہی آیا ہے، یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے حج نہ کیا حتّٰی کہ بڈھا ہوگیا، پہلے معنی پر یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے۔خیال رہے کہ اگر بہت بڑھاپے ومعذوری کی حالت میں مسلمان صاحب نصاب ہو جب کہ سواری پر بھی سفر نہ کرسکے تو امام ابوحنیفہ کے ہاں اس پر حج فرض نہ ہوگا کہ وہ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا میں داخل نہیں۔امام شافعی کے ہاں فرض ہوجائے گا، ہاں صاحبین کے ہاں اگر یہ بڈھا دوسرے ساتھی مددگار کے خرچہ پر بھی قادر ہو تو حج فرض ہوجائے گا۔

اس جواب سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ایسا معذور شخص جس میں طاقت آنے کی امید نہ ہو حج بدل کرا سکتا ہے، حج نفل میں طاقتور آدمی بھی کرا سکتا ہے۔دوسرے یہ کہ عورت مرد کی طرف سے حج کرسکتی ہے اگرچہ مرد وعورت کے

طریقہ حج میں قدرے فرق ہوتا ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۲۷)

(1285) وَعَنْ لَقِيْطِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ أَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ، لَا يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ، وَلَا الْعُمْرَةَ، وَلَا الظَّعَنَ؛ قَالَ: "حُجَّ عَنْ أَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا پس عرض کیا: میرا باپ بہت بوڑھا ہے حج کرسکتا ہے نہ عمرہ اور نہ ہی سواری پر بیٹھ سکتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کر۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الرجل یحج عن غیرہ، ج۲ص۹۷، رقم: ۱۸۱۲ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحج عن الشیخ الکبیر والمیت، ج۳ص۲۶۹، رقم: ۹۳۰ المنتقی لابن الجارود، باب المناسك، ص۱۳۲، رقم: ۵۰۰ سنن ابن ماجه، باب الحج عن الحی اذا لم یستطع، ج۲ص۹۷۰، رقم: ۲۹۰۶ سنن النسائی الکبرٰی، باب العمرة علی الرجل الذی لا یستطیع، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۳۶۱۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میرے والد زیادہ بوڑھے ہونے کی وجہ سے نہ تو حج وعمرہ کے ارکان ادا کر سکتے ہیں طواف سعی وغیرہ اور نہ سواری پر بیٹھ سکتے ہیں جو مکہ معظمہ تک پہنچائے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ غالبًا ان کے والد پر پہلے سے حج فرض تھا کسی مجبوری کی وجہ سے حج نہ کیا تھا ورنہ ایسے بوڑھے پر اگر اس کمزوری میں مال آئے تو حج فرض نہیں۔

(حج اور عمرہ کر) یا تو ان کی طرف سے حج وعمرہ خود کردو یا کسی سے کرادو۔ خیال رہے کہ حج بدنی و مالی عبادت کا مجموعہ ہے لہذا بوقت مجبوری دوسرا اس کی طرف سے کرسکتا ہے یعنی حج بدل مگر قدرت ہوتے ہوئے خود ہی کرنا ہوگا، محض بدنی عبادات میں نیابت مطلقًا ناجائز ہے اور محض مالی عبادت میں مطلقًا جائز لہذا کوئی کسی کی طرف سے نماز روزہ کبھی ادا نہیں کرسکتا اور زکوۃ قربانی بہر حال ادا کرسکتا ہے اس کی اجازت سے۔ خیال رہے کہ عمرہ فرض یا واجب نہیں سنت ہے لہذا حدیث میں دونوں کا حکم دینا استحبابًا ہے، یعنی بہتر یہ ہے کہ دونوں ہی باپ کی طرف سے ادا کرو، آیت کریمہ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ میں عمرہ شروع کردینے کے بعد اس کے پورا کردینے کا حکم ہے یعنی جب حج وعمرہ شروع کردیا تو انہیں ضرور پورا کروں کیونکہ ہر نفل شروع کردینے سے فرض ہوجاتا۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۲۷)

(1286) وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: حُجَّ بِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں حج کروایا گیا اور میں سات سال کا تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حج الصبیان، ج۲ص۱۹، رقم: ۱۸۵۸السنن الکبرٰی للبیہقی، باب حج الصبی، ج۵ص۱۵۶، رقم: ۹۹۹۳سنن ترمذی، باب ما جاء فی حج الصبی، ج۲ص۲۶۵، رقم: ۹۲۵معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، من اسمہ سلیم، ج۳ص۲۵۵، رقم: ۳۰۶۴اخبار مکۃ للفاکہی، ذکر الحج بالصبیان الصغار، ص۳۶۲، رقم: ۶۶۹)

شرح حدیث: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو یزید ہے بنو کندہ میں سے تھے۔ ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور حجۃ الوداع میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ امام زہری ان کے شاگردوں میں بہت ہی مشہور ہیں۔ ۸۰ ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص۵۹۸)

چورانوے برس کا جوان

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا تھا۔ جعید بن عبدالرحمن کا بیان ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ چورانوے برس تک نہایت ہی تندرست اور قوی ہیکل رہے اور کان، آنکھ، دانت کسی چیز میں بھی کمزوری کے آثار نہیں پیدا ہوئے تھے۔ (کنز العمال، ج۱۶ص۵۱)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عطاء کہتے ہیں کہ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے اگلے حصے کے بال بالکل سیاہ تھے اور سر کے پچھلے حصے کے سب بال اور داڑھی بالکل سفید تھی۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا: اے میرے آقا! یہ کیا معاملہ ہے؟ مجھے اس پر تعجب ہو رہا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور مجھ سے میرا نام پوچھا میں نے اپنا نام سائب بن یزید بتایا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میرے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا جہاں تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا دست مبارک پہنچا ہے وہ بال سفید نہیں ہوئے اور آئندہ بھی کبھی سفید نہیں ہوں گے۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، السائب بن یزید، الحدیث: ۳۷۱۳۳، ۳۷۱۳۸، ج۷، الجزء ۱۳، ص۱۸۷، ۱۸۸)

(1287) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ، فَقَالَ: "مَنِ الْقَوْمُ؟" قَالُوْا: الْمُسْلِمُوْنَ. قَالُوْا: مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ: "رَسُوْلُ اللهِ". فَرَفَعَتِ امْرَاَةٌ صَبِيًّا، فَقَالَتْ: اَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: "نَعَمْ، وَلَكِ اَجْرٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عباس ﷠ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کچھ سواروں کو روحا کے مقام پر ملے آپ نے فرمایا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا: مسلمان ہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا: آپ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ کا رسول ہوں تو ایک عورت نے بچہ اٹھا کر عرض کیا: کیا اس کے لیے حج ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں اور تیرے لیے بھی اجر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صحۃ حج الصبی واجر من حج بہ، ج۲ص۱۰۱، رقم: ۳۳۱۷، المصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الصبی والعبد والاعرابی یحج، ج۳ص۸۲۲، رقم: ۱۵۱۰۸، اخبار مکۃ للفاکہی، ذکر الحج بالصبیان الصغار، ص۳۷۱، رقم: ۷۷۸، السنن الصغریٰ للبیہقی، باب حج الصبی، ج۱ص۴۴۹، رقم: ۱۵۱۰، سنن ابوداؤد، باب فی الصبی یحج، ج۲ص۷۶، رقم: ۱۷۳۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

روحاء مدینہ منورہ سے چھتیس ۳۶ یا چالیس میل دور مکہ معظمہ کے راستہ پر ایک منزل ہے، یہاں ہی حضرت آمنہ خاتون کا انتقال ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے جارہے تھے ادھر سے کوئی اور قافلہ بھی حج کے لیے آرہا تھا کہ ملاقات ہوگئی اور یہ سوال و جواب واقع ہوئے اور غالبًا یہ بچہ شیر خوار تھا اس نے عرض کیا کہ اگر میں اس کا احرام بندھوادوں اور اسے گود میں لے کر سارے ارکان حج ادا کروں تو کیا میرے حج کے ساتھ اس کا حج بھی ہوجائے گا۔

(ہاں اور تیرے لیے بھی اجر ہے) یعنی بچہ کو بھی اس کا ثواب ملے گا حج کرنے کا اور تجھے بھی اس کے حج کا ثواب ملے گا حج کرانے کا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگرچہ نابالغ بچہ کا حج ثواب کے لحاظ سے تو ہوجائے گا مگر اس سے حجۃ الاسلام ادا نہ ہوگا، بالغ ہونے پر پھر حج کرنے پڑے گا لیکن اگر فقیر یا غلام حج کرے تو ان کا حجۃ الاسلام ادا ہوجائے گا کہ امیری یا آزادی کے بعد انہیں دوبارہ حج کرنا ضروری نہیں کہ ہر شخص مکہ معظمہ پہنچ کر وہاں کا ہی مانا جاتا ہے، مکہ کا فقیر یا غلام حج اسلام کرسکتا ہے مگر معظمہ کے چھوٹے بچوں کے حج سے حجۃ الاسلام ادا نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کی نیکیوں کا ثواب ماں باپ کو بھی ملتا ہے لہذا انہیں نماز روزہ کا پابند بناؤ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ص۱۲۶)

(1288) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰى رَحْلٍ وَّكَانَت زَامِلَتَهٗ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کجاوہ پر حج کیا اور وہی آپ کا سامان اٹھانے کے لیے بھی تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحج علی الرحل، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۱۵۱۷، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من اختار الرکوب لما فیہ من زیادۃ النفقۃ، ج۴ص۳۳۲، رقم: ۳۹۱۳، صحیح ابن حبان، باب مقدمات الحج، ج۹ص۷۰، رقم: ۳۷۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

بلا مجبوری و معذوری سواری پر طواف کرنا ممنوع ہے، طواف میں چلنا واجب ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ پر طواف لوگوں کی تعلیم کے لیے تھا تا کہ تمام لوگ یہ طواف دیکھ کر طواف کرنا سیکھ لیں لہذا یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے اور یہ حضور کا معجزہ ہے کہ اونٹ نے اس وقت پیشاب پائخانہ نہ کیا۔ ہم لوگ مجبوری کی حالت میں بھی اونٹ، گھوڑا حرم شریف میں نہیں لے جاسکتے، ڈولی میں طواف کریں گے جیسا کہ بیمار و بڈھے لوگ کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے طوف قدوم تو پیدل کیا اور طواف زیارت سواری پر لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف

نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف میں رمل کیا اور سواری پر رمل ناممکن ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور انور اس وقت بیمار تھے اس لیے سواری پر طواف کیا مگر یہ غلط ہے، ہاں بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے ایک عمرہ میں صفا مروہ کی سعی سواری پر کی مگر بیماری کی وجہ سے اس سعی میں حضور ان پہاڑوں پر چڑھے بھی نہیں، صفا مروہ کی سعی سواری پر کرنا ممنوع ہے۔ (از مرقات) (مرأۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۸۴)

اونٹنی جدعاء

حضرت سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اونٹنی جدعاء پر سوار ہو کر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: میں تمہیں پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے پڑوسیوں کے اس قدر حقوق بیان فرمائے کہ میں نے سوچا: آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اسے وراثت میں حصہ دار بنا دیں گے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۷۵۲۳، ج ۸، ص ۱۱۱)

لاغر اونٹنی کی تیز رفتاری

حضرت شیخ محی الدین حضورِ غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ابو حفص عمر بن صالح حدادی اپنی اونٹنی لے کر آیا اور عرض کیا کہ میرا حج کا ارادہ ہے اور یہ میری اونٹنی ہے جو چل نہیں سکتی اور اس کے سوا میرے پاس کوئی اونٹنی نہیں ہے۔ پس آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو ایک انگلی لگائی اور اس کی پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھا وہ کہتا تھا کہ اس کی حالت یہ تھی کہ تمام سواریوں سے آگے چلتی تھی حالانکہ وہ اس سے قبل سب سے پیچھے رہتی تھی۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشی من عجائب، ص ۱۵۳)

مریدوں کو خطرہ نہیں بحرِ غم سے
کہ بیڑے کے ہیں ناخدا غوثِ اعظم

(1289) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَتْ عُكَاظُ، وَمَجَنَّةُ، وَذُو الْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَاَثَّمُوْا اَنْ يَتَّجِرُوْا فِي الْمَوَاسِمِ، فَنَزَلَتْ: (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ) (البقرة: 198) فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عکاظ، مجنۃ اور ذوالمجاز یہ دورِ جاہلیت کے بازار تھے تو حج کے موقع پر صحابہ نے ان ایام میں تجارت کو گناہ خیال کیا تو یہ آیت اتری تم پر اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے ربّ کا فضل تلاش کرو یعنی حج کے موسم میں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاسواق التی کانت فی الجاهلیة، ج۳ص ۶۲ رقم: ۲۰۹۸، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب التجارة فی الحج، ج۴ص ۳۳۳ رقم: ۸۹۲۰، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبدالله بن العباس، ج۱۱ص ۱۱۳ رقم: ۱۱۲۳۵)

شرح حدیث: قبائل میں تبلیغ اسلام

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ حج کے زمانے میں جب کہ دور دور کے عربی قبائل مکہ میں جمع ہوتے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام قبائل میں دورہ فرما کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ اسی طرح عرب میں جابجا بہت سے میلے لگتے تھے جن میں دور دراز کے قبائل عرب جمع ہوتے تھے۔ ان میلوں میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ عکاظ، مجنہ، ذوالمجاز کے بڑے بڑے میلوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبائل عرب کے سامنے دعوت اسلام پیش فرمائی۔ عرب کے قبائل بنو عامر، محارب، فزارہ، غسان، مرہ، سلیم عبس، بنونصر، کندہ، کلب، عذرہ، حضارمہ وغیرہ ان سب مشہور قبائل کے سامنے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام پیش فرمایا مگر آپ کا چچا ابولہب ہر جگہ آپ کے ساتھ ساتھ جاتا اور جب آپ کسی قبیلہ کے سامنے وعظ فرماتے تو ابولہب چلا چلا کر یہ کہتا کہ یہ دین سے پھر گیا ہے، یہ جھوٹ کہتا ہے۔ (المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، ذكر عرض المصطفى صلى الله عليه وسلم نفسه...الخ، ج۲، ص ۷۳ والسيرة النبوية لابن هشام، عرض رسول الله صلى الله عليه وسلم...الخ، ص ۱۶۸ ملخصاً)

حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں سورہ بقرہ کی اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نزول: بعض مسلمانوں نے خیال کیا کہ راہِ حج میں جس نے تجارت کی یا اونٹ کرایہ پر چلائے اس کا حج ہی کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی مسئلہ: جب تک تجارت سے افعال حج کی ادا میں فرق نہ آئے اس وقت تک تجارت مباح ہے۔ (خزائن العرفان)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان' نہایت رحم والا ہے

12- كِتَابُ الْجِهَادِ

جہاد کا بیان

91-بَابُ وُجُوْبُ الْجِهَادِ وَفَضْلَ الْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ

جہاد کی فرضیت اور صبح وشام کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً وَّاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ) (التوبة: 36)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم تمام مشرکوں کے خلاف جہاد کرو جس طرح وہ تمام تم سے لڑتے ہیں۔ اور یقین کرو کہ اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ) (البقرة: 216)،

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم پر جہاد فرض کر دیا گیا اور وہ تمہیں ناپسند ہے۔ قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔ اور قریب ہے کہ تم کسی کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

شرح: حضرتِ صدر الاُفاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: جہاد فرض ہے جب اس کے شرائط پائے جائیں اگر کافر مسلمانوں کے ملک پر چڑھائی کریں تو جہاد فرض عین ہوتا ہے ورنہ فرض کفایہ۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) (التوبة: 41)،

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم خدا کی راہ میں نکلو تم ہلکے ہو یا بوجھل اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ نے ایمان داروں سے ان کی جانیں اور مال خرید لیے کہ ان کے لیے جنت ہے۔ پس وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔ یہ سچا وعدہ تورات' انجیل اور قرآن مجید میں موجود ہے اور اللہ سے

بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبة: 111)۔ بڑھ کر وعدہ وفا کرنے والا کون ہے۔ تو تم اپنی بیع پر خوش ہو جاؤ جو تم نے کی اور یہ ہی بڑی کامیابی ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضِل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

راہِ خدا میں جان و مال خرچ کرکے جنّت پانے والے ایمان داروں کی ایک تمثیل ہے جس سے کمال لطف و کرم کا اظہار ہوتا ہے کہ پروردگارِ عالَم نے انہیں جنّت عطا فرمانا، ان کے جان و مال کا عوض قرار دیا اور اپنے آپ کو خریدار فرمایا، یہ کمال عزّت افزائی ہے کہ وہ ہمارا خریدار بنے اور ہم سے خریدے کس چیز کو، جو نہ ہماری بنائی ہوئی نہ ہماری پیدا کی ہوئی، جان ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی، مال ہے تو اس کا عطا فرمایا ہوا۔

شانِ نُزول: جب انصار نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شبِ عُقبہ بیعت کی تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ اپنے ربّ کے لئے اور اپنے لئے کچھ شرط فرمالیجئے جو آپ چاہیں، فرمایا میں اپنے ربّ کے لئے تو یہ شرط کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لئے یہ کہ جن چیزوں سے تم اپنے جان و مال کو بچاتے اور محفوظ رکھتے ہو اس کو میرے لئے بھی گوارا نہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا، فرمایا جنّت۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً وَّكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء: 95۔96)

• اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلا عذر بیٹھنے والے ایماندار اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں اللہ کریم نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر درجہ کے لحاظ سے فضیلت عطا کی۔ اور ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا اور اللہ کریم نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر اجرِ عظیم کے اعتبار سے فوقیت عطا کی۔ یہ اس کی طرف سے درجات، مغفرت اور رحمت ہے۔ اور اللہ کریم بخشنے والا مہربان ہے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضِل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے کہ بیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں مجاہدین کے لئے بڑے درجات و ثواب ہیں اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ بیماری یا پیری و ناطاقتی یا نابینائی یا ہاتھ پاؤں کے ناکارہ ہونے

اور عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہوں وہ فضیلت سے محروم نہ کئے جائیں گے اگر نیت صالح رکھتے ہوں۔

حدیث بخاری میں ہے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت فرمایا کچھ لوگ مدینہ میں رہ گئے ہیں ہم کسی گھاٹی یا آبادی میں نہیں چلتے مگر وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں انہیں عذر نے روک لیا ہے۔ جو عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہوسکے اگرچہ وہ نیت کا ثواب پائیں گے لیکن جہاد کرنے والوں کو عمل کی فضیلت اس سے زیادہ حاصل ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَّبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ) (الصف: 10-13).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت پر رہنمائی کروں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دے اور تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو تو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جس کے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں عمدہ مکانات' یہ ہی بڑی کامیابی ہے اور ایک اور چیز جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد اور نزدیکی فتح ہے اور اہل ایمان کو بشارت عطا کردیں۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ.

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فِيْ فَضْلِ الْجِهَادِ فَاَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصَرَ، فَمِنْ ذٰلِكَ:

اس باب میں آیات بکثرت مشہور و معروف ہیں۔

جہاد کی فضیلت میں احادیث کا احاطہ ممکن نہیں' پس بعض احادیث ان میں سے درج ذیل ہیں۔

(1290) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان۔ عرض کیا گیا پھر کون سا عمل ہے؟ فرمایا: تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' عرض کیا: اس کے بعد؟ فرمایا: مقبول حج۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من قال ان الایمان ھو العمل، ج۱ص۱۸، رقم:۲۶ صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال، ج۱ص۶۲، رقم:۲۵۸ صحیح ابن حبان، باب فضل الایمان، ج۱ص۳۶۵، رقم:۱۵۲ سنن النسائی الکبری، باب ما یعدل الجھاد فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۳، رقم:۴۳۳۸ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۲۸۷، رقم:۷۸۵۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

افضل سے مراد درجہ اور ثواب میں زیادہ، چونکہ ایمان عقائد کا نام ہے اور عقیدہ دل کا عمل ہے اس لیے ایمان کو اعمال میں داخل کیا گیا، نحوی لوگ جاننے پہچاننے اور ماننے کو افعال قلوب کہتے ہیں، چونکہ سارے اعمال کی صحت وقبولیت ایمان پر موقوف ہے اس لیے ایمان کا سب سے پہلے ذکر کیا گیا۔

اللہ کی راہ کا جہاد وہ جنگ ہے جس میں محض رب کو راضی کرنا اور اسلام کی اشاعت منظور ہو، مال، ملک، عزت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرنا فتنہ ہے جہاد نہیں۔ شعر

جنگ شاہاں فتنہ وغارت گری است — جنگ مؤمن سنت پیغمبری است

چونکہ حج بدنی و مالی عبادات کا مجموعہ ہے اس لیے اس کا بھی بڑا درجہ ہے۔ حج مقبول و مبرور وہ ہے جو لڑائی جھگڑے گناہ وریاء سے خالی ہو اور صحیح ادا کیا جائے۔ خیال رہے کہ بعض احادیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے مگر یہاں جہاد کا ذکر آیا اس لیے کہ جہاد فی سبیل اللہ اکثر نمازی ہی کرتے ہیں یا بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہو جاتا ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں زیادہ مشغولیت کی بنا پر پانچ نمازیں قضاء فرمادیں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ہنگامی حالات اور ہوتے ہیں معمول پر پہنچنے کے بعد دوسرے حالات۔ (مراۃ المناجیح، ج۴ص۱۲۲)

(1291) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى؟ قَالَ: "الصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا" قُلْتُ: ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ: "بِرُّ الْوَالِدَيْنِ" قُلْتُ: ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ: "الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اعمال میں سے کون سا عمل اللہ کریم کو زیادہ پیارا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ فرمایا: والدین سے بھلائی کرنا۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ تو فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الصلاۃ لوقتھا، ج۱ص۱۹۷، رقم:۵۰۴ صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال، ج۱ص۶۳، رقم:۲۶۴ سنن الدارقطنی، باب ما جاء فی ان افضل الاعمال الصلاۃ، ج۱ص۲۳۱، رقم:۹۴۹ مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۲ص۳۰۹، رقم:۳۸۹۰ مسند ابی عوانۃ، بیان افضل الاعمال، ص۶۵، رقم:۱۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہمیشہ نمازیں وقت مستحبہ پر ادا کرنا۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد نماز کا درجہ ہے ان کی دلیل یہی

حدیث ہے۔ جن روایتوں میں جہاد کو نماز سے پہلے بیان کیا گیا وہ بعض ہنگامی حالات میں ہے جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو اور دشمن کی یلغار بڑھ گئی ہو، ورنہ ظاہر ہے کہ جہاد نماز ہی کے لئے ہوتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ سائلین کے لحاظ سے حضور کے جواب مختلف ہوئے، کسی کے لئے جہاد افضل تھا، کسی کے لیے غریبوں کو کھانا کھلانا، کسی کے لیے زبان کی حفاظت، کسی کے لئے چھپ کر خیرات، لہٰذا احادیث متعارض نہیں۔

یہ تربیت سیدنا ابن مسعود کے حال کے لحاظ سے ہے، ورنہ بعض روایات میں اس کے برعکس بھی آیا ہے۔

یعنی میں نے سوال ہی اتنے کئے۔ خیال رہے کہ ماں باپ کی خدمت کو نماز سے بہت مناسب ہے کہ نماز رب کی عبادت ہے اور یہ خدمت مربّی کی اطاعت اسی لیے قرآن شریف میں اس خدمت کو عبادت کے ساتھ بیان فرمایا گیا: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا الایہ۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۱ ص ۵۳۳)

(1292) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ، وَالْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِہٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوذر ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ای الرقاب افضل، ج ۲ ص ۱۴۴، رقم: ۲۵۱۸، صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال، ج ۱ ص ۶۲، رقم: ۲۶۰، صحیح ابن حبان، کتاب العتق، ج ۴ ص ۱۴۸، رقم: ۴۳۱۰، سنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل النیابہ عمن لا یھدی، ج ۶ ص ۸۱، رقم: ۱۱۷۷۱، کتاب الورع لابن ابی الدنیا، ص ۳۹، رقم: ۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دل و دماغ جسم وغیرہ ظاہری باطنی اعضاء کے اعمال صالحہ میں سے کون سا عمل افضل ہے اسی لیے سرکار نے جواب میں دلی عمل یعنی ایمان کا ذکر بھی فرمایا۔

ایمان وہ افضل جس پر خاتمہ نصیب ہو جائے ورنہ محض بے کار ہے جیسے ابلیس کا برباد شدہ ایمان اور جہاد میں کفار سے جہاد بھی شامل ہے اور مجاہدات ریاضات بھی داخل ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور فرماتا ہے: وَالَّذِیْنَ جٰھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۹۸)

(1293) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَغَدْوَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، اَوْ رَوْحَۃٌ، خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں صبح کا چلنا یا شام کا چلنا دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ وقاب قوس احدکم من الجنۃ، ج۲ص۱۷، رقم: ۲۷۹۳، صحیح مسلم، باب فضل الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ، ج۶ص۳۶، رقم: ۴۹۸۱، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من قال لا تحبس الجمعۃ عن سفر، ج۳ص۱۸۷، رقم: ۵۸۶۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الغدو والرواح فی سبیل اللہ، ج۴ص۱۸۱، رقم: ۱۶۵۱، سنن الدارمی، باب الغدوۃ فی سبیل اللہ عزوجل والروحۃ، ج۲ص۲۶۷، رقم: ۲۳۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صبح سے دوپہر تک کا جانا غدوہ ہے اور دوپہر سے شام تک کا وقت جانا رواح۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانا اس کی بہت صورتیں ہیں: جہاد کے لیے جانا، نماز کے لیے مسجد میں جانا، طلب علم دین کے لیے مدرسہ یا استاذ کے پاس جانا مراد ہے اسی لیے مصنف اسے باب الجہاد میں لائے۔

کیونکہ دنیا اور دنیا کی نعمتیں فانی ہیں اس کا ثواب باقی۔ خیال رہے کہ دنیا کی چیز وہ ہے جس کا تعلق نفس سے ہو۔ نماز، روزہ، حج وعبادات، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وغیرہ عبادات دنیا میں تو ہیں مگر دنیا کی چیزیں نہیں تو ان کا تعلق قلب وروح سے ہے لہذا کوئی غازی اس صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا جو ایک بار ایمان وخلاص کے ساتھ حضور کو دیکھے پھر فوت ہو جائے ہم جیسے کروڑوں مسلمانوں کی عمر بھر کی عبادت ایک آن کے دیدار یار پر صدقے وقربان لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۶۸۸)

(1294) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ یُّجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ" قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ فِیْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ اللهَ، وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔ لوگوں میں کون زیادہ افضل ہے۔ تو آپ نے فرمایا: وہ مومن جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ پھر عرض کی پھر کون۔ فرمایا: ایسا ایمان دار جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں ہو وہاں اللہ کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العزلۃ راحۃ من خلاط السوء، ج۴ص۱۰۳، رقم: ۶۴۹۴، صحیح مسلم، باب فضل الجہاد، ج۶ص۳۹، رقم: ۴۹۹۴، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی فضل الجہاد فی سبیل اللہ، ج۹ص۱۵۹، رقم: ۱۸۹۶۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۳۷، رقم: ۱۱۳۴۰، سنن ابوداؤد، باب فی ثواب الجہاد، ج۳ص۳۱۳، رقم: ۲۴۸۷)

شرح حدیث: تبلیغ اسلام کرنے والا بھیڑیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیئے نے ایک بکری کو پکڑ لیا لیکن بکریوں کے چرواہے

حدیث ہے۔ جن روایتوں میں جہاد کو نماز سے پہلے بیان کیا گیا وہ بعض ہنگامی حالات میں ہے جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو اور دشمن کی یلغار بڑھ گئی ہو، ورنہ ظاہر ہے کہ جہاد نماز ہی کے لئے ہوتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ سائلین کے لحاظ سے حضور کے جواب مختلف ہوئے، کسی کے لئے جہاد افضل تھا، کسی کے لیئے غریبوں کو کھانا کھلانا، کسی کے لیے زبان کی حفاظت، کسی کے لئے چھپ کر خیرات، لہٰذا احادیث متعارض نہیں۔

یہ ترتیب سیدنا ابن مسعود کے حال کے لحاظ سے ہے، ورنہ بعض روایات میں اس کے برعکس بھی آیا ہے۔

یعنی میں نے سوال ہی اتنے کئے۔ خیال رہے کہ ماں باپ کی خدمت کو نماز سے بہت مناسب ہے کہ نماز رب کی عبادت ہے اور یہ خدمت مربّی کی اطاعت اسی لیے قرآن شریف میں اس خدمت کو عبادت کے ساتھ بیان فرمایا گیا: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا الایہ۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۵۳۳)

(1292) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ، وَالْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ای الرقاب افضل، ج ۲ ص ۱۴۴، رقم: ۲۵۱۸، صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال، ج ۱ ص ۶۲، رقم: ۲۶۰، صحیح ابن حبان، کتاب العتق، ج ۴ ص ۱۴۸، رقم: ۴۳۱۰، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب فضل النیابہ عمن لا یھدی، ج ۶ ص ۸۱، رقم: ۱۱۷۷۱، کتاب الورع لابن ابی الدنیا، ص ۳۹، رقم: ۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دل و دماغ جسم وغیرہ ظاہری باطنی اعضاء کے اعمال صالحہ میں سے کون سا عمل افضل ہے اسی لیے سرکار نے جواب میں دلی عمل یعنی ایمان کا ذکر بھی فرمایا۔

ایمان وہ افضل جس پر خاتمہ نصیب ہو جائے ورنہ محض بے کار ہے جیسے ابلیس کا برباد شدہ ایمان اور جہاد میں کفار سے جہاد بھی شامل ہے اور مجاہدات ریاضات بھی داخل ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ جٰهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۹۸)

(1293) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَغَدْوَةٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اَوْ رَوْحَةٌ، خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں صبح کا چلنا یا شام کا چلنا دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ وقاب قوس احدکم من الجنۃ، ج۲ص۱۷، رقم: ۲۷۹۳، صحیح مسلم، باب فضل الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ، ج۶ص۳۶، رقم: ۴۹۸۱، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من قال لا تحبس الجمعۃ عن سفر، ج۳ص۱۸۷، رقم: ۵۸۶۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الغدو والرواح فی سبیل اللہ، ج۴ص۱۸۱، رقم: ۱۶۵۱، سنن الدارمی، باب الغدوۃ فی سبیل اللہ عزوجل والروحۃ، ج۲ص۲۶۷، رقم: ۲۳۹۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صبح سے دوپہر تک کا جانا غدوہ ہے اور دوپہر سے شام تک کا وقت جانا رواح۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانا اس کی بہت صورتیں ہیں: جہاد کے لیے جانا، نماز کے لیے مسجد میں جانا، طلب علم دین کے لیے مدرسہ یا استاذ کے پاس جانا مراد ہے اسی لیے مصنف اسے باب الجہاد میں لائے۔

کیونکہ دنیا اور دنیا کی نعمتیں فانی ہیں اس کا ثواب باقی۔ خیال رہے کہ دنیا کی چیز وہ ہے جس کا تعلق نفس سے ہو۔ نماز، روزہ، حج وعبادات، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وغیرہ عبادات دنیا میں تو ہیں مگر دنیا کی چیزیں نہیں تو ان کا تعلق قلب وروح سے ہے لہٰذا کوئی غازی اس صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا جو ایک بار ایمان وخلاص کے ساتھ حضور کو دیکھے پھر فوت ہو جائے ہم جیسے کروڑوں مسلمانوں کی عمر بھر کی عبادت ایک آن کے دیدار یار پر صدقے وقربان لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ص۶۸۸)

(1294) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اَتٰى رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اَيُّ النَّاسِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ يُّجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ فِيْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ اللّٰهَ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔ لوگوں میں کون زیادہ افضل ہے۔ تو آپ نے فرمایا: وہ مومن جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ پھر عرض کی پھر کون۔ فرمایا: ایسا ایمان دار جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں ہو وہاں اللہ کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العزلۃ راحۃ من خلاط السوء، ج۸ص۱۰۳، رقم: ۶۴۹۴، صحیح مسلم، باب فضل الجہاد، ج۶ص۳۹، رقم: ۴۹۹۴، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی فضل الجہاد فی سبیل اللہ، ج۹ص۱۵۹، رقم: ۱۸۹۶۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۳۷، رقم: ۱۱۳۴۰، سنن ابوداؤد، باب فی ثواب الجہاد، ج۲ص۳۱۳، رقم: ۲۴۸۷)

شرح حدیث: تبلیغ اسلام کرنے والا بھیڑیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیئے نے ایک بکری کو پکڑ لیا لیکن بکریوں کے چرواہے

نے بھیڑیئے پر حملہ کر کے اس سے بکری کو چھین لیا۔ بھیڑیا بھاگ کر ایک ٹیلے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اے چرواہے! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رزق دیا تھا مگر تو نے اس کو مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم! میں نے آج سے زیادہ کبھی کوئی حیرت انگیز اور تعجب خیز منظر نہیں دیکھا کہ ایک بھیڑیا عربی زبان میں مجھ سے کلام کرتا ہے۔ بھیڑیا کہنے لگا کہ اے چرواہے! اس سے کہیں زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ تو یہاں بکریاں چرا رہا ہے اور تو اس نبی کو چھوڑے اور ان سے منہ موڑے ہوئے بیٹھا ہے جن سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ کوئی نبی نہیں آیا۔

اس وقت جنت کے تمام دروازے کھلے ہوئے ہیں اور تمام اہل جنت اس نبی کے ساتھیوں کی شانِ جہاد کا منظر دیکھ رہے ہیں اور تیرے اور اس نبی کے درمیان بس ایک گھاٹی کا فاصلہ ہے۔ کاش! تو بھی اس نبی کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ کے لشکروں کا ایک سپاہی بن جاتا۔ چرواہے نے اس گفتگو سے متاثر ہو کر کہا کہ اگر میں یہاں سے چلا گیا تو میری بکریوں کی حفاظت کون کریگا؟ بھیڑیئے نے جواب دیا کہ تیرے لوٹنے تک میں خود تیری بکریوں کی نگہبانی کروں گا۔ چنانچہ چرواہے نے اپنی بکریوں کو بھیڑیئے کے سپرد کر دیا اور خود بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا اور واقعی بھیڑیئے کے کہنے کے مطابق اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کو جہاد میں مصروف پایا۔ پھر چرواہے نے بھیڑیئے کے کلام کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جاؤ تم اپنی سب بکریوں کو زندہ وسلامت پاؤ گے۔ چنانچہ چرواہا جب لوٹا تو یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بھیڑیا اس کی بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے اور اس کی کوئی بکری بھی ضائع نہیں ہوئی ہے چرواہے نے خوش ہو کر بھیڑیئے کے لئے ایک بکری ذبح کر کے پیش کر دی اور بھیڑیا اس کو کھا کر چل دیا۔ (المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب کلام الذئب وشھادتہ...الخ، ج٦ ص٥٤٩)

(1295) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَالرَّوْحَةُ يَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ تَعَالٰى، اَوِ الْغَدْوَةُ، خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک دن پہرا دینا دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی کے کوڑے کی جگہ دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔ اور صبح یا شام کو تھوڑی دیر اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلنا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل رباط فی سبیل الله، ج٢ص٣٥، رقم: ٢٨٩٢صحیح مسلم، باب فضل الغدوة والروحة فی سبیل الله، ج٦ص٣٦، رقم: ٤٩٨١مسند امام احمد بن حنبل، مسند سهل بن سعد، ج٣ص٤٣٣، رقم: ١٥٦٠٤السنن الكبرى للبیهقی، باب ما یبدأ به من سد اطراف المسلمین بالرجال، ج٩ص٣٨، رقم: ١٨٣٤٤سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل المرابط، ج٣ص١٨٨، رقم: ١٦٦٤)

شرح حدیث: جنت واجب کرلی

حضرتِ سیدنا سہل بن حَنْظَلِیَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم کے ساتھ غزوہ حنین کے دن سفر کر رہے تھے، سفر طویل ہو گیا یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ جب اگلے دن ہم نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازِ ظہر ادا کی تو ایک سوار آیا اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کے سامنے سے گیا یہاں تک کہ میں فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھا تو میں نے ہوازن والوں کو مال سے لدے ہوئے اونٹ، مویشی اور عورتوں کے ساتھ دیکھا کہ وہ حنین کی طرف آنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے اور فرمایا، وہ کل مسلمانوں کی غنیمت ہو جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وٰالہٖ وسلم نے فرمایا، آج رات ہمارے لئے پہرہ کون دے گا؟ حضرتِ سیدنا اَنس بن ابی مَرثدغَنَوِی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں پہرہ دوں گا۔ فرمایا، سوار ہو جاؤ۔ جب وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا، اس گھاٹی کی طرف جاؤ اور اس کی بلندی پر چڑھ جانا اور تمہاری وجہ سے آج رات ہم دھوکہ نہ کھا جائیں۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جائے نماز پر دو رکعتیں ادا کیں پھر فرمایا، کیا تم نے اپنے سوار کو دیکھا؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ پھر نماز کے لیے اقامت کہی گئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھانے لگے اور نماز کے دوران پہاڑ کی چوٹی کی طرف توجہ فرماتے رہے۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پوری فرمائی تو فرمایا، خوش ہو جاؤ تمہارا سوار آ گیا۔ تو ہم گھاٹی کے درختوں کے خلا کی طرف دیکھنے لگے۔ اچانک وہ صحابی آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں یہاں سے روانہ ہونے کے بعد پہاڑ کی چوٹی پر اس جگہ پہنچا جہاں تک پہنچنے کا اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا تھا، جب صبح ہوئی تو میں نے دونوں چوٹیوں کو دیکھا جب خوب نظر دوڑائی تو کوئی نظر نہیں آیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا رات کو تم پہاڑ سے اترے تھے؟ انہوں نے عرض کیا، نہیں صرف نماز اور قضائے حاجت کے لئے اترا تھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم نے اپنے لئے (جنت) واجب کرلی، اب اس پہرہ کے بعد کوئی عمل نہ کرنا تمہیں نقصان نہ دے گا۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فضل الحرس، رقم ۲۵۰۱، ج ۳، ص ۱۴)

(1296) وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُوْلُ:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ ایک دن رات کا

"رِبَاطُ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَّقِيَامِهِ، وَإِنْ مَاتَ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ، وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ، وَأَمِنَ الْفَتَّانَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پہرامہینہ بھر کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اگر وہ اس میں مرگیا تو اس کا عمل جاری کر دیا جائے گا اور اس کا رزق (ثواب) جاری کر دیا جائے گا اور قبر کی آزمائش سے اسے محفوظ کر دیا جائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ عزوجل، ج٦ص٥٠، رقم: ٥٠٤٧، الفوائد المعللة لابی زرعة الدمشقی، ص٧، رقم: ٦٨، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل السابع فی فضل الجهاد والشهادة، ج٩ص٢٦٩، رقم: ٧٤٦)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ جہاد کی یہ تیاری رباط میں داخل ہے فی زمانہ بندوق توپ چلانے کی مشق، موٹر کار، ٹینک، ہوائی جہاز کی بمباری سیکھنا سب رباط ہے جب کہ جہاد کی نیت سے ہو، ایک ماہ کے روزے نماز کا ذکر یہاں کثرت کے لیے ہے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ کا ذکر ہے، یا مجاہد و مرابط کا جیسا اخلاص ویسا ثواب۔

سبحان اللہ! کیا کرم نوازی ہے کہ مرابط جو جو نیکیاں زندگی میں کرتا تھا ان سب کا ثواب قیامت تک اسے پہنچتا رہتا ہے اس کا ہر عمل جاری بن جاتا ہے۔

یعنی شہید کی طرح اسے بھی قبر میں ہمیشہ جنتی رزق ملتا رہے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔

امن معروف ہے یا مجہول اور فتان یا نون کے فتحہ سے ہے، فتنہ کا مبالغہ یا ف کے ضمہ سے فاتن بمعنی فتنہ گر کی جمع یعنی اللہ کی راہ میں مرابط بڑے فتنہ سے یا فتنہ گری سے محفوظ رہے گا یا محفوظ رکھا جائے گا، بڑے فتنہ سے مراد حساب قبر کا فتنہ و آزمائش ہے اور فتنہ گری یعنی آزمائش کرنے والوں سے مراد عذاب کے فرشتے، منکر نکیر یا دجال اور شیطان ہیں۔ مرابط حساب قبر عذاب قبر سے بھی محفوظ ہے، دوزخ کی آگ اور وہاں کے ملائکہ کے عذاب سے امن میں رہے گا، نیز شیطان اور اگر اس کی زندگی میں دجال نکلے تو اس کے شر سے محفوظ رہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ مجاہد اور مرابط سے حساب قبر بھی نہیں ہوگا اور تنگی قبر و حساب قبر سے محفوظ رہے گا، اس فقہی فرمان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص٦٨٩)

(1297) وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ اِلَّا الْمُرَابِطَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَاِنَّهٗ يُنْمٰى لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَيُؤَمَّنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر میت سے عمل کو مہر لگا کر بند کر دیا جاتا ہے لیکن اللہ کی راہ میں پہرا دینے والا اور اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل من مات مرابطا، ج۳ص۱۶۵، رقم: ۱۶۲۱ المستدرک للحاکم، کتاب الجهاد، ج۲ص۸۸، رقم: ۲۴۱۷ سنن الدارمی، باب فضل من مات مرابطا، ج۲ص۲۷۸، رقم: ۲۴۲۵ صحیح ابن حبان، باب فضل الجهاد، ج۱۰ص۴۸۴، رقم: ۴۶۲۴ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عقبة بن عامر، ج۶ص۱۵۰، رقم: ۱۷۳۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ انصاری صحابی ہیں، غزوہ احد اور بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، خیبر کی فتح میں شامل تھے، حضور کے بعد دمشق میں رہے وہاں امیر معاویہ کی طرف سے دمشق کے گورنر رہے، امیر معاویہ کے زمانہ میں ۵۳ھ میں دمشق میں ہی وفات پائی، وہاں ہی دفن ہوئے۔ (اشعہ)

(مہر لگا کر بند کر دیا جاتا ہے) یعنی آخر حیات میں جو نیک و بد عمل کرتا تھا اس پر مر جاتا ہے اور مرتے ہی اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں کہ فاعل کی موت افعال کو ختم کر دیتی ہے۔

(راہ میں پہرا دینے والا) یعنی اسلامی ملک کی سرحد پر جہاد پر تیار رہا اور وہاں ہی فوت ہو گیا، مرابط کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں، یہ ربط بمعنی باندھنے سے بنا۔ مرابط وہ جو اپنے کو کفار کے مقابل باندھ دے، اپنے ہاں جہاد کے لیے گھوڑا باندھے۔

(عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے) اس طرح کہ قیامت تک اسے ہر گھڑی وہ ہی ثواب ملتا رہتا ہے جو زندگی میں ملتا تھا اس کا رباط فی سبیل اللہ صدقہ جاریہ ہو جاتا ہے کیونکہ مسلمان اس کے رباط سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔

(وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ ہو جاتا ہے) اس طرح کہ اس سے نہ حساب قبر ہو نہ اسے عذاب قبر ہو، بقیہ صدقات جاریہ میں یہ انعام نہیں ملتا یہ صرف مرابط کو ملتا ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵ ص۶۸۹)

(1298) وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد پر پہرا دینا دوسری جگہوں پر ہزار دن پہرہ دینے

سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

سے بہتر ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل المرابط، ج۳ص۱۸۹، رقم: ۱۶۶۷، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یبدا بہ من سد اطراف المسلمین بالرجال، ج۹ص۳۹، رقم: ۱۸۳۴۵، سنن النسائی، باب فضل المرابط، ج۳ص۲۷، رقم: ۴۳۷۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عثمان بن عفان، ج۱ص۶۵، رقم: ۵۵۸، مسند عبد بن حمید، مسند عثمان بن عفان، ص۴۷، رقم: ۵۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ایک دن سرحد پر پہرا دینا) اسلامی سرحد پر کفار کے مقابلہ میں گھوڑا باندھنا وہاں جہاد کے لیے تیار رہنا۔

(پہرہ دینے سے بہتر ہے) یہ افضلیت اس صورت میں ہے کہ جہاد فرض عین ہو چکا ہو یا اسلامی سرحد پر بہت خطرہ ہو، وہاں سے مسلمانوں کے ہٹ جانے سے اسلامی ملک خطرہ میں پڑ جائے، امن وسکون کے حالات میں دوسری منازل اس سے افضل ہوسکتی ہیں لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ نماز کے بعد نماز کا انتظار اور مسجد میں حاضری کی پابندی یہ رباط ہے یہ رباط ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۴۲۵)

(1299) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ، لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا جِهَادٌ فِي سَبِيلِي، وَإِيمَانٌ بِي، وَتَصْدِيقٌ بِرُسُلِي، فَهُوَ عَلَيَّ ضَامِنٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ أُرْجِعَهُ إِلَى مَنْزِلِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ، أَوْ غَنِيمَةٍ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، مَا مِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ كُلِمَ؛ لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ، وَرِيحُهُ رِيحُ مِسْكٍ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْلَا أَنْ يَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَبَدًا، وَلٰكِنْ لَا أَجِدُ سَعَةً فَأَحْمِلَهُمْ وَلَا يَجِدُونَ سَعَةً، وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوَدِدْتُ أَنْ أَغْزُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَأُقْتَلَ، ثُمَّ

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس کے لیے ضامن بن گیا جو اس کی راہ میں نکلا اس کے نکلنے کا سبب میری راہ میں جہاد ہو اور وہ مجھ پر ایمان اور میرے رسول کی تصدیق ہو تو میری ضمانت میں ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کر دوں گا یا اس کے گھر کی طرف جس سے نکل کر آیا' اس کو اجر وثواب دے کر' یا مال غنیمت دے کر لوٹاؤں گا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے جسے زخم اللہ کی راہ میں آیا' قیامت کے دن اسی زخم کے ساتھ آئے گا کہ اس کا رنگ خون کا رنگ اور خوشبو کستوری کی طرح ہوگی' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر اہل اسلام پر مشقت کا باعث نہ ہوتا تو میں کسی چھوٹے لشکر سے بھی پیچھے نہ رہتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے لیکن میں اتنی گنجائش نہیں پاتا کہ

اَغْزُوَ فَأُقْتَلَ، ثُمَّ اَغْزُوَ فَأُقْتَلَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهُ. "اَلْكَلْمُ": الْجَرْحُ.

ان کو سواریاں دوں اور ان کے پاس بھی گنجائش نہیں ہوتی اور مجھ سے پیچھے رہ جانا ان پر مشقت ہوتا ہے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے میں پیارا جانتا ہوں (اس کو) کہ اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں، پھر جہاد کروں تو پھر قتل کیا جاؤں، پھر جہاد کروں پس قتل کیا جاؤں۔ (مسلم) اس کا کچھ حصہ بخاری نے روایت کیا ہے۔ "اَلْكَلْمُ": زخم کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمنی الشهادة ج۲ص۱۷، رقم: ۲۷۹۷، صحیح مسلم، باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل الله، ج۶ص۳۳ رقم: ۴۹۶۷، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب ما یجب علی الامام من الغزو بنفسه، ج۹ص۳۹ رقم: ۱۸۳۴۸، سنن ابن ماجه، باب فضل الجهاد فی سبیل الله، ج۲ص۹۲۰ رقم: ۲۷۵۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۲۳۱ رقم: ۷۱۵۷)

شرح حدیث: قرآن اور نماز کا شیدائی

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجاہدات اور عبادات کا ذکر کرتے ہوئے شمعِ رسالت کے دو پروانوں کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ کسی غزوہ میں گئے، واپسی پر ہم پہاڑی علاقے سے گزرے اور رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے وہاں قیام کا حکم فرمایا۔ سب صحابہ کرام علیہم الرضوان آرام کی خاطر وہاں ٹھہر گئے، اللہ کے محبوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: آج رات تم میں سے کون پہرہ دے گا؟ ایک مہاجر اور ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! یہ سعادت ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں، ہمیں قبول فرمالیجئے۔ چنانچہ وہ دونوں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجازت پاکر پہرہ دینے کے لئے تیار ہو گئے، دونوں نے مشورہ کیا اور انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم ایسا کرتے ہیں کہ آدھی رات ہم میں سے ایک پہرہ دے گا اور دوسرا سو جائے گا پھر بقیہ آدھی رات دوسرا پہرہ دے گا اور پہلا سو جائے گا، انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ آرام فرمائیں، میں جاگتا ہوں پھر آپ پہرہ دینا پس مہاجر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام فرمانے لگے اور انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہرہ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے نماز پڑھنا شروع کر دی اور سورہ کہف کی قراءت کرنے لگے۔ دشمنوں کی طرف سے ایک شخص آیا اور اس نے پہاڑی پر چڑھ کر دیکھا تو اسے ایک شخص نماز پڑھتا ہوا دکھائی دیا، اس نے کمان پر تیر چڑھایا اور نشانہ باندھ کر اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تیر چلا دیا تیر آپ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم میں پیوست ہو گیا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی حرکت نہ کی اور نماز میں مشغول رہے اس ظالم نے دوسرا تیر مارا، وہ بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم اقدس میں اتر گیا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز نہ توڑی پھر اس نے تیسرا تیر مارا، وہ بھی سیدھا آیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی کرتا ہوا جسم میں پیوست ہو گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکوع وسجود کئے اور نماز مکمل کرنے کے بعد اپنے رفیق کو جگایا۔ جب اس کافر نے دیکھا کہ یہاں یہ اکیلا نہیں بلکہ اس کے رفقاء بھی قریب ہی موجود ہیں تو وہ فوراً بھاگ گیا۔ مہاجر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رفیق کی یہ حالت دیکھی تو جلدی جلدی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم سے تیر نکالے اور پوچھا: جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دشمن نے حملہ کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے جگایا کیوں نہیں؟ اس پر قرآن ونماز کے شیدائی اس انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: میں نے نماز میں ایک سورت شروع کی ہوئی تھی میں نے یہ گوارا نہ کیا کہ سورت کو ادھورا چھوڑ کر نماز توڑ ڈالوں، خداعزوجل کی قسم! اگر مجھے حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے پہرے کی ذمہ داری نہ دی ہوتی تو میں اپنی جان دے دیتا لیکن سورت کو ضرور مکمل کرتا لیکن مجھے حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے پہرہ دینے کا حکم فرمایا تھا اس لئے میری ذمہ داری تھی کہ اس کو احسن طریقے سے سرانجام دوں۔ جب میں نے دیکھا کہ میں بہت زیادہ زخمی ہو گیا ہوں تو اسی احساس ذمہ داری کی وجہ سے نماز کو مختصر کر دیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جگا دیا تا کہ دشمن مزید حملہ نہ کر سکے۔

(عُیُونُ الْحِکَایَات۔ ۳۳)

(1300) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ مَّكْلُوْمٍ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ إِلَّا جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَكَلْمُهٗ يَدْمِيْ: اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ، وَالرِّيْحُ رِيْحُ مِسْكٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اللہ کے راستہ میں زخمی ہوتا ہے تو وہ قیامت کے دن یوں آئے گا کہ اس کا زخم خون بہاتا ہوگا' اس کا رنگ خون سا ہوگا اور خوشبو کستوری کی طرح ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المسك، ج۵ص۲۰۱۲، رقم: ۵۲۱۳، صحیح مسلم، باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل الله، ج۶ص۳۴، رقم: ۴۹۷۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۸۴، رقم: ۹۸۶۹، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب فی فضل الجهاد، ج۹ص۱۵۷، رقم: ۱۸۹۵۲، مسند البزار، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۴۷۵، رقم: ۸۹۳۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خواہ اس زخم سے موت ہو جائے یا نہ ہو۔

اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ ہر شخص جو میدان جہاد میں زخمی ہو وہ فی سبیل اللہ زخمی نہیں۔ فی سبیل اللہ زخمی وہ ہے جس میں ریانیتِ دنیا نہ ہو، یہ رب ہی جانتا ہے کہ کون راہِ خدا میں زخمی ہوا اور کون طلب دنیا میں۔ دوسرے یہ کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ راہ خدا میں زخمی کون ہوتا ہے اسے پوری پوری جزا دے گا۔ جیسے "وَاللہُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ"۔ اس صورت

میں یہ جملہ اس کی اظہار شانؐ کے لیے ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کفار سے جہاد میں یا باغیوں ڈاکوؤں کے ہاتھوں زخمی ہونے والا، یوں ہی تبلیغ دین کے سلسلہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں زخمی ہونے والا اس میں سب شامل ہیں سب کا یہ ہی اجر ہے جو یہاں مذکور ہے۔

یعنی اس کے زخم ہرے ہوں گے ان سے تازہ خون جاری ہوگا مگر اس دن تکلیف نہ ہوگی۔ یہ خون جاریؑ ہونا اس کے مجاہد ہونے کی نشانی ہوگی جس سے تمام محشر والے اس کی عزت کریں گے۔ بعض روایات میں بجائے یثعب کے یتفجر ہے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، یعنی بہانا۔ لہذا وہ خون نہ تو نجس ہوگا نہ بدبودار بلکہ اس کی مہک سے محشر والے تعجب کریں گے اور اس شخص کا احترام کریں گے، جب زخمی کا یہ حال ہے تو راہ خدا عزوجل میں شہید ہونے والے کا کیا پوچھنا، یہ خوشبو عبادت کے اثر سے ہوگی جیسے روزہ دار کے منہ کی خوشبو رب تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۵ ص ۶۹۸)

(1301) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰه من رَجُلٍ مُّسْلِمٍ فُوَاقَ نَاقَةٍ، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ نُكِبَ نَكْبَةً فَاِنَّهَا تَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَغْزَرِ مَا كَانَتْ: لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ، وَرِيْحُهَا كَالْمِسْكِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان نے اللہ کی راہ میں اتنی دیر جہاد کیا جتنے وقفہ کے بعد اونٹنی دوبارہ دودھ دینے کو تیار ہوتی ہے تو اس کے لیے جنت لازم ہوگی۔ اور جس کو اللہ کی راہ میں کچھ زخم آئے یا پھنسی پھوڑا نکلے یہ قیامت کے دن خوب گہرا ہو کر آئے گا۔ اس کا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فیمن سأل اللہ تعالی الشھادۃ، ج۲ص۳۲۷، رقم: ۲۵۴۲ سنن ترمذی، باب ما جاء فیمن یکلم فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۸۵، رقم: ۱۶۵۷ السنن الکبری للبیھقی، باب تمنی الشھادۃ، ج۹ص۳۵۱، رقم: ۱۹۰۲۹ سنن النسائی، باب ثواب من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقۃ، ج۶ص۲۵، رقم: ۳۱۴۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ج۸ص۲۴۲، رقم: ۲۲۱۶۹)

(1302) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِعْبٍ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ مِّنْ مَاءٍ عَذْبَةٍ، فَاَعْجَبَتْهُ، فَقَالَ: لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِيْ هٰذَا الشِّعْبِ، وَلَنْ اَفْعَلَ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک آدمی گھاٹی میں میٹھے پانی کے چشمے کے پاس سے گزرا اس کو وہ اچھا لگا۔ کہنے لگا اگر میں سب لوگوں سے تنہا ہو کر اس گھاٹی میں مقیم ہو جاؤں (تو بہتر ہے) لیکن میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت لیے بغیر ایسا نہ کروں گا چنانچہ اس نے یہ رسول اللہ ﷺ ذکر کیا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "لَا تفعلْ، فَإِنَّ مُقَامَ أَحَدِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ سَبْعِيْنَ عَاماً، أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللهُ لَكُمْ، وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ؟ اُغْزُوا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَّجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ". وَ"الفُوَاقُ": مَا بَيْنَ الْحَلْبَتَيْنِ.

تو آپ نے فرمایا: تو ایسانہ کر تم میں سے کسی کا اللہ کی راہ میں ٹھہرنا اس کے گھر میں ستر سال نماز پڑھنے سے زیادہ فضیلت والا ہے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ کریم تمہیں موت دیدے اور تم کو جنت میں داخل فرمادے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جس نے اللہ کی راہ اونٹنی کے دو دفعہ دودھ دوہنے جتنے وقفے کی مقدار جہاد کیا۔ اس کے لیے جنت لازم ہوگئی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ الفُوَاقُ: دو دفعہ دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الغدو والرواح فی سبیل الله، ج۳ص۱۸۱، رقم: ۱۶۵۰، السنن الکبری للبیهقی، باب فی فضل الجهاد فی سبیل الله، ج۹ص۱۶۰، رقم: ۱۸۹۷۳، المستدرك للحاکم، کتاب الجهاد، ج۲ص۳۳۲، رقم: ۲۳۸۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

عربی میں فواق جانور کو دوبارہ دوہنے کے درمیان وقفہ کو کہتے ہیں، اس وقفہ سے مراد یا تو صبح شام دوہنے کے درمیان کا فاصلہ ہے یا ایک دفعہ دوہنے کے درمیان کا وقفہ ہے کیونکہ اونٹنی کو کچھ دوہ کر تھوڑا ٹھہر جاتے ہیں، اتنے میں وہ پھر دودھ اتار لیتی ہے تو اسے پھر دوہتے ہیں، یہ ٹھہرنا فواق کہلاتا ہے یہ چند منٹ کا ہی ہوتا ہے۔ فواق بنا ہے فوق سے بمعنی اوپر، چونکہ دودھ اوپر سے ہی تھن میں آتا ہے اس لیے اسے فواق کہا جاتا ہے۔ (مرقات واشعہ)

یعنی رب تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لازم فرمالیا کہ اسے اول ہی سے جنت میں داخل فرمائے گا گناہوں کی سزا کے لیے اسے دوزخ میں نہ رکھے گا کیونکہ اس کے گناہ اس جہاد کی برکت سے معاف ہو چکے، جب پل بھر کے جہاد کا یہ درجہ ہے تو غور کرو کہ جو ہمیشہ جہاد میں رہے اس کا مرتبہ کیا ہوگا۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۵ ص۱۹۷)

(1303) وَعَنْهُ، قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ؟ قَالَ: "لَا تَسْتَطِيْعُوْنَهُ". فَأَعَادُوْا عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ: "لَا تَسْتَطِيْعُوْنَهُ"! ثُمَّ قَالَ: "مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِآيَاتِ اللهِ لَا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ، وَلَا صَلٰوةٍ،

انہی سے روایت ہے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ اللہ کی راہ میں جہاد کے برابر کون سی چیز ہے؟ فرمایا: وہ تم نہیں کر سکتے۔ انہوں نے دوبارہ یا تین بار سوال لوٹایا تو آپ ہر بار فرماتے رہے تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اس روزہ دار قیام کرنے والے آیات قرآنی کی تلاوت کرنے والے کی

حَتّٰى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

طرح ہے جو نماز، روزے سے وقفہ نہ کرے۔ حتیٰ کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا لوٹے (متفق علیہ)

وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ. وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ؟ قَالَ: "لَا اَجِدُهُ" ثُمَّ قَالَ: "هَلْ تَسْتَطِيْعُ اِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ اَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ، وَتَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ"؟ فَقَالَ: وَمَنْ يَّسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ؟!.

اور یہ مسلم کے لفظ ہیں اور بخاری کی روایت میں ہے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے ایسا عمل بتائیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کے برابر ہو تو آپ نے فرمایا: میں ایسا عمل نہیں پاتا پھر فرمایا: کیا تو یہ طاقت رکھتا ہے کہ جب مجاہد نکلے تو، تو اپنی مسجد میں داخل ہو کر بغیر وقفہ کے قیام کرے اور سست نہ ہو اور روزہ رکھے اور افطار نہ کرے۔ پس اس نے عرض کی اس کی طاقت کس کو ہے؟

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الجهاد والسیر، ج۲ص۱۵، رقم: ۲۷۸۵ صحیح مسلم، باب فضل الشهادة فی سبیل الله تعالٰی، ج۶ص۳۵، رقم: ۴۹۷۷ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب فی فضل الجهاد فی سبیل الله، ج۹ص۱۵۸، رقم: ۱۸۹۵۹ صحیح ابن حبان، باب فضل الجهاد، ج۱۰ص۴۸۲، رقم: ۴۶۲۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۴۶۵، رقم: ۱۰۰۰۱)

شرح حدیث: کوئی عمل جہاد سے بڑھ کر نہیں

حضرتِ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، خوب! بہت خوب! بیشک تم نے ایک عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا ہے، بیشک تم نے ایک عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا ہے، بیشک تم نے ایک عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا ہے اور یہ کام اسی شخص کے لئے آسان ہے جس کے ساتھ اللہ عزوجل بھلائی کا ارادہ فرمائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مرتے دم تک اللہ عزوجل اور آخرت پر ایمان رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور ایک اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

پھر فرمایا، اے معاذ! اگر تم چاہو تو میں تمہیں ہر چیز کی اصل اور اس کے ستون اور کوہان کی بلندی کے بارے میں بتاؤں۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ضرور بتائیے۔ فرمایا، بے شک ہر چیز کی اصل یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس دین کا ستون نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور اس کے کوہان اللہ

عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ نماز قائم کرنے لگیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں اور اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی گواہی دیں کہ محمد (صلي الله عليه وسلم) اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں تو جب وہ ایسا کرنے لگیں گے تو اپنی جانوں اور اپنے اموال کو بچالیں گے سوائے کسی حق کے، اور ان کا حساب اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے فرض نماز کے بعد کوئی عمل جہاد سے بڑھ کر نہیں، جس میں آخرت کے درجات کی طلب کرتے ہوئے کسی شخص کے چہرے کا رنگ بدل جائے یا قدم گرد آلود ہو جائیں اور راہ خدا عزوجل میں دیئے جانے والے جانور یا راہِ خدا عزوجل میں سواری کے لئے دیئے جانے والے جانور سے زیادہ وزنی عمل بندے کی میزان میں کوئی نہیں ہوگا۔

(مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، رقم ۲۲۱۸۳، ج ۸، ص ۲۶۲)

(1304) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ، رَجُلٌ مُّمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ، كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ مَظَانَّهٗ اَوْ رَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ فِيْ رَاْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هٰذَا الشَّعَفِ، اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِّنَ الْاَوْدِيَةِ، يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ، وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْيَقِيْنُ، لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلاَّ فِيْ خَيْرٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں بہتر زندگی والا وہ آدمی ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام کو اللہ کی راہ میں روکنے والا ہو جب گھبراہٹ اور جنگ کی بات سنتا ہے تو اس کی پشت پر اڑ جاتا ہے موت اور شہادت کو اس کی امکانی جگہوں پر تلاش کرتا ہے۔ یا وہ آدمی جو کچھ بکریوں میں موجود ہو۔ ان چوٹیوں میں سے کسی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں جا ٹھہرتا ہو نماز قائم کرتا ہو زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہو یہ سلسلہ اس کی موت تک رہے تو لوگوں سے اس کا تعلق بھلائی کا ہی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الجهاد، ج۲ص۳۹، رقم: ۴۹۹۴، السنن الکبری للبیهقی، باب فی فضل الجهاد، ج۹ص۱۵۹، رقم: ۱۸۹۶۷، سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العزلة، ج۲ص۱۳۱۶، رقم: ۳۹۷۷، مشکوة المصابیح، کتاب الجهاد الفصل الاول، ج۲ص۳۶۴، رقم: ۳۷۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لفظ معاش عیش بمعنی زندگی سے بنا ہے زندگی گزارنے کا ذریعہ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں مسلمان کی بہترین زندگی یہ ہے اور بہترین ذریعہ زندگانی یہاں دونوں معنی درست ہیں۔

یعنی ویسے تو لوگوں سے بے نیاز رہتا ہے مگر جب مسلمانوں کو اس کی جانی مدد کی ضرورت ہوتی ہے یا مسلمانوں پر کفار ٹوٹ پڑیں یا ڈاکو حملہ کریں اسے خبر لگے کہ فلاں جگہ مسلمان کمزور ہیں مصیبت میں ہیں تو فوراً وہاں پہنچ جائے پرندہ کی طرح یا اڑ کر وہاں پہنچ جائے، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ جب کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو یہ وہاں پہنچ جائے اسلام کی خدمت مسلمانوں کی مدد کے لیے۔

یعنی وہ اسلام کا ایسا فدائی ہو مسلمانوں کا ایسا مددگار ہو کہ خدمت اسلام و مسلمین میں قتل ہو جانا یا مر جانا جینے سے بہتر سمجھے، خطرناک موقعوں کی تلاش میں رہتا ہو جہاں لوگ جاتے ہوئے گھبراتے ہوں یہ وہاں شوق سے پہنچتا ہو بہادر جانباز ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اول نمبر کامیاب زندگی والا تو وہ پہلا شخص ہے اس کے بعد نمبر دوم کا اعلیٰ زندگی والا وہ ہے۔ خیال رہے کہ عرب میں بکریاں بہترین ذریعہ معاش تھیں اور بعض متقی حضرات دنیا کے جھگڑے سے بچنے کے لیے شہر سے دور جنگل میں ڈیرہ ڈال لیتے تھے کسی پانی والے سرسبز مقام پر رہنے سہنے لگتے تھے، بکریوں کے دودھ پر گزارا کرتے، فتنوں سے الگ رہتے، اب بھی بعض جگہ ایسے بدو دیکھے جاتے ہیں اس لیے بکریوں کا ذکر فرمایا ورنہ جو شخص فتنوں سے بچنے کے لیے آبادی سے دور رہے گزارہ کے لیے کوئی چیز پنشن جانور زمین وغیرہ اختیار کرے وہ بھی اس فرمان عالی میں داخل ہے۔

اگرچہ عبادات میں نماز وزکوۃ بھی داخل تھیں مگر چونکہ نماز وزکوۃ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر علیحدہ فرمایا۔

یقین سے مراد موت ہے کیونکہ اس کا آنا یقینی ہے یا چونکہ موت کے بعد ہر شخص کو توحید، رسالت، فرشتوں، جنت و دوزخ وغیرہ کا یقین ہو جاتا ہے اس لیے موت کو یقین فرمایا یعنی ذریعہ یقین رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ یہ حصر اضافی ہے یعنی دنیادار فتنوں میں مبتلا آخرت سے غافل آدمی بھلائی میں نہیں بلکہ بھلائی میں صرف یہ ہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اس حدیث کی بنا پر بعض زاہدین نے فرمایا کہ گوشہ نشینی افضل ہے، جلوت سے خلوت بہتر مگر حق یہ ہے کہ خلوت سے جلوت افضل، حضرات انبیاء کرام لوگوں میں رہے، تبلیغ کرتے رہے، نیز جس رہنے سے جمعہ عیدین نماز باجماعت نصیب ہوتی ہے، جنگل میں یہ نعمتیں کہاں، شہر میں علم ہے، ذکر کے حلقے ہیں، اچھوں کی صحبتیں ہیں۔ حدیث فتنوں کے ظہور کے زمانہ کے متعلق ہے جب شہروں میں امن نہ رہے یا اس کمزور آدمی کے لیے ہے جو بستی اور اختلاط کی تکالیف پر صبر نہ کر سکے (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۹۲)

(1305) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ فِى الْجَنَّةِ مِئَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ کریم نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں۔ ہر دو درجوں کا

كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا زمین سے آسمان کا فاصلہ ہے۔(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب درجات المجاهدين فی سبيل الله، ج٢ص١٦، رقم: ٢٧٩٠ مشكوة المصابيح، كتاب الجهاد، الفصل الاول، ج٢ص٣٦٢، رقم: ٣٧٨٧ جامع الاصول لابن اثير، الفصل السابع فی فضل الجهاد والشهادة، نوع سادس، ج٩ص٤٩١، رقم: ٧١٩٩)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن مجید اور حدیث شریف میں رسول سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں اور اللہ رسول پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ رب نے جو کچھ بھیجا اور حضور جو کچھ لائے ان سب پر ایمان لائے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حقیقتًا ایمان ہے اللہ رسول کو ملانا، اللہ رسول میں فرق کرنا کفر ہے، قرآن کریم فرماتا ہے: اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا۔ ملانے کے معنے ہماری کتاب اسلام کی چار اصطلاحوں میں دیکھو۔

ترمذی میں ہے کہ ہر درجہ اتنا وسیع ہے کہ ان میں سے ایک درجہ میں عالمین جمع ہو جائیں تو سب کو کافی ہو جاوے۔

مجاہدین سے مراد نمازی حاجی اور نفس سے مجاہدہ کرنے والے سب ہی ہیں۔ (مرقات) بشرطیکہ یہ کام رضائے الٰہی کے لیے ہوں جیسا کہ فی سبیل اللہ سے معلوم ہوا۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۸۳)

(1306) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ". فَعَجِبَ لَهَا اَبُوْ سَعِيْدٍ، فَقَالَ: اَعِدْهَا عَلَيَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَعَادَهَا عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "وَاُخْرٰى يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَ مِئَةَ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ، مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ" قَالَ: وَمَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے پر راضی ہو اس کے لیے جنت لازم ہوگئی۔ اس نے حضرت ابوسعید خوش ہو گئے۔ پس عرض کیا: یارسول اللہ مجھ کو دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے اس بات کا اعادہ فرمادیا پھر ارشاد فرمایا ایک اور چیز ہے جس کے ساتھ اللہ کریم بندے کو جنت میں سو درجے بلندی عطا فرماتا ہے۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہے۔ عرض کیا: اور یارسول اللہ! وہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد اللہ کی راہ میں جہاد۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان ما اعدہ اللہ تعالٰی للمجاہد فی الجنۃ من الدرجات، ج۶ص۳۷، رقم: ۴۹۸۷، السنن الصغرٰی، باب فی فضل الجہاد فی سبیل اللہ علٰی طریق الاختصار، ج۲ص۱۲۸، رقم: ۳۰۲۲، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج۲ص۱۰۲، رقم: ۲۴۶۱، سنن النسائی، باب درجۃ المجاہد فی سبیل اللہ عزوجل، ج۶ص۱۹، رقم: ۳۱۳۱، صحیح ابن حبان، باب فضل الجہاد، ج۱۰ص۴۷۳، رقم: ۴۶۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس جملہ کے معانی بارہا بیان ہو چکے۔ اللہ تعالٰی سے راضی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بندہ راضی بہ قضا رہے، نعمتوں میں رب تعالٰی کا شکر کرے، مصیبتوں میں صبر کرے، اسی طرح اسلام کے دین ہونے پر راضی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اسلامی احکام پر راضی دل سے انہیں پسند کرے خواہ سمجھ میں آویں یا نہ آویں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حضور کے تمام اقوال، افعال، اعمال، احوال سے دلی محبت کرے۔ جس چیز کو حضور سے نسبت ہو اسے دل سے محبوب رکھے۔ شریعت، طریقت، حقیقت معرفت کو دل سے پسند کرے کیونکہ شریعت حضور انور کے جسم اطہر کے حالات کا نام ہے، طریقت قلب پاک مصطفٰی کی واردات ہے، یوں ہی حقیقت و معرفت روح پاک سر پاک کی واردات کا نام ہے۔ غرضیکہ یہ سب حضور کی ادائیں ہیں ایسے شخص کے لیے دنیا میں ہی جنت واجب ہو چکی کہ جئے گا جنتی ہو کر، مرے گا جنتی ہو کر، اٹھے گا جنتیوں کے زمرہ میں۔ مرقات نے فرمایا کہ رب تعالٰی کا فرمان: وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ دو جنتوں سے مراد دنیا و آخرت کی جنت ہے یعنی رب تعالٰی سے ڈرنے والے کے لیے ایک جنت دنیا میں ہے اور دوسری جنت آخرت میں۔ سبحان اللہ! کیسی پیاری بات ہے۔ حضور کی شریعت، اطاعت، محبت دنیا کی جنت ہے۔

(مجھ کو دوبارہ ارشاد فرمائیں) یہ تعجب انتہائی خوشی کا تھا اور دوبارہ کہلوانا اس لیے تھا کہ ایسے ہمارے بشارت والے کلمے پھر ایسے بے مثال بشیر و نذیر کے لبوں سے بہت لذیذ معلوم ہوئے۔ شعر

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے

گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

(سو درجے بلندی عطا فرماتا ہے) یعنی دوسری خوشخبری اور سنو اور خوش ہو، کیوں نہ خوش ہوں جب رب تعالٰی نے ہم کو ایسے بشیر و نذیر کی امت میں بنایا یعنی ایک عمل ایسا بھی ہے جس سے عامل کو جنت کا اوپر والا درجہ ملتا ہے، جو سو درجے بلند ہے، ہر دو درجوں کا اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔

(اللہ کی راہ میں جہاد) اگرچہ اسلام میں جہاد بھی آ گیا تھا مگر چونکہ یہ دوسرے اعمال سے بہت افضل ہے اور اس کا ثواب بہت زیادہ ہے اس لیے اسے خصوصیت سے علیحدہ بیان فرمایا یا مطلب یہ ہے کہ جسے جہاد نصیب ہو جائے اسی کے لیے درجے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد اکثر فرض کفایہ ہوتا ہے، مرقات نے اس سے یہ ہی مسئلہ مستنبط فرمایا۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۵ص۴۴۵)

(1307) وَعَنْ اَبِیْ بکر بْنِ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ، یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ" فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْهَیْئَةِ، فَقَالَ: یَا اَبَا مُوْسٰی آاَنْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ هٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، فَرَجَعَ اِلٰی اَصْحَابِهٖ، فَقَالَ: اَقْرَاُ عَلَیْكُمُ السَّلَامَ، ثُمَّ كَسَرَ جَفْنَ سَیْفِهٖ فَاَلْقَاهُ، ثُمَّ مَشٰی بِسَیْفِهٖ اِلَی الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِهٖ حَتّٰی قُتِلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا اور وہ دشمن کے سامنے فرمارہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے دوازے تلواروں کے سائے میں ہیں ایک خراب حالات والا شخص کھڑا ہوا۔ اس نے کہا: اے ابوموسیٰ! کیا تو نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں سنا ہے۔ تو وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا اور کہا میرا تمہیں سلام ہے پھر اپنی تلوار کی میان کو توڑ کر پھینک دیا اور صرف تلوار لے کر دشمن کی جانب چل پڑا اور دشمن سے لڑا حتیٰ کہ شہید ہوگیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ثبوت الجنة للشھید، ج٦ص٣٥ رقم: ٥٠٢٥ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ج٣ص٣٩٦ رقم: ١٩٥٥٦ مسند الرویانی، ماروی ابوبکر بن ابی موسی عن ابیہ، ج٢ص٨٧، رقم: ٥٠٢)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تلواروں سے مراد جہاد کے ہتھیار ہیں، چونکہ اس زمانہ میں جہاد میں زیادہ استعمال تلواروں کا ہوتا تھا اس لیے خصوصیت سے تلواروں کا ہی ذکر فرمایا۔ آج کل توپوں، بندوقوں، راکٹوں کا بھی یہ حال ہے کہ ان کے نیچے جنت ہے جبکہ وہ جہاد میں استعمال ہورہے ہوں۔ ان تلواروں سے مراد یا تو کفار کی تلواریں ہیں جو وہ غازی مسلمانوں کے مقابل کھینچیں یعنی ان تلواروں سے جنت بہت قریب ہے کہ مسلمان شہید ہوا اور جنت میں پہنچا۔ جیسے فرمایا گیا کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے یا مراد خود مجاہدین کی اپنی تلواریں ہیں یعنی جب مجاہدین تلوار سونتے کفار پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو گویا جنت ان تلواروں کے سایہ میں ہوتی ہے اور سایہ میں تو خود مجاہدین ہیں تو وہ اس وقت ہی جنت میں ہیں مگر پہلی توجیہ زیادہ قوی ہے، مرقات نے اس ہی کو ترجیح دی ہے۔

(ایک خراب حالات والا شخص کھڑا ہوا) اس مقبول بندے کا نام معلوم نہ ہوسکا کوئی غریب شکستہ حال بے پرو جو اس جہاد میں آیا تھا وہ یہ بولا، رضی اللہ عنہ۔

(اے ابوموسیٰ! کیا تو نے یہ رسول اللہ سے سنا ہے؟) یعنی اے صحابی رسول کیا تم نے بلاواسطہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے یا کسی ذریعہ سے تم کو یہ فرمان عالی پہنچا ہے اور کیا یہ فرمان یقینی ہے۔

(تو وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا) جو اس کے ساتھ جہاد میں آئے ہوئے تھے۔

(میرا تمہیں سلام ہے) اب میں شہید ہونے جارہا ہوں لوٹ کر آنے کا ارادہ نہیں ہے، اب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب ہے۔ شعر

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھنچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(اپنی تلوار کی میان کو توڑ کر پھینک دیا) کیونکہ اب اس غلاف کی ضرورت نہ رہی تلوار بند کرنا نہیں ہے، اب مارنا ہے یہ ہے شوق شہادت، جذبہ جہاد حضرت زرا ابن ازور رضی اللہ عنہ بغیر زرہ پوستین پہنے جہاد کرتے تھے۔ شوق شہادت میں عاشقوں کے حالات بتارہے ہیں۔

(دشمن سے لڑا حتیٰ کہ شہید ہو گیا) اس طرح کہ نہ معلوم کتنے کافروں کو قتل کیا پھر بہادری کے جوہر دکھا کر سینے میں تیر تلوار کھا کر شہید ہوا ایسی موت پر ہزاروں زندگیاں قربان، یہ حدیث مسلم کے علاوہ احمد و ترمذی نے بھی روایت کی ہے۔ مناسب یہ تھا کہ مؤلف ان دونوں حدیثوں کے متعلق فرمادیتے رواھما مسلم۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۴۴۶)

(1308) وَعَنْ اَبِيْ عَبْسٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوعبس عبداللہ بن جبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس بندے کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوں اس کو آگ نہ چھوئے گی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ، ج۲ص۱۰۳۵، رقم: ۲۶۵۶، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب فضل المشی فی سبیل اللہ، ج۹ص۱۶۲، رقم: ۱۸۹۸۵، مسند ابی یعلٰی، مسند جابر بن عبداللہ الانصاری، ج۲ص۵۷، رقم: ۲۰۷۵، مجمع الزوائد للھیثمی، باب فضل الغبار فی سبیل اللہ، ج۵ص۵۲۱، رقم: ۹۴۷۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ انصاری صحابی ہیں، زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام عبدالعزیٰ تھا، اسلام میں آپ کا نام عبدالرحمن ابن جبیر ہوا مگر آپ کی کنیت نام پر غالب رہی، بدر اور تمام غزوات میں شامل ہوئے، ستر سال کی عمر پائی ۳۴ھ میں وفات پائی، مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (اشعہ، مرقات)

یعنی جو شخص رضائے الٰہی کے لیے کوئی راستہ طے کرے اور راستہ طے کرنے میں اس کے قدموں پر گرد و غبار پڑے۔ خیال رہے کہ اللہ کی راہ حج، طلب علم، جنازہ کی حاضری، بیماری، بیمار پرسی، جماعت نماز میں حاضری سب ہی کو شامل ہے مگر مطلقًا اللہ کی راہ سے مراد سفر جہاد ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنا اونٹ فی سبیل اللہ وقف کیا ہے وہ کہاں استعمال کیا جائے گا، فرمایا حج میں، قرآن کریم میں جو مصرف زکوۃ میں فی سبیل اللہ واقعہ ہے امام ابویوسف کے ہاں اس سے مجبور غازی مراد ہے، امام محمد کے ہاں مجبور حاجی۔ (مرقات)

یعنی ایسے شخص کو دوزخ کی آگ جلا نہیں سکتی جب راہِ خدا کے غبار کا یہ عالم ہے تو غور کرو کہ خود جہاد کا فائدہ کیا ہوگا خوف

خدا سے آنکھ کے آنسو، راہ خدا کا غبار، دوزخ کی آگ بجھانے میں اکسیر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۹۰)

(1309) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللهِ حَتَّى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ عَلَى عَبْدٍ غُبَارٌ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے خوف سے رویا جب تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے اور اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں ایک آدمی پر اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۷۱، رقم: ۱۶۳۳، سنن النسائی، باب فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمه، ج۶ص۳۱۹، رقم: ۳۱۰۸، جامع الاصول، الفصل السابع فی فضل الجهاد والشهادة، نوع خامس، ج۹ص۴۸۵، رقم: ۷۱۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جیسے دوہے ہوئے دودھ کا تھن میں واپس ہونا ناممکن ہے ایسے ہی اس شخص کا دوزخ میں جانا ناممکن ہے، جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ۔ خوف خدا میں رونے کے بڑے فضائل ہیں اللہ تعالیٰ نصیب فرمادے۔

باش چوں دولاب دائم چشم تر — تا درون صحن تو روید خضر

(اللہ کی راہ کا غبار) راہ خدا کا غبار وہ غبار ہے جو رب کی رضا کے لیے راستہ چلا جائے اور وہاں کا غبار بدن یا کپڑوں یا پاؤں یا چہرے پر پڑے جیسے مسجد کو جاتے طلب علم، جہاد حج وعمرہ وغیرہ کرنے کی حالت میں جو گرد وغبار پڑے۔

یعنی جیسے دو ضدیں جمع نہیں ہوسکتیں ایسے ہی ایک جگہ یہ دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں، رب تعالیٰ نے اس غبار اور دوزخ کے دھوئیں کو نقیضیں یا ضدیں بنا دیا ہے یہ اس کی بندہ نوازی ہے۔ چونکہ ناک کے نتھنے پیٹ اور دماغ کے دروازے ہیں کہ انہیں کے ذریعہ ہوا اندر باہر آتی جاتی ہے، اگر ان میں راہِ خدا کا غبار پڑے تو یقیناً سانس کے ساتھ پیٹ اور دماغ میں بھی پہنچے گا اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ لفظ منخر میم اور خ کے فتح سے بھی ہے اور دونوں کے پیش سے بھی اور میم کے فتحہ اور خ کے کسرہ سے بھی، بروزن مجلس اور میم کے کسرہ خ کے فتحہ سے بھی بہت لغات میں بمعنی ناک کا نتھنا۔

جس مؤمن کے پیٹ میں سانس کے ذریعہ راہ خدا کا غبار پہنچ جائے وہاں دوزخ کا دھواں نہ پہنچے یعنی وہ دوزخ میں تو کیا دوزخ کے قریب بھی نہ جائے گا جہاں دوزخ کی آگ کا دھواں پہنچتا ہے۔ خیال رہے کہ دوزخ میں کہیں آگ بغیر دھوئیں کی ہے جیسے دنیا میں ویلڈنگ کی آگ اور کہیں دھوئیں والی ہے، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ دوزخ کی آگ بغیر دھوئیں کے ہے پھر وہاں دھواں کیسا؟

شح اس بخل و کنجوسی کو کہتے ہیں جو مالی عبادات سے انسان کو روک دے یا ظلم کرا دے۔ ایمان سے مراد کامل ایمان ہے یعنی کامل مؤمن کبھی بخیل و کنجوس نہیں ہوتا اور کنجوس آدمی کبھی کامل مؤمن نہیں بن سکتا بلکہ کبھی بخل ایمان سے بھی روک دیتا ہے۔ قارون کے بخل نے اسے کافر بنا دیا، بخل اور شح میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر شح بخل ہے مگر ہر بخل شح نہیں۔ شح خدا تعالیٰ کا عذاب ہے۔ خیال رہے کہ عربی میں دل کو قلب کہتے ہیں، قلب کے معنی ہیں الٹنا پلٹنا، چونکہ دل کبھی روح کی طرف ہو جاتا ہے جس سے اس پر نورانی تجلیاں پڑتی ہیں اور کبھی نفس کی طرف جس سے اس پر نفسانی تاریکیاں آجاتی ہیں، گویا دل وہ بیٹھک ہے جس کے دو دروازے ہیں ایک یار کی طرف (درون خانہ) دوسرا اغیار کی طرف یار والا دروازہ کھل جاوے تو خلوت خانہ ہو جاتا ہے، ورنہ جلوت خانہ اس لیے اسے قلب کہتے۔ (از مرقات مع الزیادۃ) اس لیے حضور دعا مانگتے تھے کہ اے دلوں کے بدلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ جیسے صاف آئینہ میں سارا گھر اور گھر والا نظر آتا ہے یوں ہی صاف شفاف دل میں عرش و فرش جنت و دوزخ مخلوق و خالق کی تجلی نظر آتی ہے۔

دردل مؤمن بگنجم اے عجب   گر تو مے جوئی دریں دلہا طلب

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۲۲)

(1310) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ دو قسم کی آنکھیں ہیں جن کو آگ نہ مس کرے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے رو پڑی۔ اور ایک وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں پہرا دیتے ہوئے رات گزاری۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الحرس فی سبیل اللہ، ج۳ص۹۲، رقم: ۱۶۰۹، مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالك، ج۷ص۳۰۷، رقم: ۴۳۴۶، مجمع الزوائد للهیثمی، باب الحرس فی سبیل الله، ج۵ص۵۲۳، رقم: ۹۴۸۸، مسند الشهاب، باب عینان لا تمسها النار عین بکت فی جوف اللیل، ص۲۱۱، رقم: ۱۳۲۰، اتحاف الخیرۃ المهرۃ، باب فضل الحرس فی سبیل الله عزوجل، ج۵ص۳۶، رقم: ۴۳۶۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دو قسم کی آنکھیں یہ شبہ شخصی نہیں بلکہ نوعی ہے۔ خیال رہے کہ جب اس آنکھ کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی تو آنکھ والے کو بھی نہ چھوئے گی، یہ مطلب نہیں کہ صرف آنکھ تو آگ سے بچی رہے باقی جسم آگ میں جائے، اگر ایک عضو بخشا جاوے تو اس کے صدقہ سے سارے اعضاء بخشے جائیں گے۔ مصنفین علماء دین کی اگر انگلیاں بخش دی گئیں تو ان شاء اللہ سارا جسم بخش دیا جائے گا۔

اسی طرح جو آنکھ عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں روئے ان شاء اللہ بخشی جائے گی، دونعمتیں بڑی شاندار ہیں خوف خدا عشق مصطفی۔ شعر

ذرہ عشق نبی از حق طلب
سوز صدیق و علی از حق طلب

اسی طرح کہ سفر جہاد کا غازی سو جاوے، یہ بندہ ان کا پہرہ دے تاکہ کفار شب خون نہ مار سکیں یہ رات جاگ کر گزارے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۴۲۳)

(1311) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں کسی نمازی کو سامان دیا۔ پس اس نے جہاد کیا اور نمازی کے اہل کا جس نے بھلائی کے ساتھ خیال رکھا اس نے غزوہ کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من جهز غازيا او خلفه بخير، ج ۲ ص ۲۱۷، رقم: ۲۸۴۳ صحیح مسلم، باب فضل اعانة الغازى فى سبيل الله بمركوب وغيره و خلافته فى اهله بخير، ج ۳ ص ۴۲، رقم: ۵۰۱۱ المنتقى لابن الجارود، باب ما يجزى من الغزو ومن جهز غازيا، ص ۲۵۹، رقم: ۱۰۳۶ سنن الكبرى للبيهقى، باب ما جاء فى تجهيز الغازى واجر الجاعل، ج ۹ ص ۲۸، رقم: ۱۸۲۹۶ اتحاف الخيرة المهرة للبوصيرى، كتاب الامارة، ج ۵ ص ۹۹، رقم: ۴۴۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، عبدالملک کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی، ۷۸ھ میں بعض نسخوں میں یزید ابن خالد ہے۔

(کسی غازی کو سامان دیا) یعنی غازی کو سامان سفر سامان جنگ یا روٹی، کپڑا، سواری دینے والے کو بھی جہاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، یہاں جہاد سے حکمی جہاد مراد ہے یعنی ثواب۔

(غازی کے اہل کا جس نے بھلائی کے ساتھ خیال رکھا) یعنی جو مجاہد کے پیچھے اس کے بال بچوں کی خدمت اس کے گھر بار کی دیکھ بھال کرے وہ بھی ثواب جہاد میں شریک ہو گیا کیونکہ اس کی اس خدمت سے غازی کا دل مطمئن ہو گا جس سے وہ جہاد اچھی طرح کر سکے گا تو گویا یہ شخص غازی کے اطمینانِ دل کا ذریعہ بنا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۹۳)

(1312) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَمَنِيحَةُ خَادِمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، اَوْ طَرُوْقَةُ فَحْلٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زیادہ فضیلت والا صدقہ اللہ کی راہ میں خیمہ کا سایہ دینا اور اللہ کی راہ خادم کا عطیہ ہے یا پھر اللہ کی راہ میں نر جانور سے مادہ کو گابھن کرنا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

صَحِیْحٌ".

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل الخدمة فی سبیل الله ج۳ص۹۰ رقم: ۱۶۲۷ المعجم الکبیر للطبرانی من اسمه صدی بن العجلان ج۸ص۲۳۳ رقم: ۷۹۳۲ مشکوة المصابیح کتاب الجهاد الفصل الثانی ج۲ص۳۷۰ رقم: ۳۸۲۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ مجاہدین کو بالکل یا عاریۃً خیمہ دے دیا جائے کہ وہ سفر جہاد میں اس کے سایہ میں بیٹھا کریں، اسی طرح حجاج کو عرفات وغیرہ میں خیمہ، شامیانہ لگا دینا، اگر طلباء میدان میں بیٹھ کر پڑھتے ہوں مدرسہ کی عمارت نہ ہو ان کے لیے سایہ کا انتظام کر دینا، جہاں مسجد نہ ہو وہاں نمازیوں کے لیے شامیانہ یا خیمہ لگا دینا سب ہی اس میں داخل ہیں۔ قسطاط ہر چھوٹے بڑے خیمہ کو کہا جاتا ہے۔

غازیوں، حاجیوں، دینی علماء وطلباء کی خدمت کے لیے کوئی آدمی مقرر کر دینا جس کی تنخواہ خود برداشت کرنا۔

اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ مجاہدین کے لیے جو اونٹنیاں ہوں انہیں حاملہ کرنے کے لیے نر اونٹ عاریۃً دے دینا کہ یہ بھی ثواب ہے اس سے جو اونٹ کی نسل چلے گی اس پر مجاہدین جہاد کریں گے اسے ثواب ملیگا۔ دوسرے یہ کہ مجاہد کو سواری کے لیے عاریۃً اونٹ دے دینا۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۹۳)

(1313) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ فَتًى مِّنْ اَسْلَمَ، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ اُرِيْدُ الْغَزْوَ وَلَيْسَ مَعِيَ مَا اَتَجَهَّزُ بِهٖ، قَالَ: "اِئْتِ فُلَانًا فَاِنَّهٗ قَدْ كَانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ" فَاَتَاهُ، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَيَقُوْلُ: اَعْطِنِي الَّذِيْ تَجَهَّزْتَ بِهٖ. قَالَ: يَا فُلَانَةُ، اَعْطِيْهِ الَّذِيْ كُنْتُ تَجَهَّزْتُ بِهٖ، وَلَا تَحْبِسِيْ عَنْهُ شَيْئًا، فَوَاللّٰهِ لَا تَحْبِسِيْ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارَكَ لَكِ فِيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا جنگ کرنے کا ارادہ ہے لیکن میرے پاس سامان نہیں ہے جو لے کے جا سکوں اپنے ساتھ۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں کے پاس جاؤ اس نے سامان تیار کیا تھا لیکن وہ بیمار ہو گیا ہے وہ نوجوان اس آدمی کے پاس گیا پس اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تجھے سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم مجھے وہ سامان دے دو جو تم نے تیار کیا تھا اس نے کہا: اے فلانہ! وہ سامان اس آدمی کو دے دو جو میں نے اپنے لیے تیار کیا تھا اور اس سے کوئی چیز روک کر نہ رکھنا۔ اللہ کی قسم تم جو چیز بھی اس سے روکو گی۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہ دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب فضل اعانة الغازی فی سبیل الله بمرکوب وغیره ج ۴ص۴۱ رقم: ۵۰۱۰ سنن ابوداؤد

باب فیما یستحب من انفاذ الزاد فی الغزو اذا قفل ج ۳ص ۳۶، رقم: ۲۷۸۲)

شرح حدیث: کیا خرچ کرنا سات سو گنا ہے؟

حضرتِ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا، خوشخبری ہے اس کے لئے جو اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے ذکر اللہ کی کثرت کرے تو اس کے لئے ہر کلمہ کے عوض ستر ہزار نیکیاں ہیں اور ان میں سے ہر نیکی دس گنا ہے اور اللہ عزوجل کے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کرنا؟ فرمایا، خرچ کرنا بھی اسی طرح ہے۔

حضرت سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، کیا خرچ کرنا سات سو گنا ہے؟ حضرتِ سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تمہارا فہم کمزور ہے، یہ تو اس وقت ہے جب لوگ گھر پر رہتے ہوئے جہاد کئے بغیر خرچ کریں اور جب وہ جہاد کرتے ہوئے اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہیں تو اللہ عزوجل اپنی رحمت کے اُن خزانوں کو بندوں پر کھول دیتا ہے جو اِن کے علم سے پوشیدہ ہیں اور ان لوگوں کا وصف اس طرح سے بیان کیا گیا ہے، یہ اللہ کی جماعت ہے اور اللہ ہی کی جماعت غالب ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۱۴۳، ج ۲۰، ص ۷۷)

(1314) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اِلٰى بَنِيْ لَحْيَانَ، فَقَالَ: "لِيَنْبَعِثْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا، وَالْاَجْرُ بَيْنَهُمَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "لِيَخْرُجْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ رَجُلٌ" ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ: "اَيُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ بِخَيْرٍ كَانَ لَهٗ مِثْلُ نِصْفِ اَجْرِ الْخَارِجِ".

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنولحیان کی طرف ایک دستہ فوج کا بھیجا تو فرمایا ہر دو آدمیوں میں سے ایک جائے اور ثواب دونوں کے درمیان ہے۔ (مسلم) اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے ہر دو آدمیوں میں سے ایک آدمی نکلے۔ پھر بیٹھنے والے کو فرمایا تم میں جو جانے والے کے اہل و مال میں بھلائی کے ساتھ پیش گا اس کا جانے والے کے اجر کا نصف جتنا نصیب ہوگا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل الله بمر کوب وغیرہ وخلافته فی اهله بخیر، ج ۳ص ۴۲، رقم: ۵۰۱۳ سنن الکبرٰی للبیهقی، باب الامام یغزی من اهل دار من المسلمین، ج ۹ص ۴۰، رقم: ۱۸۳۵۴ صحیح ابن حبان، باب الخروج و کیفیة الجهاد، ج ۳ص ۵۱۳، رقم: ۴۷۲۹ مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی سعید الخدری، ج ۱ص ۲۶۳، رقم: ۱۲۸۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۳ص ۳۳، رقم: ۱۱۳۱۹)

شرح حدیث: ہر درہم کے بدلے سات لاکھ دراہم

حضرتِ سیدنا عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنزّہٌ عَنِ الْعُیوب

صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں مال بھیجا حالانکہ خود اپنے گھر میں ہی ٹھہرا رہا اُس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات سو درا ہم ہیں اور جس نے بذات خود اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کیا اور اپنا مال اس جنگ میں خرچ کیا تو اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درا ہم ہیں پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی،

وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ (پ۳، البقرۃ:۲۶۱)

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الجھاد، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ، رقم ۲۷۶۱، ج ۳، ص ۳۳۹)

(1315) وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُّقَنَّعٌ بِالْحَدِيْدِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ؟ قَالَ: "اَسْلِمْ، ثُمَّ قَاتِلْ". فَاَسْلَمَ، ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَمِلَ قَلِيْلًا وَّاَجِرَ كَثِيْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی لوہے کے لباس میں چھپا ہوا حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی جنگ کروں یا اسلام لاؤں۔ فرمایا: اسلام لا پھر جنگ کرو وہ اسلام لایا پھر جہاد کرنے لگا اور شہید ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے کام تھوڑا کیا اور ثواب زیادہ پایا۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب عمل صالح قبل القتال، ج۲ص۱۰۳۳، رقم: ۲۶۵۳ صحیح مسلم، باب ثبوت الجنة للشھید، ج۲ص۳۳، رقم: ۵۰۲۲ السنن الکبری للبیھقی، باب من یسلم فیقتل مکانه فی سبیل الله، ج۹ص۳۱۱، رقم: ۱۹۰۱۲ سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی فضل الشھادة، ج۲ص۲۱۲، رقم: ۲۵۵۵ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث البراء بن عازب، ج۶ص۴۹۰، رقم: ۱۸۵۸۸)

شرح حدیث: شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بندہ جہنمیوں کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے اور کوئی شخص جنتیوں کے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ جہنمیوں میں سے ہوتا ہے، کیونکہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہی ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الاعمال بالخواتیم، الحدیث: ۶۴۹۳، ج ۵، ص ۲۷۵، تقدما تأخرا)

کیا ہم اپنی تقدیر ہی پر بھروسہ کرلیں؟

صرف تقدیر ہی پر بھروسہ کر لینا درست نہیں کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جب مذکورہ بات سنی تو عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم! پھر عمل کس لئے کریں، کیا ہم اپنی تقدیر ہی پر بھروسہ نہ کرلیں؟ تو محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: نہیں! بلکہ عمل کرو، کیونکہ جسے جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس کے لئے وہ کام آسان کر دیا جاتا ہے۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے یہ آیاتِ مبارکہ تلاوت فرمائیں:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی O وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی O فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی O وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰی O وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی O فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی O

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جس نے دیا اور پرہیز گاری کی اور سب سے اچھی کو سچ مانا تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کردیں گے اور وہ جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا اور سب سے اچھی کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کردیں گے۔ (پ30، اللیل:5 تا10) (الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۲۹۴)

(1316) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا اَحَدٌ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ یُحِبُّ اَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا وَلَهٗ مَا عَلَی الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا الشَّهِیْدُ، یَتَمَنّٰی اَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا، فَیُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ؛ لِمَا یَرٰی مِنَ الْكَرَامَةِ". وَفِیْ رِوَایَةٍ: "لِمَا یَرٰی مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو جنت میں داخل ہوگا دنیا بھر کی نعمتیں ملنے کے وعدہ پر بھی وہ دنیا میں لوٹنا پسند نہ کرے گا لیکن شہید یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا کی طرف لوٹایا جائے پس دس دفعہ قتل کیا جائے۔ اس عزت و کرامت کے باعث جو وہ دیکھتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے شہادت کی فضیلت دیکھنے کی وجہ سے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمنی الشهادة ان یرجع الی الدنیا، ج۲ص۲۲، رقم: ۲۸۱۷، صحیح مسلم، باب فضل الشهادة فی سبیل الله، ج۶ص۳۵، رقم: ۴۹۷۵، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب فضل الشهادة فی سبیل الله عزوجل، ج۹ص۱۶۳، رقم: ۱۸۹۸۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی ثواب الشهداء، ج۳ص۱۷۷، رقم: ۱۶۴۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۳ص۱۲۶، رقم: ۱۲۲۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں روحانی داخلہ مراد ہے جو بعض مؤمنوں کو مرتے ہی نصیب ہوجاتا ہے، جسمانی داخلہ بعد قیامت ہوگا جب دنیا ختم ہوچکی ہوگی لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ خیال رہے کہ عام مؤمنین کی قبروں میں جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے وہاں کی ہوائیں، خوشبوئیں وغیرہ آتی رہتی ہیں شہداء وغیرہ کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں جنت میں داخل ہوجاتی ہیں بعد قیامت اس جسم کے ساتھ جنت میں داخلہ ہوگا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

(اگرچہ دنیا کی ہر چیز اسے ملے (کیونکہ دنیا آفات کی جگہ ہے، اگرچہ دنیا میں کسی کو بہت زیادہ آرام ملے مگر وہ سب آرام اس آرام کے مقابل تکالیف ہیں، جیل کا اے کلاس بھی گھر کی آزادی گھر کے آرام کے مقابل ہیچ ہے۔

(پھر دس بار قتل کیا جائے) دس بار سے مراد کئی بار ہے، یعنی شہید تمنا کرے گا کہ پھر مجھے دنیا میں بھیج کر شہادت کا موقعہ دیا جائے، جو مزہ راہِ خدا عزوجل میں سر کٹانے میں آیا وہ کسی چیز میں نہ آیا۔

(کیونکہ وہ احترام دیکھتا ہے) ظاہر یہ ہے کہ کرامت سے مراد اخروی عزت و حرمت ہے یعنی وہ سوچے گا کہ جب

ایک دفعہ شہید ہونے سے مجھے اتنی عزت ملی تو بار بار شہید ہونے سے کتنی عزت ملے گی اور ہو سکتا ہے کہ کرامت سے مراد وہ لذت ہو جو اسے راہِ خدا عزوجل میں سر کٹانے سے ہوئی ہو، عبادت میں بھی لذت ہے، جسے اللہ کے بندے محسوس کرتے ہیں۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۵ ص۶۹۹)

(1317) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلشَّهِيْدِ كُلَّ شَيْءٍ اِلاَّ الدَّيْنَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ شہید کو قرض کے سوا سب کچھ معاف فرما دے گا۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ اِلاَّ الدَّيْنَ".

مسلم ہی کی ایک اور روایت ہے کہ اللہ کی راہ میں شہید ہونا قرض کے سوا سب کچھ (گناہ) مٹا دیتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الدین، ج۶ص۳۸، رقم: ۴۹۹۲ السنن الکبری للبیھقی، باب الرجل یکون علیہ دین فلا یغزو والاباذن اھل الدین، ج۹ص۲۵، رقم: ۱۸۲۸۲ مسند البزار، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۱ص۳۷۹، رقم: ۲۴۵۵ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ ھارون، ج۹ص۱۳۶، رقم: ۹۳۴۲ الاتمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العید، کتاب الجھاد، ج۲ص۴۵۷، رقم: ۸۹۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں قتل مصدر مجہول ہے بمعنی قتل کیا جانا، شہید ہونا، اس کی تائید گزشتہ حدیث کر رہی ہے، اور ہو سکتا ہے کہ قتل سے مراد قتل کرنا، یعنی جہاد کرنا ہو۔

اس کی شرح ابھی ہو چکی۔ قرض سے مراد وہ قرض ہے جس کا مطالبہ کرنے کا حق بندے کو ہو خواہ بیوی کا دین، مہر ہو، یا کسی سے لیا ہوا قرض، یا ماری ہوئی امانت، یا غصب کیا ہوا مال کہ یہ ہی بندوں کے حقوق ہیں، اپنے ذمہ رہی ہوئی زکوۃ فطرانہ، قربانی، ذمہ کی نذر یا روزہ نماز وغیرہ مراد ہیں، مرقات نے یہاں ان سب چیزوں کو دین مانا ہے مگر یہ قوی نہیں، ورنہ پھر تو کوئی گناہ معاف نہ ہونا چاہیے کیونکہ ہر گناہ رب تعالیٰ کا وہ قرض ہے جو بندے نے مار لیا۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۵ ص۷۰۲)

(1318) وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيْهِمْ فَذَكَرَ اَنَّ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالْاِيْمَانَ بِاللّٰهِ، اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اَتُكَفَّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ،

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان کھڑے ہوئے تو آپ نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور اللہ پر ایمان لانے کے متعلق ذکر کیا کہ یہ افضل اعمال ہیں۔ پس ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کا کیا خیال ہے اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف ہو

إِنْ قُتِلْتَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ". ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَيْفَ قُلْتَ؟" قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، أَتُكَفَّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ، وَأَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ، إِلَّا الدَّيْنَ فَإِنَّ جِبْرِيْلَ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - قَالَ لِيْ ذٰلِكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

جائیں گے تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! اگر تو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے اور تو صبر کرنے والا اور ثواب کی امید رکھنے والا ہو۔ آگے بڑھنے والا اور پیچھے نہ ہٹنے والا ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا کہا تو نے؟ اس نے کہا: آپ کیا خیال فرماتے ہیں کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف ہو جائیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! اور تو صبر کرنے والا ثواب کی امید رکھنے والا ہو' آگے بڑھنے والا' پیچھے ہٹنے والا نہ ہو سوائے قرض کے (وہ صاف نہیں) کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہی کہا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من قتل فی سبیل اللہ کفر تخطایاہ الا الدین، ج ۶ص ۳۷، رقم: ۴۹۸۸ سنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما جاء من التشدید فی الدین، ج ۵ص ۳۵۵، رقم: ۱۱۲۸۱ موطأ امام مالك، باب الشھداء فی سبیل الله، ج ۲ص ۴۶۱، رقم: ۹۸۶ (دار احیاء التراث، مصر) سنن ترمذی، باب ما جاء فیمن یستشھد وعلیه دین، ج ۲ص ۲۱۲، رقم: ۱۷۱۲ سنن الکبرٰی للنسائی، باب من قتل فی سبیل الله وعلیه دین، ج ۳ص ۲۳، رقم: ۴۳۶۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ان کے درمیان کھڑے ہوئے) وعظ فرمانے کے لیے یوں تو حضور کا ہر کلام وعظ تھا اور ہر مجلس مجلس وعظ تھی مگر بعض دفعہ اہتمامًا قیام فرما کر کلام فرمایا جاتا تھا یہ بھی ان ہی میں سے تھا۔

(یہ افضل اعمال ہیں) خیال رہے کہ ایمان دل کا عمل ہے اور جہاد جسم کا عمل، ایمان تو مدار نجات ہے اور اعمال ظاہری ذریعہ ترقی درجات، بعض حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے اور عام حالات میں نماز جہاد سے افضل ہے، یہاں وہ ہی خاص حالات مراد ہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں نماز کو افضل اعمال فرمایا گیا ہے۔

حق یہ ہے کہ یہاں خطایا سے مراد سارے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ہیں بلکہ تمام حقوق اللہ اور حقوق عباد جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔

یہاں تمام گناہوں کی معافی کے لیے دو قیدیں ارشاد ہوئیں: ایک اخلاص سے جہاد کرنا، دوسرے وہاں سے گھبرا کر نہ بھاگنا، سینہ میں تیر یا گولی کھانا۔ یہاں پیٹھ پھیرنے سے مراد بزدلی کے طور پر بھاگنے کے ارادے سے پیٹھ پھیرنا ہے، اگر اکیلا رہ جانے والا غازی اپنے کیمپ کی طرف قوت حاصل کرنے کے لیے بھاگے یا جنگی چال کے طور پر پیچھے ہٹے تو اس کا یہ حکم نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ لہذا یہ حدیث آیت کے خلاف نہیں۔

(رسول اللہ نے فرمایا: کیا کہا تم نے؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سوال بھول نہ گئے تھے، دوبارہ سوال کرنا اظہار اہتمام کے لیے ہے تا کہ اسے یہ جواب خوب یاد رہے۔ (مرقات)

یہاں قرض کے متعلق شارحین کے کئی قول ہیں: بعض نے فرمایا کہ قرض سے مراد بندے کے سارے مارے ہوئے حقوق ہیں چوری، خیانت، غصب، قتل وغیرہ۔ مرقات نے فرمایا کہ قرضہ سے وہ قرضہ مراد ہے جس کے ادا کرنے کی نیت نہ ہو، اگر ادا کرنے کی نیت تھی مگر موقعہ نہ ملا کہ شہید ہوگیا وہ قرض خود قرض خواہ سے معاف کرا دیا جائے گا مگر دریا کا شہید اس کا قرضہ بھی معاف ہوجاتا ہے اور اس کی روح بلاواسطہ خود رب تعالیٰ قبض فرماتا ہے حضرت ملک الموت کے سپرد نہیں فرماتا۔ (مرقاۃ)

یعنی ابھی وحی الٰہی آئی جس میں مجھ سے یہ فرمایا گیا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور پر صرف قرآن کریم کی ہی وحی نہ ہوئی اس کے علاوہ اور بھی وحی ہوئی ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہر وحی کو صحابہ کرام دیکھا نہ کرتے تھے، بعض وقت ان حضرات نے وحی آتے دیکھی، بلکہ بعض اوقات جبرائیل امین کو بھی دیکھا اور بعض وقت کچھ بھی نہ دیکھا، رب تعالیٰ نے اپنے محبوب سے باتیں کرلیں پاس والوں کو خبر بھی نہ ہوئی، اس وقت جو وحی آئی یہ اسی دوسری قسم کی تھی، بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ وحی پہلے آچکی تھی مگر یہ درست نہیں، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سائل سے یہ پہلے ہی فرما دیتے دوبارہ بلانے اور سوال پوچھنے کی حاجت نہ ہوتی۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۰۷)

(1319) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: اَيْنَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ قُتِلْتُ؟ قَالَ: "فِي الْجَنَّةِ" فَاَلْقٰى تَمَرَاتٍ كُنَّ فِيْ يَدِهٖ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو کہاں رہوں گا' آپ نے فرمایا: جنت میں تو اس نے کچھ کھجوریں پھینک دیں جو اس کے ہاتھ میں تھیں' پھر لڑنے لگا حتیٰ کہ شہید ہوگیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوۃ أحد، ج ۲ ص ۴۹۵، رقم: ۴۰۴۶ صحیح مسلم، باب ثبوت الجنة للشهيد، ج ۲ ص ۵۴۳، رقم: ۵۰۲۲ الاحاد والمثانی، من اسمه ثابت بن قیس بن شماس، ص ۳۶۳، رقم: ۱۹۲۲ مسند الحمیدی، احادیث جابر بن عبداللہ، ص ۵۴۶، رقم: ۱۲۴۹ سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی فضل الشهادة، ص ۲۱۹، رقم: ۲۵۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جنت کے اس اعلیٰ مقام میں جو شہیدوں کے لیے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بزرگ کا خاتمہ بالخیر ہونے والا تھا اور تمام گناہوں کی معافی اس کے نصیب میں تھی شہادت اس کے مقدر ہو چکی تھی اس لیے یہ جواب عطا ہوا۔ معنی یہ ہیں تو شہید ہوتے ہی جنت میں پہنچے گا۔ وہ سائل چھوارے کھا رہا تھا اور یہ سوال کر رہا تھا جواب عالی سنتے ہی شہادت و جنت کے

شوق میں چھوارے پھینک دیئے اسے اب تھوڑی زندگی بھی بوجھ معلوم ہونے لگی۔

بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ صاحب حضرت عمیر ابن حمام ہیں مگر یہ درست نہیں کیونکہ حضرت عمیر تو غزوہ بدر میں شہید ہوئے ہیں اور واقعہ غزوہ احد کا ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۳۰)

(1320) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ حَتّٰى سَبَقُوا الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى بَدْرٍ، وَجَآءَ الْمُشْرِكُوْنَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَقْدَمَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اِلٰى شَيْءٍ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا دُوْنَهٗ". فَدَنَا الْمُشْرِكُوْنَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُوْمُوْا اِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" قَالَ: يَقُوْلُ عُمَيْرُ بْنُ الْحُمَامِ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، جَنَّةٌ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ: بَخٍ بَخٍ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا يَحْمِلُكَ عَلٰى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ؟" قَالَ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا رَجَآءَ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِهَا، قَالَ: "فَاِنَّكَ مِنْ اَهْلِهَا" فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِّنْ قَرَنِهٖ، فَجَعَلَ يَاْكُلُ مِنْهُنَّ، ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ اَنَا حَيِيْتُ حَتّٰى اٰكُلَ تَمَرَاتِيْ هٰذِهٖ اِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيْلَةٌ، فَرَمٰى بِمَا كَانَ مَعَهٗ مِنَ التَّمْرِ، ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَلْقَرَنُ" بِفَتْحِ الْقَافِ وَالرَّاءِ: هُوَ جُعْبَةُ النُّشَّابِ.

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ میدان بدر میں مشرکین سے پہلے پہنچ گئے پھر مشرکین بھی آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک میں نہ کہوں کوئی کچھ نہ کرے تو مشرک قریب آ گئے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس جنت کی طرف اٹھو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے۔ حضرت عمیر بن حمام انصاری ﷛ کہنے لگے: یارسول اللہ! جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے؟ فرمایا: ہاں عرض کی' واہ' واہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں واہ' واہ کہنے پر کس نے آمادہ کیا۔ عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم صرف اس امید نے کہ میں جنت والوں میں سے ہوں گا۔ فرمایا: تو یقینا جنتی ہے تو اس نے اپنے ترکش سے کچھ کھجوریں نکالیں اور کھانے لگا۔ پھر کہا اگر میں اپنی یہ کھجوریں کھانے تک زندہ رہا تو بڑی لمبی زندگی ہے۔ تو جو کھجوریں اس کے پاس تھیں اس نے پھینک دیں اور ان سے لڑائی شروع کر دی حتی کہ شہید ہو گیا۔ (مسلم) قرن: قاف اور را پر زبر کے ساتھ تیر رکھنے کے تھیلے یا ترکش کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحيح مسلم، باب ثبوت الجنة للشهيد، ج٣ص١٥٠٩، رقم: ١٩٠١ سنن الكبرى للبيهقي، باب من تبرع بالتعرض رجاء احدى الحسنيين، ج٩ص٣٢، رقم: ١٧٥٩٢ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج٣ص١٣٦، رقم: ١٢٣٢١ مسند عبد ابن حميد، مسند انس بن مالك، ج١ص٣٧٩، رقم: ١٢٧٢)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بدر ایک شخص کا نام تھا جس نے ایک جگہ کنواں کھدوایا اس کنویں کا نام بھی بدر تھا، پھر اس میدان کا نام بدر ہو گیا اب وہاں بڑی بستی ہو گئی ہے۔ مدینہ منورہ سے ایک سو چوالیس میل جانب مکہ معظمہ ہے۔ اس فقیر نے اس جگہ اور اس کے متبرک مقامات کی کئی بار زیارت کی ہیں۔ پہلا باقاعدہ اسلامی جہاد اسی جگہ ہوا، بدر مذکر بھی بولا جاتا ہے مؤنث بھی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مجاہد صحابہ کے ساتھ بدر میں پہلے پہنچ گئے، مشرکین مکہ بعد میں وہاں پہنچے۔

(اس جنت کی طرف اٹھو) یعنی اس عمل کی طرف چلو جو جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے وہاں جانا گویا جنت میں ہی جانا ہے جیسے فرمایا گیا ہے کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے یا جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے، عموماً ہر چیز کی چوڑائی اس کی لمبائی سے چھوٹی ہوتی ہے، جنت کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمینوں کی برابر ہے تو غور کرو کہ اس کی لمبائی کتنی ہوگی، اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت نفیس طریقہ سے باریک مسئلہ سمجھا دیا۔

آپ عمیر ابن حمام ابن اجرع انصاری سلمی ہیں، انصار میں سب سے پہلے شہید آپ ہیں، آپ کو خالد ابن اعلم نے شہید کیا۔ (مرقات)

(پر کس نے آمادہ کیا) یعنی ہمارے اس فرمان پر تم کیوں خوشی منا رہے ہو اور خوب خوب کیوں کہہ رہے ہو کچھ اس کی حقیقت بھی ہے یا صرف شغل کرتے ہوئے یہ کہتے ہو، قتل کے ڈر سے کہتے ہو یا جنت کی امید سے۔ حضور انور کا سوال اس لیے ہے کہ حضرت عمیر جواب دیں اور مسلمانوں کو ان کی اولوالعزمی معلوم ہو جائے ورنہ حضور تو ہر ایک کے دل کی حالت سے خبردار تھے جیسے جبل احد کے پتھروں کے دل کا حال معلوم کر کے فرمایا کہ احد ہم سے محبت کرتا ہے اور انسانوں کے دل کا حال کیونکر نہ معلوم ہوگا اس کا خیال رہے۔

(میں جنت والوں میں سے ہوں گا) معلوم ہوا کہ اپنا عمل و اخلاص و نیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا ریا کاری نہیں بلکہ اس سے عمل اور زیادہ قبول ہو جاتا ہے۔

(تم یقیناً جنتی ہے) یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک کے سعید و شقی ہونے پر مطلع ہونا کہ حضرت عمیر کے جنتی ہونے یعنی ایمان پر خاتمہ اور شہادت حساب محشر میں کامیابی، پل صراط سے بخیریت گزرنے کی خبر پہلے ہی سے دے رہے ہیں کیونکہ جنت میں داخلہ ان سب منزلوں سے گزرنے کے بعد ہوگا۔ خیال رہے کہ جس کے ایمان و جنتی ہونے کی حضور رجسٹری فرما دیں اس کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسے رب کی وحدانیت یقینی ہے۔

قرن قاف اور ر کے فتحہ سے بمعنی ترکش جس میں تیر رکھے جاتے ہیں۔

(اگر میں اپنی یہ کھجوریں کھانے تک زندہ رہا تو بڑی لمبی زندگی ہے) یہ ہے شوق شہادت کہ اب اپنی زندگی بھی بوجھ معلوم ہو رہی ہے یا یہ عمل ہے حضور کے اس فرمان عالی پر کہ قوموا الی جنة، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔

(حتیٰ کہ شہید ہو گئے) اور اپنے مقصد کو پہنچ گئے، نیت خیر سے موت کی تمنا، موت کی دعا، موت حاصل کرنے کی ایسی کوشش بھی عبادت ہے۔ شعر

جانِ تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۰۶)

(1321) وَعَنْهُ، قَالَ: جَآءَ نَاسٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ ابْعَثْ مَعَنَا رِجَالًا يُّعَلِّمُوْنَا الْقُرْاٰنَ وَالسُّنَّةَ، فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ سَبْعِيْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهُمْ: الْقُرَّاءُ، فِيْهِمْ خَالِيْ حَرَامٌ، يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ، وَيَتَدَارَسُوْنَ بِاللَّيْلِ يَتَعَلَّمُوْنَ، وَكَانُوْا بِالنَّهَارِ يَجِيْئُوْنَ بِالْمَآءِ، فَيَضَعُوْنَهُ فِي الْمَسْجِدِ، وَيَحْتَطِبُوْنَ فَيَبِيْعُوْنَهُ، وَيَشْتَرُوْنَ بِهِ الطَّعَامَ لِاَهْلِ الصُّفَّةِ، وَلِلْفُقَرَاءِ، فَبَعَثَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَرَضُوْا لَهُمْ فَقَتَلُوْهُمْ قَبْلَ اَنْ يَّبْلُغُوا الْمَكَانَ، فَقَالُوْا: اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا، وَاَتٰى رَجُلٌ حَرَامًا خَالَ اَنَسٍ مِّنْ خَلْفِهٖ، فَطَعَنَهٗ بِرُمْحٍ حَتّٰى اَنْفَذَهٗ، فَقَالَ حَرَامٌ: فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اِخْوَانَكُمْ قَدْ قُتِلُوْا وَاِنَّهُمْ قَالُوْا: اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

انہی سے روایت ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کہ ہمارے ساتھ کچھ لوگ بھیج دیں جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دیں تو آپ نے ان کے ساتھ ستر انصاری آدمیوں کو بھیج دیا۔ ان کو قراء کہا جاتا تھا۔ ان میں میرے ماموں حضرت حرام بھی تھے۔ وہ قرآن پڑھتے اور ایک دوسرے کو رات کے وقت درس دیتے اور سیکھتے سکھاتے تھے اور دن کے وقت نماز کے لیے پانی لا کر مسجد میں رکھتے تھے۔ اور لکڑیاں کاٹ کر بیچتے اور اس سے صفہ والے فقیروں کے لیے کھانا خریدتے تو ان کو رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے ساتھ بھیجا تو وہ ان کے درپے ہو گئے اور جگہ پر پہنچنے سے پہلے ان کو قتل کر دیا' تو انہوں نے قتل سے پہلے دعا کی۔ اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کریم (ﷺ) کو یہ بات پہنچا دے کہ ہم تجھے آ ملے ہیں۔ ہم تجھ سے راضی اور تو ہم سے راضی ہے۔ اور ایک آدمی حضرت انس ﷛ کے ماموں حضرت حرام کی پچھلی طرف سے نیزہ کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ تو حضرت حرام نے کہا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے بھائی قتل ہو چکے۔ اور انہوں نے کہا: اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کریم (ﷺ) کو یہ بات پہنچا دے کہ تو ہم سے راضی اور ہم تجھ سے راضی ہیں۔ (متفق علیہ) یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان وبئر معونہ، ج۵ص۱۰۶، رقم: ۴۰۹۲۔صحیح مسلم، باب ثبوت الجنۃ للشہید، ج۶ص۴۵، رقم: ۵۰۲۶۔دلائل النبوۃ للبیہقی، باب غزوۃ بئر معونۃ، ج۳ص۲۱۵، رقم: ۱۲۲۶۔جامع لااصول لابن اثیر، باب غزوۃ بئر معونۃ، ج۸ص۲۶۰، رقم: ۶۰۸۷)

شرح حدیث: واقعۂ بیر معونہ

ماہ صفر ۴ھ میں بیر معونہ کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ابو براء عامر بن مالک جو اپنی بہادری کی وجہ سے ملاعب الاسنہ (برچھیوں سے کھیلنے والا) کہلاتا تھا، بارگاہ رسالت میں آیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی دعوت دی، اس نے نہ تو اسلام قبول کیا نہ اس سے کوئی نفرت ظاہر کی بلکہ یہ درخواست کی کہ آپ اپنے چند منتخب صحابہ کو ہمارے دیار میں بھیج دیجئے مجھے امید ہے کہ وہ لوگ اسلام کی دعوت قبول کرلیں گے۔آپ نے فرمایا کہ مجھے نجد کے کفار کی طرف سے خطرہ ہے۔ابو براء نے کہا کہ میں آپ کے اصحاب کی جان و مال کی حفاظت کا ضامن ہوں۔(المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب بئر معونۃ، ج۲،ص۴۹۶ومدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج۲،ص۱۴۳ والکامل فی التاریخ، السنۃ الرابعۃ من الہجرۃ، ذکر بئر معونۃ، ج۲،ص۶۳)

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے ستر منتخب صالحین کو جو قراء کہلاتے تھے بھیج دیا۔یہ حضرات جب مقام بیر معونہ پر پہنچے تو ٹھہر گئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قافلہ سالار حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط لے کر عامر بن طفیل کے پاس اکیلے تشریف لے گئے جو قبیلہ کا رئیس اور ابو براء کا بھتیجا تھا۔اس نے خط کو پڑھا بھی نہیں اور ایک شخص کو اشارہ کردیا جس نے پیچھے سے حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا اور آس پاس کے قبائل یعنی رعل وذکوان اور عصیہ وبنولحیان وغیرہ کو جمع کر کے ایک لشکر تیار کرلیا اور صحابہ کرام پر حملہ کے لئے روانہ ہوگیا۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیر معونہ کے پاس بہت دیر تک حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی کا انتظار کرتے رہے مگر جب بہت زیادہ دیر ہوگئی تو یہ لوگ آگے بڑھے راستہ میں عامر بن طفیل کی فوج کا سامنا ہوا اور جنگ شروع ہوگئی کفار نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کر دیا، انہی شہداء کرام میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔جن کے بارے میں عامر بن طفیل کا بیان ہے کہ قتل ہونے کے بعد ان کی لاش بلند ہو کر آسمان تک پہنچی پھر زمین پر آگئی، اس کے بعد ان کی لاش تلاش کرنے پر بھی نہیں ملی کیونکہ فرشتوں نے انہیں دفن کر دیا۔(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب بئر معونۃ، ج۲،ص۴۹۸۔۵۰۲ملخصاً وصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع، الحدیث:۴۰۹۱، ج۳،ص۴۸)

حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عامر بن طفیل نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لئے میں تم کو آزاد کرتا ہوں یہ کہا اور ان کی چوٹی کا بال کاٹ کر ان کو چھوڑ دیا۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب بئر معونۃ، ج۲،ص۵۰۱)

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے چل کر جب مقام قرقرہ میں آئے تو ایک درخت کے سائے

میں ٹھہرے وہیں قبیلۂ بنو کلاب کے دو آدمی بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب وہ دونوں سو گئے تو حضرت عامر بن اُمیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کافروں کو قتل کر دیا اور یہ سوچ کر دل میں خوش ہو رہے تھے کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا بدلہ لے لیا ہے مگر ان دونوں شخصوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امان دے چکے تھے جس کا حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم نہ تھا۔

(کتاب المغازی للواقدی، باب غزوۃ بنی النضیر، ج ۱، ص ۳۶۳ والسیرۃ النبویۃ لابن ھشام، حدیث بئر معونۃ، ص ۳۷۶)

جب مدینہ پہنچ کر انہوں نے سارا حال دربار رسالت میں بیان کیا تو اصحاب بیر معونہ کی شہادت کی خبر سن کر سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا عظیم صدمہ پہنچا کہ تمام عمر شریف میں کبھی بھی اتنا رنج و صدمہ نہیں پہنچا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہینہ بھر تک قبائل رعل و ذکوان اور عصیہ و بنولحیان پر نماز فجر میں لعنت بھیجتے رہے اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن دو شخصوں کو قتل کر دیا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کے خون بہا ادا کرنے کا اعلان فرمایا۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب بئر معونۃ، ج ۲، ص ۵۰۳، ۵۰۸)

(1322) وَعَنْهُ، قَالَ: غَابَ عَمِّيْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِيْنَ، لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِيْ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ انْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ - يَعْنِيْ: اَصْحَابَهُ - وَاَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ - يَعْنِيْ: الْمُشْرِكِيْنَ - ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ: يَا سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ، الْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ، اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ! فَقَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَنَعَ! قَالَ اَنَسٌ: فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ، اَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ اَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ، وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ، فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ. قَالَ اَنَسٌ: كُنَّا نَرٰى - اَوْ نَظُنُّ - اَنَّ هٰذِهٖ

انہی سے روایت ہے کہ میرے چچا انس بن نضر ﷺ جنگ بدر سے غائب تھے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مشرکوں کے خلاف آپ کی پہلی جنگ میں، میں غیر حاضر تھا اگر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے جنگ میں مجھے حاضر کیا تو جو میں کروں گا اللہ کریم ظاہر فرما دے گا تو جب اُحد کا دن ہوا مسلمانوں کو بظاہر شکست ہوئی تو انہوں نے کہا: اے اللہ! میرے ساتھیوں نے جو کچھ کیا اس سے میں تیری بارگاہ میں معذرت چاہتا ہوں یعنی صحابہ کرام نے اور ان مشرکوں کی کارروائی سے تیری طرف بری ہوں پھر آگے بڑھے تو ان کا حضرت سعد نے سامنا ہوا کہنے لگے: اے سعد! رب کعبہ کی قسم مجھے احد کے دامن سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ حضرت سعد بن معاذ کہتے ہیں: یارسول اللہ میں وہ نہ کر سکا جو انس بن نضر نے کیا۔ حضرت انس (بن مالک) کہتے ہیں ہم نے ان کو اسی (80) سے چند اوپر زخموں کے

الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ اَشْبَاهِهٖ: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ﴾ (اَلْاَحْزَاب: 23) اِلٰى اٰخِرِهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ الْمُجَاهَدَةِ.

ساتھ دیکھا جو تلوار نیزے یا تیر کے تھے وہ ہمیں ایسے حال میں ملے کہ قریش نے ان کا مثلہ کر دیا تھا ان کو اس حالت میں کسی نے نہ پہچانا صرف ان کی بہن نے انہیں ان کے پوروں سے پہچانا۔ حضرت انس (بن مالک) کہتے ہیں ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہ آیت ان کے بارے اور ان جیسوں کے بارے میں نازل ہوئی (ایمانداروں میں سے کچھ مرد وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کو سچا کر دیا......آخر تک) (متفق علیہ) باب المجاہدہ میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوۃ احد، ج ۲ ص ۳۹۵، رقم: ۴۰۴۸، صحیح مسلم، باب ثبوت الجنۃ للشھید، ج ۲ ص ۶۰۴، رقم: ۵۰۲۴، مستدرک للحاکم، کتاب الجھاد، ج ۲ ص ۳۹۸، رقم: ۲۵۵۶، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ترك القود بالقسامۃ، ج ۸ ص ۱۲۸، رقم: ۱۶۹۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج ۳ ص ۲۰۱، رقم: ۱۳۱۰۷)

شرح حدیث: حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا ہیں۔ یہ بہت ہی بہادر اور جاں باز صحابی ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ احد کے دن اکیلے ہی کفار سے لڑتے ہوئے آگے بڑھتے ہی چلے گئے جب آپ نے دیکھا کہ کچھ مسلمان سست پڑ گئے ہیں اور آگے نہیں بڑھ رہے تو آپ نے بلند آواز سے للکار کر فرمایا: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ الْجَنَّةِ دُوْنَ اُحُدٍ وَاِنَّهَا لَرِيْحُ الْجَنَّةِ (یعنی میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں احد پہاڑ کے پاس جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور یقینا بلاشبہ یہ جنت ہی کی خوشبو ہے۔) آپ نے یہ فرمایا اور اکیلے ہی کفار کے نرغہ میں لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو کر گر پڑے اور شہادت کے شرف سے سرفراز ہوئے۔

ان کے بدن پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے اسی سے زیادہ زخم گنے گئے تھے اور کفار نے ان کی آنکھوں کو پھوڑ کر اور ناک، کان، ہونٹ کو کاٹ کر ان کی صورت اس قدر بگاڑ دی تھی کہ کوئی شخص ان کی لاش کو پہچان نہ سکا مگر جب ان کی بہن حضرت رُبیّع رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں تو انہوں نے ان کی انگلیوں کے پوروں کو دیکھ کر پہچانا کہ یہ میرے بھائی انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش ہے۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اس کا انہیں شدید رنج و قلق تھا کہ افسوس

!میں اسلام کے پہلے غزوہ میں غیر حاضر رہا۔ پھر وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر آئندہ کبھی اللہ تعالیٰ نے یہ دن دکھایا کہ کفار سے جنگ کا موقع ملا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں جنگ کیا کرتا ہوں اور کیا کر دکھاتا ہوں۔

چنانچہ ۳ھ میں جب جنگ احد ہوئی تو انہوں نے خدا تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر کے دکھا دیا کہ اپنے بدن پر اسی زخموں سے زائد زخم کھا کر شہید ہو گئے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی شان میں قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ

ترجمۂ کنز الایمان: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا۔

(پ۲۱، الاحزاب: ۲۳)

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الہمزۃ، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۸۵ واسد الغابۃ، انس بن النضر، ج۱، ص ۱۹۸ وحجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء۔۔۔ الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ۔۔۔ الخ، ص ۶۱۹)

خدا نے قسم پوری فرمادی

حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جھگڑا و تکرار کرتے ہوئے ایک انصاری کی لڑکی کے دو اگلے دانت توڑ ڈالے۔ لڑکی والوں نے قصاص کا مطالبہ کیا اور شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے قرآن مجید کے حکم کے مطابق یہ فیصلہ فرمادیا کہ ربیع بنت النضر کے دانت قصاص میں توڑ دیئے جائیں۔

جب حضرت انس ابن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا تو وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور یہ کہا: یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خدا تعالیٰ کی قسم! میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس بن النضر! تم کیا کہہ رہے ہو؟ قصاص تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فیصلہ ہے۔ یہ گفتگو ابھی ہو رہی تھی کہ لڑکی والے دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قصاص میں ربیع کا دانت توڑنے کے بدلے میں ہم لوگوں کو دیت (مالی معاوضہ) دلا دیا جائے۔ اس طرح انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم پوری ہوگئی اور ان کی بہن حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دانت توڑے جانے سے بچ گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پوری فرما دیتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب والجروح قصاص، الحدیث: ۴۶۱۱، ج۳، ص ۲۱۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشاد گرامی کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ ایسے مقبولان بارگاہ الٰہی ہیں کہ اگر کسی ایسی چیز کے بارے میں جو بظاہر ہونے والی نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے یہ بندے اگر قسم کھالیں

کہ ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ ان مقدس بندوں کی قسموں کو ٹوٹنے نہیں دیتا بلکہ اس نہ ہونے والی چیز کو موجود فرما دیتا ہے تا کہ ان مقدس بندوں کی قسم پوری ہو جائے۔

دیکھ لیجئے کہ حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے دربار نبوت سے قصاص کا فیصلہ ہو چکا تھا اور مدعی نے قصاص ہی کا مطالبہ کیا تھا لیکن جب حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم کھا گئے کہ خدا کی قسم! میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو خدا تعالیٰ نے ایسا ہی سبب پیدا کر دیا۔ تو ظاہر ہے کہ اگر فیصلہ کے مطابق دانت توڑ دیا جاتا تو ان کی قسم ٹوٹ جاتی مگر خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ہو گیا کہ مدعی کا دل بدل گیا اور اس نے بجائے قصاص کے دیت کا مطالبہ کر دیا اس طرح دانت ٹوٹنے سے بچ گیا اور ان کی قسم پوری ہو گئی۔

اس کی بہت سی مثالیں اور ثبوت حاصل ہوں گے کہ اللہ والے جس بات کی قسم کھا گئے اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو موجود فرما دیا اگرچہ وہ چیز ایسی تھی کہ بظاہر اس کے ہونے کی کوئی بھی صورت نہیں تھی۔

(1323) وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ، فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا هِيَ اَحْسَنُ وَاَفْضَلُ، لَمْ اَرَ قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا، قَالَا: اَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَهُوَ بَعْضٌ مِّنْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فِيْهِ اَنْوَاعٌ مِّنَ الْعِلْمِ سَيَاْتِيْ فِيْ بَابِ تَحْرِيْمِ الْكِذْبِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے آج رات دو آدمیوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے' انہوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا' پھر مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو سب سے اچھا اور افضل تھا جو میں نے کبھی دیکھا نہیں تھا۔ ان دونوں نے کہا یہ شہیدوں کا گھر ہے۔ (بخاری) یہ ایک طویل حدیث کا بعض حصہ ہے۔ جس میں کئی اقسام علم ذکر ہوں گی۔ عنقریب جھوٹ کی حرمت کے باب میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما قیل فی اولاد المشرکین، ج۲ص۱۰۲، رقم: ۱۳۸۶ صحیح ابن حبان، باب فضل الشھادۃ، ج۱۰ص۵۱۶، رقم: ۴۶۵۹)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے چہرہ انور سے ہم پر متوجہ ہوتے فرماتے تم میں آج رات کسی نے خواب دیکھا ہے فرماتے ہیں اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو اسے بیان کرتا آپ وہ فرماتے جو رب چاہتا چنانچہ ہم سے پوچھا فرمایا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں فرمایا لیکن میں نے آج رات دو شخصوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے انہوں نے میرے ہاتھ پکڑے پھر مجھے مقدس

زمین کی طرف لے گئے تو ایک شخص بیٹھا تھا اور ایک شخص کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا زنبور ہے جسے اس کے جبڑے میں داخل کرتا ہے تو اسے چیر دیتا ہے حتی کہ اس کی گدی تک پہنچا دیتا پھر اسکے دوسرے جبڑے سے اسی طرح کرتا اور اس کا وہ جبڑا بھر جاتا پھر لوٹتا تو اسی طرح کرتا ہے میں نے کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا چلئے چنانچہ ہم چل دیئے حتی کہ ایک شخص پر پہنچے جو اپنی پیٹھ پر لیٹا ہے اور ایک شخص اسکے سر پر پتھر یا چٹان لیے کھڑا ہے جس سے اس کا سر کچل رہا ہے جب اسے مارتا ہے تو پتھر لڑھک جاتا ہے وہ اسے لینے چلا جاتا ہے وہ اس تک لوٹ کر نہیں آتا حتی کہ اس کا سر بھر جاتا ہے اور اس کا سر جیسا تھا ویسا ہو جاتا ہے پھر وہ لوٹ کر اس تک آتا ہے اور اسے مارتا ہے میں نے کہا یہ کیا ہے؟ وہ بولے چلئے تو ہم چلے حتی کہ ہم ایک سوراخ تک پہنچے جو تنور کی طرح تھا کہ اس کا اوپر تنگ نیچا فراخ تھا جس کے نیچے آگ تھی جب آگ بھڑکتی تو وہ لوگ اوپر اچھلتے حتی کہ اس کے نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب بجھتی تو اس میں لوٹ جاتے اس میں ننگے مرد و عورتیں تھیں میں نے کہا یہ کیا ہے؟ وہ بولے چلئے ہم چل دیئے حتی کہ ایک خون کی نہر پر پہنچے جس میں ایک آدمی درمیان نہر کے کھڑا تھا اور نہر کے کنارے پر ایک آدمی کھڑا ہے جس کے سامنے پتھر تھے جو آدمی نہر میں تھا وہ آتا جب نکلنا چاہتا تو یہ شخص اس کے منہ میں پتھر مارتا تو اسے وہاں ہی لوٹا دیتا جہاں تھا پھر یہ کرنے لگا کہ جب بھی یہ نکلنے کے لیے آتا تو اس کے منہ میں پتھر مارتا وہ جہاں تھا وہاں لوٹ جاتا میں نے کہا یہ کیا ہے؟ وہ بولے چلئے ہم چلے حتی کہ ایک سبز باغ تک پہنچے جس میں ایک بڑا درخت تھا جس کی جڑ میں ایک بوڑھے صاحب اور کچھ بچے تھے ایک شخص درخت سے قریب تھا جس کے سامنے آگ تھی جسے وہ روشن کر رہا تھا یہ مجھے درخت تک لے گئے مجھے اس گھر میں داخل کیا جو درخت کے نیچے ہی تھا اس سے اچھا مکان میں نے کبھی نہ دیکھا اس میں کچھ لوگ بوڑھے اور جوان اور عورتیں و بچے تھے پھر وہ مجھے وہاں سے لے گئے مجھے اس درخت میں جڑ کے پاس ایسے گھر میں داخل کیا جو اس سے بھی اچھا اور بہتر تھا اس میں بوڑھے اور جوان تھے میں نے ان دونوں سے کہا تم نے مجھے آج رات بھر پھرایا مجھے اس کی خبر دو جو میں نے دیکھا وہ بولے ہاں لیکن وہ شخص جسے آپ نے دیکھا کہ اس کا جبڑا چیرا جا رہا ہے یہ وہ جھوٹا ہے جو جھوٹی خبر دیتا ہے جو اس سے نقل کی جاتی ہے حتی کہ سارے ملک میں پھیل جاتی ہے جو کچھ آپ نے دیکھا اس کے ساتھ تا روز قیامت کیا جاوے گا اور جو آپ نے دیکھا اس کا سر کچلا جا رہا ہے یہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا اور وہ رات میں اس سے غافل سویا اور دن میں اس کے فرمان پر عمل نہ کیا جو کچھ آپ نے دیکھا اس کے ساتھ یہ قیامت تک کیا جاوے گا اور جو لوگ آپ نے تنور میں دیکھے یہ زانی لوگ ہیں اور جسے آپ نے نہر میں دیکھا وہ سود خوار ہے اور وہ بوڑھے صاحب جنہیں آپ نے درخت کی جڑ میں دیکھا ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے آس پاس والے بچے وہ لوگوں کی اولاد ہے اور وہ جو آگ روشن کر رہے تھے وہ مالک ہیں دوزخ کے خزانچی اور پہلا گھر جس میں آپ گئے وہ عام مسلمانوں کا گھر ہے اور یہ گھر شہداء کا گھر ہے میں جبریئل ہوں اور یہ میکائیل اپنا سر تو اٹھایئے میں نے اپنا سر اٹھایا تو ناگاہ میرے سر پر بادل جیسا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ سفید تہ بہ تہ بادل جیسا وہ دونوں بولے یہ آپ کا گھر ہے

میں نے کہا مجھے چھوڑ و اپنے گھر میں جاؤں وہ بولے کہ ابھی آپ کی عمر باقی ہے جو آپ نے پوری نہیں کی اگر آپ وہ پوری کر لیتے تو اپنے گھر چلے جاتے۔ (بخاری) اور عبداللہ ابن عمر کی حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب مدینہ منورہ کے بارے میں باب حرم مدینہ میں ذکر کی گئی۔

حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت سمرہ ابن جندب) آپ کا ذکر بارہا ہو چکا ہے کہ آپ عظیم الشان صحابی ہیں، بڑے محدث ہیں، بصرہ میں آپ کی وفات ہوئی، سنہ ۵۹ ہجری میں یا سنہ ۶۰ ہجری میں۔

(تم میں آج رات کسی نے خواب دیکھا ہے) معلوم ہوا کہ لوگوں سے خواب پوچھنا اس کی تعبیر دینا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بشرطیکہ تعبیر خواب کا علم ہو۔

(ہم نے عرض کیا نہیں) یا تو صراحۃً نہیں فرمایا تمام حضرات خاموش رہے، یہ خاموشی نفی کی علامت تھی۔ (مرقات) پہلا احتمال زیادہ قوی ہے۔

(پھر مجھے مقدس زمین کیطرف لے گئے) یہ حضور کی معراج منامی یعنی خواب کی معراج ہے۔ زمین مقدس سے مراد فلسطین کی زمین ہے جہاں بیت المقدس واقع ہوا ہے، چونکہ اس زمین میں حضرات انبیاء کے مزارات بہت ہیں اس لیے اسے قدس کہا جاتا ہے۔ چنانچہ بیت المقدس سے تیس ۳۰ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے خلیل الرحمن وہاں ہے غار انبیاء، اس غار میں ستر ہزار نبیوں کے مزارات ہیں، میں نے وہاں کی زیارت کی ہے، درمیان میں بیت اللحم آتا ہے جائے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام یا زمین مقدس سے کوئی اور پاک زمین مراد ہے۔ واللہ اعلم!

(حتی کہ اس کی گدی تک پہنچادیتا) یہ کھڑا ہوا شخص فرشتہ عذاب تھا اور بیٹھا ہوا شخص مجرم انسان، یہ عذاب برزخی تھا جو حضور کو آنکھوں سے دکھایا گیا۔

(پھر لوٹتا تو اسی طرح کرتا ہے) یعنی دو طرفہ جبڑے چیرنے کا کام مسلسل کر رہا تھا داہنا جبڑا چیرتا تو اتنی دیر میں بایاں جبڑا ابھر کر چیرنے کے قابل ہو جاتا اور جب بایاں جبڑا چیرتا تو داہنا جبڑا ابھر کر چیرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

(انہوں نے کہا چلیئے) یعنی آگے چلئے ابھی آپ نے اور بھی عجائبات دیکھنے ہیں سب کی تفصیل آخر میں ایک ساتھ عرض کردی جاوے گی۔

(چٹان لیے کھڑا ہے) فہر یا تو چھوٹی پتھریاں مٹھی بھر کر یا مطلقاً پتھر۔ صخرہ بڑا پتھر بمعنی چٹان شک، راوی کو ہے کہ حضور انور نے فہر فرمایا، یا صخر۔

(وہ اسے لینے چلا جاتا ہے) اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں صخر فرمایا ہوگا یعنی چٹان کیونکہ یہ صفات چٹان کی ہیں، لڑھکنا پھر اسے اٹھانے جانا، پتھریوں کے لیے بکھر جانا، انہیں جمع کرنا (بینا) کہا جاتا ہے۔

(اس کا سر جیسا تھا ویسا ہو جاتا ہے) یعنی اس شخص کے پتھر لینے جانے کے دوران اس شخص کا کچلا ہوا سر پہلے کی طرح بالکل درست اور کچلنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

(اور اسے مارتا ہے) مگر اسے بار بار مارنے سر کچلنے سے وہ شخص مرتا نہیں ورنہ عذاب کا دوام کیسے ہو۔

(جو تنور کی طرح تھا) مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے ثقب کے نقب نون سے ہے، ثقب ث سے ہر آر پار سوراخ کو کہتے ہیں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا مگر نقب نون سے بڑے سوراخ کو ہی کہا جاتا ہے، ثقب ث سے زیادہ مشہور ہے۔

(جب بجھتی تو اس میں لوٹ جاتے) مگر اس کے باوجود ان کی جان نہیں نکلتی ہے تاکہ آگ کا یہ عذاب ان پر قائم رہے۔

(مرد و عورتیں تھیں) یعنی پہلے دیکھے ہوئے دو عذاب شخصی تھے یہ تیسرا عذاب قومی تھا جس میں مرد و عورتیں سب ایک ساتھ ہی گرفتار تھے۔ خدا کی پناہ!

(اسے وہاں ہی لوٹا دیتا جہاں تھا) یعنی جو شخص خون کی نہر میں کھڑا ہے وہ سخت تنگی مصیبت و تکلیف میں ہے وہ وہاں سے نکلنا چاہتا ہے۔ آج گرمیوں کے موسم میں گرم پانی کے ٹپ میں کھڑا ہونا ہی سخت تکلیف دہ ہوتا ہے وہ تو گرم خون میں کھڑا ہوتا تھا اس سے بھاگتا تھا مگر کنارے والا آدمی اسے نکلنے نہ دیتا تھا، نہر کے اس پار نکلنے کی راہ نہ تھی اس لیے وہ اس طرف بھاگ کر آتا اور پتھر کھا کر لوٹ جاتا یہ تو عذاب دکھائے گئے اب ثواب دکھائے جاتے ہیں۔

(وہ بولے چلئے) اور اس کی قدرتیں و رحمتیں بھی دیکھئے۔

(ایک بوڑھے صاحب اور کچھ بچے) یہاں جڑ سے مراد عین جڑ نہیں بلکہ درخت کی جڑ سے محض جگہ مراد ہے، درخت کے پھیلاؤ کے نیچے وہاں یہ بزرگ اور بچے ہیں۔ (مرقات)

(جو درخت کے نیچے ہی تھا) درخت کے نیچے مکان ہونے کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ اسے دیکھنے والا جانے یا دکھانے والا بہر حال جو صورت بھی ہو ہمارا اس پر ایمان ہے۔

(اس سے اچھا مکان میں نے کبھی نہ دیکھا) یعنی اس دنیا میں کبھی ایسا شاندار مکان نہ دیکھا اور نہ منامی جسمانی خوابوں میں جنت میں مکانات دیکھے تھے یہ بھی جنت کا ہی مکان تھا۔

(جوان اور عورتیں و بچے تھے) شباب جمع ہے شاب کی بمعنی جوان مرد ہو یا عورت سب پر بولا جاتا ہے۔

(جو اس سے بھی اچھا اور بہتر تھا) یعنی اس گھر کی بناوٹ اور یہاں کی زیب و زینت پہلے گھر سے کہیں زیادہ تھی، حسن سے مراد ہے ذاتی خوبی، فضل سے مراد ہے آرائش و افضلیت۔

(اس میں بوڑھے اور جوان تھے) یہاں عورتوں بچوں کا ذکر نہیں اس کی وجہ بیان تعبیر سے ہی معلوم ہوگی اس لیے کہ یہ جگہ کاملین کی ہے اور عورتیں بچے کامل کم ہوتے ہیں اس لیے۔

(مجھے اس کی خبر دو) تاکہ خواب کی تعبیر خواب ہی میں ہو جاوے۔ سبحان اللہ اس خواب کے بھی قربان جایئے اور اس تعبیر کے بھی فدا۔

(سارے ملک میں پھیل جاتی ہے) یعنی جھوٹ کا موجد جھوٹ گھڑنے والا اور لوگوں میں جھوٹ پھیلانے والا جس سے اور لوگ بھی جھوٹ بولیں، اس میں دنیاوی جھوٹے بھی داخل ہیں اور دینی جھوٹے بھی، جو بے دینی کا موجد جھوٹا دین گھڑ کر لوگوں میں شائع کرے لوگ اس جھوٹ کی تصدیق کریں وہ بھی اسی زمرے میں ہے، مثلاً مرزا نے کہا میں نبی ہوں یہ جھوٹ گھڑا پھر اس کے متبعین نے کہا ہاں واقعی وہ نبی ہے یہ ہوئی اس جھوٹ کی اشاعت۔ غرضکہ غلط بات، غلط مسئلہ، غلط عقیدہ ایجاد کرنے والوں کا یہ انجام ہے۔

(یہ قیامت تک کیا جاوے گا) چونکہ عالم بے عمل فاسق بھی ہے فاسق گر بھی یا گمراہ بھی ہے گمراہ گر بھی کہ اس کی دیکھا دیکھی بہت لوگ بدعمل یا بدعقیدہ ہو جاتے ہیں اس لیے اس کو عذاب بھی بہت ہوا، چونکہ رات میں تلاوت قرآن زیادہ ہوتی ہے دن میں عمل قرآن زیادہ کہ نوے فیصدی اعمال دن میں ہوتے ہیں اس لیے عمل کو دن کے ساتھ خاص فرمایا اور رات کے متعلق فرمایا کہ سو گیا یعنی رات میں نماز تہجد وغیرہ نہ پڑھی جس میں قرآن شریف کی تلاوت کرتا جو سر خدا کے لیے نہ جھکے وہ کچلنے کے ہی قابل ہے۔

(یہ زانی لوگ ہیں) چونکہ زانی اور زانیہ غیر کے سامنے ننگے ہوتے تھے اس لیے انہیں دوزخ میں ننگا رکھا گیا تاکہ اپنا یہ شوق پورا کریں۔ اس سے آج کل کے فیشن پرست لوگ عبرت پکڑیں جو نیم عریاں لباس میں باہر پھرتے ہیں، نیز انہوں نے دنیا میں آتش شہوت بے جا بھڑکائی لہذا وہ بھڑکتی آگ میں جلائے گئے، شہوت اپنے محل پر خرچ ہو تو نور ہے اور بے محل خرچ ہو تو نار۔

(وہ سود خوار ہے) چونکہ دنیا میں سود خوار لوگوں کے خون چوستا تھا کہ غریبوں کا مال سود کے ذریعہ حرام طریقے سے جمع کر کے امیر بنتا تھا لہذا اسے خون کی نہر میں کھڑا کیا گیا۔

(وہ لوگوں کی اولاد ہے) علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو عین بچپن میں فوت ہو جاویں وہ برزخ میں، حضرت ابراہیم علیہ السلام و سارہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں رہتے ہیں، قیامت میں سوائے ابراہیم علیہ السلام کے باقی تمام جوان ہوں گے بے ڈاڑھی مونچھ۔

(دوزخ کے خزانچی) مالک نام ہے داروغہ دوزخ کا۔

(وہ عام مسلمانوں کا گھر ہے) یعنی وہ جنت کا وہ مقام ہے جہاں عام جنتی مسلمان رہیں گے اس لیے آپ نے وہاں مرد عورتیں اور بچے دیکھے۔

(اور یہ گھر شہداء کا گھر ہے) یعنی یہ گھر شہیدوں اور خاص مؤمنوں کا ہے اس لیے یہاں عورتیں اور بچے کم ہیں کہ یہ

مراتب عموماً مردوں کو ہی حاصل ہوتے ہیں۔

(میں جبرئیل ہوں) تمام فرشتوں میں افضل حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔(مرقات)

(سفید تہ بہ تہ بادل جیسا) یعنی وہ مکان بہت حسین خوشنما، بہت اونچا، بہت وسیع کہ جہاں تک بغیر اس کے فضل کے نہ پہنچا جا سکے۔

(آپ کا گھر ہے) جنت کا گھر جتنا اونچا اتنا ہی اعلیٰ دوزخ کا گھر جس قدر نیچا اتنا ہی بدتر، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے افضل واعلیٰ ہیں لہذا آپ کا مقام بھی سب سے اونچا واعلیٰ ہے اتنا اونچا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں کھڑے ہو کر اسے بادل کی طرح اونچا دیکھا۔

(تو اپنے گھر چلے جاتے) شاید حضور انور نے وہاں رہنا چاہا اس لیے یہ عرض کیا گیا صرف دیکھنے سے منع نہ کیا گیا یعنی اس گھر میں روحانی طور پر رہنا بعد وفات ہوگا اور جسمانی رہنا بعد قیامت ابھی نہ تو حضور کی وفات ہوئی ہے نہ قیامت آئی لہذا ابھی کسی قسم کا رہنا نہیں ہو سکتا لہذا احدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ عمر پوری کرنے پر بھی اس کا داخلہ نہیں وہاں داخلہ تو بعد قیامت ہوگا۔اس پوری حدیث سے معلوم ہوا کہ اچھی خواب کے بیان کرنے اور تعبیر دینے میں جلدی بہتر ہے، دیکھو حضور انور نے رات کی خواب سویرے ہی بعد نماز فجر بیان بھی کر دی تعبیر بھی دے دی۔(مرأۃ المناجیح، ج٦ص ٤٥٧)

(1324) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ اُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَهِيَ اُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ، اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَا تُحَدِّثُنِيْ عَنْ حَارِثَةَ - وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ - فَاِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ، وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ. فَقَالَ: "يَا اُمَّ حَارِثَةَ اِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ، وَاِنَّ ابْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُم الربیع بنت براء یہ حارثہ بن سراقہ کی ماں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو عرض کیا: یارسول اللہ کیا آپ مجھے حارثہ کے بارے میں نہیں بتاتے وہ بدر کے دن شہید ہوا تھا اگر وہ جنت میں ہو تو صبر کروں گی اور اگر کچھ اور ہے تو میں اس پر رونے میں مبالغہ کروں گی تو آپ نے فرمایا: اے حارثہ کی ماں بے شک جنت میں کئی اور جنتیں ہیں اور بے شک تیرے بیٹے نے فردوس اعلیٰ پائی ہے۔(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من أتاه سهم غرب فقتله، ج٢ص١٠٣٢، رقم: ٢٦٥٤، السنن الكبرى للبيهقي، باب من اتاه سهم غرب فقتله، ج٩ص٣١١، رقم: ١٩٠١٠، سنن ترمذى، باب ومن سورة المؤمنون، ج٥ص٣٢٧، رقم: ٣١٧٤، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج٣ص٢٦٠، رقم: ١٣٧٦٨)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی براء ابن عازب کی دختر نیک اختر، اشعۃ اللمعات میں شیخ نے فرمایا کہ یہ درست نہیں بلکہ آپ ربیع بنت نضر ہیں

اور نضر حضرت انس ابن مالک کے چچا ہیں اور براء ابن مالک حضرت انس کے بھائی ہیں، لہذا ربیع بنت نضر حضرت انس کی پھوپھی ہیں۔(اشعہ)

آپ جنگ بدر میں سب سے پہلے شہید ہیں انصاری ہیں۔

(وہ بدر کے دن شہید ہوئے تھے) یعنی انہیں غائبانہ تیر لگا مارنے والے کا پتہ نہ چلا تھا۔ اگر کسی کو تیر مارا جائے اور لگ جائے دوسرے کے اسے بھی سہم غرب کہتے ہیں مگر یہاں پہلے معنے مراد ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ حضور میرے بچے حارثہ کا پتہ بتا دیجئے کہ وہ کہاں ہے جنت یا دوزخ میں۔ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف فرما ہو کر جنت و دوزخ کے ہر مقام اور وہاں کے باشندوں کو دیکھ رہے ہیں، پتہ اس سے پوچھا جاتا ہے جو جانتا ہو۔ حضور نے بھی یہ نہ فرمایا کہ مجھے خبر نہیں تیرا بیٹا کہاں ہے حضرت جبریل آئیں گے تو پوچھ کر بتائیں گے بلکہ فوراً بتا دیا جو جنت کو دیکھ رہا ہے وہ زمین کے ذرہ ذرہ کو بھی دیکھ رہا ہے کیونکہ جنت بمقابلہ روئے زمین سے دور ہے، یہ ہی معنے ہیں حاضر ناظر کے، صحابہ کرام کا یہ ہی عقیدہ تھا۔

(صبر کروں گی) اور بالکل گریہ وزاری نہ کروں اس نعمت کی شکریہ میں۔ خیال رہے کہ بی بی ربیع کو حضرت حارثہ کے شہید ہونے میں شک تھا کیونکہ وہ کفار سے لڑے بغیر غائبانہ تیر سے شہید ہوئے تھے نہ معلوم وہ تیر کافر نے مارا تھا یا کسی مسلمان کا ہی لگ گیا تھا۔ اس نے یہ تردد ظاہر کیا، شہید کے جنتی ہونے میں شک نہ تھا کہ یہ تو قرآن مجید سے ثابت ہے خبر قرآنی میں کسی مسلمان کو شک و تردد نہیں ہو سکتا۔

(میں اس پر رونے میں مبالغہ کروں گی) یہاں رونے سے مراد جائز رونا ہے آنسوؤں سے نوحہ ماتم مراد نہیں کہ حضرات صحابہ اور صحابیات اس سے محفوظ تھے یعنی پھر میں اس محرومی پر روؤں کہ میرا بیٹا جان سے ہاتھ بھی دھو بیٹھا اور جنتی بھی نہ ہوا، اس محرومی پر رونا بھی عبادت ہے، جیسے اللہ کی نعمت پر خوش ہونا عبادت ہے۔

(تیرے بیٹے نے فردوس اعلیٰ پائی ہے) جنت کے سو درجے ہیں اوپر تلے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے جنت کے درجوں میں سب سے اونچا درجہ جنت الفردوس ہے جو سب سے آخری درجہ ہے جس کے اوپر عرش الٰہی ہے تیرے بیٹے کو رب نے وہ دیا ہے کہ اب اس کی روح فردوس کی سیر کر رہی ہے، بعد قیامت وہ مع جسم اس میں داخل ہوگا۔ یہ ہے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب کہ حضور مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو کر جنت کے ہر طبقہ کے ہر باشندے کو دیکھ رہے ہیں اور آئندہ ہر سعید و شقی اور ان کے درجوں مرتبوں کو بھی جانتے ہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۰۵)

(1325) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: جِيْءَ بِأَبِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ میرے باپ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا کہ ان

وَسَلَّمَ، قَدْ مُثِّلَ بِهِ، فَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ ؛ فَذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْ وَجْهِهِ فَنَهَانِيْ قَوْمِيْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کا مثلہ کیا ہوا تھا آپ کے سامنے رکھا گیا تو میں نے ان کے چہرہ سے کپڑا ہٹانا چاہا تو مجھے لوگوں نے منع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتوں نے اس کو پروں کے سایہ میں لیا ہوا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدخول علی المیت بعد الموت اذا ادرج فی کفنه، ج۲ص۷۲، رقم: ۲۴۴، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الدخول علی المیت وتقبیله، ج۳ص۴۰۷، رقم: ۶۶۶۰، صحیح مسلم، باب من فضائل عبدالله بن عمرو بن حرام، ج۷ص۱۵۲، رقم: ۶۵۰۹، سنن النسائی الکبرٰی، باب فضل عبدالله بن حرام، ج۵ص۶۸، رقم: ۸۲۴۷)

شرح حدیث: دوسری مرتبہ قتل کیا جاؤں

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (یعنی میرے والد) غزوہ احد کے دن شہید ہوگئے تو رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم نے مجھ سے فرمایا، اے جابر! کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ عزوجل نے تمہارے باپ سے کیا فرمایا ہے؟ میں نے عرض کیا، ضرور بتایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، جب اللہ عزوجل کسی سے کلام فرماتا ہے تو حجاب کے پیچھے سے کلام فرماتا ہے مگر اس نے تمہارے والد سے بغیر کسی حجاب و ترجمان کے ہم کلام ہو کر فرمایا، اے عبداللہ! مجھ سے مانگ میں تجھے عطا فرماؤں گا۔ تو تمہارے والد نے عرض کیا، یارب عزوجل! مجھے دوبارہ زندگی عطا فرما تا کہ میں تیری راہ میں دوسری مرتبہ قتل کیا جاؤں۔ تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میرا یہ فیصلہ ہے اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ O (پ ۲۰، القصص: ۳۹) ترجمہ کنزالایمان: انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

پھر اس نے عرض کیا، مجھ سے پیچھے رہ جانے والوں تک یہ بات پہنچادے۔ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ O

(پ 4، آل عمران: 169)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔ (ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ، رقم ۲۸۰۰، ج ۳، ص ۳۶۱)

فرشتوں کے بال و پر

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بازو اور پر بنادیئے ہیں جن سے وہ فضائے آسمانی میں اُڑ کر کائناتِ عالم میں فرامینِ ربانی کی تعمیل کرتے رہتے ہیں۔ کسی فرشتے کے دو پر کسی کے تین اور کسی کے چار پر ہیں۔

علامہ زمخشری کا بیان ہے کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ فرشتوں کی ایک قسم ایسی بھی ہے جن کو خلاق عالم

جل جلالہ نے چھ چھ بازو اور پر عطا فرمائے ہیں۔ دو بازوؤں سے تو وہ اپنے بدن کو چھپائے رکھتے ہیں اور دو بازوؤں سے وہ اُڑتے ہیں اور دو بازو ان کے چہرے پر ہیں جن سے وہ خدا سے حیا کرتے ہوئے اپنے چہروں کو چھپائے رکھتے ہیں۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ میں نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے اور یہ بھی ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنی اصل صورت مجھے دکھا دیجئے تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ اس کی تاب نہ لاسکیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کی خواہش بلکہ تمنا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مرتبہ اپنی اصل صورت میں وحی لے کر آپ کے پاس حاضر ہوئے تو ان کو دیکھتے ہی آپ پر غشی طاری ہوگئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے بدن سے ٹیک لگا کر آپ کو سنبھالے رکھا اور اپنا ایک ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر اور ایک ہاتھ دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ حضرت اسرافیل کو دیکھ لیتے تو آپ کا کیا حال ہوتا؟ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار بازو عطا فرمائے ہیں اور ان کا ایک بازو مشرق میں ہے اور دوسرا بازو مغرب میں ہے اور وہ عرشِ الٰہی کو اپنے کندھوں پر اُٹھائے ہوئے ہیں۔

(تفسیر صاوی، ج۵، ص۱۶۸۶، پ ۲۲، فاطر:۱)

فرشتوں کے بازوؤں اور پروں کا ذکر سورہ فاطر کی اس آیت میں ہے کہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (پ22، فاطر:1)

ترجمہ کنزالایمان: سب خوبیاں اللہ کو جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا فرشتوں کو رسول کرنے والا جن کے دو دو تین تین چار چار پر ہیں۔ بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا ضروریاتِ دین میں سے ہے اور اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ فرشتوں کے بازو اور پر بھی ہیں۔ کسی کے دو دو کسی کے تین تین کسی کے چار چار۔ اور کسی کے اس سے بھی زیادہ ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ فرشتوں کے اتنے زیادہ پر کیونکر اور کس طرح ہیں؟ تو قرآن نے اس کا شافی اور مسکت جواب دے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کوئی حد نہیں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لہٰذا وہ سب کچھ کرسکتا ہے وہ فرشتوں کو بال و پر بھی عطا فرما سکتا ہے اور بلاشبہ عطا فرمائے بھی ہیں لہٰذا اس سلسلے میں بحث و مباحثہ اور سوال و جواب یہ سب گمراہی کے دروازے ہیں۔ ایمان کی خیریت اسی میں ہے کہ بغیر چون و چرا کے اس پر ایمان لائیں اور کیوں اور کیسے کے علم کو اللہ اعلم کہہ کر خدا کے سپرد کر دیں۔

(1326) وَعَنْ سهل بْنِ حَنِيفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

حضرت سہل بن حنیف ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ سے بصدق

"مَنْ سَأَلَ اللهَ تَعَالَى الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ، وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

دل شہادت طلب کی۔ اس کو اللہ کریم شہداء کے درجات تک پہنچادے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب طلب الشهادة فی سبیل الله، ج ۲ص ۶۴۸، رقم: ۵۰۳۹، مستدرك للحاكم، كتاب الجهاد، ج ۲ص ۲۴۴، رقم: ۲۴۱۲، سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، ج ۱ص ۴۷۵، رقم: ۱۵۲۰، سنن ابن ماجه، باب القتال فی سبیل الله سبحانه تعالی، ج ۱ص ۹۳۵، رقم: ۲۷۹۷، سنن الكبرىٰ للبیهقی، باب تمنی الشهادة ومسألتها، ج ۹ص ۱۶۹، رقم: ۱۸۳۳۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی بھی انصاری بھی، بدر اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے، غزوہ احد میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ جانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈٹے رہے، پھر حضرت علی کے ساتھ رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر فرمایا، پھر فارس پر ۳۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی، امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہاں ہی دفن کیا۔ (اشعۃ اللمعات)

(بصدق دل شہادت طلب کی) اسی طرح کہ دل سے شہادت کی آرزو کرے، زبان سے دعا کرے اور بقدر طاقت جہاد کی تیاری کرے، موقعہ کی تاک میں رہے، صرف سچی دعا کو بھی بعض شارحین نے اسی میں داخل فرمایا ہے۔

(اگرچہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو) اسی طرح کہ یہ حکمی شہید ہوگا، جو جنت میں شہداء کے ساتھ رہے گا، رب تعالیٰ کی عطا ہمارے وہم وگمان سے وراء ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ص ۴۰۷)

(1327) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا أُعْطِيَهَا ولو لَمْ تُصِبْهُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اخلاص کے ساتھ شہادت طلب کی وہ اس کو دے دی جائے گی، اگرچہ وہ اس کو نہ پائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب طلب الشهادة فی سبیل الله، ج ۶ص ۴۸، رقم: ۵۰۳۸، مسند ابی عوانة، بیان وجوب الشهادة لمن یسالها بصدق نیة، ج ۴ص ۴۹۱، رقم: ۷۴۴۹، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثالث فی صدق النیة والاخلاص، ج ۲ص ۵۸۴، رقم: ۰۶۸)

شرح حدیث: شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مؤمن

حضرتِ سیِّدُنا ابواُمَیَّہ عبداللہ بن قیس غِفارِی علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم لشکرِ اسلام کے ساتھ جہاد کے لئے گئے۔ جب دشمن سامنے آیا تو لوگوں میں شور برپا ہوگیا۔ اس دن ہوا بہت تیز تھی۔ تمام مجاہدین دشمن کے سامنے صف بہ صف سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے ہوگئے۔ اچانک میرے سامنے ایک نوجوان آیا جس کا گھوڑا اُچھل کود

رہا تھا اور وہ اسے دشمن کی طرف دوڑا رہا تھا اور اپنے آپ سے یوں مخاطب تھا:

اے نفس! کیا تو فلاں حاضر ہونے کی جگہ حاضر نہ ہوگا؟ کیا تو مرتبۂ شہادت کا طلب گار نہیں کہ تو کہہ رہا ہے: تیرے بچوں اور اہل وعیال کا کیا بنے گا؟ کیا ایسی چیزوں کی طرف توجہ دِلا کر تو مجھے واپس لے جانا چاہتا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اے نفس! کیا تو مرتبہ شہادت سے منہ موڑتا ہے؟ تیرا کیا خیال ہے کہ میں تیرے بہکاوے میں آ کر اہل وعیال کی فکر میں جہاد سے پیٹھ پھیرلوں گا؟ ہرگز نہیں! تیری یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوگی۔ خداعَزَّ وَجَلَّ کی قسم! آج تو میں ضرور تجھے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش کروں گا اب چاہے وہ تجھے قبول کر کے مرتبۂ شہادت سے نواز دے، چاہے چھوڑ دے۔

وہ نوجوان یہ کہتا ہوا دشمن کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے کہا: آج میں اس کی نگرانی کروں گا اور دیکھوں گا کہ یہ کیا کرتا ہے؟ اب میری توجہ اسی نوجوان کی طرف تھی۔ اسلام کے شیروں نے دشمن پر بڑھ چڑھ کر حملہ کیا تو وہ نوجوان صفِ اوّل میں بڑے دلیرانہ انداز میں حملہ کر رہا تھا، اُدھر سے دشمن بھی شدید حملے کر رہے تھے۔ میدانِ کارزار میں ہر طرف چیخ وپکار اور تلواروں کے ٹکرانے کا شور برپا تھا۔ میں نے اس نوجوان پر اپنی نظریں جمار کھی تھیں۔ وہ بڑی بے جگری اور ہمت سے لڑ رہا تھا، دشمن کی تلواریں اس کے جسم کو زخمی کر رہی تھیں، اس کا گھوڑا بھی زخموں سے نڈھال ہو چکا تھا لیکن وہ مردانہ وار بڑھ بڑھ کر دشمن پر حملہ کر رہا تھا۔ بالآخر لڑتے لڑتے زخموں سے چُور چُور ہو کر زمین پر گر پڑا اور اس کی روح قفسِ عنصری سے عالمِ بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ جب میں نے دیکھا تو اس کے جسم پر تلواروں اور نیزوں کے ساٹھ (60 سے بھی زائد گہرے زخم تھے۔ (عیون الحکایات ۲۴۴)

(1328) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا يَجِدُ الشَّهِيْدُ مِنْ مَّسِّ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ مِنْ مَّسِّ الْقَرْصَةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہید کو قتل کی وجہ سے صرف اتنی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ جس طرح تم میں سے کسی کو چٹکی کاٹنے کی درد ہوتی ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل المرابط، ج۳ص۱۹۰، رقم: ۱۶۶۸ الفتح الکبیر للسیوطی، حرف المیم، ج۳ص۱۱۸، رقم: ۱۰۹۸۴ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۲۹۷، رقم: ۷۹۴۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں شہید سے مراد حقیقی شہید یعنی ظلمًا مقتول خصوصًا جہاد میں کفار کے ہاتھ شہید یعنی شہید کو نزع کی شدت نہیں، نہایت معمولی چسک سی ہوتی ہے اور راہِ خدا میں جان دینے کی جو لذت ہے وہ تو ایسی ہے جو بیان میں نہیں آ سکتی، حتی کہ شہید بارگاہِ الٰہی میں پہنچ کر اس لذت کو حاصل کرنے کے لیے پھر دنیا میں آنا چاہتا ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ

ہوسکتا ہے کہ اس میں شہید حکمی بھی داخل ہو۔خیال رہے کہ بعض عشاق کو مرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دکھایا جاتا ہے جس میں وہ ایسے وارفتہ ہوجاتے ہیں کہ انہیں نزع کی شدت محسوس نہیں ہوتی۔دیکھو مصر کی عورتوں نے جمال یوسفی میں محو ہوکر اپنے ہاتھ کاٹ لیے مگر ہائے وائے نہ کی کہ انہیں کچھ تکلیف محسوس نہ ہوئی،جمال محمدی میں محویت کا کیا عالم ہوگا،رب ہی جانے۔جب دہلی میں غازی عبدالرشید کوایک گستاخ آریہ کے قتل کے عوض پھانسی دی گئی تو اولاً اس نے پھانسی کو چوما پھر جان نکلنے پر آیہ کریمہ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ پڑھی اور ہنستے ہوئے جان خدا کے حوالے کردی۔عاشقوں کے حال نیارے،لہذا حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے اور ایسے مرنے والوں کو مرتے دیکھا بھی گیا ہے۔(مرآۃ المناجیح،ج ۵ص ۴۳۰)

(1329) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَيَّامِهِ الَّتِيْ لَقِيَ فِيْهَا الْعَدُوَّ انْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ: "اَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْاَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ، فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا ، وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ" ثُمَّ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ، اَهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ ﷺ سے روایت ہے کہ دشمن کے ساتھ لڑائی کے بعض مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے سورج کے ڈھلنے کا انتظار کیا بعد ازاں آپ نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہوکر فرمایا: اے لوگو! دشمن سے آمنا سامنا ہونے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اور جب تمہاری ان سے جنگ ہو تو صبر کرو اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے پھر آپ (رسول اللہ ﷺ) نے دعا کی اے اللہ! اے قرآن اُتارنے والے بادل چلانے والے لشکروں کو شکست دینے والے ان لوگوں کو شکست دے اور ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب لا تمنو لقاء العدو، ج ۱ص ۴۱۱، رقم: ۲۸۶۳صحیح مسلم، باب کراھیة تمنی لقاء العدو، ج ۲ص ۴۴۳، رقم: ۴۶۳۹سنن ابوداؤد، باب فی کراھیة تمنی لقاء العدو، ج ۱ص ۸۴۶، رقم: ۲۶۳۲مصنف ابن ابی شیبة، باب ما ذکر فی فضل الجهاد، ج ۵ص ۳۴۰، رقم: ۱۹۸۵۶اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الامارة، ج ۵ص ۱۲۹، رقم: ۴۳۷۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ) آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کے حالات بارہا بیان ہوچکے ہیں، ۸۷ھ ہجری میں کوفہ میں وفات پائی۔

یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ جنگ کون سی تھی مگر یہ معلوم ہوا کہ اس جنگ میں مسلمان حملہ آور تھے کفار نے مدینہ منورہ پر حملہ نہ کیا تھا۔خیال رہے کہ جہاد ہر طرح جائز ہے مدافعانہ بھی اور جارحانہ طور پر بھی۔جن بے وقوفوں نے سمجھا کہ مسلمان صرف

دفاع کریں انہوں نے غلط سمجھا، سواء احد و احزاب کے حضور نے تمام جہاد جارحانہ ہی کیے ہیں۔

(سورج کے ڈھلنے کا انتظار کیا) جب کہ دوپہر کی تیزی جاتی رہی نماز ظہر کا وقت آ گیا فتح و نصرت کی ہوائیں چلنے لگیں مجاہدین قیلولہ کر کے تازہ دم ہو گئے دعا کی قبولیت کا وقت آ گیا کیونکہ نماز کے وقتوں میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ یا تو صبح کے وقت جہاد کیا جائے یا دن ڈھلے، بیچ دوپہری میں جہاد نہ کرے۔ (مرقات وغیرہ) حدیث شریف میں ہے کہ دن ڈھلے آسمان کے دروازہ رحمت کھل جاتے ہیں۔ (اشعہ)

یعنی جنگ کی تمنا نہ کرو نہ دعا مانگو کیونکہ جنگ ایک بلا ہے بلا کی آرزو اچھی نہ بہتر اس میں فخر و تکبر کی بو ہے اس لیے اس تمنا سے بچو اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ نہ کرو۔ ہمیشہ اللہ سے فضل و رحمت مانگو۔ بیماری اگرچہ اللہ کی رحمت کا باعث ہے، سانپ کاٹے کی موت شہادت کی موت ہے مگر نہ تو ان کی دعا کرو نہ کوشش اور جب رب کی طرف سے آ جائے تو صبر کرو۔

(اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو) یعنی دعا کرو امن و عافیت کی نہ کہ جنگ کی اور اگر کفار سے جنگ کرنا پڑے تو پھر ہمت و استقلال سے کام لو۔ سبحان اللہ! کیسی نفیس تعلیم ہے۔

تلوار سے مراد ہتھیار جنگ ہیں جن میں تیر بندوق توپ اور ہوائی جہاز راکٹ وغیرہ سب شامل ہیں، چونکہ اس زمانہ میں جہاد کا عام استعمالی ہتھیار تلوار تھی اس لیے ہی اس کا ذکر فرمایا۔ سایہ تلوار سے مراد ہے اٹھی ہوئی کھچی ہوئی تلوار خواہ ہماری تلوار ہو جو کافروں کے سر پر پڑ رہی ہو یا کفار کی تلوار ہو جو وہ ہم پر اٹھا رہے ہوں یعنی جنت جہاد سے بہت ہی قریب ہے گویا تلواروں کے سایہ میں ہے کہ غازی شہید ہوا اور جنگ میں گیا۔ خیال رہے کہ تمام جنتی مسلمان بعد قیامت جنت میں جائیں گے مگر شہید کی روح جسم سے نکلتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ جہاد سے پہلے دعاء نصرت کرنا سنت ہے اور بہتر ہے کہ دعا ماثورہ مانگے یہ دعا ہو یا کوئی اور دعا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو یا حضرات اولیاء سے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۲۴)

(1330) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ، أَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ: الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَأْسِ حِيْنَ يُلْحِمُ بَعْضُهُم بَعْضًا". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو دعائیں رد نہیں ہوتیں یا کم ہی رد ہوتی ہیں۔ اذان کے وقت کی دعا اور جنگ کے وقت کی دعا جب لڑائی شروع ہو۔ اسے ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد، باب الدعاء عند اللقاء، ج۲ص۳۲۶، رقم: ۲۵۴۲، المستدرک للحاکم، باب فی مواقیت الصلاۃ، ج۱ص۲۷۳، رقم: ۷۱۲، السنن الکبری للبیہقی، باب الدعاء بین الاذان والاقامۃ، ج۱ص۴۱۰، رقم: ۲۰۱۴، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ سہل بن سعد

الساعدی، ج۶ص۱۳۵، رقم: ۵۸۶۶، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الاول فی الدعاء، ج۴ص۱۴۲، رقم: ۲۰۹۹)

حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یعنی مؤذن کے اذان سے فارغ ہوتے ہی نہ کہ دورانِ اذان میں کہ وہ جواب اذان کا وقت ہے۔

(جب لڑائی شروع ہو) یعنی عین کشت وخون کی حالت میں جب غازی کافروں کو قتل کررہے ہوں اور کافروں کے ہاتھوں شہید ہورہے ہوں کہ وہ بہترین عبادت ہے۔ یُلْحِم اِلْحَا سے بنا، بمعنی گوشت کاٹنا یعنی قتل کرنا۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱ص ۴۳۳)

(1331) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا غَزَا، قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِيْ وَنَصِيْرِيْ، بِكَ اَحُوْلُ، وَبِكَ اَصُوْلُ، وَبِكَ اُقَاتِلُ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جہاد کرتے تو کہتے: اے اللہ! تو میرا بازو اور مددگار رہے اور میں تیرے ساتھ پھرتا ہوں، تیری مدد سے حملہ کرتا ہوں اور تیری مدد سے جنگ کرتا ہوں۔ اسے ابوداؤد وترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یدعی عند اللقاء، ج۳ص۳۳۶، رقم: ۲۶۳۲، سنن ترمذی، باب فی الدعاء اذا غزا، ج۵ص۵۷۲، رقم: ۳۵۸۴، سنن النسائی الکبریٰ، باب الدعاء عند اللقاء، ج۵ص۱۸۸، رقم: ۸۶۳۰، سنن سعید بن منصور، باب من قال لا تمنو لقاء العدو والدعا عند لقیھم، ج۲ص۲۰۵، رقم: ۲۵۲۲، مصنف عبدالرزاق، باب کیف یصنع بالذی یغل، ج۵ص۲۵۰، رقم: ۹۵۱۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

احول حولٌ سے بنا بمعنی دشمن کے مکر وفریب کو پھیر دینا یا برائی سے اچھائی کی طرف پھر جانا یعنی الٰہی میں دشمن کے مقابل اپنی قوت، فوج، ہتھیاروں کے بھروسہ پر نہیں آیا ہوں، یہ تو فقط اسباب ہیں، بھروسہ تجھ پر ہے تو چاہے تو ابابیل سے فیل مروادے، کمزور مسلمان سے قوی کفار کو ہلاک کرادے، دو بچوں سے ابوجہل کو ٹھکانے لگادے۔ یہ وہ چیز ہے جو کفار کے پاس نہیں اور مسلمان انہی کی برکتوں سے فتح پاتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ص ۵۷)

توکل کا بیان

اس کی فضیلت آیاتِ کریمہ واحادیثِ مبارکہ سے سمجھی جاسکتی ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا ارشاد حقیقت بنیاد ہے:

(1) وَعَلَى اللهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ O

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔ (پ6، المائدۃ:23)

(2) وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ (پ28، الطلاق:3)

(3) اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ O ،

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک توکّل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ (پ4،آل عمران:159)

حضرت سَیِّدُ نا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبیٔ مُکَرَّم ،نُورِ مُجَسَّم ،رسولِ اَکرم،شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: میں نے حج کے موسم میں تمام اُمتوں کو دیکھا، پس میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ انہوں نے میدانوں اور پہاڑوں کو گھیر رکھا ہے، مجھے ان کی کثرت اور انداز نے تعجب میں ڈال دیا، مجھ سے پوچھا گیا: کیا آپ اس بات پر راضی ہیں؟ میں نے کہا: میں راضی ہوں۔ پوچھا گیا: ان کے ساتھ مزید ستر ہزار ہیں جو کسی حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔

حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: جو جسم نہیں داغتے ، نہ فال لیتے ہیں اور نہ ہی تعویذات (یعنی ممنوع تعویذات) استعمال کرتے ہیں اور اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ حضرت سَیِّدُ نا عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا فرمایئے کہ مجھے بھی ان میں کر دے۔ چنانچہ نبیٔ رحمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دُعا مانگی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اسے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ ایک دوسرے صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کی: میرے لئے بھی دعا فرمایئے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: عکاشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم پر سبقت لے گئے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقاء والتمائم، الحدیث ۶۰۵۲، ج ۷، ص ۶۲۸، رأیت الأمم: بدلہ: عرضت علی الأمم)

اللہ (عزوجل) کی مدد

حضرت سَیِّدُ نا سالم بن عبداللہ نے ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُ نا عمر بن عبدالعزیز (ص) کو لکھا خبردار! بندے کو اپنی نیّت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے، جسکی نیّت مکمل ہو اسکے لئے رب کائنات (عزوجل) کی مدد بھی مکمل ہوتی ہے اور جسکی نیّت میں نقص ہو تو مدد میں بھی کمی واقع ہوتی ہے۔

(1332) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا، قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ، وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

حضرت ابوموسیٰ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم سے خطرہ محسوس کرتے تو یوں دعا کرتے: اے اللہ! ہم تجھ کو ان کے مقابلے میں کرتے ہیں۔ اور ان کے شروں سے تیری پناہ پکڑتے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ آپ کو پتہ چلتا کہ فلاں قوم ہمارے خلاف سازش یا جنگی تیاری کر رہی ہے۔ خیال رہے کہ خوف بہت

طرح کا ہے خوف اطاعت وبندگی صرف رب تعالیٰ کا ہی ہونا چاہیے اور خوف نفرت شیطان وغیرہ دشمنوں سے اور خوف بمعنی خطرہ تکلیف ہر خطرناک چیز سے ہوسکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو وادیٔ سینا میں سانپ سے خوف ہوا، آپ نے فرعونیوں سے خوف کیا یہ واقعات اس آیت کے خلاف نہیں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ کہ وہاں خوف اطاعت مراد اس ہی کی نفی ہے اور خوف بمعنے خطرہ۔

نحر سینہ کو بھی کہتے ہیں اور جانور ذبح کرنے کو بھی فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ۔ چونکہ دشمن کے مقابلہ میں سینہ تان کر ہی کھڑے ہوتے ہیں اس مقابلہ کو اس لفظ سے تعبیر فرمایا، نیز اس میں نیک فال بھی ہے کہ خدایا دشمن کو ذبح کردے کہ وہ ہمارے مقابلہ کے لائق ہی نہ رہے۔

(ان کے شروں سے تیری پناہ پکڑتے ہیں) یعنی ہمارے اور دشمن کی شر کے درمیان تو آڑ ہوجا تا کہ ان کی شر ہم تک نہ پہنچ سکے، یہ دعا بہت ہی مجرب ہے، ایک دشمن کے مقابل بھی کام آتی ہے اور بہت دشمنوں کے مقابل بھی فقیر اس کا عامل ہے اور اس کی برکت سے شر اعدا سے محفوظ ہے۔

اسے نسائی، ابن حبان اور حاکم نے بھی روایت کیں۔ حصن حصین شریف میں ہے دشمن کے خوف کے وقت لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ پڑھنا بڑی امان ہے۔ امام نووی نے کتاب الاذکار میں فرمایا کہ لِاِيْلٰفِ کو بہت اولیاء اللہ نے آزمایا ہے، بہت مجرب ہے۔ حضرت زید ابن علی عن عتبہ ابن غزوان عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت، نیز حصن حصین شریف میں اسے نقل کیا کہ جب مدد درکار ہو خصوصًا سفر میں تو کہے یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِيْنُوْنِیْ اے اللہ اے بندو میری مدد کرو ان شاء اللہ بہت جلد مدد پہنچے گی، کہ بعض اللہ کے غیبی بندے اس پر مامور ہیں۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ یہ حدیث یا عباد اللہ حدیث حسن ہے ومشائخ کی مجرب، مسافروں کو اس کی بہت ضرورت ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کو مدد کے لیے پکارنا بھی سنت ہے اور ان سے مدد لینا بھی سنت، یہ شرک نہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۸)

(1333) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی قیامت تک باندھ دی گئی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الجهاد ماض مع البر والفاجر، ج۲ص۲۸، رقم: ۲۸۵۲ صحیح مسلم، باب الخیل فی نواصیها الخیر الی یوم القیامة، ج۶ص۳۲، رقم: ۴۹۵۷ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الغزو مع ائمة الجور، ج۹ص۱۵۶، رقم: ۱۸۹۳۶ المنتقی لابن الجارود، باب ارتباط الخیل، ج۱ص۲۶۵، رقم: ۱۰۵۹ سنن الدارمی، باب فضل الخیل فی سبیل الله، ج۲ص۲۷۸، رقم: ۲۴۲۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

گھوڑے سے مراد جہاد کے گھوڑے ہیں اور پیشانی کے بالوں سے مراد گھوڑے کا سارا جسم ہے یعنی جہاد کا گھوڑا بڑا

ہی مبارک ہے اس کے بال بال میں برکت ہے۔ رب تعالیٰ نے گھوڑے کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد فرمایا: وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ۔ دیکھو قوت میں گھوڑا بھی داخل تھا مگر خصوصیت سے رب تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا۔ (مرأۃ المناجیح، ج۵ ص۷۶۰)

(1334) وَعَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ: اَلْاَجْرُ، وَالْمَغْنَمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عروہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی قیامت تک باندھ دی گئی ہے۔ یعنی اجر و غنیمت۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الجهاد ماض مع البر والفاجر، ج۲ص۲۸، رقم: ۲۸۵۲، صحیح مسلم، باب الخیل فی نواصیها الخیر الی یوم القیامة، ج۲ص۳۲، رقم: ۴۹۵۷، الاحاد والمثانی، من اسمه عروة البارقی رضی الله عنه، ج۲ص۳۶۱، رقم: ۲۳۹۹، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الاسهام للفرس دون غیره من الدواب، ج۶ص۳۲۹، رقم: ۳۲۶۸، سنن الدارمی، باب فضل الخیل فی سبیل الله، ج۲ص۲۷۸، رقم: ۲۴۲۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

اس طرح کہ اپنے دستِ اقدس سے گھوڑے کی خدمت فرما رہے ہیں یا مطلب یہ ہے کہ پیار میں ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیر رہے ہیں بالوں کو مروڑے جاتے ہیں اور فرماتے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جہاد کے گھوڑوں کی خدمت اپنے ہاتھ سے کرنا بھی سنت ہے اور اس سے محبت کرنا اس کی پیشانی پر پیار سے ہاتھ پھیرنا بھی سنت ہے کیونکہ یہ آلہ جہاد ہے اور حضور کا پیارا ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ یہاں گھوڑے سے مراد جہاد کا گھوڑا ہے نہ کہ عام گھوڑے جو تانگہ میں چلانے، یا ریس میں جوا کھیلنے کے لیے پالے جاتے ہیں۔ بعض شارحین سے فرمایا کہ یہاں جنس گھوڑا مراد ہے کیونکہ یہ آلہ جہاد ہے اس پر جہاد ہوسکتا ہے۔

یہ دونوں یا ان میں سے ایک اگر مجاہد جیت آیا تو ثواب کما لایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک گھوڑے جہاد میں کام آئیں گے دیکھ لو آج اس سائنس کے زمانہ میں گھوڑے خچر بہت کام آتے ہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج۵ ص۷۶۱)

(1335) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، اِيْمَانًا بِاللهِ، وَتَصْدِيْقًا بِوَعْدِهٖ، فَاِنَّ شِبَعَهٗ، وَرِيَّهٗ وَرَوْثَهٗ، وَبَوْلَهٗ فِيْ مِيْزَانِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا "اللہ پر ایمان لایا اور اس کے وعدہ کی تصدیق کی وجہ سے تو اس کے کھانے، پینے اور گوبر پیشاب کو اس کے نیکیوں کے ترازو میں قیامت کے دن رکھا جائے گا۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من احتبس فرسا فی سبیل اللہ، ج۲ص۲۸، رقم: ۲۸۵۳، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ارتباط الخیل عدۃ فی سبیل اللہ عزوجل، ج۱۰ص۱۶، رقم: ۲۰۲۴۰، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج۲ص۱۰۱، رقم: ۲۴۵۶، سنن الکبرٰی للنسائی، باب علف الخیل، ج۳ص۳۰، رقم: ۴۴۲۲، صحیح ابن حبان، باب الخیل، ج۶ص۵۲۹، رقم: ۴۶۷۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جہاد کرنے کو یا حج یا عمرہ کرنے کو یا زیارت کرنے کو گھوڑا رکھا یا پالا یا مطلب یہ ہے کہ اس نے گھوڑا فی سبیل اللہ وقف کیا۔ یعنی اخلاص سے پالا دنیاوی غرض اس میں شامل نہ تھی کہ ثواب اعمال کی شرط اخلاص ہے۔

(تو اس کے کھانے، پینے) یعنی پانی کے وہ قطرے جو یہ گھوڑے پیئے گھاس کے وہ تنکے جو یہ گھوڑا کھائے اسی طرح اس کا پیشاب اور لید اس پالنے والے کے نیکیوں کے پلے میں ہوں گے۔ (بخاری) (مراٰۃ المناجیح، ج۵ ص ۶۲۷)

(1336) وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَاقَةٍ مَّخْطُوْمَةٍ فَقَالَ: هٰذِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سَبْعُمِئَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو مسعود ﷛ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک مہار والی ڈاچی لایا اور کہا یہ اللہ کے راستہ میں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرے لیے اس کے بدلے قیامت کے دن سات سو ڈاچیاں ہوں گی سب مہار والیاں ہوں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الصدقۃ فی سبیل اللہ وتغخیفہا، ج۶ص۴۱، رقم: ۵۰۰۵، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ، ج۹ص۱۷۲، رقم: ۱۹۰۳۰، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج۲ص۳۵۹، رقم: ۲۴۴۹، سنن الدارمی، باب فی فضل النفقۃ فی سبیل اللہ، ج۲ص۲۶۸، رقم: ۲۴۰۲، صحیح ابن حبان، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ، ج۱۰ص۵۰۶، رقم: ۴۶۴۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کبھی خطام بمعنی زمام آتا ہے یعنی مہار، لمبا رسہ، نکیل جس کا ایک کنارہ اونٹ کی ناک میں ہوتا ہے دوسرا مالک کے ہاتھ میں، کبھی خطام صرف نتھ کو کہتے ہیں اور زمام پوری مہار و نکیل کو، نتھ وہ رسی پتلی سی ہے جو ناک میں ڈال کر پورے سر سے گھما کر باندھ دی جائے، پھر اس رسی میں نکیل باندھی جاوے جیسے عموماً گاؤں والے بیل بھینس کو باندھتے ہیں۔

فقراء کے لیے یا مجاہدین غازیوں کے لیے، دوسرے معنی زیادہ موزوں ہیں اس لیے مؤلف یہ حدیث کتاب الجہاد میں لائے۔

حق یہ ہے کہ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں، اللہ تعالٰی بطور اعزاز اہل جنت کو سواری کے لیے گھوڑے اونٹنیاں عطا فرمائے گا جن کی رفتار ہوا سے زیادہ ہوگی جیسے قربانی کرنے والوں کو صراط طے کرنے کے لیے سواری دی جائے گی۔ بعض شارحین نے کہا کہ اس سے مراد ہے سات سو اونٹنیاں خیرات کرنے کا ثواب دے گا مگر یہ درست نہیں ورنہ پھر مہار والی ہونے کے کیا معنی، کیا ثواب کے بھی مہار ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں خرچ

کرنے والوں کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تجھے اونٹ کے عوض سات سو اونٹ اور مہار کے عوض سات سو مہاریں عطا ہوں گی تیری کوئی خیرات ضائع نہ جاوے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۳۹۵)

(1337) وَعَنْ أَبِي حَمَّادٍ - وَيُقَالُ: أَبُو سُعَادَ، وَيُقَالُ: أَبُو أُسَيِّدٍ، وَيُقَالُ: أَبُو عَامِرٍ، وَيُقَالُ: أَبُو عَمْرٍو، وَيُقَالُ: أَبُو الْأَسْوَدِ، وَيُقَالُ: أَبُو عَبْسٍ - عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، يَقُولُ: "(وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ)، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا حالانکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے "اور تم ان کے لیے تیار کرو جو قوت تیار کرو"۔ خبردار قوت پھینکنا ہے، خبردار قوت پھینکنا ہے، خبردار قوت پھینکنا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرمی والحث علیه وذم من علمه ثم نسيه، ج٦ص٥٢، رقم: ٥٠٥٥، السنن الكبرى للبيهقي، باب التحريض على الرمي، ج١٠ص١٣، رقم: ٢٠٢١٩، المستدرك للحاكم، تفسير سورة الانفال، ج٢ص١٦٧، رقم: ٣٢٦٧، سنن ابوداؤد، باب في الرمي، ج٣ص٣٢١، رقم: ٢٥١٦، سنن الدارمي، باب في فضل الرمي والامر به، ج٢ص٢٦٩، رقم: ٢٤٠٤)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، جہنی ہیں، امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے جب کہ امیر معاویہ کے بھائی عتبہ ابن ابو سفیان وفات پا گئے پھر امیر معاویہ نے انہیں معزول فرما دیا، ۵۸ھ ہجری میں مصر ہی میں وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے، آپ سے بہت سے صحابہ و تابعین نے روایات لی ہیں۔ (مرقات)

مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث صرف میں نے ہی نہیں سنی بلکہ میرے ساتھ بہت صحابہ نے سنی ہے کیونکہ آپ نے خطبہ جمعہ یا کسی وعظ میں برسر منبر علانیہ فرمائی ہے۔

یعنی قرآن مجید کی اس آیت میں جس ثبوت کا حکم تاکیدی دیا گیا ہے وہ قوت آج کل تیر اندازی ہے۔ آیت کریمہ کا مقصد فی زمانہ اسی طرح حاصل ہوگا کہ مسلمان تیر لگانے نشانہ لگانے کی خوب مشق کریں۔ فقیر کی اس شرح سے یہ اعتراض اٹھ گیا اگر صرف تیر اندازی سیکھنا ضروری ہے تو آج کل نہ تیر ہیں نہ اس کی مشق تو اب اس آیت پر عمل کیسے ہو کیونکہ اب بجائے تیر کے گولہ بارود توپوں سے، گولہ باری ہوائی جہازوں سے، بم باری، راکٹ اندازی ہے، اب ان چیزوں کا سیکھنا اس آیت کریمہ پر عمل ہے بشرطیکہ جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۵۷)

(1338) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ عنقریب تمہارے لیے زمینیں فتح ہوں گی

أَرَضُوْنَ، وَيَكْفِيكُمُ اللهُ، فَلَا يَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّلْهُوَ بِأَسْهُمِهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اور تمہیں اللہ تعالیٰ کافی ہوگا تو تم میں سے کوئی بھی یہ سستی نہ کرے کہ وہ اپنے تیروں کے ساتھ کھیلتا رہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرمی والحث علیه وذم من علمه ثم نسیه، ج٦ص٥٢، رقم: ٥٠٥٦، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عقبة بن عمار، ج٦ص١٥٧، رقم: ١٦٤٦٩، صحیح ابن حبان، باب الرمی، ج١٠ص٥٤٩، رقم: ٤٦٩٤، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثالث فی السبق والرمی، ج٥ص٤٣، رقم: ٣٠٢١، مسند ابی یعلی، مسند عقبة بن عامر الجهنی، ج٣ص٢٨٢، رقم: ١٦٤٢)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی خلافت فاروقی میں روم جیسی مضبوط سلطنت تمہارے زیر نگین ہوگی اور اللہ تعالیٰ تم کو رومی عیسائیوں کے شر سے محفوظ کردے گا کیونکہ وہ تمہاری رعایا بن جائیں گے۔ اس مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ غیبی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں پوری ہوئی۔

(وہ اپنے تیروں کے ساتھ کھیلتا رہے) یعنی چونکہ تم نے روم جیتنا ہے اور رومی لوگ نہایت اعلیٰ درجے کے تیرانداز ہیں لہذا ابھی سے تیراندازی کی مشق کرو اس سے غافل نہ رہو تاکہ اس جنگ کے وقت تمہارا یہ فن کام آئے۔ اس تیراندازی کو لہو فرمانا رغبت کے لیے ہے یعنی یہ فن عبادت بھی ہے اور دل لگی فرحت وسرور، قوت وطاقت حاصل ہونے کا ذریعہ بھی لہذا اس سے غافل نہ رہو، نفس لہو یعنی کھیل کود کی طرف راغب ہے، دل عبادت کا خواہاں، تیراندازی میں یہ دونوں صفتیں موجود ہیں لہذا یہاں لہو سے مراد غفلت کی چیز نہیں بلکہ مراد رغبت کی چیز ہے، صحابہ کرام نے اس حدیث پر عمل کیا اور جیتنا عہد فاروقی میں۔ کاش آج اسکولوں میں بجائے ہاکی کرکٹ اور فٹ بال کے ایسے کھیل کھلائے جائیں جو کھیل بھی ہوں اور ہنر بھی جیسے گھوڑ دوڑ اور نشانہ بازی۔ خیال رہے کہ دنیا میں تین اعظم گزرے ہیں جنہوں نے بڑی فتوحات کیں سکندر اعظم، نپولین اعظم اور فاروق اعظم، سکندر اور ذوالقرنین کی فتوحات غیروں کے پاس چلی گئیں مگر فاروق اعظم کی فتوحات بفضلہٖ تعالیٰ اب تک تمام کی تمام مسلمانوں کے قبضے میں ہیں جیسے روم، شام، ایران، عراق وغیرہ اللہ تعالیٰ دائم قائم رکھے۔

(مرآۃ المناجیح، ج٥ص٧٥٦)

(1339) وَعَنْهُ: أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عُلِّمَ الرَّمْيَ، ثُمَّ تَرَكَهُ، فَلَيْسَ مِنَّا، أَوْ فَقَدْ عَصَى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: جس کو تیراندازی کا علم دیا گیا پھر اس نے اس کو ترک کردیا تو وہ ہم سے نہیں یا فرمایا اس نے نافرمانی کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرمی والحث علیه وذم من علمه ثم نسیه، ج٦ص٥٢، رقم: ٥٠٥٨، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب التحریض علی الرمی، ج١٠ص١٣، رقم: ٢٠٢٢١، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عقبة بن عمار، ج٦ص١٢٨، رقم: ١٦٢٧٣، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عقبة بن عامر، ج١٧ص٣١٨، رقم: ١٣٥٦٩)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تو وہ ہم میں سے نہیں) یعنی ہم سے ملا ہوا ہم سے قریب نہیں یا اس جماعت سے نہیں جن سے ہم راضی ہیں کیونکہ اس نے کفران نعمت کیا ہے کہ تیراندازی جیسی عبادت سیکھ کر بھلا دی ہر عبادت کا یہ ہی حال ہے کہ اسے حاصل کر کے سستی سے بھلا دیا۔

(اس نے نافرمانی کی) عصٰی یا تو حضور انور کا فرمان ہے یا راوی نے تردد فرمایا کہ مجھے پورا خیال نہیں یا حضور نے یہ فرمایا اور یا یہ لفظ ارشاد فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۷۵۷)

(1340) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ: صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِيْ صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ، وَالرَّامِيْ بِهِ، وَمُنْبِلَهُ. وَارْمُوْا وَارْكَبُوْا، وَأَنْ تَرْمُوْا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوْا. وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عُلِّمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ فَإِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا" أَوْ قَالَ: "كَفَرَهَا" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

انہی سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرما دیتا ہے' تیر بنانے والا جو اس کو بنانے میں بھلائی کی امید رکھے اور اس کو پھینکنے والا' اس کی لکڑی پر پھالا چڑھانے والا' اور تیراندازی کرو' اور سواری کرو اور تیراندازی سیکھنا' یہ تمہارے سواری کرنے سے' مجھے زیادہ پسند ہے اور جس نے تیراندازی سیکھنے کے بعد اس سے اعراض کر کے اس کو چھوڑ دیا تو یہ ایک نعمت ہے جس کو اس نے ترک کیا ہے یا فرمایا اس کی ناشکری کی ہے۔ اسے امام ابوداوٗد نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب فی الرمی، ج۲ص۳۲۰، رقم: ۲۵۱۵، السنن الکبری للبیهقی، باب ما لاینهی عنه من اللعب، ج۱۰ص۲۱۸، رقم: ۲۱۵۰۳، سنن النسائی الکبری، باب تادیب الرجل فرسه، ج۳ص۳۹، رقم: ۴۴۲۰، سنن ابن ماجه، باب الرمی فی سبیل الله، ج۳ص۳۹۰، رقم: ۲۸۱۱، سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی الرمی وفضله، ج۲ص۱۷۱، رقم: ۲۴۵۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مجاہد جو تیر کفار پر چلائے تو اس کے ایک تیر کی برکت سے تین مسلمان جنتی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تین شخصوں سے مراد تین مسلمان ہیں کیونکہ کافر جنت میں نہیں جا سکتا، آج جہاد میں امریکہ روس وغیرہ کے اسلحہ استعمال کیے جائیں تو امریکی عیسائی یا روسی وغیرہ اس سے جنتی نہیں ہو سکتے۔ یہ اسلام کی قید اگلے مضمون سے بھی ظاہر ہے اور تیر سے مراد مرد مجاہد کا تیر ہے نہ کہ شکار کا تیر۔

(تیر بنانے والا) یعنی کاریگر تیر ساز ثواب کا جب مستحق ہے جب کہ جہاد کی نیت سے تیر بنائے صرف تجارت کی نیت نہ ہو ہر جگہ نیت کو بڑا دخل ہے۔

(اس کو پھینکنے والا) جو راہ خدا میں تیر چلائے خواہ جہاد کی حالت میں یا تیر اندازی کی حالت میں کہ یہ مشق جہاد کی تیاری کے لیے ہے۔

منبل باب تفعیل سے ہے یا افعال سے اسم فاعل، نبل سے بنا بمعنی تیر انبال یا نبیل کے معنی ہیں تیر دینا تیر انداز کو یا تیر چلاتے وقت یا نشانہ پر لگنے کے بعد اٹھا کر لانا، اسے دینا، تیر خواہ اس دینے والے کی ملکیت ہو یا تیر انداز کی یا کسی تیسرے کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کی مدد کرنا بھی نیکی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اسی طرح گناہ کی مدد گناہ ہے، رب فرماتا ہے: وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔

یعنی صرف پیدل تیر اندازی کی مشق نہ کرو بلکہ سواری پر تیر چلانا بھی سیکھو یا یہ مطلب ہے کہ صرف تیر اندازی کی مشق نہ کرو بلکہ گھوڑ سواری بھی سیکھو اب اس زمانہ میں بندوق چلانا، نیزہ بازی کرنا، ہوائی جہاز رانی کی مشق، توپ سے گولہ اندازی سیکھنا بہ نیت جہاد اسی حکم میں ہے۔

شارحین فرماتے ہیں کہ یہاں گھوڑا سواری سے مراد نیزہ بازی ہے کہ اکثر گھوڑے پر سے دشمن کو نیزے مارے جاتے ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ نیزہ بازی سے تیر اندازی اچھی ہے کہ تیر اندازی جہاد میں زیادہ کام آتی ہے یا یہ مطلب ہے کہ گھوڑا سواری کی مشق سے تیر اندازی کی مشق مجھے زیادہ پیاری ہے کیونکہ گھوڑا سواری کبھی فخر و ریا پیدا کردیتی ہے۔ (مرقات)

پہلے عرض کیا گیا ہے کہ لہو یعنی کھیل میں دو چیزیں ہوتی ہیں: غفلت اور لذت، غافل کرنے والا ہر عمل باطل ہے مگر لذت والا عمل تفصیل طلب ہے یہاں لہو سے مراد لذت والا عمل ہے۔

ان تینوں پر ثواب ملتا ہے کیونکہ تیر اندازی اور گھوڑے کی سواری سے دین و ایمان کی حفاظت ہے کہ یہ تیاری جہاد ہے اور اپنی بیوی سے کھیلنے چھیڑ کرنے میں مجاہد غازی پیدا کرتا بھی ہے اور اپنی اور اپنی بیوی کی عصمت و عفت کی حفاظت بھی کہ ایسی خوش طبعی کرنے والا جوڑا ان شاء اللہ غیر عورت یا غیر مرد کی طرف رخ نہیں کرتا، بعض مردوں کی بیویاں خوبصورت ہوتی ہیں مگر وہ بدصورت رنڈیوں کی محبت میں گرفتار ہوتے ہیں، کیوں، اس لیے کہ ان کی بیویوں کو زینت و لہو نہیں آتا ورنہ رنڈی میں کیا چیز ہے جو اپنی حلال زوجہ کے پاس نہیں۔ دل لبھانا ایسے موقعہ پر عبادت ہے، قربان جایئے اس تعلیم کے جس نے مسلمانوں کے گھر اور میدان جہاد دونوں بتادیئے یعنی جسے یہ فن آتے ہوں پھر وہ ان کی مشق چھوڑ دے جس کی وجہ سے وہ بھول جائے تو اس نے رب تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کی اور وہ ناشکری کا مرتکب ہوا لہذا گنہگار ہوگا جیسے کوئی قرآن مجید حفظ کرکے بھول جائے سستی کی وجہ سے یوں ہی دینی علم حاصل کرکے بھول جانا بھی گناہ ہے جب کہ اپنی سستی کی وجہ سے ہو نعمت کی قدر چاہیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۶۶)

(1341) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ . حضرت سلمہ بن الاکوع ﷺ سے روایت ہے کہ

عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَفَرٍ يَّنْتَضِلُوْنَ، فَقَالَ: "ارْمُوْا بَنِيْ إِسْمٰعِيْلَ فَإِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

رسول اللہ ﷺ ایک جماعت پر سے گزرے جو تیر اندازی کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: اے اولاد اسماعیل تیراندازی کرو تمہارے باپ تیرانداز تھے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب نسبۃ الیمن الی اسماعیل، ج۲ص۱۸۰ رقم: ۳۵۰۷، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب لا سبق الا فی خف او حاضر او نصل، ج۱۰ص۱۷، رقم: ۲۰۲۴۸، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج۲ص۱۰۳، رقم: ۲۴۶۴، سنن ابن ماجہ، باب الرمی فی سبیل اللہ، ج۳ص۹۳۱، رقم: ۲۸۱۵، سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی الرمی وفضلہ، ج۲ص۱۷۲، رقم: ۲۴۵۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت سلمہ بن الاکوع) آپ سلمی ہیں، بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے، بہت ہی بڑے بہادر اور پیادہ لڑنے والوں کے امام تھے، تیراندازی میں کمال رکھتے تھے، آپ ہی سے بھیڑیئے نے کلام کیا تھا، اسی برس عمر پائی ۷۴ھ میں وفات ہوئی، جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں سوق سے مراد ایک خاص جگہ ہے جو مدینہ منورہ میں تھی، بعض نے فرمایا کہ سوق ساق کی جمع ہے بمعنی پیادہ یعنی وہ لوگ پیدل تیراندازی کرتے تھے ظاہر بھی یہ ہی ہے کیونکہ بازار میں تیراندازی مشکل ہے وہاں لوگوں کا مجمع ہوتا ہے۔

(اے اولاد اسماعیل تیراندازی کرو) یعنی اسماعیل علیہ السلام تیراندازی میں کمال رکھتے تھے تم ان کی اولاد ہو تم بھی اس میں کمال پیدا کرو تمہارے باپ کی میراث ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۶۶۷)

(1342) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَهُوَ لَهُ عِدْلُ مُحَرَّرَةٍ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے اللہ کے راستہ میں ایک تیر پھینکا تو وہ اس کے لیے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیہ، ج۴ص۳۹۰، رقم: ۵۱۱۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۷۴، رقم: ۱۶۳۸، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۲۵۶۰، سنن النسائی الکبرٰی، باب ثواب من رمی بسهم فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۹، رقم: ۴۳۵۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عمرو بن عبسۃ، ج۶ص۱۱۳، رقم: ۱۷۰۶۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص کفار پر صرف تیر پھینک دے خواہ لگے یا نہ لگے تو بھی اسے غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ معلوم ہوا کہ

تیر پھینکنے سے تیر مارنا افضل ہے۔(مراۃ المناجیح، ج۵ ص۶۷)

(1343) وَعَنْ أَبِي يَحْيٰى خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَنْفَقَ نَفَقَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كُتِبَ لَهُ سَبْعُ مِئَةِ ضِعْفٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابویحییٰ خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کیا اس کے لیے سات سو گنا لکھا جاتا ہے۔اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل النفقة فی سبیل الله، ج۳ص۱۶۷، رقم: ۱۶۲۵، سنن النسائی الکبری، تفسیر سورة البقرة، ج۶ص۲۹۸، رقم: ۱۱۰۲۷، صحیح ابن حبان، باب فضل النفقة فی سبیل الله، ج۱۰ص۵۰۴، رقم: ۴۶۴۷، سنن الکبری للبیهقی، باب فضل الانفاق فی سبیل الله، ج۹ص۱۷۱، رقم: ۱۸۳۴۷، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث خریم بن فاتك، ج۶ص۳۴۵، رقم: ۱۹۰۶۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ خریم ابن احزم ابن شداد ابن عمرو ابن فاتک ہیں۔غزوہ بدر میں اپنے بھائی سبرہ کے ساتھ شریک ہوئے یہ ہی قوی ہے،بعض مؤرخین نے کہا کہ آپ فتح مکہ کے دن اپنے بیٹے ایمن ابن حزیم کے ساتھ ایمان لائے مگر یہ درست نہیں،آخر میں شام میں قیام رہا۔(کمال،اشعہ)

اللہ کی راہ میں خرچ سے مراد ہر دینی کام میں خرچ ہے جہاد ہو یا حج یا طلباء وعلماء کی خدمت،زکوۃ،فطرہ،قربانی اور تمام نفلی صدقات کہ ان کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ہے۔اس حدیث کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ الخ ثواب کے یہ مختلف درجے اخلاص کے درجوں کے لحاظ سے ہیں اور جہاں خرچ کیا اس کی اہمیت کے اعتبار سے بھی،اس کے خروج سے جتنا دین کو فائدہ ہوگا اتنا ہی ثواب زیادہ۔

(مراۃ المناجیح،ج۵ص۲۰۷)

(1344) وَعَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُوْمُ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھتا ہے اس دن کی وجہ سے اللہ کریم اس کے چہرہ کو آگ سے ستر سال کے فاصلہ تک دور کر دیتا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الصوم فی سبیل الله، ج۲ص۲۶، رقم: ۲۸۴۰، صحیح مسلم، باب فضل الصیام، ج۳ص۱۵۸، رقم: ۲۷۶۷، صحیح ابن خزیمه، باب فضل الصوم فی سبیل الله، ج۳ص۲۹۷، رقم: ۲۱۱۳، مسند عبد بن حمید، من مسند أبی

سعید الخدری، ص۳۰۱، رقم: ۹۷۷، سنن الدارمی، باب من صام یوما فی سبیل اللہ عزوجل، ج۲ص۲۶۷، رقم: ۲۳۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں، چونکہ اہلِ عرب اپنے کاروبار میں اس موسم سے سال شروع کرتے ہیں اس لیے اس سے پورا سال بھی مراد لے لیتے ہیں وہی یہاں مراد ہے اور حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے۔ روزے سے نفلی روزہ مراد ہے اسی لیے صاحب مشکوۃ یہ حدیث نفلی روزے کے باب میں لائے یعنی بندہ مسلم اگر ایک نفلی روزہ رکھے اور اللہ قبول کرے تو دوزخ میں جانا تو کیا وہ دوزخ سے قریب بھی نہ ہوگا اور وہاں کی ہوا بھی نہ پائے گا۔ (مرأۃ المناجیح، ج۳ص۲۸۱)

(1345) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ جَعَلَ اللهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے راستہ میں ایک دن روزہ رکھا اللہ اس کے اور آگ کے درمیان زمین و آسمان جتنا خندق بنا دیتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح ترمذی، باب فضل الصوم فی سبیل اللہ، ج۳ص۱۶۷، رقم: ۱۶۲۴، مسند الحارث، باب فیمن صام یوما فی سبیل اللہ، ج۱ص۳۹، رقم: ۳۴۰، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ خطاب، ج۴ص۳۶، رقم: ۳۵۷۴، مجمع الزوائد، باب فیمن صام یوم فی سبیل اللہ، ج۳ص۴۴۴، رقم: ۵۱۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اللہ کی راہ سے مراد جہاد، حج، عمرہ، طلب علم دین کا سفر ہے یعنی ان میں سے جو مسافر ایک دن بھی رکھ لے یا اس سے مراد رضائے الٰہی ہے یعنی جو کوئی گھر یا سفر میں ایک نفلی روزہ رکھ لے۔

یعنی پانچ سو سال کی راہ اس سے پہلے ستر سال کی راہ کا فاصلہ بھی آچکا ہے مگر ان میں آپس میں تعارض نہیں کیونکہ اخلاص کے فرق سے ثواب میں فرق ہوجاتا ہے۔ خندق فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ ان شاء اللہ اس تک آگ تو کیا آگ کی تپش بھی نہ پہنچ سکے گی جیسے اتنی لمبی چوڑی خندق پھلانگ کر دشمن نہیں پہنچ سکتا۔ (مرأۃ المناجیح، ج۳ص۲۹۲)

(1346) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِالْغَزْوِ، مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنَ النِّفَاقِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا نہ اپنے دل میں جہاد کا سوچا وہ منافقت کے ایک حصہ پر مرے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ذم من مات ولم یغفر ولم یحدث نفسہ بالغزو، ج۶ص۴۹، رقم: ۵۰۴۰، السنن الصغریٰ للبیہقی، باب التفسیر وما یستدل بہ ان الجہاد فرض علی الکفایۃ، ج۳ص۵۸، رقم: ۳۸۱۰، سنن ابوداؤد، باب کراھیۃ ترک الغزو،

ج۲ص۳۱۸ رقم: ۲۵۰۲ سنن النسائی الکبری، باب التشدید فی ترک الجهاد، ج۳ص۶، رقم: ۴۳۰۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ج۳ص۳۷۴، رقم: ۸۸۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اور اس نے جہاد نہ کیا) یا اس طرح کہ اس کی زندگی میں جہاد ہوا ہی نہیں یا اس طرح کہ جہاد تو ہو مگر یہ شریک نہ ہو یا نہ ہو سکے غرضیکہ اس فرمان عالی کی کئی صورتیں ہیں۔

(نہ اپنے دل میں جہاد کا سوچا) نفسہ سے پہلے فی پوشیدہ ہے اور خیال کرنے سے مراد یا جہاد کی تمنا کرنا ہے یا تیاری جہاد کرنا ہے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں نیکی کی تمنا بھی باعث ثواب ہے گناہ کی تمنا بھی گناہ۔

(منافقت کے ایک حصہ پر مرے گا) یعنی ایسا آدمی منافق سے مشابہ ہوگا جو جہاد سے بہت بچتے تھے اور جو کسی قوم سے مشابہت رکھے وہ اسی قوم سے شمار ہوتا ہے۔ حضرتِ عبداللہ ابن مبارک وغیرہ محدثین نے فرمایا کہ یہ فرمان عالی زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ اس زمانہ میں جہاد سے بے گانہ رہنا منافقین کی علامت۔ (مرقات ونووی) جیسے حدیث پاک میں ہے من ترك الصلوة متعمدًا فقد كفر جو دانستہ طور پر نماز چھوڑے کافر ہے، یہ بھی اسی زمانہ پاک کے متعلق ہے کہ اس زمانہ میں بے نمازی ہونا کفار کا نشان تھا، فرماتے ہیں کہ مؤمن اور کافر کے درمیان فرق نماز ہے، بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہ حکم ہر زمانہ کے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد کا خیال بھی دل میں نہ لانا نفاق پیدا کرتا ہے۔ (مرقات) جیسے ارشاد ہوا کہ گانا بجانا بلکہ گانے کی آواز رغبت سے سننا دلی نفاق اس طرح پیدا کرتا ہے جیسے پانی کا سیل گھاس کو۔ اسی حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ جہاد فرض عین ہے مگر حق یہ ہے کہ بعض حالات میں فرض عین ہوتا ہے اکثر حالات میں فرض کفایہ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۴۰۹)

(1347) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي غَزَاةٍ فَقَالَ: "إِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ لَرِجَالًا مَّا سِرْتُمْ مَسِيْرًا، وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا إِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ، حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ"۔ وَفِي رِوَايَةٍ: "حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ"۔ وَفِي رِوَايَةٍ: "إِلَّا شَرَكُوْكُمْ فِي الْأَجْرِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ رِوَايَةِ أَنَسٍ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِّوَايَةِ جَابِرٍ وَّاللَّفْظُ لَهُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے تو آپ نے فرمایا: یقینا مدینہ میں کچھ لوگ ہیں جو نہ تو کسی راستے میں چلے ہیں اور نہ کسی وادی کو طے کرنے میں تمہارے ساتھ ہیں لیکن وہ ثواب میں تمہارے ساتھ حصہ دار ہیں انہیں بیماری نے روک رکھا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہیں عذر نے روک رکھا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اجر وثواب میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ بخاری نے اسے حضرت انس سے روایت کیا اور مسلم نے حضرت

جابر سے روایت کیا اور یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من حبسه العذر عن الغزو، ج۳ص۲۶ رقم: ۲۸۳۹ صحیح مسلم، باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض او عذر، ج۱ص۳۹ رقم: ۵۰۴۲ السنن الکبریٰ للبیهقی، باب من له عذر بالضعف والمرض والعذر فی ترك الجهاد، ج۹ص۲۴ رقم: ۱۸۲۷۶ سنن ابوداؤد، باب فی الرخصة فی القعود من العذر، ج۲ص۳۱۹ رقم: ۲۵۱۰ سنن ابن ماجه، باب من حبسه العذر عن الجهاد، ج۲ص۹۲۳ رقم: ۲۷۶۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تبوک مدینہ منورہ سے چھ سوساٹھ میل دور جانب شام ہے اس طرح کہ ایک سوساٹھ میل خیبر ہے اور خیبر سے پانچ سو میل تبوک سے کچھ فاصلہ پر مان ہے پھر مان کے بعد عمان ہے اردن کا دار الخلافہ، فقیر نے خیبر کی تو با قاعدہ زیارت کی ہے مگر تبوک اور مان پر ہوائی جہاز سے پرواز کی ہے عمان اور بیت المقدس جاتے ہوئے، غزوہ تبوک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔جیسا کہ اشعہ نے فرمایا۔

یعنی مختلف جماعتوں وقبیلوں کے مسلمان وہ بھی ہیں جو اس غزوہ میں جانے کی دل سے تمنا کرتے تھے مگر کسی سخت مجبوری کی وجہ سے نہ جاسکے۔

اس طرح کہ جسم ان کے مدینہ میں رہے اور دل تمہارے ساتھ جہاد میں رہے، نیز ان کی نیت ان کے ارادے تمہارے ساتھ رہے یا وہ اجر وثواب میں تمہارے ساتھ رہے کہ تمہارے پیچھے تمہارے گھر بار کی دیکھ بھال اور تمہارے بال بچوں کی خدمت کرتے رہے۔

اس طرح کہ نفس ثواب میں تمہارے ساتھ شریک رہے اگر چہ عملی جہاد میں تم ان سے بڑھ گئے۔اس وجہ سے غنیمت میں ان کا حصہ نہ ہوگا، رب فرماتا ہے: وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیت خیر کا بڑا درجہ ہے، اس طرح کسی نیکی سے رہ جانے پر افسوس کرنا بھی ثواب ہے۔

معذوری سے مراد واقعی معذوری ہے، جو بعض مخلص صحابہ کو تھی، بناوٹی معذوری نہیں جو بہانہ باز منافقین نے ظاہر کی تھی ان پر تو سخت عتاب فرمایا گیا دیکھو سورۂ توبہ۔(مرأۃ المناجیح، ج۵ ص۱۷)

(1348) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! کوئی آدمی غنیمت کے لیے لڑائی کرتا

يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانُهُ؛ وَفِيْ رِوَايَةٍ: يُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً. وَفِيْ رِوَايَةٍ: يُقَاتِلُ غَضَبًا، فَمَنْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: "مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا، فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہے اور کوئی آدمی اپنی لڑائی کے لیے لڑتا ہے کوئی آدمی اپنا مقام ظاہر کرنے کے لیے لڑائی کرتا ہے۔ اور ایک روایت ہے کہ بہادری کے لیے لڑتا ہے اور تعصب کی وجہ سے لڑتا ہے، اور ایک روایت میں ہے: غصہ کی وجہ سے لڑتا ہے تو اللہ کی راہ میں کون سا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس لیے لڑائی کی تا کہ اللہ کا کلمہ ہی بلند ہو تو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من سأل وهو قائم عالما جالسا، ج۱ص۳۷ رقم: ۱۲۳ صحیح مسلم، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله، ج۶ص۴۶ رقم: ۵۰۲۹ السنن الكبرى للبيهقي، باب بيان النية التي يقاتل عليها ليكون في سبيل الله، ج۹ص۲۱۱ رقم: ۹۰۱۴ مسند امام احمد، حديث ابي موسى الاشعري، ج۴ص۳۹۲ رقم: ۱۹۵۱۱ مصنف عبد الرزاق، باب الشهيد، ج۵ص۲۶۸ رقم: ۹۵۶۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(غنیمت کے لیے لڑائی کرتا ہے) یعنی صرف مال غنیمت حاصل کرنے یا ملک جیتنے اور وہاں راج کرنے کی نیت سے جہاد کرتا ہے، رضاء الٰہی کی نیت نہیں کرتا جیسا کہ آج کل عموماً جنگ کے وقت ملک وقوم کی خدمت کا نام لیتے ہیں، اللہ کے دین کی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتے اس لیے بچنا چاہیے۔

(کوئی آدمی اپنی لڑائی کے لیے لڑتا ہے) یعنی صرف اس لیے جہاد کرتا ہے کہ لوگوں میں اس کی بہادری کا چرچا ہو اور اسے شہرت وعزت حاصل ہو، کفار کو اپنی شجاعت دکھانا ان کے مقابل اپنی شان و بہادری بیان کرنا عبادت ہے۔

(کوئی آدمی اپنا مقام ظاہر کرنے کے لیے لڑائی کرتا ہے) لیری کی تین قرائتیں ہیں: باب فتح کا مضارع مجہول، باب افعال کا مضارع معروف اور باب فتح کا مضارع معروف یعنی تا کہ اس کا درجہ دیکھا جاوے یا لوگوں کو اپنا درجہ شجاعت دکھائے مسلمانوں کو یا تا کہ وہ اپنی جنت کی جگہ دیکھ لے یعنی صرف جنت حاصل کرنے کے لیے جہاد کرتا ہے۔ (مرقات واشعہ) تیسرے معنی صوفیانہ ہیں۔ صوفیاء کے نزدیک جنت حاصل کرنے یا دوزخ سے بچنے کے لیے بھی عبادت نہ کی جائے، صرف جنت والے رب کو راضی کرنے کے لیے عبادت کرنی چاہیے، جب وہ راضی ہو گیا تو سب کچھ مل جائے گا۔

کلمۃ اللہ سے مراد کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے یعنی اسلام کی اشاعت کرنے اور کفر کا زور توڑنے کے لیے جہاد ہو۔ خیال رہے کہ خدمت دین کے ساتھ غنیمت کی نیت بھی ہونا مضر نہیں مگر کمال اس میں ہے کہ خالص خدمت دین کی نیت ہو غنیمت بلکہ جنت حاصل کرنے کا بھی ارادہ نہ ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۰ ۷)

(1349) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ غَازِيَةٍ، اَوْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ، فَتَغْنَمُ وَتَسْلَمُ، اِلاَّ كَانُوْا قَدْ تَعَجَّلُوْا ثُلُثَيْ اُجُوْرِهِمْ، وَمَا مِنْ غَازِيَةٍ اَوْ سَرِيَّةٍ تُخْفِقُ وَتُصَابُ اِلاَّ تَمَّ لَهُمْ اُجُوْرُهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاد کرنے والی بڑی یا چھوٹی جماعت جو بھی جہاد کرے، غنیمت پائے اور سلامت رہے تو انہوں نے اپنے اجروں کا دو تہائی اجر دنیا میں پالیا اور جو بڑی یا چھوٹی جہاد کرنے والی جماعت شہید یا زخمی ہو جائے تو ان کے لیے پورے اجر ہوتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان قدر ثواب من غزا فغنم ومن لم یغنم، ج۲ص۳۸، رقم: ۵۰۲۵، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجہاد، الفصل الاول، ج۲ص۳۶۷، رقم: ۳۸۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چار سو غازیوں تک کا لشکر سریہ کہلاتا ہے اس سے بڑا لشکر فوج، نیز جس جہاد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شرکت نہ فرماویں وہ سریہ ہے اور جس میں حضور بنفس نفیس شرکت فرمادیں وہ غزوہ۔ (مرقات واشعہ) یعنی آئندہ حکم ہر چھوٹے بڑے لشکر کے لیے ہے۔

کیونکہ جہاد میں رب کی طرف سے تین نعمتیں ملتی ہیں، سلامتی، غنیمت، ثواب و اجر پہلی دو نعمتیں دنیا میں اور آخری نعمت ثواب و اجر آخرت میں۔

یخفق بنا ہے خفق سے بمعنی مجاہد کا بغیر غنیمت ہونا یا شکاری کا بغیر شکار واپس لوٹنا، تکلیف سے مراد زخم و شہادت اور دوسری تمام تکالیف ہیں جو عموماً جہاد میں پیش آتی ہیں یعنی جو غازی غنیمت تو حاصل نہ کر سکے زخمی یا شہید ہو جائے۔

یعنی اسے یہ تینوں چیزیں آخرت میں ملیں گی۔ خیال رہے کہ غنیمت اور سلامتی کو اجر فرمانا اس لیے ہے کہ غزوہ میں یہ بھی رب تعالیٰ کا عطیہ ہوتا ہے ورنہ غازی کا جہاد سلامتی اور غنیمت کے لیے نہیں ہوتا وہ تو صرف اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۰۸)

(1350) وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلاً، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، ائْذَنْ لِي فِي السِّيَاحَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ - عَزَّوَجَلَّ -" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے سیاحت کی اجازت عطا فرمائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کی سیاحت اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد ہے۔ امام ابوداؤد نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی النہی عن السیاحۃ، ج۲ص۳۱۲، رقم: ۲۴۸۸، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فی فضل الجہاد، ج۹ص۱۵۸، رقم: ۱۸۹۵۹، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج۲ص۳۲۸، رقم: ۲۳۹۸، مسند الشامیین للطبرانی، من اسمہ العلاء عن القاسم ابی عبدالرحمن)

شرح حدیث: میری امت کی سیاحت جہاد ہے

علمائے تفسیر کا بیان ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا اور قیامت کی ہولناکیوں کا اس انداز میں بیان فرمایا کہ سامعین متاثر ہو کر زاروقطار رونے لگے، اور لوگوں کے دل دہل گئے اور لوگ اس قدر خوف و ہراس سے لرزہ براندام ہو گئے کہ دس جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عثمان بن مظعون جمحی کے مکان پر جمع ہوئے جن میں حضرت ابوبکر صدیق وحضرت علی وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن عمر وحضرت ابوذر غفاری وحضرت سالم وحضرت مقداد و حضرت سلمان فارسی وحضرت معقل بن مقرن وحضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھے اور ان حضرات نے آپس میں مشورہ کر کے یہ منصوبہ بنایا کہ اب آج سے ہم لوگ سادھو بن کر زندگی بسر کریں گے، ٹاٹ وغیرہ کے موٹے کپڑے پہنیں گے اور روزانہ دن بھر روزے رکھ کر ساری رات عبادت کریں گے، بستر پر نہیں سوئیں گے اور اپنی عورتوں سے الگ رہیں گے اور گوشت چربی اور گھی وغیرہ کوئی مرغن غذا نہیں کھائیں گے نہ کوئی خوشبو لگائیں گے اور سادھو بن کر روئے زمین میں گشت کرتے پھریں گے۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام کے اس منصوبہ کی اطلاع ملی تو آپ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ مجھے ایسی ایسی خبر معلوم ہوئی ہے تم بتاؤ کہ واقعہ کیا ہے؟ تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! حضور کو جو اطلاع ملی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اس منصوبہ سے بجز نیکی اور خیر طلب کرنے کے ہمارا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال نبوت پر قدرے جلال کا ظہور ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ میں جو دین لے کر آیا ہوں اس میں ان باتوں کا حکم نہیں ہے۔ سنو! تمہارے اوپر تمہاری جانوں کا بھی حق ہے۔ لہٰذا کچھ دن روزہ رکھو اور کچھ دنوں میں کھاؤ پیو اور رات کے کچھ حصے میں جاگ کر عبادت کرو اور کچھ حصے میں سو رہا کرو۔ دیکھو میں اللہ کا رسول ہو کر کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی روزہ نہیں بھی رکھتا ہوں۔ اور گوشت، چربی، گھی بھی کھاتا ہوں۔ اچھے کپڑے بھی پہنتا ہوں اور اپنی بیویوں سے بھی تعلق رکھتا ہوں اور خوشبو بھی

استعمال کرتا ہوں یہ میری سنت ہے اور جو مسلمان میری سنت سے منہ موڑے گا وہ میرے طریقے پر اور میرے فرماں برداروں میں سے نہیں ہے۔

اس کے بعد صحابہ کرام کا ایک مجمع جمع فرما کر آپ نے نہایت ہی مؤثر وعظ بیان فرمایا جس میں آپ نے برملا ارشاد فرمایا کہ سن لو! میں تمہیں اس بات کا حکم نہیں دیتا کہ تم لوگ سادھو بن کر راہبانہ زندگی بسر کرو۔ میرے دین میں گوشت وغیرہ لذیذ غذاؤں اور عورتوں کو چھوڑ کر اور تمام دنیاوی کاموں سے قطع تعلق کر کے سادھوؤں کی طرح کسی کٹی یا پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھ رہنا یا زمین میں گشت لگاتے رہنا ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ سن لو! میری امت کی سیاحت جہاد ہے اس لئے تم لوگ بجائے زمین میں گشت کرتے رہنے کے جہاد کرو اور نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کی پابندی کرتے ہوئے خدا کی عبادت کرتے رہو اور اپنی جانوں کو سختی میں نہ ڈالو۔ کیونکہ تم لوگوں سے پہلے اگلی امتوں میں جن لوگوں نے سادھو بن کر اپنی جانوں کو سختی میں ڈالا، تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان لوگوں پر سخت سخت احکام نازل فرما کر انہیں سختی میں مبتلا فرما دیا جن احکام کو وہ لوگ نباہ نہ سکے اور بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے منہ موڑ کر وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔

(تفسیر جمل علی الجلالین، ج ۲، ص ۲۶۷، پ ۷، المائدۃ: ۸۶)

(1351) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاد سے واپس آنا جہاد کی طرح ہے۔ اسے ابوداؤد نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

"اَلْقَفْلَةُ": الرُّجُوْعُ، وَالْمُرَادُ: الرُّجُوْعُ مِنَ الْغَزْوِ بَعْدَ فَرَاغِهٖ؛ وَمَعْنَاهُ: أَنَّهٗ يُثَابُ فِيْ رُجُوْعِهٖ بَعْدَ فَرَاغِهٖ مِنَ الْغَزْوِ.

اَلْقَفْلَةُ: لوٹنے کو کہتے ہیں یہاں جہاد سے فراغت کے بعد لوٹنا مراد ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاد سے واپس آنے پر بھی ثواب ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی فضل القفل فی سبیل اللہ، ج ۲ ص ۳۱۳، رقم: ۲۴۸۹، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی تجہیز الغازی واجر الجاعل، ج ۹ ص ۲۸، رقم: ۱۸۳۰۲، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج ۲ ص ۳۳۹، رقم: ۲۳۹۹، المنتقی لابن الجارود، باب الجعل علی الغزو، ج ۱ ص ۲۶۰، رقم: ۱۰۳۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج ۲ ص ۱۷۴، رقم: ۶۶۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی کی چند شرحیں ہیں: ایک یہ کہ غازی کا سفر جہاد سے اپنے وطن کی طرف لوٹنا بھی وہ ہی ثواب رکھتا ہے، جو جہاد میں جانا رکھتا تھا۔ دوسرے یہ کہ دشمن کو بہکانے کے لیے میدان جہاد سے واپس ہو جانا تا کہ دشمن مطمئن ہو کر تیاری جنگ ختم کر دے پھر اچانک پلٹ کر اس پر حملہ کر دیا جائے، یہ ایک جنگی چال ہوتی ہے اس کا ثواب پہلی بار میدانِ جہاد میں آنے کی طرح ہے۔ تیسرے یہ کہ دشمن کا دباؤ بڑھ جانے اور اسلامی لشکر کے شکست کھا جانے کے یقین ہو جانے پر جہاد کے

میدان سے واپس ہو کر اپنے مرکز میں پہنچ جانا اس کا بھی وہی ثواب ہے جو جہاد میں جانے کا ثواب تھا۔ چوتھے یہ کہ دوسری تیسری بار جہاد میں جانے کا وہ ہی ثواب ہے جو اول بار جہاد میں جانے کا تھا۔ خیال رہے کہ قفل اور قفول کے معنے ہیں لوٹنا، واپس ہونا، اس سے ہے قافلہ، سفر میں جانے والی جماعت کو نیک فال کے لیے قافلہ کہا جاتا ہے، یعنی خیریت سے واپس آنے والے مسافروں کی جماعت۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۰۸)

(1352) وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ، فَتَلَقَّيْتُهُ مَعَ الصِّبْيَانِ عَلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ بِهٰذَا اللَّفْظِ. وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ: ذَهَبْنَا نَتَلَقّٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَعَ الصِّبْيَانِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ.

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آئے۔ تو لوگ آپ کو ملے تو میں نے بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع پر آپ (ﷺ) کے ساتھ ملاقات کی۔ ان الفاظ کے ساتھ ابوداؤد نے اسے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا اور بخاری نے یوں روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو ملنے کے لیے بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع تک گئے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی التلقی، ج۳ص۳۵، رقم: ۲۷۸۱، صحیح بخاری، باب استقبال الغزاۃ، ج۳ص۷۶، رقم: ۳۰۸۳، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه السائب بن یزید الکندی، ج۷ص۳۸، رقم: ۶۶۶۹، دلائل النبوۃ للبیہقی، باب تلقی الناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین قدم من غزوۃ تبوک، ج۵ص۳۵۰، رقم: ۲۰۱۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السائب بن یزید رضی اللہ عنہ، ج۵ص۳۲۹، رقم: ۱۵۷۵۹)

شرح حدیث: غزوۂ تبوک

تبوک مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے چودہ منزل دور ہے۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ تبوک ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے۔ ممکن ہے یہ سب باتیں موجود ہوں!

یہ غزوہ سخت قحط کے دنوں میں ہوا۔ طویل سفر، ہوا گرم، سواری کم، کھانے پینے کی تکلیف، لشکر کی تعداد بہت زیادہ، اس لیے اس غزوہ میں مسلمانوں کو بڑی تنگی اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کو جیش العسرۃ (تنگ دستی کا لشکر) بھی کہتے ہیں اور چونکہ منافقوں کو اس غزوہ میں بڑی شرمندگی اور شرمساری اٹھانی پڑی تھی۔ اس وجہ سے اس کا ایک نام غزوہ فاضحہ (رسوا کرنے والا غزوہ) بھی ہے۔ اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رجب ۹ھ جمعرات کے دن روانہ ہوئے۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳۴۳۔ ۳۴۴ والمواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۶۵۔ ۶۷ ملخصاً)

غزوۂ تبوک کا سبب

عرب کا غسانی خاندان جو قیصر روم کے زیر اثر ملک شام پر حکومت کرتا تھا چونکہ وہ عیسائی تھا اس لیے قیصر روم نے اس

کو اپنا آلہ کار بنا کر مدینہ پر فوج کشی کا عزم کر لیا۔ چنانچہ ملک شام کے جو سوداگر روغن زیتون بیچنے مدینہ آیا کرتے تھے۔ انہوں نے خبر دی کہ قیصر روم کی حکومت نے ملک شام میں بہت بڑی فوج جمع کر دی ہے۔ اور اس فوج میں رومیوں کے علاوہ قبائل لخم و جذام اور غسان کے تمام عرب بھی شامل ہیں۔ ان خبروں کا تمام عرب میں ہر طرف چرچا تھا اور رومیوں کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی اس لیے ان خبروں کو غلط سمجھ کر نظر انداز کر دینے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی فوج کی تیاری کا حکم دے دیا۔

لیکن جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ اس وقت حجاز مقدس میں شدید قحط تھا اور بے پناہ شدت کی گرمی پڑ رہی تھی ان وجوہات سے لوگوں کو گھر سے نکلنا شاق گزر رہا تھا۔ مدینہ کے منافقین جن کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود تیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ مگر ان تمام مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامان جنگ کا انتظام کرنا ایک بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے انتہائی مفلوک الحال اور پریشان تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی امداد طلب فرمائی۔ اس طرح اسلام میں کسی کار خیر کے لیے چندہ کرنے کی سنت قائم ہوئی۔

(المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۶۸۔ ۷۲)

(1353) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ لَّمْ یَغْزُ، اَوْ یُجَهِّزْ غَازِیًا، اَوْ یَخْلُفْ غَازِیًا فِیْ اَهْلِهٖ بِخَیْرٍ، اَصَابَهُ اللّٰهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جہاد کیا نہ کسی غازی کو سامان دیا نہ کسی غازی کے گھر کا خیال رکھا' تو اللہ تعالیٰ اس پر قیامت سے پہلے بڑی مصیبت لائے گا۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراهیة ترك الغزو، ج۲ص۳۱۸، رقم: ۲۵۰۵، سنن الکبرٰی للبیهقی، باب النفیر وما یستدل به علی ان الجهاد فرض علی الکفایة، ج۲ص۳۱، رقم: ۱۸۴۰۰، سنن الدارمی، باب فیمن مات ولم یغز، ج۲ص۲۷۵، رقم: ۲۴۱۸، مسند عبد بن حمید من مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۱ص۴۱۹، رقم: ۱۴۳۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص یا جو لوگ ان تینوں نعمتوں سے محروم رہے نہ جہاد کرے نہ مجاہد کو سامان دے نہ مجاہد کے بیوی، بچوں کی خدمت کرے۔ غالباً روئے سخن ان لوگوں سے ہے جن کے زمانہ میں جہاد ہو اور وہ یہ تینوں کام نہ کرے اور اگر کسی کو جہاد دیکھنا نصیب ہی نہ ہو وہ اس حکم سے علیحدہ رہے۔

قارعہ بنا ہے قرع سے بمعنی کھڑکانا ٹھوکنا، اب پریشان کن مصیبت کو بھی قارعہ کہتے ہیں کہ وہ دل کو کھڑکا دیتی ہے اسی لیے قیامت کو قارعہ کہا جاتا ہے اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ کہ وہ مخلوق کو پریشان کر دے گی جس سے عام لوگوں کے حواس جاتے

رہیں گے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵ ص۷۱۵)

(1354) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مشرکوں کے ساتھ اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ اسے ابوداؤد نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراھیۃ ترک الغزو، ج۲ص۳۱۸ رقم: ۲۵۰۶ السنن الصغریٰ للبیھقی، کتاب السیر، ج۳ص۳۶ رقم: ۳۶۶۳ المستدرک للحاکم، کتاب الجھاد، ج۲ص۳۴۸ رقم: ۲۴۲۷ سنن الدارمی، باب فی جھاد المشرکین باللسان والید، ج۲ص۲۸۰ رقم: ۲۴۳۱ سنن الکبریٰ للنسائی، باب وجوب الجھاد، ج۳ص۶ رقم: ۴۳۰۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مشرکین سے مراد کفار حربی ہیں خواہ عرب کے ہوں یا عجم کے اور جہاد خواہ محترم مہینہ میں ہو یا ان کے علاوہ۔ خیال رہے کہ کفارِ عرب سے جزیہ قبول نہیں، صرف اسلام ہی ان کے لیے ذریعہ امان ہے اور کفارِ عجم سے جزیہ بھی قبول ہے کہ وہ ہمارے رعایا بن کر رہیں، ہم کو حق حفاظت میں جزیہ دیں اور ہمارے ملک میں امان سے رہیں، نیز جہاد کے لیے یہ لازم نہیں کہ کفار ابتداء کریں، ہم مسلمان مدافعانہ اور جارحانہ ہر طرح کا جہاد کرسکتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً اس آیت اور اس حدیث نے ترک جہاد اور نرمی کی تمام آیات اور احادیث کو منسوخ فرمادیا چنانچہ آیت فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ بھی منسوخ ہے۔ (مرقات) اسکی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو۔

جان کا جہاد تو مشہور ہے میدان جنگ میں شمشیر یا تدبیر سے جنگ، مال کا جہاد، غازیوں کو سامان دینا، زبان کا جہاد کفار کی زبانی قلمی تردید دلائل سے کرنا، ان کی شکست کی دعا کرنا، انہیں ڈرانا دھمکانا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ معبودین کو برا کہنے کی ممانعت کی آیت یا منسوخ ہے یا معلل ہے اس کیفیت سے جب مسلمان انہیں گالیاں دینے سے روک نہ سکیں اس کی مثل لمعات میں ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵ ص۷۱۶)

(1355) وَعَنْ اَبِيْ عَمْرٍو - وَيُقَالُ: اَبُوْ حَكِيْمٍ - النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِذَا لَمْ يُقَاتِلْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ، وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ، وَيَنْزِلَ النَّصْرُ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگوں میں حاضر ہوا۔ جب آپ دن کے وقت شروع لڑائی نہ کرتے تو لڑائی کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ دن ڈھل جاتا، ہوائیں چلتی، اور مدد اترتی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی ای وقت یستحب اللقاء، ج۳ص۳ رقم: ۲۶۵۵ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الساعۃ

التی یستحب فیها القتال، ج۳ص۱۶۰، رقم: ۱۶۱۳، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب ای وقت یستحب اللقاء، ج۹ص۱۵۳، رقم: ۱۸۹۳۱، سنن النسائی الکبرٰی، باب الوقت الذی یستحب فیه لقاء العدو، ج۵ص۱۹۱، رقم: ۸۶۳۷، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث النعمان بن مقرن، ج۵ص۴۴، رقم: ۲۳۷۹۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ نعمان ابن عمرو ابن مقرن مزنی ہیں، سوید ابن مقرن کے بھائی، حضرت سوید فتح کے دن قبیلہ مزنیہ کے علمبردار تھے، آپ نے اپنے سات بھائیوں اور چار سو ساتھیوں کے ساتھ ہجرت کی تھی، پھر بصرہ میں قیام پذیر رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہاوند کے گورنر تھے، وہاں ہی اکیس ۲۱ھ میں فوت ہوئے، رضی اللہ عنہ۔

جہاد سے مراد جنس جہاد ہے یعنی بہت سے جہادوں میں شریک ہوا ہوں۔

ارواح جمع ہے ریح کی چونکہ ریح اصل میں روح تھا واؤ ی سے بدل گیا تھا اس لیے جمع ارواح آئی، ارياح بھی آتی ہے مگر بہت کم۔ ریاح اور ارواح بہت زیادہ، جمع کی جمع اراویح یا ارایح ہے۔ چونکہ بیچ دوپہری میں کفار سورج کی پوجا کرتے ہیں اس لیے اس وقت نماز نہیں ہے اور حضور اس وقت جہاد بھی نہ کرتے تھے، سورج ڈھلے سورج کی پوجا ختم ہوجاتی ہے، نماز ظہر پڑھنے لگتے ہیں نمازیوں کے لیے دعائیں شروع ہوجاتی ہیں، دوپہری کی شدت جاتی رہتی ہے، قدر ٹھنڈی ہوا بھی چلنے لگتی ہے اس لیے حضور اس وقت جہاد فرماتے تھے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۲۶)

(1356) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْاَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ، فَاِذَا لَقِيتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دشمن کی ملاقات کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت مانگو اور جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو صبر کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا لم یقاتل اول النهار، ج۲ص۵۱، رقم: ۲۹۶۶، صحیح مسلم، باب کراهة تمنی لقا العدو والامر والصبر عند اللقاء، ج۵ص۱۴۳، رقم: ۴۶۴۰، سنن النسائی الکبرٰی، باب تمنی لقاء العدو، ج۵ص۱۸۹، رقم: ۸۶۳۳، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الاول فی الجهاد وما یتعلق به من الاحکام، ج۲ص۵۶۳، رقم: ۱۰۲۸، سنن سعید بن منصور، باب من قال لا تتمنوا لقاء العدو، ج۲ص۶۰، رقم: ۲۳۴۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یعنی جنگ کی تمنا نہ کرو نہ دعا مانگو کیونکہ جنگ ایک بلا ہے بلا کی آرزو اچھی نہ بہتر اس میں فخر و تکبر کی بو ہے اس لیے اس تمنا سے بچو اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ نہ کرو۔ ہمیشہ اللہ سے فضل و رحمت مانگو۔ بیماری اگرچہ اللہ کی رحمت کا باعث ہے، سانپ کاٹے کی موت شہادت کی موت ہے مگر نہ تو ان کی دعا کرو نہ کوشش اور جب رب کی طرف سے آجائے تو صبر کرو۔

یعنی دعا کرو امن و عافیت کی نہ کہ جنگ کی اور اگر کفار سے جنگ کرنا پڑے تو پھر ہمت و استقلال سے کام لو۔ سبحان

اللہ! کیسی نفیس تعلیم ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۲۴)

(1357) وَعَنْهُ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے اور حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنگ دھوکہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامة الحجة، ج۴ص۱۶، رقم: ۶۹۳۰، صحیح مسلم، باب التحریض علی قتل الخوارج، ج۳ص۱۱۳، رقم: ۲۵۱۱، سنن ابوداؤد، باب المکر فی الحرب، ج۳ص۴۶، رقم: ۲۶۳۸، سنن ابن ماجه، باب الخدیعة فی الحرب، ج۳ص۴۳۵، رقم: ۲۸۳۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرخصة فی الکذب والخدیعة فی الحرب، ج۳ص۱۱۲، رقم: ۱۶۷۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خدعہ خ کے فتحہ یا پیش سے، کسرہ سے بھی آتا ہے مگر کم یعنی جنگ کی جان دشمن کو دھوکہ میں رکھنا ہے کہ اسے ہمارے اصلی ارادہ اور اصلی حال پر خبر نہ ہونے پائے، اپنی تھوڑی سی جماعت کو بہت ظاہر کیا جائے تھوڑے سامان کو بے شمار دکھایا جائے یہ جنگی کمال اور مجاہد کی چال ہے۔ کسی میدان کو خالی چھوڑ دینا کہ دشمن اسے خالی جان کر اپنی فوج لے آوے پھر داہنے بائیں اور پیچھے سے نکل کر اس کی فوج کو گھیر لینا جس سے ساری فوج ہتھیار ڈال دے، یہ ہے دھوکہ اس دھوکہ سے مراد جھوٹ اور ناجائز مکروفریب نہیں اب بھی جنگوں میں ایسی چالیں بہت چلی جاتی ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قریبًا متواتر ہے کہ اسے احمد، ابوداود، ترمذی اور مسلم، بخاری، ابن ماجہ، بزاز، طبرانی ابن عساکر اور جامع صغیر میں بہت سے صحابہ کرام نے نقل فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۲۴)

92- بَابُ بَيَانِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الشُّهَدَآءِ فِيْ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ يُغْسَلُوْنَ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِمْ بِخِلَافِ الْقَتِيْلِ فِيْ حَرْبِ الْكُفَّارِ

آخرت کے ثواب کے بارے میں شہیدوں کی جماعت کا بیان، ان کو غسل دیا جائے ان کا جنازہ پڑھا جائے جبکہ کفار کے ساتھ جنگ میں جو مقتول ہوا اس کا یہ حکم نہیں

(1358) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ: اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ، وَالْغَرِيْقُ، وَصَاحِبُ الْهَدْمِ، وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہید پانچ ہیں طاعون والا پیٹ کے مرض والا ڈوب کر مرنے والا دب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشهادة سبع سوی القتل، ج۲ص۲۲، رقم: ۲۸۲۹، صحیح مسلم، باب بیان الشهداء،

ج۶ص۵۱، رقم: ۵۰۲۹، موطا امام محمد، باب ما یکون من الموت شهادة، ج۲ص۸۳، رقم: ۳۰۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۵۳۳، رقم: ۱۰۹۱۰، مسند البزار، مسند ابی هریرة، ج۲ص۲۷۷، رقم: ۸۹۶۵)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شہید کے معنی ہیں گواہ یا حاضر، چونکہ قیامت میں شہید سرکاری گواہ ہوگا، نیز وہ اپنے خون سے توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہے اور یہ مرتے ہی بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے اور اس کی جان کنی پر رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں، ان وجوہ سے اسے شہید کہتے ہیں۔ شہید حقیقی وہ ہے جو ظلمًا قتل ہو۔ اور شہید حکمی وہ جنہیں شہادت کا ثواب دے دیا جائے، شہید حکمی قریبًا ۸۰ ہیں جس میں سے یہاں پانچ کا ذکر ہے: جو طاعون کی بیماری میں صابر ہو کر مرے وہ شہید ہے، جو پیٹ کی بیماری دست وغیرہ میں مرے، اتفاقیہ ڈوب جائے، اونچے سے گر جائے یا عمارت میں دب جائے یہ سب حکمی شہید ہیں۔ دیدہ دانستہ دریا میں ڈوبنے والے یا اوپر سے کودنے والے حرام موت مریں گے شہید نہ ہوں گے، اس جگہ مرقاۃ نے شہادت کی بہت سی قسمیں بیان فرمائیں۔

حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(1359) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا تَعُدُّوْنَ الشُّهَدَاءَ فِيْكُمْ؟" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ. قَالَ: "إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِيْ إِذًا لَقَلِيْلٌ"! قَالُوْا: فَمَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے میں کن کو شہید گنتے ہو" صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ جو اللہ کی راہ میں قتل ہو وہ شہید ہے۔ فرمایا: اس طرح میری امت کے شہید تو بہت تھوڑے ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ پھر کون ہیں فرمایا جو اللہ کی راہ میں قتل ہوا وہ شہید ہے، جو اللہ کی راہ میں مر گیا وہ شہید ہے۔ اور جو طاعون میں فوت ہوا وہ شہید ہے اور جو پیٹ کے درد میں مر گیا وہ بھی شہید ہے اور جو ڈوب گیا وہ بھی شہید ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان الشهداء، ج۶ص۵۱، رقم: ۵۰۵۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۵۲۲، رقم: ۱۰۷۷۲، سنن ابن ماجه، باب ما یرجی فیه الشهادة، ج۲ص۹۳۷، رقم: ۲۸۰۴، صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق به، ج۷ص۴۵۸، رقم: ۳۱۸۶)

شرحِ حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں عد بمعنی شمار کرنا بھی ہوسکتا ہے اور بمعنی گمان کرنا بھی لہذا متعدی ہر دو مفعول ہے اور ما جنس کے سوال کے لیے بھی آتا ہے نوع کے سوال کے لیے بھی اور کسی وصف کے لیے بھی اور افراد کے سوال کے لیے بھی یہاں تمام معنی درست ہیں

یعنی تم کس کس مسلمان کو شہید سمجھتے ہو یا کس صفت سے شہادت کا حاصل ہونا جانتے ہو۔(مرقات) شہید بروزن فعیل صفت مشبہ یا بمعنی مفعول ہے جیسے شہیر بمعنی مشہور یا بمعنی فاعل جیسے خریب بمعنی خارب اور یہ لفظ یا شہادت بمعنی گواہی سے بنا ہے یا شہود بمعنی حاضری سے یا مشاہدہ بمعنی دیکھنے سے یعنی اپنے خون کے قطروں سے توحید و رسالت کی گواہی دینے والا یا جس کی بخشش و عزت کی قرآن و حدیث نے گواہی دی یا مرتے ہی رب تعالیٰ کی بارگاہ میں یا جنت میں حاضر ہونے والا یا مرکر تمام جہان کا مشاہدہ کرنے والا یا جنت کی نعمتوں کو دیکھنے والا یا حضرات انبیاء کرام کی طرح دوسری امتوں پر گواہ، اور بھی اس کے بہت معنی ہیں۔(لمعات) ان کے مشاہدہ کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے. وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ جو اب تک ان سے نہ ملے ان پر خوشیاں منا رہے ہیں کہ عنقریب وہ لوگ مرکر یا شہید ہوکر ہمارے پاس آنے والے ہیں۔

(یارسول اللہ جو اللہ کی راہ میں قتل ہو وہ شہید ہے) یعنی شہادت کے لیے ہم نے دو شرطیں سمجھی ہیں: ایک قتل ہونا اور دوسرے راہ خدا میں قتل ہونا یعنی جہاد میں کفار یا باغیوں وغیرہم کے ہاتھوں قتل ہونا۔

(اس طرح میری امت کے شہید تو بہت تھوڑے ہوں گے) کیونکہ ان دو شرطوں سے بہت سے حقیقی شہید بھی نکل جائیں گے جیسے چور ڈاکو کے ہاتھوں مقتول اور حکمی شہداء تو سارے ہی نکل جاویں گے۔

(جو اللہ کی راہ میں مرگیا وہ شہید ہے) یعنی وہ قتل تو نہ ہوا اپنی موت مرے مگر مرے اللہ کی راہ میں جیسے حاجی سفر حج میں یا طالب علم طلب علم کے زمانہ میں اور جو اللہ کا کام کرتے کرتے مرے یہ سب شہید ہیں۔

(اور جو طاعون میں فوت ہوا وہ شہید ہے) یعنی جہاں طاعون پھیلے وہاں سے بھاگ نہ جائے اور طاعون سے مرجائے وہ بھی شہید ہے کیونکہ وہ جنات کا مقتول ہے۔ طاعون بنا ہے طعن سے بمعنی نیزہ مارنا طاعون والے کو محسوس ہوتا ہے کہ میرے جسم میں کوئی نیزے مار رہا ہے اس لیے اسے طاعون کہتے ہیں لہذا یہ شخص شہید ہوتا ہے۔

پیٹ کی بیماریوں سے مرنے والا حکمًا شہید ہوتا ہے جیسے دست، درد، استسقاء، چونکہ ان بیماریوں میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے کہ پیٹ کی خرابی تمام بیماریوں کی جڑ ہے اس لیے اس سے مرنے والا حکمًا شہید ہے۔ حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حکمی شہداء کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس میں فرمایا ڈوب کر ہلاک ہونے والا، جل کر، دیوار وغیرہ سے دب کر مرنے والا، مسافر، مرابط، جو جمعہ کی رات یا دن میں مرے یہ سب شہید ہیں کہ قیامت میں شہداء کے زمرہ میں اٹھیں گے۔(مرقات) یہ سب کرامتیں حضور کی طفیل ہیں۔

طبرانی نے کبیر میں بروایت سلمان فارسی حدیث نقل کی کہ حضور انور نے اس جواب میں فرمایا کہ اس کی راہ میں قتل طاعون، عورت کا نفاس میں مرجانا، جل کر مرنا، ڈوب کر مرنا، پیٹ کی بیماری سے مرنا، سل کی بیماری سے مرنا، یہ تمام شہادت ہیں۔(مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۰۷)

(1360) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا وہ شہید ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من قاتل دون ماله، ج۲ص۱۳۶، رقم: ۲۴۸۰، صحیح مسلم، باب الدليل على ان من قصد اخذ مال غيره بغير حق، ج۱ص۸۷، رقم: ۳۷۸، السنن الكبرىٰ للبيهقى، باب من له ان يصلى صلاة الخوف، ج۳ص۲۶۵، رقم: ۶۲۷۴، المعجم الصغير للطبرانى، باب من اسمه حويت، ج۱ص۲۶۱، رقم: ۴۲۸، سنن ابن ماجه، باب من قتل دون ماله فهو شهيد، ج۲ص۸۶۱، رقم: ۲۵۸۰)

(1361) وَعَنْ اَبِي الْاَعْوَرِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، اَحَدِ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابو اعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ﷺ سے روایت ہے جو ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی خوشخبری دی گئی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: جو اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا وہ شہید ہے اور جو اپنے خون کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا وہ شہید ہے اور جو اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا وہ شہید ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فى من قتل دون ماله فهو شهيد، ج۳ص۳۰، رقم: ۱۴۲۱، سنن ابوداؤد، باب فى قتال اللصوص، ج۴ص۳۹۱، رقم: ۴۷۷۲، السنن الكبرىٰ للبيهقى، باب من له ان يصلى صلاة الخوف، ج۳ص۲۶۶، رقم: ۶۲۷۷، سنن النسائى الكبرىٰ، باب من قاتل دون دينه، ج۲ص۳۱۰، رقم: ۳۵۵۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعيد بن زيد، ج۱ص۱۹۰، رقم: ۱۶۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کفار نے اس پر یا اس نے کفار پر حملہ کیا اور یہ مارا گیا یا کسی کلمہ گو بے دین سے کسی دینی مسئلہ میں اس سے لڑائی ہوگئی اور یہ مارا گیا تو شہید ہے۔

اس طرح کہ کوئی ظالم اسے قتل کرنے یا اس کے گھر والوں کی بے حرمتی کرنے یا اس کا مال چھیننے آیا، یہ شخص اپنی جان، عزت، مال کی حفاظت کے لیے ان کے مقابل ہوا اور مارا گیا تو یہ بھی شہید ہے کہ ظلماً مارا گیا ہے اور اگر اس نے اس ظالم کو مار ڈالا کیونکہ بغیر قتال اس سے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی تو اس پر اس قتل کی وجہ سے قصاص یا دیت نہیں بلکہ موجودہ حکومتیں ایسی صورت میں بہادری کا انعام دیتی ہیں۔ (مِراٰۃ المناجیح، ج۵ ص۲۳۸)

(1362) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے عرض کیا:

فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَرَاَيْتَ اِنْ جَآءَ رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَخْذَ مَالِيْ؟ قَالَ: "فَلَا تُعْطِهٖ مَالَكَ" قَالَ: اَرَاَيْتَ اِنْ قَاتَلَنِيْ؟ قَالَ: "قَاتِلْهُ" قَالَ: اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلَنِيْ؟ قَالَ: "فَاَنْتَ شَهِيْدٌ" قَالَ: اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلْتُهٗ؟ قَالَ: "هُوَ فِي النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

یارسول اللہ اگر کوئی آدمی آئے اور میرا مال چھیننے کا ارادہ کرے' فرمایا اس کو اپنا مال نہ دے۔ اس نے عرض کیا: اگر وہ مجھ سے لڑے تو' آپ نے فرمایا: تو اس سے لڑ' عرض کیا: اگر وہ مجھے قتل کردے تو فرمایا تو شہید ہے' عرض کیا: اگر میں اس کو قتل کردوں فرمایا وہ دوزخ میں ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الدلیل علی ان من قصد اخذ مال غیرہ بغیر حق، ج۱ص۸۷، رقم: ۳۷۷ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما جاء فی منع الرجل نفسه وحریمه وماله، ج۸ص۳۳۵، رقم: ۱۸۰۹۲ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الرابع من الباب الثانی من کتاب الجهاد فی الشهدا، ج۲ص۷۴۴، رقم: ۱۲۵۰ مشکوۃ المصابیح، باب ما یضمن من الجنایات، الفصل الاول، ج۲ص۲۹۹، رقم: ۳۵۱۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ناحق لینا چاہے غصب یا چوری یا ڈکیتی سے اور جو حق لینا چاہے تو ضرور دے دے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

(تو اس سے لڑ) یعنی اس صورت میں اسے اپنا مال نہ دے کیونکہ اپنے کو ظلم سے بچانا اچھا ہے، اسی طرح سود، رشوت، مالی، جرمانہ میں اپنا مال نہ دے کہ یہ تمام صورتیں ممنوع ہیں۔ خیال رہے کہ یہ نہی حرمت کی نہیں، نیز حالت مجبوری اس سے مستثنٰی ہے، یہ بھی خیال رہے کہ اپنے سے ظلم دفع کرنے کے لیے رشوت دینا جائز ہے اور کسی پر ظلم کرانے کے لیے حرام مگر رشوت لینا بہرحال حرام ہے۔ اس کی تفصیل شامی میں ملاحظہ فرمایئے۔ یہ حکم بھی اجازت واباحت کا ہے وجوب کا نہیں لہذا اگر کوئی شخص اس حالت میں جنگ نہ کرے تو مجرم نہیں۔

کیونکہ تو مظلوم ہے اور ظلماً مقتول شہید ہے۔

یعنی نہ تو گنہگار رہے نہ تجھ پر قصاص یا دیت ہے بلکہ اب تو حکومتیں ایسے بہادری سے مار دینے والوں کو انعام اور تمغے دیتی ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵ ص۲۲۴)

93-بَابُ فَضْلِ الْعِتْقِ

غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ) (البلد: 11-13)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر بے تامّل گھاٹی میں نہ کودا اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے کسی بندے کی گردن چھڑانا۔

(1363) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُّسْلِمَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ فِي النَّارِ، حَتّٰى فَرْجَهُ بِفَرْجِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: جو کسی مسلمان کی گردن کو آزاد کرے گا اللہ اس کے ہر عضو کے بدلے اس کے ہر عضو کو آزاد کر دے گا حتیٰ کہ اس کی شرم گاہ کو اس کی شرمگاہ کے بدلے۔ (آزاد کر دے گا)۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "او تحریر رقبة وای الرقاب اذکی" ج۸ص۱۴۵، رقم: ۶۷۱۵ صحیح مسلم، باب فضل العتق، ج۳ص۲۱۶، رقم: ۳۸۷۰ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فل اعتاق النسمة وفك الرقبة، ج۱۰ص۲۷۲، رقم: ۲۱۸۴۱ المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبد بن العباس، ج۱۰ص۲۷۲، رقم: ۱۰۶۶۲ سنن النسائی، باب فضل العتق، ج۳ص۱۶۸، رقم: ۴۸۷۲ مصنف ابن ابی شیبة، باب فی ثواب العتق، ج۳ص۲۷۰، رقم: ۱۲۷۷۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مسلمان کی قید لگانے سے معلوم ہوا کہ مسلمان غلام کا آزاد کرنا بہتر ہے اس کا ثواب زیادہ پھر بمقابلہ فاسق غلام کے متقی پرہیز گار غلام کا آزاد کرنا افضل۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد فرما کر دین و دنیا میں وہ مرتبہ پایا کہ سبحان اللہ! سورۂ واللیل شریف اسی آزادی کے فضائل بیان فرما رہی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر نے بلال کو آزاد فرما کر مجھ پر احسان کیا، امام مالک فرماتے ہیں کہ سستے مسلمان غلام کو آزاد کرنے سے قیمتی کافر غلام کا آزاد کرنا افضل ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے غرضکہ جس قدر آزاد ہونے والا غلام افضل ہو گا اسی قدر آزاد کرنے والے کا درجہ اعلیٰ اسی لیے اولاد اسماعیل کے غلام کو آزاد کرنے کے بڑے فضائل ہیں، یہاں اس پر مرقات میں بہت اچھی بحث فرمائی۔

یعنی اس کا ہر عضو آزاد کرنے والے کے اعضاء کا فدیہ بن جائے گا جیسے قربانی یا عقیقہ کے جانور کے اعضاء دینے والے کے اعضاء کا فدیہ بن جاتے ہیں اسی لیے عقیقہ پر پڑھا جاتا ہے ولحمها بلحمه ودمها بدمه شعرها بشعره بہر حال غلام آزاد کرنا بہترین عمل ہے جب کہ رضائے الٰہی کے لیے ہو۔ شرمگاہ کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ یہ تمام اعضاء سے خبیث عضو ہے کہ ناپاکی کا محل ہے زیادہ گناہ اسی سے ہوتے ہیں جب کہ یہ عضو بھی دوزخ سے آزاد ہو گیا تو باقی اعضاء بدرجہ اولیٰ آزاد ہوں گے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ خصی یا ذکر کٹے غلام کو آزاد کرنا بہتر نہیں اور بہتر یہ ہے کہ مرد تو مرد کو آزاد کرے اور عورت عورت کو جیسا کہ ابوداؤد ابن حبان کی بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ حدیث مختلف عبارتوں سے بہت اسنادوں سے بہت محدثین نے نقل فرمائی۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵ ص۲۹۷)

(1364) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ، وَالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" قَالَ: قُلْتُ:

حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے عرض کیا: اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان اور اللہ

اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا، وَاَكْثَرُهَا ثَمَنًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

کے راستے میں جہاد کرنا کہتے ہیں میں نے عرض کیا: غلاموں میں سے کون سا غلام زیادہ فضیلت والا ہے تو آپ نے فرمایا: اس کے مالکوں کے ہاں جو زیادہ عمدہ اور زیادہ قیمتی ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ای الرقاب افضل، ج ۲ص ۱۴۴، رقم: ۲۵۱۸ صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال، ج ۱ص ۶۲، رقم: ۲۶۰ صحیح ابن حبان، کتاب العتق، ج ۴ص ۱۴۸، رقم: ۴۳۱۰ سنن الکبری للبیہقی، باب فضل النیابہ عمن لا یھدی، ج ۶ص ۸۱، رقم: ۱۱۷۷۱ کتاب الورع لابن ابی الدنیا، ص ۳۹، رقم: ۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دل و دماغ جسم وغیرہ ظاہری باطنی اعضاء کے اعمال صالحہ میں سے کون سا عمل افضل ہے اسی لیے سرکار نے جواب میں دلی عمل یعنی ایمان کا ذکر بھی فرمایا۔

(اللہ پر ایمان اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنا) ایمان وہ افضل جس پر خاتمہ نصیب ہو جائے ورنہ محض بے کار ہے جیسے ابلیس کا برباد شدہ ایمان اور جہاد میں کفار سے جہاد بھی شامل ہے اور مجاہدات ریاضات بھی داخل ہیں، رب تعالی فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور فرماتا ہے: وَالَّذِیْنَ جٰهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

اس حدیث کی بنا پر امام مالک فرماتے ہیں کہ قیمتی غلام آزاد کرنا افضل ہے اگرچہ کافر ہی ہو مگر حق یہ ہے کہ یہاں مراد قیمتی اور مؤمن غلام مراد ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۹۸)

94- بَابُ فَضْلِ الْاِحْسَانِ اِلَی الْمَمْلُوْكِ
غلاموں کے ساتھ احسان کرنے کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ) (النساء: 36)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

(1365) وَعَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَیْدٍ، قَالَ: رَاَیْتُ اَبَا ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَعَلَیْهِ حُلَّةٌ وَّعَلٰی غُلَامِهٖ مِثْلُهَا، فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ، فَذَكَرَ اَنَّهٗ قَدْ

معرور بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر ﷛ کو دیکھا کہ آپ پر ایک قیمتی حلّہ تھا اور ان کے غلام نے بھی ویسا ہی حلّہ پہن رکھا تھا۔ اس کے بارے میں

سَابَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَيَّرَهُ بِأُمِّهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ هُمْ إِخْوَانُكُمْ وَخَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهِ، فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک آدمی کو دی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ ظاہری میں گالی اوراس کی ماں پر عیب لگایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھ میں جاہلیت کا اثر یقینا موجود ہے یہ تمہارے بھائی اور خادم ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت بنایا ہے تو جس شخص کا بھائی اس کا ماتحت ہو وہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے۔ اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ ان کی ہمت سے زیادہ کام کی ان کو تکلیف مت دو اور اگر تم ان کو تکلیف دو تو ان کی مدد کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب المعاصی من امر الجھالیۃ، ج۱ص۱۵، رقم: ۳۰ صحیح مسلم، باب اطعام المملوک مما یاکل والباسه مما یلبس ولا یکلفه مما یغلبه، ج۵ص۹۲، رقم: ۱۳۰۲ السنن الکبریٰ للبیھقی، باب ما جاء فی تسویۃ المالک بین طعامه وطعام رقیقه، ج۸ص۷، رقم: ۱۶۱۹۵ سنن ابن ماجه، باب الاحسان الی الممالیک، ج۲ص۱۲۱۶، رقم: ۳۶۹۰ مسند البزار، مسند ابی ذر الغفاری رضی الله عنه، ج۲ص۹۵، رقم: ۳۹۹۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اخوانکم یا تو پوشیدہ مبتدا کی خبر ہے یعنی تمہارے غلام تمہارے انسانی یا دینی بھائی ہیں، یا یہ مبتدا ہے اور جعلھم اللہ خبر۔ مطلب یہ ہے کہ تم اور تمہارے غلام انسانیت اور دین میں تمہاری مثل ہیں کہ تم اور وہ دونوں اولاد آدم اور مسلمان ہیں، رب تعالیٰ اس کے عکس پر بھی قادر تھا کہ انہیں مولیٰ اور تمہیں غلام بنا دیتا اس کا کرم ہے کہ تم کو مولیٰ اور اس کو غلام بنا دیا، اس کا شکر یہ یہ ہے کہ ہمارے اس حکم پر عمل کرو۔

یہ حکم استحبابی ہے۔ خیال رہے کہ مولیٰ پر اپنے غلام لونڈی کا کھانا کپڑا شرعًا واجب ہے مگر اپنے جیسا کھانا کپڑا دینا مستحب ہے جس پر بہت سے صحابہ کرام نے عمل کیا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں مما یاکل جنس کے بیان کے لیے ہے نہ کہ نوع کے لیے یعنی مولیٰ کو چاہیے کہ اپنی طرح غلام کو بھی پائجامہ، کرتہ، ٹوپی یا عمامہ دے اگر چہ اس کا اپنا یہ لباس اعلیٰ لٹھے ململ کا ہو غلام کا معمولی گاڑھے کا، مگر پہلے معنے زیادہ قوی ہیں۔

یعنی اگر غلام سے بھاری و مشکل کام کرائے تو خود یا اپنے دوسرے غلام یا اپنی اولاد کو اس میں شریک کردے اگر بھاری شہتیر اٹھوانا ہے تو غلام کے ساتھ خود بھی لگ جائے یا اپنے کسی ماتحت کو لگا دے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۲۶۲)

(1366) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے

خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ، فَإِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ، فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ أَوْ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ ؛ فَإِنَّهُ وَلِيَ عِلَاجَهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

پاس کھانا لائے تو اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے اگر ساتھ نہ بٹھائے تو ایک دو لقمے ضرور اس میں سے اس کو کھلا دے کیونکہ اس نے اس کو تیار کیا ہے۔ (بخاری)

"الْأُكْلَةُ" بِضَمِّ الْهَمْزَةِ: وَهِيَ اللُّقْمَةُ.

اُكْلَةٌ: ہمزہ پر پیش کے ساتھ لقمہ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب اذا اتاہ خادمہ بطعامہ، ج۲ص۱۵۰، رقم: ۲۵۵۷ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۴۳۶، رقم: ۴۲۵۷ مسند ابی یعلیٰ، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۵ص۵۶، رقم: ۵۱۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں خادم میں لونڈی غلام بلکہ نوکر چاکر سب شامل ہیں۔

یعنی اگر کھانا کافی ہے تو اس پکانے والے خادم کو اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھا کر کھلائے، اسے ساتھ بٹھانے میں اپنی ذلت نہ سمجھے جیسا کہ متکبرین کا حال ہے جب مسجد اور قبرستان میں امیر وغریب، آقا وغلام یکجا ہو جاتے ہیں تو یہاں بھی یکجا ہوں تو کیا حرج ہے۔

مشفوہ شفۃٌ سے بنا بمعنی ہونٹ، مشفوہ وہ پانی یا کھانا ہے جس پر بہت سے لوگ کھانے والے جمع ہو جائیں، بہت سے منہ کھائیں، اب تھوڑے کو بھی مشفوہ کہہ دیتے ہیں اسی مناسبت سے یا مشفوہ وہ کھانا ہے جو ہونٹوں اور منہ میں لگ کر رہ جائے اچھی طرح پیٹ میں نہ جائے۔

یہ حکم استحبابی ہے جس میں بڑی حکمتیں ہیں ان دو ایک لقموں سے کھانے پر نظر نہ لگے گی مالک کو اچھی طرح ہضم ہوگا، نقصان نہ دے گا نیز یہ مکارم اخلاق سے ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۵ ص۲۶۴)

95-بَابُ فَضْلِ الْمَمْلُوكِ الَّذِي يُؤَدِّي حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ

اس غلام کی فضیلت جو اللہ کا اور اپنے مالکوں کا حق ادا کرے

(1367) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهِ، وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ، فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب غلام اپنے مالک سے خیر خواہی کرے اور اچھے طریقہ سے اللہ کی عبادت کرے۔ تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العبد اذا احسن عبادۃ ربہ ونصح سیدہ، ج۲ص۱۳۹، رقم: ۲۵۴۶ صحیح مسلم، باب ثواب العبد واجرہ اذا نصح لسیدہ واحسن عبادۃ اللہ، ج۵ص۹۴، رقم: ۱۳۰۸ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب فضل المملوك اذا نصح، ج۸ص۱۲، رقم: ۱۶۲۲۵ سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی المملوك اذا نصح، ج۴ص۵۰۸، رقم: ۵۱۶۹ مسند الشہاب، باب اذا نصح العبد لسیدہ واحسن عبادۃ، ج۲ص۲۹۹، رقم: ۱۴۰۳)

شرح حدیث: حبشی غلام

حضرتِ سیِّدُ نا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ لوگ خشک سالی میں مبتلاء ہیں اور مسجد حرام میں بارش کے لئے دعا مانگ رہے ہیں۔ میں باب بنی شیبہ کی طرف موجود تھا کہ ایک حبشی غلام آیا، اس نے کھدر کے دو کپڑے پہن رکھے تھے۔ ایک کپڑے کا تہبند باندھ رکھا تھا جبکہ دوسرا کپڑا کندھوں پر اوڑھ رکھا تھا۔ وہ وہاں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اسے اس طرح دعا مانگتے ہوئے سنا: یاالٰہی عزوجل! گناہوں کی کثرت اور برے عیبوں نے چہروں کو سیاہ کر دیا، تو نے مخلوق کی عبرت کے لئے ہم سے باران رحمت کو روک لیا، تو اے حلیم عزوجل! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے وہ پاک ذات جس سے اس کے بندے بھلائی ہی پاتے ہیں! انہیں ابھی فوراً ہی سیراب کر دے۔

حضرتِ سیِّدُ نا ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ابھی اس حبشی غلام نے اتنا ہی کہا تھا کہ آسمان پر بادل چھا گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے برساتِ رحمت برسنے لگی۔ پھر وہ حبشی غلام اپنی جگہ پر بیٹھ کر تسبیح پڑھنے لگا۔ میں یہ دیکھ کر رونے لگا۔ جب وہ وہاں سے جانے لگا تو میں اس کا گھر دیکھنے کے لئے اس کے پیچھے چل دیا۔ پھر جب میں حضرتِ سیِّدُ نا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: آپ کیوں افسردہ ہیں؟ میں نے کہا کوئی دوسرا ہم سے سبقت لے گیا اور اللہ عزوجل نے ہمارے بجائے اسے اپنا دوست بنالیا۔ انہوں نے پوچھا وہ کیسے؟ تو میں نے پورا قصہ بیان کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چیخ ماری اور زمین پر تشریف لے آئے۔ پھر فرمایا: اے ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! افسوس ہے تم پر، مجھے ان کے پاس لے چلو۔ میں نے کہا: ابھی وقت بہت کم ہے، میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہوں۔

پھر جب اگلا دن آیا تو میں نے فجر کی نماز پڑھی اور اس حبشی غلام کے گھر کی طرف چل دیا۔ میں نے گھر کے دروازے پر ایک بوڑھے کو دیکھا جو چادر بچھا کر بیٹھا ہوا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو پہچان کر کہنے لگا: مرحبا! اے ابوعبدالرحمن! خوش آمدید، فرمایئے کیسے تشریف لائے؟ میں نے کہا: مجھے ایک غلام کی حاجت ہے۔ اس نے کہا: ہاں! میرے پاس بہت سے غلام ہیں، آپ ان میں سے جسے چاہیں پسند فرمالیں۔ پھر اس نے آواز دی: اے غلام! جواباً ایک چاک و چوبند غلام باہر نکلا تو اس بوڑھے نے مجھے بتایا کہ یہ غلام بہت نیک سیرت ہے، آپ کے لئے بہت اچھا رہے گا۔ تو میں نے کہا: نہیں، مجھے یہ نہیں چاہے۔ وہ بوڑھا شخص ایک کے بعد دوسرا غلام بلاتا رہا اور میں انکار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے میرے مطلوبہ غلام کو بلایا تو اسے دیکھ کر میری آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ بوڑھے نے پوچھا: کیا یہ غلام آپ کو پسند ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ مگر وہ کہنے لگا: میں اس غلام کو نہیں بیچ سکتا۔ میں نے پوچھا: وہ کیوں؟ جواب دیا: اس کا میرے گھر میں رہنا باعثِ برکت ہے کیونکہ جب سے یہ اس گھر میں آیا ہے مجھے کوئی مصیبت نہیں پہنچی۔ میں نے پوچھا: اس کا کھانا کہاں سے

آتا ہے؟اس نے کہا کہ یہ کھجوری رسیاں بُن کر کچھ رقم کما لیتا ہے، اگر رسیاں بِک جائیں تو فبہا ورنہ وہ دن یونہی گزار لیتا ہے اور میرے غلاموں نے مجھے اس کے بارے میں بتایا ہے کہ یہ طویل ترین راتوں میں بھی بالکل نہیں سوتا، ان سے زیادہ میل جول نہیں رکھتا اور اپنے نفس پر کڑی نظر رکھتا ہے، میرے دل میں اس کے لئے بڑی محبت ہے۔

یہ سن کر میں نے اس بوڑھے سے کہا: میں اپنی مراد پوری ہوئے بغیر (حضرتِ سیِّدُ نا) فضیل بن عیاض اور (حضرتِ سیِّدُ نا) سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے پاس چلتا ہوں۔ (واپسی پر) میں دوبارہ اس کے پاس گیا اور اس غلام کے لئے منت سماجت کی تو اس نے کہا کہ آپ کا میرے پاس چل کر آنا ہی بڑی بات ہے آپ اسے جتنی قیمت میں چاہیں لے جائیں۔

بہر حال میں نے وہ غلام خرید لیا اور اسے لے کر حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر کی طرف چل پڑا۔تھوڑی دُور چلنے کے بعد اس نے مجھ سے کہا: اے آقا! میں نے کہا: لبیک! (یعنی میں حاضر ہوں۔) تو اس نے کہا: لبیک نہ کہے کیونکہ غلام لبیک کہنے کا آقا سے زیادہ مستحق ہے۔ میں نے کہا: میرے دوست! تمہیں کس چیز کی حاجت ہے؟ اس نے کہا: میں کمزور بدن والا ہوں، آپ کی کوئی خدمت نہیں کر پاؤں گا، آپ میری جگہ دوسرا غلام خرید لیتے، میرے مالک نے آپ کو مجھ سے طاقتور غلام بھی دِکھایا تھا۔تو میں نے جواب دیا: میں تجھ سے خدمت تھوڑی لوں گا؟ میں نے تو تجھے اس لئے خریدا ہے کہ تجھے اپنے بیٹوں کی طرح رکھوں، تیری شادی کراؤں اور خود تیری خدمت کروں۔ یہ سن کر وہ رونے لگا تو میں نے اس سے پوچھا: تجھے کس چیز نے رُلایا؟ تو اس نے جواب دیا: شاید آپ یہ سب اس لئے کر رہے ہیں کہ آپ نے مجھے اللہ عزوجل کے ساتھ مناجات کرتے ہوئے دیکھ لیا ہوگا، ورنہ آپ ان غلاموں میں سے میرا ہی انتخاب کیوں کرتے؟ میں نے کہا: بس، مجھے تم سے ایک یہی حاجت ہے۔ اس نے کہا: میں آپ کو اللہ عزوجل کی قسم دے کر اس حاجت کے بارے میں پوچھتا ہوں۔تو میں نے بتایا کہ میں نے تمہیں تمہاری دعا کی مقبولیت کی وجہ سے خریدا ہے۔ اس نے کہا: میرا آپ کے بارے میں حسنِ ظن ہے کہ آپ ایک نیک آدمی ہیں، اللہ عزوجل اپنی مخلوق میں کچھ بندوں کو چن لیتا ہے جن کے اَحوال اپنے محبوب بندوں ہی پر ظاہر فرماتا ہے اور انہی بندوں پر ظاہر فرماتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا ہے۔ پھر وہ کہنے لگا: کیا آپ کچھ دیر میرا انتظار کریں گے، میری رات کی کچھ رکعتیں باقی ہیں، میں وہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا: حضرتِ سیِّدُ نا فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر قریب ہی ہے وہاں ادا کر لینا: اس نے کہا کہ میں یہیں نماز پڑھنا پسند کرتا ہوں کیونکہ اللہ عزوجل کے احکام بجالانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ چنانچہ وہ مسجد میں داخل ہوا اور دیر تک نماز میں مشغول رہا پھر میرے پاس آ کر بولا: اے ابوعبدالرحمن! کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ میں نے پوچھا وہ کیوں؟ اس نے کہا: اس لئے کہ میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کہاں جانا چاہتے ہو؟ کہا: آخرت کی طرف۔ میں نے کہا: ایسا نہ کرو میں تم سے نفع تو اٹھا لوں۔تو اس نے مجھ سے کہا: جب تک معاملہ میرے اور اللہ عزوجل کے درمیان تھا اس وقت تک

مجھے زندگی پسند تھی مگر اب جبکہ آپ بھی اس پر مطلع ہو گئے ہیں تو عنقریب اور بھی بہت سے لوگ جان لیں گے لہذا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ پھر وہ منہ کے بل گر کر دعا مانگنے لگا: یا الٰہی عزوجل! ابھی فوراً میری روح قبض فرما لے۔ میں اس کے قریب ہوا تو دیکھا کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے۔

حضرت سیّدنا ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: خدا عزوجل کی قسم! میں جب بھی اسے یاد کرتا ہوں تو میرا غم طویل ہو جاتا ہے، دنیا میری نظروں میں چھوٹی ہو جاتی ہے اور مجھے اپنے عمل حقیر نظر آنے لگتے ہیں۔ (بحر الدموع ۱۰۰۔ ۱۰۳)

(1368) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ الْمُصْلِحِ اَجْرَانِ"، وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ لَوْلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْحَجُّ، وَبِرُّ اُمِّيْ، لَاَحْبَبْتُ اَنْ اَمُوْتَ وَاَنَا مَمْلُوْكٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درستگی کرنے والے غلام کے لیے دو اجر ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں ابوہریرہ کی جان ہے۔ اگر اللہ کی راہ میں جہاد، حج اور ماں کی خدمت نہ ہوتیں تو میں غلام ہونے کی حالت میں مرنا پسند کرتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العبد اذا احسن عبادة ربه ونصح سیده، ج۲ص۱۴۹، رقم: ۲۵۴۸، صحیح مسلم، باب ثواب العبد واجره اذا نصح لسیده واحسن عبادة الله، ج۵ص۹۴، رقم: ۴۴۱۰، السنن الکبری للبیهقی، باب فضل المملوك اذا نصح ج۸ص۱۲، رقم: ۱۶۲۲۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۳۳۰، رقم: ۸۳۵۴، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثامن فی العبد الصالح، ج۸ص۶۲، رقم: ۵۹۰۲)

شرح حدیث: سب سے پہلے جنت میں

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ مجھ پر سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے تین شخص پیش کئے گئے وہ یہ لوگ ہیں (۱) شہید (۲) پاکدامن شخص اور (۳) وہ غلام جو اللہ عزوجل کی اچھی طرح عبادت کرے اور اپنے آقا کے ساتھ خیر خواہی کرے۔ (ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی ثواب الشہید، رقم ۱۶۴۷ ص ۴۰۲)

(1369) عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمَمْلُوْكُ الَّذِيْ يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهٖ، وَيُؤَدِّيْ اِلٰى سَيِّدِهِ الَّذِيْ عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ، وَالنَّصِيْحَةِ، وَالطَّاعَةِ، لَهٗ اَجْرَانِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو غلام اپنے ربّ کی خوب عبادت کرتا ہے اور اپنے رب کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے مالک کے ساتھ خیر خواہی اور اس کی اطاعت کرتا ہے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کراهیة التطاول علی الرقیق، ج۲ص۱۵۰، رقم: ۲۵۵۱، مسند ابی یعلی، حدیث ابی موسی

رضی اللہ عنہ، ج۴ص۴۷۰، رقم:۶۲۰۸، مسند الرویانی، باب ما روی ابو بردۃ بن ابی موسی عن ابیہ، ص۳۲، رقم:۳۶۰، الاداب للبیہقی، باب فی المملوك اذا نصح، ج۱ص۳۳، رقم:۶۰)

شرح حدیث: مصائب پر صبر قربِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کا ذریعہ ہے

ایک شخص حضرت سیِّدُنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یا سیِّدی! مجھے بتائیے کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ تک کیسے رسائی حاصل کر سکتا ہوں؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک امیر کے دروازے پر لے گئے۔ دروازے پر ایک غلام کھڑا ہوا تھا جس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس غلام کی طرف اشارہ کیا اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: اس کی مثل ہو جاؤ، خود ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ تک رسائی حاصل کر لوگے۔ (یعنی جس طرح یہ غلام ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے باوجود اپنے آقا کے دروازے پر حاضر ہے اس طرح تو بھی ہر حال میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہ اور اس کی عبادت کرتا رہ)۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظ وَالرَّقَائِق ۳۵۰)

(1370) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَهُمْ اَجْرَانِ: رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ، وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ، وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ اِذَا اَدّٰى حَقَّ اللهِ، وَحَقَّ مَوَالِيْهِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهٗ اَمَةٌ فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا، ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا، فَلَهٗ اَجْرَانِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ہیں جس کو دوگنا اجر ملتا ہے۔ اہل کتاب کا آدمی جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور حضرت محمد (ﷺ) پر ایمان لایا اور مملوک غلام جو اللہ کا اور اپنے مالکوں کا حق ادا کرے۔ ایک وہ آدمی جس نے اپنی باندی کی خوب تربیت کی اسے اچھی طرح تعلیم دی، پھر آزاد کر کے اس سے شادی کی۔ اس کے لیے دو اجر ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تعلیم الرجل امته واهله، ج۱ص۳۱، رقم:۹۷، صحیح مسلم، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد صلی الله علیه وسلم، ج۱ص۹۳، رقم:۴۰۳، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الرجل یعتق امته ثم یتزوج بها، ج۷ص۱۲۸، رقم:۱۳۱۰۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری، ج۴ص۳۰۲، رقم:۱۹۶۱۸، مصنف عبد الرزاق، باب اعتقها صداقها، ج۷ص۲۶۱، رقم:۱۳۱۱۱)

شرح حدیث: امانت داری سے متاثر

حضرت سیدنا نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ مدینہ منورہ کی ایک وادی میں گیا۔ ہمارے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ گرمی اپنے جوبن پر تھی گویا سورج آگ برسا رہا تھا۔ ہم نے ایک سایہ دار جگہ میں دستر خوان لگایا اور سب مل کر کھانا کھانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے قریب سے ایک چرواہا گزرا، حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے فرمایا: آئیے! آپ بھی ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیے۔ چرواہے نے جواب دیا: میرا روزہ ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے فرمایا: تو اس شدید گرمی کے عالم میں سارا دن جنگل میں بکریاں چراتا ہے، تو اتنی مشقت کا کام کرتا ہے اور پھر بھی تو نے نفلی روزہ رکھا ہوا ہے؟ کیا تجھ پر نفلی روزہ رکھنا ضروری ہے؟

یہ سن کر وہ چرواہا کہنے لگا: کیا وہ وقت آ گیا جن کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا گیا:

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ۝

ترجمہ کنزالایمان: کھاؤ اور پیو رچتا ہوا، صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔ (پ29، الحآقۃ: 24)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس چرواہے کی حکیمانہ باتیں سن کر بڑے حیران ہوئے اور اس سے فرمانے لگے: تم ہمیں ایک بکری فروخت کر دو ہم اسے ذبح کریں گے، اور تمہیں بکری کی مناسب قیمت بھی دیں گے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سن کر وہ چرواہا عرض گزار ہوا: حضور! یہ بکریاں میری ملکیت میں نہیں بلکہ یہ میرے آقا کی ہیں، میں تو غلام ہوں میں انہیں کیسے فروخت کر سکتا ہوں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی امانت داری سے بہت متاثر ہوئے۔ اور ہم سے فرمایا: یہ بھی تو ممکن تھا کہ یہ چرواہا ہمیں بکری بیچ دیتا اور جب اس کا آقا پوچھتا تو جھوٹ بول دیتا کہ بکری کو بھیڑیا کھا گیا لیکن دیکھو یہ کتنا امین و متقی چرواہا ہے۔

چرواہے نے بھی یہ بات سن لی۔ اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلا گیا، اگرچہ میرا آقا مجھے نہیں دیکھ رہا لیکن میرا پروردگار عزوجل تو مجھے دیکھ رہا ہے، میرا رب عزوجل تو میرے ہر ہر فعل سے باخبر ہے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس چرواہے کی باتوں اور نیک سیرت سے بہت متاثر ہوئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس چرواہے کے مالک کے پاس پہنچے اور اس نیک چرواہے کو خرید کر آزاد کر دیا اور ساری بکریاں بھی خرید کر اس چرواہے کو ہبہ کر دیں۔ (عُیُوْنُ الْحِکَایَات ۱۵۷)

96-بَابُ فَضْلِ الْعِبَادَةِ فِی الْهَرْجِ وَهُوَ: الْاِخْتِلَاطُ وَالْفِتَنُ وَنَحْوُهَا

فتنے اور فساد وغیرہ کے زمانے میں عبادت کرنے کی فضیلت کا بیان

(1371) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فتنے کے وقت میں عبادت کرنا ایسا ہے جس طرح میری طرف ہجرت کرنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل العبادة فی الهرج، ج۸ص۲۰۸، رقم: ۷۵۸۸، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث معقل بن یسار، ج۲۰ص۲۱۲، رقم: ۱۷۲۴۴، سنن ابن ماجه، باب الوقوف عند الشبهات، ج۲ص۱۳۱۹، رقم: ۳۹۸۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الهرج والعبادة فیه، ج۴ص۴۸۹، رقم: ۲۲۰۱، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الفتن، ج۱۳ص۲۸۹، رقم: ۵۹۵۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو ثواب فتح مکہ سے پہلے میرے ہجرت کر کے آنے کا تھا وہ ہی ثواب اس پر فتن زمانہ میں عبادت کرنے کا ہوگا جیسے مہاجر اپنے عزیز و اقارب سے منہ موڑ کر رب کی طرف آجاتا ہے ایسے ہی یہ شخص ان تمام سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف آتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۳)

97-بَابُ فَضْلِ السَّمَاحَةِ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالْأَخْذِ وَالْعَطَاءِ وَحُسْنِ الْقَضَاءِ وَالتَّقَاضِيْ وَإِرْجَاحِ الْمِكْيَالِ وَالْمِيْزَانِ وَالنَّهْيِ عَنِ التَّطْفِيْفِ وَفَضْلِ إِنْظَارِ الْمُوْسِرِ الْمُعْسِرَ وَالْوَضْعِ عَنْهُ

خرید و فروخت اور لین دین میں نرمی اور رقم کی ادائیگی اور اچھا رویہ اختیار کرنے، جھکتا تولنے اور ناپنے کی فضیلت اور کم تولنے اور ناپنے کی ممانعت اور مال دار و تنگ دست کو مہلت دینے اور اس سے قرض کو معاف کر دینے کی فضیلت کا ذکر

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللهَ بِهٖ عَلِيْمٌ) (البقرة: 215).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو بھلائی کرو بیشک اللہ اسے جانتا ہے۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ) (هود: 85).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اے میری قوم ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) (المطففين: 1-6)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں پورا لیں اور جب انہیں ماپ تول کر دیں کم کر دیں کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے ایک عظمت والے دن کے لئے جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

شرح: کم تولنے کے بارے میں حکایت

ایک شخص کا بیان ہے: میں ایک مریض کے پاس گیا جس پر موت کے آثار نمایاں تھے، میں نے اسے کلمہ شہادت کی تلقین شروع کر دی لیکن اس کی زبان پر کلمہ جاری نہیں ہو رہا تھا، جب اسے افاقہ ہوا تو میں نے کہا: اے بھائی! کیا وجہ ہے کہ میں تجھے کلمۂ شہادت کی تلقین کر رہا تھا لیکن تمہاری زبان پر کلمہ جاری نہیں ہو رہا تھا؟ اس نے بتایا: اے میرے

بھائی! ترازو کے دستے کی سوئی میری زبان پر تھی جو مجھے بولنے سے مانع تھی۔ میں نے اسے کہا: اللہ عزوجل کی پناہ! کیا تم کم تولتے تھے؟ اس نے کہا: نہیں اللہ عزوجل کی قسم! مگر میں نے کچھ مدت تک اپنی ترازو کا بٹ (یعنی پتھر) صحیح نہ کیا۔ پس یہ اس کا حال ہے جو اپنی ترازو کا پتھر صحیح نہ کرے تو اس کا کیا حال ہوگا جو تولتا ہی کم ہے۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر ۷۸۰)

آگ کے دو پہاڑ

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ اپنے پڑوسی کے پاس گیا اس حال میں کہ اس پر موت کے آثار نمایاں تھے اور وہ کہہ رہا تھا: آگ کے دو پہاڑ، آگ کے دو پہاڑ۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اس سے پوچھا: کیا کہہ رہے ہو؟ تو اس نے بتایا: اے ابو یحییٰ! میرے پاس دو پیمانے تھے، ایک سے دیتا اور دوسرے سے لیتا تھا۔ حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں اٹھا اور ایک پیمانے کو دوسرے پر (توڑنے کی خاطر) مارنے لگ گیا۔ تو اس نے کہا: اے ابو یحییٰ! جب بھی آپ ایک کو دوسرے پر مارتے ہیں معاملہ زیادہ شدید اور سخت ہو جاتا ہے۔ پس وہ اسی مرض میں مر گیا۔

کسی نیک بزرگ کا قول ہے: ہر تولنے اور ماپنے والے پر آگ پیش کی جائے گی کیونکہ کوئی نہیں بچ سکتا سوائے اس کے جسے اللہ عزوجل بچائے۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر ۷۸۰)

(1372) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ فَاَغْلَظَ لَهُ، فَهَمَّ بِهِ اَصْحَابُهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَعُوْهُ، فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا" ثُمَّ قَالَ: "اَعْطُوْهُ سِنًّا مِثْلَ سِنِّهِ" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَا نَجِدُ اِلَّا اَمْثَلَ مِنْ سِنِّهِ، قَالَ: "اَعْطُوْهُ، فَاِنَّ خَيْرَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا وہ آپ سے (قرض) وصول کرنے کے لیے تقاضا کرنے آیا اس نے آپ علیہ السلام پر سختی کی۔ صحابہ نے اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ و کہ صاحب حق کو بات کرنے کا اختیار ہے۔ پھر فرمایا اس کو اتنی عمر کا اونٹ دو جتنی عمر کا اس کا تھا۔ میں نے عرض کیا: کہ اس جیسا نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ہے فرمایا وہ دے دو۔ تم میں سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اچھی طرح ادائیگی کرتے ہیں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الوکالة فی قضاء الدیون، ج۳ص۹۹ رقم: ۲۳۰۶ صحیح مسلم، باب من استسلف شیئاً فقضی خیرا منه، ج۵ص۵۴ رقم: ۴۱۹۳ السنن الکبری للبیهقی، باب الرجل یقضیه خیرا منه بلا شرط طیبة به نفسه، ج۵ص۳۵۱ رقم:

۱۱۲۵۸سنن ترمذی، باب ما جاء فی استقراض البعیر اوالشی من الحیوان، ج۳ص۶۰۸، رقم: ۱۳۱۶؛ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۴۵۶، رقم: ۹۸۸۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(توآپ پر سختی کی) یہ سختی کرنے والا قرض خواہ یا تو کوئی یہودی وغیرہ کافر ہوگا یا آداب سے ناواقف بدوی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام سے خبردار نہ تھے، وہ تو بغیر قرض بھی گفتگو میں بہت سختی کرتے تھے اور حضور انور تحمل فرماتے تھے، ورنہ صحابہ کرام سے یہ سختی ناممکن ہے۔ (لمعات ومرقات)

(صحابہ نے کچھ کرنا چاہا) مار پیٹ یا سخت جواب یا بارگاہ عالی سے نکال دینا چاہا۔

(حق والے کو کچھ کہنے کا حق ہے) یعنی قرض خواہ کو حق ہے کہ اگر مقروض غنی ہو کر ٹال مٹول کرے تو اس کے خلاف دعویٰ کر دے یا اسے ظالم خائن کہے یا کہے کہ تو نادہند بہانہ خور ہے۔ خیال رہے کہ یہ قانون نادہند مقروضوں کے لیے ہے جو حضور انور نے اس موقع پر بیان فرمایا ورنہ حضور انور ان تمام ٹال مٹول وغیرہ سے معصوم ہیں۔

(ہم تو اس کی عمر سے بہتری پاتے ہیں) یعنی جو اونٹ اس نے آپ کو قرض دیا تھا وہ کم عمر اور دبلا تھا، اب بازار سے ایسے دبلے کم عمر اونٹ نہیں ملتے اس سے اچھے موٹے رباعیہ مل رہے ہیں۔

(بہترین وہ ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے) طبرانی، ابن حبان، حاکم، بیہقی نے حضرت زید ابن سعنہ سے روایت کی کہ میں یہود کے بڑے پادریوں میں سے تھا، میں نے حضور انور میں تمام علامات نبوت تو دیکھ لی تھیں دو کی آزمائش کرنا چاہتا تھا ایک حلم، دوسرے سختی کے جواب میں نرمی، میں نے حضور انور کو کچھ چھوہارے ادھار دیئے اور وقت اداء سے دو دن قبل تقاضا کرنے کے لیے آ گیا، آپ کی چادر پکڑ کر نہایت سختی سے بولا کہ میرا قرض دو، بنی عبدالمطلب عموماً نادہند ہوتے ہیں، جناب عمر فاروق نے فرمایا کہ اگر اس آستانہ کا ادب مانع نہ ہوتا تو یہ تلوار تیرے سر پر ہوتی، حضور انور نے فرمایا اے عمر بہتر ہوتا کہ تم مجھے قرض ادا کرنے کا مشورہ دیتے تم نے الٹا میرے محسن پر سختی کی، جاؤ ان کا قرض ادا کرو اور بیس ۲۰ صاع زیادہ کھجوریں دے دو اس سختی کے عوض جو تم نے اس پر کی، میں نے کہا اے عمر میں نبوت کی دو علامتوں کا امتحان کر رہا تھا، میں نے درست پالیں، میں پڑھتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہ تو قرض خواہ کا معاملہ ہے، آستانہ عالیہ پر بھیک مانگنے والوں نے سختی سے مانگا ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطائیں بھی دی ہیں اور دعائیں بھی، جیسا کہ بخاری، ابوداؤد، وغیرہ کی روایت میں ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۴ص۵۰۸)

(1373) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ، وَاِذَا اشْتَرٰى، وَاِذَا اقْتَضٰى" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس آدمی پر رحم کرے جو بیچتے، خریدتے اور رقم کا تقاضا کرتے وقت نرم ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث:(صحیح بخاری، باب السھولۃ والسماحۃ فی الشراء والبیع، ج۲ص۵۷، رقم:۲۰۷۶، مجمع الزوائد للھیثمی، باب السماحۃ والسھولۃ وحسن المبایعۃ، ج۴ص۱۳۱، رقم:۶۳۱۵، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الشاھل والتسامح فی البیع، ج۱ص۴۳۶، رقم:۲۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بیچنے میں نرمی یہ ہے کہ گاہک کو کم یا خراب چیز دینے کی کوشش نہ کرے اور خریدنے میں نرمی یہ ہے کہ قیمت کھری دے اور بخوبی ادا کرے، بیوپاری کو پریشان نہ کرے، تقاضے میں نرمی یہ ہے کہ جب اس کا کسی پر قرض ہو تو نرمی سے مانگے اور مجبور مقروض کو مہلت دے دے اس پر تنگی نہ کرے جس میں یہ تین صفتیں جمع ہوں وہ اللہ کا مقبول بندہ ہے،، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ اگر مقروض تندرست ہو تو اسے وسعت تک مہلت دے دو۔

(مرأۃ المناجیح، ج۴ ص۳۹۷)

(1374) وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّنَجِّيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عَنْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولُ اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس کو یہ بات خوش کرے کہ اس کو اللہ کریم قیامت کے دن کی تکلیف سے نجات عطا کرے تو اس کو چاہیے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا معاف کر دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث:(صحیح مسلم، باب فضل انظار المعسر، ج۵ص۳۳، رقم:۴۰۸۳، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ما جاء فی انظار المعسر والتجوز عن الموسر، ج۵ص۳۵۶، رقم:۱۲۹۳، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه عبدان، ج۵ص۳۱، رقم:۳۵۹۲، مجمع الزوائد للھیثمی، باب فیمن فرج عن معسر او انظرہ او ترک الغارم، ج۴ص۲۴۱، رقم:۵۶۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کُرَبْ کاف کے پیش ر کے فتح سے، کربۃ کی جمع ہے بمعنی تکلیف، محنت، مشقت اس لفظ میں قیامت کی دھوپ، پیاس، گھبراہٹ ملائکہ کی سختی وغیرہ سب کچھ داخل ہے۔

فلینفس تنفیس سے بنا بمعنی تاخیر کرنا، دیر لگانا، مہلت دینا۔ وضع سے مراد یا قرض بالکل معاف کر دینا، اگر قرض خواہ کی طرف سے وکیل قبض کو اس کی اجازت ہو تو وہ یہ کام کر سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تم بھی رب تعالیٰ کے مقروض ہو لہذا اپنے مقروضوں کو معافی یا آسانی دو تم پر اللہ آسانی کرے گا۔ (مرأۃ المناجیح، ج۴ ص۵۰۴)

(1375) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَانَ رَجُلٌ يُّدَايِنُ النَّاسَ، وَكَانَ يَقُوْلُ لِفَتَاهُ: اِذَا اَتَيْتَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی لوگوں کے ساتھ قرض کا معاملہ کرتا تھا اور اپنے خادم کو کہتا کہ جب تو تنگ دست

مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ، لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا، فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کے پاس جائے تو اس سے اعراض کرنا۔ ہم سے شاید اللہ کریم درگزر فرما دے تو وہ اللہ کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اس سے اللہ کریم سے درگزر فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ام حسبت أن اصحاب الكهف والرقيم، ج۲ص۱۲۸۴، رقم: ۳۲۹۲، صحيح مسلم، باب فضل انظار المعسر، ج۵ص۳۳، رقم: ۴۰۸۱، السنن الكبرى للبيهقي، باب ما جاء فى انظار المعسر والتجوز عن الموسر، ج۵ص۳۵۶، رقم: ۱۱۲۹۲، السنن الكبرى للنسائى، باب حسن المعاملة والرفق فى المطالبة، ج۴ص۶۰، رقم: ۶۲۹۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابى هريرة، ج۳ص۲۶۳، رقم: ۷۵۶۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نوکر سے وہ نوکر مراد ہے جو مقروضوں سے تقاضا کرنے کو مقرر تھا جیسا کہ عام تجار ساہوکار ایسے لوگ رکھتے ہیں۔ فتی ساتھی کو بھی کہتے ہیں نوکر و غلام کو بھی، اس کے لغوی معنی ہیں جوان۔

یا سارا قرض معاف کردے یا کچھ قرض یا مہلت دے دے کہ جلدی تقاضا نہ کرے، معافی میں یہ سب کچھ داخل ہے کہ اس کے سارے گناہ بخش دے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ غلام یا نوکر کو قرض وصول کرنے کا وکیل کرسکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وکیل کو معافی یا نرمی کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ دعا میں جمع کے صیغے استعمال کرنا بہتر ہے کہ اس نے کہا تھا عنّا کہ اگر ایک کے حق میں دعا قبول ہوگئی تو ان شاء اللہ سب کے حق میں قبول ہوجائے گی، چوتھے یہ کہ گزشتہ دین کے احکام ہمارے لیے بھی قابل عمل ہیں جب کہ قرآن یا حدیث میں نقل ہوں۔ (نووی، مرقات) پانچویں یہ کہ اپنے مقروض پر مہربانی کرنا اپنی بخشش کا ذریعہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ص۵۰۳)

(1376) وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ نِ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حُوْسِبَ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَلَمْ يُوْجَدْ لَهٗ مِنَ الْخَيْرِ شَيْءٌ، اِلَّا اَنَّهٗ كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَكَانَ مُوْسِرًا، وَكَانَ يَاْمُرُ غِلْمَانَهٗ اَنْ يَّتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُعْسِرِ. قَالَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ -: نَحْنُ اَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْهُ، تَجَاوَزُوْا عَنْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو مسعود بدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی کا حساب لیا گیا۔ اس کے پاس اور کوئی نیکی نہیں ملی صرف یہ کہ وہ خوش حال تھا اور لوگوں کے ساتھ معاملات کرتا تھا اور اپنے نوکروں کو حکم کرتا تھا کہ وہ تنگ دست سے درگزر کریں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اس بھلائی کے ہم تجھ سے زیادہ حق دار ہیں پس اسے معاف کردو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل انظار المعسر، ج۵ص۳۳، رقم: ۴۰۸۰، الادب المفرد للبخارى، باب حسن الخلق اذا فقهوا، ص۱۱۰، رقم: ۲۹۳، السنن الكبرى للبيهقي، باب ما جاء فى انظار المعسر والتجوز عن الموسر، ج۵ص۳۵۶، رقم: ۱۱۲۹۱، سنن

ترمذی، باب ما جاء فی انظار المعسر والرفق به، ج۳ص۵۹۹، رقم: ۱۳۰۷، مصنف ابن ابی شیبة، باب انظار المعسر والرفق به، ج۵،ص۱۲، رقم: ۲۲۶۱۱)

شرحِ حدیث: روزانہ اس سے دُگنا مال صدقہ کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اس کے لئے ہر روز اس قرض کی مثل صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔ پھر میں نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اسے روزانہ اتنا ہی مال دو مرتبہ صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پہلے تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ جس نے کسی تنگدست کو مہلت دی اس کے لئے ہر روز اس قرض کی مثل صدقہ کرنے کا ثواب ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جس نے کسی تنگدست کو مہلت دی اس کے لئے ہر روز اس قرض سے دوگنا صدقہ کرنے کا ثواب ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے روزانہ قرض کی مقدار کے برابر مال صدقہ کرنے کا ثواب تو قرض کی ادائیگی کا وقت آنے سے پہلے ملے گا، اور جب ادائیگی کا وقت ہو گیا پھر اس نے قرضدار کو مہلت دی تو اسے روزانہ اتنا مال دو مرتبہ صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جس نے قرض کی ادائیگی کے وقت سے پہلے تنگدست کو مہلت دی اسے روزانہ اتنا مال صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا اور جس نے وقتِ ادائیگی کے بعد مہلت دی اسے روزانہ اس سے دُگنا مال صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب فی من فرج عن معسر، رقم ۶۶۷۶، ج ۴، ص ۲۴۲)

(1377) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أُتِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِهٖ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَقَالَ لَهٗ: مَاذَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا؟ قَالَ: "وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا" قَالَ: يَا رَبِّ اٰتَيْتَنِيْ مَالَكَ، فَكُنْتُ اُبَايِعُ النَّاسَ، وَكَانَ مِنْ خُلُقِي الْجَوَازُ، فَكُنْتُ اَتَيَسَّرُ عَلَى الْمُوْسِرِ، وَاُنْظِرُ الْمُعْسِرَ. فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: "اَنَا اَحَقُّ بِذَا مِنْكَ تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِيْ" فَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ، وَاَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: هٰكَذَا سَمِعْنَاهُ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لایا جائے گا۔ جس کو اللہ نے مال دیا تھا اسے فرمائے گا: تو نے دنیا میں کیا کیا؟ اور فرمایا وہ اللہ سے کچھ چھپا نہ سکے گا۔ عرض کرے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اپنا مال دیا میں لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کرتا تھا اور میری عادت میں معاف کر دینا تھا۔ میں فراخ دست پر آسانی کرتا اور تنگ دست کو مہلت دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس کے تجھ سے زیادہ حق دار ہیں۔ میرے اس بندے کو معاف کر دو۔ حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت ابومسعود

انصاری ﷺ فرماتے ہیں: ہم نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل انظار المعسر، ج۵ص۳۲، رقم: ۴۰۷۷، المستدرك للحاکم، تفسیر سورۃ النساء، ج۲ص۳۳۵، رقم: ۳۱۹۷، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عقبة بن عمرو ابومسعود، ج۱۷ص۲۳۳، رقم: ۱۳۳۳۶، مسند امام احمد بن حنبل، بقیة حدیث ابی مسعود، ج۴ص۱۱۸، رقم: ۷۱۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال اس سے جانکنی کے وقت ہوا یا قبر میں اور سوال کرنے والے یا تو وہ فرشتے تھے جو جان نکالنے آئے تھے یا منکر نکیر جو حساب قبر لیتے ہیں اگرچہ قبر میں صرف ایمان کا حساب ہے اعمال کا حساب تو قیامت میں ہوگا مگر یہ اس شخص کی خصوصیات سے ہے کہ اس سے قبر ہی میں اعمال کا حساب بھی ہوگیا، بعض شارحین نے فرمایا قیل بمعنی یقال ہے، اور یہ واقعہ سوال و جواب کا قیامت میں ہوگا مگر پہلی توجیہ قوی ہے۔ (لمعات، اشعہ، مرقات)

معلوم ہوا کہ مرتے وقت اور قبر میں حشر میں انسان کو اپنے برے بھلے اعمال یاد ہوں گے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: بَلِ الْاِنْسٰنُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ۔

یعنی میرے معاملات بہت درست تھے ان میں اخلاق کو دخل تھا اگر امیر کو ادائے قرض میں دیر لگتی تھی تو میں صبر کرتا تھا اس پر جلدی مانگ کر سختی نہ کرتا تھا اور اگر میرا مقروض قرض ادا کرنے کے قابل نہ ہوتا تو اسے بالکل معاف کر دیتا تھا تاکہ وہ دنیا و آخرت میں پھنسا نہ رہے۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جو بندوں پر مہربانی کرتا ہے رب تعالیٰ اس پر کرم فرماتا ہے کسی کو پھانسنے کی کوشش نہ کرو بلکہ پھنسے کو نکالنے کی کوشش کرو۔ دوسرے یہ کہ معمولی نیکی کو بھی معمولی سمجھ کر چھوڑ نہ دو کبھی ایک قطرہ جان بچالیتا ہے۔ ممکن ہے کہ چھوٹا عمل بخشش کا ذریعہ بن جائے اور کوئی معمولی گناہ چھوٹا سمجھ کر کرنہ لو کبھی چھوٹی چنگاری سارا گھر جلا ڈالتی ہے۔

یعنی پھنسوں کو نکالنا، لوگوں پر رحم کرنا میری صفت ہے جب تو اخلاق الٰہیہ سے موصوف ہوا تو میں بھی تجھے بخش دیتا ہوں، یہ ہی اس حدیث کا مطلب ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ اللہ تعالیٰ کی عادات اختیار کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان عبادات کے ساتھ معاملات بھی ٹھیک کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ ص۳۹۸)

(1378) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا، اَوْ وَضَعَ لَهٗ، اَظَلَّهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ،

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا معاف کیا قیامت کے دن اس کو اللہ کریم اپنے عرش کے سائے میں سایہ عطا کرے گا جس دن اس کے سائے

وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ". کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی انظار المعسر والرفق به، ج۳ص۵۹۹، رقم: ۱۳۰۶ الاحاد والمثانی، احادیث ابوالیسر کعب بن مالك، ج۳ص۴۵۹، رقم: ۱۹۱۵ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب ما جاء فی انظار المعسر والتجوز عن الموسر، ج۵ص۳۵۷، رقم: ۱۱۲۹۳ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه عبدان، ج۵ص۱۲، رقم: ۴۵۳۷ سنن الدارمی، باب فیمن انظر معسرا، ج۲ص۳۳۹، رقم: ۲۵۸۸)

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن تنگ دست کو مہلت دینے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

مسئلہ: شرع محمدی حنفیہ مذاہب کا اس سوال کے جواب میں کیا حکم ہے میرا مہر سات سو روپے کا تھا میں نے اپنے شوہر کو معاف کردیا میں نے نیک کام کیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بیشک نیک کام کیا اور اس میں بڑے ثواب کی امید ہے اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من نفس عن غریمه او محی عنه کان فی ظل العرش یوم القیامة۔

(مسند امام احمد حدیث ابوقتادہ انصاری مطبع دارالفکر ۵ / ۳۰۸)

جو اپنے مدیون کو مہلت دے یا معاف کردے قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہو۔

رواہ الامام احمد ومسلم عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه والامام البغوی شرح السنة عن ابی قتادة رضی اللہ تعالٰی عنه وقال هذا حدیث حسن۔

(اسے امام احمد اور امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام بغوی نے شرح السنۃ میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ت)

اگلی اُمتوں میں ایک گنہگار آدمی اپنے مدیونوں سے درگزر کرتا تھا جب وہ مرا اللہ تعالیٰ نے اُس کے گناہوں سے درگزر فرمائی [۲] رواہ الشیخان عن حذیفة رضی اللہ تعالٰی عنه (اس کو بخاری اور مسلم نے حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ت) اور اُسے جنّت میں جگہ بخشی [۳] رویاہ عنه وعن ابی مسعود رضی اللہ تعالٰی عنهما (انہوں نے اس سے اور ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ت) مولیٰ تعالیٰ نے فرمایا: جب یہ اپنے مدیون سے درگزر کرتا تھا تو مجھے زیادہ لائق ہے کہ درگزر فرماؤں [۴] رواہ مسلم عن ابی مسعود وعن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنهما کلهم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم (اس کو مسلم نے ابو مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے ان سب نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲ے صحیح مسلم کتاب مساقاۃ والمزارعۃ فصل انظار المعسر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۸) (۳ے و ۴ے صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ فصل انظار المعسر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۸) (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۲، ص ۱۳۸)

(1379) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اشْتَرَى مِنْهُ بَعِيْراً، فَوَزَنَ لَهُ فَاَرْجَحَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے اونٹ خریدا تو ان کو وزن کر کے دیا اور جھکا ہوا (یعنی زیادہ) دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الطعام عند القدوم وکان ابن عمر یفطر لمن یغشاہ، ج۲ص۸۷، رقم: ۳۰۹۱ صحیح مسلم، باب بیع البعیر واستثناء رکوبہ، ج۵ص۵۳، رقم: ۴۱۸۹ السنن الکبری للبیہقی، باب ما جاء فی ھبۃ المشاع، ج۶ص۱۷۱، رقم: ۱۲۳۰۹ مستخرج ابی عوانۃ، باب ذکر خبر الموجب علی الوزن ان یرجح اذا وزن، ج۵ص۲۹۸، رقم: ۳۹۳۲ مسند الطیالسی، احادیث محارب بن دثار عن جابر رضی اللہ عنہما، ص۲۳۹، رقم: ۱۷۲۵)

شرح حدیث: ابو حامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف الْاَدَبُ فِی الدِّیْن میں تاجر کے آداب یوں بیان فرماتے ہیں:

تاجر کے آداب

(تجارت کرنے والے کو چاہیے کہ) مسلمانوں کے راستے میں نہ بیٹھے کہ اس سے انہیں چلنے میں دشواری ہوگی، ایسے سمجھدار وذہین غلام (نوکر) کو کام کے لئے رکھے کہ جو نہ تو ناپ تول میں اور نہ ہی وزن میں کمی کرے، اسے برابری کا حکم دے، سامان وغیرہ تولنے میں جلدی نہ کرے، اس کا ترازو درستی میں سنار کے ترازو اور اعتدال میں معیاری ترازو کی طرح ہو، اس کی ڈوریاں لمبی اور اوپری کنارے باریک ہوں، اس کے چھوٹے بڑے تمام باٹ وزن میں پورے ہوں، روزانہ سب سے پہلے ترازو صاف کرے، رطل اور سنگِ ترازو (بٹ یعنی تول وغیرہ کے پتھر) کے عیبوں کا خاص خیال رکھے، غلام (نوکر) کو حکم دے کہ تیل اور روغنیات وغیرہ تولتے وقت احتیاط سے کام لے۔ جب کوئی مہذب شخص کچھ لینے آئے تو اس کی عزت وتکریم کرے، پڑوسی آئے تو اس پر احسان کرے، کوئی ضعیف وناتواں آئے تو اس کے ساتھ شفقت ومہربانی سے پیش آئے یا ان کے علاوہ کوئی بھی آئے تو اس کے ساتھ انصاف سے پیش آئے، چیزوں کو ان کی قیمت وبھاؤ کی مقدار کے اعتبار سے بیچے، اگر کسی چیز کی قیمت کم ہو تو (بیچنے والا) خریدار کو زیادہ قیمت میں دے سکتا ہے جیسا کہ بعض اوقات اگر چیز کی قیمت زیادہ ہو تو وہ خریدار کو کم قیمت میں دے دیتا ہے۔ اس کی تمام تر توجہ درس قرآن (اور علم دین) کی محفل میں حاضری کی طرف رہے، غیر محرموں اور امردوں کو دیکھنے سے نگاہوں کو بچائے رکھے، واقف کار بے وقوف سے اپنی عزت بچائے، سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے، خوشی ملنے پر عطیہ وبخشش کو نہ روکے۔

تاجر نے جو کام ملازم پر لازم کیا ہے اگر خود اس کا ذمہ دار ہے تو بہتر یہ ہے کہ خود کرے۔ ناپ تول اور وزن کرنے کا پیمانہ اور ترازو کا پتھر معتبر وقابلِ اعتماد لوگوں سے خریدے، بیچتے وقت مال کی جھوٹی تعریف اور خریدتے وقت بے جا مذمت

نہ کرے، لوگوں کو کوئی خبر وغیرہ دیتے یا سناتے وقت سچائی سے کام لے، نیلامی کے وقت فحش گوئی اور گفتگو کرتے وقت جھوٹ بولنے سے بچے، دُکان داروں کے ساتھ بے ہودہ ولغو باتوں میں نہ پڑے اور نئے لوگوں کے ساتھ ہنسی مذاق نہ کرے اور لڑائی جھگڑا نہ کرے۔

(1380) وَعَنْ اَبِيْ صَفْوَان سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَلَبْتُ اَنَا وَمَخْرَمَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِنْ هَجَرَ، فَجَاءَ نَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيْلَ، وَعِنْدِيْ وَزَّانٌ يَّزِنُ بِالْاَجْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْوَزَّانِ: "زِنْ وَاَرْجِحْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابوصفوان سوید بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور مخرمہ عبدی ہجر سے کچھ کپڑا فروخت کرنے کے لئے لائے تو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، شلوار کا سودا طے کیا میرے پاس ایک آدمی اجرت پر سکے تولنے کے لیے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس وزن کرنے والے کے لیے فرمایا: وزن کر اور جھکتا تول۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرجحان فی الوزن والوزن بالاجر، ج۲ص۲۵۰، رقم: ۳۳۳۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرجحان فی الوزن، ج۲ص۳۸۵، رقم: ۱۳۲۰، الاداب للبیہقی، باب فی السراویل، ج۱ص۳۰۲، رقم: ۵۰۹، المنتقی لابن الجارود، باب فی التجارات، ج۱ص۱۴۵، رقم: ۵۵۹، سنن الدارمی، باب الرجحان فی الوزن، ج۲ص۳۳۸، رقم: ۲۵۸۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سوید ابن قیس کی کنیت ابوعمرو ہے، صحابی ہیں، آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے، مخرفہ بھی صحابی ہیں واؤ بمعنی مع ہے یا عاطفہ ہر دونوں صاحب شرکت میں مقام ہجر سے کپڑا تجارت کے لیے لائے تھے، ہجر کا کپڑا مشہور تھا، ہجر تین بستیوں کے نام ہیں، یمن کا ایک شہر ہے، بحرین کے ایک علاقہ کا نام بھی ہے اور مدینہ منورہ کے قریب ایک بستی بھی ہے۔ (اشعہ) یہاں تیسری بستی مراد ہے یہ کپڑا اسی بستی سے آیا تھا۔ (مرقاۃ)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پائجامہ خریدنا تو ثابت ہے مگر پہننا ثابت نہیں ہمیشہ تہبند شریف استعمال فرمایا، حضرت عثمان غنی شہادت کے دن پائجامہ پہنے ہوئے تھے، پائجامہ ہی میں آپ کی شہادت ہوئی، بھاؤ چکانے کا مطلب یہ ہے کہ بھاؤ طے کر کے خرید لیا۔ (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود دوکان پر جانا اور تاجر کی منہ مانگی قیمت نہ دینا بلکہ اس سے طے کرنا کچھ کم کرانا سنت ہے، اگرچہ اپنے خدام سے ہی خرید کی جائے اس بھاؤ تاؤ کرنے میں عار نہیں، حضور انور کے زمانہ شریف میں پائجامہ کا استعمال ہوتا تھا۔

چونکہ اس زمانہ میں نوٹ تو تھے نہیں درہم کا عام رواج تھا جن کے گننے میں بہت وقت لگتا ہے اس لیے تول کرادا کئے جاتے تھے، درہم تولنے والا تاجر کی طرف سے مقرر ہوتا تھا جس کی اجرت (تولائی) خریدار کے ذمہ ہوتی تھی، اب بھی حکم

یہ ہی ہے کہ قیمت کی تولائی خریدار کے ذمہ، مال کی تولائی بائع کے ذمہ ہے کہ قیمت دینا خریدار پر لازم ہے اور مال دینا بائع پر ضروری ہے۔تولنے والا جس کا کام کرے، اس سے دام لے۔آج کل مال کی تولائی خریدار سے لیتے ہیں یہ غلط ہے۔

یعنی جو قیمت طے ہے اس سے زیادہ دے دو، یہ کرم کریمانہ ہے کہ طے شدہ سے زیادہ قیمت عطا کی، مہنگی خرید نے میں نقصان ہے، طے شدہ سے زیادہ دینے میں احسان۔نقصان برا، احسان اچھا۔

اسے نسائی، ابن حبان اور حاکم نے اپنی مستدرک میں نقل فرمایا۔(مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۳۹۸)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

13- کِتَابُ الْعِلْمِ

علم کا بیان

98-بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ تَعَلُّمًا وَّتَعْلِيْمًا لِلّٰهِ

اللہ کے لیے علم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا) (طه: 114).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ) (الزمر: 9).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ)(المجادلة: 11).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا) (فاطر: 28)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

(1381) وَعَنْ معاوية رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین میں سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من یرد اللہ بہ خیر ایفقھہ فی الدین، ج۱ص۲۵، رقم: ۷۱، صحیح مسلم، باب النہی عن المسألۃ، ج۲ص۹۵، رقم: ۲۴۳۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاویۃ بن ابی سفیان، ج۶ص۹۳، رقم: ۱۶۸۹۵، سنن الکبرٰی للنسائی، باب فضل العلم، ج۳ص۴۲۵، رقم: ۵۸۳۹، المعجم الاوسط، من اسمہ بکر، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۲۲۸۸، سنن ترمذی، باب اذا اراد اللہ بعبد خیر افقھہ فی الدین، ج۵ص۲۸، رقم: ۲۶۴۵، سنن الدارمی، باب الاقتداء بالعلماء، ج۱ص۸۵، رقم: ۲۲۴)

شرح حدیث: فِقْہ کے شرعی معنی یہ ہیں کہ اَحکامِ شَرْعِیَّہ فَرْعِیَّہ کو انکے تفصیلی دلائل سے جاننا۔ (اس حدیث کے) معنی یہ ہوئے کہ اللہ جسے تمام دنیا کی بھلائی عطا فرمانا چاہتا ہے اسے فقیہ بناتا ہے۔ (ماخوذ از نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج۱ص۴۲۴)

حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام شریف معاویہ ابن ابوسفیان ابن حرب ابن امیہ ابن عبد الشّمس ابن عبد مناف ہے، آپ پانچویں پشت

یعنی عبدالمناف میں حضور سے مل جاتے ہیں، آپ کی والدہ ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ ابن عبدالشمس ابن عبدمناف ہیں۔ آپ صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے، مگر فتح مکہ کے دن اسلام ظاہر کیا۔ حضور کے سالے ہیں، کاتب وحی ہیں، عہد فاروقی میں شام کے حاکم بنے، چالیس سال وہاں کے ہی حاکم رہے، امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے آپ کے حق میں خلافت سے دست برداری فرما کر صلح فرمالی۔ آپ کی وفات ۴ رجب ۶۰ھ لقوہ کی بیماری سے ہوئی ۷۸ سال عمر پائی، آپ کے پاس حضور کا تہبند، چادر شریف، قمیض مبارک اور کچھ بال و ناخن شریف تھے وصیت کی تھی کہ مجھے اس لباس شریف میں کفن دینا اور میرے منہ اور ناک میں ناخن اور بال شریف رکھ دینا، آپ کے پورے حالات شریف ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو۔

(بوجہ عطا فرما دیتا ہے) یعنی اسے دینی علم، دینی سمجھ اور دانائی بخشتا ہے۔ خیال رہے کہ فقہ ظاہری شریعت ہے اور فقہ باطنی طریقت اور حقیقۃً یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔ اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے: ایک یہ کہ قرآن وحدیث کے ترجمے اور الفاظ رٹ لینا علم دین نہیں، بلکہ انکا سمجھنا علم دین ہے۔ یہی مشکل ہے اسی کے لئے فقہاء کی تقلید کی جاتی ہے اسی وجہ سے تمام مفسرین ومحدثین آئمہ مجتہدین کے مقلد ہوئے اپنی حدیث دانی پر نازاں نہ ہوئے رب فرماتا ہے: مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وہاں حکمت سے مراد فقہ ہی ہے۔ قرآن وحدیث کے ترجمے تو ابوجہل بھی جانتا تھا۔ دوسرے یہ کہ حدیث وقرآن کا علم کمال نہیں، بلکہ ان کا سمجھنا کمال ہے۔ عالم دین وہ ہے جس کی زبان پر اللہ اور رسول کا فرمان ہو اور دل میں ان کا فیضان، فیضان کے بغیر فرمان بیکار ہے، جیسے بجلی کی پاور کے بغیر فٹنگ بیکار۔ (مراۃ المناجیح، ج۱، ص۱۸۷)

(1382) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ، فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَالْمُرَادُ بِالْحَسَدِ: الْغِبْطَةُ، وَهُوَ اَنْ يَّتَمَنّٰى مِثْلَهٗ۔

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قابل رشک دو آدمی ہیں ایک جس کو اللہ کریم نے مال عطا کر دیا۔ پھر اس کو راہ حق میں خرچ کرنے کی ہمت عطا کی اور دوسرا وہ جس کو اللہ کریم نے دانائی عطا کی ہے وہ اس کے ساتھ فیصلے کرتا اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (متفق علیہ) اور "حسد" سے مراد غبطہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اسی کی مثل تمنا کرنا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاعتباط فی العلم والحکمۃ، ج۱ص۲۵، رقم: ۷۳، صحیح مسلم، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه وفضل من تعلم حکمة من فقه، ج۲ص۲۰۱، رقم: ۱۹۳۰، السنن الکبرٰی، باب وجوه الصدقة وما علی کل سلامی من الناس، ج۴ص۱۸۸، رقم: ۸۰۷۸، المعجم الاوسط، باب من اسمه ابراهیم، ج۳ص۱۲۶، رقم: ۲۶۸۸، سنن ابن ماجه، باب الحسد، ج۲ص۱۴۰۸، رقم: ۴۲۰۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کسی نعمت والے پر جلنا اور اس کی نعمت کا زوال، اپنے لیئے حصول چاہنا حسد ہے، جو بہت بڑا عیب ہے جس سے شیطان مارا گیا مگر دوسروں کی سی نعمت اپنے لیئے بھی چاہنا غبطہ (رشک) ہے حسد مطلقاً حرام ہے، غبطہ دو جگہ جائز ہے یہاں حسد بمعنی غبطہ ہے۔

یعنی مالدار سخی جسے خدا اچھے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دے ایسے ہی بافیض عالم دین جس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھائیں قابل رشک ہے۔ سبحان اللہ! بعض علماء کے علم اور بعض سخیوں کے مال سے لوگ تا قیامت فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فقیر کی اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ (آمین)

خیال رہے کہ نیکی کی تمنا کرنے والا ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت میں نیکوں کے ساتھ ہی ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۲۰۰)

(1383) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَصَابَ اَرْضًا؛ فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاَ، وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا، وَاَصَابَ طَائِفَةً مِّنْهَا اُخْرٰى اِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ؛ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَّلَا تُنْبِتُ كَلَاً، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ، وَنَفَعَهٗ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس علم اور ہدایت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ اس کی مثال بادل کی طرح ہے جو زمین پر برستا ہے۔ پس زمین کا ایک حصہ پاکیزہ ہوتا ہے وہ اس پانی کو قبول کرتا ہے تو وہاں گھاس اور زیادہ سبزہ گاتا ہے اور اس کا کچھ سخت ہوتا ہے وہ پانی کو روک لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے لوگوں کو نفع عطا فرماتا ہے وہ اس سے پیتے ہیں اور ہلاتے ہیں اور زراعت کرتے ہیں اور ایک حصہ وہ ہوتا ہے جس میں دلدل ہوتی ہے وہ حصہ نہ پانی روکتا ہے نہ وہاں گھاس اگتا ہے تو اس آدمی کی مثال کی طرح ہے، جو اللہ کا دین سیکھے اور اللہ اسے جس چیز کے ساتھ نفع دے جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا وہ اس کا علم سیکھے لوگوں کو سکھائے اور جو آدمی اپنے سر کو ہی نہ اٹھائے وہ اس کی مثل ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت قبول نہ فرمائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من علم وعلم، ج اص۲۷، رقم: ۷۹، صحیح مسلم، باب بیان مثل ما بعث به النبی صلی اللہ علیه وسلم من الهدی والعلم، ج ۲ ص ۸۶۳، رقم: ۶۰۹۳، صحیح ابن حبان، باب الاعتصام بالسنة وما يتعلق بها نقلا

وامرا وزجرا، ج۱ص۳۶، رقم: ۳سنن الکبرٰی للنسائی، باب مثل من فقه فی دین الله تعالٰی، ج۳ص۴۲۷، رقم: ۵۸۴۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ج۳ص۳۹۹، رقم: ۱۹۵۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ علم اور ہدایت ایک نہیں کبھی علم ہوتا ہے، ہدایت نہیں ہوتی جیسے اس امت کے بے دین علماء، کبھی ہدایت نصیب ہوجاتی ہے بہت سا علم نہیں ہوتا جیسے وہ عوام جو بے علم ہیں مگر ایمان دار ہیں کبھی علم اور ہدایت دونوں جمع ہوجاتے ہیں، جیسے علمائے دین ہیں۔ ہدایت علم سے افضل ہے، اسی لیئے اس کا ذکر پہلے ہوا، علم کتابوں سے ملتا ہے ہدایت کسی کی نظر سے۔

(جو زمین پر برستا ہے) اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ حضور کے یہاں علم اور فیضان کی کمی نہیں تمام دنیا فیض لے لے تو گھٹتا نہیں کوئی نہ لے تو بیکار بچتا نہیں جیسے سورج کی روشنی اور بادلوں کا پانی۔

(اس کا کچھ سخت ہوتا ہے) "اَجَادِبُ" "اَجْدَبْ" کی جمع ہے، بمعنی وہ سخت زمین جو پانی کو چوس کر ختم نہ کردے اسی لیئے قحط کو جدب کہتے ہیں، یہاں مراد نشیبی زمینیں ہیں تالاب بن جاتے ہیں۔

(نہ وہاں گھاس اگتا ہے) اس تشبیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور گویا رحمت کا بادل ہیں حضور کا ظاہری اور باطنی فیض اور نورانی کلام بارش۔ انسانوں کے دل مختلف قسم کی زمین۔ چنانچہ مؤمن کا دل قابلِ کاشت زمین ہے، جہاں عمل اور تقویٰ کے پودے اُگتے ہیں، علماء اور مشائخ کے سینے گویا تالاب ہیں اور اس خزینہ کے گنجینے ہیں جس سے تاقیامت مسلمانوں کے ایمان کی کھیتیاں سیراب ہوتی رہیں گی۔ منافقین اور کفار کے سینے کھاری زمین ہیں نہ فائدہ اٹھائیں نہ پہنچائیں۔

(وہ اس کا علم سیکھے لوگوں کو سکھائے) اس تشبیہ سے دو فائدے حاصل ہوئے: ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، زمین کیسی اعلٰی ہو اور کتنا ہی اچھا تخم بویا جائے، مگر بارش کی محتاج ہے، دین و دنیا کی ساری بہاریں حضور کے دم سے ہیں۔ شعر

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار	کہ اگر خاور گر گل ہمہ پروردۂ تست

دوسرے یہ کہ تاقیامت مسلمان علماء کے حاجت مند ہیں کہ ان کی کھیتیوں کو پانی انہیں تالابوں سے ملے گا حضور کی رحمت انہی کے ذریعہ نصیب ہوگی۔

(جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے) اس میں اشارۃً بتایا گیا کہ اگر بفرضِ محال کسی کو حضور کی نبوت کی خبر ہی نہ پہنچے تو اسے عقیدۂ توحید کافی ہے، خیال رہے کہ مشبہ بہ میں زمین کے تین حصے بیان فرمائے گئے مگر مشبہ میں انسان کی صرف دو جماعتوں کا ذکر ہوا کیونکہ علماء ہدایت میں عالی ہیں اور کفار گمراہی میں عالی، درمیانی لوگ یعنی صالح مؤمن خود سمجھ میں آجاتے ہیں اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا۔ خیال رہے کہ تالاب بہت سی قسم کے ہیں بڑے چھوٹے، بہت نافع کم نافع بعض

تالابوں سے نہریں جاری ہوجاتی ہیں جیسے بھوپال کا تالاب، ایسے ہی علماء کے مختلف مراتب ہیں بعض مجتہدین ہیں جیسے چاروں امام، بعض کاملین ہیں، بعض راسخین ہیں، پھران میں بعض محدثین ہیں اور بعض مفسرین، یہ تشبیہ ان سب کو شامل ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج۱ص۱۴۸)

(1384) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: "فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اللہ کی قسم اگر اللہ تیرے ذریعے ایک آدمی کو ہدایت دے تو یہ تیرے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من اسم علی یدیه رجل، ج۲ص۶۰، رقم: ۳۰۰۹ صحیح مسلم، باب من فضائل علی بن ابی طالب، ج۷ص۱۲۱، رقم: ۶۳۷۶ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالك سهل بن سعد، ج۵ص۳۳۳، رقم: ۲۲۸۷۲ سنن النسائی الکبریٰ، باب فضائل علی رضی الله عنه، ج۵ص۴۶، رقم: ۸۱۴۹ مسند الرویانی، احادیث یعقوب بن عبدالرحمن الزهری عن ابی حازم، ص۱۶۵، رقم: ۱۰۰۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ایک کافر کو مسلمان بنانا دنیا کی بڑی دولت سے بھی بہتر ہے بلکہ کافر کو قتل کرنے سے بہتر ہے کہ اسے رغبت دے کر مسلمان کرلیا جاوے کہ اس سے اس کی ساری نسل مسلمان ہوگی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ پہلے دن حضور نے حضرت ابوبکر صدیق کی سرکردگی میں لشکر بھیجا سخت جنگ ہوئی مگر کامیابی نہ ہوئی، دوسرے دن حضرت عمر کی سرگردگی میں لشکر بھیجا اس دن بہت گھسان کا رن پڑا مگر خیبر فتح نہیں ہوا، تیسرے دن فتح کی بشارت دی اور حضرت علی کی سرکردگی میں لشکر بھیجا آپ کے ایک ہاتھ پر خیبر فتح ہوا۔(مرقات) حضور کے غلام ابورافع فرماتے ہیں کہ اس دن حضرت علی کے ساتھ خیبر کی جنگ میں تھا آپ کے ہاتھ میں ڈھال تھی دوسرے میں تلوار یہود خیبر قلعہ سے نکل آئے سخت جنگ ہوئی ایک یہودی نے آپ کے ایک ہاتھ پر کوئی چیز ماری جس سے ڈھال گر گئی آپ نے قلعہ کا دروازہ اٹھالیا۔ اور اسے ڈھال کی طرح استعمال فرمایا خیبر فتح فرمانے کے بعد اسے رکھا ہم سات آدمیوں نے اسے اٹھانا چاہا تھا جن میں میں بھی تھا مگر ساتویں کے زور سے وہ ہل نہ سکا یہ ہے طاقت حیدری۔(مرقات) شعر

شیرِ شمشیر زن شاہ خیبر شکن پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

اسے امام احمد نے باب مناقب میں روایت کیا حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت علی نے دروازہ خیبر اکھیڑا اور مسلمانوں کو اس پر سے اتار دیا خیبر فتح ہوگیا، بعد میں چالیس آدمیوں نے اسے اٹھانا چاہا نہ اٹھ سکے، بعض روایات میں ہے ستر صحابہ نہ اٹھا سکے۔ حاکم نے اربعین میں حضرت علی سے روایت کی کہ جب سے حضور کا لعاب میری آنکھ میں لگا میری

آنکھیں دکھنے نہ آئیں، احمد نے حضرت عبدالرحمن ابن یعلی سے روایت کی کہ حضرت علی گرم کپڑے گرمیوں میں اور ٹھنڈے کپڑے سردیوں میں پہنتے تھے، میں نے اس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ میں لعاب لگایا تو ساتھ میں یہ دعا دی الٰہی علی سے ٹھنڈک اور گرمی دور کردے اس دن سے مجھے نہ سردی لگتی ہے اور نہ گرمی۔ (مرقات) (مراٰۃ المناجیح، ج۸ ص۳۳۱)

(1385) وَعَنْ عَبْدَ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً، وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي اِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے لوگوں تک پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ اور بنی اسرائیل سے روایت بیان کرو۔ اس میں حرج نہیں اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ کہا۔ اس کو اپنا ٹھکانہ آگ سے بنا لینا چاہیے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ج۲ص۱۷۰، رقم: ۳۴۶۱ الاداب للبیہقی، باب من غدا وراح فی تعلم الکتاب والسنۃ، ج۱ص۳۲، رقم: ۸۶۳ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل، ج۵ص۴۰، رقم: ۲۶۶۹ سنن الدارمی، باب البلاغ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتعلیم السنن، ج۱ص۱۴۵، رقم: ۵۴۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج۲ص۲۰۲، رقم: ۶۸۸۸)

شرح حدیث: قرآن میں نیکی کی دعوت کا حکم

خدائے رحمٰن عزوجل نے اپنے پاک قرآن میں مختلف مقامات پر نیکی کی دعوت کی جانب رغبت دلائی ہے، چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ ترجمے والے پاکیزہ قرآن، ''کنز الایمان مع خزائن العرفان'' صفحہ 128 پر سورۂ آل عمران پارہ 4 کی آیت نمبر 104 میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

ہر ایک اپنے منصب کے مطابق نیکی دعوت دے

مفسرِ شہیر، حکیم الاُمت، حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان ''تفسیرِ نعیمی'' میں اس آیتِ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں: اے مسلمانو! تم سب کو ایسا گروہ ہونا چاہیے یا ایسی تنظیم بنو یا ایسی تنظیم بن کر رہو جو تمام ٹیڑھے (یعنی بگڑے ہوئے) لوگوں کو خیر (یعنی نیکی) کی دعوت دے، کافروں کو ایمان کی، فاسقوں کو تقوے کی، غافلوں کو بیداری کی، جاہلوں

کو علم و معرفت کی، خشک مزاجوں کو لذّتِ عشق کی، سونے والوں کو بیداری کی اور اچھی باتوں، اچھے عقیدوں، اچھے عملوں کا زبانی، قلمی، عملی، قوّت سے، نرمی سے (اور حاکم اپنے محکوم و ماتحت کو) گرمی سے حکم دے اور بُری باتوں، بُرے عقیدے، بُرے کاموں، بُرے خیالات سے لوگوں کو (اپنے اپنے منصب کے مطابق) زبان، دِل، عمل، قلم، تلوار سے روکے۔ مزید فرماتے ہیں:

ہر مسلمان مبلّغ ہے

سارے مسلمان مبلّغ ہیں، سب پر ہی فرض ہے کہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیں اور بُری باتوں سے روکیں۔ (تفسیر نعیمی ج ۴ ص ۷۲، بتغیّر) کچھ آگے چل کر حضرتِ قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی تفسیرِ نعیمی میں بخاری شریف کی یہ حدیثِ پاک نقل کی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوّت، مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالٰی علیہ ٖالہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً یعنی میری طرف سے پہنچادو اگر چہ ایک ہی آیت ہو۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۶۲ حدیث ۳۴۶۱)

افضل عمل وہ ہے جس کا فائدہ دوسروں کو پہنچے

مفسّرِ شہیر حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان مزید فرماتے ہیں: ''اسلام میں تبلیغ بڑی اہم عبادت ہے کہ تمام عبادتوں کا فائدہ خود اپنے کو (یعنی اپنی ذات کو) ہوتا ہے مگر تبلیغ کا فائدہ دوسروں کو بھی۔ ''لازِم'' (یعنی صرف اپنی ذات کو فائدہ پہنچانے والے عمل) سے ''متعدی'' (ایسا عمل جو دوسروں کو بھی فائدہ دے وہ) افضل ہے۔ (روایت میں ہے کہ) کسی نے حضورِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ ٖالہ وسلم سے پوچھا کہ بہترین بندہ کون ہے؟ فرمایا: اللہ تعالٰی سے ڈرنے والا، صلۂ رحمی (یعنی رشتے داروں کے ساتھ اچھا سُلوک) کرنے والا، اچھی باتیں بتانے والا اور بُرائیوں سے روکنے والا۔ (اَلزُّہدُ الکبیر للبیہقی ص ۳۲۷ حدیث ۸۷۷) حضرتِ سیِّدُنا حَسَن (بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی) فرماتے ہیں کہ ''جو اچھی باتوں کا حکم دے، برائیوں سے روکے وہ اللہ تعالٰی کا بھی خلیفہ ہے، اُس کے رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ ٖالہ وسلم) کا بھی اور اُس کی کتاب (یعنی قرانِ کریم) کا بھی۔'' (حدیث پاک میں ہے) اگر مسلمانوں نے تبلیغ چھوڑ دی تو اُن پر ظالم بادشاہ مُسلّط ہوں گے، اور اُن کی دعائیں قبول نہ ہوں گی۔ (رُوحُ المعانی ج ۴ ص ۳۲۶) امیرُ المُؤمنین حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! بھلائی کا حکم دو، بُرائی سے منع کرو تمہاری زندگی بخیر گزرے گی۔ امیرُ المُؤمنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتضٰی شیرِ خدا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ تبلیغ بہترین جہاد ہے (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۱۶) جیسے تبلیغ کرنا بہترین عبادت ہے ایسے ہی تبلیغ چھوڑ دینا بدترین جُرم اور چھوڑنے والا ذلیل وخوار۔'' (تفسیرِ نعیمی ج ۴ ص ۷۲، بتغیّر) امیرُ المُؤمنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتضٰی شیرِ خدا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں: جو دل اچھائی کو اچھائی نہ سمجھے اور بُرائی کو بُرائی نہ سمجھے تو اس (دل) کے اُوپر والے حصے کو ایسے نیچے کردیا جائے گا جیسے تھیلے کو اُلٹا کیا

جاتا ہے اور پھر تھیلے کے اندر کی چیزیں بکھر جاتی ہیں۔ (مُصَنَّف ابن أبی شَیبہ ج ۸ ص ۶۶۷ رقم ۱۲۴، ۱۲۵)

(1386) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی راہ میں علم کی تلاش کے چلا اللہ کریم اس کے لیے جنت کی طرف راستہ آسان کر دیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج ۸ ص ۱۸، رقم: ۶۷۴۳، الاداب للبیهقی، باب من احب الله عزوجل واحب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ج ۲ ص ۲۵، رقم: ۸۵۵، المستدرك للحاكم، كتاب الحدود، ج ۶ ص ۲۲۷، رقم: ۸۱۵۹، سنن ابوداؤد، باب في المعونة للمسلم، ج ۴ ص ۴۴۲، رقم: ۴۹۴۸، سنن ترمذی، باب ما جاء في الستره على المسلم، ج ۲ ص ۳۲۶، رقم: ۱۹۳۰)

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن علم دین سیکھنے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

علم دین سیکھنا اس قدر ہے کہ مذہب حق سے آگاہ ہو، وضو غسل، نماز، روزے وغیرہا ضروریات کے احکام سے مطلع ہو۔ تاجر تجارت، مزارع زراعت، اجیر اجارے، غرض ہر شخص جس حالت میں ہے اس کے متعلق احکام شریعت سے واقف ہو، فرض عین ہے جب تک یہ حاصل کرے، جغرافیہ، تاریخ، وغیرہ میں وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔

حدیث میں ہے: طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة۔

(فواتح الرحموت بذیل المستصفی المقالة الثانیة الباب الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۶۳)

ہر مسلمان مرد عورت پر علم کی تلاش فرض ہے۔ (ت)

جو فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہو حدیثوں میں اس کی سخت برائی آئی اور اس کا وہ نیک کام مردود قرار پایا، کما بیّناہ فی الزکٰوة من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی کی بحث زکوٰۃ میں تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔ت) نہ کہ فرض چھوڑ کر فضولیات میں وقت گنوانا، غرض یہ علوم ضرور یہ تو ضرور مقدم ہیں اور ان سے غافل ہو کر ریاضی، ہندسہ، طبعیات، فلسفہ یا دیگر خرافات وفلسفہ پڑھنے پڑھانے میں مشغولی بلاشبہہ متعلم و مدرس دونوں کے لئے حرام ہے اور ان ضروریات سے فراغ کے بعد پورا علم دین فقہ حدیث تفسیر عربی زبان اس کی صرف، نحو، معانی، بیان، لغت، ادب وغیرہا آلات علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرض کفایہ ہے،

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقّهوا فی الدین۔

پھر ایسا نہ ہوا کہ ان کے گروہ میں سے ایک جماعت نکلتی تا کہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے۔ (ت)

(القرآن الکریم ۹/ ۱۲۲)

یہی علوم علم دین ہیں اور انہیں کے پڑھنے پڑھانے میں ثواب، اور ان کے سوا کوئی فن یا زبان کچھ کار ثواب نہیں، ہاں

جو شخص ضروریاتِ دین مذکورہ سے فراغت پا کر اقلیدس، حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں تو ایک مباح کام ہوگا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑھے ورنہ

مبادا دل آں فرومایہ شاد — از بہر دنیا دہد دین بباد

(اللہ کرے اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جس نے دنیا کے لئے دین برباد کر دیا۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۶۵۱)

(1387) وَعَنْهُ اَيْضًا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ دَعَا اِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہدایت کی طرف بلایا اس کے لیے پیروی کرنے والوں جتنا اجر ہے۔ اور اس سے ان کے اجر میں کمی نہ ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من سنة حسنة او سيئة ومن دعا الى هدى او ضلالة، ج ۴ص ۶۲، رقم: ۶۹۸۰، سنن ابوداؤد، باب لزوم السنة، ج ۴ص ۲۳۱، رقم: ۴۶۱۱ (دار الكتاب العربي بيروت) سنن الدارمي، باب من سنة حسنة او سيئة، ج ۱ص ۱۴۱، رقم: ۵۱۳، مسند ابي يعلى، مسند ابي هريرة رضي الله عنه، ج ۶ص ۵۱، رقم: ۶۴۸۹ اطراف المسند المعتلى، من اسمه عبد الرحمن بن يعقوب، ج ۷ص ۳۸۴، رقم: ۹۹۳۲ (دار ابن كثير بيروت))

شرحِ حدیث: مُسلمانوں کا فائدہ

اللہ ربُّ العٰلمین جَلَّ جلالُہ پارہ ۲۷ سورۃُ الذّٰریٰت کی آیت نمبر ۵۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (پ ۲۷ سورۃُ الطّور آیت نمبر ۵۵)

ترجمہ کنزُ الایمان: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مُسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

کوئی مانے یا نہ مانے اپنا ثواب کھرا

اگر ہماری بات کوئی نہیں مانتا پھر بھی اِن شاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں نیکی کی دعوت دینے کا ثواب مل جائے گا۔ چُنانچہ حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سیِّدُنا امام مُحمد غزالی علیہ رَحْمَۃُ اللہِ الْوالی مُکاشَفۃُ القُلوب میں فرماتے ہیں، حضرتِ سیِّدُنا مُوسیٰ کلیمُ اللہ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے عرض کیا، اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! جو اپنے بھائی کو بُلائے۔ اُسے نیکی کا حکم کرے اور بُرائی سے روکے، اُس کی کیا جزا ہے؟ فرمایا، میں اُس کی ہر بات پر ایک سال کی عِبادت کا ثواب لکھتا ہوں اور اُسے جہنَّم کی سزا دینے میں مجھے حَیا آتی ہے۔ (مُکاشَفۃُ القُلوب ص ۴۸)

رُوئے زمین کی سلطنت سے بہتر

اگر آپ کی اِنفِرادی کوشِش سے کوئی نَمازوں اور سنّتوں کی راہ پر چل پڑا تو آپ کا بھی بیڑا پار ہو جائے گا۔ جیسا کہ

رَحمتِ عالَم، نورِ مجسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتَشَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا اِرشادِ معظّم ہے، اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تیرے ذَرِیعہ سے ہدایت فرمادے تو یہ تیرے لیے تمام رُوئے زمین کی سلطنت ملنے سے بہتر ہے۔

(جامع الصغیر ص ۴۴۴ رقم الحدیث ۷۲۱۹)

(1388) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ، اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْ لَهٗ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ابن آدم مرجاتا ہے تو تین قسم کے سوا اس کے اعمال کٹ جاتے ہیں۔ صدقہ جاریہ' مفید علم' نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، ج۵ص۷۳، رقم: ۴۳۱۰ السنن الصغری للبیهقی، باب ما یلحق المیت بعد موته، ج۲ص۱۹۳، رقم: ۲۴۳۳ سنن ترمذی، باب فی الوقف، ج۳ص۶۶۰، رقم: ۱۳۷۶ سنن النسائی، باب فضل الصدقة عن المیت، ج۶ص۲۵۱، رقم: ۳۶۵۱ سنن الدارمی، باب البلاغ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وتعلیم السنن، ج۱ص۱۴۸، رقم: ۵۵۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

انسان سے مراد مسلمان ہے عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مقبول قبر میں نماز وقرآن پڑھتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے کیونکہ ان اعمال پر ثواب نہیں اسی لئے ہی مردے زندوں سے ثواب بخشنے کی تمنا کرتے ہیں جیسا کہ روایات میں ہے کیونکہ ثواب زندگی کے اعمال پر ہے۔

یہ تین چیزیں جن کا ثواب مرنے کے بعد خواہ مخواہ پہنچتا رہتا ہے کوئی ایصال ثواب کرے یا نہ کرے۔ صدقہ جاریہ سے مراد اوقاف ہیں جیسے مسجدیں، مدرسے، وقف کیے ہوئے باغ جن سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں، ایسے ہی علم سے مراد دینی تصانیف، نیک شاگرد جن سے دینی فیضان پہنچتے رہیں۔ نیک اولاد سے مراد عالم عامل بیٹا۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ یَدْعُوْا کی قید ترغیبی ہے یعنی بیٹے کو چاہیئے کہ باپ کو دعائے خیر میں یاد کھے حتی کہ نماز میں ماں باپ کو دعائیں پہلے دے بعد میں سلام پھیرے ورنہ اگر نیک بیٹا دعا بھی نہ کرے ماں باپ کو ثواب ملتا رہے گا۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے قیامت تک ثواب ملتا ہے یا فرمایا گیا کہ نمازی کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے کیونکہ وہ سب چیزیں صدقہ جاریہ ہیں یا نافع علم میں داخل ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۰۱)

(1389) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ، مَلْعُوْنٌ مَّا فِيْهَا، اِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمًا، اَوْ مُتَعَلِّمًا". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ:

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے سب پر لعنت کی گئی ہے۔ مستثنیٰ صرف اللہ کا ذکر خدا اور جو اس کی اطاعت کرے اور عالم اور متعلم۔ اسے

"حَدِیْثٌ حَسَنٌ". قَوْلُهُ: "وَمَا وَالَاهُ": اَیْ طَاعَةُ اللهِ. ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔
"وَمَا وَالَاهُ": کا مطلب ہے اللہ کی اطاعت۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی هوان الدنیا علی الله عزوجل، ج۴ص۵۶۱، رقم: ۲۳۲۲، سنن الدارمی، باب فی فضل العلم والعالم، ج۱ص۱۰۶، رقم: ۳۲۲، اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، باب ما جاء فی العلم، ج۱ص۳۹، رقم: ۲۹۲، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه علی، ج۳ص۲۳۶، رقم: ۳۰۷۲، سنن ابن ماجه، باب مثل الدنیا، ج۲ص۱۳۷۷، رقم: ۴۱۱۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جو چیز اللہ ورسول سے غافل کردے وہ دنیا ہے یا جو اللہ ورسول کی ناراضی کا سبب ہو وہ دنیا ہے، بال بچوں کی پرورش، غذا لباس، گھر وغیرہ حاصل کرنا سنت انبیاء کرام ہے یہ دنیا نہیں۔ اس معنی سے واقعی دنیا اور دنیا والی چیزیں لعنتی ہیں۔

یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ یہ چیزیں دنیا نہیں ہیں۔ اللہ کے ذکر سے مراد ساری عبادات ہیں۔ والاٰ بنا ہے ولی سے بمعنی قرب یا محبت یا تابع ہونا یا سبب لہذا اس جملہ کے چار معنی ہیں: وہ حضرات انبیاء واولیاء جو اللہ سے قریب کردیں یا اللہ تعالٰی ان سے محبت کرتا ہے، یا جو ذکر الٰہی سے قریب کردے، یا جو ذکر اللہ کے تابع ہے، یا جو ذکر اللہ کا سبب ہے۔ (اشعہ) یعنی اللہ کا ذکر اللہ کے محبوب بندے علماء طلباء اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں ہیں یہ تو اللہ کے محبوب ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کا ذکر ہر عبادت ہر سعادت کا سر ہے جیسے بدن کے لیے جان ضروری ہے ایسے ہی مؤمن کے لیے ذکر اللہ لازمی ہے۔ ذکر اللہ سے دنیا کا بقاء آسمان وزمین کا قیام ہے۔ (مرقات) جب ذاکرین فنا ہوجائیں گے تو قیامت آجاوے گی۔ (مراۃ المناجیح، ج۷ ص۲۲)

(1390) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ حَتّٰی یَرْجِعَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وقال: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم کی تلاش میں نکلے وہ اللہ کے راستے میں ہے حتیٰ کہ واپس آجائے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فضل طلب العلم، ج۵ص۲۹، رقم: ۲۶۴۶، المعجم الصغیر للطبرانی، باب الحاء من اسمه الحسن، ج۱ص۲۳۴، رقم: ۳۸۰، مسند البزار، مسند انس بن مالک، ج۲ص۲۹۲، رقم: ۶۵۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو کوئی مسئلے پوچھنے کے لیئے اپنے گھر سے، یا علم کی جستجو میں اپنے وطن سے علماء کے پاس گیا وہ بھی مجاہد فی سبیل اللہ ہے، غازی کی طرح گھر لوٹنے تک اس کا سارا وقت اور ہر وقت اور ہر حرکت عبادت ہوگی، گھر آجانے کے بعد یہ ثواب ختم ہوجائے گا، پھر عمل اور تبلیغ کرنے کا ثواب شروع ہوگا۔ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ علم صدقہ جاریہ ہے

جس کا ثواب بعد موت بھی ملتا رہتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۱۷)

(1391) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدرِی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَنْ یَّشْبَعَ مُؤْمِنٌ مِّنْ خَیْرٍ حَتّٰی یَکُوْنَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان دار بھلائی سے سیر نہیں ہوتا حتیٰ کہ انتہا کی جگہ جنت ہو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل النفقة علی العبادة، ج۵ص۵۰، رقم: ۲۶۸۶، المستدرك للحاكم، كتاب الاطعمة، ج۶ص۹۹، رقم: ۷۱۷۵، الاداب للبيهقی، باب الرغبة فی طلب الرزق، ج۱ص۳۸۰، رقم: ۷۸۳، صحيح ابن حبان، باب الادعية، ج۳ص۱۸۵، رقم: ۹۰۳، مسند الشهاب، باب لا يشبع عالم من علم حتى يكون منتهاه الجنة، ج۲ص۶۸، رقم: ۸۹۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی علم دین کی حرص ایمان کی علامت ہے، جتنا ایمان قوی اتنی ہی یہ حرص زیادہ، بڑے بڑے علماء علم پر قناعت نہیں کرتے۔ صوفیاء فرماتے ہیں "اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَی اللَّحْدِ" یعنی گہوارہ سے قبر تک علم سیکھو۔ اس حدیث میں علم کے حریص کو جنت کی بشارت ہے۔ ان شاء اللہ علم دین کا متلاشی مرتے ہی جنتی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ کسی کو اپنے خاتمہ کی خبر نہیں سوا عالم دین کے کہ ان کے لیئے حضور نے وعدہ فرمالیا کہ اللہ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے علم دین دیتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۱۹)

(1392) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِکَتَهُ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّی النَّمْلَةَ فِیْ جُحْرِهَا وَحَتَّی الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِی النَّاسِ الْخَیْرَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوامامہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عالم کی عابد پر فضیلت یوں ہے جیسی تم میں سے کم تر آدمی پر میری فضیلت ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمان و زمین والے حتیٰ کہ بلوں میں چیونٹیاں اور پانی میں مچھلیاں لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل النفقة علی العبادة، ج۵ص۵۰، رقم: ۲۶۸۵، سنن الدارمی، باب من قال العلم الخشية وتقوى الله، ج۱ص۱۰۰، رقم: ۲۸۹، مسند الحارث، باب فضل العلماء، ج۱ص۵۵، رقم: ۳۸، المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه صدی بن العجلان، ج۸ص۲۳۳، رقم: ۷۹۲۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ ان سے خاص مرد مراد نہیں بلکہ عمومی سوال ہے، یعنی اگر دو آدمیوں میں سے ایک عالم اور ایک عابد ہو تو درجہ کس کا زیادہ ہوگا، عالم وعابد کے معنٰی ہم پہلے بیان کر چکے۔

(میری فضیلت ہے) یہ تشبیہ بیان نوعیت کے لئے نہ کہ بیان مقدار کے لئے، یعنی جس قسم کی بزرگی مجھ کو تمام مسلمانوں پر حاصل ہے اس قسم کی بزرگی عالم کو عابد پر یعنی دینی بزرگی نہ کہ محض دنیاوی، اگرچہ ان دونوں بزرگیوں میں کروڑ ہا فرق ہیں۔ بادشاہ کو رعایا پر سلطنت کی، مالدار کو فقیر پر مال کی، جتھے والے کو بے کس پر قوت کی، حسین کو بدشکل پر جمال کی بزرگی حاصل ہے۔ مگر یہ بزرگیاں، دنیوی اور فانی ہیں، نبی کو مخلوق پر دینی بزرگی حاصل ہے، جو ابدالآباد تک قائم ہے، ایسے ہی عالم کو جاہل پر، آج سکندر کو کسی فقیر پر ملکی بزرگی نہیں، مگر امام ابوحنیفہ کو تمام مقلدین پر بے پناہ عظمت اب بھی حاصل ہے۔ خیال رہے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نبیوں پر اور درجہ کی بزرگی ہے، صحابہ پر اور درجہ کی، اولیاء وعلماء پر اور درجہ کی، عوام پر اور درجہ کی، اَدْنٰی کُمْ میں اس آخری درجہ کی طرف اشارہ ہے۔ فرماتے ہیں: وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ رب تعالٰی فرماتا ہے: مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اس آیت میں نور الٰہی کی مثال نور چراغ سے دی گئی حالانکہ چراغ کے نور کو اس نور سے کیا نسبت؟ ایسے ہی یہ بھی تمثیل ہے۔

- ملائکہ سے حاملین عرش فرشتے اور اھلِ سمٰوٰت سے باقی فرشتے مراد ہیں۔ اللہ کی صلوٰۃ سے اس کی خاص رحمت اور مخلوق کی صلوٰۃ سے خصوصی دعائے رحمت مراد ہے، ورنہ عام رحمتیں اور عام دعائیں سارے مسلمانوں کے لیے ہیں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ اور فرماتا ہے: وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ۔ لہٰذا یہ حدیث نہ تو قرآن کے خلاف ہے اور نہ اس سے یہ لازم آیا کہ علماء حضور کے برابر ہو جائیں کیونکہ حضور پر بھی رب تعالٰی صلوٰۃ بھیجتا ہے اور علماء پر بھی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۱۹)

(1393) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَبْتَغِيْ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ، وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا يَصْنَعُ، وَاِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ حَتَّى الْحِيْتَانُ فِي الْمَاءِ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ، وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو کسی راستہ میں علم کی طلب کرتے ہوئے چلا اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا۔ اور فرشتے طالب علم کے کام پر خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کے لیے آسمان و زمین والے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں' اور عالم کی فضیلت عابد پر یوں ہے جیسے چاند کو سب ستاروں پر فضیلت حاصل ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء نے درہم و

دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

دینار کا وارث کسی کو نہیں بنایا انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا ہے توجس نے اس کو لیا اس نے بڑے حصے کو حاصل کیا۔ (ترمذی)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الحث علی طلب العلم، ج۳ص۳۵۴ رقم: ۳۶۴۱ الاداب للبیہقی، باب من غدا وراح فی تعلم الکتاب والسنۃ، ج۲ص۳۰ رقم: ۸۶۲ سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ج۵ص۴۸ رقم: ۲۶۸۲ سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ج۱ص۸۱ رقم: ۲۲۳ سنن الدارمی، باب فی فضل العلم والعالم، ج۱ص۱۱۰ رقم: ۳۴۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(طالب علم کے کام پر خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں) ظاہر یہ ہے کہ یہاں حقیقی معنی ہی مراد ہیں کہ جب طالب علم علم میں مشغول ہوتا ہے تو اس کا کلام سننے کے لیئے ملائکہ نیچے اتر آتے ہیں اور گفتگو سنتے ہیں جیسا تلاوت قرآن کے موقعہ پر یا قیامت میں طالب علم کے قدموں کے نیچے فرشتے اپنے پر بچھائیں گے یا مطلب یہ ہے کہ طالب علم کے لیئے ملائکہ نیازمندی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی مشقتوں کو آسان کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ اسی جگہ مرقاۃ نے اس کے متعلق عجیب واقعات بیان فرمائے ہیں۔

(حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں) یعنی علمائے دین کے لیئے چاند، سورج، تارے اور آسمانی فرشتے ایسے ہی زمین کے ذرے، سبزیوں کے پتے اور بعض جن وانس اور تمام دریائی جانور مچھلیاں وغیرہ دعائے مغفرت کرتے ہیں، کیونکہ علمائے دین کی وجہ سے دین باقی ہے اور دین کے بقا سے عالم قائم ہے، علماء کی ہی برکتوں سے بارشیں ہوتی ہیں اور مخلوق کو رزق ملتا ہے، حدیث شریف میں ہے"بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ يُرْزَقُوْنَ"۔ علماء کے اٹھنے سے اسلام اٹھ جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی، علماء دنیا کا تعویذ ہیں۔ (مرقاۃ واشعۃ) خیال رہے کہ علماء میں علمائے شریعت بھی داخل ہیں اور علمائے طریقت بھی بلکہ کوئی شخص علم کے بغیر ولی اللہ نہیں بنتا، اللہ جاہلوں کو ولی نہیں بناتا، فرماتا ہے: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔

(از مرقاۃ)

(عالم کی فضیلت) عالم سے مراد وہ عالم ہے جو صرف ضروری اعمال پر قناعت کرے اور بجائے نوافل کے علمی خدمات انجام دے۔ عابد سے وہ شخص مراد ہے جو صرف اپنے ضروری مسائل سے واقف ہو اور اپنے اوقات نوافل میں گزارے۔ بے دین اور فاسق عالم اور نرا جاہل عابد اس گفتگو سے خارج ہے۔ خیال یہ چاند آفتاب سے نور لے کر رات میں سارے عالم کو جگمگا دیتا ہے، ایسے ہی عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لے کر دینی روشنی پھیلا دیتے ہیں۔ تارے خود نور ہیں مگر چاند نور بخشنے والا۔ عابد اپنے لیئے اور عالم عالَم کے لیئے کوشش کرتے ہیں، عابد اپنی کملی بچاتا ہے، عالم طوفان سے لوگوں کا جہاز نکال لے جاتا ہے۔ لازم سے متعدی افضل۔

(علماء انبیاء کے وارث ہیں) سبحان اللہ! جب مورث اتنے اعلیٰ تو وارث کیسے شان دار ہوں گے۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ

علمائے مجتہدین رسولوں کے وارث ہیں اور علمائے غیر مجتہدین نبیوں کے، لفظ علماء وانبیاء ان دونوں کو شامل ہے۔ خیال رہے کہ علمائے اسلام حضور کے وارث اور چونکہ حضور تمام نبیوں کی صفات کے جامع ہیں لہٰذا علماء سارے انبیاء کے وارث ہوئے۔

خیال رہے کہ بعض انبیاء تارک الدنیا تھے جنہوں نے کچھ جمع نہ کیا جیسے حضرت یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام اور بعض نے بہت مال رکھا۔ جیسے حضرت سلیمان وداؤد علیہما السلام لیکن کسی نبی کی مالی میراث نہ بٹی، ان کا چھوڑا ہوا مال دین کے لیئے وقف ہوتا ہے اور تا قیامت علماء ان کے وارث، اسی لیئے علماء کو وارثین انبیاء کہا جاتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۱۰)

(1394) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا، فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ اس آدمی کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کچھ سن کر اس کو آگے پہنچایا جس طرح سنا تھا کیونکہ کتنے ہی پہنچانے والے سننے والے سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع، ج۵ص۳۴، رقم: ۲۶۵۷، الاداب للبیہقی، باب من غدا وراح فی تعلم الکتاب والسنۃ، ج۲ص۱۳، رقم: ۸۶۷، سنن ابوداؤد، باب فضل نشر العلم، ج۳ص۳۶۰، رقم: ۳۶۶۲، سنن ابن ماجہ، باب من بلغ علما، ج۱ص۸۴، رقم: ۲۳۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جو ہم سے کچھ سنے) یعنی مجھ سے یا میرے صحابہ سے میرا یا ان کا کوئی قول یا عمل سنے۔ لہذا احادیث چار قسم کی ہوئی حضور کا قول اور فعل، صحابہ کا قول اور فعل۔ اسی لیئے مِنَّا جمع اور شَیْئًا نکرہ ارشاد ہوا۔

(پھر جیسا سنے ویسا ہی پہنچادے) اس طرح کہ مضمون نہ بدلے یا حدیث کے الفاظ میں فرق نہ پیدا ہو۔ خیال رہے کہ ابن عمر، مالک ابن انس، ابن سیرین وغیرہم کے نزدیک حدیث کی روایت بالمعنیٰ حرام ہے، کیونکہ بسا اوقات لفظ کے بدلنے سے معنی بدل جاتے ہیں اور راوی کو خبر نہیں ہوتی اور امام حسن، شعبی، نخعی ومجاہد وغیرہم کے نزدیک روایت بالمعنی جائز کہ راوی حدیث کے الفاظ اس طرح بدل دے کہ معنی نہ بدلیں۔ پہلے قول میں احتیاط ہے دوسرے میں گنجائش، بہتر یہی ہے کہ الفاظ بھی نہ بدلیں۔ دیکھیئے حضرتِ وائل ابن حجر نے نماز کی آمین کے بارے میں فرمایا مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ بعض راویوں نے اسے رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ سے روایت کیا۔ وہ سمجھے کہ دونوں کے معنے ایک ہی ہیں مگر بعد والوں کو دھوکہ لگا کہ شاید اس کے معنی ہیں بلند آواز سے آمین کہی، حالانکہ اس کا ترجمہ تھا کہ آمین کھینچ کر الف کے مد کے ساتھ کہی، روایت بالمعنیٰ میں یہ خطرے ہیں اس لیئے فرمایا کہ جیسی سنے ویسی پہنچائے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۲۴)

(1395) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ، أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس سے کسی علم کے بارے سوال کیا گیا اس نے اس کو چھپایا تو اس کو قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراهية منع العلم، ج۳ص۳۶۰ رقم: ۳۶۶۰ سنن ترمذی، باب ما جاء فی کتمان العلم، ج۵ص۲۹، رقم: ۲۶۴۹ المستدرك للحاكم، كتاب العلم، ج۱ص۱۸۱، رقم: ۳۴۵ المعجم الاوسط، من اسمه محمد، ج۵ص۱۸۶، رقم: ۵۰۲۷ سنن ابن ماجه، باب من سئل عن علم فكتمه، ج۱ص۹۷، رقم: ۲۶۴)

شرح حدیث: کبیرہ گناہ

بہت سے متاخرین علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کے کبیرہ گناہ ہونے کی صراحت کی ہے اس لئے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا شاید کہ ان کے پیش نظر بھی میری بیان کردہ سخت وعید پر مبنی روایات ہی ہیں حالانکہ یہ وعید مطلق نہیں کیونکہ علم چھپانا کبھی واجب ہوتا ہے، کبھی اس کا اظہار واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب، مثلاً طالبِ علم کی عقل جس بات کی متحمل نہ ہو اور کسی عالم کو اس بات کا خوف ہو کہ اگر اسے یہ بات بتائی گئی تو یہ فتنہ میں مبتلا ہو جائے گا تو ایسی صورت میں علم چھپانا واجب ہے اور بصورت دیگر یعنی اس کے علاوہ دوسرے افراد ہوں تو اب اگر وہ بات فرضِ عین ہو یا اس کے حکم کا تعلق ان سے ہو تو اس کو ظاہر کرنا واجب ہے وگرنہ اس کا اظہار مستحب ہے جب تک کہ اس کا حصول کسی ناجائز ذریعہ سے نہ ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ علم سکھانا چونکہ علم کا وسیلہ ہے پس واجب کے معاملہ میں علم کا اظہار واجب، فرضِ عین کے معاملہ میں فرضِ عین، فرضِ کفایہ کا علم سکھانا فرضِ کفایہ، مستحب کا علم سکھانا مستحب ہے جیسے عروض وغیرہ کا علم اور اسی طرح حرام چیز کا علم سکھانا بھی حرام ہے جیسے جادو اور شعبدہ بازی وغیرہ۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر ۳۰۸)

نصیحت طلب کرو

ایک دن دافعِ رنج وملال، صاحب جُودونوال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور مسلمانوں کے کچھ گروہوں کی تعریف فرمائی، پھر ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے پڑوسیوں کو نہیں سمجھاتے نہ سکھاتے، نہ نیکی کی دعوت دیتے اور نہ ہی برائی سے منع کرتے ہیں، اور ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے پڑوسیوں سے نہیں سیکھتے، نہ ان سے سمجھتے اور نہ ہی نصیحت طلب کرتے ہیں، اللہ عزوجل کی قسم! چاہیے کہ ایک قوم اپنے پڑوسیوں کو ضرور دین سکھائے، سمجھائے، نصیحت کرے اور نیکی کی دعوت دے، اسی طرح دوسری قوم کو چاہیے کہ اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھے، سمجھے اور نصیحت حاصل کرے ورنہ جلد ہی انہیں اس کا انجام بھگتنا پڑے گا۔

پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم منبر شریف سے نیچے تشریف لے آئے، تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے (ایک دوسرے سے) استفسار فرمایا کہ آپ کے خیال میں رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ان لوگوں سے کون سے لوگ مراد لئے ہیں؟ تو دوسروں نے انہیں بتایا: ان سے مراد اشعری قبیلہ والے ہیں کیونکہ وہ فقہاء کی قوم ہے اور ان کے پڑوسی جفاکار اعرابی ہیں۔

جب یہ بات اشعریوں تک پہنچی تو وہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ایک قوم کی بھلائی اور ایک کی برائی کا ذکر فرمایا، ہم ان میں سے کس میں ہیں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: چاہیے کہ ایک قوم اپنے پڑوسیوں کو ضرور دین سکھائے، انہیں سمجھائے، نصیحت کرے، نیکی کی دعوت دے اور برائی سے منع کرے، اسی طرح دوسری قوم کو چاہیے کہ اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھے، سمجھے اور ان سے نصیحت طلب کرے ورنہ جلد دنیا میں ہی اس کا انجام بھگتے گی۔ انہوں نے دوبارہ عرض کی یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! کیا ہم دوسرے لوگوں کو نصیحت کریں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے یہی بات دہرائی، انہوں نے پھر یہی عرض کی کیا ہم دوسروں کو نصیحت کریں۔ تو شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔ انہوں نے پھر عرض کی ہمیں ایک سال کی مہلت دیجئے۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے انہیں ایک سال کی مہلت عطا فرمادی تاکہ یہ لوگوں کو دین سکھائیں اور نصیحت کریں، پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

ترجمۂ کنزالایمان: لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسٰی بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔ (پ6، المآئدۃ:78)

(مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب فی تعلیم من لایعلم، الحدیث ۷۴۸، ج۱، ص ۴۰۲، الفظ بدلہا نفظن)

(1396) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللهِ - عَزَّوَجَلَّ - لَا يَتَعَلَّمُهُ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهِ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" يَعْنِيْ: رِيْحَهَا. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا علم سیکھا جو اللہ عزوجل کی رضا کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔ اگر اس کے سیکھنے کا مقصد صرف حصولِ متاعِ دنیا ہو تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی طلب العلم لغیر اللہ تعالٰی، ج۳ص۴۶۱، رقم: ۳۶۶۴، سنن ابن ماجہ، باب الانتفاع

بالعلم ولا عمل به، ج۱ص۹۲، رقم: ۲۵۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۳ص۲۳۸، رقم: ۸۴۳۸، مصنف ابن ابی شیبة، باب الرجل یطلب العلم یرید به الناس ویحدث به، ج۵ص۲۸۵، رقم: ۲۶۱۲۷)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث گزشتہ احادیث کی شرح ہے جس میں فرمایا گیا کہ علم دین رضائے الٰہی کے لیئے حاصل کرو اسے صرف دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ دنیا کے سامان سے روپیہ پیسہ بھی مراد ہے اور دنیوی عزت و جاہ بھی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ علم دین کے ذریعے دنیا حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ دنیا اصل مقصود ہو اور علم دین محض اس کا وسیلہ یہ سخت برا ہے وہی یہاں مراد ہے۔ دوسرے یہ کہ علم دین سے دین ہی مقصود ہو مگر تبعًا دنیا بھی حاصل کی جائے تاکہ فراغت سے خدمت دین ہو سکے یہ ممنوع نہیں، کیونکہ اب دین مقصود ہے اور دنیا اس کا وسیلہ۔ فقیر عالم کا وعظ دلوں میں موثر نہیں ہوتا۔ حضرات خلفائے راشدین نے خلافت پر تنخواہیں لیں۔ جہاد کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر فقط غنیمت کے لئے کرتا ہے تو برا اور اگر تبلیغ دین کے لئے ہے اور غنیمت و ملک اس کا وسیلہ ہے تو اچھا ہے۔

(جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا) اولاً اگرچہ ریاکاری کی سزا بھگت کر یا حضور کی شفاعت کے ذریعہ معافی ہو جائے گی۔

(مرأۃ المناجیح، ج۱ص ۲۲۲)

(1397) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ، وَلٰكِنْ يَّقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا، اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ علم کو یوں قبض نہ فرمائے گا کہ سینوں میں سے علم چھین لے بلکہ اہل علم کو قبض کر کے علم کو قبض کرے گا۔ حتیٰ کہ جب عالم کوئی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے۔ پس لوگ ان سے سوال کریں گے تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف یقبض العلم، ج۱ص۳۲، رقم: ۱۰۰، صحیح مسلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن فی آخر الزمان، ج۸ص۶۰، رقم: ۶۹۷۱، سنن ابن ماجه، باب اجتناب الرای والقیاس، ج۱ص۲۰، رقم: ۵۲، المعجم الصغیر للطبرانی، باب الزای من اسمه زکریا، ج۱ص۲۷۹، رقم: ۴۵۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی ذهاب العلم، ج۵ص۳۱، رقم: ۲۶۵۲)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث کا تتمہ ہے جس میں فرمایا گیا کہ قریبِ قیامت علم اُٹھ جائیگا، جہالت پھیل جائے گی، یعنی اس کے اٹھنے کا ذریعہ نہ ہوگا کہ لوگ پڑھا ہوا بھول جائیں گے، بلکہ علماء وفات پاتے رہیں گے اور بعد میں دوسرے علماء پیدا نہ ہوں گے

جیسا کہ اب ہو رہا ہے کہ ایک خلقت انگریزی کے پیچھے پھر رہی ہے، دینِ رسول اللہ یتیم ہو کر رہ گیا۔ علم سے علمِ دین مراد ہے۔

پیشوا سے مراد قاضی، مفتی، امام اور شیخ ہیں جن کے ذمے دینی کام ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ دینی عہدے جاہل سنبھال لیں گے اور اپنی جہالت کا اظہار ناپسند کریں گے۔ مسئلہ پوچھنے پر یہ نہ کہیں گے کہ ہمیں خبر نہیں بلکہ بغیر علم گھڑ کر غلط مسئلے بتائیں گے اس کا انجام ظاہر ہے۔ بے علم طبیب مریض کی جان لیتا ہے اور جاہل مفتی اور خطیب ایمان برباد کرتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۰۴)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

14- کِتَابُ حَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَشُکْرِہٖ

اللہ کی حمد و شکر کے بیان میں

99- بَابُ فَضْلِ الْحَمْدِ وَالشُّکْرِ

حمد و شکر کی فضیلت

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ) (البقرۃ: 152)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

شرح: حضرتِ صدرالا فاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

ذکر تین طرح کا ہوتا ہے۔ (۱) لسانی (۲) قلبی (۳) بالجوارح۔ ذکر لسانی تسبیح، تقدیس، ثناء وغیرہ بیان کرنا ہے خطبہ توبہ استغفار دعا وغیرہ اس میں داخل ہیں۔ ذکر قلبی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرنا اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائل قدرت میں غور کرنا علماء کا استنباط مسائل میں غور کرنا بھی اسی میں داخل ہیں۔

ذکر بالجوارح یہ ہے کہ اعضاء طاعتِ الٰہی میں مشغول ہوں جیسے حج کے لئے سفر کرنا یہ ذکر بالجوارح میں داخل ہے نماز تینوں قسم کے ذکر پر مشتمل ہے تسبیح و تکبیر ثناء و قراءت تو ذکر لسانی ہے اور خشوع و خضوع اخلاص ذکر قلبی اور قیام، رکوع و سجود وغیرہ ذکر بالجوارح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم طاعت بجالا کر مجھے یاد کرو میں تمہیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ایسے ہی یاد فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔ قرآن و حدیث میں ذکر کے بہت فضائل وارد ہیں اور یہ ہر طرح کے ذکر کو شامل ہیں ذکر بالجہر کو بھی اور بالاخفاء کو بھی۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ) (ابراھیم: 7)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا۔

شرح: حضرتِ صدرالا فاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔ شکر کی اصل یہ ہے کہ آدمی نعمت کا تصوّر اور اس کا اظہار کرے اور حقیقتِ شکر یہ ہے کہ مُنعم کی نعمت کا اس کی تعظیم کے ساتھ اعتراف کرے اور نفس کو اس کا خوگر بنائے۔

یہاں ایک باریکی ہے وہ یہ کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے طرح طرح کے فضل و کرم واحسان کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے شکر میں مشغول ہوتا ہے اس سے نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اور بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ مقام بہت برتر ہے اور اس سے اعلیٰ مقام یہ ہے کہ مُنعِم کی محبت یہاں تک غالب ہو کہ قلب کو نعمتوں کی طرف التفات باقی نہ رہے، یہ مقام صدیقوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰی: (وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ) (بنی اسرائیل: 111)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ کو۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰی: (وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ) (یونس: 10)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔

(1398) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، اُتِیَ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ بِقَدَحَیْنِ مِنْ خَمْرٍ وَّلَبَنٍ، فَنَظَرَ اِلَیْهِمَا فَاَخَذَ اللَّبَنَ. فَقَالَ جِبْرِیْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس شب معراج کو دو پیالے لائے گئے۔ ایک شراب کا اور دوسرا دودھ کا تھا۔ آپ نے دونوں کو دیکھا اور دودھ (کا پیالہ) لے لیا تو حضرت جبرائیل نے کہا: کیا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کو فطرت کی ہدایت عطا فرمائی۔ اگر آپ شراب پکڑ لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قوله اسری بعبده لیلا من المسجد الحرام، ج۲ص۸۳، رقم: ۴۷۰۹، السنن الکبری للبیهقی، باب ما جاء فی تحریم الخمر، ج۸ص۲۸۶، رقم: ۱۷۷۹۳، سنن الدارمی، باب ما جاء فی الخمر، ج۲ص۱۵۱، رقم: ۲۰۸۸، صحیح مسلم، باب جواز شرب اللبن، ج۶ص۱۰۳، رقم: ۵۳۵۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، ج۲ص۵۱۲، رقم: ۱۰۶۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ فیہ خمر فرما کر بتایا گیا کہ شراب اس برتن میں تھوڑی سی تھی اور احدھما لبن فرما کر بتایا کہ دودھ برتن میں بہت زیادہ تھا گویا خود برتن دودھ بن گیا تھا، دنیا کی ہدایت اور ایمان واعمال دودھ کی شکل میں پیش ہوئے اور یہاں کی بدعقیدگی بدعملیاں شراب کی صورت میں دکھائی گئیں، یہاں کے اعمال وہاں اجسام ہیں۔

یہ اختیار دینا فرشتوں کو دکھانے کے لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو حضور کی برکت سے محفوظ رکھے گا۔ (از مرقات)

چونکہ بچہ پیدا ہو کر پہلی غذا دودھ حاصل کرتا ہے اس لیے فطرت دودھ کی شکل میں دکھائی گئی اور شراب انسان کی شکل

بگاڑ کر صدہا بدعملیاں بدعقیدگیاں اس سے کرادیتی ہے اس لیے گمراہی سرکشی شراب کی شکل میں دکھائی گئی جیسے خواب میں ہم رحمتوں اور آفتوں کو مختلف شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں۔شاہ مصر نے قحط سالیوں کو خشک بالیوں دبلی گایوں کی شکل میں دیکھا اسی طرح حضرات انبیاء کرام آئندہ واقعات کو مختلف شکلوں میں ملاحظہ کرتے ہیں۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نبی کے عمل کا امت پر اثر پڑتا ہے کہ شراب آپ اختیار فرماتے اور گمراہ ہوتی امت۔دوسرے یہ کہ تاقیامت ان شاء اللہ سارے مسلمان کبھی گمراہ نہ ہوں گے، ان میں ایک جماعت ضرور حق پر رہے گی اور وہ ہی جماعت سب پر غالب رہے گی تعداد اس کی زیادہ ہوگی، حضور فرماتے ہیں اتبعوا السواد الاعظم بڑے گروہ ہی کی پیروی کرو۔الحمد للہ اہلِ سنت والجماعت اب ہمیشہ سب پر غالب ہیں اور اسی ۸۰ بلکہ نوے ۹۰ فیصد یہ ہی ہیں۔تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کیطرف سے مؤید ہیں کوئی کام غلط آپ تک پہنچتا ہی نہیں، دیکھو حضور انور نے اللہ کی توفیق سے دودھ ہی اختیار کیا، جو کوئی خواب میں دودھ پئے ان شاء اللہ وہ ہدایت پر رہے گا اور اسے خیر کی توفیق ملے گی اس تعبیر کا ماخذ یہ حدیث ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۵۴۷)

(1399) وَعَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَا يُبْدَاُ فِيْهِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ". حَدِيْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَغَيْرُهُ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ذی شان کام اللہ تعالیٰ کی تعریف کے بغیر شروع کیا جائے تو وہ ادھورا ہوتا ہے۔یہ حدیث حسن ہے۔ابوداؤد وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب الهدی فی الکلام، ج۴ص۴۰۹، رقم: ۴۸۴۰، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب ما یستدل به علی وجوب التحمید فی خطبة الجمعة، ج۳ص۲۰۸، رقم: ۵۷۶۸، مسند البزار، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۹۴، رقم: ۸۹۸، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث کعب بن مالك الانصاری، ج۱۹ص۷۲، رقم: ۱۵۸۱۲، سنن ابن ماجه، باب خطبة النکاح، ج۱ص۶۱۰، رقم: ۱۸۹۴)

شرح حدیث: بسم اللہ شریف کی فضیلت

بے شک سب سے پہلے جس کلام سے زبان گفتگو کا آغاز کرے، وہ یہ ہے کہ انسان بادشاہِ حقیقی عَزَّ وَجَلَّ کے نام سے ابتداء کرے۔جس کی ہمیں کائنات کے سردار، محبوبِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے اس فرمان سے خبر دی کہ جو بھی اہم کام بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے شروع نہیں کیا جاتا وہ نامکمل رہتا ہے۔

(الدر المنثور، سورۃ الفاتحہ، ج۱ ص۲۶)

ایک روایت میں اَقْطَعُ کی جگہ اَجْذَمُ کا لفظ ہے۔اس کا معنی ہے، ناقص اور کم برکت والا۔

حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: لوگوں میں اور روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے بہتر علم سکھانے والے ہیں۔کیونکہ جب سے دین ظاہر ہوا انہوں نے اس کی تجدید کی، لوگوں کو دین

سکھایا لیکن ان سے اجرت طلب نہ کی۔ اور جب استاذ بچے کو کہتا ہے: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس بچے، اس کے والدین اور استاذ کے لئے جہنم سے براءت (یعنی رہائی) لکھ دیتا ہے۔

(تفسیر القرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ ۱۴، الجزء الاول تحت ج ۱، ص ۷۷ ۲)

حضرتِ سیِّدُنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا: جب بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل ہوئی تو بادل مشرق سے مغرب کی سمت دوڑے، ہوائیں ساکن ہوگئیں، سمندر جوش میں آگیا، چوپایوں نے غور سے سننے کے لئے اپنے کان لگا دیئے، شیطانوں پر پتھر برسائے گئے، اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: مجھے میری عزت وجلال کی قسم! جس شئ پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی گئی میں اس میں برکت ڈال دوں گا، اور جس نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (الدر المنثور، الفاتحہ، ج ۱، ص ۲۶ مختصراً)

حضرتِ سیِّدُنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے آپ سے کہتا ہے: تمہارے لئے یہاں نہ رات بسر کرنے کی جگہ ہے اور نہ ہی رات کا کھانا۔ اور جب کوئی شخص داخل ہوتے وقت بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان اپنے آپ سے کہتا ہے: تمہیں رات گزارنے کی جگہ مل گئی۔ اور جب کھانے کے وقت بسم اللہ نہ پڑھے تو کہتا ہے: تمہیں رات گزارنے کی جگہ بھی مل گئی اور رات کا کھانا بھی مل گیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب واحکامھما، الحدیث 2018، ص 1038)

(1400) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِمَلَائِکَتِہٖ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَیَقُوْلُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَۃَ فُؤَادِہٖ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَیَقُوْلُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: حَمِدَکَ وَاسْتَرْجَعَ. فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی: اِبْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ، وَسَمُّوْہُ بَیْتَ الْحَمْدِ". رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسی آدمی کا بیٹا فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کرلی۔ پس وہ کہتے ہیں 'ہاں' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کیا' وہ عرض کرتے ہیں: ہاں (یا رب) پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ کیا کہتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تیری حمد بیان کرتا ہے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فضل المصیبة اذا احتسب، ج۲ص۳۳۱ رقم: ۱۰۲۱ جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثالث وھو کتاب الصبر، ج۶ص۴۳۲ رقم: ۴۶۲۴ صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصبر، ج۷ص۲۱۰ رقم: ۲۹۴۸ الاداب للبیھقی، باب الصبر والاشرجاع مع الرخصة فی البکاء، ج۱ص۳۶۰ رقم: ۷۵۶)

شرح حدیث: اولاد کی موت پر کس نے کیا کہا؟

اولاد کی موت بڑا دل سوز، روح فرسا اور صبر آزما حادثہ ہوا کرتا ہے اس سانحہ پر بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے چند اقوال پڑھیئے اور عبرت حاصل کیجئے۔ واللہ تعالیٰ ھوالموفق!

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ گئے تو صاحبزادہ کی جانکنی کا منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ رو رہے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عوف کے بیٹے! رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرا یہ آنسو بہانا شفقت ہے، پھر دوبارہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو بہنے لگے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقك یا ابراھیم لمحزونون۔ یعنی آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب عزوجل راضی ہو اور بلاشبہ اے ابراہیم! رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم تمہاری جدائی پر غمگین ہیں۔ (مشکوٰۃ ج ا ص ۱۵۰ بحوالہ بخاری و مسلم)

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم...الخ، الحدیث: ۱۳۰۳، ج ا، ص ۴۴۱)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ سعد بن عبادہ ومعاذ بن جبل واُبی بن کعب وزید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ بھی تھے تو بچہ اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں دیا گیا جب کہ وہ جانکنی کے عالم میں تڑپ رہا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شفقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں ڈال دی ہے اور اللہ تعالیٰ انھیں بندوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم...الخ، الحدیث: ۱۲۸۴، ج ا، ص ۴۳۴)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ اپنے بچے کو لے کر بارگاہ رسالت میں آیا کرتے تھے ایک بار وہ تنہا آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے بچہ کو کیا ہوا؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ تو مر گیا یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس

پھاٹک پر بھی جاؤ گے تو وہ تمہارا بچہ تمہارا انتظار کر رہا ہوگا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث قرۃ المزنی، الحدیث ۲۰۳۸۷، ج ۷، ص ۳۰۳)

(1401) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ يَأْكُلُ الْأَكْلَةَ، فَيَحْمَدُهٗ عَلَيْهَا، وَيَشْرَبُ الشَّرْبَةَ، فَيَحْمَدُهٗ عَلَيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے سے راضی ہو جاتا ہے کہ وہ کھانا کھائے پھر اللہ کی حمد بیان کرے یا پانی پیئے پھر اللہ کریم کی حمد بیان کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب حمد الله تعالى بعد الاكل والشرب، ج ۲ص۹۸۷، رقم: ۹۱۰۸سنن ترمذى، باب ما جاء فى الحمد على الطعام، ج ۱ص۶۶۵، رقم: ۱۸۱۶سنن الكبرى للنسائى، باب ثواب الحمد لله، ج ۴ص۲۰۲، رقم: ۶۸۹۹مسند ابويعلى، مسند سعيد بن سنان عن انس بن مالك، ج ۳ص۱۹۸، رقم: ۳۳۳۲مصنف ابن ابى شيبة، باب فى التسمية على الطعام، ج ۸ص۱۱۹، رقم: ۲۴۹۸۶)

شرح حدیث: کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

حضرتِ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس کھانے کو شیطان اپنے لیے حلال سمجھتا ہے۔ (مسلم، رقم ۲۰۱۷، ص ۱۱۱۶)

اور حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹ کی طرح ایک سانس میں کوئی چیز نہ پیو۔ بلکہ دو تین مرتبہ پیو اور جب پیو بسم اللہ کہہ لو اور جب منہ سے ہٹاؤ تو الحمد للہ کہو۔

(ترمذی، کتاب الاشربۃ، رقم ۱۸۹۲، ج ۳، ص ۳۵۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زبان کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

کھانے یا پینے کے بعد حمدِ الٰہی بجالانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے سے یقیناً راضی ہوتا ہے جو کھانا کھاتا ہے تو اس پر اس کی حمد بجالاتا ہے اور پانی پیتا ہے تو اس پر بھی اس کی حمد وثنا کرتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الطعام، رقم، ج ۳، ص ۱۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے سے یقیناً راضی ہوتا ہے جو کھانا کھاتا ہے تو اس پر اس کی حمد بجالاتا ہے اور پانی پیتا ہے تو اس پر بھی اس کی حمد وثنا کرتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الطعام، رقم، ج ۳، ص ۱۰۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

15- كِتَابُ الصَّلٰوةِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام پڑھنا

100-بَابُ الْأَمْرِ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ وَفَضْلِهَا وَبَعْضِ صِيَغِهَا

رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے کی فضیلت اور اس کے بعض صیغے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا) (الأحزاب: 56).

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

شرح: حضرتِ صدرالأفاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا واجب ہے ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ مستحب ہے، یہی قول معتمد ہے اور اس پر جمہور ہیں اور نماز کے قعدۂ اخیرہ میں بعدِ تشہد درود شریف پڑھنا سنّت ہے اور آپ کے تابع کر کے آپ کے آل واصحاب و دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے یعنی درود شریف میں آپ کے نامِ اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جاسکتا ہے اور مستقل طور پر حضور کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔ مسئلہ: درود شریف میں آل واصحاب کا ذکر متوارث ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل کے ذکر کے بغیر مقبول نہیں۔ درود شریف اللہ تعالٰی کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم ہے عُلَماء نے اللھم صل علٰی محمد کے معنٰی یہ بیان کئے ہیں کہ یا ربّ محمدِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظمت عطا فرما، دنیا میں ان کا دین بلند ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اوّلین وَ آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء، مرسلین وملائکہ اور تمام خَلق پر ان کی شان بلند کر کے۔

مسئلہ: درود شریف کی بہت برکتیں اور فضیلتیں ہیں حدیث شریف میں ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب درود بھیجنے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ مسلم کی حدیث شریف میں ہے جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالٰی اس پر دس بار بھیجتا ہے۔ ترمذی کی حدیث شریف میں ہے بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے۔ (خزائن العرفان)

(1402) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ،

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا: اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا"۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اس پر اللہ کریم دس بار رحمت فرماتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم، ج۲ص۴، رقم: ۸۷۵ سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا سمع المؤذن، ج۱ص۲۰۶، رقم: ۵۲۳ سنن ترمذی، باب فی فضل النبی صلی الله علیه وسلم، ج۵ص۵۸۶، رقم: ۳۶۱۴ سنن النسائی الکبرٰی، باب الصلاۃ علی النبی صلی الله علیه وسلم بعد الاذان، ج۱ص۵۱۰، رقم: ۱۶۴۲ مسند امام احمد، مسند عبدالله بن عمرو، ج۲ص۱۶۸، رقم: ۶۵۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

اس حدیث کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اسلام میں ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس گناہ ہے۔ خیال رہے کہ بندہ اپنی حیثیت کے لائق درود شریف پڑھتا ہے مگر رب تعالیٰ اپنی شان کے لائق اس پر رحمتیں اتارتا ہے جو بندے کے خیال و گمان سے وراء ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۴۷)

(1403) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً"۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ"۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سے میرے قریب تر وہ ہوگا جو مجھ پر درود زیادہ پڑھتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ، ج۲ص۳۵۴، رقم: ۴۸۴ المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبدالله بن مسعود، ج۱۰ص۱۷، رقم: ۹۸۲۰ صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج۳ص۱۹۲، رقم: ۹۱۱ مسند ابی یعلی، مسند عبدالله بن مسعود، ج۸ص۴۲۷، رقم: ۵۰۱۱ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما اعطی الله محمداً صلی الله علیه وسلم، ج۱۱ص۵۰۵، رقم: ۳۲۲۴۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قیامت میں سب سے آرام میں وہ ہوگا جو حضور کے ساتھ رہے اور حضور کی ہمراہی نصیب ہونے کا ذریعہ درود شریف کی کثرت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ درود شریف بہترین نیکی ہے کہ تمام نیکیوں سے جنت ملتی ہے اور اس سے بزم جنت کے دولہا صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۴۹)

(1404) وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ، فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے فضیلت والے دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے تو اس میں مجھ پر کثرت

الصَّلٰوةِ فِیْهِ، فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَیَّ". قَالَ: قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ؟! قَالَ: یَقُوْلُ بَلِیْتَ. قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

سے درود بھیجا کرو۔ تمہارے درود مجھ پر پیش کیے جائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ تک ہمارا درود کیسے پہنچے گا۔ جب کہ آپ تو بوسیدہ ہو جائیں گے۔ فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کرلیا ہے۔ اسے ابوداوٗد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فضل یوم الجمعة ولیلة الجمعة، ج۱ص۳۷۹، رقم: ۸۸۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اوس بن اوس الثقفی، ج۷ص۳۸۹، رقم: ۱۵۵۷۵، المستدرك للحاکم، کتاب الجمعة، ج۱ص۳۱۳، رقم: ۱۰۲۹، سنن ابن ماجه، باب فی فضل الجمعة، ج۱ص۳۲۳، رقم: ۱۰۷۵، سنن الدارمی، باب فی فضل الجمعة، ج۱ص۴۴۵، رقم: ۱۵۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(افضل دن جمعہ کا دن ہے کہ اس میں حضرت آدم پیدا ہوئے) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جس تاریخ اور جس دن میں کوئی ہم واقعہ کبھی ہو جائے وہ دن اور تاریخ تا قیامت اہم بن جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس دن اور اس تاریخ میں ان واقعات کی یادگاریں قائم کرنا بہتر ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ یادگاریں عبادات سے قائم کی جائیں نہ کہ لہو اور کھیل کود سے، یعنی اس دن زیادہ عبادتیں کی جائیں۔ میلاد شریف، گیارھویں شریف، عید معراج، عرس بزرگاں کا یہی مقصد ہے اور ان سب کی اصل یہ حدیث اور قرآن شریف کی یہ آیتیں ہیں، دیکھو "جاء الحق" حصہ اول۔

(تو اس میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو) یعنی جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر ۷۰ گنا ہے اور درود دوسری عبادتوں سے افضل، لہذا افضل دن میں افضل عبادت کرو کیونکہ اس دن کا درود خصوصی طور پر ہماری بارگاہ میں پیش ہوتا ہے اور ہم قبول فرماتے ہیں۔ خیال رہے کہ ہمیشہ ہی درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے مگر جمعہ کے دن خصوصی پیشی ہوتی ہے، خصوصی قبولیت۔ (مرقاۃ)

(جب کہ آپ تو بوسیدہ ہو جائیں گے) یہ سوال انکار کے لیئے نہیں بلکہ کیفیت پوچھنے کے لیئے ہے، یعنی آپ کی وفات کے بعد ہمارے درودوں کی پیشی فقط آپ کی روح شریف پر ہوگی یا روح مع الجسم پر جیسے زکریا علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی طرف سے بیٹے کی خوش خبری پا کر عرض کیا تھا خدایا میرے بیٹا کیسے ہوگا؟ میں بوڑھا ہوں، میری بیوی بانجھ۔ یہ سوال بھی کیفیت پوچھنے کے لیئے ہے نہ کہ انکاراً، لہذا اس پر روافض کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ خیال رہے کہ اولاد کے اعمال ماں باپ پر پیش ہوتے ہیں، مرید کے شیخ پر مگر وہاں پیشی کبھی کبھی ہوتی ہے وہ بھی فقط روح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشی ہر وقت ہوتی ہے اور روح مع الجسم پر۔ (مرقاۃ)

(بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کرلیا ہے) لہذا ان کے اجسام زمین کھا سکتی ہی نہیں اور

وہ گلنے سے محفوظ ہیں۔ قرآن کریم فرمارہا ہے کہ حضرت سلیمان بعد وفات چھ ماہ یا ایک سال نماز کی ہیئت پر لکڑی کے سہارے کھڑے رہے پھر دیمک نے آپ کی لاٹھی تو کھائی لیکن آپ کا پاؤں شریف نہ کھایا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام کے زخموں پر جراثیم نہ تھے اور نہ انہوں نے آپ کا گوشت کھایا کوئی اور بیماری تھی کیونکہ پیغمبر کا جسم کیڑا نہیں کھاسکتا۔ جنہوں نے یہ واقعہ درست مانا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم بعد وفات ہے، زندگی میں امتحاناً یہ ہوسکتا ہے جیسے تلوار جادو اور ڈنگ ان پر اثر کردیتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا اس جملہ کے معنی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، وہ زندگی بھی دنیاوی جسمانی اور حقیقی ہے نہ کہ شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی۔ اس کی پوری تحقیق جَذْبُ الْقُلُوْب اور تاریخ مدینہ میں ملاحظہ کیجئے۔ (اشعۃ) اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب شَرْحُ الصُّدُوْرِ فِیْ اَحْوَالِ الْقُبُوْرِ میں حیات انبیاء پر بہت ہی نفیس بحث فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے بے نیاز ہیں مگر نمازیں پڑھتے ہیں، قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، ذکر اللہ کی لذت پاتے ہیں۔ (مرقاۃ)

اس روایت کو ابن حبان، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا، حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، علیٰ شرط بخاری ہے، نووی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۹۱)

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس مبارک میں انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس مبارک میں باوجود یہ کہ شرکاء اجتماع بہت زیادہ ہوتے تھے لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آواز مبارک جیسی نزدیک والوں کو سنائی دیتی تھی ویسی ہی دُور والوں کو سنائی دیتی تھی یعنی دور اور نزدیک والوں کے لئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آواز مبارک یکساں تھی۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر وعظہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص ۱۸۱)

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس شریف میں کل اولیاء علیہم الرحمۃ اور انبیاء کرام علیہم السلام جسمانی حیات اور ارواح کے ساتھ نیز جن اور ملائکہ تشریف فرما ہوتے تھے اور حبیب ربُّ العالمین عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی تربیت وتائید فرمانے کے لئے جلوہ افروز ہوتے تھے اور حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تو اکثر اوقات مجلس شریف کے حاضرین میں شامل ہوتے تھے اور نہ صرف خود آتے بلکہ مشائخ زمانہ میں سے جس سے بھی آپ علیہ السلام کی ملاقات ہوتی تو ان کو بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں حاضر ہونے کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ جس کو بھی فلاح وکامرانی کی خواہش ہو اس کو غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس شریف کی ہمیشہ حاضری ضروری ہے۔ (اخبار الاخیار، ص ۱۳)

(1405) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ". رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

اللہ ﷺ نے فرمایا: اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رغم انف رجل، ج۵ص۵۵۰، رقم: ۳۵۴۵ المستدرک للحاکم، کتاب الدعا والتکبیر، ج۲ص۲۱۳، رقم: ۲۰۱۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، ج۳ص۲۵۴، رقم: ۷۴۴۴ مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ، ج۲ص۴۳۷، رقم: ۸۴۶۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ایسا مسلمان خوار و ذلیل ہو جائے جو میرا نام سن کر درود نہ پڑھے۔ عربی میں اس بددعا سے مراد اظہار ناراضی ہوتا ہے حقیقتاً بددعا مراد نہیں ہوتی، اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ ایک ہی مجلس میں اگر چند بار حضور کا نام شریف آوے تو ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے، مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے کیونکہ رَغِمَ اَنْفُ ہلکا کلمہ ہے جس سے درود کا استحباب ثابت ہو سکتا ہے نہ کہ وجوب۔ مطلب یہ ہے کہ جو بلا محنت دس رحمتیں، دس درجے، دس معافیاں حاصل نہ کرے بڑا بیوقوف ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۵۳)

(1406) وَعَنْہُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا، وَصَلُّوْا عَلَیَّ، فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ". رَوَاہُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میری قبر کو عید نہ بنا لینا اور مجھ پر درود بھیجو۔ کیونکہ تم جہاں بھی ہو میرے پاس تمہارا درود پہنچے گا۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب زیارۃ القبور، ج۲ص۱۶۹، رق: ۲۰۴۲ شعب الایمان للبیہقی، باب فضل الحج والعمرۃ، ج۳ص۴۹۱، رقم: ۴۱۶۲ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثالث فی الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴ص۴۰۶، رقم: ۲۲۷۸ مشکوۃ المصابیح، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثانی، ج۱ص۲۰۲، رقم: ۹۲۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جیسے عیدگاہ میں سال میں صرف دو بار جاتے ہیں ایسے میرے مزار پر نہ آؤ بلکہ اکثر حاضری دیا کرو یا جیسے عید کے دن کھیل کود کے لیے میلوں میں جاتے ہیں ایسے تم ہمارے روضہ پر بے ادبی سے نہ آیا کرو بلکہ باادب رہا کرو۔

مرقات نے یہاں فرمایا کہ ارواح قدسیہ بدن سے نکل کر ملائکہ کی طرح ہو جاتی ہیں کہ وہ سارے عالم کو کف دست کی طرح دیکھتی ہیں اور ان کے لیے کوئی شے حجاب نہیں رہتی۔ یہی مضمون کچھ فرق کے ساتھ اشعۃ اللمعات نے بھی بیان فرمایا لہٰذا اس حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ تم جہاں بھی ہو تمہارے درود کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے جب آج بجلی کی طاقت سے وارلیس اور ریڈیو کے ذریعے لاکھوں میل کی آواز سن لی جاتی ہے تو اگر طاقت نبوت سے درود کی آواز سن لی جائے تو کیا بعید

ہے۔یعقوب علیہ اسلام نے صدہا میل سے پیراہن یوسف علیہ السلام کی خوشبو پائی،سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سنی حالانکہ آج تک کوئی طاقت چیونٹی کی آواز نہ سنا سکی تو ہمارے حضور بھی درود خوانوں کی آواز ضرور سنتے ہیں۔(مرٰاۃ المناجیح،ج ۲ ص ۱۵۲)

(1407) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلاَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوکوئی بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے۔حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب زیارۃ القبور، ج۲ص۱۶۹، رقم: ۲۰۴۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرۃ رضی اللّٰہ عنہ، ج۳ص۵۲۷، رقم: ۱۰۸۲۷، سنن الکبرٰی للبیھقی، باب زیارۃ قبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ج۵ص۲۴۵، رقم: ۱۰۰۵۰، اخبار اصبھان لابی نعیم، باب الیاء، ج۱ص۳۶۱، رقم: ۲۰۶۱، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ بکر، ج۳ص۲۶۲، رقم: ۳۰۹۲)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں روح سے مراد توجہ ہے نہ وہ جان جس سے زندگی قائم ہے حضور تو بحیات دائمی زندہ ہیں۔اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ میں ویسے تو بے جان رہتا ہوں کسی کے درود پڑھنے پر زندہ ہوکر جواب دیتا رہتا ہوں ورنہ ہر آن حضور پر لاکھوں درود پڑھے جاتے ہیں تو لازم آئے گا کہ ہر آن لاکھوں بار آپ کی روح نکلتی اور داخل ہوتی رہے۔خیال رہے کہ حضور ایک آن میں بے شمار درود خوانوں کی طرف یکساں توجہ رکھتے ہیں، سب کے سلام کا جواب دیتے ہیں جیسے سورج بیک وقت سارے عالم پر توجہ کر لیتا ہے ایسے آسمان نبوت کے سورج ایک وقت میں سب کا درود سلام سن بھی لیتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں لیکن اس میں آپ کو کوئی تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی کیوں نہ ہو کہ مظہر ذات کبریا ہیں، رب تعالیٰ بیک وقت سب کی دعائیں سنتا ہے۔(مرٰاۃ المناجیح،ج ۲ ص ۱۵۱)

(1408) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب قول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رغم انف رجل، ج۵ص۵۵۱، رقم: ۳۵۴۶، المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر، ج۲ص۲۱۳، رقم: ۲۰۱۵، سنن النسائی الکبرٰی، باب من البخیل، ج۶ص۱۹، رقم: ۹۸۸۳، صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج۳ص۱۸۹، رقم: ۹۰۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث الحسین بن علی رضی اللّٰہ عنہ، ج۱ص۲۰۱، رقم: ۱۷۳۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
کیونکہ درود میں کچھ خرچ تو ہوتا نہیں اور ثواب بہت مل جاتا ہے اس ثواب سے محرومی بڑی ہی بدنصیبی ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بھی حضور کا نام سنے یا پڑھے تو درود شریف ضرور پڑھے کہ یہ مستحب ہے۔
یعنی چند اسنادوں سے مروی ہے۔بعض اسناد میں حسن ہے،بعض میں صحیح،بعض میں غریب۔(مرٰاۃ المناجیح،ج ۲ص ۱۵۹)

(1409) وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَجُلًا يَدْعُوْ فِي صَلٰوتِهٖ لَمْ يُمَجِّدِ اللهَ تَعَالٰى، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَجِلَ هٰذَا" ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ - اَوْ لِغَيْرِهٖ -: "اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَاْ بِتَحْمِيْدِ رَبِّهٖ سُبْحَانَهٗ، وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَدْعُوْ بَعْدُ بِمَا شَاءَ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا۔اس نے اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان نہ کی اور نہ رسول اللہ ﷺ پر درود سلام بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے جلدی کی ہے پھر اس کو بلایا اس کو کہا یا کسی اور کو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ اپنے رب کی حمد و ثنا سے ابتداء کرے پھر رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعاء، ج۱ص۵۵۱، رقم: ۱۴۸۳ سنن ترمذی، باب جامع الدعوات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۵ص۵۱۷، رقم: ۳۴۷۷ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التشھد، ج۲ص۱۴۷، رقم: ۹۶۸ المستدرک للحاکم، باب التامین، ج۱ص۳۶۴، رقم: ۹۸۹ المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث فضالۃ بن عبید الانصاری، ج۱۸ص۳۰۷، رقم: ۱۵۵۰۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
آپ صحابی، انصاری، اوسی ہیں، کنیت ابو محمد ہے، غزوہ احد و خیبر میں حاضر رہے، بیعت رضوان میں شریک تھے دمشق میں قیام رہا، امیر معاویہ کی طرف سے وہاں کے قاضی رہے، ۵۳ھ میں وہیں وفات پائی۔
کیونکہ رب دینے والا ہے اور اس کے حبیب دلوانے والے اور بانٹنے والے یا یوں کہو کہ رب سے مانگنا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مانگنا ہے لہذا حمد و صلوۃ کے بعد مانگو۔
اس سے معلوم ہوا کہ کوئی دعا بغیر حمد صلوۃ قبول نہیں ہوتی یہ دونوں قبول دعا کی شرطیں ہیں۔
ایسے ہی اسے ابن خزیمہ حاکم اور ابن حبان نے نقل کیا ترمذی نے اسے صحیح کہا۔(مرٰاۃ المناجیح،ج ۲ص ۱۵۹)

(1410) وَعَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ

حضرت ابو محمد کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ، فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ قَالَ: "قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پر اس تشریف لائے۔ تو ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ پر سلام تو ہم جانتے ہیں لیکن ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں تو آپ نے فرمایا: یوں کہو! اے اللہ تو حضرت محمد اور حضرت محمد (ﷺ) کی آل پر درود بھیج جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر درود بھیجا' تو یقینا تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔ اے اللہ حضرت محمد اور حضرت محمد (ﷺ) کی آل پر برکت ڈال جس طرح حضرت ابراہیم کی آل پر تو نے برکت ڈالی' تو یقینا تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری' باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم' ج۸ص۷۷' رقم: ۶۳۵۷صحیح مسلم' باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشھد' ج۲ص۱۶' رقم: ۹۳۴ السنن الکبرٰی للبیہقی' باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التشھد' ج۲ص۱۴۶' رقم: ۲۹۶۲ مستدرک للحاکم' باب التامین' ج۱ص۳۶۳' رقم: ۹۸۸ سنن ابوداؤد' باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشھد' ج۱ص۳۷۰' رقم: ۹۷۸)

شرح حدیث: اندھیریوں سے اجالے کی طرف

اپنے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے فضل وشرف کے لئے اپنی مقدّس کتاب قرآنِ کریم میں یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی:

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا O

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔ (پ۲۲، الاحزاب: ۴۳)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اس نبیِّ رحمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ذریعے آبِ زمزم اور حطیمِ کعبہ کو مشرف فرمایا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو مجتبیٰ اور مصطفی کی شانوں سے خاص کیا۔ اس نے اپنے مبارک ناموں میں سے دو ناموں رءُوف ورحیم کے ساتھ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا نام رکھا۔ لہٰذا جس نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی شریعت کی پیروی کی اس نے بہت بڑا فضل پالیا۔ اور جنت میں تازگی اور نعمتوں کو حاصل کرلیا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے کتنے قیدیوں کو آزاد کیا۔ کتنے ہی بے یار و مددگار مساکین کو پناہ دی۔ کتنے ہی ٹوٹے دلوں کو جوڑ دیا، فقیروں کو غنی کردیا اور یتیموں پر رحم فرمایا۔ حضرتِ سیدنا آدم صفی اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو وسیلہ

بنایا پس انہوں نے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی ذاتِ گرامی پر درود شریف بھیجا تو عزت وکرامت کے ساتھ لوٹے۔ حضرتِ سیدنا نوح نجی اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے طفیل دعا کی تو ڈوبنے سے محفوظ رہے۔ حضرتِ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے وسیلے سے بارگاہِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں عرض کی تو آگ ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوگئی۔ جب حضرتِ سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر درود وسلام کی کثرت کی اور ان کے صدقے مدد کے خواستگار ہوئے تو فدیہ کے ذریعے مدد فرمائی گئی اور یہ نعمتیں اضافے کے بعد برقرار رہیں۔ حضرتِ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر درودِ پاک پڑھا تو انہیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ہم کلامی کا شرف عطا ہوا اور حضرتِ سیدنا عیسیٰ روح اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضورِ انور، شافعِ محشر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی آمد کی بشارت وخوشخبری دی تو انہوں نے رفعت وسبقت کو پالیا۔ اور رحمتِ عالم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی ذات والاصفات ہی ہے جس پر درختوں اور پتھروں نے سلام پڑھا اور مقدس فرشتوں نے درود پاک بھیجا تو اب وہ ربِّ لَم یَزَل عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں اس نعمت پر نازاں ہیں۔

اے نافرمانوں کے گروہ! تمہیں کس چیز نے مکی مدنی سلطان، رحمت عالمیان، سردار دوجہان صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر درود پاک پڑھنے سے غافل کر رکھا ہے۔ درودِ پاک تو وہ عظیم عبادت ہے جو بڑے بڑے گناہوں کو مٹا دیتی اور پڑھنے والے کو عزت وتکریم عطا کرتی ہے۔ پس تم حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ امت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو اور ان کی ایسی تعظیم وادب کرو جس کا تمہارے مولیٰ عَزَّ وَجَلَّ نے تمہیں حکم فرمایا ہے۔ اس طرح تم جنت اور اس کی نعمتوں سے سرفراز کئے جاؤ گے اور عذاب اور نارِ دوزخ سے بچ جاؤ گے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی اس شان کو بیان فرمایا جو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے اخلاقِ عالیہ اور مخلوق کے متعلق ہے۔ چنانچہ، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا O

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۴۳)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے اُس امتی کو جنت میں فضیلت ومرتبہ کی بشارت دی ہے جس نے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر درودِ پاک پڑھا۔ چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا O

ترجمۂ کنز الایمان: ان کے لئے ملتے وقت کی دعا سلام ہے اور ان کے لئے عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

(پ ۲۲، الاحزاب: ۴۴)

تو اے اسلامی بھائیو! تم منبعِ جود وسخاوت، قاسمِ نعمت، سراپا رحمت، شافعِ اُمَّت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر درود

شریف کی کثرت کرو کہ درودِ پاک غموں اور مصیبتوں کو دور کرتا اور بیماریوں سے شفا دیتا ہے۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِقُ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ ص۶۰۹)

(1411) وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اَتَانَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ فِيْ مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ لَهُ بَشِيْرُ بْنُ سَعْدٍ: اَمَرَنَا اللهُ تَعَالٰى اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى تَمَنَّيْنَا اَنَّهُ لَمْ يَسْاَلْهُ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابومسعود بدری ﷛ سے روایت ہے ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہم اس وقت سعد بن عبادہ ﷛ کی مجلس میں تھے۔ حضرت بشیر ابن سعید نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم آپ پر کیسے درود پڑھیں؟ رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم نے تمنا کی کہ کاش ہم آپ سے سوال نہ کرتے تو بہتر تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کہو! اے اللہ! حضرت محمد پر اور حضرت محمد (ﷺ) کی آل پر درود بھیج۔ جس طرح تو نے آل حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر درود بھیجا ہے اور حضرت محمد اور حضرت محمد (ﷺ) کی آل پر برکت ڈال جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر برکت ڈالی ہے تو یقینا تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔ اور سلام تو یقینا کہ تم جانتے ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم بعد التشهد، ج۲ص۱۶، رقم: ۹۲۳ السنن الکبری للبیهقی، باب الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم فی التشهد، ج۲ص۱۴۶، رقم: ۲۹۶۱ سنن ترمذی، باب ومن سورة الاحزاب، ج۵ص۳۵۹، رقم: ۳۲۲۰ سنن الدارمی، باب الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم، ج۱ص۳۵۶، رقم: ۱۳۴۳ مسند امام احمد، حدیث ابی مسعود عقبة، ج۵ص۲۷۳، رقم: ۲۲۴۰۶)

شرح حدیث: درودِ پاک پڑھنے نے عذابِ قبر سے بچالیا

سرکارِ دوعالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درودِ پاک پڑھنے کے فضائل میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت کا بیٹا تھا جو بہت گناہگار تھا۔ وہ اس کو نیکی کا حکم دیتی، بے حیائی اور برے کاموں سے منع کرتی (لیکن وہ باز نہ آتا) آخر کار تقدیر اس پر غالب آئی اور وہ گناہوں کی حالت میں مر گیا۔ اس کی ماں کو بہت صدمہ ہوا کہ اس کا بیٹا بغیر توبہ کئے مر گیا۔ اس نے تمنا کی کہ اسے خواب میں دیکھے۔ ایک دفعہ اس نے خواب میں اپنے بیٹے کو عذاب میں مبتلا دیکھا تو وہ مزید غمگین ہو گئی۔ جب کچھ مدت کے بعد اس نے دوبارہ اپنے بیٹے کو دیکھا تو اس کی حالت اچھی تھی اور وہ خوش وخرم تھا۔ اس نے اپنے بیٹے سے اس

حالت کے متعلق پوچھا کہ اے میرے بیٹے! میں نے تجھے عذاب میں مبتلا دیکھا تھا، یہ مرتبہ ومقام کیسے ملا؟ تو اس نے جواب دیا: اے میری ماں! ایک گنہگار شخص ہمارے قبرستان سے گزرا، اس نے قبروں کی طرف دیکھا اور دوبارہ زندہ اٹھائے جانے کے متعلق غور وفکر کیا۔ مُردوں سے نصیحت حاصل کی، اپنی لغزش پر رویا اور اپنی خطاؤں پر نادم ہوکر اللہ عزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کی کہ اب وہ کبھی گناہوں کی طرف نہ پلٹے گا۔ تو اس کی توبہ سے آسمان کے فرشتے بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے: سُبحان اللہ عزَّ وَجَلَّ! اس شخص نے اپنے رب عزَّ وَجَلَّ کے ساتھ کیا ہی خوب صلح کی ہے۔ جب اس نے سچی توبہ کرلی تو اللہ عزَّ وَجَلَّ نے اس کی توبہ قبول فرمالی، پھر اس نے کچھ قرآنِ حکیم پڑھا اور حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر بیس مرتبہ دُرودِ پاک پڑھا اور اس کا ثواب ہم سب قبرستان والوں کو پہنچایا۔ اس کا ثواب ہم پر تقسیم کیا گیا تو مجھے بھی اس سے بھلائی ملی جس کے سبب اللہ عزَّ وَجَلَّ نے مجھے بخش دیا اور مجھے وہ مقام عطا کیا گیا جو آپ ملاحظہ فرما رہی ہیں۔ اے امی جان! یاد رکھئے! حضور نبیِّ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر دُرودِ پاک پڑھنا دلوں کا نور، گناہوں کا کفارہ اور زندوں اور مُردوں کے لئے رحمت ہے۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق ص ۲۷)

(1412) وَعَنْ اَبِيْ حُمَيْدِنِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ قَالَ: "قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوحمید ساعدی ﷺ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو اے اللہ! حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی ازواج اولاد پر درود بھیج جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر درود بھیجا اور حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر برکت فرمائی تو یقینا تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب "یزفون" الصافات / النسلان فی المشی، ج۲ص۱۲۳۲، رقم: ۳۱۸۹ صحیح مسلم، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشھد، ج۲ص۱۶، رقم: ۹۲۸ مؤطا امام محمد، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۶۵، رقم: ۲۹۱ مسند امام احمد بن حنبل، احادیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۵ص۳۷۴، رقم: ۲۳۲۲۱ مصنف عبدالرزاق، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۲۱۱، رقم: ۳۱۰۳)

شرح حدیث: حضرتِ سیِّدَتُنا حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق مہر

حضرتِ سیِّدُنا وہب بن منبِّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب اللہ عزَّ وَجَلَّ نے حضرتِ سیِّدُنا آدم صفی اللہ علیہ

الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا اور ان میں روح پھونکی اور انہوں نے اپنی نگاہیں کھولیں تو جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ۔

تو عرض کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! کیا تو نے کسی ایسی ہستی کو بھی پیدا فرمایا ہے جو تیرے نزدیک مجھ سے بھی زیادہ معزز ہے؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی جانب سے جواب ملا: ہاں! وہ تیری اولاد میں سے ایک نبی ہے۔ پھر جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیِّدَتُنا اماں حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیدا فرما کر حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں شہوت رکھی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے نکاح کی خواہش کی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اس کا حق مہر ادا کرو۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: اس کا حق مہر کیا ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اس نام والے پر سو مرتبہ درودِ پاک بھیجو۔ عرض کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اگر میں ایسا کروں تو کیا تو میرا نکاح اس سے کر دے گا؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ، حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور نبئ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر سو مرتبہ درودِ پاک پڑھا اور یہ حضرتِ سیِّدَتُنا حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر تھا۔ پھر اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نکاح حضرتِ سیِّدَتُنا حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دیا۔ (نزھۃ المجالس، باب مناقب فاطمۃ الزھراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فصل فی تزویج حواء۔۔۔۔۔۔الخ، ج ۲، ص ۳۱۷، مفہوماً)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

16- کِتَابُ الْاَذْکَارِ

اذکار کا بیان

101- بَابُ فَضْلِ الذِّکْرِ وَالْحَثِّ عَلَیْهِ

ذکر کی فضیلت اور اس کی ترغیب کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَلَذِکْرُ اللّٰهِ اَکْبَرُ) (العنکبوت: 45).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الهادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: کہ وہ افضل طاعات ہے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں وہ عمل جو تمہارے اعمال میں بہتر اور ربّ کے نزدیک پاکیزہ تر، نہایت بلند رتبہ اور تمہارے لئے سونے چاندی دینے سے بہتر اور جہاد میں لڑنے اور مارے جانے سے بہتر ہے؟ صحابہ نے عرض کیا بے شک یارسول اللہ، فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ ترمذی ہی کی دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ نے حضور سے دریافت کیا تھا کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کن بندوں کا درجہ افضل ہے؟ فرمایا بکثرت ذکر کرنے والوں کا صحابہ نے عرض کیا اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا؟ فرمایا اگر وہ اپنی تلوار سے کُفّار و مشرکین کو یہاں تک مارے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں رنگ جائے جب بھی ذاکرین ہی کا درجہ اس سے بلند ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو یاد کرنا بہت بڑا ہے اور ایک قول اس کی تفسیر میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑا ہے بے حیائی اور بُری باتوں سے روکنے اور منع کرنے میں۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ) (البقرة: 152).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الهادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: ذکر تین طرح کا ہوتا ہے۔ (۱) لسانی (۲) قلبی (۳) بالجوارح۔ ذکر لسانی تسبیح، تقدیس، ثناء وغیرہ بیان کرنا ہے خطبہ توبہ استغفار دعا وغیرہ اس میں داخل ہیں۔ ذکر قلبی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرنا اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائل قدرت میں غور کرنا علماء کا استنباط مسائل میں غور کرنا بھی اسی میں داخل ہیں۔

ذکر بالجوارح یہ ہے کہ اعضاء طاعتِ الٰہی میں مشغول ہوں جیسے حج کے لئے سفر کرنا یہ ذکر بالجوارح میں داخل ہے نماز تینوں قسم کے ذکر پر مشتمل ہے تسبیح و تکبیر ثناء و قراءت تو ذکر لسانی ہے اور خشوع و خضوع اخلاص ذکر قلبی اور قیام، رکوع و سجود وغیرہ ذکر بالجوارح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم طاعت بجالا کر مجھے یاد کرو میں تمہیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی

اس کو ایسے ہی یاد فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔قرآن وحدیث میں ذکر کے بہت فضائل وارد ہیں اور یہ ہر طرح کے ذکر کو شامل ہیں ذکر بالجہر کو بھی اور بالاخفاء کو بھی۔(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ) (الأعراف: 205).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) (الجمعة: 10).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ) ... اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: (وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا) (الأحزاب: 35).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک مسلم مرد اور مسلمان عورتیں...... اللہ تعالیٰ کے اس قول تک۔ اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد و بکثرت ذکر کرنے والی عورتیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الافاضل سیدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: شانِ نُزول: اسماء بنتِ عمیس جب اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں تو ازواجِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مل کر انہوں نے دریافت کیا کہ کیا عورتوں کے باب میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں تو اسماء نے حضور سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ حضور عورتیں بڑے ٹوٹے میں ہیں فرمایا کیوں؟ عرض کیا کہ ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہوتا ہی نہیں جیسا کہ مَردوں کا ہوتا ہے۔اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ان کے دس مراتب مَردوں کے ساتھ ذکر کئے گئے اور ان کے ساتھ ان کی مدح فرمائی گئی اور مراتب میں سے پہلا مرتبہ اسلام ہے جو خدا اور رسول کی فرمانبرداری ہے، دوسرا ایمان کہ وہ اعتقادِ صحیح اور ظاہر و باطن کا موافق ہونا ہے، تیسرا مرتبہ قنوت یعنی طاعت ہے۔

چوتھے مرتبہ کا بیان ہے کہ وہ صدقِ نیّات وصدقِ اقوال وافعال ہے، اس کے بعد پانچویں مرتبہ صبر کا بیان ہے کہ طاعتوں کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے احتراز رکھنا خواہ نفس پر کتنا ہی شاق اور گراں ہو رضائے الٰہی کے لئے اختیار کیا جائے، اس کے بعد پھر چھٹے مرتبہ خشوع کا بیان ہے جو طاعتوں اور عبادتوں میں قلوب و جوارح کے ساتھ متواضع ہونا ہے،

اس کے بعد ساتویں مرتبہ صدقہ کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں بطریقِ فرض ونفل دینا ہے پھر آٹھویں مرتبہ صوم کا بیان ہے یہ بھی فرض ونفل دونوں کو شامل ہے۔ منقول ہے کہ جس نے ہر ہفتہ ایک درم صدقہ کیا وہ متصدقین میں اور جس نے ہر مہینہ ایامِ بیض کے تین روزے رکھے وہ صائمین میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد نویں مرتبہ عفت کا بیان ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی پارسائی کو محفوظ رکھے اور جو حلال نہیں ہے اس سے بچے، سب سے آخر میں دسویں مرتبہ کثرتِ ذکر کا بیان ہے ذکر میں تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، قراءتِ قرآن، علمِ دین کا پڑھنا پڑھانا، نماز، وعظ، نصیحت، میلاد شریف، نعت شریف پڑھنا سب داخل ہیں۔ کہا گیا ہے کہ بندہ ذاکرین میں جب شمار ہوتا ہے جب کہ وہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا) (الأحزاب: 41-42) الْاٰيَة

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بولو۔

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ.

اس سلسلہ میں آیات بکثرت مشہور ہیں۔

(1413) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ، حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے میزان میں وزنی، رحمٰن کو محبوب ہیں وہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل التسبیح، ج۸ص۸۶، رقم: ۶۴۰۶ صحیح مسلم، باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء، ج۸ص۷۰، رقم: ۷۰۲۱ سنن ابن ماجه، باب فضل التسبیح، ج۲ص۱۵۲۱، رقم: ۳۸۰۶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل التسبیح والتکبیر والتھلیل والتحمید، ج۵ص۵۱۲، رقم: ۳۴۶۷ سنن النسائی الکبری، باب ما یثقل المیزان، ج۶ص۲۰۷، رقم: ۱۰۶۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسی پیاری فصیح وبلیغ زبان ہے اس پیارے محبوب کی صلی اللہ علیہ وسلم۔ خفیفتان، ثقیلتان یعنی بھارے ہلکے، اس میں متضادین کا اجتماع ہے لسان ومیزان میں متناسبین کا اجتماع ہے کیونکہ لسان انسانی زبان کو بھی کہتے ہیں اور ترازو کی زبان کو بھی، جو ہاتھ کی مٹھی میں بروقت تولنے کے رہتی ہے، حبیبتان ورحمٰن اس میں ایسی مناسبت ہے کہ سبحان اللہ محبت ورحمت میں بہت ہی تعلق ہے یعنی یہ دونوں کلمے پڑھنے میں زبان پر بہت آسان ہیں مگر کل قیامت میں ان کا وزن بہت زیادہ ہوگا کیونکہ ہمارے کلام سے رب تعالیٰ کا نام وزنی ہے، پھر خوبی یہ کہ رب تعالیٰ کو یہ کلمات بڑے پیارے ہیں تو جو ان کا ورد کرے گا وہ بھی پیارا ہوگا اس کی زبان پیاری ہوگی۔

یہ دو کلمے رب تعالیٰ کی دونوں قسم کی حمدوں کو علیٰ وجہ الکمال جامع ہیں۔عیوب سے پاکی کا مکمل بیان سبحان اللہ میں ہے اور صفات کمالیہ سے موصوف ہونے کا کامل بیان وبحمدہ میں ہے اسی لیے یہ کلمات بہت جامع ہیں اور رب تعالیٰ کو پیارے ہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۲۲)

(1414) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَاَنْ اَقُوْلَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحيح مسلم، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء، ج۸ص۷۰، رقم: ۷۰۲۲، سنن ترمذی، باب فی العفو والعافية، ج۵ص۵۷۷، رقم: ۳۵۹۷، سنن النسائی، باب افضل الذكر وافضل الدعا، ج۶ص۲۰۹، رقم: ۱۰۶۶۱، صحيح ابن حبان، باب الاذكار، ج۳ص۱۱۶، رقم: ۸۳۴، مصنف ابن ابی شيبة، باب فی ثواب التسبيح، ج۱۰ص۲۸۸، رقم: ۳۰۰۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہ کلمات مجھے ساری دنیا سے پیارے ہیں کیونکہ دنیا فانی ہے اور ان کا ثواب باقی، نیز دنیا رب تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہے اور یہ سب رب تعالیٰ کی یاد دلانے والے۔خیال رہے کہ ما طلعت علیہ الشمس سے مراد ساری دنیا ہے زمین یا زمین کی چیزیں ہوں یا آسمان اور آسمان کی چیزیں، رہا قرآن وحدیث ہماری عبادات وغیرہ اس سے علیحدہ ہیں کہ یہ چیزیں اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں نہ ان میں دنیا ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ کلمات اور ان کے پڑھنے پر بھی تو سورج طلوع ہوتا ہے اور یہ بھی تو دنیا میں ہیں۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل دنیا میں رکھو مگر دل میں دنیا نہ رکھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، کشتی دریا میں رہے تو خیر ہے لیکن اگر دریا کشتی میں آجائے تو ہلاکت ہے۔(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۱۹)

(1415) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، فِيْ يَوْمٍ مِئَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهُ مِئَةُ حَسَنَةٍ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِئَةُ سَيِّئَةٍ، وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِّنَ الشَّيْطٰنِ يَوْمَهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَلَمْ يَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِهٖ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْهُ». وَقَالَ: «مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو بار کہا لا الہ الا اللہ... الخ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے تو اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے اور اس کے لیے سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور پورا دن شام تک اس

وَبِحَمْدِهٖ، فِیْ یَوْمٍ مِئَةَ مَرَّةٍ، حُطَّتْ خَطَایَاهُ، وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

کے لیے شیطان سے حفاظت کا سبب ہوتا ہے۔ اس سے افضل عمل لے کر اور کوئی شخص نہ آئے گا۔ سوائے اس آدمی کے جو اس ذکر کو زیادہ کرے اور فرمایا جس نے ایک دن میں سو بار کہا سبحان اللہ وبحمدہ تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفة ابلیس وجنوده، ج۲ص۱۲۶، رقم: ۳۲۹۳ صحیح مسلم، باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء، ج۸ص۶۹، رقم: ۷۰۱۸ صحیح ابن حبان، باب الاذکار، ج۳ص۱۲۹، رقم: ۸۲۹ المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه عبیدالله، ج۵ص۵۰، رقم: ۴۶۴۳ مؤطا امام مالك، باب ما جاء فی ذکر الله تبارك و تعالیٰ، ص۲۰۹، رقم: ۴۸۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خواہ ایک دم ایک ہی مجلس میں سو بار کہے یا مختلف اوقات اور مختلف مجلسوں میں۔ غرضکہ چوبیس گھنٹے میں یہ شمار پوری کرے۔ (مرقات)

یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ وہ کلمہ توحید ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے: مَثَلًا کَلِمَةً طَیِّبَةً کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ۔

اس سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اگر بندہ رات میں یہ پڑھ لیا کرے تو صبح تک شیطان سے محفوظ رہے مگر چونکہ بندہ دن میں جاگتا ہے اور جاگتے ہی میں شیطان زیادہ گناہ کراتا ہے اس لیے دن کا ذکر فرمایا اگرچہ یہ کلمات ایک دم یا علیحدہ علیحدہ ہر وقت پڑھنا درست ہے لیکن صبح کے وقت ایک دم پڑھنا افضل ہے تاکہ دن بھر شیطان سے محفوظ رہے، یہ تاثیر تو سو بار پڑھنے کی ہے اگر اس سے زیادہ پڑھے تو زیادہ فائدہ ہوگا۔ غرضکہ یہ عمل بہت ہی پر تاثیر ہے۔ (مرقات)

(سوائے اس آدمی کے جو اس ذکر کو زیادہ کرے) اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے یعنی کوئی ورد وظیفہ پڑھنے والا نہ اس جیسا وظیفہ پڑھ سکے گا نہ اس جیسا ثواب وظیفہ پا سکے گا، یہ فضیلت دیگر وظیفوں سے ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۲۶)

(1416) وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، عَشْرَ مَرَّاتٍ. کَانَ کَمَنْ اَعْتَقَ اَرْبَعَةَ اَنْفُسٍ مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِیْلَ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے دس مرتبہ کہا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اس کے لیے اولاد اسماعیل سے چار گردنیں آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج۱ص۱۶۹، رقم: ۸۴۴، صحیح مسلم، باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء، ج۸ص۶۹، رقم: ۷۰۲۰، سنن النسائی الکبری، باب ثواب من قال فی دبر صلاۃ الغداۃ لا الہ الا اللہ، ج۶ص۳۵، رقم: ۹۹۴۸، المعجم الکبیر للطبرانی، باب من اسمہ خالد بن زید بن کلیب، ج۴ص۱۶۵، رقم: ۴۰۲۲)

شرح حدیث: شیطان مردود سے حفاظت

حضرتِ سیدنا ابوذر داء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ لہٖ وسلّم نے فرمایا، جو فجر کی نماز کے بعد دو زانو بیٹھ کر کوئی بات کرنے سے پہلے یہ کلمات دس مرتبہ پڑھے گا، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ترجمہ: اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اس کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے حمد ہے زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اس کے دست قدرت میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو اللہ عزوجل اس کے ایک مرتبہ پڑھنے پر اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا، اس کے دس گناہوں کو مٹا دے گا، اس کے دس درجات بلند فرمادے گا، اسکا وہ پورا دن ہر ناپسندیدہ چیز سے حفاظت میں گزرے گا، اس کی شیطان مردود سے حفاظت کی جائیگی اور اس کا ہر مرتبہ یہ کلمات پڑھنا اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا جس کی قیمت بارہ ہزار ہے اور شرک کے علاوہ اس دن اسے کوئی گناہ نہ پہنچ سکے گا اور جس نے نماز مغرب کے بعد ان کلمات کو پڑھا اس کے لیے بھی یہی اجر وثواب ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب مایقول بعد صلوۃ الصبح والمغرب، رقم ۱۶۹۵۸، ج۱۰، ص۱۴۰)

(1417) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَلَا اُخْبِرُكَ بِاَحَبِّ الْكَلَامِ اِلَی اللہِ؟ اِنَّ اَحَبَّ الْكَلَامِ اِلَی اللہِ: سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ". رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں اللہ کی طرف سب سے زیادہ پیاری کلام کی تمہیں خبر نہ دوں۔ یقینا اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیاری کلام سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل سبحان اللہ وبحمدہ، ج۸ص۸۶، رقم: ۷۱۰۲، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی ثواب التسبیح، ج۱۰ص۲۹۰، رقم: ۳۰۰۳۱، جامع الاصول، الفصل الثانی فی الاستغفار والتسبیح والتھلیل والتکبیر، ج۴ص۳۷۷، رقم: ۲۴۲۴)

شرح حدیث: بے شمار نیکیاں

حضرتِ سیدنا زید بن سہل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ لہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ یا یہ فرمایا، اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی، اور جس نے سو مرتبہ سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ کہا اللہ عزوجل اسکے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر تو ہم میں سے کوئی بھی ہلاکت میں مبتلاء نہ ہوگا۔ فرمایا، کیوں نہیں! تم میں سے ایک شخص بے شمار نیکیاں لے کر آئے گا کہ اگر ان نیکیوں کو کسی پہاڑ پر

رکھ دیا جائے تو اس سے بھی زیادہ وزنی ہو جائیں پھر نعمتیں آئیں گی اور ان تمام نیکیوں کو لے جائیں گی پھر اللہ عزوجل اپنی دو رحمتوں سے فضل فرمائے گا۔ (المستدرک، کتاب التوبۃ، باب من قال لا الہ الا اللہ وجبت لہ الجنۃ، رقم ۷۷۱۴، ج۵، ص ۳۵۶)

(1418) وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِيْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ - اَوْ تَمْلَاُ - مَا بَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔ الحمد للہ میزان کو پر کر دیتا اور سبحان اللہ والحمد للہ زمین و آسمان کے درمیان کو پر کر دیتے ہیں یا فرمایا پر کر دیتا ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الوضوء، ج۱ص۱۴۰، رقم: ۵۵۶، سنن البیہقی، باب فرض الطہور، ج۱ص۴۲، رقم: ۱۸۹، سنن الدارمی، باب ما جاء فی الطہور، ج۱ص۲۱۲، رقم: ۶۷۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک الاشعری، ج۵ص۳۴۲، رقم: ۲۲۹۵۳، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحافظۃ علی الوضوء، ج۱ص۱۴، رقم: ۳۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، حضرت ابوموسیٰ اشعری کے چچا ہیں، عہد فاروقی میں وفات پائی۔

ظاہر یہ ہے کہ طہور سے ظاہری پاکی اور ایمان سے عرفی ایمان مراد ہے۔ چونکہ ایمان بھی گناہوں کو مٹاتا ہے اور وضوء بھی، لیکن ایمان چھوٹے بڑے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اور وضوء صرف چھوٹے، اس لیے اسے آدھا ایمان فرمایا۔ ایمان باطن کو عیبوں سے پاک فرماتا ہے اور وضو ظاہر کو گندگیوں سے، اور ظاہر باطن کا گویا نصف ہے یا ایمان دل کو برائیوں سے پاک اور خوبیوں سے آراستہ کرتا ہے اور طہارت جسم کو فقط گندگیوں سے پاک کرتی ہے، لہذا یہ نصف ہے اور ممکن ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہو، رب فرماتا ہے: لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کی ساری شرطیں شرط طہارت کے برابر ہیں۔ غرضکہ حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ایمان بسیط چیز ہے پھر اس کا آدھا اور تہائی کیسا؟

جو شخص ہر حال میں الحمد للہ کہا کرے تو قیامت میں میزانِ عمل کے نیکی کا پلہ اس سے بھر جائے گا اور ایک حمد تمام گناہوں پر بھاری ہوگی۔ کیونکہ یہ ہیں ہمارے کام اور وہ ہے رب کا نام۔

یعنی ان دو کلموں کا ثواب اگر دنیا میں پھیلایا جائے تو اتنا ہے کہ اس سے سارا جہان بھر جائے یا مطلب یہ ہے کہ سبحان اللہ میں اللہ کی بے عیبی کا اقرار ہے اور الحمد للہ میں اسی کے تمام کمالات کا اظہار۔ اور یہ دو چیزیں وہ ہیں جن کے دلائل سے دنیا بھری ہوئی ہے کہ ہر ذرہ اور ہر قطرہ رب کی تسبیح و حمد کر رہا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۱ ص ۲۷۰)

(1419) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے

وَسَلَّمَ، فَقَالَ: عَلِّمْنِیْ کَلَامًا اَقُوْلُهٗ. قَالَ: "قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، اللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ. قَالَ: فَهٰؤُلَاءِ لِرَبِّیْ، فَمَا لِیْ؟ قَالَ: "قُلْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ، وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ، وَارْزُقْنِیْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

عرض کیا: پڑھنے کے لیے مجھے بتا دیں کہ میں اس کو پڑھوں۔ فرمایا کہو: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، اللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ۔ اس نے کہا یہ تو میرے رب کے لیے ہیں میرے لیے کیا ہے تو آپ نے فرمایا: کہہ! اے اللہ مجھے بخشش دے مجھ پر رحم فرما یا مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عطا فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فعل التهلیل والتسبیح والدعاء، ج۸ص۷۰، رقم: ۷۰۲۲، صحیح ابن حبان، باب الادعیة، ج۳ص۲۲۶، رقم: ۹۴۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۱۸۰، رقم: ۱۵۶۱، مسند ابی یعلیٰ، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۲ص۱۲۵، رقم: ۷۹۶، مسند البزار، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۲۰۷، رقم: ۱۱۶۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بطور وظیفہ نمازوں کے بعد یا ویسے ہی اوقات مقررہ میں۔ معلوم ہوا کہ مشائخ سے وظیفے پوچھنا اور ان کی اجازت حاصل کرنا سنت ہے کہ اجازت سے خاص تاثیر پیدا ہو جاتی ہے ثواب حاصل کرنے کے لیے کسی اجازت وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ علاوہ نماز و تلاوت قرآن کے اوراد و وظیفے بھی کرنے چاہئیں۔ نماز و تلاوت تو روحانی غذائیں ہیں اور یہ وظیفے روحانی میوے، غذا اور میوے دونوں ہی فائدہ مند ہیں۔

(میرے لیے کیا ہے) سبحان اللہ! کیسے مزے کا سوال ہے یعنی یا حبیب اللہ ان الفاظ میں رب تعالیٰ کی حمد تو ہوگئی کچھ دعائیہ کلمے نہ آئے میں اس کی حمد بھی کرنی چاہتا ہوں اور اس سے بھیک مانگنی بھی۔

یعنی میرے گناہ بخش دے، مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر کہ مجھے اطاعتوں کی توفیق دے، اچھی زندگی گزارنے کی توفیق دے، ہدایت دے، مجھے حلال روزی عطا فرما۔

یعنی مجھے ایسی مصیبت میں گرفتار نہ کر جس کا انجام میرے لیے برا ہو۔ (مرقات) عافیت کے یہ معنی نہایت نفیس ہیں اصل عافیت معصیت سے امن ہے۔

غالبًا راوی سے مراد صحابی ہوں یعنی اسناد کے آخری راوی۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی اور راوی مراد ہوں ان میں یہ شک ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عَافِنِیْ فرمایا یا نہیں، بہتر یہ ہے کہ عَافِنِیْ بھی پڑھا جائے ممکن ہے کہ یہ بھی دعا کا جز ہو عافیت میں دین و دنیا کی ساری امتیں داخل ہیں، یوسف علیہ السلام نے معصیت کے مقابل مصیبت اختیار فرمائی کہ عرض کیا رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ کیونکہ معصیت کے مقابلے میں مصیبت عافیت ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۵۴۱)

(1420) وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا، وَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. قِيْلَ لِلْاَوْزَاعِيِّ -وَهُوَ اَحَدُ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ-: كَيْفَ الْاِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: يَقُوْلُ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار کرتے پھر کہتے۔ اے اللہ تو سلامتی دینے والا ہے تیری طرف سے ہی سلامتی ہے تو برکت والا ہے اے بزرگی اور عزت والے۔ امام اوزاعی سے کہا گیا جو کہ حدیث کے راویوں سے ایک ہیں۔ استغفار کس طرح ہے؟ کہا کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، ج۲ص۹۴، رقم: ۱۳۶۲، سنن النسائی الکبرٰی، باب الاستغفار عند الانصراف من الصلاۃ، ج۶ص۳۱، رقم: ۹۹۶۷، مشکوۃ المصابیح، باب الذکر بعد الصلاۃ، الفصل الاول، ج۱ص۲۱۰، رقم: ۹۶۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلے سلام سے سلامتی دینے والا مراد ہے اور دوسرے سے سلامتی۔ استغفار دعا کے آداب میں سے ہے اس لیے دعا سے پہلے استغفار فرماتے۔ یہ حدیث گزشتہ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نہیں کہ وہاں بھی تقریبی مقدار مراد تھی اور یہاں بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن فرضوں کے بعد سنتیں ہوں ان میں دعا مختصر مانگے۔ خیال رہے کہ ذوالجلال سے مراد فاسقوں سے بدلہ لینے والا اور اکرام سے مراد نیک کاروں کو انعام دینے والا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ص۱۸۶)

فکرِ آخرت کے متعلق فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! یقیناً دنیا تمہارے لئے جائے عمل ہے تو اپنے اعمال کو بخوبی پورا کرو۔ اور تمہارا ایک انجام (موت) ہے تو اپنے انجام کی تیاری کرو۔ مسلمان دو خوفوں کے درمیان رہتا ہے (۱) ایک اُس مدت کا خوف جو گزر چکی، وہ نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل نے اس کے بارے کیا فیصلہ فرمایا ہے۔ اور (۲) دوسرے اس مدت کا خوف جو ابھی باقی ہے، وہ نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل اس اس کے ساتھ کیا معاملہ فرماتا ہے پس بندے کو چاہیے کہ دنیا میں بڑھاپا آنے سے قبل جوانی ہی آخرت کے لئے زادِ راہ اکٹھا کرلے، کیونکہ تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور دنیا تمہارے لئے بنائی گئی ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! موت کے بعد (عبادت کے لئے) تھکنے کا کوئی موقع نہیں اور دنیا کے بعد جنت اور دوزخ کے علاوہ کوئی گھر نہیں میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ (شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث: ۱۰۵۷۱، ص۳۶۰)

(1421) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیر لیتےتو کہتے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جو تو دے، اسے روکنے والا کوئی نہیں اور جو تو نہ دے وہ دینے والا کوئی نہیں اور کوشش کرنے والے کو اس کی کوشش تجھ سے (فرار ہونے، بچنے) کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج۱ص۱۶۹، رقم: ۸۴۴ صحیح مسلم، باب اعتدال ارکان الصلاۃ وتخفیفھا فی تمام، ج۱ص۳۵، رقم: ۱۰۸۶ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب القول عند رفع الراس من الرکوع، ج ۲ص۹۳، رقم: ۲۶۱۲ سنن ابوداؤد، باب ما یقول الرجل اذا سلم، ج۱ص۵۵۷، رقم: ۱۵۰۷ سنن الدارمی، باب القول بعد رفع الرأس من الرکوع، ج۱ص۳۴۴، رقم: ۱۳۱۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خواہ فرضوں کے بعد یا سنتوں وغیرہ سے فارغ ہو کر۔ (مرقاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ سنتیں بھی مسجد میں پڑھنا اور فرضوں کے علاوہ سنتوں کے بعد بھی دعا مانگنا سنت ہے۔

اس کی شرح پہلے گزر چکی۔ یہ اور اس جیسی اور بڑی دعائیں عصر و فجر میں تو فرضوں سے متصل تھیں اور ظہر وغیرہ میں سنتوں اور نوافل کے بعد لہذا یہ حدیث ان گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جن میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ کہتے تھے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۸۷)

شکر گزار بندہ

حضرت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سردارِ مکہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اتنی لمبی نماز ادا فرماتے تھے کہ مبارک قدموں میں ورم آجاتا یا ان میں زخم ہوجاتے اور جب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے اس کے بارے میں عرض کی جاتی (کہ اتنی مشقت کس لئے؟) تو ارشاد فرماتے: کیا میں اپنے رب عزوجل کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الصبر عن محارم اللہ، الحدیث: ۶۴۷۰، ص ۵۴۳)

(1422) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ، حِيْنَ

حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ہر نماز کے بعد سلام پھیر کر کہتے کہ اللہ کے سوا کوئی

يُسَلِّمُ: "لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ اِلاَّ اِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ. قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُهَلِّلُ بِهِنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے اس کے لیے تعریف ہے، وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ گناہ سے پھرنا اور نیکی کی قوت اللہ کی توفیق سے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں اس کے لیے نعمت اور فضل ہے اور اسی کے لیے اچھی تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہیں اگرچہ یہ بات کافروں کو بری لگے۔ حضرت ابن زبیر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ساتھ توحید بیان کرتے تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبیان صفته، ج۲ص۹۶، رقم: ۱۳۷۱ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب جھر الامام بالذکر اذا احب ان یتعلم منه، ج۲ص۱۸۴، رقم: ۳۵ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن الزبیر، ج۴ص۴، رقم: ۱۶۱۵۰ مصنف ابن ابی شیبة، باب ما یقال فی دبر الصلوات، ج۱۰ص۲۳۲، رقم: ۸۷۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فرض نماز سے جماعت میں کیونکہ اشراق یا تہجد وغیرہ کے بعد اونچا ذکر سنت نہیں "اعلی" سے معلوم ہوا کہ یہ ذکر بہت اونچی آواز سے ہوتا تھا جو محلے کے گھروں میں سنا جاتا تھا۔

نعمت سے مراد دنیاوی نعمتیں مراد ہیں اور فضل سے مراد آخرت کی نعمتیں یا نعمت سے مراد عبادات کی توفیق ہے اور فضل سے مراد قبولیت یعنی ساری مخلوق کو بلا واسطہ یا بالواسطہ جو ملا رب سے ملا اور جسے اس نے دیا اپنے فضل سے دیا کسی کا اس پر ذاتی حق نہیں۔

مخلصین میں منافقین یا ریاکاروں کی تردید ہے اگرچہ وہ عابد ہیں مگر اخلاص سے محروم۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۱۸۸)

(1423) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى، وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ، يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ، وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَلَهُمْ فَضْلٌ مِّنْ اَمْوَالٍ، يَحُجُّوْنَ، وَيَعْتَمِرُوْنَ، وَيُجَاهِدُوْنَ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: مالوں والے بلند درجے اور باقی رہنے والی نعمتیں لے گئے جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور وہ روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں ان کے لیے زائد مال ہیں وہ حج، عمرے اور جہاد و

فَقَالَ: "اَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "تُسَبِّحُوْنَ، وَتَحْمَدُوْنَ، وَتُكَبِّرُوْنَ، خَلْفَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ الرَّاوِيْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَمَّا سُئِلَ عَنْ كَيْفِيَّةِ ذِكْرِهِنَّ قَالَ: يَقُوْلُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلُّهُنَّ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

صدقات کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی شے نہ سکھا دوں جس سے تم اپنے سے بڑھنے والوں کو پالو اور اپنے بعد والوں سے بڑھ جاؤ' اور کوئی تم سے زیادہ فضیلت والا نہ ہوگا سوا اس کے جو اسی طرح کرے جس طرح تم کرو۔ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ ضرور بتائیں۔ فرمایا: ہر نماز کے بعد تم تسبیح، تحمید اور تکبیر تینتیس، تینتیس بار پڑھا کرو۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرنے والے راوی ابو صالح سے جب ان کے ذکر کی کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا سبحان اللہ اور والحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھنا حتیٰکہ ان میں سے ہر ایک تینتیس بار ہو جائے۔ (متفق علیہ)

وَزَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَتِهٖ: فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ"۔ "اَلدُّثُوْرُ جَمْعُ دَثْرٍ - بِفَتْحِ الدَّالِ وَاِسْكَانِ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ - وَهُوَ: اَلْمَالُ الْكَثِيْرُ۔

اور مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹے اور عرض کیا: (یارسول اللہ) مالوں والے بھائیوں نے سن لیا۔ ہم نے یہ کیا تو انہوں نے بھی ایسا کرنا شروع کر دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ الدثور: دثر کی جمع ہے' دال پر زبر اور ثاء مثلثہ کے سکون کے ساتھ۔ کثرتِ مال کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدعاء بعد الصلاۃ، ج۸ص۷۲، رقم: ۶۳۲۹ صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، ج۲ص۹۷، رقم: ۱۳۷۵ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الترغیب فی مکث المصلی فی مصلاۃ، ج۲ص۲۶۰، رقم: ۳۱۴۴ مسند الشامیین للطبرانی، احادیث رجاء عن ابی صالح السمان، ج۲ص۲۱۸، رقم: ۱۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(باقی رہنے والی نعمتیں لے گئے) یعنی ہمارے مقابل درجات میں بڑھ گئے اور جنت کی اعلیٰ نعمتوں کے مستحق ہو گئے اس میں نہ تو رب کی شکایت ہے اور نہ مالداروں پر حسد بلکہ ان پر رشک ہے دینی چیزوں میں رشک جائز ہے یعنی دوسروں کی سی نعمت اپنے لیے بھی چاہنا، حسد حرام ہے یعنی دوسروں کی نعمت کے زوال کی خواہش۔

یعنی بدنی عبادتوں میں وہ ہمارے برابر ہیں اور مالی عبادتوں میں ہم سے بڑھ کر۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ شاکر غنی صابر فقیر سے افضل ہے مگر صحیح یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل کیونکہ رب نے فرمایا اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ نعمتیں دیں گے، اور فرمایا کہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے یعنی شکر سے نعمتیں ملتی ہیں اور صبر سے اللہ تعالیٰ۔

(جس سے تم اپنے سے بڑھنے والوں کو پالو) یہاں آگے اور پیچھے سے درجوں میں آگے پیچھے ہونا مراد ہے نہ کہ زمانہ میں یعنی جو صحابہ تم سے درجہ میں بڑھ گئے ہیں ان کلمات کی وجہ سے تم ان کے برابر ہو جاؤ گے اور جو تمہارے برابر ہیں اور یہ کلمات نہیں پڑھتے ان سے تم بڑھ جاؤ گے ورنہ غیر صحابی کتنی ہی نیکیاں کرے صحابی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ صحبت یافتہ جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت جبریل علیہ السلام سارے فرشتوں سے افضل کیونکہ وہ خادم انبیاء ہیں تو صحابہ بعد انبیاء ساری مخلوق سے افضل کیونکہ وہ خادم جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یک زمانہ صحبتے با مصطفی بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

(سوا اس کے جو اسی طرح کرے جس طرح تم کرو) یعنی جو غنی صحابی یہ پڑھے گا وہ تم سے افضل ہو جائے گا۔

یعنی پنج گانہ نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو، یہ تسبیح فاطمہ کہلاتی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً یہی تسبیح حضرت فاطمہ زہرا کو بتائی تھی اسی بنا پر آج تسبیح کے دانوں میں ۳۳ دانوں پر ایک نائب امام ڈالا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ ظہر مغرب عشاء میں یہ تسبیح سنتیں وغیرہ پڑھ کر پڑھی جائے گی۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۹۰)

(1424) وَعَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وَ كَبَّرَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وقال تَمَامَ الْمِئَةِ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہر نماز کے بعد تینتیس بار اللہ کی تسبیح، تینتیس بار الحمد للہ، اور تینتیس بار تکبیر اور سو (کی تعداد) مکمل کرنے کے بعد کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، ج۱ص۹۸، رقم: ۱۳۸۰، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الترغیب فی مکث المصلی فی مصلاۃ، ج۲ص۱۸۷، رقم: ۲۸۳۸، صحیح ابن خزیمہ، باب استحباب التھلیل بعد التسبیح والتحمید والتکبیر، ج۱ص۳۶۹، رقم: ۷۵۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۷۱، رقم: ۸۸۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو اس تسبیح فاطمہ پر پابندی کرے گا اس کی خطائیں اگرچہ شمار سے زیادہ ہوں بخشی جائیں گی۔ خیال رہے کہ شمار

کے لیے عقد انامل بہت اعلیٰ چیز ہے ہر مسلمان کو سیکھنا چاہیے اگر وہ نہ آتا ہو تو پوروں پر شمار کرے، بدرجہ مجبوری کنکروں یا تسبیح پر شمار کرے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک دھاگے میں ہزار گرہیں لگالیں تھیں جن پر کبھی شمار کیا کرتے تھے۔ (مرقاۃ) فقہاء نے تسبیح پر گننے کو بدعت نہ کہا ہے یعنی بدعت حسنہ جس کی اصل صحابی سے ثابت ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۹۲)

(1425) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ - اَوْ فَاعِلُهُنَّ - دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ: ثَلَاثٌ وَّثَلَاثُوْنَ تَسْبِيْحَةً. وَثَلَاثٌ وَّثَلَاثُوْنَ تَحْمِيْدَةً، وَّاَرْبَعٌ وَّثَلَاثُوْنَ تَكْبِيْرَةً". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت کعب بن عجرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیھرا دینے والے کلمات' ان کو کہنے والا' یا کرنے والا نامراد نہیں ہوتا ہر فرض نماز کے بعد تینتیس بار تسبیح' تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، ج۲ص۹۸، رقم: ۱۳۷۷، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب الترغیب فی مکث المصلی فی مصلاۃ، ج۲ص۱۸۷، رقم: ۳۱۲۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسبیح والتکبیر والتحمید عند المنام، ج۵ص۳۷۹، رقم: ۳۴۱۲، سنن النسائی الکبریٰ، ذکر حدیث کعب بن عجرۃ فی المعقبات، ج۶ص۳۶، رقم: ۹۹۸۳، مسند ابن ابی شیبۃ، حدیث کعب بن عجرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ص۲۷، قم: ۵۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معقبات کے کئی معنی ہیں: (۱) نماز کے بعد والا وظیفہ (۲) وہ عمل جس کے لکھنے پر ہر فرشتہ پیش قدمی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ دوسرے فرشتوں کو اپنے سے پیچھے کردوں (۳) وہ وظیفے جو یکے بعد دیگرے پڑھے جاتے ہیں (۴) وہ وظیفے جن کا انجام اچھا ہے۔

بلکہ تھوڑی بہت محنت سے بہت نفع حاصل کر لیتا ہے۔

یہ پورا سینکڑہ ہے اسی کا نام تسبیح فاطمہ ہے قادری سلسلہ کے مشائخ اس کے بہت پابند ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۹۱)

(1426) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ دُبُرَ الصَّلَوَاتِ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ تمام نمازوں کے بعد ان کلمات کے ساتھ پناہ پکڑتے تھے۔ اے اللہ میں بزدلی اور بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ ناکارہ عمر تک لوٹایا جاؤں اور دنیا کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور قبر کے فتنہ سے تیری پناہ میں

آتا ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاستعاذۃ من فتنۃ الغنی، ج۸ص۸۰، رقم: ۶۳۷۶، مسند البزار، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۲۰۳، رقم: ۱۱۴۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جبن کا مقابل شجاعت ہے، بخل کا مقابل سخا ہے اور شح کا مقابل جود۔ بخیل وہ جو خود کھائے اوروں کو نہ کھلائے، شح وہ جو نہ کھائے نہ کھانے دے سب کچھ جمع کر کے چھوڑ جائے۔ سخی وہ خود کھائے اوروں کو بھی کھلائے۔ جواد وہ جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے اسی لیے رب کو سخی نہیں کہتے جواد کہتے ہیں۔ اللہ کے حبیب لکھا دھاری داتا کھاتے نہیں کھلاتے ہیں۔ شعر

بوریا ممنوں خواب راحتش　　　تاج کسریٰ زیر پائے آتش

یہ دعا ہماری تعلیم کے لیئے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پیدائشی کل کے راجہ ہیں جگ کے داتا ہیں۔

(ناکارہ عمر تک لوٹایا جاؤں) یعنی بڑھاپے کی وہ حالت جب ہاتھ پاؤں جواب دے جائیں رب کی عبادت نہ کر سکے، دنیوی کام انجام نہ دے سکے، اس سے خدا کی پناہ۔

ممکن ہے کہ یہ دعا حضور علیہ الصلوۃ والسلام ساری نمازوں خصوصًا تہجد کے بعد مانگتے ہوں، نماز پنج گانہ میں سنتوں سے فارغ ہو کر تاکہ یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہ ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۲۸۹)

(1427) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَخَذَ بِيَدِهٖ، وَقَالَ: "يَا مُعَاذُ، وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ" فَقَالَ: "اُوصِيكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ہاتھ سے پکڑا اور فرمایا: اے معاذ اللہ کی قسم میں تجھ سے محبت کرتا ہوں پھر فرمایا: اے معاذ! میں تجھ کو تاکیدی حکم کرتا ہوں کہ تو ہر نماز کے بعد یہ کہنا ترک نہ کرنا۔ اے اللہ اپنے ذکر، شکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔ اسے ابوداؤد نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب فی الاستغفار، ج۱ص۵۶۱، رقم: ۱۵۲۲، السنن الکبرٰی للنسائی، باب الحث علی قول رب اعنی علی ذکرک، ج۶ص۳۲، رقم: ۹۹۳۷، السنن الصغرٰی للبیہقی، باب استعانۃ العبد بمعبودہ علی حسن عبادتہ، ج۱ص۹، رقم: ۱۸، المستدرک للحاکم، باب التأمین، ج۱ص۴۰۷، رقم: ۱۰۱۰، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ معاذ بن جبل الانصاری، ج۱۲ص۶۰، رقم: ۱۶۸۶۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جس سے محبت ہو اسے خبر دے دے جیسا کہ بعض احادیث میں صراحتًا آیا ہے ورنہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کسی کے دلی حالات اور محبت و عداوت سے بے خبر نہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں جنہیں پتھر کے دل کا حال معلوم ہے کیا انہیں انسانوں کے دل کا حال معلوم نہ ہوگا۔

یہ دعا غالباً سلام سے پہلے نماز کے اندر مانگی جائے اسی لیے صاحب مشکوۃ اس باب میں یہ حدیث لائے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۷۵)

(1428) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا تَشَهَّدَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ، يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھ لے تو اسے چاہیے کہ چار چیزوں سے اللہ کی پناہ پکڑے کہے اے اللہ! میں عذاب جہنم، عذاب قبر، زندگی اور موت کے فتنہ اور مسیح دجال کے فتنہ کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یستعاذ منه فی الصلاۃ، ج۲ص۹۳، رقم: ۱۳۵۲، السنن الکبری للبیهقی، باب ما یستحب له ان لا یقصر عنه من الدعاء قبل السلام، ج۲ص۱۵۴، رقم: ۲۹۹۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرۃ رضی الله عنه، ج۳ص۴۷۷، رقم: ۱۰۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اور درود ابراہیمی پڑھ چکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز نفل ہو یا فرض دعا اس کے آخری قعدے میں ہی مانگی جائے گی ہاں نفل میں دونوں درود ابراہیمی دونوں قعدوں میں پڑھے جائیں گے۔

خیال رہے کہ بڑا دجال تو ایک ہی ہے جو قریب قیامت ظاہر ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مارا جائے گا مگر چھوٹے دجال بہت ہیں جو ہر زمانے میں رہتے ہیں ہر گمراہ کن دجال ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۶۶)

(1429) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يَكُوْنُ مِنْ اٰخِرِ مَا يَقُوْلُ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيْمِ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَسْرَفْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت علی ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تشہد اور سلام کے درمیان میں کہتے۔ اے اللہ! میرے لیے بخش دے میرے اگلے، پچھلے اور وہ گناہ جنہیں میں نے چھپایا اور جنہیں میں نے ظاہر کیا اور جو میں نے حد سے تجاوز کیا اور جس کا مجھ سے زیادہ تجھے علم ہے، تو ہی آگے کرنے والا پیچھے ہٹانے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، ج۲ص۱۸۵، رقم: ۱۸۴۸، السنن الصغریٰ للبیھقی، باب افتتاح الصلاۃ بعد التکبیر، ج۱ص۱۱۹، رقم: ۳۵۴، المنتقی لابن الجارود، باب صفۃ صلاۃ رسول اللہ، ص۵۴، رقم: ۱۶۹، سنن ابوداؤد، باب ما یستفتح بہ الصلاۃ من الدعاء، ج۱ص۲۷۷، رقم: ۷۶۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء عند افتتاح الصلاۃ باللیل، ج۵ص۴۸۶، رقم: ۳۴۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! یہ انتہائی استغفار ہے جس میں ہر قسم کی غلطیوں سے معافی مانگی گئی ہے۔ یہ بھی ہماری تعلیم کے لیے ہے کہ ہم بہت سے گناہ ایسے بھی کر لیتے ہیں جو ہمیں یاد بھی نہیں رہتے یا اول ہی سے ہمارے علم میں نہیں ہوتے۔

کہ جب چاہے اپنے اطاعت کی توفیق دے کر فرشتوں سے آگے بڑھادے اور جسے جب چاہے توفیق خیر نہ دے جس سے وہ بندہ شیطان سے بدتر ہو جائے، ایسے ہی جسے چاہے شاہ بنا کر سب سے آگے بڑھائے، جسے چاہے گدا کر کے پیچھے ہٹادے۔

ہدایتِ عامہ وخاصہ ہدایت دینی ودنیوی تیری ہی طرف سے ہے جسے تو ہدایت نہ دے اس کی ہدایت کا راستہ ہی کوئی نہیں اگرچہ گمراہی کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن بارگاہ الٰہی کا ادب یہ تھا کہ اس کی طرف ہدایت ہی منسوب کی جائے۔ خیال رہے کہ رب کی طرف سے بعض ہدایتیں جانوروں کو بھی ملی ہیں، بعض صرف انسانوں کو، بعض صرف مسلمانوں کو، بعض صرف اولیاء کو، بعض صرف انبیاء کو، بعض صرف حضور سید الانبیاء کو۔ ہدایت کی تعریف اور اقسام ہماری تفسیر نعیمی سورۃ فاتحہ میں دیکھو۔

جسے تو پکڑے اسے کوئی چھڑا نہیں سکتا اور جسے تو عذاب دینا چاہے اسے کوئی بچا نہیں سکتا۔ خیال رہے کہ انبیاء واولیاء کی پناہ یونہی مجرم کا حاکم کے پاس اور مریض کا طبیب کے پناہ لینے جانا حقیقت میں رب ہی کی پناہ ہے کہ یہ اس کے بندے ہیں اور اسی کے حکم سے ان کے پاس جاتے ہیں۔ رب فرماتا ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الخ۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۲ص۴۲)

(1430) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع وسجود میں کثرت سے کہتے تھے اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم تیری پاکی تیری حمد کے ساتھ ملا کر بیان کرتے ہیں۔ اے اللہ میری مغفرت فرما۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسبیح والدعا فی السجود، ج۱ص۱۶۳، رقم: ۸۱۷، صحیح مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ج۲ص۵۰، رقم: ۱۱۱۳، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الذکر فی السجود، ج۲ص۱۰۹، رقم: ۲۷۸۹، سنن ابوداؤد، باب فی

الدعاء فی الرکوع والسجود، ج۱ص۳۲۷، رقم: ۸۷۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۶ص۱۰۰، رقم: ۲۴۲۷۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی وفات شریف کے قریب جب یہ آیت کریمہ اتری فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ تو آپ نوافل خصوصًا تہجد کے رکوع سجدے میں یہ پڑھا کرتے تھے۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ دعائیں نوافل میں تھیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرائض مسجد میں پڑھاتے تھے۔ اس وقت عائشہ صدیقہ آپ سے بہت دور ہوتی تھیں، ہاں تہجد وغیرہ نوافل گھر میں پڑھتے تھے اس لیے آپ بخوبی یہ سب کچھ سن لیتی تھیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لیے دعائے بخشش کرنا تعلیم امت کے لیے تھا یا اس لیے کہ استغفار بھی عبادت ہے اور بلندئ درجات کا ذریعہ، ورنہ آپ گناہوں سے معصوم ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۹۷)

(1431) وَعَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهِ وَسُجُوْدِهِ: "سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع و سجود میں کہتے تھے: سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ (پاک ہے تیری ذات، بہت زیادہ پاکیزہ اے فرشتوں اور جبریل کے رب)۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ج۲ص۵۱، رقم: ۱۱۱۹، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب القول فی الرکوع، ج۲ص۸۷، رقم: ۲۶۶۴، سنن ابوداود، باب ما یقول الرجل فی رکوعه وسجوده، ج۱ص۳۲۵، رقم: ۸۷۲، سنن النسائی الکبرٰی، باب الذکر فی الرکوع، ج۱ص۲۱۹، رقم: ۶۳۹، صحیح ابن حبان، باب صفۃ الصلاۃ، ج۵ص۲۲۶، رقم: ۱۸۹۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دونوں صیغے مبالغہ کے ہیں سُبُّوْحٌ سے مراد ہے ذاتی عیوب سے پاک قُدُّوْسٌ سے مراد ہے۔ صفاتی عیوب سے پاک، لہٰذا کلمے مقرر نہیں۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کا رب ہے مگر چونکہ فرشتے بے گناہ اور ہمیشہ عبادت کرنے والی مخلوق ہیں، نیز سب سے بڑی مخلوق فرشتے ہی ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔ روح سے مراد یا جان ہے یا حضرت جبریل علیہ السلام جن کا لقب روح الامین ہے یا خاص فرشتوں کی جماعت یا وہ فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) چہرے ہیں ہر چہرے میں ستر ہزار زبانیں اور ہر زبان میں ستر ہزار لغتوں سے خدا تعالیٰ کی حمد۔ مرقات نے فرمایا کہ انسان جنات کا دسواں حصہ ہیں اور جنات کروبی فرشتوں کا دسواں حصہ اور کروبی فرشتے باقی ملائکہ کا دسواں حصہ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۹۸)

(1432) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "فَاَمَّا

حضرت ابن عباس ﷠ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس جب رکوع ہو تو اپنے رب عزوجل

الرُّکُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِیْهِ الرَّبَّ - عَزَّوَجَلَّ -. وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِی الدُّعَاءِ، فَقَمِنٌ اَنْ یُّسْتَجَابَ لَکُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کی تعظیم بیان کرو اور سجود میں کوشش اور مبالغہ کے ساتھ دعا کرو۔ توقع ہے کہ تمہاری دعا قبول ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النھی عن قراۃ القرآن فی الرکوع والسجود، ج۲ص۳۸، رقم: ۱۱۰۲ السنن الکبریٰ للبیھقی، باب النھی عن قراۃ القرآن فی الرکوع والسجود، ج۲ص۸۷، رقم: ۲۶۶۹ سنن ابوداؤد، باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود، ج۱ص۳۲۶، رقم: ۸۷۶ سنن الدارمی، باب النھی عن القراۃ فی الرکوع والسجود، ج۱ص۳۴۹، رقم: ۱۳۲۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج۱ص۲۱۹، رقم: ۱۹۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کہو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ تاکہ عملاً اپنے عجز کا اظہار ہو اور قولاً رب کی عظمت کا اقرار۔

یعنی نفل نماز کے سجدوں میں صراحتاً دعائیں مانگو اور دیگر نمازوں کے سجدوں میں رب کی تسبیح وتحمید کرو کہ یہ بھی ضمنی دعا ہے، کریم کی تعریف بھی دعا ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ وہ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کیونکہ سجدے میں بندے کو رب سے انتہائی قرب ہوتا ہے، اس حالت کی دعا ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۹۹)

(1433) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَاَکْثِرُوا الدُّعَاءَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اپنے رب کے زیادہ قریب تب ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے۔ تو تم (حالت سجدہ میں) دعا زیادہ کیا کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ج۲ص۴۹، رقم: ۱۱۱۱ السنن الکبریٰ للبیھقی، باب الاجتھاد فی الدعاء فی السجود رجاء الاجابۃ، ج۲ص۱۱۰، رقم: ۲۷۹۳ سنن ابوداؤد، باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود، ج۱ص۳۲۶، رقم: ۸۷۵ سنن النسائی الکبریٰ، باب ما اقرب ما یکون العبد من اللہ جل ثناؤہ، ج۱ص۲۴۲، رقم: ۲۳ مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۲۱، رقم: ۹۴۴۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی رب تو ہم سے ہر وقت قریب ہے ہم اس سے دور رہتے ہیں، البتہ سجدے کی حالت میں ہمیں اس سے خصوصی قرب نصیب ہوتا ہے لہٰذا اس قرب کو غنیمت سمجھ کر جو مانگ سکیں مانگ لیں۔ اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں سجدہ قیام سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ نوافل کے سجدوں میں ہمیشہ دعا مانگے، فرائض کے سجدوں میں کبھی کبھی، بعض لوگ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں یعنی دعا کے لیے سجدہ کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۱۲۰)

(1434) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ: دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ، وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ، وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سجود میں کہا کرتے تھے۔ اے اللہ! میرے تمام گناہ بخش دے۔ چھوٹے' بڑے' پہلے' آخری' ظاہری' باطنی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ج۲ص۵۰ رقم: ۱۱۱۲، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الاجتہاد فی الدعاء فی السجود رجاء الاجابۃ، ج۲ص۱۱۰ رقم: ۲۷۹۳، المستدرک للحاکم، باب التامین، ج۱ص۳۵۷ رقم: ۹۶۹، سنن ابوداؤد، باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود، ج۱ص۳۲۷ رقم: ۸۷۸، صحیح ابن خزیمہ، باب الدعا فی السجود، ج۱ص۳۳۵ رقم: ۶۷۲)

(نوٹ: رسول اللہ کی طرف نسبت ذنب ہو تو اس کے معنی میں دو احتمال صحیح موجود ہیں۔ 1- کہ رسول اللہ کے متعلقین کے ذنب (گناہ) مراد ہیں۔ مناسب شفاعت والا اپنے ساتھ کسی کو ملا لیتا ہے۔ پھر اس عزت کی وجہ سے معافی لے کر دیتا ہے۔ 2- بظاہر خلاف اولیٰ کام۔ 3- ذنب کا معنی ہے پیروکار ہے یہ احتمال بھی لغت کے اعتبار سے موجود ہے۔ (واللہ اعلم) عصمت انبیاء تحقیقی موقف میں بات ہے۔ بلا شک وشبہ کل انبیاء معصوم ہیں۔ مترجم)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ دعا تہجد یا کسی اور نفل کے سجدے میں تھی یا کبھی کبھی فرائض کے سجدے میں بیان جواز کے لیے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں امت کی تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہ تو کیا گناہ کے ارادے سے بھی محفوظ ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۱۸)

اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف

جب نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے مجاہدات، کثرتِ گریہ اور خوف وتضرع کے بارے میں پوچھا جاتا: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایسا کر رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ عزوجل نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سبب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے: کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں؟ (صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب قیام النبی اللیل، الحدیث: ۱۱۳۰، ص ۸۸)

(1435) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: افْتَقَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَتَحَسَّسْتُ، فَاِذَا هُوَ رَاكِعٌ - اَوْ سَاجِدٌ - يَقُوْلُ: "سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَفِيْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو گم پایا تو میں نے آپ کو تلاش کیا۔ اچانک آپ رکوع یا سجود کی کیفیت میں یہ کہہ رہے تھے۔ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

رِوَايَةٍ: فَوَقَعَتْ يَدِیْ عَلٰی بَطْنِ قَدَمَيْهِ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ، وَهُوَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ، لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(پاک ہے تیری ذات' تیری حمد ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں) ایک روایت میں ہے کہ تلاش کرتے کرتے میرا ہاتھ آپ علیہ السلام کے قدموں کے تلووں کو لگا آپ سجدہ میں تھے اور آپ کے دونوں قدم کھڑے ہوئے تھے۔ آپ فرمارہے تھے اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی اور تیری معافی کے ساتھ تیری سزا سے اور میں تجھ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا تو ویسا ہی ہے جیسا تو نے خود اپنی تعریف بیان کی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ج۲ص۵۱، رقم: ۱۱۱۸ مصنف عبدالرزاق، باب القول فی الرکوع، ج۲ص۱۵۷، رقم: ۲۸۸۳ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما جاء فی المملوس، ج۱ص۱۲۷، رقم: ۶۲۶ مؤطا امام مالک، باب ما جاء فی الدعاء، ج۱ص۲۱۴، رقم: ۴۹۹ سنن ابوداؤد، باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود، ج۱ص۳۲۷، رقم: ۸۷۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میرے ہاں قیام کی باری تھی، رات اندھیری تھی گھر میں چراغ نہ تھا، میری آنکھ کھلی تو مجھے آپ کا بستر شریف خالی محسوس ہوا تو میں گھبرا گئی کہ مجھے اطلاع دیئے بغیر کہاں تشریف لے گئے۔

یعنی سجدے میں گر کر دعائیں مانگ رہے تھے، مسجد نبوی چونکہ حضرت عائشہ کے حجرے سے بالکل ملی ہوئی تھی، اسی طرف دروازہ تھا اس لیے آپ کا ہاتھ اپنے بستر پر بیٹھے بیٹھے مسجد میں پہنچ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو چھونا وضو نہیں توڑتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کے سجدے میں ہیں اور بغیر آڑ کے ام المؤمنین کا ہاتھ آپ کے تلووں شریف کو لگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہ چھوڑی، نہ وضو دوبارہ کیا۔ ان انگلیوں کے قربان جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگیں، نصیب والے کما کر چلے گئے۔ شعر

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کیا کریں نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

یعنی اگر تو عتاب فرمائے تو تیرے ہی کرم میں پناہ مل سکتی ہے اور کہیں بلاتشبیہ یوں سمجھو کہ جب بچے کو ماں مارتی ہے اور پرے کرتی ہے تو بچہ ماں ہی سے لپٹتا ہے کیونکہ اس کی آخری پناہ وہی ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آنا اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ رب کا آستانہ ہے، خود فرماتے ہیں اَنَا فِئَةُ الْمُسْلِمِيْنَ میں مسلمانوں کی پناہ ہوں، رب فرماتا ہے: جَآءُوْكَ الخ۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۲ ص۱۱۹)

(1436) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّكْسِبَ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ حَسَنَةٍ!" فَسَاَلَهُ سَائِلٌ مِّنْ جُلَسَائِهِ: كَيْفَ يَكْسِبُ اَلْفَ حَسَنَةٍ؟ قَالَ: "يُسَبِّحُ مِئَةَ تَسْبِيْحَةٍ فَيُكْتَبُ لَهُ اَلْفُ حَسَنَةٍ، اَوْ يُحَطُّ عَنْهُ اَلْفُ خَطِيْئَةٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی اس عادت سے عاجز ہے کہ ہر روز ایک ہزار نیکی کمائے حاضرین مجلس میں سے ایک نے عرض کی: (یارسول اللہ!) کس طرح ایک ہزار نیکی کمائے؟ تو آپ نے فرمایا: جو سو بار تسبیح کہے اس کے لیے ایک ہزار نیکی لکھی جائے گی۔ یا اس سے ایک ہزار گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ (مسلم)

قَالَ الْحُمَيْدِيُّ: كَذَا هُوَ فِيْ كِتَابِ مُسْلِمٍ: "اَوْ يُحَطُّ" قَالَ الْبَرْقَانِيُّ: وَرَوَاهُ شُعْبَةُ وَاَبُوْ عَوَانَةَ، وَيَحْيَى الْقَطَّانُ، عَنْ مُوْسَى الَّذِيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ من جهتِهِ فَقَالُوْا: "وَيُحَطُّ" بِغَيْرِ اَلِفٍ.

حمیدی نے کہا مسلم میں اسی طرح ہے "اَوْ يُحَطُّ" کے الفاظ یعنی یا مٹا دیئے جائیں گے۔ برقانی کہتے ہیں کہ اسے شعبہ اور ابو عوانہ اور یحییٰ قطان نے موسیٰ سے روایت کیا جیسا کہ مسلم نے اپنے طریقے سے روایت کیا۔ الف کے بغیر اور وَيُحَطُّ پڑھا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء، ج۸ص۷۱، رقم: ۷۰۲۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل التسبيح والتكبير والتهليل والتحميد، ج۵ص۵۱۰، رقم: ۳۴۶۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۱۸۵، رقم: ۱۶۱۲، مسند ابی يعلیٰ، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۲ص۱۳۲، رقم: ۸۲۹، مسند عبد بن حميد، مسند سعد بن ابی وقاص، ص۷۶، رقم: ۱۳۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مسلسل روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرتے رہنا طاقت انسانی سے باہر ہے، یہ عام انسانوں کا حال ہے ورنہ بعض مخصوص بندے تو ہر سانس میں نیکی کرتے ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ یہاں اَوْ بمعنی واؤ ہے یعنی سو بار سبحان اللہ پڑھ لینے سے پڑھنے والوں کو ہزار نیکیاں بھی ملیں گی اور اس سے ہزار گناہ بھی معاف ہوں گے اور اگر اَوْ اپنے ہی معنی میں ہو تو مطلب یہ ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے کرم پر موقوف ہے چاہے تو اسے ہزار نیکیاں دے چاہے اس کے ہزار گناہ معاف کردے۔ خطیئتہ سے معلوم ہوا کہ گناہ صغیرہ معاف ہوں گے حقوق العباد اور گناہ کبیرہ کی معافی اس سے نہ ہوگی۔

یعنی مسلم شریف میں حضرت موسیٰ جُہنی سے بہت سی روایات منقول ہیں ان سب میں اَوْ ہے، یہ موسیٰ جہنی ابن عبداللہ ہیں، قبیلہ جہنیہ سے ہیں، کوفی ہیں، انہوں نے حضرت مجاہد مصعب ابن سعد سے روایات لیں اور ان سے شعبہ، یحیی ابن

سعید قطان نے احادیث نقل کیں۔

آپ ابوبکر احمد ابن محمد خوارزمی برقانی ہیں، برقان خوارزم کی ایک بستی کا نام ہے۔

یعنی ان روایات میں اَوْ نہیں بلکہ واوٗ ہے یعنی اس کو ہزار نیکیاں بھی ملتی ہیں اور اس کے ہزار گناہ بھی معاف ہوتے ہیں لیکن اگر پہلی روایت میں اَوْ بمعنی واوٗ ہو یا یہاں واوٗ تنویع یعنی بیان نوعیت کے لیے ہو تو دونوں روایتوں میں کوئی فرق نہیں اور ہوسکتا ہے کہ پہلی روایت میں رب تعالیٰ کے قانون کا ذکر ہو اور اس روایت میں اس کے فضل و کرم کا رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے: وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۲۳)

(1437) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ: فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کے ہر جوڑ (کی سلامتی) پر صدقہ ہے پس ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر تحمید صدقہ ہے اور ہر تہلیل یعنی لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور ہر تکبیر صدقہ ہے اور نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور چاشت کے وقت دو رکعت پڑھ لینا اس سب سے کفایت کرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی وان اقلها رکعتان واکملها ثمان رکعات، ج۱ ص۳۵۸، رقم: ۱۶۰۴، مسند امام احمد، مسند ابی ذر، ج۵ ص۱۶۷، رقم: ۲۱۵۱۳، مسند ابوعوانہ، بیان ثواب صلاۃ الضحی، ج۲ ص۹، رقم: ۲۱۲۱، معجم لابن عساکر، ص۴۱۱، رقم: ۱۰۷۶، إطراف المسند المعتلی، من اسمه ابوالاسود الدئلی، ج۲ ص۶۹۸، رقم: ۸۱۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ان سب میں صدقہ نفلی کا ثواب ہے اور یہ بدن کے جوڑوں کی سلامتی کا شکریہ بھی ہے لہذا اگر کوئی انسان روزانہ تین سو ساٹھ نفلی نیکیاں کرے تو محض جوڑوں کا شکریہ ادا کرے گا باقی نعمتیں بہت دور ہیں۔

اس فرمان عالی شان سے معلوم ہوا کہ جو کوئی سُبْحَانَ اللّٰہ یا اَللّٰہُ اَکْبَر یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کسی طرح بھی کہے صدقہ نفلی کا ثواب پائے گا خواہ ذکر اللہ کی نیت سے کہے یا کسی حاجت کی لیے بطور وظیفہ یہ الفاظ پڑھے یا عجیب بات سن کر سبحان اللہ وغیرہ کہے یا خوشخبری پا کر الحمد للہ پڑھے۔ بہرحال ثواب ملے گا کیونکہ اللہ کا نام لینا بہرحال عبادت ہے، اگر کوئی شخص ٹھنڈک کے لیے اعضائے وضو دھوئے تب بھی وضو ہو جائے گا کہ اس سے نماز جائز ہوگی، اللہ کا نام زبان کا وضو ہے۔ شعر

چوں بیاید نام پاکش در دہاں نے پلیدی ماند و نے آں دہاں

یعنی ہر تبلیغ میں خیرات کا ثواب ہے بلکہ اس کا ثواب پہلے ثوابوں سے زیادہ کہ اس میں ذکر اللہ بھی ہے اور لوگوں کو فیض پہنچانا بھی۔ قلمی تبلیغ صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک لوگ اس کی کتاب سے دینی فائدہ اٹھائیں گے تب تک اسے ثواب ملتا رہے گا، یہ ایک کلمہ بہت جامع ہے۔

یہاں چاشت سے مراد اشراق ہی ہے، اس نماز کے بڑے فضائل ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نماز فجر پڑھ کر مصلے پر ہی بیٹھا رہے، تلاوت یا ذکر خیر ہی کرتا رہے، یہ رکعتیں پڑھ کر مسجد سے نکلے ان شاء اللہ عمرہ کا ثواب پائے گا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۴۵)

(1438) وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ جُوَیْرِیَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُکْرَةً حِیْنَ صَلَّی الصُّبْحَ وَهِیَ فِیْ مَسْجِدِهَا، ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰی وَهِیَ جَالِسَةٌ، فَقَالَ: "مَا زِلْتِ عَلَی الْحَالِ الَّتِیْ فَارَقْتُكِ عَلَیْهَا؟" قَالَتْ: نَعَمْ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ کَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْیَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ، وَرِضَا نَفْسِهٖ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ، وَمِدَادَ کَلِمَاتِهٖ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اُم المؤمنین حضرت جویریہ ﷞ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے صبح سویرے صبح کی نماز کے وقت باہر تشریف لائے اور یہ اپنی سجدہ گاہ میں تھیں۔ پھر چاشت کے وقت آپ واپس آئے تو وہ بیٹھی ہوئی تھیں آپ نے فرمایا: اسی طرح بیٹھی ہے جس طرح میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا۔ عرض کی جی ہاں! تو رسول اللہ نے فرمایا: میں نے تیرے پاس سے جانے کے بعد چار کلمات تین بار کہے ہیں۔ اگر ان کا وزن اسی سے کیا جائے جو تم پڑھتی ہو تو وہ وزن میں اس سے زیادہ ہو جائے "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ، رِضَا نَفْسِهٖ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ، وَ مِدَادَ کَلِمَاتِهٖ" ہم اللہ کی تسبیح اس کی حمد سے ملا کر کرتے ہیں۔ اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر ہے اور اس کی رضا مندی کے مطابق اس کے عرش کے وزن کے موافق اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔ (مسلم)

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ: "سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ کَلِمَاتِهٖ".

سالم کی ایک اور روایت میں ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ کَلِمَاتِهٖ۔

وَفِیْ رِوَایَةِ التِّرْمِذِیِّ: "اَلا اُعَلِّمُكِ كَلِمَاتٍ تَقُوْلِيْنَهَا؟ سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ"۔

اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کیا میں تجھے کچھ کلمات نہ سکھاؤں جو تو کہے: سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ"۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التسبیح اول النہار وعند النوم، ج۸ص۸۳، رقم: ۷۰۸۸، الادب المفرد للبخاری، باب من ذکر عنده النبی صلی الله علیه وسلم فلم یصل علیه، ص۲۲۵، رقم: ۶۴۷، سنن ابوداؤد، باب التسبیح بالحصی، ج۱ص۵۵۶، رقم: ۱۵۰۵، مسند الحمیدی، احادیث بن عباس رضی الله عنه، ج۱ص۲۲۲، رقم: ۴۹۶، الاحاد والمثانی، احادیث جویریه بنت الحارث، ج۵ص۴۳۸، رقم: ۳۱۰۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت جویریہ بنت حارث حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں، مسلمانوں کی والدہ، آپ کا نام برہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہ رکھا، آپ ۵ھ میں غزوہ مریسیع میں گرفتار ہو کر حضرت ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں انہوں نے آپ کو مکاتب کر دیا، ان کا بدلِ کتابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا اور انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کیا، ۶۵ سال عمر شریف ہوئی، ربیع الاول ۵۶ھ میں وفات پائی رضی اللہ عنہا۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز فجر آپ کے دولت خانہ سے باہر تشریف لے گئے اسوقت آپ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی ذکر اللہ اور وظیفہ پڑھ رہی تھیں، مسجد سے مراد مصلے ہے یعنی سجدہ گاہ یا وہ جگہ جو گھر میں نماز کے لیے خاص کر لی جائے۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کے وقت (دوپہر کو) آپ کے پاس واپس آئے تو انہیں اسی مصلے پر اسی طرح بیٹھے دیکھا، اللہ اکبر یہ ہے ازواج پاک کا شوق عبادت۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نیکیاں ظاہر کرنا ریا نہیں بلکہ ذریعۂ قبولیت ہے، اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گناہ عرض کرنا پردہ دری نہیں بلکہ معافی کا ذریعہ ہے۔

یعنی ہم نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد یہ وظیفہ پڑھ لیا جو عمل میں بہت ہلکا اور آسان ہے۔ یعنی اگر کل قیامت میں رب تعالٰی میزان کے ایک پلے میں تمہارا آج کا سارے دن کا یہ وظیفہ رکھے اور دوسرے پلے میں ہمارے یہ کلمات

رکھے تو ثواب میں یہ کلمات بڑھ جائیں گے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ میں رب تعالیٰ کی ایسی تسبیح کرتا ہوں جو تمام مخلوق کے برابر ہو، اس کی رضاء کا باعث ہو، اس کے عرش کی زینت ہو اور کلمات الہیہ کی جو روشنائی ہے اس کے برابر ہو۔ ان جامع الفاظ میں ساری چیزیں آ گئیں کوئی چیز باقی نہ رہی لہذا یہ جامع وظیفہ ہے اسی لیے اس کا اجر بھی زیادہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۲۵)

(1439) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُهٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ". رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ. وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ فَقَالَ: "مَثَلُ الْبَیْتِ الَّذِیْ یُذْکَرُ اللّٰهُ فِیْهِ، وَالْبَیْتِ الَّذِیْ لَا یُذْکَرُ اللّٰهُ فِیْهِ، مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ".

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا، زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (بخاری) مسلم کی روایت یوں ہے: آپ نے فرمایا کہ "اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور جس میں اللہ کا ذکر نہیں ہوتا زندہ اور مردہ کی طرح ہے"۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل ذکر الله تعالیٰ، ج۸ص۸۶، رقم: ۶۴۰۷ صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ النافلة فی بیته وجوازها فی المسجد، ج۲ص۱۸۸، رقم: ۱۸۵۹ مسند ابی یعلیٰ، حدیث أبی موسی الاشعری، ج۶ص۳۷۴، رقم: ۷۳۰۶ مسند الرویانی، باب ما روی ابوبردة بن ابی موسی عن ابیه، ص۲۱۱، رقم: ۵۸ صحیح ابن حبان، باب الاذکار، ج۲ص۱۳۵، رقم: ۸۵۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جیسے زندہ کا جسم روح سے آباد ہے مردہ کا غیر آباد، ایسے ہی ذاکر کا دل ذکر سے آباد ہے غافل کا دل ویران یا جیسے شہروں کی آبادی زندوں سے ہے مردوں سے نہیں ایسے ہی آخرت کی آبادی ذاکرین سے ہے غافلین سے نہیں، یا جیسے زندہ دوسروں کو نفع ونقصان پہنچا سکتا ہے مردہ نہیں، ایسے اللہ کے ذاکر سے نفع ونقصان خلق حاصل کرتی ہے غافل سے نہیں یا جیسے مردے کو کوئی دوا یا غذا مفید نہیں ایسے ہی غافل کو کوئی عمل وغیرہ مفید نہیں اللہ کا ذکر کرو پھر دوسرے اعمال، ذاکر مر کر بھی جیتا ہے غافل زندہ رہ کر بھی مردہ ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ اس میں اشارۃً ارشاد ہوا کہ حی لا یموت کا ذکر ذاکر کو حیات غیر فانیہ بخش دیتا ہے۔ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں۔ (مرقاۃ)

مسلم شریف میں ہے کہ جو گھر اللہ کے ذکر سے آباد ہو وہ زندہ ہے اور جو گھر اس کے ذکر سے خالی ہو وہ مردہ ہے گھر سے مراد مؤمن کا دل ہے کہ وہ اللہ کا گھر ہے مبارک ہے وہ جو اس گھر کو آباد رکھے منحوس ہے وہ جو اسے ویران کردے۔ شعر

آباد وہی دل ہے جس میں تمہاری یاد ہے　　جو یاد سے غافل ہوا ویران ہے برباد ہے

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۸۷)

(1440) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "یَقُوْلُ اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے

تَعَالٰی: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ، وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِیْ، فَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ، ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ، وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

کے گمان کے مطابق اس کے پاس ہوتا ہوں۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے تو میں بھی اپنے دل میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالٰی "ویحذرکم اللہ نفسہ" ج۴ص۱۲۱ رقم: ۷۴۰۵، صحیح مسلم، باب الحث علی ذکر اللہ تعالٰی، ج۸ص۶۲ رقم: ۶۹۸۱، مسند البزار، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۲ص۳۷۴ رقم: ۸۹۰۹، الابانۃ الکبرٰی لابن بطۃ، باب جامع من احادیث الصفات رواھا الائمۃ، ج۲ص۲۸۳ رقم: ۲۶۳۹، سنن ابن ماجہ، باب فضل العمل، ج۲ص۱۲۵۵ رقم: ۳۸۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں عبد سے مراد بندہ مؤمن ہے اور ظن بمعنی یقین بھی آتا ہے جیسے یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ اور بمعنی گمان نیک بھی جیسے ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا اور بمعنی بدگمانی بھی جیسے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ یہاں دونوں معنے درست ہیں یعنی بندہ میرے متعلق جیسا یقین رکھے گا میں ویسا ہی معاملہ اس سے کروں گا یا بندہ میرے متعلق جیسا گمان کرے گا میں ویسا ہی کروں گا مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ قبولیت کی امید یا یقین پر دعا وعبادت کرے گا تو میں اس کی دعا وعبادت ضرور قبول کروں گا اور اگر رد کا یقین یا گمان کرے گا تو رد ہی کروں گا۔ مقصد یہ ہے کہ اعمال بھی کرو اور قبول کی امید بھی رکھو عمل نہ کرکے بخشش کی امید رکھنا ظن نہیں بلکہ نفس کا دھوکا وغرور ہے ظن وغرور میں فرق چاہیئے جو بو کر گندم کاٹنے کی امید، ٹھنڈا لوہا کاٹنا بے کار ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

گندم از گندم بروید جوز جو   از مکافات عمل غافل مشو

بعض لوگ امید دھوکے میں فرق نہیں کرتے وہ اس حدیث سے دھوکا کھاتے ہیں، حدیث واضح ہے۔

رحمت وکرم، توفیق ومہربانی خیال رہے کہ بندہ رب سے ذکر اللہ کرتے وقت بہت قریب ہوتا ہے، جو ہر وقت ذکر کرے وہ ہر وقت رب سے قریب ہے۔

بہتر مجمع سے مراد ارواح انبیاء و اولیاء ہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اور ہو سکتا ہے اس مجمع سے مراد مقرب فرشتوں کا مجمع ہو چونکہ بعض لحاظ سے فرشتے انسان سے افضل ہیں کہ ہم انسان نیک وبد ہر طرح کے کام کر لیتے ہیں، فرشتے صرف نیک کام ہی کرتے ہیں اسی لیے انہیں خیرًا منھم کہا گیا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انسان فرشتے سے افضل ہے پھر یہاں فرشتوں کو انسان سے افضل کیوں فرمایا گیا۔

مسئلہ: ماہیت انسان ماہیت فرشتہ سے افضل ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ اسی لیے انسان کو

اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے رہے افراد اس میں تفصیل یہ ہے کہ خاص انسان جیسے انبیاء واولیاء خاص وعام تمام فرشتوں سے افضل ہیں مگر عام مسلمان سے خاص فرشتے افضل، رہے کفار وہ تو گدھے کتے سے بھی بدتر ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر افضل ہے کہ آہستہ ذکر کرنے والوں کا ذکر وہاں بھی خفیہ ہی ہوتا ہے اور مجمع لگا کر اونچا ذکر کرنے والوں کا وہاں بھی علانیہ ذکر ہی ہوتا ہے جیسے فرشتے وانبیاء واولیاء سنتے ہیں ذکر بالجہر والوں کی یہ حدیث قوی دلیل ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۸۸)

(1441) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ" قَالُوْا: وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: "اَلذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَرُوِىَ: "اَلْمُفَرِّدُوْنَ بِتَشْدِيْدِ الرَّاءِ وَتَخْفِيْفِهَا وَالْمَشْهُوْرُ الَّذِىْ قَالَهُ الْجُمْهُوْرُ: التَّشْدِيْدُ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مفردون (بے مثل تنہائی والے) سبقت لے گئے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مفردون کون ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (مسلم) مفردون راء کی شد کے ساتھ اور بغیر شد کے دونوں طرح روایت ہے لیکن مشہور اور صحیح راء کی شد کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ، ج۸ص۶۳، رقم: ۶۹۸۴ المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمہ ابراھیم، ج۳ص۱۵۵، رقم: ۲۷۷۳ جامع الاصول لابن اثیر، حرف الذال، الکتاب الاول فی الذکر، ج۴ص۴۷۵، رقم: ۲۵۶۴ سنن ترمذی، باب فی العفو والعافیۃ، ج۵ص۵۷۷، رقم: ۳۵۹۶ مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۳ص۳۱۱، رقم: ۹۳۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ پہاڑ مدینہ منورہ کے قریب ہے مکہ معظمہ کے راستے پر یہاں سے مدینہ منورہ پیدل ایک رات کے فاصلے پر ہے، طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا کہ ایک دوسرے کو نام بنام پکار کر پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی اللہ کا ذاکر گزرا، اگر کوئی پہاڑ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گزرا تو سب کہتے ہیں مبارک ہو عوارف المعارف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ روزانہ صبح وشام زمین کے بعض حصے بعض سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی بندہ ایسا گزرا یا بیٹھا جو اللہ کا ذکر کررہا ہو، اگر کوئی طبقہ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گزرا ہے تو دوسرے طبقے کہتے ہیں تو ہم سب سے افضل ہے۔ مرقات

اے جماعت صحابہ یہ جمدان پہاڑ ہے یہاں اللہ کا ذکر کرتے چلو تا کہ کل قیامت میں تمہارا گواہ ہو۔

مفردون تفرید سے ہے، بمعنی الگ کرنا، جدا رکھنا، یعنی جنہوں نے اپنے کو دنیاوی الجھنوں، اغیار کی مجلس سے الگ رکھا یا جنہوں نے تمام ذکروں سے اللہ کے ذکر کو چھانٹ لیا۔ جس میں وہ ہر وقت لگے رہتے ہیں۔

یہ ماسوال احوال کے لیے ہے نہ کہ سوال ذات کے لیے جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا وما رب العلمین یعنی اللہ تعالیٰ کے صفات کیا ہیں اسی لیے یہاں من نہ بولا ما اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب بھی وہ عنایت

فرمایا جو سوال کے مطابق ہے۔

چونکہ اللہ کے ذاکر مرد زیادہ ہیں عورتیں کم، اس لیے مردوں کا ذکر پہلے ہوا عورتوں کا بعد میں۔ مرقات نے فرمایا کہ اللہ کا بہت ذکر کرنے والا وہ ہے جو کسی حال میں رب کو نہ بھولے خلوص سے اس کی عبادت کرے خلقت سے مستغنی رہے فکر وشکر میں حریص ہو جو خدا سے غافل کرے اس سے دور رہے اللہ کے ذکر میں ایسی لذات پائے جو کسی اور چیز میں نہ پائے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا یعنی تمام غیر اللہ سے کٹ کر رب کے ہو جاؤ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۸۶)

(1442) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اَفْضَلُ الذِّكْرِ: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' زیادہ فضیلت والا ذکر لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ، ج۵ص۳۶۲، رقم: ۳۳۸۳، المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتھلیل، ج۲ص۱۵۲، رقم: ۱۸۳۴، سنن النسائی الکبریٰ، باب افضل الذکر وافضل الدعاء، ج۶ص۲۰۸، رقم: ۱۰۶۶۷، صحیح ابن حبان، باب الاذکار، ج۳ص۱۲۶، رقم: ۸۴۶، الاداب للبیھقی، باب من حمد اللہ عزوجل فی السراء والضراء، ج۱ص۳۲۷، رقم: ۸۱۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ شریف ہے یعنی مع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورنہ صرف لا الہ الا اللہ تو بہت سے موحد کفار بلکہ ابلیس بھی پڑھتا ہے، وہ مشرک نہیں موحد ہے۔ جس چیز سے مؤمن بنتے ہیں وہ ہے محمد رسول اللہ، چونکہ کلمہ شریف سے کفر کی گندگی دور ہوتی ہے، اسے پڑھ کر کافر مؤمن ہوتا ہے، اس سے دل کی زنگ دور ہوتی ہے، اس سے غفلت جاتی ہے، دل میں بیداری آتی ہے یہ حمد الٰہی ونعت مصطفوی کا مجموعہ ہے اس لیے یہ افضل الذکر ہوا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ صفائی دل کے لیے کلمہ طیبہ اکسیر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۳۰)

(1443) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رجلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ، فَاَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهِ قَالَ: "لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! اسلام کے احکام مجھ پر زیادہ ہو گئے۔ مجھے ایک چیز بتا دیں جس سے میں چمٹ جاؤں تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ذکر سے تیری زبان ہمیشہ تر رہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فعل الذکر، ج۵ص۲۵۸، رقم: ۳۳۷۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث

عبداللہ بن بسر، ج ۲ص ۱۸۸، رقم: ۱۷۷۱۶، مصنف ابن ابی شیبة، باب ما جاء فی فضل ذکر اللہ، ج ۷ص ۱۷۰، رقم: ۳۵۰۵۳، مستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل، ج ۲ص ۱۳۸، رقم: ۱۸۲۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جو تفصیل وار مجھے یاد نہیں ہوسکتے وہ مجھ پر غالب ہیں، معلوم ہوا کہ مکمل عالم بننا فرض نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے، ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تمام مسائل سیکھنے کا حکم دیتے۔

غالبًا سائل کا سوال نوافل کے متعلق تھا، اس لیے انہیں یہ جواب دیا گیا مقصد یہ ہے کہ ہر وقت زبان پر کوئی ذکر اللہ جاری رہے نہ معلوم موت کب آجائے جب بھی ملک الموت تمہاری جان نکالنے آئیں تو تمہیں غافل نہ پائیں، اللہ تعالٰی ایسی زندگی نصیب کرے، رطب فرما کر اشارۃً بتایا کہ جیسے ترلکڑی آگ میں نہیں جلتی ایسے ہی اللہ کا ذکر زبان کی تری ہے جس سے بندہ دوزخ میں نہ جل سکے گا۔

یہ حدیث ابن حبان، ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بھی روایت کیا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ص ۵۰۳)

(1444) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "من قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وبِحَمْدِهِ، غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کہا سبحان اللہ وبحمدہٖ اس کے لیے جنت میں ایک درخت کھجور کا لگ جاتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل التسبیح والتكبير والتهليل والتحميد، ج ۵ص ۵۱۱، رقم: ۳۴۶۵، مستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل، ج ۲ص ۱۵۶، رقم: ۱۸۴۷، المعجم الصغير، باب من اسمه اسحاق، ج ۱ص ۱۸۱، رقم: ۲۸۷، مسند أبي يعلى، مسند جابر بن عبداللہ، ج ۲ص ۴۳۱، رقم: ۲۲۲۳، مسند البزار، مسند عبداللہ بن عمرو، ج ۱ص ۳۸۰، رقم: ۲۴۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جنت کی بعض زمین تو میوے پھولوں کے درختوں سے بھری ہے، بعض زمین خالی، اس خالی زمین میں ہمارے نیک اعمال مثل درختوں کے نمودار ہوتے ہیں یہاں اس خالی زمین کا ذکر ہے، جنت میں باغات تو ہیں مگر کھیت نہیں کیونکہ کھیت میں دانے ہوتے ہیں جو غذا کے کام آتے ہیں وہاں نہ بھوک ہے نہ غذا کی ضرورت، باغوں میں پھل پھول ہوتے ہیں جن سے لذت لی جاتی ہے، تمام درختوں میں کھجور کا درخت بہت ہی مفید و لذیذ ہے اس لیے لاحول شریف سے درختِ کھجور ہوتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ص ۵۲۸)

(1445) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

حضرت ابن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں شب معراج حضرت ابراہیم

"لَقِیْتُ اِبْرَاهِیْمَ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ، فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ اَقْرِئْ اُمَّتَكَ مِنِّی السَّلَامَ، وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَیِّبَةُ التُّرْبَةِ، عَذْبَةُ الْمَاءِ، وَاَنَّهَا قِیْعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَهَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ". رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

علیہ السلام سے ملا تو انہوں نے فرمایا: اے محمد (ﷺ)! اپنی امت کو میرا سلام کہنا اور انہیں خبر دینا کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے اس کا پانی میٹھا ہے اور صاف میدان ہے اس میں درخت لگانے کا طریقہ سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل التسبیح والتکبیر والتهلیل، ج۵ص۵۱۰، رقم: ۳۴۶۲ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه علی، ج۴ص۲۷۱، رقم: ۴۱۷۰ مجمع الزوائد للهیثمی، باب ما جاء فی الباقیات الصالحات ونحوها، ج۱۰ص۱۰۷، رقم: ۱۶۸۶۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خصوصی ملاقات چھٹے آسمان پر وہاں ہی گفتگو ہوئی، عمومی ملاقات تو سارے انبیاء سے بیت المقدس میں ہو چکی تھی مگر وہاں یہ گفتگو نہ ہوئی وہاں کی گفتگو کچھ اور تھی جوان شاء اللہ حدیث معراج کی شرح میں عرض کی جائے گی۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ کے مقبول بندے بعد وفات ایک دوسرے سے بھی ملتے ہیں، اور زندہ مقبول بندوں سے بھی۔ دوسرے یہ کہ وہ حضرات زندوں کا سلام سنتے بھی ہیں اور انہیں سلام کہلواتے بھی ہیں۔ تیسرے یہ کہ وفات یافتہ بندوں کو اور جو ابھی پیدا نہ ہوئے ہوں ان کو بھی سلام کہلوانا جائز ہے جب کہ ان کو پہنچ سکے، ابراہیم علیہ السلام نے قیامت تک کے مسلمانوں کو سلام کہلوایا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم لوگوں تک پہنچ گیا، سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ خرقان پہنچے تو لوگوں کو خبر دی کہ اس سرزمین میں سو برس کے بعد خواجہ ابوالحسن خرقانی پیدا ہوں گے جو انہیں پائے میرا سلام پہنچائے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

آن شنیدی داستان بایزید — کہ از حال ابوالحسن از پیش دید

آخر میں مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

بلکہ قبل از زادن تو سالہا — مرمرترا داند بجملہ حالہا

صحابہ کرام قریب الوفات صحابہ سے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا سلام عرض کرنا۔ چوتھے یہ کہ ہم کو بھی چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کو بھی سلام کیا کریں کہ سلام کا جواب دینا ضروری ہے۔

یعنی جنت کی بعض زمین درختوں سے بھری ہوئی ہے اور وہ درخت پھلوں سے لدے ہوئے ہیں اسی حصہ میں آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو رکھا گیا تھا اور بعض زمین سفیدہ ہے جس میں تمہارے وظیفوں واعمال سے درخت لگیں گے، جب تم یہاں آؤ گے تو دونوں قسم کے باغ پاؤ گے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر وہاں کی زمین سفیدہ ہے تو اسے جنت کیوں کہتے ہیں، جنت کے معنی تو ہیں باغ اور نہ یہ اعتراض ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں وہاں باغ اور

پھل سب کچھ ملاحظہ فرمائے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۳۹)

(1446) وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ، وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ، وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ، وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا أَعْنَاقَكُمْ؟" قَالُوْا: بَلٰى، قَالَ: "ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، قَالَ الْحَاكِمُ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: "إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ".

حضرت ابودرداء ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو تمہارے حقیقی بادشاہ کی بارگاہ میں تمہارے سب سے بہتر اور ستھرے عمل کی خبر نہ دوں۔ اور وہ تمہارے درجات میں بہت بلندی کا سبب ہے۔ اور تمہارے لیے اس سے بھی بہتر ہے کہ تم دشمن کو ملو تو ان کی گردنیں مارو، وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں (ضرور بتائیں) فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر۔ اسے ترمذی نے روایت کیا' ابوعبداللہ حاکم نے کہا: اس کی سند صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الذکر، ج۵ص۳۵۹، رقم: ۳۳۷۷، مستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتھلیل، ج۲ص۱۵۱، رقم: ۱۸۲۵، مؤطا امام مالک، باب ما جاء فی ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ، ج۱ص۲۱۱، رقم: ۴۹۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل، ج۵ص۲۳۹، رقم: ۲۲۱۳۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی بدنی و مالی عبادات سے افضل ہوں۔

اگر یہاں ذکر اللہ سے مراد زبانی ذکر ہے تو اس کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ ذکر اللہ بلا واسطہ رب تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور دوسری عبادتیں بالواسطہ اور ظاہر ہے کہ بلا واسطہ پہنچانے والا بالواسطہ سے افضل ہے۔ اور اگر ذکر سے مراد قلبی و دلی ذکر اللہ ہے تو ظاہر ہے کہ یہ ذکر دلی عبادت ہے اور دوسری عبادات بدنی عبادت اور دل بادشاہ ہے۔ اعضاء اس کی رعایا بادشاہ کا عمل بھی رعایا کے اعمال سے افضل ہے، اسی لیے رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر اللہ کے بڑے درجے بیان فرمائے کہ فرمایا فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا حدیث قدسی ہے "انا جلیس من ذکرنی" میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض آسان عمل مشکل عملوں سے درجہ میں بھی بڑھ جاتے ہیں دیکھو ذکر اللہ آسان ہے اور جہاد دشوار مگر ثواب میں ذکر اللہ بڑھ گیا مگر یہ اس جہاد کا ذکر ہے جو اللہ کی یاد سے خالی ہو، لیکن اگر ہاتھ میں تلوار اور زبان پر ذکر یار ہو تو سبحان اللہ سب سے بہتر۔ شیخ نے فرمایا کہ بعض لازم عمل متعدی عمل سے بہتر ہو جاتے ہیں جیسا یہاں ہوا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جہاد میں کافروں کو مارا جاتا ہے اور ذکر اللہ میں نفس و شیطان کو اسی لیے ذکر اللہ جہاد اکبر ہے کہ اس میں دل کا تزکیہ ہے پھر ذکروں میں بعض ذکر دوسرے ذکروں سے افضل ہیں جیسے تلاوت قرآن شریف و درود شریف دوسرے اذکار سے بہتر ہیں۔

مؤطا امام مالک میں تو یہ حدیث موقوف ہے اور باقی محدثین کے ہاں مرفوع اسے حاکم نے بھی مستدرک میں مرفوعًا ہی نقل فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۹۳)

(1447) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، اَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى امْرَاَةٍ وَّبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى - اَوْ حَصًى - تُسَبِّحُ بِهِ فَقَالَ: "اُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ اَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا - اَوْ اَفْضَلُ - فَقَالَ: "سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ، وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْاَرْضِ، وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ، وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَاللهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ مِثْلَ ذٰلِكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی ایک زوجہ کے پاس گئے ان کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں پڑی تھیں۔ ان پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھی۔ تو آپ نے فرمایا: کیا میں تجھے اس کی خبر دوں جو تجھ پر اس سے زیادہ آسان یا زیادہ فضیلت والا ہے۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس تعداد کے حساب سے جو اس نے آسمان میں پیدا کی اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اس حساب سے جو اس نے زمین میں پیدا کی اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اس حساب سے جو اس نے ان کے درمیان پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اس حساب سے جو کچھ وہ آئندہ پیدا کرے گا۔ اسی طرح اللہ اللہ اور اسی طرح الحمد للہ اور اسی طرح لا الہ الا اللہ اور اسی طرح لاحول ولاقوۃ کے ساتھ بھی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتعوذہ دبر کل صلاۃ، ج۵ص۳۶۲، رقم: ۳۵۶۸، مستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل، ج۱ص۷۳۲، رقم: ۲۰۰۹، سنن ابوداؤد، باب التسبيح بالحصى، ج۱ص۵۵۵، رقم: ۱۵۰۲، مسند البزار، مسند سعد بن ابی وقاص، ج۱ص۲۱۳، رقم: ۱۲۰۱، مسند ابی یعلی، مسند سعد بن أبي وقاص، ج۲ص۶۶، رقم: ۷۱۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ واقعہ پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے یا جانے سے مراد صرف ان کے پاس پہنچنا ہے نہ کہ انہیں بے پردہ دیکھنا۔ شیخ نے لمعات اور اشعہ میں فرمایا کہ یہ بی بی صاحبہ جناب ام المؤمنین جویریہ تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

یعنی تسبیحیں ان دانوں پر شمار کر رہی تھیں، یہ حدیث مروجہ دھاگہ والی تسبیح کی اصل ہے کہ بکھرے دانوں اور دھاگے میں پروئے ہوئے دانوں میں کوئی فرق نہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تسبیح کبھی استعمال نہ کی، آپ ہمیشہ بطریق عقد انامل انگلیوں پر شمار فرماتے تھے مگر ایک صحابیہ کو یہ کرتے دیکھا منع نہ فرمایا لہذا تسبیح صحابی کی سنت عملی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکوتی۔ مرقات نے فرمایا جن لوگوں نے اس تسبیح کو بدعت کہا غلط کہا۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ تسبیح

شیطان پر کوڑہ ہے۔ حضرت جنید ولایت کی انتہاء پر پہنچ کر بھی تسبیح پڑھا کرتے تھے کسی نے اس کی وجہ پوچھی جواب دیا کہ اسی کے ذریعہ ہم خدا تک پہنچے ہیں اسے ہم کیسے چھوڑیں۔ (مرقات) بعض بزرگ ختم آیت کریمہ کے لیے تھیلوں اور بوریوں میں بادام یا گٹھلیاں جمع کرر کھتے ہیں ان کی اصل بھی یہ حدیث ہے۔

یہ اَوْ بمعنی واؤ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس دعا میں تمہارا وقت بھی کم خرچ ہوگا اور تمہیں ان تکلفات کی ضرورت بھی نہ پڑے گی اور ان کلمات کا ثواب تمہاری ان کنکریوں سے زیادہ ہوگا یا اَوْ بمعنی بَلْ ہے تب تو مطلب ظاہر ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رب کی تسبیح میری گنتی شمار سے وراء ہے کیونکہ آسمان وزمین کی یہ چیزیں میرے علم وادراک سے خارج ہیں، رب کی عطائیں ہمارے شمار سے باہر ہیں تو اس کی تسبیح بھی ہمارے شمار سے باہر ہونا چاہئیں۔

یعنی گزشتہ اور آئندہ مخلوقات کی بقدر اللہ اکبر بھی کہتا ہوں اور اسی قدر الحمد للہ بھی اور اسی قدر لا الہ الا اللہ بھی اور اسی قدر لاحول الخ بھی اس طرح یہ کلمات میرے پڑھنے میں تو ایک ہیں لیکن رب کے فضل سے ثواب میں ان چیزوں کی تعداد کے برابر۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳ص۵۳۵)

(1448) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَلا اَدُلُّكَ عَلٰی كَنْزٍ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ؟" فَقُلْتُ: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ پر تیری رہنمائی نہ کروں۔ میں نے عرض کی: کیوں نہیں یارسول اللہ (ﷺ)! تو آپ نے فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوۃ خیبر، ج۵ص۱۳۲، رقم: ۴۲۰۲ صحیح مسلم، باب استحباب خفض الصوت بالذکر، ج۸ص۷۳، رقم: ۷۰۳۷ المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث معاذ بن جبل الانصاری، ج۲۰ص۱۴۳، رقم: ۱۶۱۲۸ سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، ج۱ص۵۶۱، رقم: ۱۵۲۸ سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی لاحول ولا قوۃ الا باللہ، ج۲ص۱۲۵۶، رقم: ۳۸۲۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تم جو اپنے دل میں لاحول شریف پڑھ رہے ہو ہم اس پر مطلع ہیں اس کے فضائل سے تم کو اطلاع دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ لاحول شریف میں انسان اپنی انتہائی بے بسی کا اقرار اور رب تعالیٰ کی انتہائی قدرت کا اعتراف کرتا ہے یہ ہی بندگی کا مدار ہے اسی لیے یہ جنت کا خزانہ ہے۔ حول کے معنی ہیں ظاہری طاقت، قوۃ کے معنی ہیں باطنی قدرت یا حول سے مراد ہے دفع شر کا حیلہ اور قوت سے مراد ہے خیر حاصل کرنے کا ذریعہ یعنی بندے میں بغیر رب تعالیٰ کی مدد کے نہ ظاہری طاقت ہے نہ اندرونی قوت، اس کے بغیر کرم بندہ نہ گناہوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیاں کرسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی دین، اس کے کرم سے بندہ میں ظاہری باطنی طاقتیں آسکتی ہیں جیسا کہ اولیاء وانبیاء کے کرامات ومعجزات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان نے تین میل سے دور چیونٹی کی آواز سن کر سمجھ لی، حضرت آصف بن برخیا پل بھر میں یمن سے تخت

بلقیس لے آئے یہ ربانی طاقتیں رحمانی عطا سے تھیں، بجلی کے بلب، پنکھے، مشین وغیرہ بغیر پاور محض بیکار ہیں پاور آ جائے تو بہت طاقتور ہو جاتے ہیں، بجلی کا تار آدمی کیا ہاتھی کو ہلاک کر دیتا ہے۔ قرآن کریم میں جو من دون اللہ کی برائیاں آتی ہیں یہ وہی ہیں جو خدا سے الگ اور دور ہیں، رب تعالیٰ نے فرمایا: وَ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدَانِ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے مردوں سے الگ دور دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانور پکڑے کھڑی تھیں، دیکھو دون کے معنی الگ یا دور ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلموں کو خزانہ اسی لیے فرمایا کہ یہ کلمے جنتی نعمتوں کے خزانے ملنے کے سبب ہیں یا اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں سے یہ کلمات ایسے چھپائے تھے جیسے خزانے غیروں میں چھپائے جاتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۲۷)

102-بَابُ ذِكْرِ اللهِ تَعَالٰى قَائِمًا اَوْ قَاعِدًا وَّمُضْطَجِعًا وَّمُحْدِثًا وَّجُنُبًا وَّحَائِضًا اِلَّا الْقُرْاٰنَ فَلَا يَحِلُّ لِجُنُبٍ وَّلَا حَائِضٍ

اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے بیٹھے لیٹے بے وضو جنابت اور حیض کی حالت میں درست ہے ہاں قرآن کی تلاوت جنبی اور حیض والی کے لیے درست نہیں

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ) (آل عمران: 190، 191).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔

(1449) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ذکر اللہ تعالی فی حال الجنابة وغیرها، ج۱ص۱۹۴، رقم: ۸۵۲، السنن الکبری للبیهقی، باب الرجل یذکر اللہ تعالی علی غیر طهر، ج۱ص۹۰، رقم: ۴۳۳، سنن ابن ماجه، باب ذکر اللہ عزوجل علی الخلاء والخاتم فی الخلاء، ج۱ص۱۱۰، رقم: ۳۰۲، سنن ترمذی، باب ما جاء ان دعوة المسلم مستجابة، ج۵ص۳۶۳، رقم: ۳۳۸۴، مسند امام احمد، حدیث السیدة عائشه رضی اللہ عنها، ج۱۰ص۲۷۸، رقم: ۲۶۴۱۹)

شرح حدیث: ذکر الٰہی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ہر گھڑی ہر لحظہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، وضو کرتے، نئے کپڑے پہنتے، سوار ہوتے، سواری سے اترتے، سفر میں جاتے، سفر سے واپس ہوتے، بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور نکلتے، مسجد میں آتے جاتے، جنگ کے

وقت، آندھی، بارش، بجلی کڑکتے وقت، ہر وقت ہر حال میں دعائیں وردِ زبان رہتی تھیں۔ خوشی اور غمی کے اوقات میں، صبح صادق طلوع ہونے کے وقت، غروبِ آفتاب کے وقت، مرغ کی آواز سن کر، گدھے کی آواز سن کر، غرض کون سا ایسا موقع تھا کہ آپ کوئی دعا نہ پڑھتے دن ہی میں نہیں بلکہ رات کے سناٹوں میں بھی برابر دعا خوانی اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے یہاں تک کہ بوقتِ وفات بھی جو فقرہ بار بار وردِ زبان رہا وہ اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی کی دعا تھی۔

(صحاح ستہ و حصن وغیرہ کتب احادیث)

(1450) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا اَتٰی اَھْلَہٗ قَالَ: بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ، وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا، فَقُضِیَ بَیْنَھُمَا وَلَدٌ، لَمْ یَضُرَّہٗ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اہل کے پاس (جماع کے لیے) آئے تو اللہ کا نام لے اور کہے: اے اللہ ہم کو شیطان سے بچا اور جو ہم کو عطا کرے اس کو بھی شیطان سے بچا' تو اگر بچہ پیدا ہوا تو اس کو شیطان نقصان نہ دے سکے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسمیۃ علی کل حال وعند الوقاع، ج۱ص۴۰ رقم: ۱۴۱، صحیح مسلم، باب ما یستحب ان یقولہ عند الجماع، ج۲ص۱۵۵، رقم: ۳۶۰۶، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یقول الرجل اذا اراد ان یاتی اہلہ، ج۷ص۱۴۹، رقم: ۱۴۲۱۷، سنن ابوداؤد، باب فی جامع النکاح، ج۲ص۲۱۴، رقم: ۲۱۶۳، سنن ترمذی، باب ما یقول اذا دخل علی اہلہ، ج۲ص۴۰۱، رقم: ۱۰۹۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دعا ستر کھولنے سے پہلے پڑھے اور حلال صحبت پر پڑھے، حرام پر پڑھنا سخت جرم ہے بلکہ اس میں کفر کا اندیشہ ہے جیسے شراب نوشی یا خنزیر کھانے یا جوئے پر بسم اللہ پڑھنا، اھل سے مراد بیوی یا لونڈی ہے۔

یعنی اس صحبت میں شیطان نہ شریک ہو اور نہ بچے کو شیطان کبھی بہکائے، بسم اللہ سے مراد پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ خیال رہے کہ جیسے شیطان کھانے پینے میں ہمارے ساتھ شریک ہو جاتا ہے ایسے ہی صحبت میں بھی اور جیسے کھانے پینے کی برکت شیطان کی شرکت سے جاتی رہتی ہے ایسے ہی صحبت میں شیطان کی شرکت سے اولاد نالائق اور جناتی بیماریوں میں گرفتار رہتی ہے اور جیسے بسم اللہ پڑھ لینے سے شیطان کھانے پینے میں ہمارے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا ایسے ہی بسم اللہ کی برکت سے صحبت میں شیطان کی شرکت نہیں ہوتی جس سے بچہ نیک ہوتا ہے اور آسیب وغیرہ سے بفضلہٖ تعالٰی محفوظ بھی رہتا ہے، بہتر یہ ہے کہ خاوند بیوی دونوں پڑھ لیں۔

بسم اللہ وغیرہ کی برکت سے بچہ کو نہ تو ابلیس کبھی نقصان پہنچا سکے گا نہ اس کی ذریت، بچہ جنون، مرگی وغیرہ جناتی امراض سے بھی محفوظ رہے گا اور مؤمن رہے گا ان شاء اللہ (مرقات) اس لیے یہاں شیطان نکرہ فرمایا گیا، ایسے بچہ کو ان

شاء اللہ نیک اعمال کی بھی توفیق ملے گی۔

اس حدیث کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت فرمایا، یہ عمل نہایت مجرب ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۴ ص ۳۴)

103-بَابُ مَا يَقُوْلُهُ عِنْدَ نَوْمِهٖ وَاسْتِيْقَاظِهٖ

سوتے اور جاگتے وقت کیا دعا پڑھی جائے؟

(1451) عَنْ حُذَيْفَةَ، وَاَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَا: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ، قَالَ: "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيَا وَاَمُوْتُ" وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت حذیفہ اور حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر آرام کے لیے لیٹتے تو کہتے 'اے اللہ تیرے نام کے ساتھ میں جیتا اور مرتا ہوں اور جب بیدار ہوتے تو کہتے تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو مارنے کے بعد زندہ کیا اور اس کی طرف ہم نے اٹھنا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وضع الید الیمنی الاخذ الایمن، ج۸ص۶۹، رقم: ۶۳۱۴، الاداب للبیھقی، باب ما یقول اذا اراد ان ینام واذا استیقظ، ج۱ص۳۱۶، رقم: ۶۸۲، سنن ابوداؤد، باب ما یقال عند النوم، ج۴ص۳۷۱، رقم: ۵۰۵۱، سنن ابن ماجہ، باب ما یدعو بہ اذا انتبہ من اللیل، ج۲ص۱۲۷۷، رقم: ۳۸۸۰، سنن الدارمی، باب ما یقول اذا انتبہ من نومہ، ج۲ص۳۷۷، رقم: ۲۶۸۶)

شرح حدیث: سوتے وقت کیا پڑھے

حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحب لولاک، سیاحِ افلاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جو باوضو اپنے بستر پر آئے پھر اللہ عزوجل کا ذکر کرے یہاں تک کہ اس پر غنودگی چھا جائے تو رات کی جس گھڑی میں وہ اللہ عزوجل سے دنیا و آخرت کی جو بھلائی مانگے گا اللہ عزوجل اسے وہ بھلائی عطا فرمادے گا۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب (۱۰۱) رقم ۳۵۴۷، ج ۵، ص ۳۱۱)

بیدار ہو کر کیا پڑھے

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جب اللہ عزوجل بندے کی روح رات کو اسے واپس لوٹا دے پھر وہ بندہ اللہ عزوجل کی تسبیح اور بزرگی بیان کرے اور اس سے استغفار کرے پھر اس سے دعا مانگے تو اللہ عزوجل اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب النوافل، باب الترغیب فی کلمات...الخ، رقم ۶، ج ۱، ص ۲۳۸)

104-بَابُ فَضْلِ حِلَقِ الذِّكْرِ وَالنَّدْبِ اِلٰى مُلَازَمَتِهَا وَالنَّهْيِ عَنْ مُفَارَقَتِهَا لِغَيْرِ عُذْرٍ

ذکر کے حلقوں کی فضیلت ان کے التزام کا مستحب ہونا اور بلا عذر ان سے علیحدگی اختیار کرنا ممنوع ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ) (الكهف: 28).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں۔

(1452) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَلَائِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ - عَزَّوَجَلَّ - تَنَادَوْا: هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ، فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ - وَهُوَ اَعْلَمُ -: مَا يَقُوْلُ عِبَادِيْ؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: يُسَبِّحُوْنَكَ، وَيُكَبِّرُوْنَكَ، وَيَحْمَدُوْنَكَ، وَيُمَجِّدُوْنَكَ. فَيَقُوْلُ: هَلْ رَاَوْنِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْكَ. فَيَقُوْلُ: كَيْفَ لَوْ رَاَوْنِيْ؟! قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً، وَاَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا، وَاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيْحًا. فَيَقُوْلُ: فَمَاذَا يَسْاَلُوْنَ؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: يَسْاَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ. قَالَ: يَقُوْلُ: وَهَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا. قَالَ: يَقُوْلُ: فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا، وَاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا، وَاَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں۔ پس جب وہ کچھ لوگوں کو پالیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں آؤ تمہاری ضرورت (کی چیز) یہاں ہے۔ تو وہ ان کو (ذکر کرنے والوں کو) آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ ان کا رب ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔ میرے بندے کیا کہتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری کبریائی بیان کرتے ہیں اور تیری حمد بیان کرتے ہیں تیری بندگی بیان کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے عرض کرتے ہیں۔ نہیں اللہ کی قسم! انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیسا ہو اگر وہ مجھے دیکھ لیں۔ تو فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو وہ تیری عبادت اور زیادہ کریں گے اور تیری بزرگی اور حمد زیادہ بیان کریں۔ پھر اللہ

قَالَ: فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: يَتَعَوَّذُوْنَ مِنَ النَّارِ ، قَالَ: فَيَقُوْلُ: وَهَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللهِ مَا رَاَوْهَا۔ فَيَقُوْلُ: كَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا؟! قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَاَوْهَا كَانُوا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً۔ قَالَ: فَيَقُوْلُ: فَاُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُم، قَالَ: يَقُوْلُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ: فِيْهِم فُلَانٌ لَّيْسَ مِنْهُمْ، اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَةٍ، قَالَ: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

تعالیٰ فرماتا ہے: وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں۔ تو فرشتے عرض کرتے ہیں تجھ سے تیری جنت کا سوال کرتے ہیں۔ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! اللہ کی قسم انہوں نے اس کو نہیں دیکھا۔ فرمایا: اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو ان کا حال کیسا ہوگا؟ فرشتے کہتے ہیں: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو ان کی حرص، طلب اور اس میں شوق اور زیادہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وہ کس چیز سے میری پناہ مانگتے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں آگ سے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کیا انہوں نے اس کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں، اللہ کی قسم! انہوں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو ان کی کیفیت کیا ہو۔ فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو اس سے بھاگنے ڈرنے اور بچنے میں زیادہ کوشش کریں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم گواہ ہو جاؤ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے ان میں جو فلاں شخص تھا وہ ان میں سے نہیں تھا وہ تو صرف کسی کام سے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ ایسے ہم مجلس ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہو سکتا۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَتَتَبَّعُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِيْهِ ذِكْرٌ، قَعَدُوْا مَعَهُمْ، وَحَفَّ

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو چلتے رہتے ہیں فضیلت کے حامل ہیں، مجالس ذکر کے متلاشی رہتے

بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَؤُوا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا. فَإِذَا تَفَرَّقُوا عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ. فَيَسْأَلُهُمُ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ - - وَهُوَ أَعْلَمُ -: مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَّكَ فِي الْأَرْضِ: يُسَبِّحُوْنَكَ، وَيُكَبِّرُوْنَكَ، وَيُهَلِّلُوْنَكَ، وَيَحْمَدُوْنَكَ، وَيَسْأَلُوْنَكَ. قَالَ: وَمَاذَا يَسْأَلُوْنِيْ؟ قَالُوْا: يَسْأَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ. قَالَ: وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِيْ؟ قَالُوْا: لَا، أَيْ رَبِّ. قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِيْ؟! قَالُوْا: وَيَسْتَجِيْرُوْنَكَ. قَالَ: وَمِمَّ يَسْتَجِيْرُوْنِيْ؟ قَالُوْا: مِنْ نَّارِكَ يَا رَبِّ. قَالَ: وَهَلْ رَأَوْا نَارِيْ؟ قَالُوْا: لَا. قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِيْ؟! قَالُوْا: وَيَسْتَغْفِرُوْنَكَ؟ فَيَقُوْلُ: قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، وَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوْا، وَأَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا. قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: رَبِّ فِيْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ إِنَّمَا مَرَّ، فَجَلَسَ مَعَهُمْ. فَيَقُوْلُ: وَلَهُ غَفَرْتُ، هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ".

ہیں۔ جب ان کو کوئی مجلس ذکر ملے تو ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور بعض کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے اور آسمان دنیا کے درمیان سب جگہ پر کر دیتے ہیں جب یہ بکھر جائیں تو وہ آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں تو ان سے اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے تم کہاں سے آئے ہو۔ تو وہ کہتے ہیں ہم زمین سے تیرے کچھ بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح وتکبیر اور تحمید میں مصروف ہیں اور تجھ سے وہ مانگتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے اور وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں تیری جنت کے سوالی ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے۔ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے ربّ! نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ دیکھ لیں تو کیا ہو؟ تو وہ فرشتے عرض کرتے ہیں: اور تجھ سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ فرمایا: کس چیز سے پناہ چاہتے ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں یارب تیری آگ سے اللہ فرماتا ہے: کیا انہوں نے میری آگ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ اگر میری آگ دیکھیں تو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اور وہ تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں تو اللہ فرماتا ہے۔ میں نے ان کو بخش دیا اور جو انہوں نے مانگا ان کو دیا اور جس چیز سے بچنے کے لیے پناہ چاہتے ہیں اس چیز سے ان کو پناہ دی۔ فرشتے کہتے ہیں اے ربّ! ان میں فلاں شخص گزرتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور میں نے اس کو بھی بخش دیا وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل ذکر اللہ تعالٰی، ج۴ص۸۶، رقم: ۶۴۰۸ صحیح مسلم، باب فضل مجالس الذکر، ج۸ص۶۸، رقم: ۷۰۱۵، مستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل، ج۲ص۱۴۸، رقم: ۱۸۲۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی اللہ عنه، ج۲ص۳۵۸، رقم: ۸۶۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں) یہاں فرشتوں سے وہ فرشتے مراد ہیں جو ذکر اللہ سننے پر مقرر ہیں راستوں سے مسلمان خصوصًا ذاکرین کے راستے مراد ہیں یعنی یہ فرشتے ذاکرین کے راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں تا کہ ان کی زیارت کریں اور ان سے اللہ تعالٰی کا ذکر سنیں یعنی وقت سے پہلے وہ حضرات مجلس ذکر کے اردگرد گھومتے رہتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ انہیں ذاکرین اور ان کے محلوں کی خبر نہیں بے خبری میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔

(تمہاری ضرورت (کی چیز) یہاں ہے) آؤ دوڑو ان ذاکرین کی زیارت کرو ان کی زبان سے اللہ رسول کا ذکر سنو۔ معلوم ہوا کہ دوسروں سے رسول کا ذکر سننا بھی محبوب ہے اور محفل میلاد شریف گیارھویں شریف وغیرہ میں رحمت کے فرشتے شرکت کرتے ہیں کہ یہ بھی اللہ رسول کے ذکر کی مجلسیں ہیں۔ شعر

فرشتے محفل میلاد میں رحمت کے آتے ہیں ۔ رسول اللہ خود اس بزم میں تشریف لاتے ہیں

اس شعر کے پہلے مصرع کی اصل یہ حدیث ہے دوسرے مصرع کی اصل آئندہ احادیث میں آئے گی۔

(آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں) یعنی یہ فرشتے پرے بنا کر ان مجلس والوں پر اس طرح چھا جاتے ہیں جیسے رحمت کے بادل زمین پر اور یہ پرے آسمان تک پہنچتے ہیں کہ نیچے ایک پرہ اس کے اوپر دوسرا اس پر تیسرا۔

(میرے بندے کیا کہتے ہیں) مجلس ختم ہونے پر لوگ تو اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اور یہ فرشتے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو جاتے ہیں تب رب تعالٰی ان سے یہ سوال فرماتا ہے مگر یہ سوال رب کی بے علمی سے نہیں بلکہ فرشتوں کو اگلے مضمون پر گواہ بنانے کے لیے ہوتا ہے۔

(اور تیری بزرگی اور حمد زیادہ بیان کریں) یا تو بلا واسطہ یا بالواسطہ اس طرح کہ تیرے محبوبوں کا عظمت سے ذکر کر رہے تھے اور تیرے دشمنوں کا حقارت سے تذکرہ کرتے تھے جیسا کہ شروع باب میں عرض کیا گیا۔ بغیر دیکھے تیرے عاشق ہیں اللہ تعالٰی محبوب حقیقی ہے کہ بغیر دیکھے دلوں میں اس کا عشق ہے اس کا پرتو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آج ان کا دیکھنے والا کوئی نہیں عاشق جانباز کروڑوں۔

(اور تجھ سے پناہ طلب کرتے ہیں) یہ دونوں سوال تعجب کے اظہار کے لیے ہیں کہ جب میرے بندے مجھے بغیر دیکھے صرف میرے اوصاف سن کر میری ایسی والہانہ عبادت کر رہے ہیں تو اگر مجھے دیکھ لیں تو ان کی محبت و عبادت کا کیا حال ہو۔ اس میں اشارۃً فرمایا جا رہا ہے کہ اے فرشتو تم نے تو کہا تھا انسان خونریز فاسد ہوگا دیکھو انہی انسانوں میں ایسے نمازی ذاکر بھی تو ہیں جن سے سارا عالم چھپا ہوا ہے اور عالم شہادت یعنی دنیا کے ہزار ہا جنجالوں میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی

رب کے ذاکر و پرستار ہیں۔ معلوم ہوا کہ ایمان بالغیب رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

صرف سن کر اس پر ایمان لائے اور اس کے طلبگار ہو گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت پیدا ہو چکی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ بعد قیامت پیدا ہوگی غلط کہتے ہیں اس کی مکمل بحث ہماری "تفسیر نعیمی" جلد اول اور "اسرار الاحکام" میں ملاحظہ فرمایئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ سے جنت مانگنا برا نہیں، ہاں صرف جنت حاصل کرنے کے لیے عبادت کرنا برا ہے عبادت تو صرف رضائے الٰہی کے لیے چاہیئے جنت اس کے فضل سے ملے گی۔

(اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو اس سے بھاگنے ڈرنے اور بچنے میں زیادہ کوشش کریں) یعنی پھر تو یہ لوگ جنت کی طلب میں تارک الدنیا ہو بیٹھیں زن و فرزند کو بھول بیٹھیں کیونکہ معائنہ خبر سے زیادہ قوی ہے۔ معلوم ہوا کہ انسانوں سے جنت چھپانے میں ہزار ہا حکمتیں ہیں، اگر جنت دکھادی جاتی تو کوئی شخص کوئی دنیاوی کام نہ کرتا۔

یعنی دوزخ کی آگ سے خیال رہے کہ فرشتے یہ نہیں کہتے کہ دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے کیونکہ دوزخ میں داخلہ تو قیامت کے بعد ہوگا مگر آگ کا عذاب مرتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے آگ کے عذاب سے پناہ مانگنا چاہیئے قرآن کریم نے جو جامع دعا ہم کو سکھائی ہے اس کے آخری میں ہے وقنا عذاب النار نیز دوزخ کے ٹھنڈے طبقوں میں بھی آگ ہی کا عذاب ہے گرم طبقوں میں آگ کے قریب سے عذاب ہے ٹھنڈے طبقوں میں آگ کی دوری سے عذاب جیسے دنیا میں گرم سرد موسموں میں سورج کی دوری و نزدیکی سے سردی گرمی ہوتی ہے۔

اس طرح کہ پھر دوزخ کے خوف سے دنیا میں عیش و آرام بھول جائیں، ہمیشہ روتے رہیں کبھی نہ ہنسیں۔ معلوم ہوا کہ اگر وہ عالم ظاہر کر دیا جائے تو یہ عالم تباہ ہو جائے اگر رب تعالیٰ کا نظارہ یہاں ہو جائے تو کوئی کافر نہ رہے۔ شعر

کفر و اسلام کے جھگڑے ترے چھپنے سے بڑھے ــــ تو اگر پردہ اٹھا دے تو تو ہی تو ہو جائے

گزشتہ ساری گفتگو اسی آخری جملہ کے لیے تھی کہ فرشتوں کو ان ذاکر مومنوں کی بخشش پر گواہ بنانا تھا خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ ان کے گناہ بخشتا ہوں کہ اس میں شبہ ہوتا کہ شاید پچھلے گناہ بخشے گئے بلکہ فرمایا انہیں بخشتا ہوں یعنی آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دوں گا اور اگر کبھی ان سے کوئی گناہ ہو بھی جائے گا تو اس کی بخشش کا آج فیصلہ کیے دیتے ہوں، گناہ بخشنا اور ہے گنہگار کو بخشنا کچھ اور یہاں گنہگار کو بخشا گیا ہے۔

یعنی ذکر اللہ سننے نہ آیا تھا بلکہ کسی کام کو جا رہا تھا راستہ میں یہ مجلس نظر پڑی تو کچھ دیر کے لیے بیٹھ گیا یا کھڑے کھڑے کچھ ذکر سن لیا یہ عرض و معروض اس کو بخشوانے کے لیے ہے۔ معلوم ہوا کہ فرشتے ذاکرین کے بڑے خیر خواہ ہیں ہم کو بھی چاہیئے کہ ان کے لیے دعائے خیر کیا کریں، دلائل الخیرات میں بعض دعائیں فرشتوں کے لیے بھی آتی ہیں، ہمیں ان سے کام پڑتا ہے ان سے تعلق رکھنا چاہیئے۔

یعنی ان مجلس والوں کو تو ذکر کی وجہ سے بخش دیا اور اس گزرنے والے کو ان اچھوں کی صحبت کی برکت سے بخش دیا۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ نیک صحبت ساری عبادات سے افضل ہے دیکھو صحابہ کرام سارے جہان کے اولیاء سے افضل ہیں کیوں اس لیے کہ صحبت یافتہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اصحاب کہف کا کتا بھی بہتر ہوگیا اولیاء کی صحبت کی برکت سے۔ مرقات نے فرمایا کہ اللہ کی صحبت اختیار کرو، اگر نہ ہوسکے تو اللہ کے پاس رہنے والوں کی صحبت کرو مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا　　　　او نشیند در حضور اولیاء

یعنی ان فرشتوں کے ذمہ سوائے اس گھومنے پھرنے کے اور کوئی ڈیوٹی نہیں بعض صوفیاء ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں جہاں عرس وغیرہ مجلس ذکر ہوتی ہیں شرکت کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ (مرقات) فضل بعض نسخوں میں ف کے پیش ض کے فتح سے ہے یعنی دوسرے فرشتوں سے افضل۔

اس طرح کہ اس ٹوٹی چٹائی پھٹے فرش پر بیٹھ جاتے ہیں جہاں ذاکرین بیٹھے ہیں کوئی اعلیٰ جگہ نہیں ڈھونڈتے تاکہ انہیں فیض دیں اور ان سے فیض لیں۔

یعنی بعض فرشتے ان بعض انسانوں کو یا بعض فرشتے بعض فرشتوں کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں کہ نیچے والے اوپر والوں کے پروں کے سایہ میں ہوجاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ذاکرین کی آواز آسمان تک پہنچتی ہے کہ وہاں تک کے فرشتے سنتے ہیں جب بجلی کے ذریعہ آج انسانی آواز ہزارہا میل تک پہنچتی ہے، تو نورانی آواز کہاں تک پہنچے گی۔

اس طرح کہ مجلس ختم ہوجاتی ہے اور لوگ اپنے اپنے گھروں یا کاموں کو چلے جاتے ہیں۔

کیونکہ یہ فرشتے تو صرف مجلسی ذکر سننے آتے ہیں، اکیلوں کا ذکر سننا ان کا کام نہیں، اس کے لیے دوسرے فرشتے ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر ذکر خفی سے افضل ہے یہ حدیث حضرات قادریہ چشتیہ کی دلیل ہے حضرات نقشبندیہ کی دلائل دوسری احادیث و آیات ہیں۔

وہ فرشتے ان بندوں کے نام اور جگہ کا پورا پتہ عرض کرتے ہیں، سبحان اللہ! ان لوگوں اور اس جگہ کے بھاگ جاگ جاتے ہیں کہ ذکر الٰہی کی برکت سے معصوموں کی زبان پر بارگاہِ الٰہی میں ان کے نام آجاتے ہیں، مبارک ہیں دینی مدرسے اور خانقاہیں جہاں ہمیشہ ہی اللہ کا ذکر رہتا ہے۔ شعر

زہے مسجد و مکتب و خانقاہے　　　　کہ در دے بود قیل و قال محمد

خیال رہے کہ جنت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے یہاں ہے کیونکہ رب تعالیٰ جنت کا خالق اور حقیقی مالک ہے اور کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعطائے الٰہی جنت کے مالک ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ اور کبھی مسلمانوں کی طرف کیونکہ یہ لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے

صدقے سے اس کے مستحق ہیں انہی کی خاطر بنائی گئی ہے۔ شعر

مسلمانوں کو کوئی خلد سے روکے تو کیوں روکے
یہ اُمت ہے محمد کی وہ جنت ہے محمد کی

مسلم، بخاری کی روایتوں میں فرق یہ ہوا کہ بخاری کی روایت میں تعجب کا اظہار بھی مذکور ہے اور فرشتوں کا جواب بھی مگر مسلم کی روایت میں فرشتوں کا جواب مذکور نہیں صرف اظہار تعجب کا ہی ذکر ہے فرشتے جواب دیتے ہیں مگر یہاں اس کا ذکر نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ایسے موقعوں پر خصوصیت سے آخرت کی نعمتیں مانگیں صرف دنیا مانگنا اچھا نہیں آخرت مانگو دنیا ان شاء اللہ خود بخود مل جائے گی پھول پتے ان شاء اللہ خود مل جائیں گے گلدستہ میں پھول بغیر پتہ کے نہیں ہوتے۔

معلوم ہوا کہ فرشتے ہر بندے کو بھی پہچانتے ہیں اور ہر شخص کے تمام نیک و بداعمال کی پوری پوری خبر رکھتے ہیں اور ہر شخص کے ہر ارادے سے باخبر ہیں ورنہ انہیں کیا خبر ہوتی کہ یہ بندہ کون ہے نیک ہے یا بد ہے یہاں کس ارادہ سے آیا ہے جب ان فرشتوں کا یہ حال ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا۔

جب عام ذاکروں کی مجلس کی یہ برکت ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک کیسی بابرکت ہوگی، ان کا نام لیوا کبھی بدنصیب نہیں ہوتا۔ شعر

سلام اس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی
سلام اس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی

دیکھو ایک گنہگار ان ذاکرین کی مجلس میں ایک آن کے لیے آیا تو بخشا گیا، تو جو حضرات سایہ کی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ان کی مغفرت میں شک کیسا ان کے متعلق رب تعالیٰ نے اعلان فرمادیا: وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۹۱)

(1453) وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ - عَزَّوَجَلَّ - اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ ؛ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ان ہی سے اور حضرت ابوسعید ﷺ دونوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قوم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے بیٹھے۔ ان کو فرشتے ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمت ان پر سایہ کر لیتی ہے اور ان پر سکون نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القران وعلی الذکر، ج۸ص۷۲، رقم: ۷۰۳۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج۴ص۹۲، رقم: ۱۱۸۹۳، شعب الایمان، فضل فی ادامة ذکر اللہ عزوجل، ج۱ص۳۹۸، رقم: ۵۲۰، مسند ابی یعلی، من مسند ابی سعید الخدری، ج۲ص۳۴۴، رقم: ۱۲۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ بیٹھنے سے مراد کھڑے ہونے کے مقابل ہے، لہذا اس جملہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ذکر اللہ بیٹھ کر کرنا افضل ہے کہ اس میں سکون زیادہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ذکر اللہ جماعت میں کرنا افضل ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے ممکن ہے کہ بیٹھنے سے مراد ہمیشہ ذکر اللہ کرنا ہو یعنی ہمیشہ کرنا افضل ہے۔

یہاں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو زمین کا چکر لگاتے رہتے ہیں ذکر الٰہی کے طبقے ڈھونڈھتے پھرتے ہیں اور رحمت سے مراد خاص رحمت الٰہی ہے جو ذاکرین کے لیے مخصوص ہے لہذا اس جملہ پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو انسان کو ہر وقت ہی گھیرے رہتے ہیں کیونکہ ہر وقت ساتھ رہنے والے فرشتے حافظین ہیں۔

سکینہ کی شرح" باب فضائل القرآن" میں گزر چکی کہ یا تو اس سے مراد خاص ملائکہ ہیں یا دل کا نور یا دلی چین و سکون ہے اللہ کے ذکر سے دل کو چین نصیب ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور فرماتا ہے: هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے ملائکہ مقربین ہیں جو ہمیشہ اس کے پاس رہتے ہیں انتظام عالم کے لیے نہیں آتے اور ارواح انبیاء علیہم السلام و اولیاء عظام میں لوگوں کا ذکر فخر سے عزت و عظمت سے کرتے ہیں۔ (مرقاۃ) یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ پھر جس طرح بندہ رب کو یاد کرتا ہے اسی طرح رب بندے کو مثلاً بندہ کہتا ہے کہ مولیٰ میں گنہگار ہوں رب فرماتا ہے بندے مت گھبرا میں غفار ہوں وغیرہ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۸۵)

(1454) وَعَنْ اَبِيْ وَاقِدٍ الْحَارِثِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ، وَالنَّاسُ مَعَهُ، اِذْ اَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، فَاَقْبَلَ اثْنَانِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَهَبَ وَاحِدٌ؛ فَوَقَفَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَرَاٰى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيْهَا، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَاَمَّا الثَّالِثُ فَاَدْبَرَ ذَاهِبًا. فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلَا اُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ: اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰى اِلَى اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ. وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيٰى فَاسْتَحْيَى اللّٰهُ مِنْهُ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ، فَاَعْرَضَ، فَاَعْرَضَ

حضرت ابو واقد حارث بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ تین آدمی آئے دو رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک چلا گیا۔ پس دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے مجلس میں خالی جگہ دیکھی تو اس میں بیٹھ گیا اور دوسرا مجلس کے آخر میں بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میں تم کو ان تین آدمیوں کے بارے میں بتلاؤں۔ ان میں سے ایک نے اللہ کی طرف پناہ لی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے پناہ دی اور دوسرے نے اس سے حیاء کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا۔ اور تیسرے نے منہ بسورا تو اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ عَنْهُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. نے اس سے اعراض فرمالیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحلق والجلوس، ج۱ص۱۰۲، رقم: ۶۶، صحیح مسلم، باب من اتی مجلسا فوجد فرجۃ فجلس فیھا والاوراء ھم، ج۷ص۹، رقم: ۵۸۱۰، الاداب للبیھقی، باب خیر المجالس اوسعھا، ج۱ص۴۷، رقم: ۲۵۱، سنن النسائی الکبری، باب الجلوس حیث ینتھی بہ المجلس، ج۳ص۴۵۳، رقم: ۵۹۰۰، مؤطا امام مالک، باب جامع السلام، ج۲ص۱۳۹۹، رقم: ۳۵۳۱)

شرح حدیث: راہِ علم کی مشقتوں میں صبر پر انعام

حضرت سیدنا ابوالحسن فقیہہ صفار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ہم مشہور محدث حضرت سیدنا حسن بن سفیان النسوی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمت بابرکت میں رہا کرتے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمیت کا ڈنکا ملک بھر میں بج رہا تھا، لوگ تحصیلِ علم کے لئے دور دراز سے سفر کر کے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے احادیث سن کر لکھ لیتے، الغرض آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور کے مشہور و معروف محدث اور فقیہہ تھے اور آپ کے کاشانہ اطہر پر طالب علموں کا ہجوم لگا رہتا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان علم دین کے متوالوں کو احادیث مبارکہ لکھواتے اور انہیں فقہ کے مسائل سے آگاہ کرتے۔

ایک مرتبہ جب ہم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس علم میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث لکھوانے کی بجائے لوگوں سے فرمایا: پہلے آج تم لوگ توجہ سے میری بات سنو اس کے بعد تمہیں حدیث لکھواؤں گا، تمام لوگ بڑی توجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بات سننے لگے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے دین کا علم سیکھنے کے لئے دور دراز سے سفر کی صعوبتیں اور تکالیف جھیل کر آنے والو! بے شک میں جانتا ہوں کہ تم خوب ناز و نعم میں پلے ہو اور اہلِ فضیلت میں سے ہو، تم نے دین کی خاطر اپنے اہل و عیال اور وطنوں کو چھوڑا (یہ یقیناً تمہاری قربانی ہے) لیکن خبردار! تمہارے دل میں ہرگز یہ خیال نہ آئے کہ تم نے جو سفر کی مشقتیں اور تکالیف برداشت کی ہیں اور حصولِ علم دین کے لئے اپنے اہل و عیال سے دوری اختیار کی ہے اور بہت سی خواہشوں کو قربان کیا مگر ان تمام مشکلات پر صبر کر کے تم نے علم دین سیکھنے کا حق ادا نہیں کیا کیونکہ تمہاری تکلیفیں دین کی راہ میں بہت کم ہیں۔ آؤ میں تمہیں اپنے زمانہ طالب علمی کی کچھ تکالیف سناتا ہوں تاکہ تمہیں بھی تکالیف پر صبر کرنے کی ہمت و رغبت ملے۔

سنو! جب مجھے علم دین سیکھنے کا شوق ہوا تو اس وقت میں عالمِ شباب میں تھا، میری شدید خواہش تھی کہ میں حدیث و فقہ کا علم حاصل کروں۔ چنانچہ ہم چند دوست حصول علم دین کے لئے مصر کی طرف روانہ ہوئے اور ہم نے ایسے اساتذہ اور محدثین کی تلاش شروع کر دی جو اپنے دور کے سب سے زیادہ ماہر حدیث اور سب سے بڑے فقیہہ اور حافظ الحدیث ہوں، بڑی تلاش کے بعد ہم اس زمانے کے سب سے بڑے محدث کے پاس پہنچے وہ ہمیں روزانہ بہت کم تعداد میں احادیث املاء کرواتے (یعنی لکھواتے) وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ مدت طویل ہوگئی اور ہمارا ساتھ لایا ہوا نان و نفقہ بھی ختم ہونے لگا۔ جب سب کھانا وغیرہ ختم ہو گیا تو ہم نے اپنے زائد کپڑے اور چادریں وغیرہ فروخت کیں اور کچھ کھانا وغیرہ خریدا پھر جب وہ

بھی ختم ہوگیا تو فاقوں کی نوبت آگئی۔ ہم سب دوست ایک مسجد میں رہا کرتے تھے، کوئی ہماری مشقتوں اور تکالیف سے واقف نہ تھا اور نہ ہی ہم نے کبھی اپنی تنگدستی اور غربت کی کسی سے شکایت کی، ہم صبر وشکر سے علمِ دین حاصل کرتے رہے، اب ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ رہا بالآخر ہم نے تین دن اور تین راتیں بھوک کی حالت میں گزار دیں۔ ہماری کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ ہم حرکت بھی نہ کر سکتے تھے۔ چوتھے دن بھوک کی وجہ سے ہماری حالت بہت خراب تھی، ہم نے سوچا کہ اب ہم ایسی حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ ہمیں سوال کرنا جائز ہے کیوں نہ ہم لوگوں سے اپنی حاجت بیان کریں تا کہ ہمیں کچھ کھانے کو مل جائے لیکن ہماری خودداری اور عزت نفس نے ہمیں اس پر آمادہ نہ ہونے دیا کہ ہم لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور اپنی پریشانی ان پر ظاہر کریں، ہم میں سے ہر شخص اس بات سے انکار کرنے لگا کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے لیکن حالت ایسی تھی کہ ہم سب قریب المرگ تھے اور مجبور ہو گئے تھے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ ہم قرعہ ڈالتے ہیں جس کا نام آ گیا وہی سب کے لئے لوگوں سے کھانا طلب کریگا تا کہ ہم اپنی بھوک ختم کر سکیں جب سب کے نام لکھ کر قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ میرے نام نکلا، چنانچہ میں بادلِ نخواستہ لوگوں سے اپنی حاجت بیان کرنے کے لئے تیار ہو گیا لیکن میری غیرت اس بات کی اجازت نہ دے رہی تھی پس میں عزت نفس کی وجہ سے لوگوں کے پاس مانگنے کے لئے نہ جا سکا اور میں نے مسجد کے ایک کونے میں جا کر نماز پڑھنا شروع کر دی اور بہت طویل دو رکعت نماز پڑھی پھر اللہ عزوجل سے اس کے پاکیزہ اور بابرکت ناموں کے وسیلے سے دعا کی کہ وہ ہم سے اس پریشانی اور تکلیف کو دور کر دے اور ہمیں اپنے علاوہ کسی کا محتاج نہ بنائے۔

ابھی میں دعا سے فارغ بھی نہ ہوا تھا کہ مسجد میں ایک حسین وجمیل نوجوان داخل ہوا۔ اس نے نہایت عمدہ کپڑے پہنے تھے، اس کے ساتھ ایک خادم تھا جس کے ہاتھ میں رومال تھا۔ اس نوجوان نے مسجد میں داخل ہوتے ہی پوچھا: تم میں سے حسن بن سفیان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کون ہے؟ یہ سن کر میں نے سجدے سے سر اٹھایا اور کہا: میرا نام حسن بن سفیان ہے، تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟ وہ نوجوان بولا: ہمارے شہر کے حاکم طولون نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور وہ اس بات پر معذرت خواہ ہے کہ تم ایسی سخت تکلیف میں ہو اور اسے معلوم ہی نہیں کہ تمہاری حالت فاقوں تک پہنچ چکی ہے، ہمارا حاکم اپنی اس کوتاہی پر آپ لوگوں سے معافی کا طلبگار ہے، اس نے آپ کے لئے یہ کھانا بھجوایا ہے، کل وہ خود آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کریگا، برائے کرم! آپ یہ کھانا قبول فرمالیں، پھر اس نوجوان نے کھانا اور کچھ تھیلیاں ہمارے سامنے رکھیں جن میں ہم سب احباب کے لئے ایک ایک سو دینار تھے، ہم سب یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔

میں نے اس نوجوان سے کہا: یہ سب کیا قصہ ہے اور تمہارے حاکم کو ہمارے بارے میں کس نے خبر دی ہے؟ تو وہ نوجوان کہنے لگا: میں اپنے حاکم کا خادم خاص ہوں۔ آج صبح جب میں اس کی محفل میں گیا تو اس کے پاس اور بھی بہت سے خدام اور درباری موجود تھے، کچھ دیر بعد ہمارے حاکم طولون نے کہا: میں کچھ دیر خلوت چاہتا ہوں لہٰذا تم سب یہاں سے چلے جاؤ چنانچہ ہم سب اسے تنہا چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کی طرف پلٹ گئے، میں گھر پہنچا اور ابھی میں بیٹھا بھی نہ تھا کہ

امیر طولون کا قاصد میرے پاس آیا، اس نے آتے ہی کہا: تمہیں امیر طولون بلا رہے ہیں، جتنا جلدی ہو سکے ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ میں بہت حیران ہوا کہ ابھی تو وہاں سے آیا ہوں پھر ایسی کیا بات ہوگئی کہ مجھے طلب کیا گیا ہے بہر حال میں جلدی سے حاضر دربار ہوا جب میں اس کے کمرے میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ اکیلا ہی کمرے میں موجود ہے۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے پہلو پر رکھا ہوا ہے اور شدید تکلیف کی حالت میں ہے۔ امیر طولون کے پہلو میں شدید درد ہو رہا تھا جیسے ہی میں ان کے پاس پہنچا تو مجھ سے کہنے لگے: کیا تم حسن بن سفیان اور ان کے رفیق طلباء کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کی: نہیں۔

تو کہنے لگے: فلاں محلہ کی فلاں مسجد میں جاؤ، یہ کھانا اور رقم بھی لے جاؤ اور بصد احترام ان لوگوں کی بارگاہ میں پیش کرنا، وہ دین کے طالب علم تین دن اور تین راتوں سے بھوکے ہیں، اور میری طرف سے ان سے معذرت کرنا کہ میں ان کی حالت سے ناواقف رہا حالانکہ وہ میرے شہر میں تھے میں اپنی اس حرکت پر بہت شرمندہ ہوں، کل میں خود ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی مانگوں گا۔ اس نوجوان نے ہمیں بتایا کہ جب میں نے امیر طولون سے یہ باتیں سنیں تو میں نے عرض کی: حضور! آخر کیا واقعہ پیش آیا ہے اور آپ کو یہ کمر کی تکلیف یکدم کیسے ہوگئی حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے؟

امیر طولون نے مجھے بتایا کہ جب تم لوگ یہاں سے چلے گئے تو میں آرام کے لئے اپنے بستر پر لیٹا، ابھی میری آنکھیں بند ہی ہوئی تھیں کہ میں نے خواب میں ایک شہسوار کو دیکھا جو ہوا میں اس طرح اڑتا آرہا تھا جیسے کوئی شہسوار زمین پر چلتا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، وہ اڑتا ہوا میرے دروازے پر آیا پھر گھوڑے سے اترا اور نیزے کی نوک میرے پہلو میں رکھ دی اور کہنے لگا: فوراً اُٹھو اور حسن بن سفیان اور ان کے رفقاء کو تلاش کرو، جلدی اُٹھو، جلدی کرو، وہ دین کے طلباء راہِ خدا عزوجل کے مسافر تین دن سے بھوکے ہیں اور فلاں مسجد میں قیام فرما ہیں۔

میں نے اس پر اسرار شہسوار سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: میں جنت کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں، اور تمہیں ان دین کے طلباء کی حالت سے خبردار کرنے آیا ہوں، فوراً ان کی خدمت کا انتظام کرو۔ اتنا کہنے کے بعد وہ سوار میری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور میری آنکھ کھل گئی بس اس وقت سے میرے پہلو میں شدید درد ہو رہا ہے۔ تم جلدی کرو اور یہ سارا مال اور کھانا وغیرہ لے کر ان دین کے طلباء کی خدمت میں پیش کر دو تاکہ مجھ سے یہ تکلیف دور ہو جائے۔

حضرت سیدنا حسن بن سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس نوجوان سے یہ باتیں سن کر ہم سب بڑے حیران ہوئے اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا اور اس رحیم وکریم مالک کی عطا پر سربسجود ہو گئے۔

پھر ہم سب دوستوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ابھی رات ہی کو ہمیں اس جگہ سے کوچ کر جانا چاہیے ورنہ ہمارا واقعہ لوگوں میں

مشہور ہوجائے گا اور حاکم شہر ہماری حالت سے واقف ہوکر ہمارا ادب واحترام کریگا، اس طرح لوگوں میں ہماری نیک نامی ہوجائے گی، ہوسکتا ہے پھر ہم ریاکاری اور تکبر کی آفت میں مبتلا ہوجائیں۔ ہمیں لوگوں سے عزت افزائی نہیں چاہیے، ہمیں تو اپنے رب عزوجل کی خوشنودی چاہیے۔ ہم اپنا عمل صرف اپنے مالک حقیقی کے لئے ہی کرنا چاہتے ہیں، لوگوں کے لئے ہم عمل کرتے ہی نہیں اور نہ ہی ہمیں یہ بات پسند ہے کہ ہمارے اعمال سے لوگ واقف ہوں۔ چنانچہ ہم سب دوستوں نے راتوں رات وہاں سے سفر کیا، اس علاقے کو خیرباد کہا، اور ہم مختلف علاقوں میں چلے گئے۔ علمِ دین کی راہ میں ایسی مشقتوں اور تکالیف پر صبر وشکر کرنے کی وجہ سے ہم میں سے ہر ایک اپنے دور کا بہترین محدث اور ماہر فقیہہ بنا اور علم دین کی برکت سے ہمیں بارگاہ خداوندی عزوجل میں اعلیٰ مقام عطا کیا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حَمْدًا کَثِیْرًا۔

پھر جب صبح امیر طولون اس محلے میں آیا اور اسے معلوم ہوا کہ ہم یہاں سے جاچکے ہیں تو اس نے اس تمام محلے کو خریدا اور وہاں ایک بہت بڑا جامعہ بنوا کر اسے ایسے طالب علموں کے لئے وقف کردیا جو وہاں دین کا علم سیکھیں، پھر اس نے تمام طلباء کی خوراک اور دیگر ضروریات اپنے ذمہ لے لیں اور سب کی کفالت خود ہی کرنے لگا تاکہ آئندہ کسی طالب علم کو کبھی ایسی پریشانی نہ ہو جیسی ہمیں ہوئی تھی، ہمیں جو سعادتیں ملیں وہ سب علم دین کی برکت اور ہمارے یقین کامل کا نتیجہ تھیں۔ ہمیں اپنے رب کریم پر مکمل بھروسہ ہے وہ اپنے بندوں کو بے یارومددگار نہیں چھوڑتا، وہ ہم سب کا والی ومالک ہے۔

(عُیُوْنُ الْحِکَایَات ص۱۸۱ تا ۱۸۵)

(1455) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِیَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلٰی حَلْقَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: مَا اَجْلَسَکُمْ؟ قَالُوْا: جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ. قَالَ: آللّٰہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذَاکَ؟ قَالُوْا: مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاکَ. قَالَ: اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُھْمَۃً لَکُمْ، وَمَا کَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِیْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقَلَّ عَنْہُ حَدِیْثًا مِّنِّیْ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰی حَلْقَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ فَقَالَ: "مَا اَجْلَسَکُمْ؟" قَالُوْا: جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ وَنَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا ھَدَانَا لِلْاِسْلَامِ؛ وَمَنَّ بِہٖ عَلَیْنَا. قَالَ: "آللّٰہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذَاکَ؟" قَالُوْا: وَاللّٰہِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاکَ. قَالَ: "اَمَا اِنِّیْ لَمْ

حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ ﷛ مسجد میں ایک حلقہ کے پاس آئے اور فرمایا تمہیں کس چیز نے بٹھایا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں۔ فرمایا: کیا اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہو کہ تم کو صرف اسی مقصد نے بٹھایا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہمیں اسی مقصد نے بٹھایا ہے۔ آپ نے فرمایا: سنو! میں نے تم سے حلف بے اعتمادی سے نہیں لیا۔ اور رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرنے میں تم میں سے کوئی آدمی میری مثل نہیں ہے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ایک حلقہ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا: تم کو کس نے بٹھایا ہے۔ انہوں نے کہا ہم اللہ کا ذکر اور حمد کررہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی

اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ، وَلٰكِنَّهُ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللهَ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلَآئِكَةَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہدایت دی اور اس کے ساتھ ہم پر احسان فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا قسم اٹھاتے ہو کہ تم کو اسی مقصد نے بٹھایا۔ انہوں نے کہا: ہم اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں کہ ہم کو تو اسی مقصد نے ہی بٹھایا ہے فرمایا میں نے تم سے بے اعتمادی کی وجہ سے حلف نہیں لیا۔ لیکن میرے پاس جبرائیل آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، ج۸ص۷۲، رقم: ۷۰۳۲، المعجم الکبیر للطبرانی، باب من اسمه معاویة، ج۱۹ص۳۱۱، رقم: ۱۶۳۷۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی القول یجلسون فیذکرون اللہ عزوجل مالھم من الفضل، ج۵ص۳۶۰، رقم: ۳۳۷۹، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاویة بن أبی سفیان، ج۴ص۹۲، رقم: ۱۶۸۸۱، مصنف ابن ابی شیبة، باب فی ثواب ذکر اللہ عزوجل، ج۱۰ص۳۰۵، رقم: ۳۰۰۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کچھ لوگ مسجد نبوی یا کسی اور مسجد میں ذکر اللہ کے لیے حلقہ بنائے بیٹھے تھے، نماز کے انتظار میں نہ بیٹھے تھے، کیونکہ اس وقت صف بستہ بیٹھنا چاہیئے حلقہ بنانا منع ہے، لہذا یہ حدیث حلقہ بنانے کی ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔

اس طرح کہ ایک صاحب ذکر خیر کر رہے ہیں اور باقی حضرات سن رہے ہیں، گویا مجلس وعظ کی مجلس ہے یا باری باری سے ہر شخص ذکر اللہ کر رہا ہے یا سب ملکر کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھ رہے ہیں۔

پہلا اللہ اصل میں اواللہ تھا ہمزہ استفہامیہ واؤ قسمیہ، واؤ کو الف سے بدل دیا گیا، اور لفظ اللہ کو جر ہے بعض نسخوں میں زبر بھی ہے اس کی دوسری توجیہ ہے یعنی کیا خدا کی قسم تم لوگ صرف ذکر کے لیے ہی بیٹھے ہو دوسرے اللہ کی اصل عبارت یہ ہے اِیْ یا نعم نقسم باللہ۔

یعنی میں نے آپ حضرات کو جھوٹا سمجھ کر قسم نہ لی ہے آپ حضرات صحابہ کرام ہیں صحابہ سب عادل ہیں بلکہ ادائے سنت کے لیے یہ قسم لی ہے۔

کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سالا بھی ہوں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہوں اور کاتب وحی بھی ہوں اسی لیے مولانا روم نے حضرت امیر معاویہ کو مسلمانوں کا امام فرمایا مگر روایت حدیث بہت کم کرتا ہوں احتیاط کے لیے دیکھو حضرت ابوبکر صدیق عمر بھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے مگر آپ نے روایت حدیث بہت کم فرمائیں، اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق سے بھی زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب رہا ہو، بلکہ آپ جن لوگوں سے خطاب کر رہے ہیں یا جو آپ کے زمانہ میں صحابہ موجود تھے ان

کے مقابلہ میں اپنی جزوی فضیلت قرب بیان فرما رہے ہیں۔ خیال رہے کہ جن صحابہ نے حدیث کی روایت بالمعنی جائز سمجھی تھی وہ احادیث زیادہ روایت کرتے تھے اور جن کے نزدیک روایت بالمعنی جائز نہ تھی وہ بہت کم روایت کرتے تھے حضرت امیر معاویہ دوسری جماعت سے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہدایت ایمان ہے اور سب سے بڑا احسان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پاک ہاتھ آجانا ہے، خود فرماتا ہے: بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اور فرماتا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا۔ ایمان اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے سواء کسی اور نعمت پر رب تعالیٰ نے لفظ من ارشاد نہیں فرمایا۔ شعر

رب اعلیٰ کی نعمت پر اعلیٰ درود   حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے شکریہ کے لیے مجلسیں کرنا حلقے بنا کر بیٹھنا سنت صحابہ ہے یہ حدیث مجلس میلاد شریف کی اصل ہے۔

کیونکہ ہر مؤمن پر عموماً اور صحابہ کرام پر خصوصاً بدگمانی کرنا جائز نہیں بلکہ یہ قسم نہیں تمہاری عظمت وعزت کے اظہار کے لیے ہے۔

اس طرح کہ فرشتوں سے فرما رہا ہے میرے ان بندوں کو دیکھو کہ نفس وشیطان کے تسلط میں ہیں، دنیاوی رکاوٹیں موجود ہیں، شہوت وغضب رکھتے ہیں اتنی رکاوٹیں ہوتے ہوئے سب پر لات مار کر میرا ذکر کر رہے ہیں یقیناً تمہارے ذکر سے میرا یہ ذکر افضل ہے، چونکہ فرشتوں ہی نے انسان کی شکایت کی تھی کہ وہ خون ریز وفسادی ہوگا اس لیے انہی کو یہ سنایا جا رہا ہے کہ دیکھو اگر انسان میں فسادی ہیں تو ایسے نمازی وغازی بھی ہیں جو نفس وشیطان وطغیان وکفار سب سے ہی جہاد کرتے رہتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۰۲)

105- بَابُ الذِّکْرِ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَالْمَسَاءِ

صبح وشام اللہ تعالیٰ کا ذکر کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَاذْکُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ) (الاعراف: 205)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: "الْاٰصَالُ": جَمْعُ اَصِیْلٍ، وَهُوَ مَا بَیْنَ الْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ.

اہل لغت نے کہا ہے کہ "الاصال" اصیل کی جمع ہے اور یہ عصر اور مغرب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔

شرح: حضرتِ صدر الافاضل سیّدنا مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں: شام عصر و مغرب کے درمیان کا وقت ہے ان دونوں وقتوں میں ذکر افضل ہے کیونکہ نمازِ فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور اسی طرح نمازِ عصر کے بعد غروب تک نماز ممنوع ہے اس لئے ان وقتوں میں ذکر مُستحب ہوا تا کہ بندے کے تمام اوقات قربت و طاعت میں مشغول رہیں۔ (خزائن العرفان)

• وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا) (طٰهٰ: 130).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔

وقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ) (المؤمن: 55).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ "الْعَشِيُّ": مَا بَيْنَ زَوَالِ الشَّمْسِ وغُرُوْبِهَا.

اہل لغت نے کہا کہ "العشی" زوال اور غروب آفتاب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ) الْاٰية (النور: 36- 37).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں اُلٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ) (صٓ: 18).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ مسخر فرمادیئے کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے۔

(1456) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِيْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، مِئَةَ مَرَّةٍ لَمْ يَاْتِ اَحَدٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِهٖ، اِلَّا اَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ اَوْ زَادَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح و شام سو سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہا۔ روز حشر اس سے زیادہ فضیلت والا عمل کوئی نہ لائے گا۔ لیکن وہ شخص جس نے اسی کلمہ کو اتنی بار یا زیادہ کہا ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء، ج۸ص۶۹، رقم: ۷۰۱۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی

فضل التسبیح والتکبیر والتھلیل والتحمید، ج۵ص۵۱۲ رقم: ۳۴۶۹ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ج۲ص۳۷۱ رقم: ۸۸۲۱ مشکوۃ المصابیح، باب ثواب التسبیح والتحمید، الفصل الاول، ج۲ص۱۸ رقم: ۲۲۹۷)

شرح حدیث: دو رحمتوں سے فضل

حضرتِ سیدنا زید بن سہل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جس نے لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ یا یہ فرمایا، اس کے لئے جنت واجب ہوجائے گی، اور جس نے سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہا اللہ عزوجل اسکے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر تو ہم میں سے کوئی بھی ہلاکت میں مبتلاء نہ ہوگا۔ فرمایا، کیوں نہیں! تم میں سے ایک شخص بے شمار نیکیاں لے کر آئے گا کہ اگر ان نیکیوں کو کسی پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو اس سے بھی زیادہ وزنی ہوجائیں پھر نعمتیں آئیں گی اور ان تمام نیکیوں کو لے جائیں گی پھر اللہ عزوجل اپنی دو رحمتوں سے فضل فرمائے گا۔ (المستدرک، کتاب التوبۃ، باب من قال لا الٰہ الا اللہ وجبت لہ الجنۃ، رقم ۷۷۱۴، ج ۵، ص ۳۵۶)

(1457) وَعَنْهُ، قَالَ: جَآءَ رجلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَقِيْتُ مِنْ عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِي الْبَارِحَةَ! قَالَ: "اَمَا لَوْ قُلْتَ حِيْنَ اَمْسَيْتَ: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ: لَمْ تَضُرَّكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے گزشتہ رات بچھو کاٹنے سے شدید تکلیف پہنچی۔ آپ نے فرمایا: سن! اگر تو شام کو کہہ لیتا۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ میں اللہ تعالیٰ سے پورے کلمات کے ساتھ تمام مخلوقات کے شر سے پناہ پکڑتا ہوں تو وہ تم کو ضرر نہ دیتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء وغیرہ، ج۴ص۷۶ رقم: ۷۰۵۵ مؤطا امام مالك، باب ما یؤمر به من التعوذ، ج۲ص۴۵۱ رقم: ۱۷۰۶ سنن ابو داؤد، باب کیف الرقی، ج۴ص۱۹ رقم: ۳۹۰۰ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث رجل من اسلم رضی اللہ عنہ، ج۵ص۴۳۰ رقم: ۲۳۷۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مَا موصولہ ہے اور جملہ مبتداء ہے جس کی خبر پوشیدہ ہے یعنی مجھے جتنی تکلیف پہنچی بیان نہیں کرسکتا یا مَا استفہامیہ ہے اور استفہام تعجب کے لیے یعنی تعجب ہے کہ مجھے کتنی تکلیف پہنچی۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا ہمیشہ ہی پڑھنی چاہیے، صبح کے وقت پڑھ لینے سے شام تک زہریلی چیزوں سے امن ہے اور شام کو پڑھ لینے سے صبح تک امن۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴۱)

(1458) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صبح کے وقت

وَسَلَّمَ، اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا اَصْبَحَ: "اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا، وَبِكَ اَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوْتُ، وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ". وَاِذَا اَمْسٰى قَالَ: "اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا، وبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوْتُ. وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

یہ کہا کرتے تھے' اے اللہ! تیری ہی (رحمت) کی وجہ سے ہم صبح کرتے ہیں اور تیری ہی (رحمت) کی وجہ سے ہم شام کرتے ہیں' اور تیری ہی وجہ سے ہم زندہ رہتے ہیں اور تیری ہی وجہ سے ہم مرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہم نے اکٹھے ہونا ہے۔اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا اصبه، ج۴ص۴۷۶، رقم: ۵۰۷۰ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح واذا امسی، ج۵ص۴۶۶، رقم: ۳۳۹۱ الادب المفرد للبخاری، باب ما یقول اذا اصبح، ج۱ص۴۱۱، رقم: ۱۱۹۹ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما یستحب ان یدعو به اذا اصبح، ج۱۰ص۲۴۰، رقم: ۲۹۸۹۱ اتحاف الخیرہ المھرۃ للبوصیری، باب ما یقوله اذا اصبح واذا أمسی، ج۶ص۳۹۹، رقم: ۶۰۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ انسان کے مرنے پر تعجب نہیں بلکہ اس کی زندگی حیرت ناک ہے کیونکہ اندرونی اور بیرونی دشمن اتنے ہے کہ خدا کی پناہ! اتنے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود اس کا زندہ رہنا اللہ کی قدرت ہی ہے۔اس دعائے شریف کا یہ یہی مطلب ہے کہ خدایا تیرے ہی کرم اور مہربانی سے ہم شام سے سویرا پالیتے ہیں اور سویرے سے شام، ہماری زندگی اور موت تیرے ہی قبضہ میں ہے، یہ معنے تو بالکل ظاہر ہیں، یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ خدایا ہماری زندگی وموت نفس دنیا یا شیطان کے لیے نہیں بلکہ الحمدللہ تیری عبادت کے لیے ہے۔

نشور نشر سے بنا بمعنی پھیلنا، اسی سے ہے منتشر، چونکہ قیامت کی زندگی پھیلے ہوئے بکھرے ہوئے اجزاء کو جمع کرکے ہوگی اس لیے اس زندگی کو نشور کہا جاتا ہے اسی لیے مرقات وغیرہ نے اس کا ترجمہ کیا بعث بعد الموت۔ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ دنیا میں کافر، مؤمن، منافق سب جمع ہیں مگر قیامت میں سب چھٹ جائیں گے کہ حکم ہوگا وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ اس لیے اس اٹھنے کا نام نشور ہے اسی وجہ سے مرقات نے اس کے معنے کیے والتفرق بعد الجمع۔

(مرآۃ المناجیح، ج۴ص۸)

(1459) وَعَنْهُ: اَنَّ اَبَا بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْنِيْ بِكَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ اِذَا اَصْبَحْتُ وَاِذَا اَمْسَيْتُ، قَالَ: "قُلْ: اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ والشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّمَلِيْكَهٗ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ،

اور انہی سے یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے ایسے کلمات بتائیں جو میں صبح اور شام پڑھا کروں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کہا کرو: اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے' غیب اور ظاہر کے جاننے

اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطٰنِ وَشِرْكِهٖ قَالَ: "قُلْهَا اِذَا اَصْبَحْتَ، وَاِذَا اَمْسَيْتَ، وَاِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

والے ہر شے کے ربّ اور اس کے مالک! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنی ذات کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے۔ آپ نے فرمایا اور جب تو صبح کرو اور شام کرو اور جب اپنے بستر پر آئے تو یہ پڑھا کرو۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا اصبح، ج۴ص۴۲۶، رقم: ۵۰۶۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح واذا أمسی، ج۵ص۳۶۷، رقم: ۳۳۹۲، المستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل، ج۲ص۱۷۱، رقم: ۱۸۹۲، سنن النسائی الکبری، باب فاطر السموات والارض، ج۴ص۴۰۲، رقم: ۷۶۹۹، مسند ابی یعلی، مسند ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، ج۱ص۷۸، رقم: ۷۷)

شرح حدیث: اول وآخر میں بھلائی

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، انسان کے دو محافظ فرشتے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دن اور رات میں لکھے گئے اعمال اٹھا کر لے جاتے ہیں تو جب اللہ عزوجل صحیفہ کے اول وآخر میں بھلائی دیکھتا ہے تو فرشتوں سے فرماتا ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے بندے کے صحیفے کے دونوں کناروں کے درمیان جو کچھ ہے اسے معاف کر دیا۔ (سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ۹، رقم ۹۸۳، ج ۲، ص ۲۹۵)

(1460) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمْسٰى قَالَ: "اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ قَالَ الرَّاوِيُّ: اَرَاهُ قَالَ فِيْهِنَّ: "لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، رَبِّ اَسْاَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا، رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ، وَسُوْءِ الْكِبَرِ، رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ، وَعَذَابٍ فِي

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب شام ہوتو یہ پڑھا کرتے: ہمارے لیے شام ہوگئی اور اللہ کی بادشاہی میں بھی شام ہوگئی اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ راوی حدیث نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی حمد ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اے میرے رب! میں تجھ سے اس کی رات کی بھلائی اور اس کے بعد آنے والی بھلائی کا سوال

الْقَبْرِ"، وَاِذَا اَصْبَحَ قَالَ ذٰلِكَ اَيْضًا "اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کرتا ہوں۔ اور میں اس رات کے شر اور اس کے بعد آنے والے شر کی تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، سستی سے بڑھاپے کی بری حالت سے، اے میرے رب! میں دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور عذاب قبر کی۔ اور جب آپ ﷺ صبح کرتے تو بھی یہی پڑھتے: کہ ہمارے لیے صبح ہوگئی اور اللہ کی بادشاہی میں بھی صبح ہوگئی۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل، ج۸ص۸۲، رقم: ۷۰۸۲، سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا اصبح، ج۴ص۴۷۸، رقم: ۵۰۷۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح واذا أمسی، ج۵ص۴۶۵، رقم: ۳۳۹۰، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱ص۴۴۰، رقم: ۴۱۹۲، مصنف ابن ابی شیبة، باب ما یستحب ان یدعو اذا اصبح، ج۶ص۳۵، رقم: ۲۹۲۷۶)

شرح حدیث: جو گناہ ہیں انہیں مت لکھو

حضرت سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے دن کی ابتداء کسی اچھے کام سے کی اور اپنے دن کو اچھے کام ہی پر ختم کیا تو اللہ عزوجل اپنے فرشتوں سے فرمائے گا، ان دونوں کے درمیان جو گناہ ہیں انہیں مت لکھو۔

(مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب مایقول اذا اصبح واذا امسی، رقم ۱۶۹۸۳، ج ۱۰ ص ۱۴۸)

(1461) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خُبَيْبٍ - بِضَمِّ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اقْرَأْ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُمْسِيْ وَحِيْنَ تُصْبِحُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت عبداللہ بن خبیب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ صبح اور شام کے وقت تم تین دفعہ سورۂ اخلاص، اور سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ لیا کرو تیرے لیے ہر شے سے کفایت کریں گے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا اصبح، ج۴ص۴۸۲، رقم: ۵۰۸۲، سنن ترمذی، باب فی انتظار الفرج وغیر ذلك، ج۵ص۵۶۷، رقم: ۳۵۷۵، مسند عبد بن حمید، احادیث عبداللہ بن خبیب، ص۱۶۸، رقم: ۴۹۴، شعب الایمان، باب تخصیص المعوذتین بالذکر، ج۲ص۵۱۵، رقم: ۲۵۷۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو آگے بڑھ گئے ہم لوگ پیچھے رہ گئے تو ہم نے رفتار تیز کر دی تا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جائیں۔ چنانچہ ہم اپنے مطلوب ومحبوب تک پہنچ گئے اور اپنے مدعا کو پالیا۔

ہمارے سلسلہ میں ایک عمل ہے کہ بعد نماز فجر ومغرب حسب ذیل سورتیں پڑھ لیا کرے سورہ حشر کا آخری رکوع، اذا زلزلت الارض، قل یاایھا الکفرون، قل ھو اللہ احد، تین بار فلق، ناس ہمیشہ اس پر عمل کرے ان شاء اللہ دنیاوی مصیبتوں سے محفوظ رہے گا اور ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا اور مرتے وقت اپنی جنت کی جگہ خواب میں دیکھ لے گا اور قریب موت اسے خواب میں اطلاع دے دی جائے گی کہ تیرا وقت قریب ہے تیاری کرلے فقیر نے یہ عمل اپنے بزرگوں سے پایا ہے اور بحمدہٖ تعالٰی اس پر عامل ہے اس کے نتائج کی اپنے رب سے امید رکھتا ہے اللہ نصیب کرے۔

یعنی تجھ سے ہر آفت کے ٹالنے اور ہر مصیبت کو دفع کرنے میں کافی ہوں گی یا تجھے ہر وردوظیفے سے غنی کر دیں گی کہ ان کے ہوتے تجھے دفع ضرر کے لیے اور کوئی وظیفہ کرنا نہ پڑے گا اس دوسرے معنے کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ ان سورتوں سے بہتر کوئی تعویذ نہیں یہ بہترین تعویذ وامان ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۸۸)

(1462) وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَّقُوْلُ فِيْ صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَّمَسَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ: بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، اِلَّا لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْءٌ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی ہر روز صبح اور شام تین دفعہ یہ پڑھ لے۔ اللہ کے نام سے وہ جس کے نام سے کوئی چیز نقصان نہیں دیتی۔ زمین میں اور نہ آسمان میں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے تو اسے کوئی چیز بھی نقصان نہیں دے گی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا اصبح، ج ۴ ص ۳۸۴ رقم: ۵۰۹۰ سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح واذا أمسی، ج ۵ ص ۳۶۵ رقم: ۳۳۸۸ المستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل، ج ۱ ص ۶۹۵ رقم: ۱۸۹۵ سنن ابن ماجه، باب ما يدعو به الرجل اذا اصبح واذا أمسی، ج ۲ ص ۱۲۷۳ رقم: ۳۸۶۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہ دعا مجرب ہے، فقیر بفضل رب قدیر اس کا عامل ہے، الحمد للہ اس کی برکت سے ہر آفت سے امن رہا ہے، صبح پڑھ لو شام تک حفاظت ہے اور شام کو پڑھو تو صبح تک امن۔

حضرت ابان ابن عثمان فرماتے ہیں لوگوں نے آپ سے یہ حدیث سنی تھی ان سے کوئی تعجب کرکے آپ کو دیکھنے لگا کہ

آپ تو یہ حدیث روایت کرتے تھے اور یقین ہے کہ آپ اس پر عامل بھی ہوں گے اور یہ دعا پڑھتے بھی ہوں گے پھر آپ پر فالج کا اثر کیوں ہو گیا اور اس آفت سے آپ امن میں کیوں نہ رہے، حضرت ابان ان کا تعجب سمجھ گئے اس لیے آپ نے وہ جواب دیا سبحان اللہ! کیا پاکیزہ فرمان ہے کہ حدیث سچی حدیث والے محبوب سچے ارادۂ الٰہی برحق، جس دن مجھے فالج ہونے والا تھا اس دن میں یہ عمل پڑھنا ہی بھول گیا تھا اس لیے یہ فالج ہوا۔

یہ الفاظ گزشتہ الفاظ کی گویا شرح ہے کہ اس دعا کی برکت سے ناگہانی بیماری اور زہریلے جانور کے کاٹنے اور دوسری اچانک آفتوں سے حفاظت رہتی ہے دوسری قسم کی مصیبت آسکتی ہے۔ خیال رہے کہ کسی دعا سے موت نہیں ٹل سکتی وہ تو یقینی آتی ہے جسے کوئی تدبیر نہیں ٹال سکتی نہ دعا، نہ دوا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ فجاءت سے مراد کوئی بڑی آفت ہے جو انسان کو گھبرا دے، اچانک ہو یا آہستہ، معمولی تکالیف و بیماریاں تو انسان کو لگی ہی رہتی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۰)

106- بَابُ مَا يَقُوْلُهٗ عِنْدَ النَّوْمِ

سوتے وقت کیا پڑھے؟

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) (آل عمران: 190-191) الْاٰيَات۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔

(1463) وَعَنْ حُذَيْفَةَ، وَاَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ، قَالَ: "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيَا وَاَمُوْتُ"۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت حذیفہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے: "اللہ کے نام سے میں زندہ ہوتا (جاگتا) ہوں اور مرتا (سوتا) ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وضع الید الیمنی الاخذ الایمن، ج۸ص۶۹، رقم: ۶۳۱۴، الاداب للبیہقی، باب ما یقول اذا اراد ان ینام واذا استیقظ، ج۱ص۳۱۶، رقم: ۶۸۲، سنن ابوداؤد، باب ما یقال عند النوم، ج۴ص۴۷۱، رقم: ۵۰۵۱، سنن ابن ماجه، باب ما یدعو به اذا انتبه من اللیل، ج۲ص۱۲۷۷، رقم: ۳۸۸۰، سنن الدارمی، باب ما یقول اذا انتبه من نومه، ج۲ص۳۷۷، رقم: ۲۶۸۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا بستر شریف قبر کے رُخ بچھایا جاتا ہے کہ قبلہ کے داہنے سر مبارک ہوتا اور قبلہ کے بائیں پاؤں شریف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی کروٹ پر لیٹتے، داہنا ہاتھ داہنے رخسارہ کے نیچے رکھتے تھے۔ قبر میں میت کی ہیئت بھی یہ ہی ہوتی ہے، چونکہ نیند موت کا نمونہ ہے اسی لیے حضور علیہ السلام کا بستر قبر کے نمونہ کا ہوتا تھا تاکہ لیٹنے کے وقت موت یاد آئے کہ کبھی

قبر میں بھی لیٹنا ہے۔

یہاں موت و زندگی سے مراد سونا جاگنا ہے، رب تعالیٰ کا نام شریف ممیت بھی ہے اور محیی بھی یعنی ممیت کے نام پر مروں گا اور محیی کے نام پر جیوں گا یعنی بیدار ہوں گا کہ میرے یہ دو حال تیرے ان دو ناموں کا مظہر ہیں۔ (مرقات)

یعنی یہ جاگنا یہ کل قیامت میں اٹھنے کی دلیل ہے۔ نشور نشر سے بنا بمعنی متفرق ہونا، پھیل جانا، اسی سے انتشار اور منتشر بنا، جاگنے کو نشور اسی لیے کہتے ہیں کہ بندے جاگ کر طلب رزق وغیرہ کے لیے پھیل جاتے ہیں اور بکھر جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ عربی میں نیند، سکون، بے عقلی، جہالت، بھیک مانگے ے، گناہ، بڑھاپے، ناگوار حالت جیسے ذلت، فقر وغیرہ کو موت کہہ دیتے ہیں اور ان کے مقابل کو حیات یعنی زندگی، یہاں موت بمعنی نیند ہے اور احیاء بمعنی بیداری، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَوَ مَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ اور فرماتا ہے: اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ان دونوں آیتوں میں موت سے مراد جہالت ہے اور میت سے مراد جاہل و کافر۔ (مرقات ولمعات) (مراٰۃ المناجیح، ج ۴ ص ۲)

(1464) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ وَلِفَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: "اِذَا اَوَيْتُمَا اِلٰى فِرَاشِكُمَا - اَوْ اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا - فَكَبِّرَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ: التَّسْبِيْحُ اَرْبَعًا وَثَلَاثِيْنَ، وَفِيْ رِوَايَةٍ: التَّكْبِيْرُ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب تم اپنے بستروں پر آؤ اور لیٹ جاؤ تو تینتیس دفعہ اللہ اکبر، اور تینتیس دفعہ سبحان اللہ اور تینتیس دفعہ الحمد للہ پڑھا کرو اور ایک روایت میں سبحان اللہ چونتیس دفعہ ہے اور ایک روایت میں اللہ اکبر چونتیس دفعہ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التکبیر والتسبیح عند المنام، ج۸ص۷۰، رقم: ۶۳۱۸ صحیح مسلم، باب التسبیح اول النہار وعند النوم، ج۸ص۸۴، رقم: ۷۰۹۰ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب ما یستحب لہا رعایتہ لحق زوجہا وان لم یلزمہا شرعا، ج۱ص۷۹، رقم: ۱۳۰ سنن ابوداؤد، باب فی التسبیح عند النوم، ج۴ص۴۷۴، رقم: ۵۰۶۴ مسند امام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۳۶، رقم: ۱۱۴۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت فاطمہ زہرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی پیاری چہیتی صاحبزادی تھیں، شادی سے پہلے کام کاج نہ کیا تھا، حضرت علی کے ہاں آ کر تمام کام کرنے پڑے، کام سے کپڑے کالے اور چکی سے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے جو پھوٹ کر زخم بن گئے تھے۔ شعر

آئیں جب خاتون جنت اپنے گھر ۔۔۔ پڑ گئے سب کام ان کی ذات پر
کام سے کپڑے بھی کالے پڑ گئے ۔۔۔ ہاتھ میں چکی سے چھالے پڑ گئے

اس دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کے گھر تھا اس لیے خاتون جنت انہیں کے گھر تشریف لائیں مگر اتفاقاً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تھے دولت خانے میں نہ تھے اس لیے والدہ ماجدہ سے عرض کر کے واپس ہو گئیں۔ شعر

پر نہ تھے دولت کدہ میں شاہ دیں　　　والدہ سے عرض کر کے آ گئیں

خود حضرت علی نے حضرت خاتون جنت کو بتایا تھا کہ آج قیدی غلام حضور کے ہاں آئے ہیں، حضور غلام بانٹ رہے ہیں ایک لونڈی تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگ لو جو گھر کا کام کاج کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شادی کے بعد بھی اولاد ماں باپ سے مانگ سکتی ہے، اس میں نہ گناہ ہے نہ شرم۔

شعر

گھر میں جب آئے حبیب کبریا　　　والدہ نے ماجرا سارا کہا

فاطمہ چھالے دکھانے آئی تھیں　　　گھر کی تکلیفیں سنانے آئی تھیں

ایک لونڈی آپ اگر ان کو بھی دیں　　　چکی اور چولہے کے دکھ سے وہ بچیں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو حضرت عائشہ کو کچھ جواب دیا، نہ دن میں حضرت فاطمہ کے ہاں تشریف لائے رات کو سوتے وقت تشریف لائے تو بستر فاطمہ پر اس طرح تشریف فرما ہوئے کہ ایک قدم فاطمہ پر تھا دوسرا جناب علی کے سینہ پر انوار پر، اس سینہ کے قربان جو قدم رسول چومے۔

لونڈی خادم کا فائدہ تم کو صرف دنیا میں پہنچے گا مگر اس دعا کا فائدہ دنیا، قبر، حشر ہر جگہ پاؤ گی، حضور نے انہیں خادم کیوں نہ عطا فرمایا۔ شعر

شب کو آئے مصطفٰی زہرا کے گھر　　　اور کہاں دختر سے اے جان پدر

ہیں یہ خادم ان یتیموں کے لیے　　　باپ جن کے جنگ میں مارے گئے

تم پہ سایہ ہے رسول اللہ کا　　　آسرا رکھو فقط اللہ کا

اس کا نام تسبیح فاطمہ ہے جو تمام سلسلوں میں خصوصاً سلسلہ قادریہ میں بہت معمول ہے، اس تسبیح کے لیے عام تسبیحوں میں ہر ۳۳ دانہ پر چھوٹا امام پڑا ہوتا ہے۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو حضرت ابو بکر پر اس لیے طعن کرتے ہیں کہ انہوں نے فاطمہ زہرا کا مطالبہ پورا نہ کیا انہیں میراث نہ دی جس سے ان کے دل کو تکلیف پہنچی، وہ آج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا فتویٰ دیں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۶)

(1465) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَوٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر لیٹنے

أَحَدُكُمْ إِلَى فِرَاشِهِ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ: بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي، وَبِكَ أَرْفَعُهُ، إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا، وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا، فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

لگے۔ تو اس کو چاہیے کہ بستر کو چادر کے کنارے سے جھاڑے کیونکہ اس کو یہ علم نہیں کہ اس کے بعد اس پر کیا چیز آئی۔ پھر کہے تیرے نام کے ساتھ اے میرے رب میں اپنا پہلو رکھتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ ہی اس کو اٹھاؤں گا۔ اگر تو میری جان کو روک لے تو اس پر رحم کرنا اور اگر اس کو چھوڑے تو اس کی حفاظت اس طرح کر جس طرح تو اپنے صالح بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التعوذ والقرأة عند المنام، ج۸ص۷۰، رقم: ۶۳۲۰صحیح مسلم، باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع، ج۸ص۷۹، رقم: ۷۰۶۴سنن ابوداؤد، باب ما یقال عند النوم، ج۴ص۳۷۲، رقم: ۵۰۵۲مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ج۲ص۳۲۲، رقم: ۹۴۵۰سنن النسائی الکبری، باب وما یقول من یفزع فی منامه، ج۶ص۱۹۸، رقم: ۱۰۶۲۷)

شرح حدیث: سونے جاگنے کی سنتیں اور آداب

نیند بھی ایک طرح کی موت ہے۔ جب بھی ہم سونے لگیں تو ہمیں ڈر جانا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنکھ ہی نہ کھلے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہی سوتے نہ رہ جائیں۔ لہٰذا روزانہ سونے سے پہلے بھی اپنے گناہوں سے توبہ کر لینی چاہیے۔ پیارے اسلامی بھائیو! اگر ہم سنت کے مطابق دعائیں وغیرہ پڑھ کر سوئیں تو ان شاء اللہ عزوجل ہمیں سونے کا بھی کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہو ہی جائے گا۔ اب سونے اور جاگنے کے بارے میں سنتیں اور آداب وغیرہ بیان کی جاتی ہیں:

(۱) سونے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھ کر بستر کو تین بار جھاڑ لیں تاکہ کوئی موذی شے یا کیڑا وغیرہ ہو تو نکل جائے۔

(۲) سونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لینا سنت ہے۔ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰ ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں تیرے نام کے ساتھ ہی مرتا ہوں اور جیتا ہوں (یعنی سوتا اور جاگتا ہوں)۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب مایقول اذانام، الحدیث ۶۳۱۲، ج ۴، ص ۱۹۲)

(۳) الٹا یعنی پیٹ کے بل نہ سوئیں۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو پیٹ کے بل لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب النھی عن الاضطجاع علی الوجہ، الحدیث ۳۷۲۳، ج ۴، ص ۲۱۴)

(۴) دائیں کروٹ لیٹنا سنت ہے۔ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی خواب گاہ پر تشریف لے جاتے تو اپنا سیدھا ہاتھ مبارک سیدھے رخسار شریف کے نیچے رکھ کر لیٹتے۔

(شمائل الترمذی، کتاب الشمائل، باب ماجاء فی صفۃ نوم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ، الحدیث ۲۵۳، ج ۵، ص ۵۴۹)

(۵) قرآن مجید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے نہ پاؤں پھیلائے جائیں، نہ پاؤں کو اس سے اونچا کریں، نہ یہ کہ خود اونچی جگہ پر ہو اور قرآن مجید نیچے ہو۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۶،ص ۱۱۹) ہاں اگر قرآن پاک اور مقدس طغرے وغیرہ اونچی جگہ ہوں تو اس سمت پاؤں کرنے میں مضایقہ نہیں۔ (الفتاوی الھندیہ، ج ۵،ص ۳۲۲)

(۶) کبھی چٹائی پر سوئیں تو کبھی بستر پر کبھی فرشِ زمین پر ہی سوجائیں۔

(۷) جاگنے کے بعد یہ دعا پڑھیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا نام، الحدیث ۶۳۱۲، ج ۴، ص ۱۹۲)

(1466) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ نَفَثَ فِیْ یَدَیْهِ، وَقَرَاَ بِالْمُعَوِّذَاتِ، وَمَسَحَ بِهِمَا جَسَدَهٗ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِهٖ كُلَّ لَیْلَةٍ جَمَعَ كَفَّیْهِ، ثُمَّ نَفَثَ فِیْهِمَا فَقَرَاَ فِیْهِمَا: "قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ، یَبْدَاُ بِهِمَا عَلٰی رَاْسِهٖ وَوَجْهِهٖ، وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ، یَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: "اَلنَّفْثُ نَفْخٌ لَّطِیْفٌ بِلَا رِیْقٍ".

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر لیٹتے تو اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونک مارتے اور معوذات پڑھتے تھے اور دونوں ہاتھوں کو جسم پر پھیرتے تھے۔ (متفق علیہ) اور ایک اور متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر کی طرف پناہ لیتے تو ہر رات دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے پھونک مارتے ان دونوں میں قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھتے۔ پھر جہاں تک ہوسکتا اپنے جسم پر ہاتھ پھیرتے اور اہل لغت نے کہا کہ "النّفث" وہ لطیف پھونک ہے جس میں تھوک نہ ہو اور آپ اپنے سرانور اور چہرہ سے ابتداء کرتے اور اپنے جسم کے اگلے حصہ پر آپ یہ تین مرتبہ کرتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التعوذ والقراۃ عند المنام، ج۴ص۷۰، رقم: ۶۳۱۹ صحیح مسلم، باب رقیۃ المریض بالمعوذات والنفث، ج۷ص۱۶، رقم: ۵۸۳۵ سنن ابن ماجه، باب ما یدعو به اذا أوی الی فراشه، ج۲ص۱۲۷۵، رقم: ۳۸۷۵ المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه محمد، ج۵ص۲۰۱، رقم: ۵۰۷۹ سنن النسائی الکبری، باب وما یقول من یفزع فی منامه، ج۶ص۱۹۷، رقم: ۱۰۶۲۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہر رات کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ عمل دن کے قیلولہ میں نہ کرتے تھے، صرف رات کو سوتے وقت کرتے تھے، بستر سے مراد خوابگاہ ہے لہذا اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جنگل میں بھی رات کو سوتے تو یہ عمل کر کے سوتے۔

نفخ اور نفث دونوں کے معنے ہیں پھونکنا مگر نفخ میں محض سانس نکالنا ہوتا ہے اور نفث میں سانس کے ساتھ کچھ لعاب دہن بھی شامل ہوتا ہے۔

یہاں فقراء کی ف ایسی ہے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان: فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ یا جیسے اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ یعنی جب بستر پر لیٹتے اور دم کرنا چاہتے تو یہ سورتیں پڑھتے۔ یہ مطلب نہیں کہ دم تو پہلے کر لیتے اور سورتیں بعد میں پڑھتے لہذا ہمارا ترجمہ درست ہے ف کے خلاف نہیں بعض نسخوں میں ونفث واو سے ہے، تب تو بالکل واضح ہے۔

تاکہ قرآن کی برکت کے ساتھ اپنے سانس اور ہاتھ شریف کی برکتیں بھی شامل ہو جائیں، اس سے بزرگوں کا دم درود یا مرض کی جگہ ہاتھ رکھ کر یا ہاتھ پھیر کر دم کرنا ثابت ہوا۔

ہم کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیئے اس سے آفات سے حفاظت رہتی ہے۔

یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی مگر ہم اسے باب المعراج میں بیان کریں گے کیونکہ وہ اس باب سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۵۷)

(1467) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّاْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلٰوةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ، وَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ، وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ، رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ، فَاِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو نماز کے وضو جیسا وضو کرو پھر دائیں پہلو پر لیٹو اور کہو اے اللہ میں نے اپنا آپ تیرے سپرد کیا' اپنا چہرہ تیری طرف کیا' اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا' اور اپنی پیٹھ تیری طرف کر دی تیری ذات کی رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے تیرے سوا میرا نہ کوئی ٹھکانہ ہے اور نہ ہی کوئی جائے پناہ۔ میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے نبی پر جو تو نے بھیجا' پس اگر (اے بندے) تجھے موت آ گئی تو تو فطرت پر مرا اور ان کلمات کو آخر پر کہنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من بات علی الوضوء، ج ۱ ص ۵۸، رقم: ۲۴۷، صحیح مسلم، باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع، ج ۲ ص ۷۷۷، رقم: ۷۰۵۷، الاداب للبیھقی، باب کیف ینام وما یقول عند النوم، ص ۳۰۶، رقم: ۶۷۱، سنن ابن ماجه، باب ما یدعو به اذا أوی الی فراشه، ج ۲ ص ۱۲۷۵، رقم: ۳۸۷۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند البراء بن عازب رضی الله عنه، ج ۴ ص ۳۰۰، رقم: ۱۸۶۰۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نفس سے مراد ذات یا جان ہے اور وجہ سے مراد چہرہ یا توجہ یا دل کا رخ یا ان دونوں جملوں میں اپنے ظاہر و باطن کی طرف اشارہ ہے یعنی الٰہی میرا باطن بھی تیرے مطیع ہے کہ اس میں ریاء (شرک) سرکشی نہیں اور میرا ظاہر بھی تیرا فرمانبردار کہ میرا کوئی عضو باغی نہیں، غرضکہ میرا اپنا کچھ نہیں، سب کچھ تیرا ہے سوتے وقت یہ کلمات اس لیے عرض کیے تاکہ معلوم ہوا کہ میرا سونا بھی تیرے حکم کے ماتحت ہے۔ (لمعات وغیرہ)

لہٰذا مجھے اندرونی و بیرونی آفات سے بچالے اور میری معاش و معاد اچھی کر دے، رغبت تو تفویض کے لحاظ سے ہے اور ہیبت الجائت کے اعتبار سے ہے، چونکہ بیداری میں انسان کچھ ذمہ دار ہوتا ہے اور بااختیار مگر سو جانے پر سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اسی لیے اس موقعہ پر یہ دعا بہت ہی موزوں ہے، نیز سوتے وقت یہ خبر نہیں ہوتی کہ اب سویرے کو اٹھوں گا یا قیامت میں اس لیے یہ کہہ کر سونا بہتر ہے کہ خدایا اب سب کچھ تیرے سپرد۔ شعر

سپردم تبو مایہ خویش را　　　　تو دانی حساب کم وبیش را

یعنی تیرے غضب سے پناہ صرف تیری رحمت کے دامن میں ہی مل سکتی ہے اور تیری پکڑ سے رہائی صرف تو ہی دے سکتا ہے، تیرے غضب کی آگ کو صرف تیری رحمت ہی کا پانی بجھا سکتا ہے، اگر تو عدل کرے تو اونچے اونچے کانپ جائیں اگر فضل فرمائے تو گنہگاروں کی بھی امید بندھ جائے۔ شعر

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اچیاں شاناں والے　　　　فضل کریں تو بخشے جاون میرے جیہے منہ کالے

کتاب سے مراد قرآن شریف ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ الفاظ ہماری تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ میں اپنی رسالت پر ایمان لایا، نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات یعنی نبوت و رسالت وغیرہ کا علم حضور کے لیے علم حضوری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں کے لیے عین ایمان ہیں جیسے اللہ تعالٰی اپنی توحید و صفات کو جانتا تو ہے مگر اسے موحد یا مؤمن اس معنے سے نہیں کہہ سکتے، یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت و رسالت کو جانتے تو ہیں مگر اس جاننے کو ایمان نہیں کہا جائے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے قرآن کے مؤمن ہیں نہ کہ اپنے اسی لیے رب تعالٰی نے فرمایا: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ یہ نہ فرمایا: امن الرسول برسالته ہاں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا قرآن پر ایمان ہے اور قرآنی آیات میں حضور کی رسالت کی بھی آیات ہیں حضور ان کے مصداق ہیں اسی لحاظ سے اپنے بھی مؤمن۔ (از مرقات مع زیادۃ)

یعنی یہ دعائیہ کلمات صبح تک اس کے ایمان کی گارنٹی ہیں، پھر سویرے کو نیا روز نئی روزی ہے۔

یعنی اگر سوتے وقت تمہارا وضو نہ ہو تو اس اہتمام سے وضو کر لو جس اہتمام سے نماز کے لیے کرتے ہو مع مسواک و ادائے سنن و مستحبات، یہ حکم استحبابی ہے، پہلے بحوالہ مرقات عرض کیا جا چکا ہے کہ اگر اس وقت تیمم بھی کرے جب بھی ان

شاء اللہ یہ ہی فائدہ ہوگا۔

یہ تمام کلام حضرت براء کا ہے جو اختصاراً بیان فرمایا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس دعا میں کتاب سے قرآن شریف اور نبی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور ممکن ہے کہ کتاب سے تمام آسمانی کتب اور نبی سے تمام نبی مراد ہوں کہ سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ (اشعہ) نبی یا تو نباء سے بنا بمعنی خبر، نبی خبر دینے والا کس کی اللہ کی ذات و صفات، معاش و معاد کی۔ یا نبئاً سے بنا بمعنی بلندی درجہ، نبی بلند درجے والا۔ (مرقات)

بعض روایات میں انہی براء ابن عازب سے ہے کہ میں نے دوبارہ یہ ہی دعا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تو بجائے بنبیّك کے برسولك کہہ دیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں یہ ہی کہو بنبیّك۔ معلوم ہوا کہ وظیفے کے الفاظ بالکل نہ بدلے ورنہ تاثیر نہ ہوگی۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کے الفاظ یاد ہوں تو روایت بالمعنی نہ کرے، حدیث کی روایت بالمعنی جب درست ہے جب کہ الفاظ یاد نہ رہے ہوں، یونہی قرآن کریم کے الفاظ، شد، مد، مخارج، طریقۂ ادا میں حتی الامکان تبدیلی نہ ہونے دے۔ اس حدیث میں وعدہ فرمایا گیا کہ سوتے وقت یہ پڑھنے والا ان شاء اللہ ایمان پر مرے گا، اسلام و تقویٰ پر جئے گا، بڑی ہی مجرب دعا ہے، فقیر بفضلہ تعالیٰ اس پر عامل ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴)

(1468) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا، وكفانا وآوانا. فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِيَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر کی طرف پناہ لیتے تو کہتے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا' پلایا' ہماری کفالت فرمائی اور ہمیں ٹھکانا دیا۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جن کو کفایت کرنے والا پناہ دینے والا کوئی نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع، ج۸ص۷۹، رقم: ۷۰۶۹، الادب المفرد للبخاری، باب ما یقول اذا أوی الی فراشه، ج۱ص۴۱۳، رقم: ۱۲۰۶، سنن ابوداؤد، باب ما یقال عند النوم، ج۴ص۴۷۲، رقم: ۵۰۵۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء اذا أوی الی فراشه، ج۵ص۴۷۰، رقم: ۳۳۹۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج۳ص۱۶۷، رقم: ۱۲۷۳۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کفایت سے مراد موذی جانوروں، آفتوں، بلاؤں سے محفوظ رکھنا، بچانا، حاجات پوری فرمانا۔ پناہ دینے سے مراد ہے رہنے کے لیے گھر دینا، سردی گرمی سے بچنے کو بستر وغیرہ عطا فرمانا۔

چنانچہ کفار کو رب تعالیٰ نے نفس، شیطان کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا، اب وہ ہر طرح ان کے بس میں ہیں، اسی طرح بعض وہ مساکین ہیں جن کے پاس نہ در ہے نہ بستر، ایمان نفس و شیطان سے امان ہے، مکان و بستر مصیبتوں سے امان ہے، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو دونوں امان عطا فرمائیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵)

(1469) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْقُدَ، وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ قِنِىْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ". وَرَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ، مِنْ رِّوَايَةِ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَفِيْهِ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

حضرت حذیفہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ کرتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے پھر کہتے اے اللہ مجھے اپنے عذاب سے بچا' جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور ابوداؤد کی روایت جو حضرت حفصہ ﷺ سے روایت ہے اس میں یہ ہے کہ آپ تین دفعہ یہ پڑھتے تھے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد' باب ما يقال عند النوم' ج۴ص۴۷۱ رقم: ۵۰۴۷ سنن ترمذی' باب ما جاء فی الدعاء اذا أوى الى فراشه' ج۵ص۴۷۱ رقم: ۳۳۹۸ الادب المفرد للبخاری' باب يضع يده تحت خده' ص۳۱۷ رقم: ۱۲۱۵' المعجم الكبير للطبرانی' احاديث عبدالله بن مسعود' ج۱۰ص۱۵۰ رقم: ۱۰۳۰۴' مسند امام احمد بن حنبل' مسند عبدالله بن مسعود' ج۱ص۴۴۳ رقم: ۴۲۲۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ ہاتھ شریف کا بعض حصہ سر مبارک کے نیچے رہتا اور بعض حصہ رخسار مبارک کے نیچے یا کبھی سر کے نیچے ہاتھ رکھتے کبھی رخسار کے نیچے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں رخسار کے نیچے ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے۔

یہ کلمات تین بار فرماتے تھے۔ (مرقات) یہ سب کچھ ہماری تعلیم کے لیے ہے ورنہ ہم گنہگاروں کو حضور عذاب الٰہی سے بچائیں گے شفاعت فرمائیں گے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج۴ ص۱۹)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

17- کِتَابُ الدَّعَوَاتِ

دعاؤں کا بیان

107- بَابُ الْاَمْرِ بِالدُّعَآءِ وَفَضْلِہٖ وَبَیَانُ جُمَلٍ مِّنْ اَدْعِیَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

دعا کا حکم اور اس کی فضیلت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادعیہ ماثورہ کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ) (المؤمن: 60).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

شرح: حضرتِ صدرالا فاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں اپنی رحمت سے قبول فرماتا ہے اور ان کے قبول کے لئے چند شرطیں ہیں ایک اخلاص دعا میں، دوسرے یہ ہے کہ قلب غیر کی طرف مشغول نہ ہو، تیسرے یہ کہ وہ دعا کسی امرِ ممنوع پر مشتمل نہ ہو، چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتا ہو، پانچویں یہ کہ شکایت نہ کرے کہ میں نے دعا مانگی قبول نہ ہوئی جب ان شرطوں سے دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے یا تو اس کی مراد دنیا ہی میں اس کو جلد دے دی جاتی ہے یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ ہوتی ہے یا اس کے گناہوں کا کفّارہ کر دیا جاتا ہے۔ آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ دعا سے مراد عبادت ہے اور قرآنِ کریم میں دعا بمعنٰی عبادت بہت جگہ وارد ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَلدُّعَآءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ (ابوداؤد و ترمذی) اس تقدیر پر آیت کے معنٰی یہ ہوں گے کہ تم میری عبادت کرو میں تمہیں ثواب دوں گا۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: (اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ) (الأعراف: 55).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں۔

شرح: حضرتِ صدرالا فاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: دعا اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کو کہتے ہیں اور یہ داخلِ عبادت ہے کیونکہ دعا کرنے والا اپنے آپ کو عاجز و محتاج اور اپنے پروردگار کو حقیقی قادر و حاجت رَوا اعتقاد کرتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں وارِد ہوا اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ تضرُّع سے اظہارِ عجز و خشوع مراد ہے اور ادب دعا میں یہ ہے کہ آہستہ ہو۔ حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آہستہ دعا کرنا علانیہ دعا کرنے سے ستّر درجہ زیادہ افضل ہے۔

مسئلہ: اس میں عُلماء کا اختلاف ہے کہ عبادات میں اظہار افضل ہے یا اِخفاء، بعض کہتے ہیں کہ اِخفاء افضل ہے کیونکہ

وہ ریا سے بہت دور ہے، بعض کہتے ہیں کہ اظہار افضل ہے اس لئے کہ اس سے دوسروں کو رغبتِ عبادت پیدا ہوتی ہے۔ ترمذی نے کہا کہ اگر آدمی اپنے نفس پر ریا کا اندیشہ رکھتا ہو تو اس کے لئے اِخفاء افضل ہے اور اگر قلب صاف ہو اندیشۂ ریا نہ ہو تو اظہار افضل ہے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ فرض عبادتوں میں اظہار افضل ہے، نمازِ فرض مسجد ہی میں بہتر ہے اور زکوٰۃ کا اظہار کر کے دینا ہی افضل ہے اور نفل عبادات میں خواہ وہ نماز ہو یا صدقہ وغیرہ ان میں اخفاء افضل ہے۔ دعا میں حد سے بڑھنا کئی طرح ہوتا ہے اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بہت بلند آواز سے چیخے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ) الْاٰيَة (البقرة: 186)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔

شرح: حضرتِ صدر الاُفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: اس میں طالبانِ حق کی طلب مولیٰ کا بیان ہے جنہوں نے عشق الٰہی پر اپنے حوائج کو قربان کر دیا وہ اسی کے طلبگار ہیں انہیں قرب ووصال کے مژدہ سے شادکام فرمایا شانِ نزول: ایک جماعت صحابہ نے جذبہ عشقِ الٰہی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارا رب کہاں ہے اس پر نوید قرب سے سرفراز کر کے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے جو چیز کسی سے مکانی قرب رکھتی ہے وہ اس کے دور والے سے ضرور بعد رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ سب بندوں سے قریب ہے مکانی کی یہ شان نہیں منازلِ قرب میں رسائی بندہ کو اپنی غفلت دور کرنے سے میسر آتی ہے۔ دوست نزدیک تر از من بمن ست۔ ویں عجب تر کہ من از وے دورم

اور دعا عرضِ حاجت ہے اور اجابت یہ ہے کہ پروردگار اپنے بندے کی دعا پر لَبَّیْكَ عَبْدِیْ فرماتا ہے مراد عطا فرمانا دوسری چیز ہے وہ بھی کبھی اس کے کرم سے فی الفور ہوتی ہے کبھی بمقتضائے حکمت کسی تاخیر سے کبھی بندے کی حاجت دنیا میں روا فرمائی جاتی ہے کبھی آخرت میں کبھی بندے کا نفع دوسری چیز میں ہوتا ہے وہ عطا کی جاتی ہے کبھی بندہ محبوب ہوتا ہے اس کی حاجت روائی میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ وہ عرصہ تک دعا میں مشغول رہے۔ کبھی دعا کرنے والے میں صدق و اخلاص وغیرہ شرائطِ قبول نہیں ہوتے اسی لئے اللہ کے نیک اور مقبول بندوں سے دعا کرائی جاتی ہے۔

مسئلہ: ناجائز امر کی دعا کرنا جائز نہیں دعا کے آداب میں سے ہے کہ حضورِ قلب کے ساتھ قبول کا یقین رکھتے ہوئے دعا کرے اور شکایت نہ کرے کہ میری دعا قبول نہ ہوئی ترمذی کی حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد حمد وثناء اور درود شریف پڑھے پھر دعا کرے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یا وہ جو لاچار کی سنتا

دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾ (النمل: 62).

ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی۔

(1470) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت نعمان بن بشیر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دعا عبادت ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعاء، ج۱ص۵۵۱، رقم: ۱۴۸۱ سنن ترمذی، باب ومن سورة المؤمن، ج۵ص۳۷۴، رقم: ۳۲۴۷ الادب المفرد للبخاری، باب فضل الدعاء، ص۲۴۹، رقم: ۷۱۴ سنن ابن ماجه، باب فضل الدعاء، ج۲ص۱۲۵۸، رقم: ۳۸۲۸ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث النعمان بن بشیر، ج۶ص۲۶۷، رقم: ۱۸۳۷۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

الدعاء میں الف لام عہدی ہے یعنی اللہ سے دعا کرنا بھی عبادت ہے کہ اس میں اپنی بندگی اور رب تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار و اظہار ہے، یہ ہی عبادت ہے، لہذا اس پر بھی ثواب ملے گا، لہذا اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی بندے سے کچھ مانگنا گویا اس کی عبادت ہے یہ شرک ہے، لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا، حاکم سے حکیم سے مالداروں سے کچھ مانگنا نہ یہ اصطلاحی دعا ہے اور نہ کفر و شرک، بندے بندوں سے دارو دعا مانگا ہی کرتے ہیں غرض یہ کہ دعاء شرعی اور ہے اور دعائے لغوی کچھ اور جیسے صلوۃ شرعی اور ہے یعنی نماز دعا لغوی کچھ اور نزول رحمت، دعائے رحمت وغیرہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ یہاں صلوۃ شرعی مراد ہے اور صلوا علیہ میں صلوۃ لغوی مراد یا یوں کہو کہ اللہ کے بندوں سے دعا مانگنا رب تعالیٰ کی عبادت ہے نہ کہ ان بندوں کی، جیسے کعبہ کی طرف سجدہ کرنا رب تعالیٰ کی عبادت ہے نہ کہ کعبہ کی بہر حال یہ حدیث وہابیوں کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

(دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے) یہ آیت شہادت کے طور پر پیش فرمائی کہ جیسے رب تعالیٰ نے نماز روزے کا حکم دیا ہے ویسے ہی دعا کا حکم دیا ہے۔ اور اس پر قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ قبولیت دعا کی تین صورتیں ہیں، مدعی پورا کر دینا کوئی آفت ٹال دینا، درجات بڑا دینا، وغیرہ اس کے بعد رب تعالیٰ فرما رہا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ۔ دعا کے بعد عبادت کا ذکر فرمانے سے معلوم ہوا کہ دعا عبادت ہے۔ خیال رہے کہ دعا مانگنا اکثر مستحب ہے واجب نہیں لہذا آیت کی یہ وعید اس کے لیے ہے جو تکبر سے دعا نہ مانگے کہ یہ تو کفر ہے۔ (لمعات) (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۴۴۵)

(1471) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ، وَيَدَعُ مَا سِوٰى

حضرت عائشہ ﷝ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جامع دعائیں پسند فرماتے اور دیگر دعاؤں کو ترک کر دیتے تھے۔ اسے ابوداؤد نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا

ذٰلِكَ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ. ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعاء، ج١ص٥٥٢، رقم: ١٤٨٢ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثالث فی کیفیة الدعاء، ج٤ص١٦٢، رقم: ٢١٣١)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جامع دعا وہ کہلاتی ہے جس کے الفاظ تھوڑے ہوں، معانی زیادہ جیسے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً الایہ۔ اور جیسے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔ یہاں عمومی حالات مراد ہیں یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر جامع دعائیں مانگتے تھے، خاص موقعوں پر خاص دعائیں بھی مانگی ہیں۔ جیسے استسقاء میں بارش کی دعا وغیرہ لہٰذا یہ حدیث ان روایات کے خلاف نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج٣ص٧٠٤)

(1472) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ اَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. زَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ: وَكَانَ اَنَسٌ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ بِدَعْوَةٍ دَعَا بِهَا، وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ بِدُعَاءٍ دَعَا بِهَا فِيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اکثر دعا یہ تھی اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے۔ حضرت انس جب کوئی دعا کرتے تو یہ دعا کرتے اور جب کوئی خاص دعا کرتے تو ان الفاظ کو اس کو شامل فرمالیتے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الدعاء، ج٨ص٦٨، رقم: ٧٠١٦ الادب المفرد، باب دعوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص٢٣٦، رقم: ٦٧٧ مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالك، ج٦ص١٤٣، رقم: ٣٤٥٥ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ج٤ص٢٠٨، رقم: ١٣١٨٦ مسند البزار، مسند انس بن مالك، ج٢ص٢٨٢، رقم: ١٣٤٢)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ آپ نماز کے اندر اور دعا بعد نماز میں اور اس کے علاوہ اکثر حالات میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

یہ دعا بہت ہی جامع ہے جس میں دین و دنیا کی ساری نعمتیں مانگی گئی ہیں، رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی یہ دعا سکھا کر اس کے مانگنے والوں کے متعلق فرمایا: اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا الایہ۔ قرآن شریف میں اس دعا اور استغفار کے بڑے فوائد بیان فرمائے۔ مطلب یہ ہے کہ اے ہمارے پالنے والے ہم کو موت سے پہلے والی تمام نعمتیں عطا فرما جیسے صحت، روزی، نیکیوں کی توفیق، دین پر استقامت، حسنِ خاتمہ، علم وعمل وغیرہ اور آخرت کی تمام نعمتیں بخش جیسے حساب قبر و حشر میں آسانی و کامیابی، اعمال کی قبولیت، جنت اور وہاں کی تمام نعمتیں اور ہم کو دوزخ سے بالکل بچالے کہ وہاں کا عذاب ہم کو بالکل نہ چھوئے یہ نہ ہو کہ سزا پا کر جنت میں جائیں۔ حضرت شیخ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ اس کے مانگتے وقت

تمام نیکیوں ونعمتوں کا خیال کر لینا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ دنیا کی نعمت سے کمال مصطفوی اور آخرت کی بھلائی سے جمال مصطفوی مراد لے، یعنی ہم کو دنیا میں ان کے کمال کا چھینٹا دے، آخرت میں ان کا جمال دکھا کہ ان میں سب کچھ آ گیا۔

اسے ابوداؤد، نسائی نے بھی روایت کیا۔ حصن حصین شریف میں رَبَّنَا اٰتِنَا ہے اگر اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا کہے تو بہتر ہے کہ اس میں دونوں روایتوں پر عمل ہے اور اگر فقط رَبَّنَا اٰتِنَا کہے تو بھی ٹھیک ہے کہ قرآن کریم میں یوں ہی ہے۔ (از مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۰۳)

(1473) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقُوْلُ: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْھُدٰی، وَالتُّقٰی، وَالْعَفَافَ، وَالْغِنٰی". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہتے تھے اے اللہ میں تجھ سے ہدایت تقویٰ پاکدامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل، ج۸ص۸۱، رقم: ۷۰۷۹، سنن ابن ماجه، باب دعاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، ج۲ص۱۲۶۰، رقم: ۳۸۳۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۵۲۲، رقم: ۳۴۸۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن مسعود، ج۱ص۳۸۹، رقم: ۳۶۹۲، مسند ابی یعلی، مسند عبدالله بن مسعود، ج۹ص۱۸۶، رقم: ۵۲۸۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہدایت سے مراد اچھے عقائد ہیں، تقویٰ سے مراد اچھے اعمال، پاکدامنی سے مراد برائیوں سے بچنا ہے اور تونگری سے مراد مخلوق کا محتاج نہ ہونا اللہ رسول کا حاجتمند رہنا ہے اس میں دین ودنیا کی تمام بھلائیاں مانگ لی گئیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۰۰)

(1474) وَعَنْ طَارِقِ بْنِ اَشْیَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ اِذَا اَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ اَمَرَهُ اَنْ یَّدْعُوَ بِھٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ: "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ، وَارْحَمْنِیْ، وَاھْدِنِیْ، وَعَافِنِیْ، وَارْزُقْنِیْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی آدمی مسلمان ہوتا تو اس کو رسول اللہ ﷺ نماز سکھاتے پھر اس کو ان کلمات کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اے اللہ میری بخشش فرما اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت دے اور مجھے صحت عطا فرما اور مجھے رزق عطا فرما۔ (مسلم)

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ عَنْ طَارِقٍ: اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَیْفَ اَقُوْلُ حِیْنَ اَسْاَلُ رَبِّیْ؟ قَالَ: "قُلِ: اَللّٰھُمَّ

اور ایک روایت میں حضرت طارق سے یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ کی بارگاہ میں کوئی آدمی آیا اس نے عرض کیا: یارسول

اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَعَافِنِي، وَارْزُقْنِي، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ تَجْمَعُ لَكَ دُنْيَاكَ وَاٰخِرَتَكَ".

اللہ (ﷺ)! جب میں اپنے رب سے سوال کروں تو کیسے کہوں؟ آپ نے فرمایا: یوں کہوں! اے اللہ میری مغفرت فرما' مجھ پر رحم فرما' مجھے عافیت عطا فرما' مجھے رزق عطا فرما' یہ دعا تیرے لیے دنیا اور آخرت کو اکٹھا کرنے والی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم' باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء' ج۸ص۷۱' رقم: ۷۰۲۵' رقم: ۷۰۲۶' مشكوة المصابيح' باب جامع الدعاء' الفصل الاول' ج۲ص۵۹' رقم: ۲۴۸۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ مسلمان ہوتے ہی نماز فرض ہوجاتی ہے، جب تک کہ قرآن شریف و دیگر ارکان یاد نہ ہوں وہ جماعت سے ادا کرتا رہے اور بہت جلد خود یاد کرے یہاں نماز سے مراد ترتیب وار نماز کے مسائل ہیں۔

ہدایت سے مراد یا تو ملی ہوئی ہدایت پر قائم رکھنا ہے یا ایمان کی ہدایت کے بعد نیک اعمال کی ہدایت مانگنا ہے، عافیت سے مراد دینی و دنیاوی امان ہے، رزق سے مراد حلال روزی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۴ص۱۰۳)

(1475) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر پھیر۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم' باب تصريف الله تعالى القلوب كيف شاء' ج۸ص۵۱' رقم: ۶۹۲۱' مسند عبد بن حميد' مسند عبدالله بن عمرو' ص۱۳۷' رقم: ۳۴۸' مشكوة المصابيح' باب الايمان بالقدر' الفصل الاول' ج۱ص۲۰' رقم: ۸۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دعا کفار و مؤمن، نیک کار و بدکار سب ہی کے لیئے ہے یعنی بدکاروں کے دل نیکی کی طرف پھیر دے اور نیک کاروں کے دل نیکی پر قائم رکھ۔ خیال رہے کہ یہ دعا درحقیقت دوسروں کے لئے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید المعصومین ہیں ان سے گناہ ناممکن ہے، ان کے لیئے ہدایت رب تعالٰی نے ایسی لازم کردی ہے جیسے سورج کے لیے روشنی یا آگ کے لیے گرمی، اُن کی شان تو بہت بلند ہے۔ ان کے خاص غلاموں سے ہدایت اور تقوٰی لازم ہے، رب تعالٰی صحابہ کرام کے بارے میں فرماتا ہے: وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى۔ عصمتِ انبیاء کی بحث ہماری کتاب "جاء الحق" اور عظمت صحابہ کی بحث ہماری کتاب "امیر معاویہ" میں دیکھو۔ (مراۃ المناجیح، ج۱ص۸۷)

(1476) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "تَعَوَّذُوْا بِاللهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ، وَدَرَكِ الشَّقَاءِ، وَسُوْءِ الْقَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ سُفْيَانُ: اَشُكُّ اَنِّيْ زِدْتُ وَاحِدَةً مِّنْهَا.

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ سے پناہ مانگو' مصیبت کی مشقت سے' اور بدبختی کی پکڑ سے' اور برے فیصلہ سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے کہ سفیان راوی کہتے ہیں مجھے شک ہے کہ میں نے اس میں کسی ایک کا اضافہ کر دیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من تعوذ باللہ من درك الشقاء وسوء القضاء، ج۸ص۱۲۶، رقم: ۶۶۱۶ صحیح مسلم، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء وغیرہ، ج۸ص۷۶، رقم: ۷۰۵۲ مسند أبی یعلیٰ، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج۱۲ص۱۳، رقم: ۶۶۶۲ سنن النسائی الکبریٰ، باب الاستعاذہ من درك الشقاء، ج۴ص۴۵۷، رقم: ۷۹۲۸، صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج۳ص۲۹۴، رقم: ۱۰۱۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آفتوں کی مشقت سے مراد وہ دنیاوی یا دینی مصیبتیں ہیں جن کے دفع پر انسان قادر نہ ہو حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ کثرت عیال وقلت مال جہد بلا ہے کہ اس سے انسان کبھی کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کاد الفقر ان یکون کفرًا۔

دوزخ کے کام کر بیٹھنا درک شاء ہے اصل بدبختی دوزخ کا داخلہ ہے دوزخی عرض کریں گے رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا اور دوزخ میں پہنچانے والے عقیدے یا اعمال اختیار کر لینا شارہ بدبختی کا پانا ہے۔ اس سے اللہ کی پناہ! بُرے فیصلہ سے مراد ہے کفر پر مرنے کا فیصلہ یعنی میرے مولا میں دوزخیوں کے کاموں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی تیری پناہ لیتا ہوں کہ تو میری بدکاریوں کی وجہ سے میرے دوزخی ہونے کا فیصلہ کر دے۔ اس شرح سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ فیصلہ الٰہی تو پہلے ہو چکا اب اس سے پناہ مانگنے کے کیا معنی کیونکہ یہاں وہ فیصلہ مراد نہیں۔

یعنی مولیٰ مجھے ایسی دینی و دنیاوی مصیبتوں میں نہ پھنسا جن سے میرے دشمن خوش ہوں اور مجھ پر طعنے کریں، آوازے کسیں، اس سے بھی تیری پناہ، یہ دعا بہت جامع ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۷۴)

(1477) وَعَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيَ الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِيْ، وَاَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ، وَاَصْلِحْ لِيْ اٰخِرَتِي الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ، وَاجْعَلِ الْحَيٰوةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہتے تھے اے اللہ! میرے دین کی اصلاح کر جو میرے معاملے کی حفاظت کا سبب ہے اور میرے لیے میری دنیا کو سنوار جس میں میری روزی ہے اور میرے لیے میری آخرت کو درست کر جس میں میرا لوٹنا ہے اور میری زندگی کو میرے لیے ہر بھلائی میں اضافہ کا سبب بنا۔ اور موت

کومیرے لیے ہر شر سے نجات کا ذریعہ بنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم یعمل، ج۸ص۸۱، رقم: ۷۰۸۰، جامع الاصول لابن اثیر، القسم الثانی فی ادعیۃ غیر مؤقتہ ولا مضافۃ، ج۴ص۳۲۴، رقم: ۲۲۳۶)

شرح حدیث: دین میں دنیا کی آمیزش

حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم بن ادھم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم ایک شخص سے ملے تو اس نے آپ سے پوچھا کہ اے ابواسحٰق! آپ کا کیا حال ہے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب میں یہ اشعار پڑھے:

نُرَقِّعُ دُنیَانَا بِتَمْزِیْقِ دِیْنِنَا — فَلَادِیْنُنَا یَبْقٰی وَلَا مَا نُرَقِّعُ

فَطُوْبٰی لِعَبْدٍ آثَرَ اللهَ رَبَّهُ — وَجَادَ بِدُنْیَاهُ لِمَا یَتَوَقَّعُ

ترجمہ: (۱) اپنے دین کو نقصان پہنچا کر ہم اپنی دنیا سنوارتے رہتے ہیں، یوں نہ تو ہمارا دین باقی رہتا ہے اور نہ ہی دنیا سنورتی ہے۔

(۲) خوشخبری ہے اس بندے کے لئے جس نے اللہ رب العزت عزوجل (کی عبادت) کو ترجیح دی اور اپنی دنیا کے ذریعے آخرت کو سنوارا۔ (بحر الدموع ۶۵)

(1478) وَعَنْ علی رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "قُلْ: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ، وَسَدِّدْنِیْ". وَفِیْ رِوَایَة: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْهُدٰی وَالسَّدَادَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کہا کرو اے اللہ! مجھے ہدایت دے اور درست فرما اور ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے ہدایت اور درستگی کا سوال کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل، ج۸ص۸۳، رقم: ۷۰۸۶، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی خاتم الحدید، ج۴ص۱۳۵، رقم: ۴۲۲۷، سنن النسائی الکبرٰی، باب النهی عن الخاتم فی السبابة، ج۵ص۴۵۵، رقم: ۹۵۲۱، مسند ابی یعلٰی، مسند علی بن أبی طالب، ج۱ص۳۵۲، رقم: ۶۰۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند علی بن أبی طالب، ج۱ص۳۴۰، رقم: ۱۳۲۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دنیا میں انسان سوار کی طرح ہے، مسافر کی سواری کتنی ہی اچھی ہو لیکن اگر اسے راستہ صحیح نہ ملے یا صحیح راستہ تو ملے مگر اس پر صحیح چل نہ سکے، تو کبھی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ مولیٰ مجھے اپنے تک پہنچنے والا راستہ بھی دکھا اور دکھا کر اس پر چلنے کی توفیق بھی نصیب کرے۔

یعنی جب یہ دعا مانگو تو ہدایت سے راہ الٰہی مراد لو جس پر چلنے سے رب تعالیٰ تک پہنچا جا سکے اور درستی و سیدھائی سے کامل درستی اور پورا سیدھا پن مراد لو، تیر کی تشبیہ سے یہ ہی مراد ہے اس جملہ کی اور شرحیں بھی کی گئی ہیں مگر یہ شرح بہت قوی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۴ص۴۷)

(1479) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ، وَالْکَسَلِ، وَالْجُبْنِ، وَالْھَرَمِ، وَالْبُخْلِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ". وَفِیْ رِوَایَةٍ: "وَضَلَعِ الدَّیْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ". رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عاجزی، سستی، بزدلی، بڑھاپے اور بخل سے اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور تیری پناہ میں آتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے اور ایک روایت میں ہے اور قرض کے چڑھ جانے سے اور آدمیوں کی زبردستی سے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من العجز والکسل وغیرہ، ج۸ص۷۵، رقم: ۷۰۴۸، الادب المفرد للبخاری، باب دعوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص۲۲۴، رقم: ۶۷۱، سنن ابوداؤد، باب فی الاستعاذہ، ج۱ص۵۶۵، رقم: ۱۵۴۴، سنن النسائی الکبرٰی، باب الاستعاذہ من العجز، ج۴ص۴۵۰، رقم: ۷۸۹۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۳ص۱۱۳، رقم: ۱۲۱۳۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان الفاظ کی شرح اور رنج وغم کا فرق پہلے باب میں عرض کیا گیا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ قرض کی فکر عقل خراب کر دیتی ہے۔ حدیث شریف میں اَلدَّیْنُ شَیْنُ الدِّیْنِ قرض دین کا عیب ہے۔ (مرقات) لوگوں سے مراد ظالم یا قرض خواہ ہیں۔ یہ دعا بھی بہت جامع ہے کہ اس میں خارجی داخلی مصیبتوں اور جسمانی روحانی اذیتوں سے پناہ مانگ لی گئی ہے۔

اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے بھی روایت کیا، حصن حصین شریف میں یہ حدیث صرف بخاری کی قرار دی۔ واللہ اعلم! (مرأۃ المناجیح، ج۴ص۵۷)

(1480) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّہٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عَلِّمْنِیْ دُعَآءً اَدْعُوْ بِہٖ فِیْ صَلٰوتِیْ، قَالَ: "قُلْ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا، وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ، فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِیْ، اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: (یارسول اللہ!) مجھے کوئی دعا سکھائیں جو میں اپنی نماز میں کیا کروں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ کہا کرو: اے اللہ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ بہت زیادہ ظلم اور تیرے بغیر گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں۔ پس تو میرے لیے اپنے پاس سے خاص مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما یقینا تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (متفق علیہ)

وَفِیْ رِوَایَةٍ: "وَفِیْ بَیْتِیْ وَرُوِیَ: "ظُلْمًا کَثِیْرًا وَرُوِیَ: "کَبِیْرًا بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ وَبِالْبَاءِ

ایک روایت میں ہے وفی بیتی بھی ہے (معنی یہ ہو گا) کہ اپنی نماز اور اپنے گھر میں دعا مانگو، اور ظلمًا

الْمُوَحَّدَةِ، فَيَنْبَغِيْ اَنْ يَّجْمَعَ بَيْنَهُمَا فَيُقَالُ: كَثِيْرًا كَبِيْرًا.

کثیرًا بھی روایت کیا گیا ظلمًا کبیرًا بھی روایت کیا گیا ہے ثا مثلثہ اور باء موحدہ کے ساتھ بہتر یہ ہے کہ دونوں کو جمع کر کے کثیرًا کبیرًا پڑھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدعاء قبل السلام، ج۱ص۱۶۶، رقم: ۸۳۴صحیح مسلم، باب استحباب خفض الصوت بالذکر، ج۸ص۷۴، رقم: ۷۰۴۴السنن الکبری للبیھقی، باب ما یستحب له ان لا یقصر عنه من الدعاء، ج۲ص۱۵۴، رقم: ۲۹۹۹، سنن ابن ماجه: باب دعاء رسول الله ﷺ، ج۲ص۱۲۶۱، رقم: ۳۸۳۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی بکر الصدیق رضی الله عنه ج۱ص۷، رقم: ۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز کے آخر میں التحیات و درودوں سے فارغ ہو کر کیونکہ اس کے علاوہ نماز میں اور کوئی وقت دعا کا نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ نماز سے نفل نماز مراد ہے اگر فرائض میں بھی کبھی کبھی یہ دعائیں مانگے تو بہتر ہے۔

صدیق اکبر سے یہ الفاظ کہلوانا یا آدم علیہ السلام کا کہنا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا یا یونس علیہ السلام کا عرض کرنا اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ انتہائی درجہ کا انکسار نفس ہے۔ یہاں ظلم کے وہ معنی کیے جائیں جو ان کی شان کے لائق ہوں، کافر کا ظلم کفر ہے، ہمارا ظلم گناہ، اولیاء اور انبیاء کا ظلم لغزشیں اور خطائیں۔ جو شخص ان کلمات کو سن کر ان کی شان میں گستاخی کرے وہ بے دین ہے۔ بعض صوفیاء کو فرماتے ہوئے سنا گیا کہ کبھی جھوٹ محبوبیت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور سچ مردودیت کا سبب، شیطان نے سچ کہا تھا کہ خدایا تو نے مجھے گمراہ کیا، ھادی و مضل رب ہی ہے مگر اس سچ سے شیطان مارا گیا، وہ محبوب بندے جو گناہ کے قریب بھی نہ گئے ان کا یہ عرض کرنا کہ خدایا ہم بڑے گنہگار ہیں ہے جھوٹ مگر تقرب کا ذریعہ حضرت صدیق اکبر نے کبھی گناہ کا ارادہ بھی نہیں کیا۔

خیال رہے کہ حقوق العباد بندہ بخشتا ہے مگر گناہ صرف رب ہی بخش سکتا ہے، جہاں انبیائے کرام فرما دیتے ہیں کہ جا تیرے سارے گناہ معاف۔ وہ رب کی طرف سے کہتے ہیں زبان ان کی ہوتی ہے کلام رب کا لہذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۴ ص۱۶۸)

(1481) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهٗ كَانَ يَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ، وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ جِدِّيْ وَهَزْلِيْ، وَخَطَئِيْ وَعَمْدِيْ؛ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ

حضرت ابوموسیٰ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ ان الفاظ کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! میرے لیے معاف فرما میری غلطیاں اور میری جہالت اور میرے معاملات میں میرا حد سے بڑھنا اور جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ میرے لیے معاف فرما میری سنجیدہ یا مزاحی غلطی اور خطا اور جان

وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

بوجھ کر کیا ہوا اور یہ سب میرے پاس ہے۔اے اللہ میرے لیے بخش دے جو میں نے آگے کیا اور جو پیچھے کیا اور جو میں نے چھپایا اور جو ظاہر کیا اور جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔تو ہی آگے کرنے والا ہے۔تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے اور تو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت، ج۴ص۸۴، رقم: ۶۳۹۸، صحیح مسلم، باب التعوذ من شرما عمل ومن شرمالم یعمل، ج۸ص۸۰، رقم: ۷۰۷۶، صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج۳ص۲۲۴، رقم: ۹۵۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری، ج۷ص۲۱۷، رقم: ۱۹۷۵۳، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما کان یدعو بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۰ص۲۸۱، رقم: ۳۰۰۰۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ہر کام میں حد سے بڑھ جانے کو بخش دے) خطا سے مراد مطلقًا گناہ ہیں اور جہل سے مراد ان چیزوں سے ناواقفیت جن سے واقف ہونا فرض تھا یا وہ بدعملیاں ہیں جو دینی احکام سے ناواقفیت کی وجہ سے سرزد ہو جائیں۔اسراف سے مراد مطلقًا زیادتی ہے یعنی بندگی کی حدود توڑ دینا، اسراف خطاء سے زیادہ عام ہے۔

(اسے بخش دے) یعنی میرے سارے وہ گناہ جو مجھے یاد بھی نہ رہے یا وہ گناہ جنہیں میں نیکی سمجھ کر بیٹھا مگر واقع میں وہ گناہ تھے وہ بھی بخش دے۔

(برے ارادے جو میرے پاس ہیں) یعنی میرے سارے وہ گناہ جو ابھی تک بخشے نہ گئے بلکہ میرے پاس یعنی میرے نامہ اعمال میں موجود ہیں وہ بخش دے۔خیال رہے کہ میرے ارادے بھی گناہ ہیں ہاں میرے خیالات جو غیر اختیاری طور پر دل میں آ جائیں وہ معاف ہیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب میرے ارادے گناہ ہی نہیں تو ان سے معافی مانگنے کے کیا معنے۔

(جو چھپ کر کیے) یعنی پرانے اور نئے گناہ یوں ہی علانیہ اور خفیہ گناہ بخش دے، علانیہ خفیہ سے زیادہ برے ہیں کیونکہ گناہ کا اظہار بھی تو گناہ ہے۔

(اور جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے) میرے وہ گناہ بھی بخش دے جو میرے خیال میں تو معمولی وصغیرہ ہیں مگر تیرے علم میں بڑے ہیں اور کبیرہ ہیں۔خیال رہے کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا اور کبھی بندے کے منہ سے ایک معمولی سی بات نکل جاتی ہے جسے بندہ محسوس بھی نہیں کرتا مگر رب تعالٰی کے نزدیک بندہ اس سے دوزخی بن جاتا ہے۔اس قسم کی تمام دعائیں ہماری تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضرات انبیاء بعد نبوت تو ہر

گناہ صغیرہ یا کبیرہ سے معصوم ہیں اور قبل نبوت گناہ کبیرہ سے اور ان صغیرہ گناہوں سے معصوم ہیں جو نفرت کا باعث ہوں اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نبوت سے پہلے یا بعد کبھی کسی گناہ کا ارادہ بھی نہ کیا چہ جائیکہ گناہ کرنا۔ اس عظمت انبیاء کی نفیس تحقیق ہماری کتاب "قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء" میں ملاحظہ کیجئے اور یہاں مرقات نے بھی اس پر کچھ بحث کی ہے، تفسیرات احمدیہ اور شرح فقہ اکبر میں اس مسئلہ پر مکمل بحث کی۔

یعنی تو جسے چاہے توفیق خیر دے کر آگے بڑھا دے کہ اس کے درجے بلند کر دے اور جسے چاہے توفیق نہ دے، جس سے وہ اپنی بدعملیوں کے باعث دوزخ میں پہنچ جائے لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ جب رب تعالیٰ نے ہمیں پیچھے کر دیا تو ہمارا کیا قصور ہے کیونکہ ہمارا پیچھے ہٹ جانا اپنی بدعملی سے ہے۔

یہ حدیث ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے بھی مختلف طریقوں سے نقل فرمائی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۹۸)

(1482) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُعَائِهٖ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں یہ کہا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے اس عمل کے شر سے جو میں نے کیا اور جو میں نے نہیں کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم یعمل، ج۸ص۷۹، رقم: ۷۰۶۰، سنن ابوداؤد، باب فی الاستعاذہ، ج۱ص۵۶۸، رقم: ۱۵۵۲، سنن النسائی الکبریٰ، باب التعوذ فی الصلاۃ، ج۱ص۳۸۸، رقم: ۱۲۳۰، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج۶ص۱۳۹، رقم: ۲۵۱۲۸، مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الدعاء، ج۶ص۱۷، رقم: ۲۹۱۲۵)

شرح حدیث: امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی دُعا

یا رَبَّ الْعٰلَمِیْن عَزَّ وَجَلَّ! میں تیری پاکیزگی کے نور و عظمت اور تیرے جلال کی برکت کی پناہ مانگتا ہوں ہر آفت و مصیبت اور شریر جن وانس کے پیش آنے سے، سوائے اس کے جو خیر لائے۔ اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو ہی میری پناہ گاہ اور جائے قرار ہے لہٰذا میں تجھی سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے وہ ذات جس کے آگے بڑے بڑے جابروں کی گردنیں جھک جاتی ہیں اور بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں خم ہو جاتی ہیں۔ یا الٰہی عَزَّ وَجَلَّ! میں تیرے سامنے رسوا ہونے، عیبوں کا پردہ چاک ہونے، تیری یاد بھول جانے اور تیرے شکر سے مُنہ موڑنے سے تیرے جلال و کرم کی پناہ میں آتا ہوں۔ میرے دن رات، آرام وسکون، اور سفر تیرے حفظ وامان میں ہیں۔ تیری حمد وثناء میرا اوڑھنا بچھونا ہے۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں ہر عیب سے تیری پاکی بیان کرتا ہوں اور تیرے وجہِ کریم کی تکریم کرتا ہوں۔ اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! مجھے رسوائی اور اپنے بندوں کے شر سے محفوظ فرما اور بری خفیہ تدبیر سے محفوظ فرما۔ مجھ پر اپنی حفاظت کے خیمے اوڑھا دے اور مجھے اپنی عنایت کی حفاظت میں داخل فرما دے۔ (آمین)

(حلیۃ الاولیاء، الامام الشافعی، الحدیث 13202/ 13203، ج9، ص87)

(1483) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ مِن دعاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ، وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ، وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیری نعمت کے زائل ہوجانے سے اور تیری عافیت کے پھرنے سے اور تیری اچانک گرفت سے اور تیری تمام ناراضگیوں سے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اکثر اهل الجنة الفقراء واکثر اهل النار النساء، ج۸ص۸۸، رقم: ۷۱۲۰، الادب المفرد للبخاری، باب دعوات النبی صلی الله علیه وسلم، ص۲۳۸، رقم: ۶۸۵، المستدرك للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتهلیل، ج۲ص۱۹۱، رقم: ۱۹۳۹، سنن ابوداؤد، باب فی الستعاذة، ج۱ص۵۶۶، رقم: ۱۵۴۷، سنن النسائی الکبزی، باب الاستعاذة من زوال النعمة، ج۴ص۴۶۳، رقم: ۷۹۵۵)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زوال وانقلاب میں فرق یہ ہے کہ نعمت کا چھن جانا زوال ہے اور نعمت کے عوض نقمت ومصیبت آجانا انقلاب۔ نعمت سے مراد اسلام، ایمان، تندرستی، غنا وغیرہ تمام دینی و دنیاوی نعمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ دے کر نہ لے وہ تو نہیں چھینتا ہم اپنی بدعملیوں سے زائل کردیتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔

یعنی خدایا ہمیں ایسے کاموں سے بچا جو تیری ناراضی کا باعث ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۷۸)

(1484) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَّفْسٍ لَا تَشْبَعُ ؛ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت زید بن ارقم ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے کہ اے اللہ بے شک میں عاجز ہونے سستی، بخل، بڑھاپے اور عذاب قبر سے بچنے کے لیے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ میری جان کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اس کو ستھرا بنا تو ہی سب سے زیادہ ستھرا کرنے والا ہے۔ تو اس کا ولی اور مولا ہے۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دل سے جس میں خوف نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر ہونے والا نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل، ج۸ص۸۱، رقم: ۷۰۸۱، الاحاد والمثانی، حدیث زید بن ارقم رضی الله عنه، ج۴ص۱۲۸، رقم: ۲۱۰۵، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه زید بن ارقم، ج۵ص۲۰۱، رقم: ۵۰۹۳، سنن النسائی الکبزی، باب الاستعاذة من دعوات لا یستجاب لها، ج۴ص۴۴۳، رقم: ۷۸۶۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث زید بن ارقم رضی الله عنه، ج۷ص۳۷۱، رقم: ۱۹۳۲۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عاجزی سے مراد عبادات نہ کرسکنا ہے جیسے روزہ، نماز، حج، جہاد وغیرہ اور سستی سے مراد ہے کہ قادر ہونے کے باوجود نہ کرنا، کنجوسی سے حقوق مالیہ ادا نہ کرنا ہیں خواہ حقوق اللہ ہوں جیسے زکوۃ، قربانی اور حج وغیرہ یا حقوق العباد جیسے بیوی بچوں، والدین، عزیزوں کے نان ونفقات نہ دینا۔ بڑھاپے سے مراد وہ بے عقلی اور مت کٹ جانا ہے جو زیادتی عمر کے سبب ہوجاتی ہے۔

کہ تو مجھے دنیا میں عذاب قبر والے اعمال سے بچالے اور بعد موت خود اس عذاب سے محفوظ رکھ۔ خیال رہے کہ عذاب قبر کفار کو دائمی ہوتا ہے، بعض مؤمن گنہگاروں کو عارضی مگر ضغطۂ قبر یعنی تنگی وہ کبھی صالحین کو بھی ہوجاتی ہے اس لیے یہاں عذاب فرمایا تنگی کا ذکر نہ کیا۔

عربی میں ظاہری پاکی کو طہارت اور باطنی پاکی کو تزکیہ کہتے ہیں اسی لئے مذبوح جانور کو مزکّٰی کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى تقویٰ سے مراد فسق و فجور کا مقابل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا۔ خیال رہے کہ کسب طہارت بندے کا کام ہے اور خلق طہارت رب کا کرم جیسے بیج بودینا بندے کا کام ہے پیداوار رب کا فضل یعنے ہمارے کسب سے تیرا کرم افضل واکمل ہے۔

یعنی میرے نفس کو تقویٰ دے کیونکہ تو اس کا ولی ہے اور اسے پاک کردے کیونکہ تو اس کا وارث ہے، دونعمتوں کے لیے دوصفت الہیہ کا ذکر ہوا۔

غیر نافع علم سے مراد یا تو دنیاوی علوم ہیں جن سے دین میں کوئی نفع نہ ہو جیسے سائنس، ریاضی، منطق، فلسفہ جن سے دین کی خدمت نہ لی جائے یا وہ علم دین ہیں جو دنیا طلبی کے لیے سیکھے جائیں یا جن پر عالم خود عمل نہ کرے دوسروں کو سکھائے نہیں یا اس سے نقصان دہ علوم مراد ہیں جیسے جادو وغیرہ کے علوم جن سے فساد پھیلایا جائے۔

جس دل میں اللہ کے ذکر سے چین، عذاب کے ذکر سے خوف، جنت کے ذکر سے شوق، حضور علیہ السلام کے ذکر سے وجدان نہ پیدا ہو وہ سخت ہے اللہ اس سے بچائے اور جس نفس میں قناعت و سیری نہ ہوں ایسے حریص نفس سے خدا کی پناہ۔ خیال رہے کہ تین نعمتیں کسی کسی کو ملتی ہیں: کفایت، قناعت، ریاضت جسے یہ تین نعمتیں مل گئیں وہ بادشاہوں سے زیادہ خوش نصیب ہے، اس جملہ میں تینوں نعمتیں مانگ لی گئی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۷۷)

(1485) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ، وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تیرے لیے اسلام لایا اور تیرے ساتھ ایمان لایا اور تجھ پر اعتماد کیا اور تیری طرف رجوع کیا اور تیری مدد سے میں نے جھگڑا

فَاغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ، وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ، وَمَا اَعْلَنْتُ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ". زَادَ بَعْضُ الرُّوَاةِ: "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کیا اور تیری طرف فیصلہ لایا۔ پس تو میرے لیے بخش دے جو میں نے آگے کیا اور جو میں نے پیچھے کیا اور جو میں نے چھپایا اور جو میں نے ظاہر کیا تو ہی آگے کرنے والا ہے تو ہی پیچھے کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بعض راویوں نے یہ زیادہ کیا اور گناہ سے پھرنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت سوا اللہ تعالیٰ کے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التهجد بالليل، ج۲ص۴۸، رقم: ۱۱۲۰، صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم يعمل، ج۸ص۸۰، رقم: ۷۰۷۶، الاداب للبيهقی، باب ما يقول اذا اراد أن ينام واذا استيقظ، ج۱ص۴۱۸، رقم: ۶۸۵، سنن الدارمی، باب الدعاء عند التهجد، ج۱ص۴۱۵، رقم: ۱۴۸۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن العباس، ج۱ص۳۵۸، رقم: ۲۳۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حقیقی ودائمی بادشاہی ہے تیری عطا سے عارضی وچندروزہ بادشاہ تیرے بعض بندے ہیں چنانچہ دنیا میں صدہا بادشاہ گزرے جن کے نام ونشان نہ رہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری خلق کا دائمی سلطان بنایا مگر یہ سلطنت عارضی وعطائی ہے رب تعالیٰ کی حقیقی وذاتی۔

یعنی ظاہر وباطن میں تیرا مطیع ہوں اور تیرے سارے احکام کو حق سمجھتا ہوں، ایمان وسلام کا فرق کتاب الایمان کے شروع میں بیان ہو چکا۔

صوفیا فرماتے ہیں کہ گناہوں سے باز آجانا توبہ ہے اور غفلت سے باز آکر بیدار ہوجانا انابت، شریعت والوں کا توکل یہ ہے کہ اسباب پر عمل اور "مُسَبِّبَ الْاَسْبَابُ" پر نظر طریقت والوں کا توکل یہ ہے اسباب کی آڑ کو پھاڑ دینا اور یار تک پہنچ جانا۔

یعنی تیرے لیئے میرا جہاد ہے اور جہاد میں تیری مدد پر نظر ہے میرا اور کفار کا فیصلہ تو فرما کر میرا سچ اور ان کا جھوٹ ظاہر فرمادے۔

نہایت جامع استغفار ہے جس میں ہر قسم کی غلطیوں گناہوں کا ذکر آگیا، یہ سب کچھ ہماری تعلیم کے لیئے ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک گناہوں کی رسائی نہیں وہ گناہ کرنیکے لیئے پیدا نہیں ہوئے بلکہ گنہگاروں کی دستگیری کرنے کے لیئے تشریف لائے۔

تو نے اپنے فضل وکرم سے مجھے درجہ میں سب سے آگے رکھا اور زمانہ میں سب نبیوں سے پیچھے یا آخرت میں تو نے مجھے سب سے آگے رکھا اور دنیاوی ظہور میں سب سے پیچھے یا تو نے میری امت کو ساری امتوں سے درجوں میں آگے

بڑھادیا اور دنیوی ظہور میں سے پیچھے رکھا اس کی تفسیر وہ حدیث ہے نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ۔ (از مرقات) اس جملہ کی اور بہت تفسیریں ہیں۔

اس کے پہلے جملہ میں غیر سے الوہیت کی نفی ضمناً ہے دوسرے میں صراحتاً۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷ ۴۳)

(1486) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ: "اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ، وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّ الْغِنٰى وَالْفَقْرِ". رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ"؛ وَهٰذَا لَفْظُ أَبِيْ دَاوُدَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کلمات کے ساتھ دعا کرتے تھے۔ اے اللہ بے شک میں تیری پناہ میں آتا ہوں، آگ کے فتنہ اور آگ کے عذاب سے اور غناء اور فقر کے شر سے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الاستعاذة، ج۱ص۵۶۶، رقم: ۱۵۴۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۵۲۵، رقم: ۳۴۹۵، مسند أبی یعلی، مسند عائشه رضی الله عنها، ج۹ص۱۱۳، رقم: ۴۶۶۵، سنن ابن ماجه، باب ما تعوذ منه رسول الله صلی الله علیه وسلم، ج۴ص۱۲۶۲، رقم: ۳۸۳۸، سنن النسائی، باب الاستعاذة من شر فتنة القبر، ج۸ص۲۶۲، رقم: ۵۴۶۶)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کفار آگ میں معذّب ہوں گے مؤمن گنہگار معذب نہ ہوں گے بلکہ مؤدب و مہذب ہوں گے یعنی انہیں آگ کے ذریعہ پاک وصاف کرکے جنت کے لائق بنایا جائے گا۔ آگ کے فتنہ سے مراد وہ گناہ ہے جو آگ میں جانے کا باعث بنا لہذا کلام میں تکرار نہیں، آگ کا عذاب اور ہے آگ کا فتنہ کچھ اور۔

شیخی غفلت اور سرکشی، گناہوں کی طرف میلان، مال وعزت پر پھول جانا غنی کا فتنہ ہے۔ مالداروں پر حسد، طمع ذلت، فکر، فقیری کے فتنے، اللہ تعالیٰ دونوں قسم کے فتنوں سے بچائے۔ خیال رہے کہ نہ امیری بُری ہے نہ فقیری، دونوں جنابِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے ہیں، بلکہ ان کے فتنہ برے ہیں۔ مصرع فقر وشاہی وارداتِ مصطفےٰ است

اس میں اختلاف ہے کہ فقیری افضل ہے یا امیری۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بعض کے لیے فقیری افضل ہے، بعض کے لیے امیری، جس کے ذریعہ یار ملے وہ ہی بہتر، بعض بیماروں کو کڑوی دوا مفید ہوتی ہے بعض کو میٹھی، یہ تمام دعائیں اُمت کی تعلیم کے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ہر فتنہ سے محفوظ فرمایا تھا، آپ کا فقر بھی اکسیر تھا اور غنا بھی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

خطاؤں کو دوزخ کی آگ قرار دیا اور مغفرت ورحمت کو برف کا پانی، جو آگ بجھا بھی دے اور اس جگہ کو ٹھنڈا بھی کردے یعنی مجھے قسم قسم کی رحمتوں ومغفرتوں کے ذریعہ دوزخ کے اسباب سے پاک وصاف کردے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۷۶)

(1487) وَعَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمِّهٖ، وَهُوَ قُطْبَةُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ، وَالْاَعْمَالِ، وَالْاَهْوَاءِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت زیاد بن علاقہ اپنے چچا حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعا کرتے تھے۔ اے اللہ بے شک میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ برے اخلاق واعمال اور خواہشات سے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ادعاء أم سلمة، ج۵ص۵۷۵، رقم: ۳۵۹۱ المستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل، ج۱ص۷۱۳، رقم: ۱۹۳۹ المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه قطبة بن مالك الثعلبی، ج۱۹ص۱۹، رقم: ۱۵۸۰۷ صحيح ابن حبان، باب الادعية، ج۳ص۲۴۰، رقم: ۹۶۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

برے اخلاق سے مراد باطنی واندرونی اعمال ہیں جو خلاف شرع ہوں جیسے بدعقیدگی، حسد، کینہ وغیرہ اور برے اعمال سے وہ ظاہری اعمال ہیں جو خلاف شریعت ہیں جیسے زنا، چوری، جھوٹ، غیبت وغیرہ اور بری خواہشوں سے مراد برائیوں کی طرف دل کا میلان ہے۔ھویٰ کے لغوی معنی ہیں محبت، بری چیز سے ہو یا اچھی سے پہلی ھویٰ بری ہے دوسری اچھی مگر اس کا اکثر استعمال بری رغبتوں میں ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر ھویٰ ھدیٰ سے مل جائے تو ایسی ہے جیسے شہد اور مکھن ملا ہوا کبھی برے عقیدوں کو بھی ھویٰ کہہ دیتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ۔ (مراۃ المناجیح، ج۴ص۸۷)

(1488) وَعَنْ شَكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عَلِّمْنِيْ دُعَاءً، قَالَ: "قُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ، وَمِنْ شَرِّ بَصَرِيْ، وَمِنْ شَرِّ لِسَانِيْ، وَمِنْ شَرِّ قَلْبِيْ، وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّيْ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت شکل بن حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے کوئی دعا سکھائیں۔ آپ نے فرمایا: کہو! اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے کان کے شر سے' اپنی آنکھ کے شر سے' اپنی زبان کے شر سے' اپنے دل کے شر سے اور اپنی شرمگاہ کے شر سے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبيح باليد، ج۵ص۵۲۳، رقم: ۳۴۹۲ المستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل، ج۲ص۱۹۳، رقم: ۱۹۵۳ سنن أبوداؤد، باب فی الاستعاذة، ج۱ص۵۶۸، رقم: ۱۵۵۳ سنن النسائی الكبری، باب الاستعاذة من شر الذكر المنی، ج۴ص۴۴۶، رقم: ۷۸۷۶ مسند امام احمد بن حنبل، حديث شكل بن حميد، ج۳ص۳۲۹، رقم: ۱۵۵۸۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی وہ دعائیہ کلمات سکھائیے جن کے ذریعہ برائیوں سے رب تعالیٰ کی پناہ لوں، تعویذ اس کاغذ کے پرزے کو بھی کہتے ہیں جس میں قرآنی آیت یا دعائیں لکھ کر اپنے پاس رکھیں کہ اس سے مقصود بھی پناہ لانا ہے اس لفظ کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

بری چیز، گانے بجانے وغیرہ سننا کان کا شر ہیں، جھوٹ اور غیبت اور نقصان دہ یا بکاسر باتیں کرنا زبان کا شر اور حسد، کینہ، برے عقیدے دل کا شر ہے اور زنا و اسباب زنا میں مبتلا ہونا منی کا شر ہیں۔ منی سے مراد وہی مشہور چیز ہے جس کے خارج ہونے سے غسل واجب ہوتا ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ منی مَنِیَّۃٌ کی جمع ہے بمعنی موت یا اُمْنِیَۃٌ کی جمع ہے یعنی آرزو وتمنا خدایا بری قسم کی موتوں سے تیری پناہ، یا دنیوی لمبی امیدوں سے تیری پناہ مگر پہلے معنے زیادہ قوی ہیں۔ (مرقات، واشعۃ اللمعات) (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۸۷)

(1489) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ، وَالْجُنُوْنِ، وَالْجُذَامِ، وَسَیِّئِ الْاَسْقَامِ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفید داغ کی مرض سے' جنون سے' کوڑھ سے اور دوسری بری بیماریوں سے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الاستعاذۃ، ج۱ص۵۶۹، رقم: ۱۵۵۶، صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج۳ص۲۹۵، رقم: ۱۰۱۷، مسند أبی یعلیٰ، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۵ص۲۷۷، رقم: ۲۸۹۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج۳ص۱۹۲، رقم: ۱۳۰۲۷، مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الدعاء، ج۱۰ص۱۸۸، رقم: ۲۹۷۳۹)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

برص یا تو جسم کے سفید داغ ہیں اور جسم میں سودا پھیل کر جو اعضاء کی اصل صورت بدل دے جس سے کبھی انگلیاں جھڑ جاتی ہیں، جسم پر پھوڑے پھیل جاتے ہیں یہ جذام ہے یعنی کوڑھ اور عقل کا جاتا رہنا یا بگڑ جانا جنون ہے، چونکہ برص و جذام میں تکلیف بھی ہے اور لوگوں کی نفرت بھی جن کی وجہ سے انسان بہت سی عبادات سے محروم ہو جاتا ہے اور عقل بگڑ جانے پر آدمی برے بھلے میں تمیز نہیں کرتا اس لیے ان بیماریوں سے پناہ مانگی۔

جیسے استسقاء، سل، دق اور وہ لمبی بیماریاں جن میں انسان صبر نہیں کر سکتا، لوگوں پر بوجھ بن جاتا ہے، لوگ اس سے گھبرا کر اس کی موت کی دعائیں کرنے لگتے ہیں، بندہ ان کی وجہ سے حقوق اللہ وحقوق العباد ادا کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چلتے ہاتھ پاؤں اٹھالے آمین۔ خیال رہے کہ یہ دعا ہماری تعلیم کے لیے ہے ورنہ تمام انبیاء کرام حضور سید الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ان امراض سے محفوظ ہیں۔ بعض لوگ جذام کو متعدی بیماری سمجھتے ہیں یعنی اڑ کر لگنے والی، اس کی تحقیق ان شاء اللہ لاعدوٰی کی شرح میں ہوگی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۸۶)

(1490) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُوْعِ، فَإِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيْعُ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ، فَإِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ". رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ بھوک سے بے شک وہ برا ساتھی ہے اور میں خیانت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ کیونکہ وہ بری مخفی چیز ہے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الاستعاذة، ج۱ص۵٦۷، رقم: ۱۵۴۹، سنن ابن ماجه، باب التعوذ من الجوع، ج۲ص۱۱۱۳ رقم: ۳۳۵۴، سنن النسائی الکبرٰی، باب الاستعاذه من الجوع، ج۴ص۴۵۲، رقم: ۷۹۰۳، صحیح ابن حبان، باب الادعية، ج۳ص۳۰۴ رقم: ۱۰۲۹، مصنف عبدالرزاق، باب الدعاء، ج۱۰ص۴۴۰، رقم: ۱۹٦۳٦)

شرح حدیث: بھوک سے وہ بھوک مراد ہے جو عبادات سے روک دے، خیال پراگندہ کر دے کہ اس سے انسان بہت سے گناہ کر بیٹھتا ہے، روزہ کی بھوک تو عبادت ہے۔ خیال رہے کہ کبھی زیادتی بھوک میں حرام حلال ہو جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ۔

خیانت امانت کی ضد ہے۔ خفیۃً کسی کا حق مارنا خیانت کہلاتا ہے خواہ اپنا حق مارے یا اللہ رسول کا یا اسلام کا یا کسی بندہ کا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ۔ بطانۃ، استر، ظہارہ، ابرہ، اب بطانہ وہ خفیہ بات جو پیٹ میں رکھی جائے پھر مشیر خاص کو جو اپنا صاحب اسرار ہو اور خلوت وجلوت میں ساتھ رہے بطانہ کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ یہاں یہ آخری معنی ہی مراد ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۸۵)

(1491) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ مُكَاتَبًا جَاءَهُ فَقَالَ: إِنِّيْ عَجَزْتُ عَنْ كِتَابَتِيْ فَأَعِنِّيْ، قَالَ: أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ دَيْنًا أَدَّاهُ اللهُ عَنْكَ؟ قُلْ: "اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَأَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت علی ﷺ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب غلام ان کے پاس آیا اور عرض کیا: میں اپنی مکاتبت کی رقم ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں۔ میری مدد فرمائیں' فرمایا کیا میں تجھ کو جو کلمات نہ سکھا دوں۔ جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھائے' اگر تجھ پر پہاڑ برابر قرض ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی تجھ سے ادا کر دے گا۔ تو پڑھ: اے اللہ مجھے اپنے حلال کے ساتھ حرام سے' کفایت فرما اور مجھے اپنے فضل کے ساتھ اپنے سوا سے بے نیاز فرما۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۵ص۵٦۰ رقم: ۳۵٦۳، المستدرك للحاكم، كتاب

الدعاء والتکبیر والتھلیل، ج۲ص۱۹۹، رقم: ۱۹۷۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۵۳، رقم: ۱۳۱۸ مسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، ج۱ص۱۱۵، رقم: ۵۶۳)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنے میرے مولا نے کچھ مال پر میری آزادی موقوف رکھی ہے جسے ادا کرکے میں آزاد ہوں اور میرے پاس وہ مال نہ ہے اور نہ اس کے حاصل کرنے پر قدرت ہے، براہ کرم مال یا دعا سے میری مدد فرمائیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت علی بفضل اللہ العلی مشکل کشا دافع بلا ہیں، ان سے مصیبت میں مدد لینا شرک نہیں بلکہ سنت بزرگاں ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ جناب علی نے دانستہ طور پر اس کی مالی مدد نہ کی کہ اس سے اس کا کام تو چل جاتا مگر اسے غنا میسر نہ ہوتا، آپ نے اسے وہ دعا بتائی جس سے وہ ہمیشہ کے لیے لوگوں سے غنی ہوگیا وقتی حاجت روائی سے سائل کو غنی بنا دینا بہتر ہے۔

ہر نماز کے بعد ایک بار۔ غالب یہ ہے کہ لفظ قل حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اور ہوسکتا ہے کہ آپ کا خود اپنا قول ہو۔ (مرقات) مشائخ کو ہمیشہ حسب ضرورت اوراد وظیفہ ایجاد کرنے کا حق ہے جسے اطباء کو معجونیں دوائیں ایجاد کرنے کا حق ہے اور منقولہ دعاؤں کی اجازت دینے کا بھی اختیار ہے۔

یعنی حلال روزی بھی اتنی دے کہ مجھے حرام کی طرف توجہ نہ ہو اور میرے دل میں حرص بھی نہ پیدا ہونے دے تاکہ میں حرام سے بچا رہوں خلاصہ یہ ہے کہ کفایت وہ قناعت دونوں نصیب کر۔

کہ دنیا والوں کے پاس حاجت لے کر مجھے نہ جانا پڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پرواہی تو سخت محرومی بلکہ کفر ہے، شیطان نبوت سے بے پرواہ ہوکر مارا گیا۔

اسے حاکم نے بھی روایت کیا، یہ دعا بہت مجرب ہے فقیر کا اس پر عمل ہے اور اس کا بہت فائدہ فقیر ز مارہا ہے۔

یعنے مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی مگر میں نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس باب میں ذکر نہ کیا۔ ان شاء اللہ اس کی وجہ مناسبت وہاں ہی بیان کی جائے گی۔ (مرأۃ المناجیح، ج۴ص۶۶)

(1492) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَ اَبَاهُ حُصَيْنًا كَلِمَتَيْنِ يَدْعُوْ بِهِمَا: "اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ، وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے والد حصین کو دو کلمے سکھائے کہ ان کے ذریعے وہ دعا کریں۔ اے اللہ! مجھے ہدایت عطا فرما اور مجھے میرے نفس کے شر سے محفوظ فرما۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب جامع الدعوات من النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۵ص۵۱۹، رقم: ۳۴۸۴ مسند البزار،

مسند عمران بن حصين رضى الله عنه، ج٢ص٣٠، رقم: ٣٥٨٠ معرفة الصحابة لابى نعيم، باب من اسمه حصين، ج٢ص٣٠٩، رقم: ٢٠٠٨ المعجم الكبير للطبرانى من اسمه عمران بن حصين، ج١٨ص١٧٤، رقم: ١٥١٠٦)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عمران، کنیت ابوالخیر ہے، خزاعی کعبی ہیں، خیبر کے سال اپنے والد حصین کے ساتھ ایمان لائے، عہدِ فاروقی میں بصرے بھیجے گئے، پھر وہاں رہ گئے، بصرے ہی میں ۵۲ھ میں وفات ہوئی۔ ابن سیرین فرماتے ہیں کہ عمران جیسا پرہیز گار وافضل کوئی بصرہ میں نہ تھا، آپ کو فرشتے سلام کرتے تھے۔ (کتاب الکاشف مولانا عبدالحق، از حاشیہ اکمال)

ہر شخص کی خاص ہدایت جداگانہ ہے جو رب تعالیٰ نے اس کے نصیب میں رکھی ہے، کسی کو صرف ایمان کی ہدایت، کسی کو تقویٰ کی، کسی کو عرفان کی، کسی کو عشق رحمان کی۔ مقصد یہ ہے کہ مولیٰ میں ایمان تو لے آیا، اب میرے نصیب میں جو مخصوص ہدایت تو نے کی ہے وہ عطا فرما اور میرا نفس شرارتوں کی جڑ ہے اس کی شر سے مجھے بچا لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ حضرت حصین ہدایت تو پا چکے تھے پھر ہدایت کیوں مانگی۔ ہدایت کی تحقیق اس کے اقسام ہماری تفسیر نعیمی میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی شرح میں ملاحظہ فرمایئے۔ خیال رہے کہ شیطان کی شرارت سے نفس کی شرارت زیادہ ہے کہ شیطان تو لاحول وغیرہ سے بھاگ جاتا ہے، یہ مار آستین کسی عمل سے قبضہ میں نہیں آتا ہے، صرف رب تعالیٰ کے فضل سے آتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۹۲)

(1493) وَعَنْ اَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِي شَيْئًا اَسْاَلُهُ اللّٰهَ تَعَالٰى، قَالَ: "سَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ" فَمَكَثْتُ اَيَّاماً، ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا اَسْاَلُهُ اللّٰهَ تَعَالٰى، قَالَ لِيْ: "يَا عَبَّاسُ، يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ، سَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے کوئی دعا سکھائیں جو میں اللہ تعالیٰ سے کروں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو۔ میں کچھ دن ٹھہر کر پھر حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ مجھے کچھ (دعا) سکھائیں جو میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں تو آپ نے مجھے فرمایا: اے عباس اے اللہ کے رسول کے چچا! اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی عافیت مانگو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی العفو والعافیة، ج٥ص٥٧٦، رقم: ٣٥٩٤)

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن دعاوں کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم عباداللہ بالدعاء۔ رواہ الترمذی مستغرباً والحاکم وصححہ۔

(جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲ / ۱۹۳)

خدا کے بندو! دعا کو لازم پکڑو۔ اسے ترمذی نے روایت کر کے غریب کہا اور حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا۔

حدیث: زید بن خارجہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلوا علیّ واجتہدوا فی الدعاء۔ رواہ الامام احمد والنسائی والطبرانی فی الکبیر وابن سعد وسمویہ والبغوی والباوردی وابن قانع۔

(سنن النسائی باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱ / ۱۹۰)

مجھ پر درود بھیجواور دعا میں کوشش کرو۔ اسے امام احمد، نسائی اور طبرانی نے کبیر میں، ابن سعد، سمویہ، بغوی، باوردی اور ابن قانع نے روایت کیا۔

حدیث: انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتعجزوا فی الدعاء فانہ لن یہلک مع الدعاء احد۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ۔ (المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الکتب بیروت ۱ / ۴۹۴)

دعا میں تقصیر نہ کرو جو دعا کرتا رہے گا ہرگز ہلاک نہ ہوگا۔ اسے ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے روایت کر کے صحیح قرار دیا۔

حدیث: جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تدعون اللہ لیلکم ونہارکم فان الدعاء سلاح المؤمن۔ رواہ ابویعلی

(مسند ابی یعلی مروی از جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۱۸۰۶ مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۲ / ۳۲۹)

رات دن خدا سے دعا مانگو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے۔ اسے ابویعلٰی نے روایت کیا ہے۔

حدیث ۵: عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثروالدعاء بالعافیۃ۔ رواہ الحاکم بسند حسن۔

(المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱ / ۵۲۹)

عافیت کی دعا اکثر مانگ۔ امام حاکم نے اسے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدیث ۶: انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم۔ اخرج ابوالشیخ فی الثواب۔

(کنزالعمال بحوالہ ابی الشیخ عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۱۲۰ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۲/ ۶۳)

دعا کی کثرت کرو کہ دعا قضائے مبرم کو رَد کرتی ہے۔ اسے ابوالشیخ نے ثواب میں نقل کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح فقیر کے رسالہ ذیل المدعا میں دیکھئے۔

حدیث عبادہ صامت وابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیثوں میں ہے ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا کی فضیلت ارشاد فرمائی، صحابہ نے عرض کی: اذا نکثر ایسا ہے تو ہم دعا کی کثرت کریں گے، فرمایا: اللہ اکثر اللہ عزوجل کا کرم بہت کثیر ہے وفی الروایۃ الاخری (دوسری روایت میں ہے۔ت) اللہ اکبر اللہ بہت بڑا ہے،

(جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۷۳) (مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید الخدری مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۱۸)

رواہ الترمذی والحاکم عن عبادۃ وصححاہ واحمد والبزار وابویعلی باسانید جیدۃ والحاکم وقال صحیح الاسناد عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اسے امام ترمذی اور حاکم نے حضرت عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کر کے صحیح قرار دیا، امام احمد، بزار اور ابویعلٰی نے اسانید جیدہ کے ساتھ روایت کیا ہے اور حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کر کے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (ت)

حدیث ۹و۱۰: سلمان فارسی وابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیثوں میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سرہ ان یستجیب اللہ لہ عند الشدائد فلیکثر من الدعا عند الرخاء۔ رواہ الترمذی عن ابی ھریرۃ والحاکم عنہ وعن سلمان وقال صحیح واقروہ۔

(جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۷۴)

جسے خوش آئے کہ اللہ تعالٰی سختیوں میں اس کی دعا قبول فرمائے وہ نرمی میں دعا کی کثرت رکھے۔ اسے ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور حاکم نے ان سے اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کر کے فرمایا کہ یہ صحیح ہے اور محدثین نے اس کی صحت کو برقرار رکھا۔

حدیث ۱۱: ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یسأل اللہ یغضب علیہ۔ رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجۃ والبزار وابن حبان والحاکم وصححاہ۔

(جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۷۳) (ادب المفرد باب ۲۸۶ حدیث ۶۵۸ مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص ۱۷۱) (مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۴۴۳) (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الدعاء حدیث ۹۲۱۸

مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۰/ ۲۰۰)

جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے گا۔ اسے امام احمد، ابن ابی شیبہ اور بخاری نے ادب المفرد میں، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، ابن حبان اور حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا۔

(فتاوی رضویہ، ج ۸ ص ۵۳۲۔ ۵۳۳)

(1494) وَعَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، قَالَ: قُلْتُ لِأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ، مَا كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا كَانَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: كَانَ أَكْثَرُ دُعَائِهِ: "يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلَى دِيْنِكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے ام المؤمنین! رسول اللہ ﷺ جب آپ کے پاس ہوتے تو اکثر کون سی دعا کرتے تھے۔ فرمایا: تو انہوں نے آپ کی زیادہ تر دعا یہ تھی کہ اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت فرما۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۵۳۸، رقم: ۳۵۲۲، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه الهیثم، ج۹ص۱۶۳، رقم: ۹۳۳۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ام سلمة زوج النبی صلی الله علیه وسلم، ج۶ص۳۱۵، رقم: ۲۶۷۲۱، مصنف ابن ابی شیبة، باب فیمن کان یقول یا مقلب القلوب، ج۱۰ص۲۰۰، رقم: ۲۹۸۰۶)

شرح حدیث: دو انگلیوں کے درمیان

جب دافعِ رنج وملال، صاحبِ جُود ونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم یہ دعا مانگتے تو اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کثرت سے یہ دعا مانگتے ہیں کیا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو بھی کوئی خوف ہے؟ تو رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: میں بے خوف کیسے رہ سکتا ہوں، حالانکہ قلوب رحمٰن عزوجل کی (قدرت کی) انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جب اپنے کسی بندے کے دل کو پھیرنا چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔

بے شک اللہ عزوجل نے پختہ علم والوں کی اس دعا پر ان کی تعریف فرمائی:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○

ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔ (پ3، اٰل عمران: 8) (الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۲۹۳)

(1495) وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوٗدَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ، وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَّفْسِيْ، وَاَهْلِيْ، وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی: اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے' اے اللہ اپنی محبت مجھے میری جان' اور میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب بنا دے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۵۲۲، رقم: ۳۴۹۰، مسند البزار، مسند أبی الدرداء رضی اللہ عنہ، ج۲ص۱۱۲، رقم: ۴۰۸۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس جملہ کے کئی معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ مجھے توفیق دے کہ تجھ سے بھی محبت کروں اور ان بندوں سے بھی جو تجھ سے محبت کرتے ہیں علماء، اولیاء، انبیاء سے محبت بالواسطہ تجھ سے ہی محبت ہے۔ دوسرے یہ کہ خدایا مجھ سے تو بھی محبت کر اور تیرے محبوب بندے بھی محبت کریں یعنی حبّ کی اضافت یا مفعول کی طرف ہے یا فاعل کی طرف۔

اس کے بھی وہی دو معنی ہیں کہ ایسے عمل کی توفیق دے جس کی برکت سے تو میرا محبوب بن جائے یا میں تیرا محبوب بن جاؤں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض اعمال میں عشق و محبت پیدا کرنے کی تاثیر ہوتی ہے۔

یعنی مجھے توفیق دے کہ تو مجھے میری اپنی ذات گھر بار مال و دولت سے زیادہ پیارا ہو جائے بلکہ جیسے سخت گرمی اور پیاس کی شدت میں ٹھنڈا پانی پیارا ہوتا ہے، اس سے زیادہ تیری محبت مجھے پیاری ہو۔ خیال رہے کہ محبوبیت کے لیے اس کے محبوب بندوں کی محبت لازم ہے۔ شعر

حاصل نشود رضائے سلطاں تا خاطر بندگاں بجوئی

یعنی داؤد علیہ السلام اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عابد تھے جیسے رب تعالیٰ بنی اسرائیل سے فرماتا ہے: اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ داؤد علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام یا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عابد ہوں اور نہ یہ فرمان اس آیتِ کریمہ کے خلاف ہے جس میں نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں فرمایا گیا: اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ (مراۃ المناجیح، ج۴ص۱۱۲)

(1496) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلِظُّوْا بِيَا

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا (ذا الجلال والاکرام) کے ساتھ

(يَاذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ)". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَرَوَاهُ النِّسَائِيُّ مِنْ رِوَايَةِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَامِرٍ الصَّحَابِيِّ، قَالَ الْحَاكِمُ: "حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ". "أَلِظُّوا": بِكَسْرِ اللَّامِ وَتَشْدِيْدِ الظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ، مَعْنَاهُ: الْزَمُوْا هٰذِهِ الدَّعْوَةَ وَأَكْثِرُوْا مِنْهَا۔

خوب دعا کرو یا چمٹ جاؤ۔ امام ترمذی اور امام نسائی نے اسے ربیعہ بن عامر صحابی کی روایت سے یہ بیان کیا ہے۔ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد سے ہے۔ اَلِظُّوا: لام پر زیر اور ظا پر معجمہ شد کے ساتھ اس کا مطلب ہے اس دعا کو لازم کرلو اور زیادہ سے زیادہ پڑھا کرو۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۵۳۹، رقم: ۳۵۲۴، سنن النسائی الکبری، باب قوله تعالٰی ذی الجلال والاکرام، ج۶ص۳۷۹، رقم: ۱۱۵۶۳، المستدرك للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتهلیل، ج۲ص۱۵۲، رقم: ۱۸۳۶، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه ربیعه بن عمار بن بجاد، ج۵ص۶۴، رقم: ۴۵۹۶، مسند ابی یعلٰی، مسند انس بن مالك، ج۶ص۲۲۵، رقم: ۳۸۳۳)

شرح حدیث: دعا کے شروع میں اللہ عزوجل کو اس کے محبوب ناموں سے پکارنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان علیہ رحمۃ الرحمن اِرشاد فرماتے ہیں:

شروع میں اللہ عزوجل کو اس کے محبوب ناموں سے پکارے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اسم پاک أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے کہ جو شخص اسے تین بار کہتا ہے، فرشتہ ندا کرتا ہے: مانگ کہ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ تیری طرف متوجہ ہوا۔ (المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر ...الخ، باب إنّ للہ ملکا موکلا ... الخ، الحدیث: ۲۰۴۰، ج۲، ص۲۳۹) (أحسن الوعاء لآداب الدعاء وذیل المدعا لأحسن الوعاء ص۷۰)

امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن دعاؤں میں وسیلے سے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور انبیاء وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت فرماتا ہے:

اولٰٓئِك الذین یدعون یبتغون الی ربهم الوسیلة (القرآن ۱۷/۵۷)

وہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔

اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ودیگر انبیاء وصلحاء وعلماء وعرفاء علیہم التحیۃ والثناء کا قدیماً وحدیثاً حضور اقدس غایۃ الغایات، نہایۃ النہایات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیمات سے حضور کے ظہور پرنور سے پہلے اور بعد بھی حضور کے زمان برکت نشان میں اور بعد بھی عہد مبارک صحابہ وتابعین سے آج تک اور آج سے قیام قیامت وعرضات محشر ودخول جنت تک استشفاع وتوسّل احادیث وآثار میں جس قدر وفور وکثرت وظہور وشہرت کے ساتھ وارد محتاج بیان نہیں، جسے اس کی گونہ تفصیل دیکھنی منظور ہو مواہب لدنیہ امام قسطلانی وخصائص کبرائے امام جلال الدین سیوطی وشرح مواہب علامہ زرقانی و

مطالع المسرات علامہ فاسی ولمعات واشعہ شروح مشکوٰۃ وجذب القلوب الی دیار المحبوب ومدارج النبوۃ تصانیف شیخ محقق مولٰنا عبدالحق صاحب دہلوی وغیرہا کتب وکلام علمائے کرام وفضلائے عظام علیہم رحمۃ العزیز العلّام، کی طرف رجوع لائے کہ وہاں حجاب غفلت منکشف ہوتا ہے اور مصنف خطا سے منصرف وباللہ سبحٰنہ وتعالٰی التوفیق۔

اسی طرح صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سیدنا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طلب باراں سے توسل کرنا مروی ومشہور، حصن حصین میں ہے:

وان یتوسل الی اللہ تعالٰی بانبیاءہ خ ر مس والصالحین من عبادہ۔

(حصن حصین آداب دعاء افضل المطابع انڈیا ص ۱۸)

یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف اس کے انبیاء سے توسل کرے۔ اسے بخاری و بزاز وحاکم نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے، اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح ومشہور ہے جسے نسائی وترمذی وابن ماجہ وحاکم وبیہقی وطبرانی وابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور حاکم نے برشرط بخاری و مسلم صحیح کہا اور حافظ امام عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد وتنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلّم ومقرر رکھا جس میں حضور اقدس ملجاء بیکساں، ملاذ دوجہاں، افضل صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ علیہ وعلٰی ذریاتہ، نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے: اللھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) یامحمد انی اتوجه بك الٰی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللھم فشفعه فی۔ (جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲ /۱۹۷)

الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو، الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اور لطف یہ ہے کہ بعض روایات حصن حصین میں لتقضی لی بصیغہ معروف واقع ہوا یعنی یارسول اللہ! میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کردیں۔

مولٰینا فاضل علی قاری علیہ الرحمۃ الباری حرز ثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

وفی نسخة بصیغة فاعل ای لتقضی الحاجة لی والمعنی تکون سببا لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی۔ (حرز ثمین شرح حصن حصین مع حصن حصین صلٰوۃ الحاجۃ افضل المطابع انڈیا ص ۱۲۵)

اور ایک نسخہ میں معروف کا صیغہ ہے یعنی تو میری حاجت روائی فرما، اور معنی یہ ہے کہ آپ میری حاجت روائی

کا سبب بنیں، پس یہ اسناد مجازی ہے اھ (ت) (فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۵۸۴-۵۸۵)

(1497) وَعَنْ اَبِي اُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دعا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِدُعَاءٍ كَثِيْرٍ، لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا ، قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، دَعَوْتَ بِدُعَاءٍ كَثِيْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا. فَقَالَ: "اَلا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَجْمَعُ ذٰلِكَ كُلَّهُ؟ تقول: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَاَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؛ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوامامہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سی دعائیں مانگیں کچھ ان میں سے ہم کو یاد نہ رہیں ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ نے بہت سی دعائیں مانگی ہیں ہم کو کچھ یاد نہیں رہا۔ فرمایا: کیا میں تم کو ان سب کو جمع کرنے والی دعا نہ سکھا دوں تم کہو اے اللہ میں تجھ سے اس بھلائی کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے تیرے رسول اللہ ﷺ نے مانگی اور میں اس چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کے شر سے تیری پناہ تیرے نبی محمد ﷺ نے تجھ سے مانگی ہے تو ہی ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ اور تیرے تک ہی پہنچنا ہے برائی سے بچنے اور نیکی کی طرف پیش قدمی اللہ کی توفیق کے بغیر نہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۵۲۹، رقم: ۳۵۲۱)

شرح حدیث: گھٹنوں کے بل

حضرتِ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہوئے فرمایا، اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنے کو اپنے آپ پر حرام کر دیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے لہذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جسے میں نے ہدایت دی تو مجھ سے ہدایت چاہو میں تمہیں ہدایت دونگا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جسے میں نے کھلایا تو مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بے لباس ہو مگر جسے میں نے کپڑے پہنائے تو مجھ سے لباس طلب کرو میں تمہیں لباس عطا فرماؤں گا۔ اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخش دیتا ہوں تو مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان پہنچاؤ اور تم میرے نفع تک بھی نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے اور تمہارے انس و جن تم میں سے کسی ایک متقی پرہیزگار کی طرح ہو جائیں تو بھی میری

سلطنت میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے تمہارے انس و جن تم میں سب سے زیادہ گناہ گار شخص کی طرح فاجر ہو جائیں تو بھی میرے مُلک میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انس و جن کسی ایک مکان میں یکجا ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا فرما دوں تو بھی میرے خزانے میں کچھ کمی نہ آئے گی مگر اتنی کہ جیسے کسی سوئی کو سمندر میں ڈال دیا جائے تو وہ جتنی کمی کرتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں شمار کرتا ہوں پھر تمہیں ان کا پورا اجر عطا فرماؤں گا لہٰذا جو بھلائی پائے تو وہ اللہ عزوجل کا شکر ادا کرے اور جو اس کے علاوہ پائے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

حضرتِ سیدنا سَعِید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا ابو ادریس خولانی رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث مبارک سناتے تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر... الخ، باب تحریم الظلم، رقم ۲۵۷۷، ص ۱۳۹۳) (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِی ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ ص ۴۸۱)

(1498) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ، وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ". رَوَاهُ الْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ".

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا یہ تھی۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب کا سوال کرتا ہوں۔ اور تیری مغفرت کے فیصلوں کا اور ہر گناہ سے سلامتی کا سوال کرتا ہوں اور ہر نیکی کو غنیمت جاننے جنت کے ساتھ کامیابی کا اور آگ سے نجات کا سوال کرتا ہوں۔ حاکم نے کہا یہ حدیث شرط مسلم کے مطابق صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتھلیل، ج۲ص۱۸۲، رقم: ۱۹۲۵)

شرح حدیث: عاجزی و اِنکساری

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے: اللہ عزوجل اپنے بندے کو اس حال میں دیکھنا پسند فرماتا ہے کہ اس کا بندہ اس کی بارگاہ میں عاجزی و اِنکساری کرتے ہوئے دعا میں مشغول ہو، اگر وہ اس سے مانگے تو وہ اسے عطا فرماتا ہے اور دعا کرے تو قبول فرماتا ہے۔

آگاہ ہو جاؤ! اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: مَیں توبہ کرنے والوں کا دوست، مخلوق کے دھتکارے ہوؤں کی جائے پناہ اور فریاد کرنے والوں کا فریاد رَس ہوں۔ ہے کوئی جس نے مجھ سے سوال کیا ہو اور میں نے اسے محروم رکھا ہو، ہے کوئی جس نے توبہ کی ہو اور میں نے قبول نہ کی ہو اور ہے کوئی ایسا جس نے مجھ سے مانگا ہو اور میں نے اسے عطا نہ کیا ہو۔ مَیں کریم ہوں

اور کرم میری طرف سے ہے، میں جَوّاد ہوں اور جود و عطا میری ہی طرف سے ہے، مَیں اس کو بھی عطا کرتا ہوں جو مجھ سے مانگتا ہے اور اسے بھی جو نہیں مانگتا، میری رحمت کے دروازے سے گنہگاروں کو دھتکارا نہیں جاتا۔

پھر تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

(پ ۸، الاعراف: ۲۳)

ترجمہ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تُو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔ (قُرَّۃُ الْعُیُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن ص ۳۷۔۳۸)

108-بَابُ فَضْلِ الدُّعَاءِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ

کسی کی عدم موجودگی میں اس کے لیے دعا کرنے کی فضیلت

قَالَ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ) (الحشر: 10).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے ۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ) (محمد: 19).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِخْبَارًا عَنْ اِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ) (ابراهيم: 41).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی خبر دیتے ہوئے بیان فرمایا: اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

(1499) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يَدْعُوْ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ اِلَّا قَالَ الْمَلَكُ: وَلَكَ بِمِثْلٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابودرداء ﷛ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان بندہ اپنے بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اور تجھے بھی اس جیسی مراد عطا ہو۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب، ج۸ص۸۶، رقم: ۷۱۰۳، سنن ابوداؤد، باب الدعاء بظهر الغیب، ج۱ص۵۶۳، رقم: ۱۵۳۶، اخبار مکة للفاکهی، ذکر المتابعة بین الحج والعمرة وفضل ذلك، ج۲ص۳۲۳، رقم: ۸۴۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أم الدرداء رضی الله عنها، ج۶ص۳۵۲، رقم: ۲۷۵۹۸، الادب المفرد للبخاری، باب دعاء الاخ بظهر الغیب، ص۲۱۷، رقم: ۶۲۵)

شرح حدیث: وفاداری اور خلوص کے ساتھ پیش آنا

وفاداری کا مطلب یہ ہے کہ اس کی محبت پر ثابت قدم رہے اور اس کے مرنے تک اسے برقرار رکھے اور جب وہ مرجائے تو اس کی اولاد اور دوستوں سے دوستی رکھے کیونکہ محبت سے اُخروی فائدہ مقصود ہوتا ہے اگر وہ مرنے سے پہلے ختم ہوجائے تو عمل اور کوشش ضائع ہوجاتی ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ان سات قسم کے لوگوں کا ذکر کیا جنہیں قیامت کے دن اللہ (عزوجل) اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا تو فرمایا وہ آدمی جو اللہ (عزوجل) کے لئے ایک دوسری سے محبت کرتے ہیں اسی پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی پر الگ ہوتے ہیں۔ (شرح السنۃ جلد ۳ ص ۲۸ حدیث ۳۴۶۳)

بعض حضرات نے فرمایا کہ کسی کے مرنے کے بعد اس سے تھوڑی سی وفا اس کی زندگی میں زیادہ وفا سے بہتر ہے۔

ڈوبنے والا

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

قبر میں میت کی مثال ڈوبنے والے شخص کی طرح ہے وہ اپنی اولاد یا والد یا بھائی یا قریبی رشتہ دار کی طرف سے دعا کا منتظر ہوتا ہے اور مرنے والوں کی قبروں میں زندوں کی دعائیں پہاڑوں جیسے انوار کی شکل میں داخل ہوتی ہیں۔

کسی بزرگ نے فرمایا کہ فوت شدہ لوگوں کے لئے دعا زندہ لوگوں کے لئے تحفوں کی طرح ہے فرشتہ میت کے پاس اس طرح جاتا ہے کہ اس کے پاس نور کا ایک تھال ہوتا ہے جس پر نور کا ایک رومال ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ تیرے فلاں دوست کی طرف سے تیرے لئے ہدیہ ہے یا تیرے فلاں رشتہ دار کی طرف سے ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس پر میت خوش ہوجاتی ہے جس طرح زندہ آدمی تحفہ ملنے پر خوش ہوتا ہے۔ (فیضانِ احیاء العلوم ص ۳۲۱)

(1500) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: "دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ، عِنْدَ رَاْسِهٖ مَلَكٌ مُّوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِيْهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ: اٰمِيْنَ، وَلَكَ بِمِثْلٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان آدمی اپنے بھائی کے لیے جو بھی دعا کرے قبول ہوتی ہے۔ اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے۔ جب بھی اس کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعا کرتا ہے تو وہ آمین کہتا ہے کہ تجھے بھی اس جیسی مراد عطا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب، ج۸ص۸۶ رقم: ۷۱۰۵، مشکوۃ المصابیح، کتاب الدعوات، الفصل الاول، ج۲ص۲، رقم: ۲۲۲۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کسی کے سامنے اس کے لیے دعا کرنے میں چاپلوسی، خوشامد، ریاء وغیرہ کا احتمال ہے مگر پس پشت دعا میں یہ کوئی احتمال نہیں، اس میں اخلاص ہی ہوگا اسی لیے پس پشت کی قید لگائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کی خدمت بہترین عبادت ہے اور اس کی خیر خواہی بہترین عمل۔

یہ فرشتہ کوئی اور فرشتہ ہے جس کے ذمہ یہ ہی خدمت کہ ایسی دعاؤں پر آمین کہا کرے، محافظ یا کاتب اعمال فرشتہ نہیں وہ فرشتہ تو داہنے بائیں ہر وقت رہتے ہیں۔

یعنی تم مسلمان بھائی کے لیے دعا کرو تو فرشتہ تمہارے لیے دعا کرے گا اگر تم نے فرشتہ کی دعا لینا ہے تو دوسروں کو دعا دو بعض بزرگ جب کوئی دعا کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دوسروں کے لیے دعا کرتے ہیں اور اپنے لیے بھی جمع کے صیغہ سے دعا کرتے ہیں، ان عملوں کا ماخذ یہ حدیث ہے یہ عمل بھی ہے کہ پہلے اپنے لیے دعا کرلے پھر دوسرے کے لیے ربِّ اغفرلی ولوالدیّ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۳ص۴۵۳)

109-بَابٌ فِيْ مَسَائِلَ مِنَ الدُّعَاءِ

دعا کے متعلق بعض مسائل

(1501) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صُنِعَ اِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ، فَقَالَ لِفَاعِلِهِ: جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا، فَقَدْ اَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ بھلائی کی گئی وہ بھلائی کرنے والے کو کہے: جزاك الله خيرًا (تجھے اللہ جزائے خیر عطا فرمائے) تو اس نے خوب تعریف کر دی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی المتشبع بمالم یعطه، ج۴ص۳۸۰ رقم: ۲۰۳۵، سنن النسائی الکبری، باب ما یقول لمن صنع الیه معروفا، ج۶ص۵۳ رقم: ۱۰۰۰۸، المعجم الصغیر، من اسمه یزید، ج۲ص۲۹۱ رقم: ۱۱۸۴، جامع الاصول، حرف الثاء، کتاب الثناء والشکر، ج۲ص۵۵۸ رقم: ۱۰۳۱، مسند البزار، مسند اسامة بن زید، ج۱ص۳۰۱ رقم: ۲۶۰۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تو بدلہ سے عاجز ہوں، رب تعالیٰ تجھے دین و دنیا میں اس سلوک کی جزاء خیر دے، اس مختصر سے جملہ میں اسکی نعمت کا اقرار بھی ہوگیا، اپنے عجز کا اظہار بھی اور اس کے حق میں دعائے خیر بھی۔ شکریہ کا مقصد بھی یہ ہی ہوتا ہے، اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ دینے والے کی جھوٹی تعریف اور خوشامدانہ گفتگو نہ کرے، فاسق کو ولی نہ

کہے، جاہل کو عالم نہ بتائے، فقیر کو شہنشاہ نہ کہے کہ جھوٹ بولنا گناہ بھی ہے اور بے فائدہ بھی، یوں ہی اگر کوئی تم سے بدسلوکی کرے تو اسے گالیاں نہ دو، برا بھلا نہ کہو بلکہ کہو غفر اللہ لک و اصلح حالک اللہ تجھے بخشے اور تیری اصلاح کرے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۶۱۹)

(1502) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَمْوَالِكُمْ، لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً يُّسْاَلُ فِيْهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيْبَ لَكُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی جانوں کے خلاف دعا نہ کرو اپنی اولاد کے خلاف دعا نہ کرو اور اپنے مالوں کے خلاف دعا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ دعا ایسے وقت میں ہو جس وقت جو کچھ مانگا جاتا ہے ملتا ہے تو تمہاری یہ دعا بھی قبول ہو جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب حدیث جابر الطویل وقصة ابی یسر، ج۸ص۲۳۲، رقم: ۷۷۰۵، سنن ابوداؤد، باب النھی عن ان یدعو الانسان علی اھلہ ومالہ، ج۱ص۵۶۳، رقم: ۱۵۳۲، صحیح ابن حبان، باب اللعن، ج۱۳ص۵۱، رقم: ۵۷۴۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دعا کے بعد اگر علیٰ آئے تو وہ دعا بمعنی بددعا ہوتی ہے اور اگر لام آئے تو بمعنی دعائے خیر یہاں علیٰ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غصے یا جوش میں اپنی جان، اولاد کو نہ کوسو، مال، جانور، غلام کی ہلاکت کی دعا نہ کر بیٹھو۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ان بددعاؤں کے عادی ہو چکے ہیں، بات بات میں کہتے ہیں، مرجاؤں تو مٹ جائے، تجھے سانپ کاٹے، تجھے گولی لگے۔ معاذ اللہ! اور اگر کوئی ایسا حادثہ ہو جائے تو پھر سر پکڑ کر روتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قبولیت کی گھڑی صرف جمعہ یا شبِ قدر یا آخری رات ہی میں نہیں ہے اور وقت میں بھی ہوتی ہے، مگر کبھی کبھی تو ہر ساعت میں احتمال ہے کہ وہ قبولیت کی ہو، اس لیے ہمیشہ اچھی دعائیں ہی مانگے، کبھی بددعا منہ سے نہ نکالے۔ خیال رہے کہ لعان میں ایسے ہی مباہلہ میں اپنے کو بددعا دینا اظہار حق کے لیے ہوتا ہے وہ محض بددعا نہیں ہوتی وہاں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر میں حق پر نہ ہوں تو ہلاک ہو جاؤں، لہذا یہ حدیث آیت لعان اور آیت مباہلہ کے خلاف نہیں، وہ آیات اپنی جگہ حق ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۵۴)

(1503) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَاَكْثِرُوا الدُّعَاءَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اپنے ربّ کے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے تو سجدہ میں دعا زیادہ کیا کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ج۲ص۴۹، رقم: ۱۱۱۱ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الاجتهاد فی الدعاء فی السجود رجاء الاجابة، ج۲ص۱۱۰، رقم: ۲۷۱۳ سنن ابوداؤد، باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود، ج۱ص۳۲۶، رقم: ۸۷۵ سنن النسائی الکبرٰی، باب ما اقرب ما یکون العبد من الله جل ثناؤه، ج۱ص۲۴۲، رقم: ۲۳ مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی الله عنه، ج۳ص۳۱۱، رقم: ۹۴۴۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی رب تو ہم سے ہر وقت قریب ہے ہم اس سے دور رہتے ہیں، البتہ سجدے کی حالت میں ہمیں اُس سے خصوصی قرب نصیب ہوتا ہے لہذا اس قرب کو غنیمت سمجھ کر جو مانگ سکیں مانگ لیں۔ اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں سجدہ قیام سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ نوافل کے سجدوں میں ہمیشہ دعا مانگے، فرائض کے سجدوں میں کبھی کبھی، بعض لوگ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں یعنی دعا کے لیے سجدہ کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۲ص۱۲۰)

(1504) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ: يَقُوْلُ: قَدْ دَعَوْتُ رَبِّيْ، فَلَمْ يَسْتَجِبْ لِيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ، اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ، مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ" قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ: "يَقُوْلُ: قَدْ دَعَوْتُ، وَقَدْ دَعَوْتُ، فَلَمْ اَرَ يَسْتَجِبُ لِيْ، فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ".

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلدی میں نہ پڑے کہ کہنے لگے میں نے اپنے رب سے دعا کی تو میری دعا قبول نہ کی گئی۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ بندہ کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی رہتی ہے۔ جب تک وہ گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جب تک جلدی میں نہ پڑے۔ عرض کیا: یارسول اللہ! جلدی میں پڑنا کیا ہے؟ فرمایا کہ کہے میں نے دعا کی ہے میں نے دعا کی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ میری دعا قبول ہوگی تو اس وقت وہ تھک جائے اور دعا کو چھوڑ دے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب یستجاب للعبد مالم یعجل، ج۸ص۷۴، رقم: ۶۳۴۰ صحیح مسلم، باب بیان انه یستجاب للداعی مالم یعجل فیقول دعوت فلم یستجب لی، ج۸ص۸۷، رقم: ۷۱۱۰ سنن ابوداؤد، باب الدعاء، ج۱ص۵۵۲، رقم: ۱۴۸۲ سنن ترمذی، باب ما جاء فی یستعجل فی دعائه، ج۵ص۱۳۱، رقم: ۳۴۴۷ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی الله عنه، ج۳ص۳۹۶، رقم: ۹۱۳۷)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی دعا نہ مانگے کہ خدایا مجھے شراب پینا نصیب کر یا فلاں کو قتل کر دینے کا موقع دے، نیز جن رشتوں کے جوڑنے کا حکم ہے ان کے توڑنے کی دعا نہ کرے کہ خدایا مجھے میرے باپ سے دور رکھ۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ ناممکن چیزوں کی دعا مانگنا بھی منع ہے جیسے خدا مجھے دنیا میں ان آنکھوں سے اپنا دیدار کرا دے یا فلاں مسلمان کو ہمیشہ دوزخ میں رکھ یا فلاں کافر کو بخش دے اسی لیے کفار و مرتدین کو مرحوم مغفور یا رحمۃ اللہ علیہ کہنا جرم ہے، مطلب حدیث کا یہ ہے کہ قبولیت دعا کی ایک شرط یہ ہے کہ ناجائز چیزوں کی دعا نہ کرے ورنہ قبول نہ ہوگی۔

یعنی قبول دعا کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر قبول دعا میں دیر لگے تو نہ دل تنگ ہو نہ رب تعالیٰ کی رحمت سے مایوس، دیکھو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی دعا کہ خدایا فرعون کو ہلاک کر دے چالیس سال کے بعد قبول ہوئی یعنی قبول کا اظہار اتنے عرصہ بعد ہوا، یعقوب علیہ السلام فراق یوسف علیہ السلام میں چالیس یا اسی سال تک روئے مگر رب تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے بلکہ اپنے بچوں سے فرمایا وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اے بچو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ غرضکہ ہر کام کا ایک وقت ہے، دعا مانگے جائے، مانگنا بندے کا کام ہے دینا رب تعالیٰ کا کام اپنے کام کو اس کے کام پر موقوف نہ کیجئے۔ شعر

حافظ وظیفہ تو دعا کردن است وبس — دربند آں مباش کہ شنید یا نہ شنید

قبول دعا کی بہت قسمیں ہیں، مدعا مل جانا، دعا کی برکت سے کوئی آفت ٹل جانا دعا کا ثواب مل جانا، درجات بلند ہو جانا، جو کچھ ہو جائے ہمارا مدعا حاصل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۵۲)

(1505) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ؟ قَالَ: "جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ، وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: رات کے پچھلے پہر اور فرض نماز کے بعد۔ (مانگی گئی دعا) اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج۵ص۵۲۶، رقم: ۳۴۹۹، سنن النسائی الکبرٰی، باب ما یستحب من الدعاء دبر الصلوات والمکتوبات، ج۶ص۳۲، رقم: ۹۹۳۶، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الاول فی الدعاء، الفصل الاول، ج۴ص۱۴۱، رقم: ۲۰۹۷، مشکوۃ المصابیح، باب الذکر بعد الصلاۃ، الفصل الثانی، ج۱ص۲۱۲، رقم: ۹۶۸)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے کہ آپ قبیلہ باہلہ سے ہیں، حمص میں قیام رہا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کے وقت آپ ۳۰ یا ۳۳ سال کے تھے، ۹۱ سال عمر پائی، ۸۱ھ یا ۸۶ھ حمص ہی میں وفات پائی رضی اللہ عنہ، آپ کی روایات بہت تھوڑی ہیں۔

یعنی دو وقت دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں ایک تو آخری رات کے بیچ میں۔ دوسرے فرض نمازوں کے بعد۔ خیال رہے کہ آخر جوف کی صفت ہے یعنی رات کا درمیانی حصہ جو آخری شب میں ہے اس طرح کہ رات کے دو حصے کرو، آخری آدھے کا درمیانی حصہ لو یہی وقت تہجد کے لیے بہتر ہے اس وقت دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور فرض نماز سے یا تو خود فرائض مراد ہیں یا پوری نماز، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ نماز پنج گانہ میں فرضوں کے بعد بھی مختصر دعا مانگے اور پھر سنت و نفل سے فارغ ہو کر بھی دعا کرے کہ یہ ساری نماز فرض نماز شمار ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۹۳)

(1506) وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا عَلَى الْاَرْضِ مُسْلِمٌ يَّدْعُو اللّٰهَ تَعَالٰى بِدَعْوَةٍ اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهَا، اَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا، مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ، اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ"، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ: اِذًا نُكْثِرُ قَالَ: "اَللّٰهُ اَكْثَرُ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ". وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ مِنْ رِّوَايَةِ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّزَادَ فِيْهِ: "اَوْ يَدَّخِرَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَهَا".

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین پر جو مسلمان بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو وہی عطا فرما دیتا ہے یا اس طرح کی کوئی برائی اس سے دور فرما دیتا ہے جب تک گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔ قوم میں سے ایک آدمی نے کہا: اس وقت ہم زیادہ کریں؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ! اس سے زیادہ عطا فرمائے گا۔ اُسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حاکم نے فرمایا: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے اور اس میں اضافہ کیا ہے۔ (دعا کی قبولیت کی تیسری صورت) کہ اس کے لیے اس جیسا اجر ذخیرہ فرما لیتا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی انتظار الفرج و غیر ذلك، جلد 5، ص 566، رقم 3573، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثامن فی فضل الدعاء والذکر، جلد 9، ص 512، رقم 740، مستدرك للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر و التهلیل، جلد 1، ص 670، رقم 1816، شعب الایمان للبیهقی، باب ذکر فصول فی الدعاء یحتاج الی معرفتها، جلد 2، ص 47، رقم 1128)

شرح حدیث: میری ایک بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوتی

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے! کہ جنابِ رسول کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! جب کوئی مسلمان بندہ دعا کرتا ہے تو وہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے، بشرطیکہ! کسی گناہ یا ناجائز بات کے لئے، یا کسی بیگا نے مسلمان کی تکلیف دہی کیلئے دعا نہ کی ہو۔ لیکن اس کا اثر یا تو یہاں ظاہر ہو جاتا ہے، یا دعا کا اثر دوسری صورت میں نظر آتا ہے! کہ کوئی آسمانی یا دُنیوی بلا اور مصیبت اس بندے پر نازل ہونیوالی تھی، وہ اس کی دعا سے دفع ہوگئی۔ اور اس بندے کو

اس بلا کی خبر بھی نہ ہوئی۔ یا اس کی دعا کا اثر قیامت میں ظاہر ہوگا۔ جو نہایت ضرورت کا وقت ہے، اور وہاں ہر ایک مسلمان یہ تمنا کریگا! کہ کیا ہی اچھا ہوتا، کہ میری ایک بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوتی۔ ساری کی ساری دعائیں آج ہی قبول ہوتیں۔

(طہارۃ القلوب)

مصیبت کا ٹلنا

ایک اور طویل صحیح حدیثِ مبارکہ میں اس طرح بھی آیا ہے! کہ قیامت کے دن رب العالمین عَزَّ وَجَلَّ اپنے بندوں کو سامنے بلا کر فرمائے گا۔ تمہاری فلاں فلاں دعا، فلاں وقت ہم نے قبول فرمائی، مگر اس کا اثر ہم نے بدل دیا۔ اس کے بدلے تم پر مصیبت آنے والی تھی، ہم نے فُلاں دعا کے سبب وہ مصیبت دفع کردی۔ اور تمہیں اس کے صدمے سے بچالیا۔

(ایضاً)

معلوم ہوا! کہ اللہ تعالیٰ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے دعا کا اثر ظاہر نہ ہونا اور آخرت کیلئے اٹھا رکھنا یا کسی بلا کو ٹال دینا کمالِ رحمت کی دلیل ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مصیبتیں بڑی آفتوں کے ٹلنے کا سبب بھی ہوتی ہے۔ اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ اپنے بندوں کو آزماتا بھی ہے۔ اور مصائب وآلام گناہوں کے مٹنے اور دَرَجات بلند ہونے کا سبب بھی ہوتے ہیں۔

ہماری تو یہی دعا ہونی چاہیے! کہ اے پاک پروردگار عَزَّ وَجَلَّ ہمارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما کر بغیر آزمائش کے ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائیاں عطا فرما کر ہر بلا و مصیبت سے محفوظ فرما۔ اور ایمان وعافیت کے ساتھ مدینے میں موت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں پیارے پیارے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کا پڑوس عطا فرما۔ (امین بجاہ النبی الامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم)

(1507) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ الْكَرْبِ: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ، وَرَبُّ الْاَرْضِ، وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سخت پریشانی میں یہ کہتے تھے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ عظمت والا حلم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب ہے اور عزت والے عرش کا رب ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدعاء عند الکرب، جلد 8، ص 75، رقم الحدیث 6346 صحیح مسلم، باب دعا الکرب، جلد 8، ص 85، رقم الحدیث 7097 سنن ابن ماجه، باب بالدعاء عند الکرب، جلد 2، صفحه 1278، رقم 3883 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، جلد 1، ص 228، رقم 2012 مسند البزار، مسند ابن عباس رضی اللہ عنه، جلد 2، ص 315، رقم 5329)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کرب سے مراد وہ سخت تکلیف یا رنج وغم ہے جو دل کو گھیرے۔ حلیم کے معنے ہیں عذاب میں جلدی نہ فرمانے والا بلکہ اپنے مجرم کو باز آجانے پر بخش دینے والا اور اس کا غم وغیرہ دور کردینے والا یعنی یہ تکلیف ہماری کسی خطا کی وجہ سے ہے، رب تعالیٰ حلیم ہے معافی دے گا اور اسے دور فرما دے گا۔

کریم یا تو رب کی صفت ہے اور مرفوع ہے یا عرش کی صفت ہے اور مجرور۔ خیال رہے کہ یہاں صرف رب تعالیٰ کی حمد ہے دعا کا لفظ ایک بھی نہیں مگر چونکہ کریم کی حمد بھی دعا ہے، نیز ذکر اللہ سے بلائیں ٹلتی ہیں اس کے لیے اس کا نام دعائے کرب ہے اور اسی کا نام دفع کرب ہے۔ (لمعات، نووی) یا یہاں زبان پر حمد ہے دل میں سوال۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۳۵)

110-بَابُ كَرَامَاتِ الْاَوْلِيَاءِ وَفَضْلِهِمْ

اولیاء کی کرامت وفضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَاۤءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ) (یونس: 62۔ 64).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خبردار اللہ کے ولیوں کو نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ جو ایمان دار صاحب تقویٰ تھے۔ ان کے لیے دنیا میں خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے تبدیل نہیں ہوتے یہی بڑی کامیابی ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الاُفاضِل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: ولی کی اصل ولاء سے ہے جو قرب ونصرت کے معنی میں ہے۔ ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قُربِ الٰہی حاصل کرے اور اطاعتِ الٰہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نورِ جلالِ الٰہی کی معرفت میں مستغرق ہو جب دیکھے دلائلِ قدرتِ الٰہی کو دیکھے اور جب سنے اللہ کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے ربّ کی ثنا ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے طاعتِ الٰہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے اسی امر میں کوشش کرے جو ذریعۂ قُربِ الٰہی ہو، اللہ کے ذکر سے نہ تھکے اور چشمِ دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے، یہ صفت اولیاء کی ہے، بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ اس کا ولی وناصر اور معین ومددگار ہوتا ہے۔ متکلّمین کہتے ہیں ولی وہ ہے جو اعتقادِ صحیح مبنی بر دلیل رکھتا ہو اور اعمالِ صالحہ شریعت کے مطابق بجا لاتا ہو۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ ولایت نام ہے قُربِ الٰہی اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شے کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ یاد آئے یہی طبری کی حدیث میں بھی ہے۔ ابنِ زید نے کہا کہ ولی وہی ہے جس میں وہ صفت ہو جو اس آیت میں مذکور ہے۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ یعنی ایمان وتقوٰی دونوں کا جامع ہو۔ بعض عُلَماء

نے فرمایا کہ ولی وہ ہیں جو خالص اللہ کے لئے محبت کریں، اولیاء کی یہ صفت احادیثِ کثیرہ میں وارِد ہوئی ہے۔ بعض اکابر نے فرمایا ولی وہ ہیں جو طاعت سے قُربِ الٰہی کی طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کرامت سے ان کی کارسازی فرماتا ہے یا وہ جن کی ہدایت کا برہان کے ساتھ اللہ کفیل ہو اور وہ اس کا حقِ بندگی ادا کرنے اور اس کی خَلق پر رحم کرنے کے لئے وقف ہو گئے۔ یہ معانی اور عبارات اگرچہ جداگانہ ہیں لیکن ان میں اختلاف کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ہر ایک عبارت میں ولی کی ایک ایک صفت بیان کر دی گئی ہے جسے قُربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے یہ تمام صفات اس میں ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجے اور مراتب میں ہر ایک بقدر اپنے درجے کے فضل و شرف رکھتا ہے۔

(یہی بڑی کامیابی ہے) اس خوش خبری سے یا تو وہ مراد ہے جو پرہیزگار ایمانداروں کو قرآنِ کریم میں جابجا دی گئی ہے یا بہترین خواب مراد ہے جو مومن دیکھتا ہے یا اس کے لئے دیکھا جاتا ہے جیسا کہ کثیر احادیث میں وارِد ہوا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ولی کا قلب اور اس کی روح دونوں ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں تو وقتِ خواب اس کے دل میں سوائے ذکر و معرفتِ الٰہی کے اور کچھ نہیں ہوتا اس لئے ولی جب خواب دیکھتا ہے تو اس کی خواب حق اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حق میں بشارت ہوتی ہے۔ بعض مفسّرین نے اس بشارت سے دنیا کی نیک نامی بھی مراد لی ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا اس شخص کے لئے کیا ارشاد فرماتے ہیں جو نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں، فرمایا یہ مومن کے لئے بشارتِ عاجلہ ہے۔ عُلماء فرماتے ہیں کہ یہ بشارت عاجلہ رضائے الٰہی اور اللہ کے محبت فرمانے اور خَلق کے دل میں محبت ڈال دینے کی دلیل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کو زمین میں مقبول کر دیا جاتا ہے۔ قتادہ نے کہا کہ ملائکہ وقتِ موت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دیتے ہیں۔ عطا کا قول ہے کہ دنیا کی بشارت تو وہ ہے جو ملائکہ وقتِ موت سناتے ہیں اور آخرت کی بشارت وہ ہے جو مومن کو جان نکلنے کے بعد سنائی جاتی ہے کہ اس سے اللہ راضی ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ﴾ (مریم: 26،25)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکّی کھجوریں گریں گی تو کھا اور پی۔

شرح: شجرِ مریم رضی اللہ عنہا اور نہرِ جبریل علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت بی بی مریم کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ جب ولادت کا وقت آیا تو حضرت بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آبادی سے کچھ دور ایک کھجور کے سوکھے درخت کے نیچے تنہائی میں بیٹھ گئیں اور اُسی درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ چونکہ آپ بغیر باپ کے کنواری مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم سے پیدا ہوئے۔ اس لئے حضرت مریم بڑی فکر مند اور بے حد اداس تھیں اور بدگوئی و طعنہ زنی کے خوف سے بستی میں نہیں

آرہی تھیں۔ اور ایک ایسی سنسان زمین میں کھجور کے سوکھے درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھیں کہ جہاں کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں تھا۔ ناگہاں حضرت جبریل علیہ السلام اُتر پڑے اور اپنی ایڑی زمین پر مار کر ایک نہر جاری کر دی اور اچانک کھجور کا سوکھا درخت ہرا بھرا ہو کر پختہ پھل لایا۔ سوکھے درخت میں پھل لگ جانا اور نہر کا اچانک جاری ہونا، بلاشبہ یہ دونوں حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کرامات ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ) (آل عمران: 37).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔

شرح: محراب مریم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم (رضی اللہ عنہا) کے والد کا نام عمران اور ماں کا نام حنہ تھا۔ جب بی بی مریم اپنی ماں کے شکم میں تھیں اس وقت ان کی ماں نے یہ منت مان لی تھی کہ جو بچہ پیدا ہوگا میں اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے آزاد کر دوں گی۔ چنانچہ جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو ان کی والدہ ان کو بیت المقدس میں لے کر گئیں۔ اس وقت بیت المقدس کے تمام عالموں اور عابدوں کے امام حضرت زکریا علیہ السلام تھے جو حضرت مریم کے خالو تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اپنی کفالت اور پرورش میں لے لیا اور بیت المقدس کی بالائی منزل میں تمام منزلوں سے الگ ایک محراب بنا کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اس محراب میں ٹھہرایا۔ چنانچہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس محراب میں اکیلی خدا کی عبادت میں مصروف رہنے لگیں اور حضرت زکریا علیہ السلام صبح و شام محراب میں ان کی خبر گیری اور خورد و نوش کا انتظام کرنے کے لئے آتے جاتے رہے۔

چند ہی دنوں میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی محراب کے اندر یہ کرامت نمودار ہوئی کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام محراب میں جاتے تو وہاں جاڑوں کے پھل گرمی میں اور گرمی کے پھل جاڑوں میں پاتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام حیران ہو کر پوچھتے کہ اے مریم یہ پھل کہاں سے تمہارے پاس آتے ہیں؟ تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا یہ جواب دیتیں کہ یہ پھل اللہ کی طرف سے آتے ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے بلاحساب روزی عطا فرماتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو خداوند قدوس نے نبوت کے شرف سے نوازا تھا مگر ان کے کوئی اولاد نہیں تھی اور وہ بالکل ضعیف ہو چکے تھے۔ برسوں سے ان کے دل میں فرزند کی تمنا موجزن تھی اور بارہا انہوں نے گڑگڑا کر خدا سے اولادِ نرینہ کے لئے دعا بھی مانگی تھی مگر خدا کی شانِ بے نیازی کہ باوجود اس کے اب تک ان کو کوئی فرزند نہیں ملا۔ جب انہوں نے

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی محراب میں یہ کرامت دیکھی کہ اس جگہ بے موسم کا پھل آتا ہے تو اس وقت ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ میری عمر اب اتنی ضعیفی کی ہو چکی ہے کہ اولاد کے پھل کا موسم ختم ہو چکا ہے۔ مگر وہ اللہ جو حضرت مریم کی محراب میں بے موسم کے پھل عطا فرماتا ہے وہ قادر ہے کہ مجھے بھی بے موسم کی اولاد کا پھل عطا فرما دے۔ چنانچہ آپ نے محراب مریم میں دعا مانگی اور آپ کی دعا مقبول ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں آپ کو ایک فرزند عطا فرمایا جن کا نام خود خداوند عالم نے یحییٰ رکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کا شرف بھی عطا فرمایا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا باکرامت ولیہ ہیں

واقعہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا صاحبِ کرامت اور مرتبہ ولایت پر فائز ہیں کیونکہ خدا کی طرف سے ان کی محراب میں پھل آتے تھے اور وہ بھی جاڑوں کے پھل گرمی میں اور گرمی کے پھل جاڑوں میں۔ یہ ان کی ایک بہت ہی عظیم الشان اور واضح کرامت ہے جو ان کی ولایت کی شاہد عدل ہے۔

عبادت گاہ مقام مقبولیت ہے

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ والے یا اللہ والیاں جس جگہ عبادت کریں وہ جگہ اس قدر مقدس ہو جاتی ہے کہ وہاں رحمت خداوندی عزوجل کا نزول ہوتا ہے اور وہاں پر دعائیں مقبول ہوا کرتی ہیں جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا محراب مریم میں مقبول ہوئی۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے بیت المقدس میں بار بار یہ دعا مانگ چکے تھے مگر ان کی مراد پوری نہیں ہوئی تھی۔

قبروں کے پاس دعا:۔ جہاں اللہ کے مقبول بندے اور مقبول بندیاں چند دن بیٹھ کر عبادت کریں جب ان جگہوں پر دعائیں مقبول ہوتی ہیں تو ان مقبولان بارگاہِ الٰہی کی قبروں کے پاس جہاں ان بزرگوں کا پورا جسم برسہا برس تک رہا ہے، وہاں بھی ضرور دعائیں مقبول ہوں گی۔ چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب کسی مسئلہ کا حل میرے لئے مشکل ہو جاتا تھا تو میں بغداد جا کر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھ کر اپنے اور خدا کے درمیان امام ممدوح کی مبارک قبر کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتا تھا تو میری مراد بر آتی تھی اور مسئلہ حل ہو جایا کرتا تھا۔

(الخیرات الحسان، الفصل الخامس والثلاثون فی نادب الائمۃ معہ فی مماتہ الخ، ص ۲۳۰)

وَقَالَ تَعَالٰی: (وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا اور اے محبوب تم سورج کو دیکھو گے کہ جب

(الکھف: 16-17)۔ نکلتا ہے تو ان کے غار سے دہنی طرف بچ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو انہیں سے بائیں طرف کترا جاتا ہے۔

شرح: اَصحابِ کہف (غار والے)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھا لئے جانے کے بعد عیسائیوں کا حال بے حد خراب اور نہایت ابتر ہو گیا۔ لوگ بت پرستی کرنے لگے اور دوسروں کو بھی بت پرستی پر مجبور کرنے لگے۔ خصوصاً ان کا ایک بادشاہ دقیانوس تو اس قدر ظالم تھا کہ جو شخص بت پرستی سے انکار کرتا تھا یہ اُس کو قتل کر ڈالتا تھا۔

اصحابِ کہف کون تھے؟:۔ اصحابِ کہف شہر اُفسوس کے شرفاء تھے جو بادشاہ کے معزز درباری بھی تھے۔ مگر یہ لوگ صاحبِ ایمان اور بت پرستی سے انتہائی بیزار تھے۔ دقیانوس کے ظلم و جبر سے پریشان ہو کر یہ لوگ اپنا ایمان بچانے کے لئے اُس کے دربار سے بھاگ نکلے اور قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزیں ہوئے اور سو گئے، تو تین سو برس سے زیادہ عرصے تک اسی حال میں سوتے رہ گئے۔ دقیانوس نے جب ان لوگوں کو تلاش کرایا اور اُس کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ غار کے اندر ہیں تو وہ بے حد ناراض ہوا۔ اور فرطِ غیظ و غضب میں یہ حکم دے دیا کہ غار کو ایک سنگین دیوار اُٹھا کر بند کر دیا جائے تاکہ یہ لوگ اُسی میں رہ کر مر جائیں اور وہی غار ان لوگوں کی قبر بن جائے۔ مگر دقیانوس نے جس شخص کے سپرد یہ کام کیا تھا وہ بہت ہی نیک دل اور صاحبِ ایمان آدمی تھا۔ اُس نے اصحابِ کہف کے نام اُن کی تعداد اور اُن کا پورا واقعہ ایک تختی پر کندہ کرا کر تانبے کے صندوق کے اندر رکھ کر دیوار کی بنیاد میں رکھ دیا۔ اور اسی طرح کی ایک تختی شاہی خزانہ میں بھی محفوظ کرا دی۔ کچھ دنوں کے بعد دقیانوس بادشاہ مر گیا اور سلطنتیں بدلتی رہیں۔ یہاں تک کہ ایک نیک دل اور انصاف پرور بادشاہ جس کا نام بیدروس تھا، تخت نشین ہوا جس نے اڑسٹھ سال تک بہت شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی۔ اُس کے دور میں مذہبی فرقہ بندی شروع ہو گئی اور بعض لوگ مرنے کے بعد اُٹھنے اور قیامت کا انکار کرنے لگے۔ قوم کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ رنج و غم میں ڈوب گیا اور وہ تنہائی میں ایک مکان کے اندر بند ہو کر خداوند قدوس عزوجل کے دربار میں نہایت بے قراری کے ساتھ گریہ وزاری کر کے دعائیں مانگنے لگا کہ یا اللہ عزوجل کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما دے تاکہ لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے اور قیامت کا یقین ہو جائے۔ بادشاہ کی یہ دعا مقبول ہو گئی اور اچانک بکریوں کے ایک چرواہے نے اپنی بکریوں کو ٹھہرانے کے لئے اسی غار کو منتخب کیا اور دیوار کو گرا دیا۔ دیوار گرتے ہی لوگوں پر ایسی ہیبت و دہشت سوار ہو گئی کہ دیوار گرانے والے لرزہ براندام ہو کر وہاں سے بھاگ گئے اور اصحابِ کہف بحکم الٰہی اپنی نیند سے بیدار ہو کر اٹھ بیٹھے اور ایک دوسرے سے سلام و کلام میں مشغول ہو گئے اور نماز بھی ادا کر لی۔ جب ان لوگوں کو بھوک لگی تو ان لوگوں نے اپنے ایک ساتھی یملیخا سے کہا کہ تم بازار جا کر کچھ کھانا لاؤ اور نہایت خاموشی سے یہ بھی معلوم کرو کہ دقیانوس ہم لوگوں کے بارے میں کیا ارادہ رکھتا ہے؟ یملیخا غار سے نکل کر بازار گئے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ شہر میں ہر طرف اسلام کا چرچا ہے اور لوگ

اعلانیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ یملیخا یہ منظر دیکھ کر محوحیرت ہو گئے کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ کہ اس شہر میں تو ایمان واسلام کا نام لینا بھی جرم تھا آج یہ انقلاب کہاں سے اور کیونکر آ گیا؟

پھر یہ ایک نانبائی کی دکان پر کھانا لینے گئے اور دقیانوسی زمانے کا روپیہ دکاندار کو دیا جس کا چلن بند ہو چکا تھا بلکہ کوئی اس سکہ کا دیکھنے والا بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ دکاندار کو شبہ ہوا کہ شاید اس شخص کو کوئی پرانا خزانہ مل گیا ہے چنانچہ دکاندار نے ان کو حکام کے سپرد کر دیا اور حکام نے ان سے خزانے کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کر دی اور کہا کہ بتاؤ خزانہ کہاں ہے؟ یملیخا نے کہا کہ کوئی خزانہ نہیں ہے۔ یہ ہمارا ہی روپیہ ہے۔ حکام نے کہا کہ ہم کس طرح مان لیں کہ روپیہ تمہارا ہے؟ یہ سکہ تین سو برس پرانا ہے اور برسوں گزر گئے کہ اس سکہ کا چلن بند ہو گیا اور تم ابھی جوان ہو۔ لہٰذا صاف صاف بتاؤ کہ عقدہ حل ہو جائے۔ یہ سن کر یملیخا نے کہا کہ تم لوگ یہ بتاؤ کہ دقیانوس بادشاہ کا کیا حال ہے؟ حکام نے کہا کہ آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ ہاں سینکڑوں برس گزرے کہ اس نام کا ایک بے ایمان بادشاہ گزرا ہے جو بت پرست تھا۔ یملیخا نے کہا کہ ابھی کل ہی تو ہم لوگ اس کے خوف سے اپنے ایمان اور جان کو بچا کر بھاگے ہیں۔ میرے ساتھی قریب ہی کے ایک غار میں موجود ہیں۔ تم لوگ میرے ساتھ چلو میں تم لوگوں کو اُن سے ملا دوں۔ چنانچہ حکام اور عمائدین شہر کثیر تعداد میں اُس غار کے پاس پہنچے۔ اصحابِ کہف یملیخا کے انتظار میں تھے۔ جب ان کی واپسی میں دیر ہوئی تو اُن لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ شاید یملیخا گرفتار ہو گئے اور جب غار کے منہ پر بہت سے آدمیوں کا شور وغوغا ان لوگوں نے سنا تو سمجھ بیٹھے کہ غالباً دقیانوس کی فوج ہماری گرفتاری کے لئے آن پہنچی ہے۔ تو یہ لوگ نہایت اخلاص کے ساتھ ذکرِ الٰہی اور توبہ واستغفار میں مشغول ہو گئے۔

حکام نے غار پر پہنچ کر تانبے کا صندوق برآمد کیا اور اس کے اندر سے تختی نکال کر پڑھا تو اُس تختی پر اصحابِ کہف کا نام لکھا تھا اور یہ بھی تحریر تھا کہ یہ مومنوں کی جماعت اپنے دین کی حفاظت کے لئے دقیانوس بادشاہ کے خوف سے اس غار میں پناہ گزیں ہوئی ہے۔ تو دقیانوس نے خبر پا کر ایک دیوار سے ان لوگوں کو غار میں بند کر دیا ہے۔ ہم یہ حال اس لئے لکھتے ہیں کہ جب کبھی بھی یہ غار کھلے تو لوگ اصحابِ کہف کے حال پر مطلع ہو جائیں۔ حکام تختی کی عبارت پڑھ کر حیران رہ گئے۔ اور ان لوگوں نے اپنے بادشاہ بیدروس کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ فوراً ہی بیدروس بادشاہ اپنے امراء اور عمائدین شہر کو ساتھ لے کر غار کے پاس پہنچا تو اصحابِ کہف نے غار سے نکل کر بادشاہ سے معانقہ کیا اور اپنی سرگزشت بیان کی۔ بیدروس بادشاہ سجدہ میں گر کر خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے لگا کہ میری دعا قبول ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانی ظاہر کر دی جس سے موت کے بعد زندہ ہو کر اُٹھنے کا ہر شخص کو یقین ہو گیا۔ اصحابِ کہف بادشاہ کو دعائیں دینے لگے کہ اللہ تعالیٰ تیری بادشاہی کی حفاظت فرمائے۔ اب ہم تمہیں اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ پھر اصحابِ کہف نے السلام علیکم کہا اور غار کے اندر چلے گئے اور سو گئے اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو وفات دے دی۔ بادشاہ بیدروس نے سال کی لکڑی کا صندوق بنوا کر اصحابِ کہف

کی مقدس لاشوں کو اس میں رکھوا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کا ایسا رعب لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا کہ کسی کی یہ مجال نہیں کہ غار کے منہ تک جا سکے۔ اس طرح اصحابِ کہف کی لاشوں کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے سامان کر دیا۔ پھر بیدروس بادشاہ نے غار کے منہ پر ایک مسجد بنوا دی اور سالانہ ایک دن مقرر کر دیا کہ تمام شہر والے اس دن عید کی طرح زیارت کے لئے آیا کریں۔ (خازن، ج ۳، ص ۱۹۸۔۲۰۰)

(1508) وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا: اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّۃِ کَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّۃً: "مَنْ کَانَ عِنْدَہٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ، فَلْیَذْھَبْ بِثَالِثٍ، وَمَنْ کَانَ عِنْدَہٗ طَعَامُ اَرْبَعَۃٍ، فَلْیَذْھَبْ بِخَامِسٍ بِسَادِسٍ" اَوْ کَمَا قَالَ، وَاَنَّ اَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، جَاءَ بِثَلَاثَۃٍ، وَّانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَۃٍ، وَاَنَّ اَبَا بَکْرٍ تَعَشّٰی عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰی صَلَّی الْعِشَاءَ، ثُمَّ رَجَعَ، فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰی مِنَ اللَّیْلِ مَا شَاءَ اللّٰہُ. قَالَتِ امْرَاَتُہٗ: مَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْیَافِكَ؟ قَالَ: اَوَمَا عَشَّیْتِھِمْ؟ قَالَتْ: اَبَوْا حَتّٰی تَجِیْءَ وَقَدْ عَرَضُوْا عَلَیْھِمْ، قَالَ: فَذَھَبْتُ اَنَا فَاخْتَبَاْتُ، فَقَالَ: یَا غُنْثَرُ، فَجَدَّعَ وَسَبَّ، وَقَالَ: کُلُوْا لَا ھَنِیْئًا وَاللّٰہِ لَا اَطْعَمُہٗ اَبَدًا، قَالَ: وَایْمُ اللّٰہِ مَا کُنَّا نَاْخُذُ مِنْ لُقْمَۃٍ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِھَا اَکْثَرُ مِنْھَا حَتّٰی شَبِعُوْا، وَصَارَتْ اَکْثَرَ مِمَّا کَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَنَظَرَ اِلَیْھَا اَبُوْ بَکْرٍ فَقَالَ لِامْرَاَتِہٖ: یَا اُخْتَ بَنِیْ فِرَاسٍ مَا ھٰذَا؟ قَالَتْ: لَا وَقُرَّۃِ عَیْنِیْ لَھِیَ الْاٰنَ اَکْثَرُ مِنْھَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ! فَاَکَلَ مِنْھَا اَبُوْ بَکْرٍ وَّقَالَ: اِنَّمَا کَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّیْطَانِ،

حضرت ابو محمد عبد الرحمن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے اور ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہے وہ تیسرے کو ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہے وہ پانچویں چھٹے کو لے جائے یا جس طرح آپ نے فرمایا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تین آدمی لے گئے اور نبی کریم ﷺ دس آدمی لے گئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے شام کا کھانا رسول اللہ ﷺ کے پاس تناول فرمایا پھر ٹھہرے رہے حتیٰ کہ نماز عشاء پڑھی پھر رات کا کچھ حصہ گزر جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ پس جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا جتنا اللہ نے چاہا آپ واپس آئے تو آپ کی بیوی نے کہا: آپ کو آپ کے مہمانوں سے کس نے روکا ہے؟ کہا: کیا تو نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ تو وہ کہنے لگیں: انہوں نے آپ کے آنے سے پہلے کھانے سے انکار کر دیا' ان پر کھانا پیش کیا ہے۔ حضرت عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں جا کر چھپ گیا' آپ نے فرمایا: اے نادان! اور برا بھلا کہا اور مجھ پر غصہ کیا اور مہمانوں سے کہا کھاؤ' تمہارے لیے برکت نہ ہو۔ اللہ کی قسم میں اس کو کبھی نہ چکھوں گا۔ کہتی ہیں اللہ کی قسم! ہم جو لقمہ بھی اٹھاتے نیچے سے اور زیادہ بڑھ آتا۔ حتیٰ کہ سب سیر ہو گئے اور کھانا

يَعْنِي: يَمِيْنَهُ. ثُمَّ اَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً، ثُمَّ حَمَلَهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهُ. وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ، فَمَضَى الْاَجَلُ، فَتَفَرَّقْنَا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ اُنَاسٌ، اَللّٰهُ اَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَاَكَلُوْا مِنْهَا اَجْمَعُوْنَ.

جتنا تھا اس سے بھی زیادہ ہوگیا۔ تو ابوبکر صدیق نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا اور کہا اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ کہا میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم اب یہ یقینا پہلے سے تین حصہ زیادہ ہے۔ تو اس میں سے ابوبکر صدیق ﷛ نے کھایا اور کہا میرا قسم کھانا وہ تو شیطان کی طرف سے تھا۔ پھر اس سے ایک لقمہ کھایا پھر اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف اٹھا کر لے گئے۔ وہ کھانا آپ کے پاس ہی تھا۔ ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا اس کی مدت مکمل ہوگئی تو ہم بارہ آدمی بکھرے ہوئے تھے اور ہر ایک کے ساتھ کئی آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہر آدمی کے ساتھ کتنے آدمی تھے۔ پس ان سب نے اس میں سے کھایا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَحَلَفَ اَبُوْ بَكْرٍ لَّا يَطْعَمُهُ، فَحَلَفَتِ الْمَرْاَةُ لَا تَطْعَمُهُ، فَحَلَفَ الضَّيْفُ - اَوِ الْاَضْيَافُ - اَنْ لَا يَطْعَمُهُ اَوْ يَطْعَمُوْهُ حَتّٰى يَطْعَمَهُ. فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: هٰذِهٖ مِنَ الشَّيْطٰنِ! فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَاَكَلَ وَاَكَلُوْا، فَجَعَلُوْا لَا يَرْفَعُوْنَ لُقْمَةً اِلَّا رَبَتْ مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا، فَقَالَ: يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ، مَا هٰذَا؟ فَقَالَتْ: وَقُرَّةِ عَيْنِيْ اِنَّهَا الْاٰنَ لَاَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ اَنْ نَاْكُلَ، فَاَكَلُوْا، وَبَعَثَ بِهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ اَنَّهُ اَكَلَ مِنْهَا.

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے قسم اٹھائی کہ اس کو نہ کھائیں گے تو ان کی بیوی نے بھی حلف اٹھایا کہ وہ اس کو نہ کھائے گی۔ تو مہمان یا مہمانوں نے بھی کھانا نہ کھانے کی قسم اٹھائی کہ جب تک آپ نہیں کھائیں گے ہم بھی نہیں کھائیں گے تو حضرت ابوبکر نے کہا یہ قسم شیطان کی طرف سے ہے۔ چنانچہ آپ نے کھانا منگوا کر کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا۔ تو وہ جو لقمہ اٹھاتے نیچے اس سے زیادہ بڑھ جاتا تو آپ کہا اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ تو وہ کہنے لگیں: میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم ہمارے کھانا کھانے سے قبل جتنا تھا اب اس سے زیادہ ہے۔ پس انہوں نے کھایا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیج دیا اور اطلاع کی کہ ہم نے اس میں سے کھایا ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ: دُوْنَكَ أَضْيَافَكَ، فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَافْرُغْ مِنْ قِرَاهُمْ قَبْلَ أَنْ أَجِيْءَ. فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، فَأَتَاهُمْ بِمَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: اطْعَمُوْا، فَقَالُوْا: أَيْنَ رَبُّ مَنْزِلِنَا؟ قَالَ: اطْعَمُوْا، قَالُوْا: مَا نَحْنُ بِآكِلِيْنَ حَتّٰى يَجِيْءَ رَبُّ مَنْزِلِنَا. قَالَ: اقْبَلُوْا عَنَّا قِرَاكُمْ، فَإِنَّهُ إِنْ جَآءَ وَلَمْ تَطْعَمُوْا، لَنَلْقَيَنَّ مِنْهُ فَأَبَوْا، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ يَجِدُ عَلَيَّ، فَلَمَّا جَآءَ تَنَحَّيْتُ عَنْهُ، فَقَالَ: مَا صَنَعْتُمْ؟ فَأَخْبَرُوْهُ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، فَسَكَتُّ: ثُمَّ قَالَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، فَسَكَتُّ، فَقَالَ: يَا غُنْثَرُ أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ إِنْ كُنْتَ تَسْمَعُ صَوْتِي لَمَا جِئْتَ! فَخَرَجْتُ، فَقُلْتُ: سَلْ أَضْيَافَكَ، فَقَالُوْا: صَدَقَ، أَتَانَا بِهِ، فَقَالَ: إِنَّمَا انْتَظَرْتُمُوْنِي وَاللّٰهِ لَا أَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ. فَقَالَ الْآخَرُوْنَ: وَاللّٰهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتّٰى تَطْعَمَهُ فَقَالَ: وَيْلَكُمْ مَا لَكُمْ لَا تَقْبَلُوْنَ عَنَّا قِرَاكُمْ؟ هَاتِ طَعَامَكَ، فَجَآءَ بِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ فَقَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، الْأُوْلٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ، فَأَكَلَ وَأَكَلُوْا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن سے فرمایا اپنے مہمانوں کو لے جائیں۔ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف جا رہا ہوں تو ان کی مہمان نوازی سے میرے آنے سے پہلے فارغ ہو جانا عبدالرحمن چلے گئے تو جو کچھ ان کے پاس تھا ان کے پاس لائے اور کہا کھاؤ۔ انہوں نے کہا ہمارے اس گھر کا مالک کہاں ہے کہا کھانا کھالو۔ انہوں نے کہا ہم اس وقت تک نہ کھائیں گے جب تک صاحب منزل نہ آ جائے۔ کہا ہماری مہمان نوازی قبول کرو۔ اگر وہ آئے اور تم نے کھانا نہ کھایا ہوگا تو وہ ہم سے ناراض ہوں گے۔ انہوں نے انکار کیا۔ اب میں سمجھ گیا آپ مجھ پر ناراض ہوں گے۔ پس جب وہ آئے تو میں ایک طرف ہو گیا۔ آپ نے کہا تم نے کیا کیا۔ انہوں نے بتایا تو آپ نے آواز دی اے عبدالرحمن میں چپ رہا کہا اے بے وفا میں تجھ پر قسم ڈالتا ہوں کہ نکل آ اگر تو میری آواز سن رہا ہے تو میں نکل آیا۔ میں نے کہا مہمانوں سے پوچھ لیں۔ انہوں نے کہا یہ سچ کہتا ہے یہ ہمارے پاس کھانا لایا تھا۔ فرمایا: تم نے میرا انتظار کیا اللہ کی قسم میں اس کو آج رات نہ چکھوں گا۔ مہمانوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم بھی آپ کا کھانا نہ کھائیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے ساتھ کھائیں۔ آپ نے فرمایا: تم پر بڑے کی بات ہے۔ تم میری مہمان نوازی کو قبول کیوں نہیں کرتے۔ اپنا کھانا لاؤ' وہ اس کو لائے تو آپ نے اپنا ہاتھ رکھ دیا اور کہا: اللہ کے نام سے شروع پہلی قسم شیطان کی طرف سے تھی۔ پھر آپ نے اور مہمانوں نے کھانا کھایا۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهُ: "غُنْثَرُ" بِغَيْنٍ مُعْجَمَةٍ مَضْمُومَةٍ ثُمَّ نُوْنٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ ثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ وَهُوَ: الْغَبِيُّ الْجَاهِلُ. وَقَوْلُهُ: "فَجَدَّعَ" أَيْ شَتَمَهُ، وَالْجَدْعُ الْقَطْعُ. قَوْلُهُ "يَجِدُ عَلَيَّ" هُوَ بِكَسْرِ الْجِيْمِ: أَيْ يَغْضَبُ.

"غُنْثَرُ" غین معجمہ پر پیش نون ساکن اور تا کے ساتھ غَبِیٌّ: جاہل کو کہتے ہیں۔ جَدَّعَ: گالی کو کہتے ہیں۔ جَدْعُ کاٹنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یَجِدُ عَلَیَّ: جیم پر زیر کے ساتھ مطلب ہے مجھ پر سخت غصے ہوں گے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السمر مع الضیف والاھل، جلد 1، ص 124، رقم 602 صحیح مسلم، باب اکرام الضیف و فضل ایثارہ، جلد 6، ص 130، رقم 5486 مسند البزار، مسند عبدالرحمن بن أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما، جلد 1، ص 354، رقم 2263 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالرحمن بن أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما، جلد 3، ص 237، رقم 1712)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت عبدالرحمن جناب صدیق اکبر کے بڑے بیٹے اور جناب عائشہ صدیقہ کے سگے بھائی ہیں، ان دونوں کی والدہ جناب ام رومان ہیں، آپ کا نام پہلے عبدالکعبہ تھا، حدیبیہ کی سال اسلام لائے حضور انور نے ان کا نام عبدالرحمن رکھا۔ (اشعہ و مرقات)

صفہ کا ترجمہ ہے چبوترہ مسجد نبوی شریف کے متصل ایک چھتا ہوا چبوترہ بنایا گیا تھا جس میں وہ حضرات رہتے تھے جنہوں نے اپنے کو طلب علم اور خدمت دین کے لیے وقف کر دیا تھا، یہ حضرات ستر تھے انہیں اصحاب صفہ کہتے تھے۔ ان حضرات میں مشہور صحابہ کرام یہ ہیں ابو ذر غفاری، عمار ابن یاسر، سلمان فارسی، صہیب، بلال، ابوہریرہ، خباب ابن ارت، حذیفہ ابن یمان، ابوسعید خدری، بشیر ابن خصاصہ، ابوموہبہ وغیرہم رضی اللہ عنہم، انہیں حضرات کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ الخ۔ (مرقات)

ان حضرات کا کھانا پینا مدینہ والوں کے ذمہ تھا، اب تک یہ ہی دستور چلا آرہا ہے کہ دینی علم کے طلباء مساجد میں رہتے ہیں اور مسلمان محلہ والے ان کے مصارف برداشت کرتے ہیں اسی طرح دین چل رہا ہے اور چلتا رہے گا۔

یعنی آج واقعہ یہ ہوا کہ جناب ابوبکر صدیق تین طالب علم لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس طلباء کو مہمان بنایا یہ لانا ہمیشہ کے لیے نہ تھا صرف رات کے لیے تھا۔ بعض سخی مسلمان اپنے ہاں طالب علموں کا مستقل کھانا لگا دیتے ہیں یہ ان کی ہمت ہے، سب سے بہتر صدقہ جاریہ یہ ہے کہ کسی کو اپنے خرچہ سے عالم بنایا جاوے جیسے امام اعظم نے امام ابو یوسف کو اپنے خرچہ پر اپنی تعلیم سے جید عالم بلکہ امام مجتہد بنا دیا جن کا فیض تا قیامت رہے گا۔

یعنی حضرت ابوبکر صدیق عشاء کی نماز تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر شریف پر رہے، پھر حضور کے ساتھ نماز عشاء پڑھی پھر بعد عشاء حضور کے گھر لوٹ گئے اور بعد نماز عشاء حضور کے ساتھ کھانا کھایا اس میں رات کافی گزر گئی۔ ادھر حضرت صدیق اکبر کے مہمان سارے گھر والے آپ کے منتظر رہے کسی نے کھانا نہیں کھایا، ان کا خیال تھا کہ جناب صدیق کے

آنے پر سب مل کر کھائیں گے، صاحب خانہ کا انتظار سنت صحابہ ہے جیسا کہ معلوم ہوا۔

یعنی تمہارے دیر سے آنے سے تمہارے مہمانوں کو تکلیف ہوئی وہ اب تک بھوکے ہیں تم بہت دیر سے آئے، ایسی باتیں ہوا ہی کرتی ہیں اس میں بے ادبی یا گستاخی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

آپ نے سوال کیا کہ تم نے مہمانوں کو میرے بغیر ہی کیوں کھانا نہیں کھلا دیا، انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے کھانا پیش کیا تھا مگر مہمانوں نے کہا کہ ہم جناب صدیق اکبر کے ساتھ ہی کھائیں گے، اس زمانہ میں قاعدہ تھا کہ مہمان میزبان مل کر کھانا کھاتے تھے اب بھی عرب میں یہ ہی دستور ہے۔

جناب صدیق اکبر کو خیال ہوا کہ ہمارے گھر والوں نے مہمانوں سے یوں ہی رسمًا کھانے کے لیے کہا ہوگا اصرار نہیں کیا ہوگا ورنہ وہ ضرور کھا لیتے اس لیے آپ گھر والوں پر ناراض ہوئے اور کھانا نہ کھانے کی قسم کھالی۔ (مرقات)

بی بی صاحبہ کا نہ کھانے کی قسم کھالینا اس لیے تھا کہ خاوند کے بغیر بیوی کھانا کھالینا معیوب سمجھتی ہیں یعنی اگر آپ بھوکے رہیں گے تو میں بھی بھوکی رہوں گی۔ مہمانوں نے خیال کیا کہ ہماری وجہ سے یہ آپس کی شکر رنجی ہوئی تو وہ بولے ہم بھی نہیں کھائیں گے ہم لوگ اس خانہ جنگی کا باعث بنے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ پہلے آپس میں صلح کریں پھر ہم کھانا کھائیں گے۔

اہلِ عرب خصوصًا مسلمان مدینہ اپنے مہمانوں کا بڑا احترام کرتے تھے اور کرتے ہیں انکی ہر ضد پوری کرتے ہیں اس لیے آپ نے اپنے مہمانوں کی خاطر اپنی قسم توڑ دی، اب بھی مہمان کی خاطر نفلی روزہ توڑ دینا جائز ہے جب کہ مہمان روزے دار میزبان کے بغیر کھانا نہ کھائے، یوں ہی اگر مہمان روزہ دار ہو اور میزبان کھانے کی ضد کرے تو مہمان نفلی روزہ توڑ سکتا ہے مگر قضا واجب ہوگی۔

یہ ہوئی جناب صدیق اکبر کی کرامت یعنی خود آپ اور آپ کے مہمان بلکہ سب گھر والے جب ایک لقمہ برتن سے اٹھاتے تو اس جگہ پیالہ میں نیچے سے کھانا اور نمودار ہو جاتا جو اٹھائے ہوئے لقمہ سے زیادہ ہوتا سبحان اللہ! کرامت معجزے کی قسم سے ہے کہ کھانے کی برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی ہے حضرت صدیق اکبر کی کرامت بھی۔

آپ کی بیوی صاحبہ کا نام ام رومان ہے، آپ قبیلہ بنی فراس سے تھیں اس لیے جناب صدیق نے انہیں اخت بنی فراس فرمایا یعنی اس قبیلہ والوں کی بہن۔

قرۃ عینی یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ (اشعہ)

یعنی یہ کھانا کھاچکنے کے بعد پہلے سے تین گنا زیادہ ہوگیا یہ فقط اندازہ ہے۔

سبحان اللہ! کیسا مبارک کھانا تھا کہ اسے جناب صدیق اکبر ان کے گھر والوں انکے مہمانوں نے بھی کھایا اور آخر میں

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھایا وہ کھانا تو مبارک در مبارک ہو گیا۔
یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی مگر ہم نے مناسبت کے لحاظ سے باب المعجزات میں بیان کردی۔
(مرآۃ المناجیح، ج۸ ص۱۹۲)

(1509) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ نَاسٌ مُحَدَّثُوْنَ، فَاِنْ يَّكُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّهٗ عُمَرُ". رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ. وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِّنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ. وَفِیْ رِوَايَتِهِمَا قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: "مُحَدَّثُوْنَ اَیْ مُلْهَمُوْنَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں سے کچھ لوگ محدث ہوتے (یعنی ان کو الہام ہوتا) تو اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔ (بخاری) مسلم نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور دونوں روایات میں ابن وہب نے کہا کہ محدثوں کا معنی ہے الہام کیے گئے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن الخطاب ابی حفص القرشی رضی الله عنه، جلد 5، ص 12، رقم 3689 صحیح مسلم، باب من فضائل عمر رضی الله تعالى عنه، جلد 7، ص 115، رقم 6357 مسند الحمیدی، احادیث عائشه رضی الله عنها، جلد 1، ص 123، رقم 253 جامع الاصول لابن اثیر الجزری، ذکر عمر بن الخطاب رضی الله عنه، جلد 8، ص 610، رقم 6435)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
اس فرمان عالی کے بہت مطلب ہو سکتے ہیں۔ آسان مطلب یہ ہے کہ محدثون سے مراد ہیں صاحب وحی انبیاء کرام یعنی گزشتہ امتوں میں حضرات انبیاء کرام ہوتے تھے، اگر میری امت میں کوئی نبی ہوتے تو وہ عمر ہوتے، اس کی شرح وہ حدیث ہے لوکان بعدی نبی لکان عمر اگر میرے بعد نبی ہوتا تو جناب عمر نبی ہوتے ورنہ حضور کی امت میں ہر زمانہ میں ہزارہا الہام والے اولیاء اللہ ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے، تمام صحابہ خصوصًا حضرت عثمان و علی و صدیق صاحب الہام اولیاء اللہ تھے۔ (از مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۸ ص۲۷۹)

(1510) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سُمْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: شَكَا اَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا يَعْنِی: ابْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَعَزَلَهٗ، وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا، فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهٗ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّیْ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا اَبَا اِسْحَاقَ، اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ آپ نے ان کی طرف حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا کر بھیج دیا۔ تو انہوں نے حضرت سعد کے خلاف یہاں تک شکایت بیان کی کہ وہ اچھے طریقہ سے نماز نہیں پڑھاتے تو

تُحْسِنُ تُصَلِّيْ، فَقَالَ: اَمَّا اَنَا وَاللّٰهِ فَاِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا اُخْرِمُ عَنْهَا، اُصَلِّيْ صَلٰوتَيِ الْعِشَاءِ فَاَرْكُدُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ، وَاُخِفُّ فِي الْاُخْرَيَيْنِ. قَالَ: ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ، وَاَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا - اَوْ رِجَالًا - اِلَى الْكُوفَةِ يَسْاَلُ عَنْهُ اَهْلَ الْكُوفَةِ. فَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّا سَاَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُوْنَ مَعْرُوْفًا، حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِيْ عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ، يُقَالُ لَهُ اُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ، يُكَنّٰى اَبَا سَعْدَةَ، فَقَالَ: اَمَا اِذْ نَشَدْتَنَا فَاِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ: اَمَا وَاللّٰهِ لَاَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً، وَسُمْعَةً، فَاَطِلْ عُمُرَهُ، وَاَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ لِلْفِتَنِ. وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ اِذَا سُئِلَ يَقُوْلُ: شَيْخٌ كَبِيْرٌ مَّفْتُوْنٌ، اَصَابَتْنِيْ دَعْوَةُ سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ الرَّاوِيْ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: فَاَنَا رَاَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَاِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِيْ فِي الطُّرُقِ فَيَغْمِزُهُنَّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور کہا اے ابو اسحاق یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے تو انہوں نے کہا: میں تو اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ جیسی نماز ان کو پڑھاتا ہوں۔ اس میں کمی نہیں کرتا۔ میں عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں تو پہلی دو رکعتوں کو طویل کرتا ہوں اور پچھلی دو رکعتوں کو مختصر فرمایا: اے ابو اسحاق' تیرے بارے میں گمان یہی ہے پھر ان کے ساتھ ایک آدمی یا زیادہ آدمیوں کو بھیجا کہ اس کے بارے میں اہل کوفہ سے دریافت کریں۔ وہ کوفہ کی ہر مسجد میں گئے۔ (حضرت سعد کے متعلق) پوچھا سب ان کی تعریف کرتے حتیٰ کہ بنو عس کی مسجد میں داخل ہوئے۔ تو ان میں سے ایک آدمی جس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا کھڑا ہو گیا۔ اس کی کنیت ابوسعدہ تھی۔ اس نے کہا جب تو نے قسم دے کر پوچھا ہے تو سعد لشکر جہاد کے ساتھ نہیں جاتے۔ برابر تقسیم نہیں کرتے۔ فیصلہ میں عدل نہیں کرتے تو حضرت سعد نے کہا اللہ کی قسم میں تین دعائیں کروں گا۔ اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے' ریاکاری اور طلب شہرت کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اس کی محتاجی طویل فرما اور اس کو فتنوں کا نشانہ بنا دے۔ وہ آدمی پھر اس حال کو پہنچا کہ اس کو پوچھا جاتا تو کہتا بہت بوڑھا ہوں' فتنوں میں مبتلا ہوں' مجھے حضرت سعد کی بددعا لگی ہے۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں میں نے اس (جھوٹے) کو دیکھا کہ اس کے ابرو آنکھوں پر ڈھلکے ہوئے تھے اور وہ راستہ میں نوجوان لڑکیوں کے پیچھے لگا

رہتا اوران کوارشارے کرتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب القراۃ للامام والماموم فی الصلوات کلھا فی الحضر و السفر، جلد 1، ص 151، رقم 755 صحیح مسلم، باب القراۃ فی الظھر و العصر، جلد 2، ص 38، رقم الحدیث 1044 السنن الکبری للبیہقی، باب السنۃ فی تطویل الاولیین و تخفیف الاخریین، جلد 2، ص 65، رقم 2584 صحیح ابن حبان، باب صفۃ الاصلاۃ، جلد 5، صفحہ 168، رقم 1859)

شرح حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو اسحاق ہے اور خاندان قریش کے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں جو مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں۔ یہ ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں جن کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں جبکہ ابھی ان کی عمر سترہ برس کی تھی دامن اسلام میں آ گئے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ساتھ تمام معرکوں میں حاضر رہے۔ یہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار پر تیر چلایا اور ہم لوگوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ رہ کر اس حال میں جہاد کیا کہ ہم لوگوں کے پاس سوائے ببول کے پتوں اور ببول کی پھلیوں کے کوئی کھانے کی چیز نہ تھی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۶ ملتقطاً ومعرفۃ الصحابۃ، معرفۃ سعد بن ابی وقاص... الخ، الحدیث: ۵۲۵، ج ۱، ص ۱۴۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خاص طور پر ان کے لئے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ سَدِّدْ سَهْمَهٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَهٗ

(کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، سعد بن ابی وقاص... الخ، الحدیث: ۳۶۶۴۰، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۹۲)

اے اللہ! عزوجل ان کے تیر کے نشانہ کو درست فرما دے اور ان کی دعا کو مقبول فرما!

خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی یہ فارس اور روم کے جہادوں میں سپہ سالار رہے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا پھر اس عہدہ سے معزول کر دیا اور یہ برابر جہادوں میں کفار سے کبھی سپاہی بن کر اور کبھی اسلامی لشکر کے سپہ سالار بن کر لڑتے رہے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین ہوئے تو انہوں نے دوبارہ انہیں کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ یہ مدینہ منورہ کے قریب مقام عقیق میں اپنا ایک گھر بنا کر اس میں رہتے تھے اور ۵۵ھ میں جبکہ ان کی عمر شریف پچھتر برس کی تھی اسی مکان کے اندر وصال فرمایا۔ آپ نے وفات سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن میں میرا اون کا وہ پرانا جبہ ضرور پہنایا جائے جس کو پہن کر میں نے جنگ بدر میں کفار سے جہاد کیا تھا چنانچہ وہ جبہ آپ کے کفن میں شامل کیا گیا۔ لوگ فرط عقیدت سے آپ کے جنازے کو کندھوں پر اٹھا کر مقام عقیق سے مدینہ منورہ لائے اور حاکم مدینہ مروان بن الحکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کی قبر منور بنائی۔

عشرہ مبشرہ یعنی جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابیوں میں سے یہی سب سے اخیر میں دنیا سے تشریف لے گئے اور ان کے بعد دنیا عشرہ مبشرہ کے ظاہری وجود سے خالی ہو گئی مگر زمانہ ان کی برکات سے ہمیشہ ہمیشہ مستفیض ہوتا رہے گا۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹٦ و اسد الغابۃ، سعد بن مالک القرشی، ج ۲، ص ۴۳۴، ۴۳۷ ملتقطاً و ملخصاً)

کرامات

آپ کی کرامتوں میں سے چند کرامات مندرجہ ذیل ہیں:

بدنصیب بوڑھا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایات لے کر امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربارِ خلافت مدینہ منورہ میں پہنچے۔ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان شکایات کی تحقیقات کے لیے چند معتمد صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوفہ بھیجا اور یہ حکم فرمایا کہ کوفہ شہر کی ہر مسجد کے نمازیوں سے نماز کے بعد یہ پوچھا جائے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے آدمی ہیں؟ چنانچہ تحقیقات کرنے والوں کی اس جماعت نے جن جن مسجدوں میں نمازیوں کو قسم دے کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو تمام مسجدوں کے نمازیوں نے ان کے بارے میں کلمہ خیر کہا اور مدح و ثناء کی مگر ایک مسجد میں فقط ایک آدمی جس کا نام ابوسعدہ تھا اس نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین شکایات پیش کیں اور کہا: لَا یَقْسِمُ بِالسَّوِیَّۃِ وَلَا یَسِیْرُ بِالسَّرِیَّۃِ وَلَا یَعْدِلُ فِی الْقَضِیَّۃِ (یعنی یہ مالِ غنیمت برابری کے ساتھ تقسیم نہیں کرتے اور خود لشکروں کے ساتھ جہاد میں نہیں جاتے اور مقدمات کے فیصلوں میں عدل نہیں کرتے)

یہ سن کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی یہ دعا مانگی: اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کی عمر لمبی کر دے اور اس کی محتاجی کو دراز کر دے اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر دے۔ عبدالملک بن عمیر تابعی کا بیان ہے کہ اس دعا کا میں نے یہ اثر دیکھا کہ ابوسعدہ اس قدر بوڑھا ہو چکا تھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی دونوں بھویں اس کی دونوں آنکھوں پر لٹک پڑی تھیں اور وہ دربدر بھیک مانگ مانگ کر انتہائی فقیری اور محتاجی کی زندگی بسر کرتا تھا اور اس بڑھاپے میں بھی وہ راہ چلتی ہوئی جوان جوان لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور ان کے بدن میں چٹکیاں بھرتا رہتا تھا اور جب کوئی اس سے اس کا حال پوچھتا تھا تو وہ کہا کرتا تھا کہ میں کیا بتاؤں؟ میں ایک بڈھا ہوں جو فتنوں میں مبتلا ہوں کیونکہ مجھ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء...الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ...الخ، ص ٦١۵)

دشمن صحابہ کا انجام

ایک شخص حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کے الفاظ بکنے لگا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنی اس خبیث حرکت سے باز رہو ورنہ میں تمہارے لئے بددعا کردوں گا۔ اس گستاخ و بے باک نے کہہ دیا کہ مجھے آپ کی بددعا کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ کی بددعا سے میرا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا۔ یہ سن کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! عزوجل اگر اس شخص نے تیرے پیارے نبی کے پیارے صحابیوں کی توہین کی ہے تو آج ہی اس کو اپنے قہر وغضب کی نشانی دکھا دے تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔ اس دعا کے بعد جیسے ہی وہ شخص مسجد سے باہر نکلا تو بالکل ہی اچانک ایک پاگل اونٹ کہیں سے دوڑتا ہوا آیا اور اس کو دانتوں سے پچھاڑ دیا اور اس کے اوپر بیٹھ کر اس کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کی پسلیوں کی ہڈیاں چور چور ہوگئیں اور وہ فوراً ہی مر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ دوڑ دوڑ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارک باد دینے لگے کہ آپ کی دعا مقبول ہوگئی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دشمن ہلاک ہوگیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لسعد بن ابی وقاص...الخ، ج۶ص۱۹۰)

گستاخ کی زبان کٹ گئی

جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی لشکروں کے سپہ سالار تھے لیکن آپ زخموں سے نڈھال تھے اس لئے میدان جنگ میں نکل کر جنگ نہیں کر سکے بلکہ سینے کے نیچے ایک تکیہ رکھ کر اور پیٹ کے بل لیٹ کر فوجوں کی کمان کرتے رہے۔ بڑی خونریز اور گھمسان کی جنگ کے بعد جب مسلمانوں کی فتح مبین ہوگئی تو ایک مسلمان سپاہی نے یہ گستاخی اور بے ادبی کی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے ان کی شان میں ہجو اور بے ادبی کے اشعار لکھ ڈالے جو یہ ہیں:

نُقَاتِلُ حَتّٰی یُنْزِلَ اللّٰہُ نَصْرَہٗ وَسَعْدٌ بِبَابِ الْقَادِسِیَّۃِ مُعْصَم

(ہم لوگ جنگ کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد نازل فرما دیتا ہے اور حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ حال ہے کہ وہ قادسیہ کے پھاٹک پر محفوظ ہو کر بیٹھے ہی رہتے ہیں۔)

فَأُبْنَا وَقَدْ اٰمَتْ نِسَاءٌ کَثِیْرَۃٌ وَنِسْوَۃُ سَعْدٍ لَیْسَ فِیْہِنَّ اَیِّم

(ہم جب جنگ سے واپس آئے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہو چکیں تھیں لیکن سعد کی کوئی بیوی بھی بیوہ نہیں ہوئی۔)

اس دل خراش ہجو سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب نازک پر بڑی زبردست چوٹ لگی اور آپ نے اس طرح دعا مانگی کہ یا اللہ! عزوجل اس شخص کی زبان اور ہاتھ کو میری ہجو کرنے سے روک دے۔ آپ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ یکایک کسی نے اس گستاخ سپاہی کو اس طرح تیر مارا کہ اس کی زبان کٹ کر گر پڑی اور اس کا

ہاتھ بھی کٹ گیا اور وہ شخص ایک لفظ بھی نہ بول سکا اس کا دم نکل گیا۔

(البدایۃ والنھایۃ، سنۃ اربع عشرۃ من الھجرۃ، غزوۃ القادسیۃ، ج ۵، ص ۱۱۳ ملتقطا وثم دخلت سنۃ اربع وخمسین، ذکر توفی فیہا...الخ، ج ۵، ص ۷۲ ۵۔ ۷۳ ۵ ملتقطا ودلائل النبوۃ لابی نعیم، اجابۃ الدعوۃ، اللھم کف لسانہ...الخ، ج ۲، ص ۱۲۱)

چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا

ایک عورت کی یہ عادت بدتھی کہ وہ ہمیشہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں جھانک کر آپ کے گھریلو حالات کی جستجو وتلاش کیا کرتی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار بار اس کو سمجھایا اور منع کیا مگر وہ کسی طرح باز نہیں آئی۔ یہاں تک کہ ایک دن نہایت جلال میں آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ تیرا چہرہ بگڑ جائے ان لفظوں کا یہ اثر ہوا کہ اس عورت کی گردن گھوم گئی اور اس کا چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء...الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ...الخ، ص ۶۱۶)

ایک خارجی کی ہلاکت

ایک گستاخ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر رنج وغم میں ڈوب گئے اور جوش میں آکر یہ دعا کر دی کہ یا اللہ! عزوجل اگر یہ تیرے اولیاء میں سے ایک ولی کو گالیاں دے رہا ہے تو اس مجلس کے برخاست ہونے سے قبل ہی اس شخص کو اپنا قہر وغضب دکھا دے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان اقدس سے اس دعا کا نکلنا تھا کہ اس مردود کا گھوڑا بدک گیا اور وہ پتھروں کے ڈھیر میں منہ کے بل گر پڑا اور اس کا سر پاش پاش ہو گیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء...الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ...الخ، ص ۶۱۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا ان پانچ کراموں سے ہم کو دو سبق ملتے ہیں:

اول: یہ کہ محبوبان بارگاہ الٰہی یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام وصدیقین اور شہداء کرام وصالحین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی شان میں ادنیٰ درجے کی بددعائیں بہت ہی خطرناک اور ہلاکت آفریں بلائیں ہیں۔ ان بزرگوں کی بددعا اور پھٹکار اور ان کی شان میں گستاخی اور بے ادبی یہ قہر الٰہی کا سگنل ہے۔ ان خدا کے مقدس اور محبوب بندوں کی ذرا سی بھی بے ادبی کو خداوند قدوس کی شان قہاری وجباری معاف نہیں فرماتی بلکہ ضرور ان گستاخوں کو دونوں جہان کے عذاب میں گرفتار کر دیتی ہے۔

دوم: یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں علماء، اولیاء اور تمام صالحین کی بددعائیں بہت ہی خطرناک اور ہلاکت آفریں بلائیں ہیں۔ ان بزرگوں کی بددعا اور پھٹکار وہ تلوار ہے جس کی کوئی ڈھال نہیں اور یہ تباہی وبربادی کا وہ زہر آلود تیر ہے جس کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ زندگی بھر ہر ہر قدم پر یہ دھیان رکھے کہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شان میں ذرہ بھر بھی بے ادبی نہ ہونے پائے اور بزرگان دین میں سے کسی کی بھی بددعا نہ لے بلکہ ہمیشہ اس کو

شش میں لگا رہے کہ خداعزوجل کے نیک بندوں کی دعائیں ملتی رہیں کیونکہ نیک بندوں کی بدعائیں بربادی کا خوفناک سگنل اور ان کی دعائیں آبادی کا شیریں پھل ہیں۔

(1511) وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ: اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. خَاصَمَتْهُ اَرْوَى بِنْتُ اَوْسٍ اِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ. وَادَّعَتْ اَنَّهُ اَخَذَ شَيْئًا مِّنْ اَرْضِهَا. فَقَالَ سَعِيْدٌ: اَنَا كُنْتُ اٰخُذُ شَيْئًا مِّنْ اَرْضِهَا بَعْدَ الَّذِيْ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ!؟ قَالَ: مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا. طُوِّقَهُ اِلٰى سَبْعِ اَرَضِيْنَ فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ: لَا اَسْاَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا. فَقَالَ سَعِيْدٌ: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً. فَاَعْمِ بَصَرَهَا. وَاقْتُلْهَا فِيْ اَرْضِهَا. قَالَ: فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا. وَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِيْ فِيْ اَرْضِهَا اِذْ وَقَعَتْ فِيْ حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عروہ بن زبیر ﷺ کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ﷺ سے اروی بنت اوس نے جھگڑا کیا اور انہیں مروان بن حکم کے پاس لے گئی اور دعویٰ کیا کہ حضرت سعید نے اس کی زمین میں سے کچھ دبالی ہے۔ حضرت سعید نے کہا میں اس کی زمین لوں گا؟ جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث سنی ہے۔ مروان نے کہا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے ایک بالشت زمین بطور ظلم چھینی اس کو سات زمینوں تک اس کا طوق پہنایا جائے گا۔ مروان نے کہا اس کے بعد میں آپ سے کوئی گواہی طلب نہیں کرتا۔ حضرت سعید نے کہا اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کردے اور اس کی زمین میں اس کو قتل کرنا۔ عروہ کہتے ہیں کہ وہ مرنے سے پہلے اندھی ہوگئی اور اس دوران کہ جب وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی ایک گڑھے میں گر کر مرگئی۔ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بِمَعْنَاهُ، وَاَنَّهُ رَاٰهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُوْلُ: اَصَابَتْنِيْ دَعْوَةُ سَعِيْدٍ، وَاَنَّهَا مَرَّتْ عَلٰى بِئْرٍ فِي الدَّارِ الَّتِيْ خَاصَمَتْهُ فِيْهَا. فَوَقَعَتْ فِيْهَا. وَكَانَتْ قَبْرَهَا.

اور مسلم کی ایک روایت حضرت محمد بن زید بن عبدالرحمن عمرہ سے اسی کے ہم معنی روایت ہے۔ اس میں ہے کہ محمد بن زید نے اس عورت کو اندھی دیواروں کو ٹٹولتی ہوئی کو دیکھا کہتی تھی مجھے سعید کی بدعا لگی اور اس زمین میں جس کا جھگڑا حضرت سعید ﷺ سے کیا تھا کے ایک کنویں کے پاس سے گزری تو اس میں گر پڑی اور وہی اس کی قبر بن گئی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ماجاء فی سبع أارضین، جلد 4، صفحہ 107، رقم 3198 صحیح مسلم، باب تحریم الظلم و غصب الارض وغیرھا، جلد 5، ص 58، رقم 4219 مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعید بن زید، جلد 1، ص 188، رقم 1633 مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل لیسرق من الرجل الحذاء و الارض، جلد 4، ص 449، رقم 22014 معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، باب معرفۃ ما أسند سعید بن زید عن رسول اللہ ﷺ، جلد 2، ص 106، رقم 547)

شرح حدیث: حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ عشرہ مبشرہ یعنی ان دس صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جن کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی ہے۔ یہ خاندان قریش میں سے ہیں اور زمانہ جاہلیت کے مشہور موحد زید بن عمرو بن نفیل کے فرزند اور امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی ہیں یہ جب مسلمان ہوئے تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسی سے باندھ کر مارا اور ان کے گھر میں جا کر ان کو اور اپنی بہن فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی مارا مگر یہ دونوں استقامت کا پہاڑ بن کر اسلام پر ثابت قدم رہے۔ جنگ بدر میں ان کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کا پتا لگانے کے لیے بھیج دیا تھا اس لئے یہ جنگ بدر کے معرکہ میں حصہ نہ لے سکے مگر اس کے بعد کی تمام لڑائیوں میں یہ شمشیر بکف ہو کر کفار سے ہمیشہ جنگ کرتے رہے۔ گندمی رنگ، بہت ہی دراز قد، خوبصورت اور بہادر جوان تھے۔ تقریباً ۵۰ھ میں ستر برس کی عمر پا کر مقام عقیق میں وصال فرمایا اور لوگوں نے آپ کے جنازہ مبارکہ کو مدینہ منورہ لا کر آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۶ والاستیعاب، باب حرف السین، سعید بن زید بن عمرو، ج ۲، ص ۷۸ أو اسد الغابۃ، عمر بن الخطاب، ج ۴، ص ۱۵۸-۱۵۹)

اللہ والوں کی یہ کرامت ہے کہ ان کی دعائیں بہت زیادہ اور بہت جلد مقبول ہوا کرتی ہیں اور ان کی زبان سے نکلے الفاظ کا ثمرہ خداوند کریم ضرور عالم وجود میں لاتا ہے۔ سچ ہے۔

جو جذب کے عالم میں نکلے لب مومن سے ۔۔۔ وہ بات حقیقت میں تقدیر الٰہی ہے

(1512) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمَّا حَضَرَتْ أُحُدٌ دَعَانِيْ أَبِيْ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُوْلًا فِيْ أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنِّيْ لَا أَتْرُكُ بَعْدِيْ أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ، وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا، فَأَصْبَحْنَا، فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيْلٍ،

حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے جب احد کا دن تھا تو مجھے میرے باپ عبداللہ نے رات کو بلایا اور کہا کہ میرا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے سب سے پہلے میں شہید کیا جاؤں گا۔ میں اپنے بعد رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی تجھ سے زیادہ پیارا چھوڑ نہیں رہا۔ اور میرے ذمہ قرض ہے ادا کر دینا۔ اپنی بہنوں کا اچھی طرح خیال کرنا' صبح ہوئی تو وہ سب سے پہلے شہید

وَدَفَنْتُ مَعَهُ اٰخَرَ فِيْ قَبْرِهٖ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ اَنْ اَتْرُكَهُ مَعَ اٰخَرَ، فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ، فَاِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ غَيْرَ اُذُنِهٖ، فَجَعَلْتُهُ فِيْ قَبْرٍ عَلٰى حِدَةٍ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

ہوئے۔ میں نے انہیں ایک اور آدمی کے ساتھ ایک قبر میں اکٹھا دفن کر دیا۔ پھر مجھے ان کو دوسرے کے ساتھ ایک قبر میں رکھنا نامناسب محسوس ہوا۔ میں نے ان کو چھ ماہ کے بعد نکالا تو وہ اسی طرح تھے جس طرح ان کو قبر میں رکھا تھا۔ صرف ان کے کان پر کچھ خراش تھی تو میں نے ان کو الگ قبر میں دفن کر دیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب هل یخرج المیت من القبر و اللحد لعلة، جلد 2، ص 93، رقم 1351 السنن الکبری للبیهقی، باب من احتاط فا وصی بقضاء دیونه، جلد 6، ص 285، رقم 13054 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی الدفن، الفرع الاول فی دفن الشهداء جلد 11، ص 136، رقم 8635 المستدرك للحاکم، باب ذکر مناقب عبدالله بن عمرو بن حرام، جلد 6، ص 323، رقم 4913 معرفة الصحابة لابی نعیم، ذکر عبدالله بن عمرو بن حرام الانصاری، جلد 4، ص 222، رقم 3871)

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے انصاری ہیں اور مشہور صحابی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد ہیں۔ قبیلہ انصار میں یہ اپنے خاندان بنی سلمہ کے سردار اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بہت ہی جاں نثار صحابی ہیں۔ جنگ بدر میں بڑی بہادری اور جاں بازی کے ساتھ کفار سے لڑے اور ۳ھ میں جنگ احد کے دن سب سے پہلے جام شہادت سے سیراب ہوئے۔ (اسد الغابۃ، عبداللہ بن عمرو بن حرام، ج ۳، ص ۳۵۳)

بخاری شریف وغیرہ کی روایت ہے کہ انہوں نے رات میں اپنے فرزند حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر یہ فرمایا: میرے پیارے بیٹے! کل صبح جنگ احد میں سب سے پہلے میں ہی شہادت سے سرفراز ہوں گا اور بیٹا سن لو! رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بعد تم سے زیادہ میرا کوئی پیارا نہیں ہے لہٰذا تم میرا قرض ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا یہ میری آخری وصیت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ واقعی صبح کو میدان جنگ میں سب سے پہلے میرے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی شہید ہوئے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ھل یخرج المیت من القبر ... الخ، الحدیث: ۱۳۵۱، ج ۱، ص ۴۵۴)

کرامات

فرشتوں نے سایہ کیا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب میرے والد حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی مقدس لاش کو اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لائے تو انکا یہ حال تھا کہ کافروں نے ان کے کان اور ناک کو کاٹ کر ان کی صورت بگاڑ دی تھی۔ میں نے چاہا کہ ان کا چہرہ کھول کر دیکھوں تو میری برادری اور کنبہ قبیلہ والوں نے مجھے اس خیال سے منع کر دیا کہ لڑکا اپنے باپ کا یہ حال دیکھ کر رنج وغم سے نڈھال ہو جائے گا۔ اتنے میں میری پھوپھی روتی ہوئی ان کی لاش کے پاس آئیں تو سید عالم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان پر روؤ یا نہ روؤ فرشتوں کی فوج برابر لگا تار ان کی لاش پر اپنے بازوؤں سے سایہ کرتی رہی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب ظل الملٰئکۃ علی الشہید، الحدیث: ۲۸۱۶، ج ۲، ص ۲۵۸)

کفن سلامت، بدن تر وتازہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ احد کے دن میں نے اپنے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دوسرے شہید (حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کر دیا تھا۔ پھر مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میرے باپ ایک دوسرے شہید کی قبر میں دفن ہیں اس لئے میں نے اس خیال سے کہ ان کو ایک الگ قبر میں دفن کروں۔ چھ ماہ کے بعد میں نے ان کی قبر کو کھود کر لاش مبارک کو نکالا تو وہ بالکل اسی حالت میں تھے جس حالت میں ان کو میں نے دفن کیا تھا بجز اس کے کہ انکے کان پر کچھ تغیر ہوا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ھل یخرج المیت من القبر ... الخ، الحدیث: ۱۳۵۱، ج ۱، ص ۴۵۴)

اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر زخم لگا تھا اور ان کا ہاتھ ان کے زخم پر تھا جب ان کا ہاتھ ان کے زخم سے ہٹایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا۔ پھر جب ان کا ہاتھ ان کے زخم پر رکھ دیا گیا تو خون بند ہو گیا اور ان کا کفن جو ایک چادر تھی جس سے چہرہ چھپا دیا گیا تھا اور ان کے پیروں پر گھاس ڈال دی گئی تھی، چادر اور گھاس دونوں کو ہم نے اسی طرح پر پڑا ہوا پایا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، عبداللہ بن عمرو بن حرام، ج ۳، ص ۴۲۴)

پھر اس کے بعد مدینہ منورہ میں نہروں کی کھدائی کے وقت جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اعلان کرایا کہ سب لوگ میدان احد سے اپنے اپنے مردوں کو ان کی قبروں سے نکال کر لے جائیں تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دوبارہ چھیالیس برس کے بعد اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کھود کر ان کی مقدس لاش کو نکالا تو میں نے ان کو اس حال میں پایا کہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ جب ان کا ہاتھ اٹھایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا پھر جب ہاتھ زخم پر رکھ دیا گیا تو خون بند ہو گیا اور ان کا کفن جو ایک چادر کا تھا بدستور صحیح وسالم تھا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء ... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ ... الخ، ص ۶۱۷)

قبر میں تلاوت

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی زمین کی دیکھ بھال کے لیے غابہ جار ہا تھا تو راستہ میں

رات ہوگئی۔ اس لئے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس ٹھہر گیا۔ جب کچھ رات گزر گئی تو میں نے ان کی قبر میں سے تلاوت کی اتنی بہترین آواز سنی کہ اس سے پہلے اتنی اچھی قرأت میں نے کبھی بھی نہیں سنی تھی۔

جب میں مدینہ منورہ کو لوٹ کر آیا اور میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا اے طلحہ! تم کو یہ معلوم نہیں کہ خدا نے ان شہیدوں کی ارواح کو قبض کر کے زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھا ہے اور ان قندیلوں کو جنت کے باغوں میں آویزاں فرما دیا ہے جب رات ہوتی ہے تو یہ روحیں قندیلوں سے نکال کر ان کے جسموں میں ڈال دی جاتی ہیں پھر صبح کو وہ اپنی جگہوں پر واپس لائی جاتی ہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء...الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ...الخ، ص ۶۲۰)

یہ مستند روایات اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضرات شہداء کرام اپنی اپنی قبروں میں پورے لوازم حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ اپنے جسموں کے ساتھ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں تلاوت کر سکتے ہیں اور دوسرے قسم قسم کے تصرفات بھی کر سکتے اور کرتے ہیں۔

(1513) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رجلین مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فِیْ لَیْلَۃٍ مُّظْلِمَۃٍ وَّمَعَھُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَیْنِ بَیْنَ اَیْدِیْھِمَا۔ فَلَمَّا افْتَرَقَا، صَارَ مَعَ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا وَاحِدٌ حَتّٰی اَتٰی اَھْلَہٗ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ مِنْ طُرُقٍ؛ وَفِیْ بَعْضِھَا اَنَّ الرَّجُلَیْنِ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ، وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا۔

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے دو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے تاریکی میں نکلے، ان کے سامنے دو چراغوں جیسی چیزیں ہوگئیں۔ جب وہ علیحدہ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ان میں سے ایک ایک ہوگئی حتیٰ کہ وہ اپنے گھر پہنچے۔ (بخاری) بعض روایات بخاری میں یہ بھی ہے کہ وہ دو آدمی حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر ﷠ تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب سؤال المشرکین أن یریھم النبی ﷺ آیۃ فاراھم، جلد 3، 1331، رقم 3440 مسند البزار، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 339، رقم 7179، 1505 صحیح بخاری، باب ھل یستاسر الرجل و من لم یستاسر و من رکع رکعتین عند القتل، جلد 4، ص 67، رقم 3045 السنن الکبری للبیھقی، باب صلاۃ الاسیر اذا قدم لیقتل، جلد 9، ص 145، رقم 18898 المعجم الکبیر للطبرانی، باب من اسمہ خبیب بن عدی الانصاری، جلد 4، ص 221، رقم 4192 سنن النسائی الکبری، باب توجیہ العیون والتولیۃ علیھم، جلد 5، ص 261، رقم 8839 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 294، رقم 7915)

شرح حدیث: لاٹھی روشن ہوگئی

ایک مرتبہ حضرت عباد بن بشر اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں دربار رسالت سے کافی رات گزرنے

کے بعد اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اندھیری رات میں جب راستہ نظر نہیں آیا تو اچانک ان کی لاٹھی ٹارچ کی طرح روشن ہوگئی اور یہ دونوں اس کی روشنی میں چلتے رہے۔ جب دونوں کا راستہ الگ الگ ہوگیا تو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی اور دونوں روشنی میں اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ (اسد الغابۃ، عباد بن بشر بن وقش، ج ۳، ص ۱۴۹)

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے باشندہ انصاری ہیں۔ جو خاندان بنی عبدالاشہل کے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ہجرت سے قبل ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بہت ہی دلیر اور جانباز صحابی ہیں۔ جنگ بدر اور جنگ احد وغیرہ کے تمام معرکوں میں بڑی جرأت وشجاعت کے ساتھ کفاو سے جنگ آزما ہوئے۔

کعب بن اشرف یہودی جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا بدترین دشمن تھا، آپ حضرت محمد بن مسلمہ وابوعبس بن جبر اور ابو نائلہ وغیرہ چند انصاریوں کو اپنے ساتھ لے کر اس کے مکان پر گئے اور اس کو قتل کر ڈالا۔ افاضل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں آپ کا شمار ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت عباد بن بشر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آواز سنی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عباد بن بشر پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ ۱۲ھ کی جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے جبکہ آپکی عمر شریف صرف پینتالیس سال کی تھی۔ (اسد الغابۃ، عباد بن بشر بن وقش، ج ۳، ص ۱۴۸، ۱۴۹)

حضرت اسید بن ابی ایاس عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ساریہ بن زنیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے منبر سے پکارا تھا اور وہ نہاوند میں تھے یہ انہی کے بھتیجے ہیں یہ شاعر تھے اور حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے دن بھاگ کر طائف چلے گئے تھے۔ یہ ان اشتہاری مجرموں میں سے تھے جن کے بارے میں یہ فرمان نبوی تھا کہ یہ جہاں اور جس حال میں ملیں قتل کر دیئے جائیں۔ اتفاق سے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طائف میں گزر ہوا جب ملاقات ہوئی تو آپ نے اسید بن ابی ایاس کو بتایا کہ اگر تم بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلو تو تمہاری جان بچ جائے گی۔

اسید یہ سن کر طائف سے اپنے مکان پر آئے اور کرتا پہن کر اور عمامہ باندھ کر خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا کہ کیا آپ نے اسید بن ابی ایاس کا خون مباح فرما دیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! انہوں نے عرض کیا کہ اگر وہ مسلمان ہو کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جائے تو کیا آپ اس کا قصور معاف فرما دیں گے؟ ارشاد ہوا کہ ہاں! یہ سن کر انہوں نے اپنا ہاتھ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے دست اقدس میں دے کر کلمہ پڑھا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اسید بن ابی ایاس میں ہی ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فوراً ہی ایک

آدمی کو بھیج کر اعلان کرادیا کہ اسید بن ابی ایاس مسلمان ہو گئے ہیں اور سرکار رسالت نے ان کو امن کا پروانہ عطا فرمادیا ہے۔ پھر انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا۔

(اسد الغابۃ، اسید بن ابی اناس، ج ا، ص ۱۳۸ ملخصاً و کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، الحدیث: ۳۶۸۱۹، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۱۲۳)

چہرہ سے گھر روشن

جب یہ مسلمان ہو گئے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خوش ہو کر ازراہ کرم ان کے چہرے اور سینے پر اپنا منور ہاتھ پھیرا جس سے ان کو یہ کرامت نصیب ہو گئی کہ یہ جب کسی اندھیرے گھر میں قدم مبارک رکھتے تھے تو اس گھر میں ان کے نورانی چہرے کی روشنی سے اجالا ہو جایا کرتا تھا۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، الحدیث: ۳۶۸۱۹، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۱۲۳)

(1514) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ رَهْطٍ عَيْنًا سَرِيَّةً، وَاَمَّرَ عَلَيْهَا عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْهَدَاةِ، بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ، ذُكِرُوْا لِحَيٍّ مِّنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ: بَنُوْ لِحْيَانَ. فَنَفَرُوْا لَهُمْ بِقَرِيْبٍ مِّنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ، فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ. فَلَمَّا اَحَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَّاَصْحَابُهُ، لَجَأُوْا اِلٰى مَوْضِعٍ، فَاَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ. فَقَالُوْا: انْزِلُوْا فَاَعْطُوْا بِاَيْدِيْكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيْثَاقُ اَنْ لَّا نَقْتُلَ مِنْكُمْ اَحَدًا. فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ: اَيُّهَا الْقَوْمُ، اَمَّا اَنَا، فَلَا اَنْزِلُ عَلٰى ذِمَّةِ كَافِرٍ: اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوْا عَاصِمًا، وَنَزَلَ اِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ، مِنْهُمْ خُبَيْبٌ، وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ اٰخَرُ. فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ اَطْلَقُوْا اَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ، فَرَبَطُوْهُمْ بِهَا. قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هٰذَا اَوَّلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس آدمیوں کا ایک گروہ ایک لشکر کی جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا اور ان کا امیر حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ چنانچہ یہ چل پڑے حتیٰ کہ جب مقام عسفان اور مکہ مکرمہ کے درمیان مقام ھداۃ پر پہنچے تو ہذیل کے ایک قبیلہ جس کو بنولحیان کہتے تھے ان کے بارے میں کہا گیا کہ وہ تقریباً ایک سو تیر اندازوں کے ساتھ ان کے قدموں کے نشانوں پر چل پڑے ہیں جب حضرت عاصم اور آپ کے ساتھیوں کو ان کے تعاقب کا پتہ چلا تو انہوں نے ایک جگہ پناہ لے لی۔ ہذیل والوں نے ان کا محاصرہ کرلیا اور کہا کہ نیچے اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے سپرد کردو ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عاصم بن ثابت نے فرمایا: لوگو! میں تو کسی کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا (اور دعا کی) اے اللہ! اپنے رسول اللہ ﷺ کو ہمارے حال کی خبر کردے۔ پس انہوں نے تیر اندازی کی اور حضرت عاصم کو قتل کردیا تو تین آدمی جن میں

الْغَدْرِ وَاللّٰهِ لَا اَصْحَبُكُمْ اِنَّ لِیْ بِهٰؤُلَاءِ اُسْوَةً. یُرِیْدُ الْقَتْلٰی، فَجَرُّوْهُ وَعَالَجُوْهُ، فَاَبٰی اَنْ یَّصْحَبَهُمْ، فَقَتَلُوْهُ، وَانْطَلَقُوْا بِخُبَیْبٍ، وَزَیْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ، حَتّٰی بَاعُوْهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ ؛ فَابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ خُبَیْبًا. وَكَانَ خُبَیْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ یَوْمَ بَدْرٍ. فَلَبِثَ خُبَیْبٌ عِنْدَهُمْ اَسِیْرًا حَتّٰی اَجْمَعُوْا عَلٰی قَتْلِهٖ، فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوْسٰی یَسْتَحِدُّ بِهَا فَاَعَارَتْهُ، فَدَرَجَ بُنَیٌّ لَّهَا وَهِیَ غَافِلَةٌ حَتّٰی اَتَاهُ، فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهٗ عَلٰی فَخِذِهٖ وَالْمُوْسٰی بِیَدِهٖ، فَفَزِعَتْ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَیْبٌ. فَقَالَ: اَتَخْشَیْنَ اَنْ اَقْتُلَهٗ مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ ذٰلِكَ! قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا رَاَیْتُ اَسِیْرًا خَیْرًا مِّنْ خُبَیْبٍ، فَوَاللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُهٗ یَوْمًا یَاْكُلُ قِطْفًا مِّنْ عِنَبٍ فِیْ یَدِهٖ وَاِنَّهٗ لَمُوْثَقٌ بِالْحَدِیْدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ، وَكَانَتْ تَقُوْلُ: اِنَّهٗ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ خُبَیْبًا. فَلَمَّا خَرَجُوا بِهٖ مِنَ الْحَرَمِ لِیَقْتُلُوْهُ فِی الْحِلِّ، قَالَ لَهُمْ خُبَیْبٌ: دَعُوْنِیْ اُصَلِّیْ رَكْعَتَیْنِ، فَتَرَكُوْهُ، فَرَكَعَ رَكْعَتَیْنِ فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنْ تَحْسَبُوْا اَنَّ مَا بِیْ جَزَعٌ لَّزِدْتُ: اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَاقْتُلْهُمْ بِدَدًا، وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا. وَقَالَ:

فَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِیْ
وَذٰلِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ یَّشَاْ
یُبَارِكْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

حضرت خبیب' حضرت زید بن دثنہ اور ایک تیسرے صحابی تھے ان لوگوں کے میثاق پر اتر آئے جب کافروں نے ان کو قابو کرلیا تو ان کی کمانوں کی تانت کھول کران کو باندھ دیا۔ تیسرے آدمی نے کہا یہ پہلی عہد شکنی ہے۔ اللہ کی قسم! میں تو تمہارے ساتھ بالکل نہیں جاؤں گا یقیناً میں تو ان کی اقتداء کروں گا۔ وہ ان کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے پس ان کافروں نے انہیں خوب کھینچا اور ہر حربہ استعمال کیا لیکن وہ ان کے ساتھ نہ گئے۔ حضرت خبیب اور اور حضرت زید بن دثنہ کو وہ ساتھ لے گئے حتیٰ کہ واقعہ بدر کے بعد انہیں مکہ مکرمہ میں فروخت کر دیا۔ بنو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف نے حضرت خبیب کو خریدا اس لئے کہ حضرت خبیب نے بدر کی لڑائی میں حارث کو قتل کیا تھا' حضرت خبیب ان کی قید میں رہے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت خبیب کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت خبیب نے حارث کی ایک بیٹی سے صفائی کے لئے استرا مانگا اس نے مانگنے پر دے دیا۔ ماں نے دیکھا کہ اس کی بے خبری میں اس کا بیٹا حضرت خبیب کی ران پر بیٹھا ہوا ہے اور استرا ان کے ہاتھ میں ہے تو وہ سخت گھبرائی حضرت خبیب نے اس کی گھبراہٹ دیکھ کر فرمایا کیا تم خوف محسوس کرتی ہو کہ میں اس کو ماردوں گا میں ایسا بالکل نہیں کروں گا۔ عورت کہنے لگی اللہ کی قسم! میں نے حضرت خبیب سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم میں نے ایک دن دیکھا کہ ان کے ایک ہاتھ میں انگور کا گچھا ہے اور وہ اسے کھا رہے ہیں جب کہ ان کے ہاتھ لوہے

کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور مکہ میں اس وقت کوئی پھل بھی نہیں تھا۔ وہ کہتی تھی کہ یہ رزق خبیب کو اللہ نے دیا ہے جب کافران کو قتل کرنے کے لیے حرم سے حل کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت خبیب نے ان سے کہا مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو۔ انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ حضرت خبیب نے دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد فرمایا: اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم میرے اس عمل کو میری گھبراہٹ سمجھو گے تو میں ضرور زیادہ نماز ادا کرتا پھر آپ نے دعا مانگی: اے اللہ! ان کو گن گن کے مارنا اور ان کو علیحدہ کر کر کے ختم کرنا اور ان میں سے کسی کو باقی نہ رہنے دینا اور فرمایا: جب میں مسلمان شہید کیا جاؤں تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں اللہ کی راہ میں مر رہا ہوں اور اگر وہ چاہے تو میرے کٹے ہوئے جسم کے اعضاء میں برکت پیدا فرما دے۔

وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلٰوةَ. وَاَخْبَرَ - يعني: النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - اَصْحَابَهُ يَوْمَ اُصِيْبُوْا خَبَرَهُمْ. وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اِلٰى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِيْنَ حُدِّثُوْا اَنَّهُ قُتِلَ اَنْ يُّؤْتَوا بِشَيْءٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ، وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْ عُظَمَائِهِمْ، فَبَعَثَ اللّٰهُ لِعَاصِمٍ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ، فَلَمْ يَقْدِرُوا اَنْ يَّقْطَعُوْا مِنْهُ شَيْئًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اور حضرت خبیب نے قید کی حالت میں صبر و تحمل کے ساتھ درجہ شہادت پانے والے مسلمانوں کے لیے نفل ادا کرنے کا طریقہ جاری فرمایا جس دن یہ حضرات شہید ہوئے تھے اسی دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو مطلع فرما دیا تھا جب اہلِ قریش کو پتہ چلا کہ حضرت عاصم بن ثابت شہید کر دیئے گئے تو انہوں نے چند آدمی ان کے جسم کے کسی معروف حصہ کو لانے کے لیے بھیجا کیونکہ حضرت عاصم نے ان کے سرداروں میں سے کسی بڑے کو قتل کیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی میت کو محفوظ رکھنے کے لیے بادل کے سائے کی طرح

شہد کی مکھیاں بھیج دیں۔ چنانچہ وہ لوگ ان کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر لے جانے پر قادر نہ ہو سکے۔ (بخاری)

قَوْلُهُ: "الْهَدْاَةُ": مَوْضِعٌ، "وَالظُّلَّةُ": السَّحَابُ. "وَالدَّبْرُ": النَّحْلُ. وَقَوْلُهُ: "اقْتُلْهُمْ بِدَدًا" بِكَسْرِ الْبَاءِ وَفَتْحِهَا، فَمَنْ كَسَرَ قَالَ هُوَ جَمْعُ بِدَّةٍ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَهِيَ النَّصِيبُ وَمَعْنَاهُ: اقْتُلْهُمْ حِصَصًا مُنْقَسِمَةً لِكُلِّ واحِدٍ مِّنْهُمْ نَصِيبٌ، وَمَنْ فَتَحَ قَالَ مَعْنَاهُ: مُتَفَرِّقِيْنَ فِي الْقَتْلِ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ مِّنَ التَّبْدِيْدِ.

الْهداة: جگہ کا نام ہے۔ظلہ: بادل۔دبر: شہد کی مکھیاں۔اور ''اقتلھم بددًا'' میں باء پر زبر اور زیر دونوں پڑھے جاتے ہیں۔ جو زبر پڑھتے ہیں وہ اسے ''بدۃ'' کی جمع بتاتے ہیں اس کا معنیٰ ہے حصہ۔ اور اس (جملہ) کا مطلب اب یہ ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک حصہ کر کے قتل ردے اور جو زیر پڑھتے ہیں ان کے نزدیک اس کا معنیٰ ہوگا ایک کے بعد دوسرے کو قتل کرنا۔ اب یہ تبدید سے ہوگا۔

وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ سَبَقَتْ فِيْ مَوَاضِعِهَا مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ، مِنْهَا حَدِيْثُ الْغُلَامِ الَّذِيْ كَانَ يَأْتِي الرَّاهِبَ وَالسَّاحِرَ، وَمِنْهَا حَدِيْثُ جُرَيْجٍ، وَحَدِيْثُ اَصْحَابِ الْغَارِ الَّذِيْنَ اَطْبَقَتْ عَلَيْهِمُ الصَّخْرَةُ، وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ الَّذِيْ سَمِعَ صَوْتًا فِي السَّحَابِ يَقُوْلُ: اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ، وَغَيْرُ ذٰلِكَ. وَالدَّلَائِلُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقِ.

اس باب میں بہت سی احادیث مروی ہیں ان میں سے بعض اس کتاب میں اپنی جگہوں پر گزر چکی ہیں۔ ان میں سے ایک اس لڑکے والی حدیث ہے جو راہب کے پاس جاتا تھا۔ ایک ان میں غار والی حدیث ہے۔ جس پر چٹان نے غار کا منہ بند کر دیا تھا۔ اور ایک اس آدمی والی حدیث ہے جس نے بادل سے آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر۔ وغیرہ۔ اور اس باب میں دلائل بکثرت مشہور ہیں اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 48، رقم 3866، المستدرک للحاکم، مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 4، ص 165، رقم 4503، دلائل النبوۃ للبیہقی، باب اعلام الجنی صاحبہ بخروج النبی ﷺ جلد 2، ص 121، رقم 544، شرح اصول اعتقاد اهل السنۃ للالکائی، باب ماروی سن کرامات امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، جلد 2، ص 462، رقم 2391)

شرح حدیث: حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے انصاری ہیں اور قبیلہ انصار میں خاندان اوس کے بہت ہی نامی گرامی فرزند ہیں۔ بہت ہی پر جوش اور جانباز صحابی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے انکو بے پناہ والہانہ عشق تھا۔ جنگ بدر میں دل کھول کر انتہائی بہادری کے ساتھ کفار سے لڑے۔ جنگ احد میں بھی آپ کے مجاہدانہ کارنامے شجاعت کے شاہکار کی حیثیت رکھتے

ہیں لیکن سنہ ۴ھ میں عسفان و مکہ مکرمہ کے درمیان مقام رجیع میں یہ کفار کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے۔ چونکہ انہوں نے جنگ بدر میں کفار مکہ کے ایک مشہور سردار حارث بن عامر کو قتل کر دیا تھا اس لئے ان کے بیٹوں نے ان کو خرید لیا اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر ان کو اپنے گھر کی ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا۔ پھر مکہ مکرمہ سے باہر مقام تنعیم میں لے جا کر ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے ان کو سولی پر چڑھا کر شہید کر دیا۔ اسلام میں یہ پہلے خوش نصیب صحابی ہیں جن کو کفار نے سولی پر چڑھا کر شہید کیا۔ سولی پر چڑھنے سے پہلے انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ اے گروہ کفار سن لو! میرا دل تو یہی چاہتا تھا کہ دیر تک نماز پڑھتا رہوں کیونکہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے مگر مجھ کو یہ خیال آ گیا کہ کہیں تم لوگ یہ نہ سمجھ لو کہ میں شہادت سے ڈر رہا ہوں اس لئے میں نے بہت ہی مختصر نماز پڑھی۔ کفار نے آپ کو جب سولی پر چڑھا دیا تو آپ نے چند وجد آفریں اور ایمان افروز اشعار پڑھے پھر حارث بن عامر کے بیٹے ابو سروعہ نے آپ کے مقدس سینہ میں نیزہ مار کر آپ کو شہید کر دیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع... الخ، الحدیث: ۴۰۸۶، ج ۳، ص ۴۶ و المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، کتاب المغازی، بعث الرجیع، ج ۲، ص ۴۸۱۔ ۴۹۰ ملتقطاً)

کرامات

مکہ کی آواز مدینہ پہنچی

جب حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سولی پر چڑھائے گئے تو انہوں نے بڑی حسرت کے ساتھ کہا کہ یا اللہ! عزوجل میں یہاں کسی کو نہیں پاتا جس کے ذریعے میں آخری سلام تیرے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تک پہنچا سکوں لہٰذا تو میرا سلام حبیب علیہ الصلوۃ والسلام تک پہنچا دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مدینہ منورہ کے اندر اپنے اصحاب کی مجلس میں رونق افروز تھے کہ بالکل ہی ناگہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بلند آواز سے وعلیک السلام فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کس کے سلام کا جواب دیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا دینی بھائی خبیب ابھی ابھی مکہ مکرمہ میں سولی پر چڑھا دیا گیا ہے اور اس نے سولی پر چڑھ کر میرے پاس اپنا سلام بھیجا ہے اور میں نے اس کے سلام کا جواب دیا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ... الخ، ص ۶۱۹ و فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع... الخ، تحت الحدیث: ۴۰۸۶، ج ۷، ص ۳۲۷)

ایک سال میں تمام قاتل ہلاک

روایت ہے کہ سولی پر چڑھائے جانے کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاتلوں کے مجمع کی طرف دیکھ کر یہ دعا مانگی: اَللّٰھُمَّ اَحْصِھِمْ عَدَدًا وَّاقْتُلْھُمْ بَدَدًا وَّلَا تُبْقِ مِنْھُمْ اَحَدًا۔ (یعنی اے اللہ! عزوجل تو میرے ان تمام

قاتلوں کو گن کر شمار کر لے اور ان سب کو ہلاک فرما دے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ۔) ایک کافر کا بیان ہے کہ میں نے جب خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بددعا کرتے ہوئے سنا تو میں زمین پر لیٹ گیا تاکہ خبیب کی نظر مجھ پر نہ پڑے۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک سال پورا ہوتے ہوتے تمام وہ لوگ جو آپ کے قتل میں شریک و راضی تھے سب کے سب ہلاک و برباد ہو گئے۔ فقط تنہا میں بچ گیا ہوں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ... الخ، ص ۶۱۸ و صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ۱۰، الحدیث: ۳۹۸۹، ج ۳، ص ۱۵ و فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع... الخ تحت الحدیث: ۴۰۸۶، ج ۷، ص ۳۲۷)

لاش کو زمین نگل گئی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ مقام تنعیم میں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش سولی پر لٹکی ہوئی ہے جو مسلمان ان کی لاش کو سولی سے اتار کر لائے گا میں اس کے لیے جنت کا وعدہ کرتا ہوں۔ یہ خوشخبری سن کر حضرت زبیر بن العوام اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر راتوں کو سفر کرتے اور دن میں چھپتے ہوئے مقام تنعیم میں گئے۔ چالیس کفار سولی کے پہرہ دار بن کر سور ہے تھے۔ ان دونوں حضرات نے لاش کو سولی سے اتارا اور چالیس دن گزر جانے کے باوجود لاش بالکل تر و تازہ تھی اور زخموں سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ گھوڑے پر لاش کو رکھ کر مدینہ منورہ کا رخ کیا مگر ستر کافروں نے ان لوگوں کا پیچھا کیا۔ جب ان دونوں حضرات نے دیکھا کہ اب ہم گرفتار ہو جائیں گے تو ان دونوں نے مقدس لاش کو زمین پر رکھ دیا۔ خدا کی شان دیکھئے کہ ایک دم زمین پھٹ گئی اور مقدس لاش کو زمین نگل گئی اور پھر زمین اس طرح برابر ہو گئی کہ پھٹنے کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب بلیع الارض (جن کو زمین نگل گئی) ہے۔ پھر ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ اے کفار مکہ! ہم تو دو شیر ہیں جو اپنے جنگل میں جا رہے تھے اگر تم لوگوں سے ہو سکے تو ہمارا راستہ روک کر دیکھ لو ورنہ اپنا راستہ لو جب کفار مکہ نے دیکھ لیا کہ ان دونوں حضرات کے پاس لاش نہیں ہے تو وہ لوگ مکہ واپس چلے گئے۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب سوم، ج ۲، ص ۱۴۱)

شہید اسلام حضرت خبیب انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان چاروں کرامتوں کو پڑھ کر عبرت حاصل کیجئے کہ خداوند کریم شہداء کرام بالخصوص اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کے اصحاب کرام کو کیسی کیسی عظیم الشان کرامتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور یہ نصیحت حاصل کیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دین اسلام کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں پیش کی ہیں اور پھر سوچئے کہ ہم آج کل کے مسلمان اسلام کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ اور ہمیں کیا کرنا چاہیے اور پھر خدا کا نام لے کر اٹھئے اور اسلام کے لیے کچھ کر ڈالئے۔

(1515) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا. حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے

قَالَ: مَا سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ لِشَيْءٍ قَطُّ: اِنِّيْ لَاَظُنُّهُ كَذَا، اِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

جب بھی حضرت عمر ﷺ کو یہ کہتے ہے سنا کہ میرا گمان ہے یہ یوں ہے تو وہ اسی طرح ہوتا جس طرح وہ گمان کرتے۔ (بخاری)

شرح حدیث: زبان سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وحی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت فرمائی۔ میں عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! کاش! ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنائیں تو حکم نازل ہوا۔ (اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ) اور پردے کی آیت، میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! کاش آپ ازواج مطہرات کو پردے کا حکم فرمائیں کیونکہ ان سے نیک اور بد ہر قسم کے لوگ کلام کرتے ہیں تو پردے کی آیت نازل ہوئی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات نے رشک کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دباؤ ڈالا تو میں نے ان سے کہا۔ ''اگر وہ آپ کو طلاق دے دیں تو قریب ہے کہ ان کا رب انہیں اور بیویاں عطا فرمادے جو اسلام میں آپ سے بہتر ہوں۔

(بخاری شریف، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی القبلۃ 1/157، الحدیث رقم: 393)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے رب نے تین امور میں میری موافقت فرمائی، مقام ابراہیم میں، حجاب میں اور بدر کے قیدیوں میں (تین کا ذکر شہرت کے اعتبار سے ہے ورنہ ان آیات کی تعداد زیادہ ہے) (مسلم شریف، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل عمر، 4/1865، الحدیث رقم: 2399)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جب کبھی لوگوں میں کوئی معاملہ درپیش ہوا اور اس کے متعلق لوگوں نے کچھ کہا اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہما نے بھی کچھ کہا (خارجہ بن عبداللہ راوی کو شک ہے کہ کس طرح آپ کا نام لیا گیا)۔ اس بارے میں رائے بیان کی تو ضرور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوا۔ (ترمذی شریف، کتاب المناقب، باب فی مناقب عمر، 5/617، الحدیث رقم: 3682)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی رائے دیتے تو اس کے مطابق قرآن نازل ہوتا۔ (ابن أبي شيبه في المصنف، 6/354، الحدیث رقم: 31980)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

18- كِتَابُ الْاُمُوْرِ الْمَنْهِيِّ عَنْهَا

اللہ کے منع کردہ کاموں کا بیان

111-بَابُ تَحْرِيْمِ الْغِيْبَةِ وَالْاَمْرِ بِحِفْظِ اللِّسَانِ

غیبت کی حرمت اور زبان کی حفاظت کا حکم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ) (الحجرات: 12)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الاَفاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: حدیث شریف: میں ہے کہ غیبت یہ ہے کہ مسلمان بھائی کے پیٹھ پیچھے ایسی بات کہی جائے جو اسے ناگوار گذرے اگر وہ بات سچّی ہے تو غیبت ہے ورنہ بہتان۔

تو مسلمان بھائی کی غیبت بھی گوارا نہ ہونی چاہئے کیونکہ اس کو پیٹھ پیچھے بُرا کہنا اس کے مرنے کے بعد اس کا گوشت کھانے کے مثل ہے کیونکہ جس طرح کسی کا گوشت کاٹنے سے اس کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح اس کو بدگوئی سے قلبی تکلیف ہوتی ہے اور درحقیقت آبرو گوشت سے زیادہ پیاری ہے۔

شانِ نزول: سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جہاد کے لئے روانہ ہوتے اور سفر فرماتے تو ہر دو مال داروں کے ساتھ ایک غریب مسلمان کو کر دیتے کہ وہ غریب ان کی خدمت کرے وہ اسے کھلائیں پلائیں ہر ایک کا کام چلے اسی طرح حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو آدمیوں کے ساتھ کئے گئے تھے، ایک روز وہ سو گئے اور کھانا تیار نہ کر سکے تو ان دونوں نے انہیں کھانا طلب کرنے کے لئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، حضور کے خادمِ مطبخ حضرت اُسامہ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے پاس کچھ رہا نہ تھا، انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے یہی آکر کہہ دیا تو ان دونوں رفیقوں نے کہا کہ اُسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بُخل کیا، جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، فرمایا میں تمہارے منہ میں گوشت کی رنگت دیکھتا ہوں، انہوں نے عرض کیا ہم نے گوشت کھایا ہی نہیں، فرمایا تم نے غیبت کی اور جو مسلمان کی غیبت کرے اس نے مسلمان کا گوشت کھایا۔

مسئلہ: غیبت بالاتفاق کبائر میں سے ہے، غیبت کرنے والے کو توبہ لازم ہے، ایک حدیث میں یہ ہے کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

مسئلہ: فاسقِ معلِن کے عیب کا بیان غیبت نہیں، حدیث شریف میں ہے کہ فاجر کے عیب بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں۔

مسئلہ: حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تین شخصوں کی حرمت نہیں ایک صاحبِ ہوا (بدمذہب)، دوسرا فاسقِ معلِن، تیسرا بادشاہ ظالم، یعنی ان کے عیوب بیان کرنا غیبت نہیں۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا) (بنی اسرائیل: 36).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ) (ق: 18).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

اِعْلَمْ اَنَّهٗ يَنْبَغِي لِكُلِّ مُكَلَّفٍ اَنْ يَّحْفَظَ لِسَانَهٗ عَنْ جَمِيْعِ الْكَلَامِ اِلَّا كَلَامًا ظَهَرَتْ فِيْهِ الْمَصْلَحَةُ، وَمَتٰى اسْتَوَى الْكَلَامُ وَتَرْكُهٗ فِي الْمَصْلَحَةِ، فَالسُّنَّةُ الْاِمْسَاكُ عَنْهُ، لِاَنَّهٗ قَدْ يَنْجَرُّ الْكَلَامُ الْمُبَاحُ اِلٰى حَرَامٍ اَوْ مَكْرُوْهٍ، وَذٰلِكَ كَثِيْرٌ فِي الْعَادَةِ، وَالسَّلَامَةُ لَا يَعْدِلُهَا شَيْءٌ.

(امام نووی کہتے ہیں کہ) جان لے کہ مکلف کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ اپنی زبان کو ہر کلام سے محفوظ کرے۔ صرف ایسی کلام بولے جس کا فائدہ ظاہر ہو اور جب کلام کا فائدہ اور نقصان دونوں برابر ہوں تو سنت یہ ہے کہ اس سے رک جائے کیونکہ مباح کلام کبھی مکروہ یا حرام تک پہنچا دیتی ہے اور یہ عادت میں بکثرت ہے اور سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں۔

شرح: حضرتِ صدرالا فاضل سیّدنا مولینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: خواہ وہ کہیں ہو سوائے وقتِ قضائے حاجت اور وقتِ جماع کے اس وقت یہ فرشتے آدمی کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں۔

مسئلہ: ان دونوں حالتوں میں آدمی کو بات کرنا جائز نہیں تاکہ اس کے لکھنے کے لئے فرشتوں کو اس حالت میں اس سے قریب ہونے کی تکلیف نہ ہو، یہ فرشتے آدمی کی ہر بات لکھتے ہیں بیماری کا کراہنا تک۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف وہی چیزیں لکھتے ہیں جن میں اجر و ثواب یا گرفت و عذاب ہو۔ امام بغوی نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ جب آدمی ایک نیکی کرتا ہے تو دہنی طرف والا فرشتہ دس لکھتا ہے اور جب بدی کرتا ہے تو دہنی طرف والا فرشتہ بائیں جانب والے فرشتے سے کہتا ہے کہ ابھی توقف کر شاید یہ شخص استغفار کر لے۔ منکرینِ بعث کا رد فرمانے اور اپنے قدرت و علم سے ان پر حجتیں قائم کرنے کے بعد انہیں بتایا جاتا ہے کہ وہ جس چیز کا انکار کرتے ہیں وہ عنقریب ان کی موت اور قیامت کے وقت پیش آنے

والی ہے۔اور صیغۂ ماضی سے ان کی آمد کی تعبیر فرما کر اس کے قرب کا اظہار کیا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

(خزائن العرفان)

(1516) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا صَرِيْحٌ فِيْ اَنَّهُ يَنْبَغِيْ اَنْ لَّا يَتَكَلَّمَ اِلَّا اِذَا كَانَ الْكَلَامُ خَيْرًا، وَهُوَ الَّذِيْ ظَهَرَتْ مَصْلَحَتُهُ، وَمَتٰى شَكَّ فِيْ ظُهُوْرِ الْمَصْلَحَةِ، فَلَا يَتَكَلَّمْ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے۔اس کو چاہیے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔ (متفق علیہ) یہ حدیث اس بات میں صریح ہے کہ کلام اسی وقت کرے جب اس کا بہتر ہونا معلوم ہو اور بہتر وہ ہے جس کا فائدہ ظاہر ہو اور جب فائدہ ظاہر ہونے میں شک ہو تو کلام نہ کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اسلام عمر بن الخطاب رضی الله عنه، جلد 5، ص 48، رقم 3866، المستدرك للحاكم، مناقب امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضى الله عنه، جلد 4، ص 165، رقم 4503، دلائل النبوة للبيهقي، باب اعلام الجنى صاحبه بخروج النبى ﷺ جلد 2، ص 121، رقم 544، شرح اصول اعتقاد اهل السنة للالكائى، باب ماروى سن كرامات امير المؤمنين عمر بن الخطاب، جلد 2، ص 462، رقم 2391)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیر سے مراد یا اچھی بات ہے خواہ واجب ہو یا فرض یا سنت یا مستحب یا ہر مباح بات ہے۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ مباح بات بھی زیادہ نہ کرے تا کہ ناجائز بات مین نہ پھنس جائے۔تجربہ ہے کہ زیادہ بولنے سے اکثر ناجائز باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں۔مشہور مقولہ ہے کہ جو خاموش رہا وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔فی صدی پچانوے گناہ زبان سے ہوتے ہیں اور پانچ فی صدی گناہ دوسرے اعضاء سے۔مطلب یہ ہے کہ مؤمن کامل وہ ہے جو بھلی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔خیال رہے کہ بات ہی ایمان ہے، بات ہی کفر، بات ہی مقبول ہے، بات ہی مردود۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۹۱)

(1517) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو موسیٰ ﷺ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ مسلمانوں میں سے کون زیادہ فضیلت والا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

یعنی کامل مسلمان جو لغۃً شرعًا ہر طرح مسلمان ہو، وہ مؤمن ہے جو کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے، گالی، طعنہ، چغلی وغیرہ نہ کرے، کسی کو نہ مارے پیٹے، نہ اس کے خلاف کچھ تحریر کرے، یہ حدیث اخلاق کی جامع ہے۔ مسلمانوں کی سلامتی کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ بعض صورتوں میں کفار سے لڑنا بھڑنا، انہیں برا کہنا عبادت ہے۔ یہاں ظلمًا غیبت واذیت مراد ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم مسلمان کافر ہے، یا رحم دل کافر مسلمان ہے۔

یعنی کامل مہاجر وہ مسلمان ہے جو ترک وطن کے ساتھ ترک گناہ بھی کرے یا گناہ چھوڑنا بھی لغۃً ہجرت ہے جو ہمیشہ جاری رہے گی۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۱ ص ۴)

امتِ محمدیہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے پانچ طبقے

حضرتِ سیّدُنا ابراہیم بن اِسحاق نَیشاپوری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیّدُنا مُسَیَّب بن وَاضح علیہ رحمۃ اللہ الخالق کو یہ فرماتے سُنا: میں حضرت سیّدُنا عبدالرحمن بن مُبارَک صُوری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے ساتھ ملکِ رُوم کی طرف جا رہا تھا، راستے میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے مُسَیَّب! عام لوگ فساد میں مبتلا نہیں ہوتے مگر خواص کی وجہ سے۔ میں نے کہا: حضور! اللہ عَزَّ وَجَلَّ! آپ پر رحم فرمائے، اس قول کی وضاحت فرمادیں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پانچ طبقوں پر مشتمل ہے۔ پہلا طبقہ علماء کرام کا، دوسرا عابدوں اور زاہدوں کا، تیسرا غازیوں کا، چوتھا تاجروں کا جبکہ پانچویں طبقے میں حاکم وقاضی شامل ہیں۔ علماء کرام تو انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ عابد وزاہد، اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بادشاہ ہیں۔ غازی، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سپاہی ولشکر ہیں۔ تاجر، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے خزانچی ہیں۔ رہے والی وحکمران تو وہ محافظ ونگران ہیں۔ اور جب عالم ہی لالچی اور مال جمع کرنے والا ہوجائے تو جاہل کس کی پیروی کریں؟ عابد وزاہد دنیا کی طرف راغب ہوجائے تو تائب کس کی اقتداء کریں؟ جب غازی ومجاہد ہی رُو رعایت اور نرمی سے کام لیں گے تو دشمن پر غلبہ کیسے پاسکیں گے؟ تاجر جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے خزانچی ہیں وہ خود ہی خائن ہوجائیں تو پھر کون ہے جو خائن پر اعتماد کریگا؟ اگر رعایا کی حفاظت کرنے والے حاکم ونگران اور محافظ، بھیڑیے بن جائیں تو رعایا کی دیکھ بھال اور ان کی حفاظت کون کریگا؟

(اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں اپنی حفظ وامان میں رکھے اور دینِ متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا کرے کہ ہماری وجہ سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے، ہمارے ہاتھ وزبان سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔ ہم لوگوں کے بدخواہ نہ ہوں بلکہ خیر خواہ ہوں۔ خوش بخت ہیں وہ لوگ جو اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت کرکے اللہ ورسول عَزَّ وَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی رضا کے طالب ہوتے ہیں۔ ایسوں کو قلبی سکون اور حقیقی سرور نصیب ہوتا ہے کسی کے ساتھ خیر خواہی کرکے انسان کو ایک عجیب سی خوشی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ جو دوسروں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں، ان کے ساتھ بھی بھلائی ہی کا معاملہ ہوتا ہے۔)

اوروں کے لئے رکھتے ہیں جو پیار کا جذبہ
وہ لوگ کبھی ٹوٹ کے بکھرا نہیں کرتے

(1518) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يَّضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت سہل بن سعد ﷛ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جو مجھے اپنے دو جبڑوں کے درمیان والی کی اور دو ٹانگوں کے درمیان والی کی ضمانت دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حفظ اللسان، جلد 8، ص 100، رقم 6474 تهذيب الاخار للطبرى، ذكر من اتكر المسئالة بكل حال، جلد 1، ص 88، رقم 78 الاداب للبيهقى، باب فضيلة الصمت و حفظ اللسان عما لا يحتاج اليه، جلد 1، ص 173، رقم 290 مسند ابى يعلى، مسند سهل بن سعد، جلد 13، صفحه 466، رقم الحديث 7555)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دو جبڑوں کے درمیان کی چیز زبان و تالو وغیرہ ہے اور دو پاؤں کے بیچ کی چیز شرمگاہ ہے یعنی اپنی زبان کو جھوٹ غیبت ناجائز باتیں کرنے سے بچائے، اپنے منہ کو حرام غذا سے محفوظ رکھے، اپنی شرمگاہ کو زنا کے قریب نہ جانے دے، ظاہر بات ہے کہ ایسا مسلمان مؤمن متقی ہوگا۔ خیال رہے کہ قریبًا اسی ۸۰ فی صدی گناہ زبان سے ہوتے ہیں جو اپنی زبان کی پابندی کرے وہ تو چوری ڈکیتی قتل بھی نہیں کرتا، انسان جرم جب ہی کرتا ہے جب کہ جھوٹ بولنے پر آمادہ ہو جائے کہ اگر پکڑا گیا تو میں انکار کر دوں گا، جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ خیال رہے کہ حضور کی یہ ضمانت تا قیامت انسانوں کے لیے ہے اور حضور کی ضمانت خدا کی ضمانت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۹۱)

(1519) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيْهَا يَزِلُّ بِهَا اِلَى النَّارِ اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَمَعْنٰى: "يَتَبَيَّنُ" يُفَكِّرُ اَنَّهَا خَيْرٌ اَمْ لَا۔

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ لاپرواہی سے کوئی بات کہہ دیتا ہے اور اس کی وجہ سے مشرق و مغرب کے درمیان جتنے فاصلے سے زیادہ دور آگ میں جا گرتا ہے۔ (متفق علیہ) اور "يَتَبَيَّنُ" کا مطلب ہے، غور کرے، سوچے کیا وہ بہتر ہے یا نہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حفظ اللسان، جلد 8، ص 100، رقم 6477 صحيح مسلم، باب التكلم بالكمة بهوى بها فى النار، جلد 8، ص 223، رقم 7672 السنن الكبرى للبيهقى، باب ما على الرجل من حفظ اللسان عند السلطان وغيره، جلد 8، ص 164، رقم 17107 صحيح ابن حبان، باب مايكره من الكلام و مالا يكره، جلد 13، ص 15، رقم 5707 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابى هريرة رضى الله عنه، جلد 2، ص 334، رقم 8392)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بعض باتیں انسان کے نزدیک معمولی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم الشان کہ بولنے والے کو عظیم الشان بنا دیتی ہیں۔

یعنی بعض باتیں انسان کی نگاہ میں نہایت معمولی ہوتی ہیں رب تعالیٰ کے نزدیک بدترین جرم کہ انسان کو دوزخی بنا دیتی ہیں لہذا زبان کی بہت ہی حفاظت چاہیے۔

دوزخ میں جس قدر نیچائی زیادہ اسی قدر عذاب سخت، جنت میں جس قدر اونچائی زیادہ اسی قدر ثواب اعلیٰ، دوزخ کا طبقہ ہاویہ سب سے نیچا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بدعملی کی وجہ سے انسان دوزخ کے اونچے طبقے میں جاوے گا جہاں عذاب ہلکا ہے مگر برے کلام کی وجہ سے نیچے طبقہ میں جاوے گا جہاں عذاب سخت تر ہے۔ رب تعالیٰ نے انسان کو ارکان (اعضاء) جنان (دل) لسان (زبان) عطا فرمائے ہیں ارکان و جنان کے گناہوں سے لسان یعنی زبان کا جرم بدترین ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ٦ ص ٤٤٨)

(1520) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللهِ تَعَالَى مَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللهِ تَعَالَى لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ یقیناً بندہ اللہ کی خوشنودی کی بات کہہ دیتا ہے۔ اس کی طرف اس کی اتنی زیادہ توجہ بھی نہیں ہوتی تو اس کو اللہ تعالیٰ بہت درجے بلندی عطا کرتا ہے۔ اور بندہ اللہ کی ناراضگی کی کوئی ایسی بات کہہ لیتا ہے جس طرف وہ توجہ نہیں کرتا تو اس کی وجہ سے وہ جہنم میں گرجاتا ہے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حفظ اللسان، جلد 8، ص 101، رقم 6478 السنن الکبریٰ للبیهقی، باب ما علی الرجل من حفظ اللسان عند السلطان وغیرہ، جلد 8، ص 164، رقم 17108 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 334، رقم 8393 مسند البزار، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 478، رقم الحدیث 8979)

شرح حدیث: زبان کی آفات

جان لو! زبان کا خطرہ بہت بڑا ہے اور اس کے خطرے سے نجات صرف خاموشی میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیِ اکرم، نورِ مجسم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خاموشی کی تعریف کی اور خاموش رہنے کی ترغیب دی۔

چنانچہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحْر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مَنْ صَمَتَ نَجَا ترجمہ: جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

(جامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب حدیث من کان یؤمن باللہ فلیکرم ضیفه، الحدیث ٢٥٠١، ص ١٩٠٣)

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلصَّمْتُ حِكَمٌ وَقَلِيْلٌ فَاعِلُهٗ

خاموشی حکمت ہے اور اِسے اختیار کرنے والے کم ہیں۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی حفظ اللسان، فصل فی فضل السکوت عما لا یعنیہ، الحدیث ۵۰۲۶، ج ۴، ص ۲۶۴)

شہنشاہِ نبوت، پیکرِ جود وحکمت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے:

مَنْ يَّتَكَفَّلْ لِيْ مَابَيْنَ لِحْيَيْهِ وَرِجْلَيْهِ اَتَكَفَّلْ لَهٗ بِالْجَنَّةِ

جوشخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان) اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، الحدیث ۶۴۷۴، ص ۵۴۳، مفہوما)

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُ نا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! مجھے وصیت فرمائیں۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اپنے آپ کو مرنے والوں میں شمار کر، اور اگر تو چاہے تو میں تجھے بتاؤں، کہ تیرے لئے کون سی چیز بہتر ہے، پھر آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصّمت وآداب اللّسان، باب حفظ اللسان وفضل الصمت، الحدیث ۲۲، ج ۷، ص ۴۲۔ ۴۳)

حضرت سیِّدُ نا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا ہماری گفتگو پر بھی مؤاخذہ ہوگا؟ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے ابنِ جبل! تیری ماں تجھ پر روئے، لوگوں کو ان کے نتھنوں کے بل جہنم میں گرانے والی زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی (یعنی گفتگو) کے سوا اور کیا ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی حرمۃ الصلاۃ، الحدیث ۲۶۱۶، ص ۱۹۱۵)

(1521) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللهِ تَعَالٰى مَا كَانَ يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ يَكْتُبُ اللهُ لَهٗ بِهَا رِضْوَانَهٗ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللهِ مَا كَانَ يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ يَكْتُبُ اللهُ لَهٗ بِهَا

حضرت ابوعبدالرحمن بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی کوئی بات کہہ لیتا ہے۔ اس کا گمان بھی نہیں ہوتا کہ کس مقام تک پہنچے گا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے روزِ حشر تک اپنی رضا لکھ دیتا ہے۔ اور آدمی اللہ کی ناراضگی کی بات کہہ جاتا ہے اور اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا تو اس کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ

سَخَطَهُ إِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ". رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّأ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

کہاں تک پہنچے گی۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس بندہ کے لیے روز حشر تک اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔ اس کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا اور امام ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فیمن تکلم بکلمة یضحک بها الناس، جلد 4، ص 557، رقم 2314 مؤطا امام مالک، باب مایؤمر به من التحفظ فی الکلام، جلد 2، ص 985، رقم 1781 المستدرك للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، ص 62، رقم الحدیث 139 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه بلال بن الحارث المنزلی، جلد 1، ص 367، رقم 1134 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث بلال بن الحرث رضی اللہ عنه، جلد 3، ص 469، رقم 15890)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ وہ بلال نہیں جو حضور انور کے مؤذن تھے وہ تو بلال ابن ابی رباح حبشی ہیں یہ بلال ابن حارث مزنی ہیں، ان کی کنیت ابوعبدالرحمن ہے، ۵ھ پانچ ہجری میں وفد مزینہ میں حضور کی خدمت میں آئے، حضور انور نے آپ کو فرع کے علاقہ کا حاکم مقرر فرمایا، فرع مدینہ منورہ سے پانچ دن کے راستہ پر ہے، فتح مکہ کے دن مزینہ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا، اسی ۸۰ سال آپ کی عمر ہوئی، ۶۰ھ ساٹھ ہجری میں وفات پائی۔

یعنی اسے خبر نہیں ہوتی کہ یہ بات جو میں بول رہا ہوں اللہ کے نزدیک کیسی عظیم الشان ہے یوں ہی بول دیتا ہے۔

یہاں الی انتہاء کا نہیں اور حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ قیامت تک تو رب اس سے راضی رہے گا بعد میں ناراض ہوجاوے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس رضا کا ظہور دنیا میں ہی نہیں بلکہ روز قیامت تک رہے گا جیسے رب نے شیطان سے فرمایا اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ غرضکہ رحمت کے آثار کا ظہور ابدالاباد تک ہے اور عطا رب غفور بعد قیامت ہوگی۔ (اشعہ) غرضکہ اس فرمان سے مراد ابدالاباد ہے جیسے کہا جاتا ہے میں تجھ سے قیامت تک نہ بولوں گا یا تجھ سے قیامت تک خوش رہوں گا یعنی کبھی نہ بولوں گا یا ہمیشہ خوش رہوں گا۔

یعنی کوئی بات ایسی بری بول دیتا ہے جس سے رب تعالیٰ ہمیشہ کے لیے ناراض ہوجاتا ہے لہذا انسان کو چاہیے کہ بہت سوچ سمجھ کر بات کیا کرے۔ حضرت علقمہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بہت سی باتوں سے بلال ابن حارث کی حدیث روک دیتی ہے۔ (مرقات) یعنی میں کچھ بولنا چاہتا ہوں کہ یہ حدیث سامنے آجاتی ہے اور میں خاموش ہوجاتا ہوں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۶۸)

(1522) وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَدِّثْنِيْ بِاَمْرٍ اَعْتَصِمُ بِهِ قَالَ: "قُلْ: رَبِّيَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ". قُلْتُ:

حضرت سفیان بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے (رسول اللہ ﷺ سے) عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ایک ایسی بات بتائیں کہ جس کے ساتھ میں

يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا اَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ؟ فَاَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهٖ، ثُمَّ قَالَ: "هٰذَا". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

مضبوطی سے سہارا حاصل کروں۔آپ نے فرمایا: تو کہہ میرا رب اللہ ہے پھراس پر ثابت قدم ہو جا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ ڈر کس بات کا ہے تو آپ نے اپنی زبان کو پکڑا پھر فرمایا اس کا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی حفظ اللسان، جلد 4، ص 607، رقم 2410، المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، ص 349، رقم 7874، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه سفیان بن عبداللہ الثقفی، جلد 7، ص 69، رقم 6412، شعب الایمان، فصل فی فضل السکوت عن کل مالا یعنیه، جلد 4، ص 237، رقم 4921، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث سفیان بن عبداللہ الثقفی، جلد 3، ص 413، رقم 15457)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام سفیان ابن عبداللہ ابن ربیعہ ہے، کنیت ابوعمرو، قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں، طائف کے رہنے والے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں طائف کے حاکم رہے۔

یعنی میرے اعضاء سارے ہی خطرناک ہیں مگر ان سب میں زیادہ خطرناک کون سا عضو ہے جو مجھے بہت زیادہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔

حضور انور نے خود سائل کی زبان نہ پکڑی اس لیے کہ اس میں تکلف ہوتا اور یہ احتمال ہوتا کہ شاید صرف ان کی زبان ہی خطرناک ہوگی دوسروں کی نہیں اپنی زبان شریف پکڑنے میں یہ دونوں باتیں نہیں، نیز اشارہ کیا نام نہ لے دیا کہ اشارہ فرمانے میں زیادہ اہتمام ہے، چونکہ کفر وشرک اور اکثر بڑے گناہ زبان سے ہوتے ہیں، نیز زیادہ گناہ اور ہر وقت گناہ زبان سے ہوتے ہیں اس لیے اسی کو زیادہ خطرناک قرار دیا دیگر اعضاء کے گناہوں میں بھی زبان کا دخل ہوتا ہے چوری، زنا، شراب خوری، قتل وغیرہ تمام جرموں میں پہلے زبان کام کرتی ہے پھر باقی اعضاء کہ ان کاموں کے مشورے زبان سے ہی ہوتے ہیں، میدان زبان بناتی ہے پھر اس پر چلتے ہیں باقی اعضاء، یہ ہی حال نیکیوں کا ہے کہ زیادہ نیکیاں زبان سے ہوتی ہے اور باقی اعضاء کی نیکیوں میں بھی زبان کا حصہ ضرور ہوتا ہے دوسرے اعضاء کی نیکیاں خاص وقتوں میں ہوتی ہیں مگر زبان کی نیکیاں ہر وقت ہوتی رہتی ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص۶۷۶)

(1523) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ؛ فَاِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ذکر کے بغیر گفتگو کو زیادہ نہ کرو کیونکہ زیادہ گفتگو دل کی سختی کا سبب ہے اور لوگوں میں

بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَسْوَةٌ لِّلْقَلْبِ! وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيْ"۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

اللہ سے زیادہ دور وہ دل ہے جو سخت ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی حفظ اللسان، جلد 4، ص 607، رقم 2411 شعب الایمان، فصل فی فضل السکوت عن کل مالا یعنیه، جلد 4، ص 245، رقم 4951)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں زیادہ باتوں سے مراد بیکار باتیں ہیں جن کا کوئی فائدہ نہ ہو لہذا تجارتی باتیں گھریلو مفید باتیں جتنی بھی ہوں زیادہ باتوں میں شامل نہیں۔

سختی دل کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس میں وعظ نصیحت اثر نہیں کرتا، کبھی انسان اپنے گزشتہ گناہوں پر روتا نہیں آیات الہیہ میں غور نہیں کرتا اللہ تعالٰی محفوظ رکھے زیادہ کلام اور بہت ہنسا دل کو سخت کرتا ہے اور زیادہ ذکر اللہ یا اللہ والوں کی صحبت موت کی یاد آخرت کا دھیان قبرستان کی زیارت دل میں نرمی پیدا کرتی ہے۔

یہاں دل سے مراد دل والا ہے یعنی سخت دل والا آدمی دنیا میں بھی اللہ سے دور ہے اور آخرت میں بھی اسی لیے اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں سختی دل کی بہت برائیاں بیان فرمائی ہیں فرماتا ہے: ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اور فرماتا ہے: اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔ جب تک لوہا سخت ہے کچھ نہیں بن سکتا ہے مگر جب نرم ہو گیا تو اسے جس طرح چاہو ڈھال لو، اور جو چاہو اس کا بنالو، یوں ہی سخت دل نہ مؤمن بن سکے نہ عارف نہ متقی نہ پرہیزگار مگر دل نرم ہو کر ولی غوث وقطب سب کچھ بن جاتا ہے، لوہا نرم کرنے کے لیے یہ آگ چاہیئے اور دل نرم کے لیے عشق کی آگ درکار ہے رب تعالٰی نصیب کرے پھر فقط عشق کی آگ کافی نہیں، بلکہ ساتھ میں کسی کاریگر کے ہتھوڑے کی چوٹ بھی ضروری ہے، مصرع۔

چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی، غرضکہ دل کے لیے آگ عشق تو نرم کرنے والی چیز ہے، صحبت نیک عمدہ سانچہ ہے۔ نگاہ مرد کامل کاریگر کا ہنر ہے ان تین چیزوں سے قلب کچھ کارآمد بنتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۰۰)

(1524) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ وَقَاهُ اللّٰهُ شَرَّ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ، وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ"۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اللہ تعالٰی اس کے جبڑوں کے درمیان اور اس کی ٹانگوں کے درمیان کے شر سے بچائے وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی حفظ اللسان، جلد 4، ص 606، رقم 2409 المستدرك للحاكم، كتاب الحدود، جلد 6، ص 393، رقم 8059)

• **شرح حدیث:** امام حافظ شہاب الدین علیہ الرحمۃ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
دو جبڑوں کے درمیان والی چیز سے مراد زبان اور ٹانگوں کے درمیان والی شے سے مراد شرم گاہ ہے۔ اور حفاظت کی ضمانت دینے کا مطلب یہ ہے کہ انسان انہیں رب تعالیٰ کی نافرمانی والے کاموں سے بچانے کا پختہ عہد کرے مثلاً زبان سے وہی کلام کرے جو ضروری ہو اور بے کار باتوں سے بچے، اسی طرح شرم گاہ کو حلال جگہ استعمال کرے اور اسے حرام میں مبتلاء ہونے سے بچائے۔ سیدنا ابن بطال علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کے لئے دنیا کی سب سے بڑی آزمائش اس کی زبان اور شرم گاہ ہے۔ لہذا! جو ان دونوں کے شر سے بچنے میں کامیاب ہو گیا وہ بہت بڑے شر سے بچ گیا۔ (فتح الباری، کتاب الرقاق، ج ۱۲، ص ۲۶۳)

(1525) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ: "اَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! نجات کا ذریعہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اپنی زبان پر کنٹرول کر، اپنے گھر میں رُک جا (ضرورت کے بغیر باہر نہ رہ) اور اپنی غلطی پر رو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی حفظ اللسان، جلد 4، ص 605، رقم 2406 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عقبة بن عامر الجهنی، جلد 17، ص 270، رقم 14429 شعب الایمان للبیهقی، الحادی عشر من شعب الایمان و هو باب فی الخوف من الله تعالی، جلد 1، ص 492، رقم 805)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
آپ قبیلہ جہینہ سے ہیں، امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے پھر معزول کر دیئے گئے، مصر میں ہی میں آپ کی وفات ہوئی، ۵۸ھ میں۔ (اکمال)
یعنی ہم دین و دنیا کی مصیبتوں سے کیسے بچیں دنیا میں آفتیں تو گرد و غبار کی طرح پھیلتی ہیں ان سے بچاؤ کی تدبیر کیا ہے۔
املك الف کے کسرہ سے باب ضرب کا امر ہے ملك بمعنی قبضہ قابو ہے یعنی اپنی زبان کو قبضہ میں رکھو اس کی حفاظت کرو بری بات بولنے سے روکو۔
یعنی بلاضرورت گھر سے باہر نہ جاؤ لوگوں کے پاس بلاوجہ نہ جاؤ گھر سے نہ گھبراؤ اپنے گھر کی خلوت کو غنیمت جانو کہ اس میں صدہا آفتوں سے امان ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ سکوت، لزوم بیوت اور قناعت بالقوت الی ان یموت امان کی چابی ہے یعنی خاموشی، گھر میں رہنا، رب کی عطا پر قناعت، موت تک اس پر قائم رہنا۔
یعنی اپنے گزشتہ گناہوں پر نادم ہو کر رونا اختیار کرو دوسروں کی عیب جوئی کی بجائے اپنی عیب جوئی کرو۔
(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۷۲)

(1526) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ، فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ، تَقُوْلُ: اتَّقِ اللّٰهَ فِيْنَا، فَاِنَّمَا نَحْنُ بِكَ ؛ فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا، وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. معنى: "تُكَفِّرُ اللِّسَانَ": اَيْ تَذِلُّ وَتَخْضَعُ لَهُ.

حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان جب صبح اٹھتا ہے تو تمام اعضاء زبان کی منت سماجت کرتے ہیں، کہتے ہیں ہمارے بارے اللہ سے ڈر، ہم تیرے ساتھ ہیں، اگر تو درست رہی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔ تُكَفِّرُ اللِّسَانَ: کا مطلب ہے ذلیل وخوار ہونا اور انکساری کرنا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی حفظ اللسان، جلد 4، ص 605، رقم 2407، مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، جلد 2، ص 403، رقم 1185، الاداب للبیھقی، باب فضیلۃ الصمت و حفظ اللسان عمالا یحتاج الیہ، جلد 1، ص 175، رقم 294، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، جلد 3، ص 95، رقم 11927، مسند عبد بن حمید، من مسند ابی سعید الخدری، صفحہ 302، رقم 979)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چونکہ راوی کو یہ یاد نہ رہا کہ حضرت ابوسعید خدری نے کن الفاظ سے حدیث کو مرفوع کیا سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا یا خالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے رفعہ کہہ دیا۔ (مرقات)

تکفر بنا ہے کفر سے بمعنی ذلت وعاجزی وخواری، کہا جاتا ہے کفر الیھودی یعنی یہودی ذلیل ہوگیا اپنے صاحب کے آگے جھک گیا۔

یعنی نفع نقصان راحت وآرام تکالیف وآلام میں ہم تیرے ساتھ وابستہ ہیں اگر تو خراب ہوگی ہماری شامت آجاوے گی تو درست ہوگی ہماری عزت ہوگی۔ خیال رہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے اس کی اچھائی برائی دل کی اچھائی برائی کا پتہ دیتی ہے۔ عرب کہتے ہیں: لسان الانسان الہ البیان للکفر والایمان لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ دل کے درست ہوجانے سے تمام جسم درست ہوجاتا ہے کہ دل وزبان کا حال یکساں ہے، بارہا منافقین کی زبان ان کے دل کا نشان دے دیتی تھی، دل دیگ ہے زبان اس کا چمچہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۷۳)

(1527) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: "لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ عَظِيْمٍ، وَاِنَّهُ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَّسَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ:

حضرت معاذ ﷛ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے ایسے عمل کی خبر دیں جو مجھ کو جنت میں داخل کر دے اور مجھ کو دوزخ سے دور کر دے۔ تو آپ نے فرمایا: تو نے بہت بڑی بات کا سوال

تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ"ثُمَّ قَالَ: "اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَآءُ النَّارَ، وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ"ثُمَّ تَلَا: (تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) حَتّٰى بَلَغَ (يَعْمَلُوْنَ) (النور: 16) ثُمَّ قَالَ: "اَلَا اُخْبِرُكَ بِرَاْسِ الْاَمْرِ، وَعَمُوْدِهٖ، وَذِرْوَةِ سِنَامِهٖ"قُلْتُ: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ، وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ، وَذِرْوَةِ سِنَامِهِ الْجِهَادُ"ثُمَّ قَالَ: "اَلَا اُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ؟"قُلْتُ: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ وَقَالَ: "كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا"قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ؟ فَقَالَ: "ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ! وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ؟". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ"، وَقَدْ سَبَقَ شَرْحِهٖ فِيْ بَابٍ قَبْلَ هٰذَا۔

کیا یہ جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے تو اس کے لیے آسان ہے۔تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔ نماز قائم کر' زکوٰۃ ادا کر' رمضان کے روزے رکھ' بیت اللہ کا حج کر' اگر تجھے اس کے راستہ کی طاقت ہو پھر فرمایا' کیا میں تجھے بھلائی کے دروازوں کی رہنمائی نہ دوں؟ (سن) روزہ ڈھال ہے' صدقہ گناہوں کو یوں بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور آدمی کی رات کے وقت کی نماز پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی کہ ''ان کے پہلو بستروں سے دور ہوتے ہیں''۔حتیٰ کہ آپ نے ''یعلمون'' تک پڑھا پھر فرمایا کیا تمہیں اس دین والے کام کے سر' ستون اور کوہان کی چوٹی کی خبر نہ دوں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہیں۔آپ نے فرمایا: دین کی بنیاد قبولِ اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کی کوہان جہاد ہے۔ پھر فرمایا: کیا میں تجھے اس کام کی اصل قوت کی خبر نہ دوں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہیں۔آپ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا' اس کو اپنے آپ پر روک میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا زبان سے گفتگو کرنے کی وجہ سے بھی ہم پکڑے جائیں گے۔ فرمایا: اے معاذ! تجھ پر تیری ماں روئے' لوگوں کو آگ میں منہ کے بل یا ان کے نتھنوں کے بل ان کی زبانوں کی باتیں ہی گرائیں گی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اس کی شرح اس سے پہلے ایک باب میں گزر چکی ہے۔(مترجم کہتا ہے: یہ بات تسامح پر مبنی ہے یا نسخوں کا اختلاف ہے پہلے کہیں پر حدیث نہ

آئی۔)

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی حرمة الصلاة، جلد 5، ص 11، رقم 2616، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل، جلد 5، ص 231، رقم 22069، مسند عبد بن حمید، مسند معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، جلد 1، ص 68، رقم 112، سنن النسائی الکبریٰ، تفسیر سورۃ السجدۃ، جلد 6، ص 428، رقم 11394)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غزوۂ تبوک میں دوپہر کے وقت جب سخت گرمی تھی، جب تمام صحابہ الگ الگ درختوں کے نیچے ٹھہرے اور میں نے حضور کے ساتھ آرام کیا۔ (مرقاۃ)

(مجھ کو جنت مین داخل کردے اور مجھ کو دوزخ سے دور کردے) یہ اسناد مجازی ہے جنت، دنیا، دوزخ سے بچانا رب کا کام ہے۔ چونکہ عمل اس کا ذریعہ ہے اس لیے اسے فاعل قرار دیا گیا لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور جنت دیتے ہیں، دوزخ سے بچاتے ہیں، ہمارے اعمال سے حضور کا توسل زیادہ قوی ذریعہ ہے۔

(تو نے بہت بڑی بات کا سوال کیا) کیونکہ آگ سے بچنا جنت میں پہنچنا بڑی نعمتیں ہیں تو ان کا ذریعہ بھی بڑا ہی ہوگا۔

(جس پر اللہ تعالیٰ آسان کردے) یعنی یہ ذریعہ بتانا مجھ کو آسان ہے کہ رب نے مجھ کو ہر شے پر مطلع کیا ہے یا وہ اعمال اسی پر آسان ہوں گے جس پر اللہ کرم کرے، ڈھیلا خود نیچے گرتا ہے کسی کے اٹھائے سے اوپر ہوتا ہے، ہماری پیدائش مٹی سے ہے ہمارا بھی یہی حال ہے۔

(اللہ کی عبادت کر) یعنی اسلام لاؤ جو ساری عبادتوں کی جڑ ہے کیونکہ عبادات کا ذکر تو آگے آرہا ہے یہاں مضارع بمعنی امر ہے نہ کہ بمعنی خبر۔

(بیت اللہ کا حج کرا) اس طرح کہ نماز روزانہ پانچ وقت، روزہ ہر سال رمضان میں، زکوۃ ہر سال، اگر مال ہو حج عمر میں ایک مرتبہ۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں صرف فرائض مراد ہیں جن پر جنتی ہونا موقوف ہے۔

(میں تجھے بھلائی کے دروازوں کی رہنمائی نہ دوں؟) یعنی وہ نیک اعمال جو بہت سی نیکیوں کا ذریعہ ہیں جیسے روزہ نفس توڑنے کا ذریعہ ہے نفس ٹوٹ جانے پر انسان بہت سی نیکیاں کرسکتا ہے۔ کیونکہ روکنے والا نفس ہی ہے۔

(روزہ ڈھال ہے) جس کی برکت سے روزہ دار تک گناہوں کا تیر نہیں پہنچتا اور شیطان کا راستہ بند ہوجاتا ہے۔

(جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے) چونکہ خیرات میں اللہ کی عبادت بھی ہے اور بندوں کا نفع بھی، غریبوں کی حاجت روائی بھی، اس لئے کہ یہ گناہوں کو مٹانے میں اکسیر ہے، جو بندوں پر مہربان ہو رب اس پر مہربان ہوتا ہے۔

(آدمی کی رات کے وقت کی نماز) یعنی نماز تہجد، نماز پنجگانہ کے بعد یہ نماز بہت اعلیٰ ہے اور نمازوں میں اطاعت غالب ہے اس نماز میں عشق، نیز یہ نماز رب نے خاص حضور کے لیے بھیجی، حضور کے طفیل سے ہمیں ملی، فرماتا ہے: فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔

(ان کے پہلو بستروں سے دور ہوتے ہیں) یعنی عشاء کے بعد کچھ سو لیتے ہیں، پھر اٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں، تہجد کے لیے پہلے سو لینا شرط ہے ورنہ بستروں کا ذکر نہ ہوتا، بعد تہجد بھی سونا سنت ہے، یہ بھی اسی آیت سے ثابت ہے یعنی بستر بچھے ہوتے ہیں مگر وہ مصلے پر ہوتے ہیں۔

(تمہیں اس دین والے کام کے سر ستون اور کوہان کی چوٹی کی خبر نہ دوں؟) یہاں دین کو اونٹ سے تشبیہ دی گئی، پھر اس کے لیے سر پاؤں اور کوہان ثابت کیا گیا جیسا استعارہ بالکنایہ اور تخلیل میں ہوتا ہے۔

(میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہیں) یہ سوال جواب سائل کو شوق دلانے کے لئے ہیں کیونکہ انتظار کے بعد جو شے حاصل ہو خوب یاد رہتی ہے۔ چیز سے مراد دین ہے۔ دینداری اسلام کے بغیر نہیں قائم رہ سکتی، جیسے سر کے بغیر زندگی اور نماز سے دین کو قوت و بلندی ہے، جیسے ستون سے چھت کی۔

جہاد چونکہ دشوار ہے اور جہاد ہی سے دین کی زینت و رونق ہے، جیسے کوہان سے اونٹ کی زینت اور کوہان تک پہنچنا کچھ مشکل بھی ہوتا ہے۔ جہاد بمعنی مشقت ہے یہ لسان، سنان، اقلام سبھی سے ہوتا ہے، کافروں پر جہاد سہل ہے مگر اپنے نفس پر مشکل یہ کلمہ سب جہادوں کو شامل ہے۔

ملاک وہ ہے جس سے کسی چیز کا نظام اور قوام قائم ہو، یعنی اصل اصول۔

کہ پہلے تولو بعد میں بولو، زبان کو لگام دو، رب نے چھونے کے لیے دو ہاتھ، چلنے کے لیے دو پاؤں، دیکھنے کے لیے دو آنکھیں، سننے کے لیے دو کان دیئے، مگر بولنے کے لیے زبان صرف ایک ہی دی کہ کلام کم کرو کام زیادہ۔

یعنی بات تو معمولی چیز ہے۔ اس پر کیا پکڑ چوری، زنا، قتل وغیرہ جرم قابل گرفت ہیں مگر وہ زبان سے نہیں ہوتے۔

عرب میں یہ لفظ (ماں روئے) محبت و پیار میں بھی کہا جاتا ہے۔ جیسے بچوں سے مائیں پیار میں کہتی ہیں۔ اے رُڑ جائیں، اڈپڑ جائیں اردو میں مارے ہتیارے، ارے مٹ گئے وغیرہ یعنی تو گم جائے یا مر جائے اور ماں تجھے رو رو کر ڈھونڈے یا یاد کرے۔

کیونکہ ہاتھ پاؤں سے اکثر گناہ ہی ہوتے ہیں۔ مگر زبان سے کفر، شرک، غیبت، چغلی، بہتان سب کچھ ہوتے ہیں جو دوزخ میں ذلت و خواری کے ساتھ پھسلنے جانے کا ذریعہ ہیں۔ حصائد وہ جگہ ہے جہاں کھیت کاٹ کر رکھا جاتا ہے یعنی کھلیان یا کٹوتی انسان کا ہر لفظ نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ وہ دفتر گویا اس کا کھلیان ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۲۷)

(1528) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ؟" قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ: "ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ" قِيْلَ: اَفَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: تیرا اپنے بھائی کی نسبت وہ بات ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند

اَخِيْ مَا اَقُوْلُ؟ قَالَ: "اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ، فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ، وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ"رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

کرتا ہے۔عرض کیا گیا: اگرچہ اس میں وہ ہو جو میں کہوں۔فرمایا: اگر اس میں جو تو نے کہا وہ ہو تو' تو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ نہ ہو تو' پھر تو نے اس پر بہتان لگایا۔(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الغیبة، جلد 8، ص 21، رقم الحدیث 6758 الاداب للبیهقی، باب ترك الغیبة و تتبع عورات المسلمین، جلد 1، ص 67، رقم 119 سنن ابو داؤد، باب فی الغیبة، جلد 4، ص 420، رقم الحدیث 4876 سنن ترمذی، باب ماجاء فی الغیبة، جلد 4، ص 329، رقم 1934 سنن الدارمی، باب ماجاء فی الغیبة، جلد 2، ص 387، رقم 2714)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی قرآن مجید میں ہے لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا یعنی بعض مسلمان بعض کی غیبت نہ کریں، کیا جانتے ہو غیبت کیا ہے اور اس کی تفسیر کیا ہے۔

(جس کو وہ ناپسند کرتا ہے) یعنی کسی کے خفیہ عیب اس کے پس پشت بیان کرنا عیب خواہ جسمانی ہوں یا نفسانی دنیاوی یا دینی یا اس کی اولاد کے یا بیوی کے یا گھر کے خواہ زبان سے بیان کرو یا قلم سے یا اشارے سے، غرض کسی طرح سے لوگوں کو سمجھا دو حتی کہ کسی لنگڑے یا ہکلے کی پس پشت نقل کرنا، لنگڑا کر چلنا یا ہکلا کر بولنا سب کچھ غیبت ہے یہ فرمان بہت وسیع ہے۔(مرقات)

(اگر چہ اس میں وہ ہو جو میں کہوں) سائل غیبت اور بہتان میں فرق نہ کر سکے وہ سمجھے کہ کسی کو جھوٹا بہتان لگانا غیبت ہے اس لیے انہوں نے یہ سوال کیا، وہ ما یکرہ کے لفظ سے دھوکہ کھا گئے۔

سبحان اللہ! کیا نفیس جواب ہے کہ غیبت سچے عیب بیان کرنے کو کہتے ہیں اور بہتان جھوٹے عیب بیان کرنے کو۔غیبت ہوتا ہے سچ مگر ہے حرام، اکثر گالیاں سچی ہوتی ہیں مگر ہیں بے حیائی و حرام ہر سچ حلال نہیں ہوتا، خلاصہ یہ ہے کہ غیبت ایک گناہ ہے بہتان دو گناہ۔

غیبت و بہتان کا یہ فرق ضرور خیال رہے بہتان بہر حال برا ہے غیبت کبھی بری کبھی بری نہیں جیسا کہ ہم شروع باب میں عرض کر چکے کہ غیبت کے حرام ہونے کی چند شرطیں ہیں: کسی خاص کی ہوں وہ خاص شخص مسلمان ہو، وہ عیب بھی اس کا خفیہ ہو اور بیان بھی کرے بلا ضرورت۔رہا بہتان وہ بہر حال حرام ہے خواہ کسی کو لگائے کسی طرح لگائے۔

(مراۃ المناجیح، ج۱ص۲۷)

(1529) وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ خُطْبَتِهٖ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: "اِنَّ دِمَائَكُمْ،

حضرت ابوبکرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں منی میں اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: بے شک تمہارے خون' تمہارے مال' تمہاری

وَاَمْوَالَكُمْ، وَاَعْرَاضَكُمْ، حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

عزت و آبرو تم پر اسی طرح حرام ہیں' جس طرح اس دن کی عزت وحرمت اس مہینہ میں تمہارے اس شہر میں ہے' سنو کیا میں نے بات پہنچادی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الخطبة ایام منی، جلد 2، ص 176، رقم 1739 صحیح مسلم، باب حجة النبی ﷺ، جلد 4، صفحه 39، رقم 3009 السنن الکبرٰی للبیهقی، باب کیف یستحب ان تکون الخطبة، جلد 3، ص 215، رقم 6016، المستدرك للحاکم، ذکر مناقب حجر بن عدی، جلد 3، ص 533، رقم 5982 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی بکرة نفیع رضی الله عنه، جلد 5، ص 49، رقم 20516)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دس ذی الحجہ کا خطبہ بمعنی وعظ ونصیحت ہے نہ کہ وہ خطبہ مسنونہ جو حج میں ہوتا ہے کہ وہ گیارھویں بقرعید کو منیٰ میں ہے، یہ خطبہ اس خطبہ کے علاوہ ہے جو نویں کو عرفات میں دیا جاتا ہے، ان خطبوں میں بقیہ ارکان حج کی تعلیم ہوتی ہے۔ اگلے مضمون سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ خطبہ حج نہیں ہے ورنہ اس میں مسائل حج بیان ہوتے، یہ خطبہ بعد نماز ظہر تھا۔

عام علماء فرماتے ہیں کہ حدود حرم میں جیسے نیکی ایک کی ایک لاکھ بن جاتی ہے ویسے ہی گناہ بھی ایک کا لاکھ ہے اس لیے حضور نے ارشاد فرمایا جیسے یہاں کا گناہ دوسرے مقامات کے گناہ سے سخت تر ہے ایسے ہی مسلمان کے خون مال آبرو ظلماً برباد کرنا سخت تر ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ محققین علماء فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی کیفیت میں ہے نہ کہ مقدار میں، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا۔

یعنی قیامت میں رب تعالٰی تمہارے ہر چھوٹے بڑے جانی مالی اعمال کا حساب فرمائے گا ابھی سے اس حساب کا خیال رکھو حضرت علی مرتضٰی فرماتے ہیں حاسبوا قبل ان تحاسبوا حساب دینے سے پہلے اپنا حساب خود لیتے رہو۔

(مرأۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۷۲)

(1530) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا. قَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ: تَعْنِيْ قَصِيْرَةً. فَقَالَ: "لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ!" قَالَتْ: وَحَكَيْتُ لَهٗ اِنْسَانًا فَقَالَ: "مَا اُحِبُّ اَنِّيْ حَكَيْتُ اِنْسَانًا وَّاَنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: آپ کی ازواج میں سے صفیہ اس طرح اور اس طرح ہے۔ راویوں میں سے بعض نے کہا' آپ کا ارادہ یہ تھا کہ ان کا قد چھوٹا ہے تو آپ نے فرمایا: تو نے ایسی بات کی کہ اگر سمندر کے پانی میں ملا دی جائے تو اس کا ذائقہ بدل دے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ سے کسی کی بات کے متعلق عرض کی تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ پسند

نہیں کہ کسی کی بات میرے لیے نقل ہو اور میرے لیے اتنا اور اتنا ہو۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

وَمَعْنٰى: "مَزَجَتْهُ" خَالَطَتْهُ مُخَالَطَةً يَتَغَيَّرُ بِهَا طَعْمُهُ اَوْ رِيْحُهُ لِشِدَّةِ نَتْنِهَا وَقُبْحِهَا. وَهٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ اَبْلَغِ الزَّوَاجِرِ عَنِ الْغِيْبَةِ.

اور مَزَجَتْهُ کا معنیٰ ہے اس میں مل کر اس کا ذائقہ یا بو متغیر کر دے اور اس کی بدبو اور قباحت کی شدت کی وجہ سے وہ تبدیل ہو جائے۔ یہ حدیث غیبت پر سخت تر وعید ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى). (النجم: 3)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ وہ خواہش نفس سے بولتے ہی نہیں جو کچھ بولتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب في الغيبة، جلد 4، ص 420، رقم 4877 سنن ترمذی، باب ماجاء في متقه اواني الحوض، جلد 4، ص 660، رقم 2503 مسند امام احمد بن حنبل، حديث السيدة عائشه رضي الله عنها، جلد 6، ص 206، رقم 25749 السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب من عفه غيره بحد اونفى لسب ردت شهادته، جلد 20، ص 247، رقم 21677)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ جناب عائشہ نے بالشت دکھا کر فرمایا کہ صفیہ اتنی بڑی ہیں یعنی میرے بالشت کی برابر یہ عرض ومعروض حضرت صفیہ بنت حیی کے پس پشت ہوئی اس لیے اسے غیبت کہا گیا۔ معلوم ہوا کہ غیبت اشارہ سے بھی ہو جاتی ہے۔

یعنی بظاہر یہ بات چھوٹی سی معلوم ہوتی ہے مگر اتنی بڑی ہے کہ اگر اس رنگت کو پوڑیا کی شکل دے دی جاوے اور اسے سمندر میں گھول دیا جاوے تو سارے سمندر کو رنگین کر دے تو یہ تمہارے دل کو یقیناً گدلا کر دے گی تمہارے نیک اعمال کا رنگ بھی بگاڑ دے گی، اس سے توبہ کرو اور آئندہ کبھی کسی کی غیبت نہ کرو۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضرات صحابہ کرام گناہوں سے معصوم نہیں، معصوم یا فرشتے ہیں یا حضرات انبیاء کرام، یہ حضرات عادل ہیں کہ گناہ پر جمتے نہیں توبہ کر لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ غیبت حق العبد جب ہے جب کہ اس کی خبر اس کو پہنچ جاوے جس کی غیبت کی گئی ورنہ حق اللہ ہے کہ توبہ سے معاف ہو جاتی ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ کو جناب صفیہ سے معافی مانگنے کا حکم نہ دیا کیونکہ حضرت صفیہ کو اس کی خبر نہ ہوئی لہذا یہ حق اللہ رہی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٦٨٦)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ

الْاِیْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

(پ26، الحجرات:11)

درسِ ہدایت: قرآن کریم کی ان چمکتی ہوئی آیتوں کو بغور پڑھئے اور عبرت حاصل کیجئے کہ اس زمانے میں جو ایک فاسقانہ اور سراسر مجرمانہ رواج نکل پڑا ہے کہ سید و شیخ اور پٹھان کہلانے والوں کا یہ دستور بن گیا ہے کہ وہ دُھنیا، جولاہا، کنجڑا، قصائی، نائی کہہ کر مخلص و متقی مسلمانوں کا مذاق بنایا کرتے ہیں بلکہ ان قوموں کے عالموں کو محض ان کی قومیت کی بناء پر ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں بلکہ اپنی مجلسوں میں ان کا مذاق بنا کر ہنستے ہنساتے ہیں۔ جہال تو جہال بڑے بڑے عالموں اور پیرانِ طریقت کا بھی یہی طریقہ ہے کہ وہ بھی یہی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ حد ہو گئی کہ جو لوگ برسوں ان قوموں کے عالموں کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے خود عالم اور شیخ طریقت بنے ہیں مگر پھر بھی محض قومیت کی بناء پر اپنے استادوں کو حقیر و ذلیل سمجھ کر ان کا تمسخر کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنے نسب و ذات پر فخر کر کے دوسروں کی ذلت و حقارت کا چرچا کرتے رہتے ہیں۔ للہ بتایئے کہ قرآن مجید کی روشنی میں ایسے لوگ کتنے بڑے مجرم ہیں؟

ملاحظہ فرمایئے کہ قرآنِ مجید نے مندرجہ ذیل احکام اور وعیدیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اُڑائے۔ ہوسکتا ہے کہ جن کا مذاق اُڑا رہے ہیں وہ مذاق اُڑانے والوں سے دنیا و آخرت میں بہتر ہوں۔

(۲) مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ ایک دوسرے پر طعنہ زنی کریں۔

(۳) مسلمانوں پر حرام ہے کہ ایک دوسرے کے لئے برے برے نام رکھیں۔

(۴) جو ایسا کرے وہ مسلمان ہو کر فاسق ہے۔

(۵) اور جو اپنی ان حرکتوں سے توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اگر کوئی گناہ گار مسلمان اپنے گناہ سے توبہ کر لے تو توبہ کے بعد اس کو اس گناہ سے عار دلانا بھی اسی ممانعت میں داخل ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان کو کتا، گدھا، سور کہہ دینا بھی ممنوع ہے یا کسی مسلمان کو ایسے نام یا لقب سے یاد کرنا جس میں اس کی برائی ظاہر ہوتی ہو یا اس کو ناگوار ہوتا ہو یہ ساری صورتیں بھی اسی ممانعت میں داخل ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۹۳۰، پ ۲۶، الحجرات:۱۱)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو حقیر سمجھ کر اس کا مذاق بناؤں تو مجھے ڈر لگتا

ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھے کتا نہ بنا دے۔ (تفسیر صاوی، ج۵،ص ۱۹۹۴، پ ۲۶، الحجرات: ۱۱)

(1531) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَمَّا عُرِجَ بِيْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَّهُمْ اَظْفَارٌ مِّنْ نُحَاسٍ يَّخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ، وَيَقَعُوْنَ فِيْ اَعْرَاضِهِمْ!". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے معراج پر بلایا گیا تو میرا ایک قوم کے پاس سے گزر ہوا ان کے ناخن تانبے کے تھے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو کھرچ رہے تھے میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں پر حملہ کرتے تھے۔ اسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی الغیبة، جلد 4، ص 420، رقم 4880 الاداب للبیهقی، باب ترك الغيبة و تتبع عورات المسلمين، جلد 1، ص 67، رقم 118 اطراف المسند المعلی، من اسمه راشد بن سعد المقرائی، جلد 1، ص 391، رقم 570، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، جلد 3، ص 224، رقم 13364 مسند الشاميين للطبرانی، احاديث صفوان عن عبدالرحمن بن جبير بن نفير، جلد 2، ص 68، رقم 932)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں معراج سے مراد جسمانی بیداری کی معراج مراد ہے جو نبوت کے گیارہویں سال ستائیسویں رجب سوموار کی رات ہوئی۔ منامی یعنی خواب کی معراجیں حضور کو قریباً تیس ہوئی ہیں، نماز کی فرضیت اس جسمانی معراج میں ہوئی۔

اس طرح کہ ان پر خارش کا عذاب مسلط کر دیا گیا تھا اور ناخن تانبے کے دہاردار اور نوکیلے تھے ان سے سینہ چہرہ کھجلاتے تھے اور زخمی ہوتے تھے۔ خدا کی پناہ! یہ عذاب سخت عذاب ہے یہ واقعہ بعد قیامت ہوگا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں سے دیکھا۔

یعنی یہ لوگ مسلمانوں کی غیبت کرتے تھے ان کی آبروریزی کرتے تھے، یہ کام عورتیں زیادہ کرتی ہیں انہیں اس سے عبرت لینی چاہیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۸۷۳)

(1532) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهُ وَعِرْضُهُ وَمَالُهُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مسلمان خون، عزت اور اس کا مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (مسلم)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مسلمان کو نہ تو دل میں حقیر جانو نہ اسے حقارت کے الفاظ سے پکارو یا برے لقب سے یاد کرو نہ اس کا مذاق بناؤ آج ہم میں یہ عیب بہت ہے۔ پیشوں، نسبوں، یا غربت وافلاس کی وجہ سے مسلمان بھائی کو حقیر جانتے ہیں حتی کہ صوبجاتی تعصب ہم میں بہت ہوگیا کہ وہ پنجابی ہے، وہ بنگالی، وہ سندھی، وہ سرحدی، اسلام نے یہ سارے فرق مٹا دیئے۔ شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رس چوس لیتی ہے تو ان کا نام شہد ہوجاتا ہے، مختلف لکڑیوں کو آگ جلا دے تو اس کا نام راکھ ہوجاتا ہے، آم، جامن، ببول کا فرق مٹ جاتا ہے یوں ہی جب حضور کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہوگئے حبشی ہو یا رومی۔ مولانا جامی فرماتے ہیں شعر

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی   کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

یعنی اسلام میں عزت تقویٰ و پرہیز گاری سے ہے اور تقویٰ کا اصلی ٹھکانہ دل ہے۔ تمہیں کیا خبر کہ جس مسکین مسلمان کو تم حقیر سمجھتے ہو اس کا دل تقویٰ کی شمع سے روشن ہو اور وہ اللہ کا پیارا ہو تم سے اچھا ہو شعر۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر   تو چہ دانی کہ دریں راہ سوارے باشد

صوفیاء کرام اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ حضور نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تقویٰ و پرہیز گاری یہاں ہے یعنی تقویٰ کی کان پرہیز گاری کا مرکز میرا سینہ ہے، میرے سینہ سے تمام اولیاء وعلماء کے دلوں کی طرف تقویٰ کے دریا بہتے ہیں ان سینوں سے عوام کے سینوں کی طرف تقویٰ کی نہریں نکلیں۔ (مرقات) حضور کا سینہ کشف غیوب کا آئینہ ہے کونین میں حضور کی عطائیں بہتی ہیں۔ (مرقات)

یعنی کوئی مسلمان کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی اجازت نہ لے، کسی کی آبروریزی نہ کرے، کسی مسلمان کو ناحق اور ظلماً قتل نہ کرے کہ یہ سب سخت جرم ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج٦ ص٥٨٩)

112- بَابُ تَحْرِيْمِ سَمَاعِ الْغِيْبَةِ وَاَمْرِ مَنْ سَمِعَ غِيْبَةً مُّحَرَّمَةً بِرَدِّهَا وَالْاِنْكَارِ عَلٰى قَائِلِهَا فَاِنْ عَجَزَ اَوْ لَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ فَارَقَ ذٰلِكَ الْمَجْلِسَ اِنْ اَمْكَنَهُ

غیبت کا سننا حرام ہے اور جو حرام غیبت سنے اس کو حکم ہے کہ وہ غیبت کرنے والے کا جواب دے یا اس کا دوسرے بولنے والے پر انکار کردے اگر عاجز ہو اور وہ نہ مانے تو مجلس سے اٹھ جائے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ) (القصص: 55).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں اس سے تغافل کرتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ) (المؤمنون: 3).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا) (بنی اسرائیل: 36).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

شرح اس آیت کے تحت تفسیر قرطبی میں ہے کہ یعنی ان میں سے ہر ایک سے اس کے استعمال کے بارے میں سوال ہوگا، چنانچہ دل سے پوچھا جائے گا کہ اس کے ذریعے کیا سوچا گیا اور پھر کیا اعتقاد رکھا گیا جبکہ آنکھ اور کان سے پوچھا جائے گا تمہارے ذریعے کیا دیکھا اور کیا سنا گیا۔ (تفسیر قرطبی ج ۲۰، ص ۱۳۹)

جبکہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمۃ تفسیر روح المعانی میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ، یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ آدمی کے دل کے افعال پر بھی اس کی پکڑ ہوگی مثلاً کسی گناہ کا پختہ ارادہ کر لینا۔۔ یا۔۔ دل کی مختلف بیماریوں مثلاً کینہ، حسد اور خود پسندی وغیرہ میں مبتلاء ہو جانا۔۔۔۔۔۔ ہاں علماء نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ دل میں کسی گناہ کے بارے میں محض سوچنے پر پکڑ نہ ہوگی جبکہ اس کے کرنے کا پختہ ارادہ نہ رکھتا ہو۔ (تفسیر روح المعانی ج ۱۵، ص ۹۷)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ) (الأنعام: 68).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

(1533) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِیْهِ، رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابودرداء ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو آگ سے بچائے گا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی الذب عن عرض المسلم، جلد 4، ص 327، رقم 1931 السنن الکبریٰ للبیهقی، باب ما فی الشفاعة والذب عن عرض افیه، جلد 8، ص 168، رقم 17129 مسند امام بن حنبل، بقیة حدیث أبی الدرداء رضی الله عنه، جلد 6، ص 449، رقم 27576 مسند الحارث، باب فیمن زدعن عرض، جلد 3، ص 409، رقم 870 مسند عبد بن حمید، مسند ابی الدرداء، صفحه 100، رقم الحدیث 206)

شرح حدیث: غیبت کی تعریف

غیبت یہ ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کا ذکر ان الفاظ میں کرو کہ اگر اس تک یہ بات پہنچے تو وہ اسے ناپسند کرے۔ خواہ تم

اس کے بدن یا خاندان کے عیب کا ذکر کرو یا اس کی فعلی، قولی، دینی یا دنیوی کوتاہی بیان کرو۔ یہاں تک کہ اس کے لباس، مکان اور جانور کا عیب بیان کرنا بھی غیبت ہے۔

جان لو! غیبت کے سلسلے میں اشارۃً گفتگو کرنا اور سمجھنا صراحتاً گفتگو کرنے کی طرح ہے اور ایسی حرکت جس سے مقصود سمجھ میں آجائے اس میں اور صریح گفتگو کرنے میں کوئی فرق نہیں اور غیبت سننے والا غیبت کرنے والے کے ساتھ (گناہ میں) شریک ہوتا ہے، غیبت توجہ سے سننا اور غیبت کرنے والے کی بات پر اظہارِ تعجب بھی غیبت ہے، کیونکہ یہ بھی غیبت کرنے والے کی مدد کرنا اور اس کے ساتھ شریک ہونا ہے۔

حضرت سیّدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کی حفاظت کرے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے، کہ وہ قیامت کے دن اس کی عزت کی حفاظت فرمائے گا۔ (موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصّمت وآداب اللِّسان، باب ذب المسلم عن عرض أخیہ، الحدیث ۲۴۰، ج ۷، ص ۱۵۹)

(1534) وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ الْمَشْهُوْرِ الَّذِيْ تقدَّمَ فِيْ بابِ الرَّجاء قَالَ: قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَقَالَ: "أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُمِ؟" فَقَالَ رَجُلٌ: ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لاَ يُحِبُّ اللهَ وَلاَ رَسُوْلَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُلْ ذٰلِكَ أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ: لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ! وَإِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"وَعِتْبان" بِكَسْرِ الْعَيْنِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَحُكِيَ ضَمُّها وبعدها تاءٌ مثناة مِن فوق ثُمَّ باءٌ مُوَحَّدَةٌ. وَ"الدُّخْشُم" بِضَمِّ الدَّالِ وَإِسْكَانِ الْخَاءِ وَضَمِّ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَتَيْنِ.

حضرت عتبان بن مالک ﷺ کہتے ہیں جو ان کی لمبی مشہور حدیث میں ہے جو باب الرجاء میں گزر چکی کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا: مالک بن دخشم کہاں ہے؟ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ تو منافق ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہہ کیا تو دیکھتا نہیں کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے لا الہ الا اللہ کہتا ہے۔ اور جو شخص لا الہ الا اللہ اللہ کی رضا کے لیے کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر آگ حرام فرما دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

اور "عتبان" عین پر زیر کے ساتھ مشہور ہے اور اس پر پیش بھی پڑھی گئی ہے اور اس کے بعد تا مثناۃ اور باء موحدہ ہے۔ دُخْشُم: دال پر پیش، خا ساکن اور شین معجمہ پر بھی پیش کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری. باب ماجاء فی المتاولین. جلد 9. صفحه 18، رقم 6938 صحیح مسلم. باب الرخصة فی التخلف عن الجماعة بعذر. جلد 2، ص 126، رقم 1528 صحیح ابن خزیمه. باب الرخصة فی ترك العمیان الجماعة فی الامطار. جلد 3، ص 77، رقم 1653 المعجم الکبیر للطبرانی. من اسمه عتبان بن مالك الانصاری. جلد 18، ص 31، رقم 14762 السنن الکبری

للبیھقی، باب لایقبل الجرح فیمن ثبتت عدالته، جلد 10، ص 124، رقم 20893)

شرح حدیث: کسی کو مسلمان کی غیبت یا بے عزتی سے روکنے کا ثواب

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی کی عزت بچائی اللہ عزوجل قیامت کے دن اس سے اپنا عذاب دور فرما دے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔ (پ 21، الروم: 47)

(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب من الغیبۃ ... الخ، رقم ۷، ج ۳، ص ۳۳۴)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ جس کے سامنے اس کے بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد کر سکتا ہو پھر اگر وہ اس کی مدد کرے تو اللہ عزوجل دنیا اور آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا اور اگر اس نے اس کی مدد نہ کی تو اسے دنیا و آخرت میں اس کا گناہ ملے گا۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب من الغیبۃ .... الخ، رقم ۴۰، ج ۳، ص ۳۳۴)

(1535) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ فِيْ قِصَّةِ تَوْبَتِهٖ وَقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ التَّوْبَةِ. قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ: "مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنِ مَالِكٍ؟" فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، حَبَسَهٗ بُرْدَاهُ وَالنَّظَرُ فِيْ عِطْفَيْهِ. فَقَالَ لَهٗ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: بِئْسَ مَا قُلْتَ، وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ اِلاَّ خَيْرًا، فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "عِطْفَاهُ": جَانِبَاهُ، وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلٰى اِعْجَابِهٖ بِنَفْسِهٖ.

حضرت کعب بن مالک ﷛ کی توبہ والے واقعہ کی لمبی حدیث توبہ کے باب میں گزر چکی' اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تبوک میں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے فرمایا کعب بن مالک نے کیا کیا تو بنو سلمہ کے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کو اس کی عمدہ چادروں اور اپنے کندھوں پر نظر ڈالنے نے روک لیا ہے۔ تو حضرت معاذ بن جبل ﷛ نے اس کو کہا تو نے بہت بری بات کی ہے۔ اللہ کی قسم یارسول اللہ اس کے بارے ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے' تو رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ (متفق علیہ) عطفاہ: دونوں پہلو' اپنے آپ میں غرور کی طرف اشارہ ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مایجوز من اغتیاب اهل الفساد والریب، جلد 5، ص 31، رقم 5707 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، جلد 6، صفحه 38، رقم 24152 صحیح مسلم، باب مداراة من یتقی فحشه، جلد 4، صفحه 21، رقم الحدیث 6761 سنن الکبرٰی للبیهقی، باب من خرق اعراض الناس لیئالهم أموالهم، جلد 10، ص 245، رقم

20939سنن ابوداؤد، باب فی حسن العشرۃ، جلد 2، صفحہ 666، رقم 4792)

شرح حدیث: غیبت کا بدلہ

جب سنے کہ کوئی شخص اس کی غیبت کرتا ہے تو دل میں خوش ہو کہ کوئی دوسرا اسکے گناہوں کا بوجھ اٹھا رہا ہے (کیونکہ غیبت کرنے والے کے سر پر اسکے گناہوں کا بوجھ بقدر غیبت ڈالا جاتا ہے جسکی اس نے غیبت کی)۔

اور خوش ہو کہ اسکی نیکیاں میرے نامہ اعمال میں آرہی ہیں البتہ ایک احتیاط یہ کرے کہ یہ نیت دل ہی میں کرے زبان کے ذریعے اسکا اظہار کرنا بہتر نہیں۔

حدیث پاک میں ہے: بندے کا حساب ہوگا توکسی آفت کے آجانے سے تمام اعمال بے کار ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ شخص جہنم کا مستحق ہو جائے گا پھر اسکے نیک اعمال کا دفتر کھولا جائے گا جس سے اسکے لئے جنت واجب ہو جائے گی وہ تعجب کریگا اور کہے گا کہ اے پروردگار یہ نیک اعمال تو میں نے کبھی نہیں کئے، تو جواب دیا جائے گا کہ یہ اعمال ان لوگوں کے ہیں جنہوں نے تیری غیبت کی، تجھے اذیت پہنچائی اور تجھ پر ظلم کیا (الفردوس بماثور الخطاب، ج اول، ص ۱۹۷، حدیث، ۷۴۴)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ بندہ قیامت کے دن ایسے اعمال لے کر آئے گا جو پہاڑوں کے برابر ہونگے اور اگر ان نیک اعمال کا ثواب اسی کو ملے تو داخل جنت ہو جائے لیکن اسنے دنیا میں کسی پر ظلم کیا ہوگا، کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی کو مارا ہوگا، چنانچہ ہر ایک کو اسکے نیک اعمال میں سے بقدر ظلم حصہ دے دیا جائے گا یہاں تک کہ اسکی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو فرشتے کہیں گے کہ اسکی نیکیاں تو ختم ہو گئیں لیکن مطالبہ کرنے والے ابھی باقی ہیں اسپر رب کائنات ارشاد فرمائے گا کہ ان لوگوں کے گناہ اس کے سر ڈالدو اور پھر اسے جہنم کا پروانہ لکھ دو۔ (حلیۃ الاولیاء، ج اول، ص ۱۷۸، ترجمہ ۲۹)

113-بَابُ مَا يُبَاحُ مِنَ الْغِيْبَةِ

غیبت کی بعض مباح صورتیں

اِعْلَمْ اَنَّ الْغِيْبَةَ تُبَاحُ لِغَرَضٍ صَحِيْحٍ شَرْعِيٍّ لَا يُمْكِنُ الْوُصُوْلُ اِلَيْهِ اِلَّا بِهَا، وَهُوَ سِتَّةُ اَسْبَابٍ:

امام نووی کہتے ہیں جاننا چاہیے کہ غیبت شرعی نیک مقصد کی صورت میں جائز ہے جبکہ اس کے بغیر مقصد تک پہنچنا ناممکن ہو۔

اَلْاَوَّلُ: اَلتَّظَلُّمُ، فَيَجُوْزُ لِلْمَظْلُوْمِ اَنْ يَتَظَلَّمَ اِلَى السُّلْطَانِ وَالْقَاضِيْ وَغَيْرِهِمَا مِمَّنْ لَهُ وِلَايَةٌ، اَوْ قُدْرَةٌ عَلَى اِنْصَافِهِ مِنْ ظَالِمِهِ. فَيَقُوْلُ: ظَلَمَنِيْ فُلَانٌ بِكَذَا.

نمبر 1-ظلم کی شکایت مظلوم کے لیے جائز ہے کہ وہ سلطان یا قاضی کے پاس جا کر ظلم کی شکایت کرے جس کے پاس انصاف دلانے کے لیے قوت ہے ان کے پاس شکایت لانا جائز ہے۔ پس کہے کہ مجھ پر فلاں نے اس طرح ظلم کیا ہے۔

اَلثَّانِيْ: اَلْاِسْتِعَانَةُ عَلَى تَغْيِيْرِ الْمُنْكَرِ، وَرَدِّ

نمبر 2-برائی تبدیل کرنے پر اور غلط کار کو درستگی

الْعَاصِيَ إِلَى الصَّوَابِ، فَيَقُوْلُ لِمَنْ يَّرْجُوْ قُدْرَتَهُ عَلَى إِزَالَةِ الْمُنْكَرِ: فُلَانٌ يَّعْمَلُ كَذَا، فَازْجُرْهُ عَنْهُ وَنَحْوِ ذٰلِكَ ويكونُ مَقْصُوْدُهُ التَّوَصُّلُ إِلَى إِزَالَةِ الْمُنْكَرِ، فَإِنْ لَمْ يَقْصِدْ ذٰلِكَ كَانَ حَرَامًا.

کی طرف لانے کے لیے مدد حاصل کرنا جس سے امید ہو کہ وہ برائی زائل کرنے پر قادر ہے۔ اس سے کہے کہ فلاں اس طرح کرتا ہے تو اس کو جھڑکیے اور اس طرح کے الفاظ کہیے اور اس کا مقصد برائی کو زائل کرنا ہو اگر یہ ارادہ نہ ہو تو حرام ہے۔

الثَّالِثُ: اَلْاِسْتِفْتَاءُ، فيقُوْلُ لِلْمُفْتِيْ: ظَلَمَنِيْ أَبِيْ أَوْ أَخِيْ، أَوْ زَوْجِيْ، أَوْ فُلَانٌ بِكَذَا فَهَلْ لَهُ ذٰلِكَ؟ وَمَا طَرِيْقِيْ فِي الْخَلَاصِ مِنْهُ، وتَحْصِيْلِ حَقِّيْ، وَدَفْعِ الظُّلْمِ؟ وَنَحْوَ ذٰلِكَ، فَهٰذَا جَائِزٌ لِّلْحَاجَةِ، وَلٰكِنَّ الْأَحْوَطَ وَالْأَفْضَلَ أَنْ يَّقُوْلَ: مَا تقولُ فِيْ رَجُلٍ أَوْ شَخْصٍ، أَوْ زَوْجٍ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ كذا؟ فَإِنَّهُ يَحْصُلُ بِهِ الْغَرَضُ مِنْ غَيْرِ تَعْيِيْنٍ، وَمَعَ ذٰلِكَ، فَالتَّعْيِيْنُ جَائِزٌ كَمَا سَنَذْكُرُهُ فِيْ حَدِيْثِ هِنْدٍ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

نمبر 3-فتویٰ طلب کرے اور مفتی سے کہے میرے باپ میرے بھائی یا میرے شوہر یا فلاں نے مجھ پر اس طرح ظلم کیا ہے۔ کیا یہ اس کے لیے جائز ہے۔ اس سے خلاصی کی صورت کیا ہے۔ اپنا حق حاصل کرنے اور ظلم دور کرنے کا کیا طریقہ ہے وغیرہ تو یہ ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔ اور زیادہ احتیاط اور فضیلت کی بات ہے وہ یہ کہے کہ فلاں آدمی انسان یا شوہر کے بارے میں کیا حکم ہے جس نے ایسا کیا؟ تو اگر اس کے ساتھ مقصد پورا ہوتا ہے تو اس کے باوجود تعین جائز ہے۔ جیسا کہ ہم حضرت ہند کی حدیث انشاء اللہ ذکر کریں گے۔

الرَّابِعُ: تَحْذِيْرُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الشَّرِّ وَنَصِيْحَتُهُمْ، وذٰلِكَ مِنْ وُجُوْهٍ:

مِنْهَا جَرْحُ الْمَجْرُوْحِيْنَ مِنَ الرُّوَاةِ وَالشُّهُوْدِ وذلك جَائِزٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ، بَلْ وَاجِبٌ لِّلْحَاجَةِ.

وَمِنْهَا: الْمُشَاوَرَةُ فِيْ مُصَاهَرَةِ إِنْسَانٍ أَوْ مُشَارَكَتِهِ، أَوْ إِيْدَاعِهِ، أَوْ مُعَامَلَتِهِ، أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ، أَوْ مُجَاوَرَتِهِ، ويجب عَلَى الْمُشَاوَرِ أَنْ لَا يُخْفِيَ حَالَهُ، بَلْ يَذْكُرُ الْمَسَاوِئَ الَّتِيْ فِيْهِ بِنِيَّةِ النَّصِيْحَةِ.

نمبر 4-مسلمانوں کو اس کے شر سے بچانے کے لیے اور ان کی خیر خواہی کے لیے اس کی کئی صورتیں ہیں:

ایک تو یہ ہے کہ قابل جرح راویوں اور گواہوں پر جرح کرنا۔ اور یہ باجماع امتِ مسلمہ جائز ہے بلکہ ضرورت کی بنا پر واجب ہے۔

اور ایک یہ ہے کہ کسی انسان سے رشتہ داری قائم کرنے کا حصہ دار بنانے اس کے پاس امانت رکھنے تعلق قائم کرنے یا پڑوسی بنانے کے بارے میں دوسرے سے مشورہ کرے۔ تو مشورہ دینے والے پر لازم ہے کہ اس کا حال نہ چھپائے بلکہ واضح کرکے بتا دے جو

خامیاں اس میں موجود ہوں نیت خیر خواہی کی رکھے۔

ومنها: إِذَا رَأَى مُتَفَقِّهًا يَتَرَدَّدُ إِلَى مُبْتَدِعٍ، أَوْ فَاسِقٍ يَأْخُذُ عَنْهُ الْعِلْمَ، وَخَافَ أَنْ يَتَضَرَّرَ الْمُتَفَقِّهُ بِذٰلِكَ، فَعَلَيْهِ نَصِيحَتُهُ بِبَيَانِ حَالِهِ، بِشَرْطِ أَنْ يَقْصِدَ النَّصِيحَةَ، وَهٰذَا مِمَّا يُغْلَطُ فِيهِ. وَقَدْ يَحْمِلُ الْمُتَكَلِّمَ بِذٰلِكَ الْحَسَدُ، وَيُلَبِّسُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ، وَيُخَيِّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ نَصِيحَةٌ فَلْيُتَفَطَّنْ لِذٰلِكَ.

اور ایک یہ ہے کہ طالب علم کو کسی بدعتی یا فاسق کے پاس طلب علم کے لیے آتا جاتا دیکھئے اور خطرہ ہو کہ طالب علم اس کی وجہ سے نقصان میں پہنچ جائے گا۔ اس پر اس طالب علم کی خیر خواہی کرنا اس کا حال بیان کرنا لازم ہے۔ بشرطیکہ نیت خیر خواہی کی ہو۔ اس میں بسا اوقات غلطی ہو جاتی ہے کیونکہ کبھی بات کرنے والے کو حسد اس پر برانگختہ کرتا ہے۔ اور شیطان اس کو الجھاؤ میں ڈال دیتا ہے اور اسے اس کی طرف خیال دلاتا ہے کہ یہ خیر خواہی ہے تو اس کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔

وَمِنْهَا: أَنْ يَكُوْنَ لَهُ وِلَايَةٌ لَا يَقُوْمُ بِهَا عَلَى وَجْهِهَا: إِمَّا بِأَنْ لَا يَكُوْنَ صَالِحًا لَهَا، وَإِمَّا بِأَنْ يَكُوْنَ فَاسِقًا، أَوْ مُغَفَّلًا، وَنَحْوَ ذٰلِكَ فَيَجِبُ ذِكْرُ ذٰلِكَ لِمَنْ لَهُ عَلَيْهِ وِلَايَةٌ عَامَّةٌ لِيُزِيْلَهُ، وَيُوَلِّيَ مَنْ يَصْلُحُ، أَوْ يَعْلَمَ ذٰلِكَ مِنْهُ لِيُعَامِلَهُ بِمُقْتَضٰى حَالِهِ، وَلَا يَغْتَرَّ بِهِ، وَأَنْ يَسْعٰى فِيْ أَنْ يَحُثَّهُ عَلَى الْاسْتِقَامَةِ أَوْ يَسْتَبْدِلَ بِهِ.

اور ایک یہ ہے کہ صاحب منصب ہو اور ذمہ داری پوری نہ کرتا ہو۔ خواہ اس میں اہلیت ہی نہ ہو اور خواہ اس کے فاسق یا لاپرواہ ہونے کی وجہ سے ہو تو بڑے عہدہ والے کو اس کے متعلق بتانا لازم ہے کہ اس کا ازالہ کرے اور اہل صلاحیت کو مقرر کرے یا یہ کہ اس کو علم ہوتا کہ اس کے حسب حال اس سے معاملہ کرے تاکہ وہ دھوکہ میں نہ رہے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرے یا اس کو تبدیل کردے۔

اَلْخَامِسُ: أَنْ يَكُوْنَ مُجَاهِرًا بِفِسْقِهِ أَوْ بِدْعَتِهِ كَالْمُجَاهِرِ بِشُرْبِ الْخَمْرِ، وَمُصَادَرَةِ النَّاسِ، وَأَخْذِ الْمَكْسِ، وَجِبَايَةِ الْأَمْوَالِ ظُلْمًا، وَتَوَلِّي الْأُمُوْرِ الْبَاطِلَةِ. فَيَجُوْزُ ذِكْرُهُ بِمَا يُجَاهِرُ بِهِ، وَيَحْرُمُ ذِكْرُهُ بِغَيْرِهِ مِنَ الْعُيُوْبِ، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ لِجَوَازِهِ سَبَبٌ آخَرُ مِمَّا ذَكَرْنَاهُ.

نمبر 5- سرعام فسق و بدعت کا اظہار کرتا ہو جیسا کہ شراب پینا لوگوں پر ظلم کرنا تاوان لینا یا ظلماً مال لینا اور دیگر باطل کام کرتا ہو تو اس کے علانیہ گناہوں کا ذکر جائز ہے۔ لیکن محض گناہوں کا ذکر جائز نہیں۔ ہاں سابقہ اسباب جواز میں سے کوئی سبب اس کی اجازت سے ہو تو الگ بات ہے۔

اَلسَّادِسُ: اَلتَّعْرِيْفُ. فَإِذَا كَانَ الْإِنْسَانُ

نمبر 6 - اب کوئی کسی لقب وغیرہ سے مشہور ہو تو

مَعْرُوْفًا بِلَقَبٍ، كَالْأَعْمَشِ، وَالْأَعْرَجِ وَالْأَصَمِّ، وَالْأَعْمٰى، وَالْأَحْوَلِ، وغَيْرِهِمْ جاز تَعْرِيْفُهُمْ بِذٰلِكَ، وَيَحْرُمُ اِطْلَاقُهُ عَلٰى جِهَةِ التَّنْقِيصِ، ولو اَمْكَنَ تَعْرِيْفُهُ بِغَيْرِ ذٰلِكَ كَانَ اَوْلٰى. فَهٰذِهٖ سِتَّةُ اَسْبَابٍ ذَكَرَهَا الْعُلَمَاءُ وَاَكْثَرُها مُجْمَعٌ عَلَيْهِ، وَدَلَائِلُهَا مِنَ الْأَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ مَشْهُوْرَةٌ. فَمِنْ ذٰلِكَ:

پہچان کروانے کے لیے جیسے اعمش اعرج اصم اعمیٰ احول وغیرہ تو پہچان کروانے کے لیے ان الفاظ سے ذکر کرنا جائز ہے اور نقص ظاہر کرنے کی نسبت سے ان کا اطلاق جائز نہیں۔ اور اگر کسی اور طریقہ سے پہچان آسان ہو تو وہ زیادہ بہتر ہے تو یہ چھ سبب ہیں علماء نے ان کو ذکر کیا ہے اکثر پر اجماع منعقد ہے۔ اس کے دلائل صحیح احادیث سے ثابت ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

شرح: کب غیبت کی رُخصت ہے؟

غیبت کرنے کی اجازت اس وقت ہے جب شرعی طور پر کوئی صحیح مقصد ہو، اور یہ چھ صورتیں ہیں:

(۱) ظالم کی شکایت کرنا: جس طرح کوئی شخص قاضی کے سامنے کسی کے رِشوت لینے یا ظلم وغیرہ کرنے کی شکایت کرے، یہ جائز ہے۔

(۲) مدد طلب کرنا: یعنی برائی کو بدلنے اور گناہگار کو اِصلاح کی طرف لوٹانے کے لئے مدد طلب کرنا۔

(۳) فتویٰ کے لئے: اس کی صورت یہ ہے، کہ وہ اِس طرح کہے: میرے باپ یا بھائی پر اس معاملہ میں ظلم کیا گیا، اس سے بچنا کیسے ممکن ہے؟ لیکن اس معاملہ میں اشارۃً کہنا زیادہ مناسب ہے۔

(۴) مسلمانوں کو برائی سے بچانا: حضور نبئ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اُذْكُرُوا الْفَاجِرَ بِمَا فِيْهِ مِنْ مُسَاوِيْهِ يَحْذَرُهُ النَّاسُ۔

ترجمہ: فاجر کی برائیاں بیان کرو، تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۳۶۱، الجارود بن یزید ابو الضحاک النیسابوری، ج ۲، ص ۴۳۰)

(۵) عیب والے نام سے معروف ہونا: کوئی شخص اپنے کسی عیب کے ساتھ معروف ہو جیسے لنگڑا، اندھا تو اس صورت میں اسے اس نام سے پکارنے میں غیبت نہیں۔

(۶) اعلانیہ فسق کا مرتکب ہونا: جو شخص اعلانیہ فسق کا مرتکب ہو جیسے ہیجڑا، شراب کی مجلس قائم کرنے والا اور اعلانیہ شراب پینے والا۔ نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ اَلْقٰى جِلْبَابَ الْحَيَاءِ عَنْ وَّجْهِهٖ فَلَا غِيْبَةَ لَهٗ۔

ترجمہ: جو شخص اپنے چہرے سے حیا کی چادر اتار دے اس کی غیبت نہیں ہوتی۔

(مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب ذکر الحیاء وما جاء فیہ، الحدیث ۱۰۲، ص ۸۷-۸۸، بدون: عن وجھہ)

(1536) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ رَجُلًا اسْتَاْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "ائْذَنُوْا لَهٗ، بِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ؟". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. احْتَجَّ بِهِ الْبُخَارِيُّ فِيْ جَوَازِ غِيْبَةِ اَهْلِ الْفَسَادِ وَاَهْلِ الرِّيَبِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو، یہ خاندان کا برا آدمی ہے۔ (متفق علیہ) اس حدیث سے امام بخاری نے شرارتی اور مشتبہ لوگوں کی غیبت کے جائز ہونے پر استدلال کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مایجوز من اغتیاب اهل الفساد والریب، جلد 5، ص 31، رقم 5707 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، جلد 6، صفحه 38، رقم 24152 صحیح مسلم، باب مداراة من یتقی فحشه، جلد 4، صفحه 21، رقم الحدیث 6761 سنن الکبرٰی للبیهقی، باب من خرق اعراض الناس لیسألهم أموالهم، جلد 10، ص 245، رقم 20939 سنن ابوداؤد، باب فی حسن العشرة، جلد 2، صفحه 666، رقم 4792)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضور انور نے یہ بات اس وقت فرمائی جب کہ وہ ابھی حضور کے پاس پہنچا نہ تھا دروازہ پر ہی تھا یعنی اس کے پس پشت بیان فرمایا جو لغۃً غیبت ہے اس لیے صاحب مشکوۃ یہ حدیث یہاں اس باب میں لائے۔ اس شخص کا نام عیینہ ابن حصن تھا۔ مؤلفۃ القلوب سے تھا، اپنی قوم کا سردار بہت سخت طبیعت تھا، حضور کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہوگیا، پھر حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر دوبارہ مسلمان ہوا مگر اس کا خاتمہ اسلام پر ہوا اس کا بھتیجا حرب ابن قیس پختہ مسلمان صاحب علم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاص مقرب تھا، اس کا واقعہ وہ ہے جو بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے کہ یہ شخص اپنے اس بھتیجے کی معرفت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ سے کہا کہ آپ انصاف نہیں کرتے ہم کو ہمارا حق نہیں دیتے، آپ ناراض ہوئے سزا دینی چاہی، حرب ابن قیس نے عرض کیا خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۔ حضور یہ جاہل ہے آپ اس سے درگزر کریں۔ (مرقات، اشعہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مشہور عیب پس پشت بیان کرنا غیبت نہیں، نیز لوگوں کو اس کی شر سے بچانے کے لیے اس کی شر پر مطلع کر دینا غیبت نہیں، نیز کسی کی اصلاح کے لیے اس کو برا نہ کہنا اس سے اخلاق سے پیش آنا سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہر شخص کی اصلاح کے طریقے جداگانہ ہیں حضور حکیم مطلق ہیں۔

(مرأۃ المناجیح، ج۶ ص ۴۸۹)

(1537) وَعَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا اَظُنُّ فُلَانًا وَفُلَانًا يَعْرِفَانِ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا خیال نہیں کہ فلاں اور فلاں ہمارے دین کو کچھ بھی

مِنْ دِيْنِنَا شَيْئًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. قَالَ: اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ اَحَدُ رُوَاةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ: هٰذَانِ الرَّجُلَانِ كَانَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ.

سمجھتے ہوں۔ (بخاری) لیث بن سعد راوی حدیث کہتے ہیں کہ یہ دونوں آدمی منافقین میں سے تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یجوز من الظن، جلد 5، صفحہ 48، رقم 5720 جامع الاحادیث للجزری، حرف المیم، جلد 18، صفحہ 420، رقم 19783، جامع الکبیر للسیوطی، حرف المیم، جلد 3، صفحہ 76، رقم 10486، کنز العمال للمتقی، فعل فی صفات المنافقین، جلد 1، ص 301، رقم 859)

شرح حدیث: بدمذہبوں سے حدیث وآیت نہ سنی

حضرتِ علامہ امام ابوبکر محمد ابنِ سیرین علیہ رَحمَۃُ اللہِ المُبین کی خدمت میں دو بدعقیدہ آدمی حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اے ابوبکر! ہم آپ کو ایک حدیث سناتے ہیں۔ فرمایا: میں نہیں سنوں گا۔ دونوں نے کہا: اچھا چلئے قرآنِ کریم کی ایک آیت ہی سن لیجئے۔ فرمایا: نہیں سنوں گا، تم دونوں میرے پاس سے چلے جاؤ ورنہ میں اُٹھ کر چلا جاتا ہوں۔ آخر وہ چلے گئے تو بعض لوگوں نے (حیرت سے) عرض کی: اے ابوبکر! آپ اگر ان سے حدیثِ پاک یا آیتِ قرآنی سن لیتے تو اس میں آخر کیا حرج تھا؟ فرمایا: مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ یہ لوگ قرآن وحدیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائے (تو ہلاک ہو جاؤں اس لیے میں نے ان سے قرآن وحدیث سننا گوارا نہ کیا)۔

(سُنَنِ دارمی ج ۱ ص ۱۲۰ رقم ۳۹۷، فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۱۰۶)

بدعقیدہ شخص کی غیبت

اِس حکایت میں مشہور تابعی بُزرگ امامُ المُعَبِّرِین حضرت سیِّدُنا امام ابوبکر محمد ابنِ سیرین علیہ رَحمَۃُ اللہِ المُبین نے دو شخصوں کے بارے میں یہ جو فرمایا ہے کہ مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ یہ لوگ قرآن وحدیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں یہ بظاہر بدگمانی وغیبت ہے مگر یہ جائز بدگمانی وغیبت ہے بلکہ ایسی غیبت باعثِ ثوابِ آخرت ہوتی ہے کیوں کہ وہ دونوں بدعقیدہ تھے لہٰذا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن کی بدعقیدگی کا لوگوں پر اظہار فرمادیا۔ دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ 312 صَفحات پر مشتمل کتاب، بہارِ شریعت حصّہ 16 صَفْحہ 175 تا 176 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولیٰنا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: بدعقیدہ لوگوں کا ضَرَر (یعنی نقصان) فاسِق کے ضَرَر سے بہُت زائد ہے، فاسِق سے جو ضَرَر (یعنی نقصان) پہنچے گا وہ اس سے بہت کم ہے جو بدعقیدہ لوگوں سے پہنچتا ہے۔ فاسِق سے اکثر دنیا کا ضَرَر (نقصان) ہوتا ہے اور بدمذہب سے تو دین وایمان کی بربادی کا ضَرَر (نقصان) ہے اور بدمذہب اپنی بدمذہبی پھیلانے کے لیے نماز روزہ کی بظاہر خوب پابندی کرتے ہیں، تاکہ ان کا وقار لوگوں میں قائم ہو پھر جو گمراہی کی بات کریں گے ان کا پورا اثر ہوگا، لہٰذا ایسوں کی بدمذہبی کا اظہار فاسِق کے فسق کے اظہار سے زیادہ اہم ہے اس

کے بیان کرنے میں ہرگز دریغ نہ کریں۔ (بہارِ شریعت)

منحوس بدمذہبوں کی بات سننی ہی نہیں ہے

مذکورہ حکایت سے ان لوگوں کو بھی درس حاصل کرنا چاہے کہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ جو کوئی بھی قران وحدیث بیان کرے آنکھیں بند کر کے اُس سے سُن لینا چاہے اگر ایسا ہوتا تو مسلمانوں کے جلیل القدر امام حضرت سیّدُ نا امام ابوبکر محمد ابنِ سیرین علیہ رَحمۃُ اللہِ المُبین جیسے عظیم عالمِ دین نے اُن بدعقیدہ آدمیوں سے قران وحدیث کو کیوں نہیں سنا! بس یوں سمجھو کہ انہوں نے نہ سُن کر گویا ہم جیسوں کو سمجھایا ہے کہ میں بھی نہیں سنا تم بھی مت سنو! حالانکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عربی دان اور جلیل القدر عالم و مُجتہد تھے، اگر وہ بدعقیدہ لوگ تاویل کرتے تو پکڑے بھی جاتے مگر ان منحوس بدمذہبوں سے سننا ہی نہیں ہے کہ شیطان کو بہکاتے دیر نہیں لگتی۔ اگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سن لیتے تو دوسروں کے لئے دلیل ہو جاتی اور وہ سُن کر گمراہ ہوتے۔ اور ہاں آپ نے ان کو جو چلے جانے کا حکم فرمایا وہ کوئی بداَخلاقی نہیں تھی بلکہ ایسا کرنا عین حُسنِ اَخلاق ہے۔ اللہ و رسول عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کے دشمنوں کی خاطر تواضُع نہیں کی جاسکتی۔

بدمذہبی کی بُو

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ 561 صفحات پر مشتمل کتاب، ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمّل) صفحہ 302 پر ہے: حضرتِ عمرِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ مغرب پڑھ کر مسجِد سے تشریف لائے تھے کہ ایک شخص نے آواز دی: کون ہے کہ مسافر کو کھانا دے؟ امیرُ المُؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خادم سے ارشاد فرمایا: اسے ہمراہ لے آؤ۔ وہ آیا (تو) اسے کھانا منگا کر دیا۔ مسافر نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ایک لفظ اس کی زَبان سے ایسا نکلا جس سے بدمذہبی کی بُو آتی تھی، فوراً کھانا سامنے سے اُٹھوالیا اور اسے نکال دیا۔ (کَنزُ العُمّال ج ۱۰ ص ۱۱۷ رقم ۲۹۳۸۴)

(1538) وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: اِنَّ اَبَا الْجَهْمِ وَمُعَاوِيَةَ خَطَبَانِيْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَمَّا مُعَاوِيَةُ، فَصُعْلُوْكٌ لَا مَالَ لَهُ، وَاَمَّا اَبُو الْجَهْمِ، فَلَا يَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "وَاَمَّا اَبُو الْجَهْمِ فَضَرَّابٌ لِلنِّسَاءِ" وَهُوَ تَفْسِيْرٌ لِرِوَايَةِ: "لَا يَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهِ" وَقِيْلَ: مَعْنَاهُ: كَثِيْرُ الْاَسْفَارِ.

حضرت فاطمہ بنت قیس ﷺ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آئی اور میں نے عرض کی: مجھے ابوالجہم اور معاویہ نے پیغامِ نکاح دیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معاویہ تو غریب آدمی ہے۔ اس کے پاس کچھ نہیں۔ اور رہے ابوالجہم تو وہ اپنا عصا کندھے سے نیچے نہیں رکھتا۔ (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابوالجہم تو عورتوں کو بہت مارنے والا ہے۔ عصا کندھے سے نیچے نہ رکھنے سے بھی یہی مراد ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے زیادہ سفر کرنے والا

بھی ہے۔

تخریج حدیث: (سنن النسائی، باب التعدیل والجرح عند المسألة، جلد 3، ص 495، رقم 6032صحیح مسلم، باب المطلقة ثلاثا لانفقة لها، جلد 4، صفحه 195، رقم 3770 السنن الکبری للبیهقی، باب اعتبار الیسار فی الکفاءة، جلد 7، صفحه 135، رقم 14148 المنتقی لابن الجارود، باب العدد، صفحه 191، رقم 760 المؤطا امام مالك، باب ما جاء فی نفقة المطلقة، جلد 2، صفحه 580، رقم 1210)

شرح حدیث: یہ غیبت نہیں

ملازم رکھنا ہو، کسی کے یہاں ملازمت کرنی ہو، تجارت وغیرہ میں شراکت دار (PARTNER) بننا ہو، مال اُدھار دینا ہو، کسی سے کرائے پر مکان لینا ہو، شادی کرنی ہو، کسی کے ساتھ سفر کرنا ہو وغیرہ وغیرہ ضروریات کے مواقع پر معلومات حاصل کرنے میں کوئی مُضایَقہ نہیں بلکہ تحقیق کر لینی چاہیے تاکہ دھوکہ نہ کھانا پڑے۔ نیز جس سے مشورہ لیا گیا وہ امین ہے اُس کیلئے واجِب ہے کہ صحیح مشورہ دے یعنی اگر وہ اُس کی ایسی برائی جانتا ہے جس سے مشورہ طلب کرنے والے کو نقصان ہو سکتا ہے تو بتانا ضروری ہے

ہاں ایسی بُرائیاں ظاہر نہ کرے جس کی حاجت نہیں۔ بہارِ شریعت حصّہ 16 صَفْحہ 177 پر ہے: جس سے کسی بات کا مشورہ لیا گیا وہ اگر اُس شخص کا عیب و بُرائی ظاہر کرے جس کے مُتَعلِّق مشورہ (لیا گیا) ہے، یہ غیبت نہیں۔ حدیث میں ہے: جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔ لہٰذا اِس کی بُرائی ظاہر نہ کرنا خیانت ہے، مَثَلاً کسی کے یہاں اپنا یا اپنی اولاد وغیرہ کا نکاح کرنا چاہتا ہے، دوسرے سے اس کے مُتَعلِّق تذکرہ کیا کہ میرا ارادہ ایسا ہے تمہاری کیا رائے ہے؟ اُس شخص کو جو کچھ معلومات ہیں بیان کر دینا غیبت نہیں۔ اسی طرح کسی کے ساتھ تجارت وغیرہ میں شرکت کرنا چاہتا ہے یا اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھنا چاہتا ہے یا کسی کے پڑوس میں سکونت (یعنی رہائش اختیار) کرنا چاہتا ہے اور اُس کے مُتَعلِّق دوسرے سے مشورہ لیتا ہے یہ شخص (یعنی جس سے مشورہ لیا گیا وہ) اُس کی برائی بیان کرے (یہ) غیبت نہیں۔ (رَدُّ الْمُحتار ج ۹ ص ۶۷۵)

(1539) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ أَصَابَ النَّاسَ فِيْهِ شِدَّةٌ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ: لَا تُنْفِقُوْا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا، وَقَالَ: لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ. فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ،

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر پر نکلے۔ اس میں لوگوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ عبداللہ بن ابی اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: جو رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں ان پر خرچ نہ کرو تا کہ وہ بھاگ جائیں۔ اور کہا اگر ہم مدینہ آئے تو جو عزت والا ہے وہ ضرور بے وقار کو نکال دے گا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ کو اس کی خبر دی۔

فَاَرْسَلَ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ، فَاجْتَهَدَ يَمِيْنَهُ: مَا فَعَلَ، فَقَالُوْا: كَذَبَ زَيْدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ مِمَّا قَالُوْهُ شِدَّةٌ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَصْدِيْقِيْ: (اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ) ثُمَّ دَعَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

آپ نے عبداللہ بن ابی کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے قسمیں کھا کر کہا کہ اس نے ایسا نہیں کہا' لوگ کہنے لگے: زید نے رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ بولا ہے۔ ان کی اس بات سے میرے دل میں سخت افسوس ہوا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق میں آیت نازل فرمائی۔ ''جس وقت آپ کے پاس منافق آئیں''۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلایا تا کہ ان کے لیے استغفار کریں۔ تو انہوں نے اپنے سر پھیر لیے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التفسیر سورۃ المنافقون، جلد 4، صفحہ 186، رقم 4622 صحیح مسلم، باب صفات المنافقین و احکامھم، جلد 8، صفحہ 119، رقم 7200 المستدرك للحاكم، تفسیر سورۃ المنافقین، جلد 2، صفحہ 531، رقم 3812 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث زید بن ارقم، جلد 4، صفحہ 368، رقم 19304 مسند البزار، مسند زید بن ارقم، جلد 2، صفحہ 132، رقم 4306)

شرح حدیث: بیٹے کی تلوار باپ کا سر

۵ھ میں بنوالمصطلق کی مشہور جنگ ہوئی اس میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کی باہم لڑائی ہوگئی معمولی بات تھی مگر بڑھ گئی ہر ایک نے اپنی اپنی قوم سے دوسرے کے خلاف مدد چاہی اور دو فریق ہو گئے۔ قریب تھا کہ آپس میں لڑائی ہوجائے مگر بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر صلح کرادی۔ عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار اور مسلمانوں کا سخت مخالف تھا مگر چونکہ اسلام ظاہر کرتا تھا اس لئے اس کے ساتھ خلاف کا برتاؤ نہ کیا جاتا تھا۔ اور یہی اس وقت کے منافقوں کے ساتھ عام برتاؤ کیا جاتا تھا۔ اس کو جب اس قصے کی خبر ہوئی تو اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لفظ کہے اور اپنے دوستوں سے خطاب کر کے کہا کہ یہ سب کچھ تمھارا اپنا ہی کیا ہوا ہے۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے شہروں میں ٹھکانا دیا اپنے مالوں کو ان کے درمیان آدھا آدھا بانٹ دیا اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو ابھی سب چلے جائیں اور یہ بھی کہا کہ خدا عزوجل کی قسم اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو ہم عزت والے مل کر ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوعمر بچے تھے۔ وہاں موجود تھے یہ سنکر تاب نہ لا سکے کہنے لگے خدا عزوجل کی قسم! تو ذلیل ہے، تو اپنی قوم میں بھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ تیرا کوئی حمایتی نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عزت والے ہیں۔ رحمن عزوجل کی طرف سے بھی عزت دیئے گئے ہیں اور اپنی قوم میں بھی عزت والے ہیں عبداللہ بن ابی نے کہا اچھا چپکا رہ میں تو ویسے ہی مذاق میں کہہ رہا تھا مگر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے نقل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست بھی کی کہ اس کافر کی گردن اڑادی جائے مگر حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ عبداللہ بن ابی کو جب اس کی خبر ہوئی کہ حضور تک یہ قصہ پہنچ گیا ہے تو حاضر خدمت ہوکر جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کوئی ایسا لفظ نہیں کہا ہے۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھوٹ نقل کر دیا ہے۔ انصار کے بھی کچھ لوگ حاضر خدمت تھے۔ انہوں نے بھی سفارش کی کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عبداللہ قوم کا سردار ہے بڑا آدمی شمار ہوتا ہے کہ ایک بچہ کی بات اس کے مقابلے میں قابل قبول نہیں ممکن ہے کہ سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہو یا سمجھنے میں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کا عذر قبول فرمالیا۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کی خبر ہوئی کہ اس نے جھوٹی قسموں سے اپنے کو سچا ثابت کر دیا اور زید کو جھٹلا دیا تو شرم کی وجہ سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ بالآخر سورۂ منافقون نازل ہوئی:

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزّت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزّت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

جس سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچائی اور عبداللہ بن ابی کی جھوٹی قسموں کا راز کھل گیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وقعت موافق ومخالف سب کی نظروں میں بڑھ گئی اور عبداللہ بن ابی کا قصہ بھی سب پر ظاہر ہو گیا عبداللہ بن ابی کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا اور بڑے پکے مسلمان اور سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تھے جنگ سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ سے باہر تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور باپ سے کہنے لگے: اس وقت تک مدینہ میں داخل ہونے نہیں دوں گا جب تک تو اس کا اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عزیز ہیں۔ اس کو بڑا تعجب ہوا کیونکہ یہ ہمیشہ سے باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنے والے تھے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مقابلے میں باپ کی کوئی عزت ومحبت دل میں نہ رہی۔ آخر اس نے مجبور ہو کر اقرار کیا کہ واللہ میں ذلیل ہوں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عزیز ہیں اس کے بعد مدینہ میں داخل ہو سکا۔ (السیرۃ النبویۃ، جہجاہ وسنان وما کان من ابن أبی، ج ۳، ص ۲۴۸۔۲۴۹)

(1540) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَتْ هِنْدُ امْرَاَةُ اَبِي سُفْيَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ وَّلَيْسَ يُعْطِيْنِيْ مَا يَكْفِيْنِيْ وَوَلَدِيْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ، وَهُوَ لَا يَعْلَمُ؟ قَالَ: "خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوسفیان کی بیوی حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، مجھ کو اتنا نہیں دیتا جو مجھ کو اور میری اولاد کو کافی ہو۔ سوائے اس مال کے جو میں خود لے لوں اور اس کو علم نہ ہو تو آپ نے فرمایا: اچھے طریقہ سے اتنا لے لو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو کافی ہو۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذالم الرجل فللمرأة أن تاخذ بغیر علمه، جلد 7، صفحه 65، رقم 5364 صحیح مسلم، باب قفية هند، جلد 5، صفحه 129، رقم 4574 السنن الکبری للبیهقی، باب رجوب النفقه للزوجه، جلد 7، ص 466، رقم 16108 سنن ابوداؤد، باب فی الرجل یاخذ حقه فی تحت یده، جلد 3، ص 313، رقم 3534 سنن ابن ماجه باب ما للمرأة من مال زوجها، جلد2، صفحه 769، رقم 2293)

114-بَابُ تَحْرِيْمِ النَّمِيْمَةِ وَهِيَ نَقْلُ الْكَلَامِ بَيْنَ النَّاسِ عَلٰى جِهَةِ الْاِفْسَادِ

چغلی کی حرمت اور یہ لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے کے لیے بات آگے منتقل کرنا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ) (ن: 11)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بہت طعنے دینے والا بہت اِدھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ) (ق: 18)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

(1541) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت حذیفہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چغل خور جنت میں نہ جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مایکره من النمیمة، جلد 6، صفحه 225، رقم 5709 صحیح مسلم، باب بیان غلظ تحریم النمیمة، جلد 1، صفحه 70، رقم 303 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفة بن الیمان، جلد 5، ص 391، رقم 23373 مسند البزار، حدیث حذیفة بن الیمان، جلد 1، ص 441، رقم 2898 اخبار اصبهان، من اسمه موسی، جلد 9، صفحه 372، رقم 1886)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قتات وہ شخص ہے جو دو مخالفوں کی باتیں چھپ کر سنے اور پھر انہیں زیادہ لڑانے کے لیے ایک کی بات دوسرے تک پہنچائے اگر یہ شخص ایمان پر مرا تو جنت میں اولاً نہ جائے گا بعد میں جائے تو جائے، اگر کفر پر مرا تو کبھی وہاں نہ جاوے گا۔ خیال رہے کہ جو دو طرفہ جھوٹی باتیں لگا کر صلح کرادے وہ نمام نہیں مصلح ہے، نمام وہ ہے جو لڑائی و فساد کے لیے یہ حرکات کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۵۸)

(1542) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ: "اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ! بَلٰى

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور انہیں کسی

اِنَّهٗ كَبِيْرٌ: اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيْمَةِ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ اِحْدٰى رِوَايَاتِ الْبُخَارِيِّ.

بڑی بات پہ عذاب نہیں ہو رہا۔ کیوں نہیں وہ بڑی بات ہے ان میں سے ایک تو چغلی لے کر چلتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہ بچتا تھا۔ (متفق علیہ) یہ بخاری کی روایات میں سے ایک کے الفاظ ہیں۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ مَعْنٰى: "وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ" اَيْ: كَبِيْرٍ فِيْ زَعْمِهِمَا. وَقِيْلَ: كَبِيْرٌ تَرْكُهٗ عَلَيْهِمَا.

علماء نے کہا کہ فی کبیر' ان کو کسی بڑی بات میں عذاب نہیں ہو رہا ہے'' کا معنی ہے کہ ان کے گمان میں بڑا گناہ نہ تھا جس کی وجہ سے وہ عذاب میں مبتلا ہوئے اور بعض نے کہا کہ کبیر کا معنی پر مشقت ہے کہ اس کو چھوڑنا ان کے لیے مشکل تھا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من الکبائر أن لایستتر من بوله، جلد 1، صفحه 53، رقم 216 صحیح مسلم، باب الدلیل علی نجاسة البول و وجوب الاستبراء منه، جلد 1، صفحه 166، رقم 703 سنن ترمذی، باب ماجاء فی التشدید فی البول، جلد 1، صفحه 29، رقم 70 المعجم الاوسط، من اسمه علی، جلد 4، صفحه 113، رقم الحدیث 3747 سنن ابوداؤد، باب الاستبراء من البول، جلد 1، صفحه 9، رقم 20)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث بڑے معرکے کی ہے اس سے بے شمار مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: (۱) حضور کی نگاہ کے لئے کوئی شے آڑ نہیں، کھلی چھپی ہر چیز آپ پر ظاہر ہے کہ عذاب قبر کے اندر ہے حضور قبر کے اوپر تشریف رکھتے ہیں اور عذاب دیکھ رہے ہیں۔ (۲) حضور خلقت کے ہر کھلے چھپے کام کو دیکھ رہے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور یہ کیا کرتا تھا، فرمادیا کہ ایک چغلی کرتا تھا اور ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ (۳) گناہ صغیرہ پر حشر و قبر میں عذاب ہو سکتا ہے۔ دیکھو چغلی وغیرہ گناہ صغیرہ ہیں مگر عذاب ہو رہا ہے۔ (۴) حضور ہر گناہ کا علاج بھی جانتے ہیں، دیکھو قبر پر شاخیں لگائیں تا کہ عذاب ہلکا ہو۔ (۵) قبروں پر سبزہ، پھول، ہار وغیرہ ڈالنا سنت سے ثابت ہے کہ اس کی تسبیح سے مردے کو راحت ہے۔ (۶) قبر پر قرآن پاک کی تلاوت، وہاں حافظ بٹھانا بہت اچھا ہے کہ جب سبزہ کے ذکر سے عذاب ہلکا ہوتا ہے تو انسان کے ذکر سے ضرور ہلکا ہوگا۔ اشعۃ اللمعات نے جامع الاصول سے روایت کی کہ حضرت بریدہ صحابی نے وصیت کی تھی میری قبر میں دو ہری شاخیں ڈال دی جائیں تا کہ نجات نصیب ہو۔ (۷) اگرچہ ہر خشک و تر چیز تسبیح پڑھتی ہے مگر سبزے کی تسبیح سے مردے کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ ایسے ہی بے دین کی تلاوت قرآن کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس میں کفر کی خشکی ہے۔ مؤمن کی تلاوت مفید ہے کہ اس میں ایمان کی تری ہے۔ (۸) گنہگاروں کی قبر پر سبزہ عذاب ہلکا کرے گا، بزرگوں کی قبروں پر سبزہ مدفون کا ثواب و درجہ بڑھائے گا۔ جیسے مسجد کے قدم وغیرہ۔ (۹) حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے جس سے بچنا

واجب۔ دیکھو اونٹ کا چرواہا اونٹ کے پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوا۔ (۱۰) خشک نہ ہونے کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاثیر صرف حضور کے ہاتھ شریف کی نہ تھی ہم بھی قبر پر سبزہ ڈالیں تو یہی تاثیر ہوگی۔ (۱۱) بزرگوں کے قبرستان میں قدم رکھنے کی برکت سے وہاں عذاب اٹھ جاتا ہے یا کم ہوجاتا ہے۔ (مرقاۃ) (مراٰۃ المناجیح، ج ۱ ص ۳۲۲)

(1543) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلَا اُنَبِّئُکُمْ مَا الْعَضْہُ؟ ھِیَ النَّمِیْمَۃُ، اَلْقَالَۃُ بَیْنَ النَّاسِ". رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابن مسعود ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو بتاؤں کہ عضہ کیا ہے یہ چغلی ہے لوگوں کے درمیان بات کرنا۔ (مسلم)

"اَلْعَضْہُ": بِفَتْحِ الْعَیْنِ الْمُھْمَلَۃِ، وَاِسْکَانِ الضَّادِ الْمُعْجَمَۃِ، وَبِالْھَاءِ عَلٰی وَزْنِ الْوَجْہِ، وَرُوِیَ "اَلْعِضَۃُ" بِکَسْرِ الْعَیْنِ وَفَتْحِ الضَّادِ الْمُعْجَمَۃِ عَلٰی وَزْنِ الْعِدَۃِ، وَھِیَ: اَلْکَذِبُ وَالْبُھْتَانُ، وَعَلَی الرِّوَایَۃِ الْاُوْلٰی: اَلْعَضْہُ مَصْدَرٌ یُقَالُ: عَضَھَہٗ عَضْھًا، اَیْ: رَمَاہُ بِالْعَضْہِ۔

"اَلْعَضْہُ": عین مہملہ پر زبر، ضاد معجمہ پر سکون اور یاء کے ساتھ "وجہ" کے وزن پر ہے اور "اَلْعِضَۃُ" بھی روایت کیا گیا ہے۔ عین پر زیر ضاد معجمہ پر زبر "عدۃ" کے وزن پر اس کا معنی جھوٹ اور بہتان ہے اور پہلی روایت کے مطابق عضہ مصدر ہے کہا جاتا ہے عضھہ عضھا یعنی اس کو تہمت لگائی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم النمیمۃ، جلد 4، صفحہ 28، رقم 6802 مسند أبی یعلی، مسند عبداللہ بن مسعود، جلد 9، صفحہ 245، رقم 5363 الآداب للبیھقی، باب فی ذم النمیمۃ التی فیھا فساد ذات البین، صفحہ 62، رقم 108، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، جلد 1، صفحہ 437، رقم 4160 مسند ابن أبی شیبۃ، باب ما رواہ عبداللہ بن مسعود، صفحہ 635، رقم 379)

شرح حدیث: چغلی کھانا

حضرت سیّدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: غیر ثابت النسب (یعنی بغیر نکاح کے پیدا ہونے والا) راز کو نہیں چھپاتا۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص (راز کی) بات کو نہیں چھپاتا اور چغلی کھاتا ہے، تو یہ اس کے حرامی ہونے کی دلیل ہے، انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے:

عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ O

ترجمۂ کنزالایمان: دُرُشت خُو اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔ (پ 29، القلم: 13)

زَنِیم سے مراد حرامی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ O

ترجمۂ کنز الایمان: خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے، پیٹھ پیچھے بدی کرے۔

(پ30، الهمزة:1)

هُمَزَةٍ سے مراد بہت زیادہ چغلی کھانے والا ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ O

ترجمۂ کنز الایمان: لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔ (پ30، اللهب:4)

کہتے ہیں کہ وہ چغلی کھانے والی اور باتوں کو اِدھر اُدھر پہنچانے والی تھی۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا

ترجمۂ کنز الایمان: پھر انہوں نے ان سے دغا کی تو وہ اللہ کے سامنے انھیں کچھ کام نہ آئے۔

(پ28، التحريم:10)

حدیثِ پاک میں ارشاد ہے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ ترجمہ: چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ من النمیمۃ، الحدیث ۶۰۵۶، ص ۵۱۲)

قَتَّات سے مراد چغل خور ہے، اس کے متعلق بہت سی احادیثِ مبارکہ وارد ہیں۔

چغلی کی تعریف

چغلی کی تعریف یہ ہے کہ ایسی بات ظاہر کرنا جس کا ظاہر کرنا ناپسند ہو۔ خواہ وہ ناپسند کرے جس سے سنی گئی یا جس کے بارے میں سنی گئی یا کوئی تیسرا آدمی ناپسند کرے۔ خواہ بول کر یا لکھ کر اس کا اظہار ہو یا اشارہ، کنایہ سے ہو۔

پس چغلی کی حقیقت پوشیدہ بات کو ظاہر کرنا اور اس سے پردہ ہٹانا ہے۔ (لبابُ الاحیاء ۲۴۴)

115- بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَّقْلِ الْحَدِيْثِ وَكَلَامِ النَّاسِ إِلَى وُلَاةِ الْأُمُوْرِ إِذَا لَمْ تَدْعُ إِلَيْهِ حَاجَةٌ كَخَوْفِ مَفْسَدَةٍ وَّنَحْوِهٖ

لوگوں کی بات کو فساد وغیرہ کے خوف کے بغیر بلا وجہ حکام تک لے جانا منع ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: (وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ) (المائدة: 2).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

وَفِي الْبَابِ الْأَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ.

گزشتہ باب میں اس سے متعلق بعض احادیث ہیں۔

(1544) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُبَلِّغُنِي اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِي عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا، فَاِنِّي اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

حضرت ابن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے صحابہ میں سے کوئی دوسرے کے بارے بات نہ پہنچائے۔ کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہاری طرف صاف سینہ کے ساتھ نکلا کروں۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی رفع الحدیث من المجلس، جلد 4، صفحہ 415، رقم 4862 سنن ترمذی، باب فضل ازواج النبی ﷺ، جلد 5، صفحہ 710، رقم 3896 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، جلد 9، صفحہ 266، رقم 5388 مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن مسعود، جلد 9، صفحہ 266، رقم 5388 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الخامس فی الغیبۃ و النمیمۃ، جلد 8، صفحہ 451، رقم 6222)

شرح حدیث: میرے صحابہ سے محبت کرو

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے: جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ میرے صحابہ سے محبت کرے اور جو میرے صحابہ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ قرآن پاک سے محبت کرے اور جو قرآن پاک سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ مساجد سے محبت کرے۔ کیونکہ یہ ایسی عمارتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنانے اور پاک رکھنے کا حکم دیا اور ان میں برکت رکھی۔ پس یہ خیر و برکت والی جگہیں ہیں اور ان کے رہنے والے بھی خیر و برکت میں ہیں۔ یہ پسندیدہ جگہیں ہیں اور ان میں رہنے والے بھی پسندیدہ ہیں۔ یہ لوگ اپنی نمازوں میں ہوتے ہیں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان کی ضرورت پوری فرماتا ہے۔ یہ مساجد میں ہوتے ہیں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان کو اپنے مقاصد میں کامیابی عطا فرماتا ہے۔

(المجروحین لابن حبان، الرقم 1271، ابو معمر، ج 2، ص 510، بتغیر)

مروی ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھے نور کے جوہر سے پیدا فرمایا، پس اس جوہر پر نظرِ کرم فرمائی اور مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا تو مجھے حیا سے پسینہ آ گیا اور پسینے کے چار قطرے گر پڑے۔ اے ابوبکر! اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے پہلے قطرے سے تمہیں پیدا فرمایا، دوسرے سے عمر کو، تیسرے سے عثمان کو اور چوتھے سے علی کو پیدا فرمایا، اے ابوبکر! تیرا، عمر، عثمان اور علی کا نور میرے نور سے ہے۔

حضور سید الانبیاء والمرسلین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں: بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے میرے صحابۂ کرام کو تمام مخلوق پر فضیلت دی سوائے انبیاء و مرسلین کے، پھر میرے صحابہ میں سے چار کو فضیلت دی: ابوبکر، عمر، عثمان اور

علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔ (المجروحین لابن حبان، الرقم ۵۶۸ عبداللہ بن صالح کاتب اللیث المصری، ج ا، ص ۵۳۵)

116-بَابُ ذَمِّ ذِي الْوَجْهَيْنِ

دو رُخے آدمی کی مذمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا). (النساء: 108).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آدمیوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے اور اللہ ان کے پاس ہے جب دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

(1545) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ: خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا، وَتَجِدُوْنَ خِيَارَ النَّاسِ فِيْ هٰذَا الشَّاْنِ اَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لَهٗ، وَتَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ، الَّذِيْ يَاْتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ، وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں کو معادن میں پاؤ گے۔ جاہلیت میں ان کے اچھے اسلام میں بھی ان کے اچھے ہیں جب وہ سمجھدار بن جائیں تو لوگوں کے بہتر وہ ہیں جو حکومت والے کام کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور لوگوں میں سے برا آدمی وہ ہے جو دو چہروں والا ہے ان کے پاس ایک چہرے سے آتا ہے اور اُن کے پاس دوسرے چہرہ سے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن کریم فرماتا ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ خیال رہے کہ انسان کیلئے تقویٰ ذاتی شرافت وعزت ہے اسے حسب کہتے ہیں اور عالی خاندان عارضی عزت ہے اسے نسب کہتے ہیں مبارک ہے وہ جو حسب ونسب دونوں میں اعلیٰ ہو۔

معادن جمع ہے معدن کی بمعنی کان، قبیلہ کو معدن کہتے ہیں کہ وہ ایک جماعت کی کان ہوتا ہے یعنی کیا تم مجھ سے عرب کے قبائل کے متعلق پوچھتے ہو کہ کونسا قبیلہ اشرف ہے۔

یعنی اسلام لانے سے اعلیٰ خاندانی آدمی کی شرافت گھٹ نہیں جاتی بلکہ بڑھ جاتی ہے اور اگر وہ عالم باعمل بھی ہوجاوے تو صرف خاندانی مسلمان سے افضل ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو زمانہ کفر میں اپنی قوم میں اعلیٰ وافضل ہو وہ مسلمان ہوکر بھی اعلیٰ وافضل ہی رہے گا اسے نومسلم یا دیندار سمجھ کر ذلیل نہ سمجھا جاوے گا۔ اگر وہ عالم باعمل بھی ہوجاوے تو اس کی شرافت کو اور چار چاند لگ جاویں گے مثلاً آج کوئی بڑا عزت والا پادری یا پنڈت مسلمان ہوجاوے تو اسے نومسلم یا دیندار کہہ کر حقیر نہ جانو اس کی عزت واحترام باقی رکھو اور اگر وہ عالم ہوجاوے تو اس کا بہت احترام کرو یہاں فقہ سے مراد عالم

باعمل ہے، پھر بھی مطلب وہ ہی ہوا کہ شرافت علم وتقویٰ پر ہے غرضکہ حسب ونسب دونوں کی شرافت کا اجتماع رب کی رحمت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج٦ ص ٤٢٣)

(1546) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ: اَنَّ نَاسًا قَالُوْا لِجَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سَلَاطِيْنِنَا فَنَقُوْلُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ. قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت محمد بن زید ﷺ سے روایت ہے کچھ لوگوں نے ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ کو کہا کہ ہم اپنے حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں' توان کے لیے ایک بات کہتے ہیں جو ہم ان کے پاس سے باہر آ کر کہتے ہیں اس کے خلاف ہوتی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد اقدس میں اس کو منافقت شمار کرتے تھے۔ (بخاری)

تخريج حديث: (صحيح بخارى، باب مايكره من ثناء السلطان واذا خرج قال غير ذلك، جلد 6، صفحه 2626، رقم 6756، السنن الكبرى للبيهقى، باب مايكره من ثناء السلطان، جلد 8، صفحه 164، رقم 17104، الكفاية فى علم الراوية للخطيب، باب ذكر بعض احاديث من بين ما اسعبثت فيه غير الراوى، ص 221، رقم 197، جامع الاصول لابن اثير، الكتاب السابع فى النفاق، جلد 11، صفحه 569، رقم 9184)

شرح حدیث: منافقت

منافقت یہ ہے کہ کوئی شخص آپس میں مخالف دو اشخاص میں سے ہر ایک کے پاس جائے اور ہر ایک سے اس کے موافق بات کرے، یہ عین نفاق ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

مَنْ كَانَ لَهٗ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهٗ لِسَانَانِ مِنْ نَّارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ: جو شخص دنیا میں دو چہروں والا ہو بروزِ قیامت اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی ذی الوجھین، الحدیث ٤٨٧٣، ص١٥٨١)

117- بَابُ تَحْرِيْمِ الْكِذْبِ

جھوٹ کی حرمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ) (بنی اسرائیل: 36).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس کا تجھ کو علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ) (ق: 18).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

(1547) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ، وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا. وَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ اِلَى الْفُجُوْرِ، وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتے بولتے اللہ کی بارگاہ میں صدیقین میں سے ہوجاتا ہے اور بلا شبہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتے بولتے اللہ کی بارگاہ میں کذاب (بڑا جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔

(متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص سچ بولنے کا عادی ہوجاوے اللہ تعالیٰ اسے نیک کار بنادے گا اس کی عادت اچھے کام کرنے کی ہوجاوے گی، اس کی برکت سے وہ مرتے وقت تک نیک رہے گا برائیوں سے بچے گا۔

اور جو اللہ کے نزدیک صدیق ہوجاوے اس کا خاتمہ اچھا ہوتا ہے اور وہ ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے ہر قسم کا ثواب پاتا ہے اور دنیا بھی اسے سچا کہنے اچھا سمجھنے لگتی ہے، اس کی عزت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔

اور جھوٹا آدمی آگے چل کر پکا فاسق و فاجر بن جاتا ہے جھوٹ ہزار ہا گناہوں تک پہنچا دیتا ہے، تجربہ بھی اسی پر شاہد ہے۔ سب سے پہلے جھوٹ شیطان نے بولا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں پہلا تقیہ پہلا جھوٹ شیطان کا کام تھا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر یہ شخص ہر قسم کے گناہوں میں پھنس جاتا ہے اور قدرتی طور پر لوگوں کو اس کا اعتبار نہیں رہتا لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

یہ حدیث بہت طریقوں سے مروی ہے جنہیں مسلم، بخاری، جامع صغیر وغیرہ نے روایت فرمایا وہ تمام الفاظ یہاں مرقات نے جمع فرمائے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ٦ ص ٦٥٩)

(1548) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ، كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ، كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْ نِّفَاقٍ حَتّٰى يَدَعَهَا: اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی نشانی چار چیزیں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اور جب اس کو امانت دی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ اور جب

كَذَبَ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهُ مَعَ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِنَحْوِهٖ فِيْ "بَابِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ".

جھگڑا کرے تو گالیاں دیتا ہے۔(متفق علیہ) اس حدیث کا بیان باب ایفائے عہد میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث کے ساتھ ہو چکا۔

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں ایک چیز کی بہت سی علامتیں ہوتی ہیں کبھی ساری بیان کر دی جاتی ہیں کبھی کم و بیش لہذا وہ تین بھی نفاق کی علامتیں تھیں اور یہ چار بھی۔

منافق عملی یعنی منافقوں کے سے کام کرنے والا جیسے رب فرماتا ہے: اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یا حضور فرماتے ہیں۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ یعنی بے نمازی ہونا کفر عملی ہے۔ (کافروں کا سا کام)

اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جن کے ہاں تبرّا اور گلیاں بکنا عبادت بلکہ اصل ایمان ہے اسلام میں شیطان فرعون وہامان کو بھی گالیاں دینا برا ہے کہ اس میں اپنی ہی زبان گندی ہوتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۵۴)

(1549) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ، كُلِّفَ اَنْ يَّعْقِدَ بَيْنَ شَعِيْرَتَيْنِ وَلَنْ يَّفْعَلَ، وَمَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى حَدِيْثِ قَوْمٍ وَّهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ، صُبَّ فِيْ اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَمَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ اَنْ يَّنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا خواب بیان کیا جو دیکھا نہ تھا اسے قیامت کے دن جو دیئے جائیں گے کہ ان کے درمیان گرہ لگائے اور وہ یہ نہ کر سکے گا۔ جس نے کسی قوم کی بات کی طرف کان لگایا حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس کے کانوں میں قیامت کے دن پگھلایا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ اور جس نے کوئی صورت بنائی اس کو قیامت کے دن حکم دیا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے اور وہ نہ پھونک سکے گا۔ (بخاری)

"تَحَلَّمَ": اَيْ قَالَ اِنَّهٗ حَلَمَ فِيْ نَوْمِهٖ وَرَاٰى كَذَا وَكَذَا، وَهُوَ كَاذِبٌ.

"تَحَلَّمَ" یعنی وہ کہے کہ میں نے خواب ایسا ایسا دیکھا ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔

وَ"الْاٰنُكُ بِالْمَدِّ وَضَمِّ النُّوْنِ وَتَخْفِيْفِ الْكَافِ: وَهُوَ الرَّصَاصُ الْمُذَابُ.

"الْاٰنُكُ" مد کے ساتھ نون پر پیش اور کاف مخفف کیسا تھا۔ پگھلے ہوئے سیسہ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من کذب فی حلمه، جلد 6، صفحه 42، رقم 7042 الادب للبیهقی، باب من تحلم کاذبا، صفحه 415، رقم 681 سنن النسائی، باب ذکر ما یکلف اصحاب الصور یوم القیامة، جلد 8، ص 215، رقم 5359، مسند

امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، جلد 1، ص 216، رقم 1866 مشکوٰۃ المصابیح، باب التصاویر، جلد 2، صفحہ 519، رقم 4499)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بعض شارحین نے فرمایا کہ جھوٹی خواب گھڑنے سے مراد ہے نبوت یا ولایت کا دعویٰ کرنا اور لوگوں سے یہ کہنا کہ رب تعالیٰ نے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا فلاں ولی نے مجھے خواب میں فرمایا ہے کہ تو نبی یا ولی ہے یا فلاں غیب کی مجھے خبر دی ہے مگر حق یہ ہے کہ حدیث میں یہ کوئی قید نہیں ہر جھوٹی خواب گھڑنے والا اس سزا کا مستحق ہے خواہ کسی قسم کی خواب گھڑے کیونکہ مؤمن کی سچی خواب نبوت کا چھیالیسواں ۴۶ حصہ ہے اور وحی خفی ہے تو خواب گھڑنے والا رب تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے اور وحی الٰہی جھوٹی گھڑتا ہے اس لیے عام جھوٹوں سے یہ جھوٹ بڑا سخت جرم ہے، بعض لوگ تبلیغ کے بہانہ جھوٹی خوابیں کسی بڑے کی طرف نسبت کر دیتے ہیں کہ حضور کے روضہ کے فلاں خادم نے خواب میں حضور کو دیکھا آپ نے فرمایا کہ قیامت عنقریب آرہی ہے فلاں فلاں باتیں وغیرہ یہ سب حرام ہیں۔ جَو میں گرہ لگانے کا حکم دینا وجوب کے لیے نہیں بلکہ عاجز کرنے اور عذاب دینے کے لیے ہے۔

یعنی جو دوسروں کی خفیہ بات چھپ کر سنے اس کے کان میں قیامت کے دن سیسہ گرم کر کے انڈیلا جاوے گا۔ حدیث بالکل ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، واقعی اسے قیامت میں یہ عذاب ہوگا کہ یہ بھی راز و نیاز کا چور ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۴۰)

(1550) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَفْرَى الْفِرٰى اَنْ يُرِيَ الرَّجُلُ عَيْنَيْهِ مَا لَمْ تَرَيَا". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَمَعْنَاهُ: يَقُوْلُ: رَاَيْتُ، فِيْمَا لَمْ يَرَهُ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کو وہ دکھلائے جو انہوں نے دیکھا نہیں۔ (بخاری) اس کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ نہیں دیکھا کہے میں نے دیکھا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من کذب فی حلمہ، جلد 6، صفحہ 2582، رقم 6636 مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، جلد 2، صفحہ 96، رقم 5711 مسند الشافعی، کتاب التعبیر، جلد 1، صفحہ 179، رقم 650 معرفۃ السنن والاثار للبیہقی، جلد 1، صفحہ 22، رقم الحدیث 18 مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرؤیا، جلد 2، صفحہ 547، رقم 4626)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں آنکھوں سے مراد خواب کی آنکھیں ہیں جن سے بندہ خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے یعنی جھوٹی خواب گھڑ کر لوگوں کو سنائے، یہ جھوٹ دوسرے جھوٹوں سے بدتر اس لیے ہے کہ اس میں رب تعالیٰ پر اور نبوت کے چھیالیسویں جزء پر جھوٹ باندھنا ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ بدترین جھوٹے تین ہیں: ایک وہ جو کہ اپنا نسب بدلے، اپنے غیر کو باپ کی طرف

نسبت دے، دوسرا وہ جو جھوٹی خواب گھڑے، تیسرا وہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھے یعنی جھوٹی احادیث وضع کرے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۶۱)

(1551) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ لِاَصْحَابِهٖ: "هَلْ رَاٰى اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنْ رُؤْيَا؟" فَيَقُصُّ عَلَيْهِ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُصَّ، وَاِنَّهٗ قَالَ لَنَا ذَاتَ غَدَاةٍ: "اِنَّهٗ اَتَانِيَ اللَّيْلَةَ اٰتِيَانِ، وَاِنَّهُمَا قَالَا لِيْ: اِنْطَلِقْ، وَاِنِّيْ انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا، وَاِنَّا اَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُّضْطَجِعٍ، وَاِذَا اٰخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِصَخْرَةٍ، وَاِذَا هُوَ يَهْوِيْ بِالصَّخْرَةِ لِرَاْسِهٖ، فَيَثْلَغُ رَاْسَهٗ، فَيَتَدَهْدَهُ الْحَجَرُ هَا هُنَا، فَيَتْبَعُ الْحَجَرَ فَيَاْخُذُهٗ فَلَا يَرْجِعُ اِلَيْهِ حَتّٰى يَصِحَّ رَاْسُهٗ كَمَا كَانَ، ثُمَّ يَعُوْدُ عَلَيْهِ، فَيَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْاُوْلٰى! قَالَ: "قُلْتُ لَهُمَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا هٰذَانِ؟ قَالَا لِيْ: اِنْطَلِقِ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُّسْتَلْقٍ لِقَفَاهُ، وَاِذَا اٰخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِكَلُّوْبٍ مِنْ حَدِيْدٍ، وَاِذَا هُوَ يَاْتِيْ اَحَدَ شِقَّيْ وَجْهِهٖ فَيُشَرْشِرُ شِدْقَهٗ اِلٰى قَفَاهُ، وَمَنْخِرَهٗ اِلٰى قَفَاهُ، وَعَيْنَهٗ اِلٰى قَفَاهُ، ثُمَّ يَتَحَوَّلُ اِلَى الْجَانِبِ الْاٰخَرِ، فَيَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَا فَعَلَ بِالْجَانِبِ الْاَوَّلِ، فَمَا يَفْرَغُ مِنْ ذٰلِكَ الْجَانِبِ حَتّٰى يَصِحَّ ذٰلِكَ الْجَانِبُ كَمَا كَانَ، ثُمَّ يَعُوْدُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى قَالَ: "قُلْتُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا هٰذَانِ؟ قَالَا لِيْ: اِنْطَلِقِ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَيْنَا عَلٰى مِثْلِ التَّنُّوْرِ، فَاَحْسِبُ اَنَّهٗ قَالَ: "فَاِذَا فِيْهِ لَغَطٌ، وَاَصْوَاتٌ، فَاطَّلَعْنَا فِيْهِ فَاِذَا

حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ اپنے صحابہ سے اکثر پوچھا کرتے کہ کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے تو کوئی آپ پر وہ کچھ بیان کرتا جو اللہ تعالیٰ چاہتا کہ وہ کرے۔ آپ نے ایک دن فرمایا کہ گزشتہ رات میرے پاس دو آنے والے آئے۔ انہوں نے مجھے کہا۔ چلو میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ ہم ایک لیٹے ہوئے آدمی کے پاس آئے اور ایک دوسرا آدمی بڑا پتھر لے کر اس کے پاس کھڑا ہے۔ وہ اس پتھر کو اس کے سر پر مارتا ہے۔ اس کا سر کچلا جاتا ہے پس وہ پتھر دور لڑھک جاتا ہے۔ پھر جا کر پتھر اٹھا لاتا ہے۔ اس کے لوٹ کر آنے سے پہلے سر جس طرح تھا اسی طرح درست ہو جاتا ہے۔ پھر اس پر لوٹتا اور اسی طرح دوبارہ کرتا جس طرح پہلی بار کیا فرمایا کہ میں نے ان سے کہا سبحان اللہ (یہ مقام تعجب ہے) یہ دونوں کیا ہیں انہوں نے کہا چلو ہم چل پڑے پھر ایک آدمی کے پاس آئے جو سیدھا لیٹا ہوا ہے اور ایک اور شخص لوہے کی آر لے کر اس کے پاس کھڑا ہے وہ اس کے چہرہ کی ایک طرف سے ڈال کر اس کے جبڑے ناک آنکھ کو گدی تک چیر ڈالتا ہے۔ پھر دوسری جانب آتا ہے اور اس کے ساتھ اسی طرح کرتا ہے۔ جس طرح پہلی جانب کے ساتھ کیا۔ دوسری جانب سے فارغ ہونے سے پہلے پہلی جانب درست ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ تھی پھر اس پر لوٹ کر دوبارہ اسی طرح کرتا ہے جس طرح پہلی دفعہ کیا تھا۔ فرمایا: میں

فِيهِ رِجَالٌ وَّنِسَاءٌ عُرَاةٌ، وَاِذَا هُمْ يَاْتِيْهِمْ لَهَبٌ مِّنْ اَسْفَلَ مِنْهُمْ، فَاِذَا اَتَاهُمْ ذٰلِكَ اللَّهَبُ ضَوْضَوْا. قُلْتُ: مَا هٰؤُلَاءِ؟ قَالَا لِيْ: اِنْطَلِقِ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا. فَاَتَيْنَا عَلٰى نَهْرٍ حَسِبْتُ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ: "اَحْمَرُ مِثْلُ الدَّمِ. وَاِذَا فِي النَّهْرِ رَجُلٌ سَابِحٌ يَّسْبَحُ، وَاِذَا عَلٰى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهٗ حِجَارَةً كَثِيْرَةً، وَاِذَا ذٰلِكَ السَّابِحُ يَسْبَحُ، مَا يَسْبَحُ، ثُمَّ يَاْتِيْ ذٰلِكَ الَّذِيْ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ الْحِجَارَةَ، فَيَفْغَرُ لَهٗ فَاهُ، فَيُلْقِمُهٗ حَجَرًا، فَيَنْطَلِقُ فَيَسْبَحُ، ثُمَّ يَرْجِعُ اِلَيْهِ، كُلَّمَا رَجَعَ اِلَيْهِ، فَغَرَ لَهٗ فَاهُ، فَاَلْقَمَهٗ حَجَرًا، قُلْتُ لَهُمَا: مَا هٰذَانِ؟ قَالَا لِيْ: اِنْطَلِقِ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ كَرِيْهِ الْمَرْآةِ، اَوْ كَاَكْرَهِ مَا اَنْتَ رَاءٍ رَجُلًا مَّرْاٰى، فَاِذَا هُوَ عِنْدَهٗ نَارٌ يَّحُشُّهَا وَيَسْعٰى حَوْلَهَا. قُلْتُ لَهُمَا: مَا هٰذَا؟ قَالَا لِيْ: اِنْطَلِقِ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَيْنَا عَلٰى رَوْضَةٍ مُّعْتَمَّةٍ فِيْهَا مِنْ كُلِّ نَوْرِ الرَّبِيْعِ، وَاِذَا بَيْنَ ظَهْرَيِ الرَّوْضَةِ رَجُلٌ طَوِيْلٌ لَا اَكَادُ اَرٰى رَاْسَهٗ طُوْلًا فِي السَّمَاءِ، وَاِذَا حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ اَكْثَرِ وِلْدَانٍ رَاَيْتُهُمْ قَطُّ. قُلْتُ: مَا هٰذَا؟ وَمَا هٰؤُلَاءِ؟ قَالَا لِيْ: اِنْطَلِقِ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَيْنَا اِلٰى دَوْحَةٍ عَظِيْمَةٍ لَمْ اَرَ دَوْحَةً قَطُّ اَعْظَمَ مِنْهَا، وَلَا اَحْسَنَ! قَالَا لِيْ: اِرْقَ فِيْهَا، فَارْتَقَيْنَا فِيْهَا اِلٰى مَدِيْنَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَّلَبِنِ فِضَّةٍ، فَاَتَيْنَا بَابَ الْمَدِيْنَةِ فَاسْتَفْتَحْنَا، فَفُتِحَ لَنَا فَدَخَلْنَاهَا، فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِّنْ خَلْقِهِمْ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ! وَشَطْرٌ مِّنْهُمْ كَاَقْبَحِ

نے کہا سبحان اللہ (مقام تعجب ہے) یہ دونوں کیا ہیں۔ انہوں نے کہا چلو ہم پھر چل پڑے پھر ہم ایک تنور جیسی چیز پر آئے میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اچانک اس میں چیخیں شور والی آوازیں ہیں ہم نے اس میں جھانکا تو اس میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں ہیں اچانک ان کے پاس نیچے سے شعلہ آتا جب ان کے پاس شعلہ پہنچتا تو وہ چیختے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے انہوں نے مجھے کہا چلو چلو۔ ہم چل پڑے ہم ایک نہر پر آئے۔ میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ نہر خون جیسی سرخ تھی اور اس نہر میں ایک آدمی تیر رہا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک آدمی ہے جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کیے ہیں۔ اور جب وہ تیرنے والا تیر کر اس کے پاس آتا ہے جس نے پتھر جمع کر رکھے ہیں اور اس کے پاس آ کر منہ کھولتا ہے تو وہ اس کے منہ میں پتھر ڈالتا ہے وہ پھر جا کر تیرتا ہے پھر لوٹ کر آتا ہے جب بھی وہ اس کے پاس لوٹ کر آتا ہے اس کے لیے منہ کھولتا ہے۔ وہ اس کے منہ میں پتھر ڈالتا ہے۔ میں نے کہا یہ دونوں کیا ہیں تو انہوں نے مجھے کہا چلو چلو۔ پھر ہم چل پڑے پھر ہم ایک انتہائی بدصورت چہرے والے آدمی کے پاس آئے جیسے تم کسی انتہائی بدصورت انسان کو دیکھو۔ دیکھا تو وہ آگ جلا رہا ہے اور اس کے اردگرد دوڑتے ہوئے چکر لگا رہا تھا میں نے ساتھیوں سے کہا یہ کیا منظر ہے؟ انہوں نے مجھے کہا: چلو چلو۔ پھر ہم ایک گھنے باغ میں آئے۔ اس میں بہار کے ہر قسم کے پھول ہیں اور اچانک باغ کے درمیان ایک لمبے قد کا آدمی ہے۔ قریب تھا کہ اس کی لمبائی کی

مَا أَنتَ رَاءٍ! قَالَا لَهُمْ: اِذْهَبُوْا فَقَعُوْا فِيْ ذٰلِكَ النَّهْرِ، وَإِذَا هُوَ نَهْرٌ مُّعْتَرِضٌ يَّجْرِيْ كَأَنَّ مَائَهُ الْمَحْضُ فِي الْبَيَاضِ، فَذَهَبُوْا فَوَقَعُوْا فِيْهِ. ثُمَّ رَجَعُوْا إِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوْءُ عَنْهُمْ، فَصَارُوْا فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ: "قَالَا لِيْ: هٰذِهٖ جَنَّةُ عَدْنٍ، وَهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ. فَسَمَا بَصَرِيْ صُعُدًا، فَإِذَا قَصْرٌ مِثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَيْضَاءِ. قَالَا لِيْ: هٰذَاكَ مَنْزِلُكَ؟ قُلْتُ لَهُمَا: بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمَا، فَذَرَانِيْ فَأَدْخُلَهُ. قَالَا لِيْ: أَمَّا الْآنَ فَلَا، وَأَنْتَ دَاخِلُهُ. قُلْتُ لَهُمَا: فَإِنِّيْ رَأَيْتُ مُنْذُ اللَّيْلَةِ عَجَبًا؟ فَمَا هٰذَا الَّذِيْ رَأَيْتُ؟ قَالَا لِيْ: أَمَا إِنَّا سَنُخْبِرُكَ: أَمَّا الرَّجُلُ الْأَوَّلُ الَّذِيْ أَتَيْتَ عَلَيْهِ يُثْلَغُ رَأْسُهٗ بِالْحَجَرِ، فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَأْخُذُ الْقُرْاٰنَ فَيَرْفُضُهٗ، وَيَنَامُ عَنِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ. وَأَمَّا الرَّجُلُ الَّذِيْ أَتَيْتَ عَلَيْهِ يُشَرْشَرُ شِدْقُهٗ إِلٰى قَفَاهُ، وَمِنْخَرُهٗ إِلٰى قَفَاهُ، وَعَيْنُهٗ إِلٰى قَفَاهُ، فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُوْا مِنْ بَيْتِهٖ فَيَكْذِبُ الْكِذْبَةَ تَبْلُغُ الْاٰفَاقَ. وَأَمَّا الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ الْعُرَاةُ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ مِثْلِ بِنَاءِ التَّنُّوْرِ، فَإِنَّهُمُ الزُّنَاةُ وَالزَّوَانِيْ، وَأَمَّا الرَّجُلُ الَّذِيْ أَتَيْتَ عَلَيْهِ يَسْبَحُ فِي النَّهْرِ، وَيُلْقَمُ الْحِجَارَةَ، فَإِنَّهٗ اٰكِلُ الرِّبَا، وَأَمَّا الرَّجُلُ الْكَرِيْهُ الْمَرْاٰةِ الَّذِيْ عِنْدَ النَّارِ يَحُشُّهَا وَيَسْعٰى حَوْلَهَا، فَإِنَّهٗ مَالِكٌ خَازِنُ جَهَنَّمَ. وَأَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِيْلُ الَّذِيْ فِي الرَّوْضَةِ، فَإِنَّهٗ إِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِيْنَ حَوْلَهٗ، فَكُلُّ مَوْلُوْدٍ مَّاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَفِيْ رِوَايَةِ الْبَرْقَانِيِّ: "وُلِدَ عَلَى الْفِطْرَةِ

وجہ سے میں اس کا سر نہ دیکھوں اور اس آدمی کے گرد اتنے زیادہ بچے تھے جتنے کبھی میں نے نہ دیکھے ہوں۔ میں نے کہا یہ کیا ہے انہوں نے کہا چلو چلو۔ ہم چل پڑے پھر ہم ایک بڑے درخت کے پاس آئے اتنا بڑا درخت کہ میں نے اس سے بڑا اور زیادہ خوبصورت درخت کبھی نہ دیکھا دونوں نے مجھے کہا آپ اس پر چڑھو ہم اس پر چڑھے تو وہاں ایک شہر تھا جس کی تعمیر میں ایک اینٹ سونے اور ایک چاندی کی لگی ہے۔ ہم نے دروازے پر آکر دستک دی وہ کھولا گیا۔ تو ہم اس میں داخل ہوئے تو وہاں ہمیں کچھ لوگ ملے جن کا بعض جسم انتہائی خوبصورت جیسا آپ نے کبھی نہ دیکھا ہو اور بعض حصہ انتہائی بدصورت جیسا آپ نے کبھی نہ دیکھا ہو۔ دونوں فرشتوں نے ان سے کہا جاؤ اس نہر میں چھلانگ لگاؤ وہاں باغ میں ایک نہر چوڑائی میں بہہ رہی تھی۔ اس کا پانی دودھ کی طرح سفید تھا وہ گئے اس میں چھلانگیں لگائیں پھر ہماری طرف لوٹے اور ان کے جسم کی وہ بدصورتی ختم ہو چکی تھی۔ وہ بہت حسین صورت ہو چکے تھے۔ فرمایا کہ دونوں نے مجھے کہا یہ جنت عدن ہے اور وہ آپ کا مکان ہے وہاں میری نظر اوپر اٹھی تو ایک محل سفید بادل کی طرح موجود ہے۔ دونوں نے کہا یہ آپ کا مکان ہے میں نے کہا اللہ تمہیں برکت دے مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اس میں چلا جاؤں۔ انہوں نے کہا ابھی نہیں لیکن آپ اس میں ضرور داخل ہوں گے میں نے ان سے کہا: میں نے جو آج رات عجیب منظر دیکھے ہیں وہ کیا ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہم بتاتے ہیں پہلا آدمی جس کے

فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِيْنَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ، وَاَمَّا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَانُوْا شَطْرٌ مِّنْهُمْ حَسَنٌ، وَشَطْرٌ مِّنْهُمْ قَبِيْحٌ، فَاِنَّهُمْ قَوْمٌ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَاٰخَرَ سَيِّئًا، تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

پاس آپ آئے اور اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ وہ تھا جو قرآن پڑھتا تھا اور پھر اس کو چھوڑ دیتا تھا اور فرضی نمازوں سے سو جاتا تھا۔ اور وہ آدمی جس کے منہ ناک کو گدی اور آنکھ کو گدی تک چیرا جا رہا تھا وہ ایسا آدمی ہے جو گھر سے اٹھتا اور جھوٹ بولتا ہے اور وہ جھوٹ دور دراز تک پہنچ جاتا ہے اور ننگے مرد اور ننگی عورتیں جو تندور جیسی چیز میں تھے۔ وہ زنا کار مرد اور عورتیں ہیں اور جس آدمی کے پاس آپ آئے کہ وہ نہر میں تیرتا ہے اور اس کو پتھر کھلائے جاتے ہیں وہ سود خور ہے اور وہ آدمی جو انتہائی بدصورت ہے اور آگ بھڑکا رہا ہے وہ دوزخ کا داروغہ مالک ہے اور لمبا آدمی جو باغ میں تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور بچے جو ان کے اردگرد تھے وہ وہ بچے ہیں جو دین فطرت پر فوت ہوتے ہیں اور برقانی کی روایت میں ہے کہ جو دین فطرت پر پیدا ہوئے بعض مسلمانوں نے عرض کیا: یارسول اللہ اور مشرکوں کی اولاد تو رسول اللہ نے فرمایا: اور مشرکوں کی اولاد وہیں ہوں گے اور وہ لوگ جن کے جسم کا بعض حصہ بہت خوبصورت اور بعض حصہ بہت بدصورت تھا۔ وہ ایسی قوم ہیں جنہوں نے اچھے برے عمل ملے جلے کیے تو اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ (بخاری)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ فَاَخْرَجَانِيْ اِلٰى اَرْضٍ مُّقَدَّسَةٍ ثُمَّ ذَكَرَهُ وَقَالَ: "فَانْطَلَقْنَا اِلٰى نَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ، اَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَّاَسْفَلُهُ وَاسِعٌ؛ يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا، فَاِذَا ارْتَفَعَتِ ارْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا، وَاِذَا خَمَدَتْ!

ایک اور روایت بخاری میں ہے: میں نے گزشتہ رات دو آدمیوں کو دیکھا۔ وہ میرے پاس آئے اور مجھے مقدس پاک سرزمین کی طرف لے گئے۔ پھر فرمایا کہ ہم ایک سوراخ کی طرف گئے جو تنور کی طرح تھا اس کا اوپر والا حصہ تنگ اور نیچے والا کھلا تھا اس کے نیچے آگ جل

رَجَعُوْا فِيْهَا، وَفِيْهَا رِجَالٌ وَّنِسَاءٌ عُرَاةٌ". وَفِيْهَا: "حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى نَهْرٍ مِّنْ دَمٍ، وَلَمْ يَشُكَّ "فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى وَسَطِ النَّهْرِ وَعَلٰى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهْرِ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ، فَرَدَّهٗ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَآءَ لِيَخْرُجَ جَعَلَ يَرْمِيْ فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ". وَفِيْهَا: "فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ، فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا لَّمْ اَرَ قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا، فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَّشَبَابٌ". وَفِيْهَا: "الَّذِيْ رَاَيْتَهٗ يُشَقُّ شِدْقُهٗ فَكَذَّابٌ، يُحَدِّثُ بِالْكِذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهٖ مَا رَاَيْتَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ". وَفِيْهَا: "الَّذِيْ رَاَيْتَهٗ يُشْدَخُ رَاْسُهٗ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ، فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ، وَلَمْ يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ، فَيُفْعَلُ بِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَالدَّارُ الْاُوْلَى الَّتِيْ دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ، وَاَنَا جِبْرِيْلُ، وَهٰذَا مِيْكَائِيْلُ، فَارْفَعْ رَاْسَكَ، فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ، فَاِذَا فَوْقِيْ مِثْلُ السَّحَابِ، قَالَا: ذَاكَ مَنْزِلُكَ، قُلْتُ: دَعَانِيْ اَدْخُلْ مَنْزِلِيْ، قَالَا: اِنَّهٗ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَّمْ تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَهٗ اَتَيْتَ مَنْزِلَكَ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

رہی تھی جب وہ بلند ہوتی تو یہ بلند ہو جاتے حتیٰ کہ نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب وہ پست ہوتی تو یہ پست ہو جاتے اور اس میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں اس میں یہ بھی ہے کہ ہم ایک خون کی نہر پر آئے۔ اور اس میں شک (نہیں) اس میں ایک مرد نہر کے درمیان کھڑا ہے اور ایک نہر کے کنارہ پر موجود ہے۔ اس کے سامنے پتھر ہیں تو وہ آدمی جو نہر میں تھا جب باہر نکلنے کا ارادہ کرتا تو اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اسی جگہ پہنچتا جہاں تھا۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں نے مجھے درخت پر چڑھایا پس مجھے ایک بہت ہی خوبصورت گھر میں داخل کیا۔ جو میں نے کبھی نہ دیکھا اس میں بوڑھے مرد اور جوان ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے منہ کو پھاڑا جاتا ہے تو وہ جھوٹا ہے جو جھوٹی بات کہہ دیتا ہے اس سے دور دراز تک وہ جھوٹ پھیل جاتا ہے تو اس کے ساتھ قیامت تک یونہی کیا جائے گا۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ وہ جس کو آپ نے دیکھا کہ پھر اس کا سر کچلا جاتا ہے۔ وہ ایسا آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا وہ اس سے رات میں سویا رہا اور دن میں اس پر عمل نہ کیا تو اس کے ساتھ قیامت تک یہی کیا جائے گا۔ اور پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے عام اہل ایمان کا گھر ہے اور یہ گھر شہیدوں کا ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل علیہ السلام ہے۔ اپنا سر اٹھایئے میں نے اپنا سر اٹھایا تو میرے اوپر بادل جیسی چیز تھی۔ دونوں نے کہا یہ آپ کا مکان ہے میں نے کہا مجھے چھوڑ دو میں اپنے مکان میں چلا جاؤں کہنے لگے ابھی آپ کی کچھ عمر

باقی ہے جس کو آپ نے پورا نہیں کیا جب اس کو پورا کر لیں گے تو اپنے اس گھر میں آجائیں گے۔ (بخاری)

قَوْلُهٗ: "يَثْلَغُ رَأسَهٗ" هُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، أَيْ: يَشْدَخُهٗ وَيَشُقُّهٗ. قَوْلُهٗ: "يَتَدَهْدَهٗ" أَيْ: يَتَدَحْرَجُ. وَ "الْكَلُّوْبُ" بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّ اللَّامِ الْمُشَدَّدَةِ، وَهُوَ مَعْرُوْفٌ. قَوْلُهٗ: "فَيُشَرْشِرُ": أَيْ: يُقَطِّعُ. قَوْلُهٗ: "ضَوْضَوْا" وَهُوَ بِضَادَيْنِ مُعْجَمَتَيْنِ: أَيْ صَاحُوْا. قَوْلُهٗ: "فَيَفْغَرُ" هُوَ بِالْفَاءِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، أَيْ: يَفْتَحُ. قَوْلُهٗ "الْمَرْآةِ" هُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ، أَيِ: الْمَنْظَرِ. قَوْلُهٗ: "يَحُشُّهَا" هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ، أَيْ: يُوْقِدُهَا. قَوْلُهٗ: "رَوْضَةٍ مُّعْتَمَّةٍ" هُوَ بِضَمِّ الْمِيْمِ وَإِسْكَانِ الْعَيْنِ وَفَتْحِ التَّاءِ وَتَشْدِيْدِ الْمِيْمِ، أَيْ: وَافِيَةِ النَّبَاتِ طَوِيْلَتِهٖ. قَوْلُهٗ: "دَوْحَةٌ" هِيَ بِفَتْحِ الدَّالِ وَإِسْكَانِ الْوَاوِ وَبِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ: وَهِيَ الشَّجَرَةُ الْكَبِيْرَةُ. قَوْلُهٗ: "الْمَحْضُ" هُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَإِسْكَانِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ، وَهُوَ: اللَّبَنُ. قَوْلُهٗ "فَسَمَا بَصَرِيْ" أَيِ: ارْتَفَعَ. وَ "صُعُدًا" بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ، أَيْ: مُرْتَفِعًا. وَ "الرَّبَابَةُ" بِفَتْحِ الرَّاءِ وَبِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ مُكَرَّرَةً، وَهِيَ: السَّحَابَةُ.

یثلغ راسه: ثا مثلثہ اور غین معجمہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے وہ اس کے سر کو کچلتا ہے۔ یتدهده: اس کا مطلب ہے وہ لڑھکتا ہے الکلوب: کاف پر زبر اور لام پر شد کے ساتھ مشہور چیز ہے۔ فیشرشر: اس کا مطلب ہے وہ کاٹتا ہے۔ ضوضوا: دو ضاد معجمہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے انہوں نے شور کیا۔ فیفغر: فا اور غین معجمہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے کھولتا ہے المراٰة: میم پر زبر کے ساتھ اس کا مطلب ہے منظر یحشها: یا پر زبر حا اور شین پر پیش کے ساتھ اس کا مطلب ہے وہ آگ جلاتا ہے روضة معتمة: میم پر پیش عین ساکن تا پر زبر اور میم پر شد کے ساتھ اس کا مطلب ہے گھنی اور بہت زیادہ سرسبز دوحة: دال پر زبر واؤ ساکن اور حا کے ساتھ اس کا مطلب ہے بہت بڑا درخت المحض: میم پر زبر حا ساکن اور ضاد معجمہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے دودھ فسما بصری: اس کا مطلب ہے آنکھیں اوپر اٹھیں صعدًا: صاد اور عین پر پیش کے ساتھ اس کا مطلب ہے بلندی اونچائی الربابة: را پر زبر اور با موحدہ مکررہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے بادل۔

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا ذکر بارہا ہو چکا ہے کہ آپ عظیم الشان صحابی ہیں، بڑے محدث ہیں، بصرہ میں آپ کی وفات ہوئی ۵۹ھ ہجری میں یا سنہ ۶۰ ہجری میں۔

معلوم ہوا کہ لوگوں سے خواب پوچھنا اس کی تعبیر دینا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بشرطیکہ تعبیر خواب کا علم ہو۔

یا توصراحۃً نہیں فرمایا تمام حضرات خاموش رہے، یہ خاموشی نفی کی علامت تھی۔ (مرقات) پہلا احتمال زیادہ قوی ہے۔

یہ حضور کی معراج منامی یعنی خواب کی معراج ہے۔ زمین مقدس سے مراد فلسطین کی زمین ہے جہاں بیت المقدس واقع ہوا ہے، چونکہ اس زمین میں حضرات انبیاء کے مزارات بہت ہیں اس لیے اسے قدس کہا جاتا ہے۔ چنانچہ بیت المقدس سے تیس ۳۰ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے خلیل الرحمن وہاں ہے غار انبیاء، اس غار میں ستر ہزار نبیوں کے مزارات ہیں، میں نے وہاں کی زیارت کی ہے، درمیان میں بیت اللحم آتا ہے جائے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام یا زمین مقدس سے کوئی اور پاک زمین مراد ہے۔ واللہ اعلم!

یہ کھڑا ہوا شخص فرشتہ عذاب تھا اور بیٹھا ہوا شخص مجرم انسان، یہ عذاب برزخی تھا جو حضور کو آنکھوں سے دکھایا گیا۔

یعنی دوطرفہ جبڑے چیرنے کا کام مسلسل کررہا تھا داہنا جبڑا چیرتا تو اتنی دیر میں بایاں جبڑا بھر کر چیرنے کے قابل ہوجاتا اور جب بایاں جبڑا چیرتا تو داہنا جبڑا ابھر کر چیرنے کے قابل ہوجاتا ہے۔

یعنی آگے چلئے ابھی آپ نے اور بھی عجائبات دیکھنے ہیں سب کی تفصیل آخر میں ایک ساتھ عرض کردی جاوے گی۔

فہر یا تو چھوٹی پتھریاں مٹھی بھر کر یا مطلقاً پتھر۔ صخرہ بڑا پتھر بمعنی چٹان شک، راوی کو ہے کہ حضور انور نے فہر فرمایا، یا صخر۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں صخر فرمایا ہوگا یعنی چٹان کیونکہ یہ صفات چٹان کی ہیں، لڑھکنا پھر اسے اٹھانے جانا، پتھریوں کے لیے بکھر جانا، انہیں جمع کرنا (بیننا) کہا جاتا ہے۔

یعنی اس شخص کے پتھر لینے جانے کے دوران اس شخص کا کچلا ہوا سر پہلے کی طرح بالکل درست اور کچلنے کے قابل ہوجاتا ہے۔

مگر اسے بار بار مارنے سر کچلنے سے وہ شخص مرتا نہیں ورنہ عذاب کا دوام کیسے ہو۔

مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے ثقب کے نقب نون سے ہے، ثقب ث سے ہر آر پار سوراخ کو کہتے ہیں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا مگر نقب نون سے بڑے سوراخ کو ہی کہا جاتا ہے، ثقب ث سے زیادہ مشہور ہے۔

مگر اس کے باوجود ان کی جان نہیں نکلتی ہے تاکہ آگ کا یہ عذاب ان پر قائم رہے۔

یعنی پہلے دیکھے ہوئے دو عذاب شخصی تھے یہ تیسرا عذاب قومی تھا جس میں مرد وعورتیں سب ایک ساتھ ہی گرفتار تھے۔ خدا کی پناہ!

یعنی جو شخص خون کی نہر میں کھڑا ہے وہ سخت تنگی مصیبت وتکلیف میں ہے وہ وہاں سے نکلنا چاہتا ہے۔ آج گرمیوں کے موسم میں گرم پانی کے ٹپ میں کھڑا ہونا ہی سخت تکلیف دہ ہوتا ہے وہ تو گرم خون میں کھڑا ہوتا تھا اس سے بھاگتا تھا مگر کنارے والا آدمی اسے نکلنے نہ دیتا تھا، نہر کے اس پار نکلنے کی راہ نہ تھی اس لیے وہ اس طرف بھاگ کر آتا اور پتھر کھا کر

لوٹ جاتا یہ تو عذاب دکھائے گئے اب ثواب دکھائے جاتے ہیں۔

اور اس کی قدرتیں ورحمتیں بھی دیکھئے۔

یہاں جڑ سے مراد عین جڑ نہیں بلکہ درخت کی جڑ سے محض جگہ مراد ہے، درخت کے پھیلاؤ کے نیچے وہاں یہ بزرگ اور بچے ہیں۔(مرقات)

درخت کے نیچے مکان ہونے کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالا ہے۔اسے دیکھنے والا جانے یا دکھانے والا بہر حال جو صورت بھی ہو ہمارا اس پر ایمان ہے۔

یعنی اس دنیا میں کبھی ایسا شاندار مکان نہ دیکھا ورنہ منامی جسمانی خوابوں میں جنت میں مکانات دیکھے تھے یہ بھی جنت کا ہی مکان تھا۔

شباب جمع ہے شباب کی بمعنی جوان مرد ہو یا عورت سب پر بولا جاتا ہے۔

یعنی اس گھر کی بناوٹ اور یہاں کی زیب وزینت پہلے گھر سے کہیں زیادہ تھی، حسن سے مراد ہے ذاتی خوبی، فضل سے مراد ہے آرائش وافضلیت۔

یہاں عورتوں بچوں کا ذکر نہیں اس کی وجہ بیان تعبیر سے ہی معلوم ہوگی اس لیے کہ یہ جگہ کاملین کی ہے اور عورتیں بچے کامل کم ہوتے ہیں اس لیے۔

تاکہ خواب کی تعبیر خواب ہی میں ہوجاوے۔سبحان اللہ اس خواب کے بھی قربان جایئے اور اس تعبیر کے بھی فدا۔

یعنی جھوٹ کا موجد جھوٹ گھڑنے والا اور لوگوں میں جھوٹ پھیلانے والا جس سے اور لوگ بھی جھوٹ بولیں، اس میں دنیاوی جھوٹے بھی داخل ہیں اور دینی جھوٹے بھی، جو بے دینی کا موجد جھوٹا دین گھڑ کر لوگوں میں شائع کرے لوگ اس جھوٹ کی تصدیق کریں وہ بھی اسی زمرے میں ہے، مثلاً مرزا نے کہا میں نبی ہوں یہ جھوٹ گھڑا پھر اس کے متبعین نے کہا ہاں واقعی وہ نبی ہے یہ ہوئی اس جھوٹ کی اشاعت۔غرضکہ غلط بات، غلط مسئلہ، غلط عقیدہ ایجاد کرنے والوں کا یہ انجام ہے۔

چونکہ عالم بے عمل فاسق بھی ہے فاسق گر بھی یا گمراہ بھی ہے گمراہ گر بھی کہ اس کی دیکھا دیکھی بہت لوگ بدعمل یا بدعقیدہ ہوجاتے ہیں اس لیے اس کو عذاب بھی بہت ہوا، چونکہ رات میں تلاوت قرآن زیادہ ہوتی ہے دن میں عمل قرآن زیادہ کہ نوے فیصدی اعمال دن میں ہوتے ہیں اس لیے عمل کو دن کے ساتھ خاص فرمایا اور رات کے متعلق فرمایا کہ سو گیا یعنی رات میں نماز تہجد وغیرہ نہ پڑھی جس میں قرآن شریف کی تلاوت کرتا جو سر خدا کے لیے نہ جھکے وہ کچلنے کے ہی قابل ہے۔

چونکہ زانی اور زانیہ غیر کے سامنے ننگے ہوتے تھے اس لیے انہیں دوزخ میں ننگا رکھا گیا تاکہ اپنا یہ شوق پورا کریں۔اس سے آج کل کے فیشن پرست لوگ عبرت پکڑیں جو نیم عریاں لباس میں باہر پھرتے ہیں، نیز انہوں نے دنیا

میں آتش شہوت بے جا بھڑکائی لہذا وہ بھڑکتی آگ میں جلائے گئے، شہوت اپنے محل پر خرچ ہوتو نور ہے اور بے محل خرچ ہوتو نار۔

چونکہ دنیا میں سودخوار لوگوں کے خون چوستا تھا کہ غریبوں کا مال سود کے ذریعہ حرام طریقے سے جمع کر کے امیر بنتا تھا لہذا اسے خون کی نہر میں کھڑا کیا گیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو عین بچپن میں فوت ہوجاویں وہ برزخ میں، حضرت ابراہیم علیہ السلام وسارہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں رہتے ہیں، قیامت میں سوائے ابراہیم علیہ السلام کے باقی تمام جوان ہوں گے بے ڈاڑھی مونچھ۔

مالک نام ہے داروغہ دوزخ کا۔

یعنی وہ جنت کا وہ مقام ہے جہاں عام جنتی مسلمان رہیں گے اس لیے آپ نے وہاں مرد عورتیں اور بچے دیکھے۔

یعنی یہ گھر شہیدوں اور خاص مؤمنوں کا ہے اس لیے یہاں عورتیں اور بچے کم ہیں کہ یہ مراتب عموماً مردوں کو ہی حاصل ہوتے ہیں۔

تمام فرشتوں میں افضل حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ (مرقات)

یعنی وہ مکان بہت حسین خوشنما، بہت اونچا، بہت وسیع کہ جہاں تک بغیر اس کے فضل کے نہ پہنچا جاسکے۔

جنت کا گھر جتنا اونچا اتنا ہی اعلیٰ دوزخ کا گھر جس قدر نیچا اتنا ہی بدتر، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے افضل واعلیٰ ہیں لہذا آپ کا مقام بھی سب سے اونچا واعلیٰ ہے اتنا اونچا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں کھڑے ہوکر اسے بادل کی طرح اونچا دیکھا۔

شاید حضور انور نے وہاں رہنا چاہا اس لیے یہ عرض کیا گیا صرف دیکھنے سے منع نہ کیا گیا یعنی اس گھر میں روحانی طور پر رہنا بعد وفات ہوگا اور جسمانی رہنا بعد قیامت ابھی نہ تو حضور کی وفات ہوئی ہے نہ قیامت آئی لہذا ابھی کسی قسم کا رہنا نہیں ہوسکتا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ عمر پوری کرنے پر بھی اس کا داخلہ نہیں وہاں داخلہ تو بعد قیامت ہوگا۔ اس پوری حدیث سے معلوم ہوا کہ اچھی خواب کے بیان کرنے اور تعبیر دینے میں جلدی بہتر ہے، دیکھو حضور انور نے رات کی خواب سویرے ہی بعد نماز فجر بیان بھی کر دی تعبیر بھی دے دی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۵۷)

118-بَابُ بَیَانِ مَا یَجُوْزُ مِنَ الْکِذْبِ

جھوٹ کی جو قسمیں جائز ہیں

اِعْلَمْ اَنَّ الْكِذْبَ، وَاِنْ كَانَ اَصْلُهُ مُحَرَّمًا، فَيَجُوْزُ فِيْ بَعْضِ الْاَحْوَالِ بِشُرُوْطٍ قَدْ اَوْضَحْتُهَا فِيْ كِتَابِ: الْاَذْكَارِ. وَمُخْتَصَرُ ذٰلِكَ: اَنَّ الْكَلَامَ

جان لو کہ جھوٹ اگرچہ دراصل حرام ہے لیکن بعض صورتوں میں جائز ہے جس کی بعض شرائط میں نے کتاب الاذکار میں واضح کی ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

وَسِيْلَةٌ اِلَى الْمَقَاصِدِ، فَكُلُّ مَقْصُوْدٍ مَحْمُوْدٍ يُمْكِنُ تَحْصِيْلُهُ بِغَيْرِ الْكَذِبِ يَحْرُمُ الْكَذِبُ فِيْهِ، وَاِنْ لَمْ يُمْكِنْ تَحْصِيْلُهُ اِلاَّ بِالْكَذِبِ، جَازَ الْكَذِبُ. ثُمَّ اِنْ كَانَ تَحْصِيْلُ ذٰلِكَ الْمَقْصُوْدِ مُبَاحًا كَانَ الْكَذِبُ مُبَاحًا، وَاِنْ كَانَ وَاجِبًا، كَانَ الْكَذِبُ وَاجِبًا. فَاِذَا اخْتَفٰى مُسْلِمٌ مِّنْ ظَالِمٍ يُرِيْدُ قَتْلَهُ، اَوْ اَخْذَ مَالِهٖ وَاَخْفٰى مَالَهُ وَسُئِلَ اِنْسَانٌ عَنْهُ، وَجَبَ الْكَذِبُ بِاِخْفَائِهٖ. وَكَذَا لَوْ كَانَ عِنْدَهُ وَدِيْعَةٌ، وَاَرَادَ ظَالِمٌ اَخْذَهَا، وَجَبَ الْكَذِبُ بِاِخْفَائِهَا. وَالْاَحْوَطُ فِيْ هٰذَا كُلِّهٖ اَنْ يُوَرِّىَ. وَمَعْنَى التَّوْرِيَةِ: اَنْ يَّقْصِدَ بِعِبَارَتِهٖ مَقْصُوْدًا صَحِيْحًا لَّيْسَ هُوَ كَاذِبًا بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِ، وَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فِيْ ظَاهِرِ اللَّفْظِ، وَبِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا يَفْهَمُهُ الْمُخَاطَبُ، وَلَوْ تَرَكَ التَّوْرِيَةَ وَاَطْلَقَ عِبَارَةَ الْكَذِبِ، فَلَيْسَ بِحَرَامٍ فِيْ هٰذَا الْحَالِ.

کلام مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے تو ہر پسندیدہ مقصد جس کا حاصل کرنا جھوٹ کے بغیر ممکن ہو اس میں جھوٹ بولنا جائز نہیں اور اگر اس کا حصول جھوٹ کے بغیر ممکن نہ ہو تو جھوٹ بولنا جائز ہے۔ پھر اس مقصود کو حاصل کرنا مباح ہے تو جھوٹ بولنا بھی صرف مباح ہی ہوگا اور اگر وہ مقصد واجب ہے تو یہ جھوٹ بولنا بھی واجب ہے۔ جب مسلمان کسی ظالم سے چھپے جو اس کو قتل کرنے یا اس کا مال لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس نے مال چھپایا اور کسی انسان سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس پر چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر اس کے پاس امانت ہے اور کوئی اس کو چھیننے کا ارادہ کرے اس کو چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اس تمام میں احتیاط یوں ہے کہ ذو معنی کلام کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عبارت کے ساتھ صحیح مقصد کا ارادہ کرے جو اس کی نسبت سے جھوٹ نہیں اگرچہ اس کا جو معنی مخاطب سمجھ رہا ہے اس کی نسبت سے وہ ضرور جھوٹ ہے اور اگر ذو معنی کلام کو ترک کیا اور صریح جھوٹ بولا تو بھی اس حالت میں حرام نہیں۔

وَاسْتَدَلَّ الْعُلَمَاءُ بِجَوَازِ الْكَذِبِ فِيْ هٰذَا الْحَالِ بِحَدِيْثِ اُمِّ كُلْثُوْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنها سمعت رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَنْمِيْ خَيْرًا اَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

علماء نے اس حال میں جھوٹ کی اجازت پر حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت اُم کلثوم سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے اچھی بات بڑھائے یا اچھی بات بنائے۔ (متفق علیہ)

شرح: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ام کلثوم بنت رسول اللہ نہیں بلکہ ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابو معیط ہیں، مکہ معظمہ میں اسلام لائیں اور وہاں سے پیدل

مدینہ منورہ پہنچیں، حضرت زید ابن حارثہ کے نکاح میں آئیں، جب غزوہ موتہ میں جناب زید شہید ہو گئے تو ان سے زبیر ابن عوام نے نکاح کرلیا انہوں نے طلاق دے دی تو ان سے عبدالرحمن ابن عوف نے نکاح کرلیا، ان سے دو بیٹے ہوئے ابراہیم اور حمید پھر عبدالرحمن کی وفات کے بعد عمرو ابن عاص کے نکاح میں آئیں اور اس نکاح سے ایک ماہ بعد وفات پا گئی، حضرت عثمان غنی کی اخیافی بہن ہیں، آپ سے آپ کے صاحبزادہ حمید نے احادیث روایت کیں۔ (مرقات)

یعنی جو مسلمان دو لڑے ہوئے مسلمانوں کے درمیان جھوٹی خبریں پہنچا کر ان میں صلح کرا دے تو وہ گنہگار نہیں اور یہ جھوٹ گناہ نہیں مثلاً زید و عمرو لڑے ہوئے ہیں یہ زید سے کہے کہ عمرو نے آپ کو سلام کہا ہے اور وہ آپ کی بہت تعریف کرتے ہیں، عمرو کے متعلق بھی یہی کہے حتی کہ ان کی صلح ہو جائے تو یہ شخص ثواب پائے گا۔ خیال رہے کہ چند صورتوں میں جھوٹ جائز ہے ان میں سے ایک تو یہ۔ دوسرے کسی کا جان و مال محفوظ کرنے دشمن سے بچانے کے لیے جھوٹ بولنا بلکہ بعض جگہ جھوٹ عبادت ہے جیسے کسی متقی پرہیزگار کا اپنے کو گنہگار کہنا عبادت ہے اور بعض سچ کفر ہو جاتا ہے شیطان نے کہا تھا رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ سچ کہا تھا ہدایت و گمراہی اللہ ہی کی طرف سے ہے مگر شیطان ہو گیا کافر۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۶۰)

زَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَةٍ: قَالَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ: وَلَمْ اَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِيْ شَيْءٍ مِمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ اِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ، تَعْنِيْ: الْحَرْبَ، وَالْاِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيْثَ الرَّجُلِ امْرَاَتَهُ، وَحَدِيْثَ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا۔

مسلم نے ایک روایت میں اضافہ کیا کہ اُم کلثوم کہتی ہیں کہ میں نے آپ علیہ السلام کو لوگوں کو باتوں میں سے کسی جھوٹ کی اجازت نہ دیتے ہوئے سنا سوائے تین صورتوں کے کہ جن میں اجازت ہے جنگ میں اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں اور بیوی کی مرد سے بات کرنے میں اور مرد کی بیوی سے بات میں۔

شرح: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں::

یعنی جن مسلمانوں میں آپس میں لڑائی ہو ان میں جھوٹ بول کر صلح کرا دے کہ ہر ایک تک دوسرے کی دل خوش کن بات گھڑ کر سنا دے کہ وہ تمہاری بڑی تعریف کرتا تھا تم سے مل جانے کا خواہش مند ہے وغیرہ وغیرہ۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین موقعہ پر خلاف واقعہ بات کہہ دینے کی اجازت دی کہ ان کا انجام بہت اچھا ہے۔

(جنگ میں) یعنی جہاد میں اگر مسلمان کمزور ہوں کفار قوی پھر مسلمان کہیں کہ ہم بڑے طاقتور ہیں تم کو فنا کر دیں گے ہمارے پاس سامان جنگ بہت ہے جس سے کفار کا حوصلہ پست ہو بالکل جائز ہے کہ یہ اگرچہ ہے تو جھوٹ مگر ہے جنگی تدبیر۔

(مرد کی بیوی سے بات میں) اس طرح کہ زوجین میں سے کوئی دوسرے سے اپنی بہت محبت ظاہر کرے حالانکہ اسے اتنی محبت نہ ہو یا اپنی بیوی سے زیور کا وعدہ کرے مگر بنوا نہ سکے یہ سب اگرچہ ہے جھوٹ مگر ہے جائز کہ اس میں معاشرے کی

اصلاح ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۵۹)

119-بَابُ الْحَثِّ عَلَى التَّثَبُّتِ فِيمَا يَقُوْلُهُ وَيَحْكِيهِ

جو بات کہی جائے اور نقل کرے اس کی تحقیق کر لی جائے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ) (بنی اسرائیل: 36)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ) (ق: 18).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو بھی کوئی بات کرتا ہے تو اس کے پاس ایک نگہبان تیار ہے۔

(1552) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کے جھوٹ کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ جو سنے وہ بات کہہ دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن الحدیث بکل ماسمع، جلد 1، ص 8، رقم 7، مسند البزار، مسند أبی هريرة، جلد 2، صفحه 417، رقم 8201، مسند ابن الجعد، حديث شعبة عن ابراهيم الهجري، ص 109، رقم 627، مشكوة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، جلد 1، ص 34، رقم 156، معرفة السنن و الآثار للبيهقي، انتقاد الرواية وما يستدل به على خطاء الحديث، جلد 1، ص 30، رقم 25)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہر ایرے غیرے کی ہر بات بغیر تحقیق کیے بیان کر دے۔ خصوصاً احادیث شریفہ ورنہ محدثین، فقہاء، علماء ان کی ہر بات پر عوام کو اعتماد کرنا پڑے گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا لہذا یہ حدیث فقہاء کے اس قول کے خلاف نہیں کہ دینی باتوں میں ایک کی خبر معتبر ہے، محدثین خبر واحد کا اعتبار کرتے ہیں۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۱ ص ۱۵۴)

فاسق کی خبر پر اعتماد مت کرو

سنہ ۵ ھ کے غزوہ بنی مصطلق میں جب مسلمان فتح یاب ہو گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمالیا تو صحابہ کرام نے تمام اسیرانِ جنگ کو یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ جس خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کر لی، اس خاندان کا کوئی آدمی لونڈی غلام نہیں رہ سکتا۔ مسلمانوں کے اس حسنِ سلوک اور اخلاقِ کریمانہ سے متاثر ہو کر تمام قبیلہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو اس قبیلہ والوں کے پاس بھیجا تا کہ وہ قبیلے کے دولت مندوں سے زکوۃ وصول کر کے ان کے فقراء پر تقسیم کر دیں۔

قبیلہ بنی المصطلق کے لوگوں کو جب ولید کی اس آمد کا علم ہوا تو وہ عامل اسلام کے استقبال کے لئے خوشی خوشی ہتھیار

لے کر بستی سے باہر میدان میں نکلے۔ زمانہ جاہلیت میں اس قبیلہ اور ولید میں کچھ ناچاقی رہ چکی تھی اس لئے پرانی عداوت کی بناء پر استقبال کے لئے اس اہتمام کو ولید نے دوسری نظر سے دیکھا اور سمجھا اور قبیلہ والوں سے اصل معاملہ دریافت کئے بغیر ہی مدینہ واپس چلا آیا، اور دربارِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگ تو مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اس خبر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے اور مسلمان بے حد برافروختہ ہو گئے بلکہ مقابلہ کے لئے جہاد کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ادھر بنی مصطلق کو ولید کے اس عجیب طرزِ عمل سے بڑی حیرت ہوئی اور جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ولید نے دربارِ نبوت میں غلط بیانی اور تہمت طرازی کردی ہے تو ان لوگوں نے ایک معزز اور باوقار وفد دربارِ نبوت میں بھیجا جس نے بنی المصطلق کی طرف سے صفائی پیش کی۔ ایکجانب اپنے عامل ولید کا بیان اور دوسری جانب بنی المصطلق کے وفد کا یہ بیان دونوں باتیں سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاموشی اختیار فرمالی۔ اور وحی الٰہی کا انتظار فرمانے لگے، آخر وحی اُتر پڑی اور سورہ حجرات کی آیات نے نازل ہو کر نہ صرف معاملہ کی حقیقت ہی واضح کردی بلکہ اس خصوص میں ایک مستقل قانون اور معیارِ تحقیق بھی عطا فرما دیا۔ وہ آیات جن کا ترجمہ یہ ہے:

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذاء نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کردی ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (پ26، الحجرات: 6۔8)

درسِ ہدایت: (۱) خبروں کے بیان کرنے میں عام طور پہ لوگوں کا یہی مزاج اور طریقہ بن چکا ہے کہ جو خبر بھی ان کے کانوں تک پہنچے اس کو بلا تکلف بیان کر دیا کرتے ہیں اور حقیقتِ حال کی تفتیش اور جستجو بالکل نہیں کرتے۔ خواہ اس خبر سے کسی بے گناہ پر افتراء کیا جاتا ہو یا کسی کو نقصان پہنچتا ہو۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۹۲۸، پ ۲۶، الحجرات: ۶)

اسلام نے اس طریقہ کو بالکل غلط قرار دیا ہے بلکہ قرآن نے اسلامی آداب کا یہ قانون بتایا ہے کہ ہر خبر کو سن کر پہلے اس کی تحقیق کر لینی چاہیے جب وہ خبر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو پھر اس خبر کو لوگوں سے بیان کرنا چاہیے اسی بات کی طرف متوجہ کرنے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (صحیح مسلم، باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع، رقم الحدیث ۵، ص ۸)

یعنی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو بات بھی سنے لوگوں سے (بلا تحقیق) بیان کرنے لگے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم)

(۲) اس آیت سے ثابت ہوا کہ ایک شخص اگر عادل اور پابند شریعت ہو تو اس کی خبر معتبر ہے۔

(۳) بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت ولید بن عقبہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ آیت عام ہے اور ہر فاسق کی خبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(۴) ولید بن عقبہ کو صحابی ہوتے ہوئے قرآن مجید نے فاسق کہا تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد جب ولید بن عقبہ نے صدقِ دل سے سچی توبہ کرلی تو ان کا فسق زائل ہوگیا۔ لہٰذا کسی صحابی کو فاسق کہنا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ ہر صحابی صادق، عادل اور پابند شرع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(1553) وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يُرٰى اَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سمرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ سے کوئی حدیث بیان کی حالانکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب وجوب الروایۃ عن الثقات و ترک الکذابین، جلد 1، ص 7، رقم 1 سنن ابن ماجہ، باب من حدث عن رسول اللہ ﷺ حدیثا و ھو یری انه کذب، جلد 1، ص 14، رقم 38 سنن ترمذی، باب فیمن روی حدیثا وھو یری انه کذب، جلد 5، ص 36، رقم 2662 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث المغیرۃ بن شعبه رضی اللہ عنه، جلد 4، ص 255، رقم 18266 مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما ذکر من علامۃ النفاق، جلد 5، ص 237، رقم 25614)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سمرہ قبیلہ بنی نزار سے ہیں، انصار کے حلیف ہیں، بہت احادیث کے حافظ ہیں، ۵۹ھ میں بصرے میں وفات پائی۔ حضرت مغیرہ بنی ثقیف سے ہیں، خندق کے سال اسلام لائے، ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آگئے، امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم رہے، ستر سال عمر ہوئی، ۵۰ھ کوفہ میں وفات ہوئی۔

یعنی حدیث گھڑنا بھی گناہ اور دیدہ ودانستہ موضوع حدیث بیان کرنا بھی گناہ، بلکہ جس حدیث کے متعلق موضوع ہونے کا گمان غالب ہو اسے بھی بیان نہ کرے فقط موضوعیت کا وہم کافی نہیں، ہاں اس کی موضوعیت بتا کر ذکر کرنا جائز ہے تاکہ لوگ بچیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۱۹۷)

(1554) وَعَنْ اَسْمَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ لِيْ ضَرَّةً فهل عَلَيَّ جُنَاحٌ اِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِيْ غَيْرَ الَّذِيْ يُعْطِيْنِيْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اسماء ﷺ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ میری ایک سوکن ہے کیا مجھے گناہ ہے اگر میں اپنے شوہر کی طرف سے وہ ظاہر کروں جو اس نے مجھے دیا نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ایسی چیز کے ساتھ جھوٹ ظاہر کرے جو اس کو نہیں دیا گیا۔ جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔

"وَالْمُتَشَبِّعُ": هُوَ الَّذِيْ يُظْهِرُ الشِّبَعَ وَلَيْسَ بِشَبْعَانٍ. وَمَعْنَاهُ هُنَا: اَنْ يُّظْهِرَ اَنَّهُ حَصَلَ لَهُ فَضِيلَةٌ وَّلَيْسَتْ حَاصِلَةً. "وَلَابِسُ ثَوْبَيْ زُوْرٍ" اَيْ: ذِيْ زُوْرٍ، وَهُوَ الَّذِيْ يُزَوِّرُ عَلَى النَّاسِ، بِاَنْ يَّتَزَيَّى بِزِيِّ اَهْلِ الزُّهْدِ اَوِ الْعِلْمِ اَوِ الثَّرْوَةِ، لِيَغْتَرَّ بِهِ النَّاسُ وَلَيْسَ هُوَ بِتِلْكَ الصِّفَةِ. وَقِيْلَ غَيْرُ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

متشبع وہ آدمی جو اپنے آپ کو سیر شدہ ظاہر کرے حالانکہ وہ سیر شدہ نہیں اس جگہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسی فضیلت کا اپنے لیے اظہار کرے جو اسے حاصل نہیں۔ تو اس کے لیے ثابت نہیں۔ لابِسُ ثَوْبَیْ زُوْرٍ کا معنی یہ ہے کہ جھوٹ والے اور وہ شخص ہے جو لوگوں کے لیے جھوٹ ظاہر کرے۔ مثلاً اہل علم اہل زُہد یا مالدار لوگوں کا لباس پہنے تاکہ اس کے ساتھ لوگ دھوکہ میں پڑ جائیں حالانکہ وہ صفتیں اس میں نہیں۔ بعض نے اور معنی بھی بیان کیے ہیں۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المتشبع بمالم ینل وما ینھی من افتخار الضرۃ، جلد 5، ص 201، رقم 4921 صحیح مسلم، باب النھی عن التتزویر فی اللباس وغیرہ والتشبع بمالم یعط، جلد 6، ص 168، رقم 5705 الاداب للبیھقی، باب المتشبع بمالم یعط، صفحہ 187، رقم 318 سنن ابوداؤد، باب فی المتشبع بمالم یعط، جلد 4، صفحہ 457، رقم 4999 صحیح ابن حبان، باب الکذب، جلد 13، صفحہ 49، رقم 5739)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں سوکن کو ضرۃ کہتے ہیں ضرہ ضرۃ سے بنا ہے بمعنی نقصان چونکہ سوکن ضرر و نقصان کا سبب ہے یا نقصان پہنچانے کی عموماً کوشش کرتی ہے اس لیے اسے ضرہ کہتے ہیں، اس کا دوسرا نام فطینہ بھی ہے، بمعنی بہت سمجھ دار، ہر سوکن اپنی سوکن کے عیوب سمجھنے میں بڑی فطینہ ہوتی ہے اسی لیے اسے فطینہ کہتے ہیں۔ (مرقات)

یعنی میں اپنی سوکن کو جلانے، طیش دلانے کے لیے یہ ظاہر کر دوں کہ خاوند بمقابلہ تیرے مجھے زیادہ دیتا ہے مثلاً اپنے میکے کا جوڑا پہن کر دکھاؤں کہ خاوند نے دیا ہے۔

یعنی جیسے کوئی شخص امانت یا عاریت کے اعلیٰ کپڑے پہن کر پھرے لوگ سمجھیں کہ یہ اس کے اپنے کپڑے ہیں، پھر بعد میں حال کھلنے میں بدنامی بھی ہو گناہ بھی ایسے یہ بھی ہے یا جیسے کوئی فاسق و فاجر متقی کا لباس پہن کر صوفی بنا پھرے پھر حال کھلنے پر رسوا ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۶۸)

120- بَابُ بَيَانِ غِلَظِ تَحْرِيْمِ شَهَادَةِ الزُّوْرِ

جھوٹی گواہی کی شدید حرمت کا ذکر

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ) (الحج: 30).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بچو جھوٹی بات سے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ) (بنی اسرائیل: 36).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ) (ق: 18).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ) (الفجر: 14).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ) (الفرقان: 72)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

(1555) وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟" قُلْنَا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: "الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ" وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: "اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ" فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهٗ سَكَتَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا آج تم کو میں سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں، ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ! فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور آپ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے پس آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا خبردار اور جھوٹی بات پھر آپ اس کو بار بار کہتے رہے۔ حتیٰ کہ ہم نے کہا کاش کہ آپ خاموش ہو جائیں۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: جھوٹی گواہی

یوں تو ہر جھوٹی بات حرام و گناہ ہے۔ مگر جھوٹی گواہی خاص طور سے بہت ہی سخت گناہ کبیرہ اور جہنم میں گرا دینے والا جرمِ عظیم ہے۔ کیوں کہ قرآن و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ جھوٹی گواہی پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری قسموں کے جھوٹ سے تو صرف جھوٹ بولنے والے ہی کی دنیا و آخرت خراب ہوتی ہے۔ مگر جھوٹی گواہی سے تو گواہی دینے والے کی دنیا و آخرت خراب ہونے کے علاوہ کسی دوسرے مسلمان کا حق مارا جاتا ہے یا بلاقصور کوئی مسلمان سزا پا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں شرعاً کتنے بڑے گناہ کے کام ہیں۔

لہٰذا بہت ہی ضروری ہے کہ مسلمان جھوٹی گواہی کو جہنم کی آگ سمجھ کر ہمیشہ اس سے دور بھاگیں۔

121- بَابُ تَحْرِيْمِ لَعْنِ اِنْسَانٍ بِعَيْنِهٖ اَوْ دَابَّةٍ

معیّن انسان یا جانور پر لعنت کرنا حرام ہے

(1556) عَنْ أَبِي زَيْدٍ بْنِ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا، فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ، عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَلَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُهُ، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت زید بن ثابت بن ضحاک انصاری ﷺ یہ بیعت رضوان والوں میں سے تھے ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی بات پر اسلام کے سوا کسی دین کی ارادۃً جھوٹ بولتے ہوئے قسم اٹھائی تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کیا اس کے ساتھ اس کو روز قیامت عذاب دیا جائے گا۔ آدمی پر وہ لازم نہیں جس کو پورا کرنا اس کے اختیار میں ہی نہیں یا جس کا وہ مالک نہیں۔ اور ایمان دار کو لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی طرح ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل، جلد 5، صفحہ 226، رقم الحدیث 5754 صحیح مسلم، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ وان من قتل نفسہ بشی و عذب بہ فی النار، جلد 1، ص 73، رقم 316 مستخرج أبي عوالة، بیان التشدید فی الذی یقتل نفسہ، جلد 1، ص 63، رقم 100 مصنف عبدالرزاق، باب من حلف علی ملة غیر الاسلام، جلد 8، ص 482، رقم 15984 معرفة الصحابہ لابی نعیم، باب الثاء، جلد 4، ص 202، رقم 1244)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اسلام کے سوا کسی دین کی ارادۃً جھوٹ بولتے ہوئے قسم اٹھائی) مثلاً کہے کہ اگر میں یہ کام کروں تو عیسائی یہودی ہوجاؤں یا اسلام سے نکل جاؤں اور پھر وہ کام نہ کرے یا کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو تو یہودی ہوجاؤں حالانکہ اس نے یہ کام کیا تھا۔

یعنی وہ عملاً یہودی ہی ہوگیا یا اسلام سے بری ہوگیا یہ فرمان تشدد کے لیے ہے جیسے فرمایا گیا کہ جو عمداً نماز چھوڑے وہ کافر ہوگیا، ایسی قسم میں امام ابوحنیفہ، احمد و اسحاق کے ہاں قسم منعقد ہوجائے گی کفارہ واجب ہوگا اور امام شافعی کے ہاں کفارہ بھی نہیں صرف گناہ ہے کہ یہ قسم نہیں صرف جھوٹ ہے۔ یہ اختلاف جب ہے جبکہ یہ الفاظ آئندہ کے متعلق بولے مثلاً کہے کہ اگر میں فلاں سے کلام کروں تو یہودی ہوجاؤں یا اسلام سے بری ہوجاؤں لیکن اگر یہ الفاظ گزشتہ کے متعلق بولے تو کسی کے ہاں کفارہ نہیں سب کے ہاں گناہ ہی ہے مثلاً کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو تو میں یہودی یا عیسائی ہوں اور واقعہ میں وہ کام کیا تھا تو گنہگار ہے۔

مثلاً کہے کہ اگر میرے بیمار کو شفا ہوجائے تو فلاں کی بکری کو قربانی دے دوں گا یا فلاں کا غلام آزاد ہے، اس صورت میں نہ اس بکری کی قربانی واجب ہے نہ وہ غلام آزاد ہوگا کیونکہ بروقت نذر نہ بکری اس کی ملک تھی نہ وہ غلام، پھر اگر یہ چیزیں بعد میں اس کی ملک میں آ بھی جائیں تب بھی یہ نذر پوری نہ کرے کہ نذر درست ہوئی ہی نہیں۔

مثلاً کوئی اپنے کو چھری سے ذبح کر لے تو کل قیامت میں چھری اس کے ہاتھ میں ہوگی جسے وہ اپنے میں گھونپتا ہوگا جب تک رب تعالٰی چاہے یہ ہوتا رہے گا اس گھونپنے میں تکلیف پوری ہوگی مگر جان نہ نکلے گی جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

یعنی جو شخص لعنت کے لائق نہ ہو اسے لعنت کرے تو اس لعنت کا عذاب قتل کا سا ہے معلوم ہوا کہ غیر مستحق پر لعنت ناحق قتل کی طرح حرام ہے۔

کیونکہ کفر وارتداد قتل کے اسباب سے ہیں کسی کو بلا وجہ کافر یا مرتد کہنا گویا اسے لائق قتل کہنا ہے۔ خیال رہے کہ قذف کے لغوی معنے ہیں پھینکنا، اصطلاح شریعت میں زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہا جاتا ہے۔

یعنی جو اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں کے مال پر جھوٹے دعویٰ کرے اس کا مال ان شاء اللہ گھٹے گا بڑھے گا نہیں کیونکہ حقیر غرض کے لیے اتنا بڑا گناہ کرتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۳۲۵)

(1557) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَنْبَغِي لِصِدِّيْقٍ اَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچے آدمی کو لعنت کرنے والا ہونا مناسب نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن لعن الدواب وغیرها، جلد 8، ص 23، رقم 6773، الاداب للبیهقی، باب التغلیظ فی اللعن، جلد 1، ص 196، رقم 331، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الاول فی ذم اللعنة، جلد 10، ص 759، رقم 8434، مشکوٰة المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، ص 44، رقم 4819، جمع الجوامع للسیوطی، حرف اللام، جلد 7، ص 197، رقم الحدیث 2215)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صدیق کے لغوی معنی ہیں بہت سچا یہ صدیق کا مبالغہ ہے۔ صادق وہ جو جھوٹ نہ بولے، صدیق وہ جو جھوٹ نہ بول سکے، صادق وہ جو ایک آدھ بار سچ بولے، صدیق وہ جو ہمیشہ سچ بولا کرے، صادق وہ جو کلام کا سچا ہو، صدیق وہ جو کام کلام ہر وصف کا سچا ہو، صادق وہ جو وہ کہے جو واقعہ ہو، صدیق وہ کہ جو کہہ دے واقعہ ایسا ہی ہو جاوے۔ صوفیاء کے نزدیک صدیق ایک درجہ والا جس کا مقام نبی کے بعد بغیر واسطہ بغیر فاصلہ کے ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ اسلام میں پہلے صدیق حضرت ابو بکر صدیق اکبر ہیں۔

یعنی جسے اللہ تعالٰی صدیق بنائے وہ لوگوں پر لعنت کرنے کا عادی نہیں ہوتا کیونکہ صدیقیت کو نبوت سے بہت ہی قرب ہے کہ نبی کے بعد صدیق کا درجہ ہے، حضرات انبیاء رحمت والے ہوتے ہیں نہ کہ لعنت بھیجنے والے اور نہ عذاب کی دعائیں کرنے والے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جن کے مذہب میں تبرا و لعنت بہترین عبادت ہے۔ نعوذ باللہ الحمد للہ کہ اہل سنت نے لعنت کو نہ عبادت سمجھی نہ عادت ڈالی حتی کہ جو لوگ لعنت کے مستحق بھی ہیں ان پر بھی لعنت کرنا اپ

شیوہ نہیں بناتے، ہمارے ہاں ابلیس یا ابوجہل یا فرعون پر لعنت کرتے رہنا عبادت نہیں بلکہ عبث کام ہے۔ خیال رہے کہ لعنت دو قسم کی ہے: ایک تو اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ سے دوری یہ صرف کفار کے لیے، دوسری رحمت خاصہ یعنی بلندی درجات سے محرومی یہ گنہگار مسلمان کو بھی ہو سکتی ہے، جن کفار کا کفر پر مرنا دلیل شرعی سے ثابت ہو ان پر نام لے کر لعنت کرنا درست ہے۔ دوسروں کو وصف سے لعنت کر سکتے ہیں نام لے کر نہیں کر سکتے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹوں پر یا ظالموں پر خدا کی لعنت، یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں پر جو جھوٹا ہے لعنت، یہ بھی خیال رہے کہ اللہ کی لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دور کرنا، بندوں کی لعنت کے معنی ہیں اس دوری کی بددعا کرنا۔ (اشعہ) (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۵۴)

(1558) وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَكُوْنُ اللَّعَّانُوْنَ شُفَعَاءَ، وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابودرداء ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لعنت کرنے والے قیامت کے دن سفارش کریں گے نہ گواہ بن سکیں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن لعن الدواب وغیرها، جلد 8، ص 24، رقم 6775 المستدرك للحاكم، كتاب الايمان، جلد 1، ص 66، رقم 149 سنن ابوداؤد، باب فی اللعن، جلد 4، ص 430، رقم 4909 نوادر الاصول فی احادیث الرسول، الاصل الحادی السبعون، جلد 1، صفحه 181 الفتح الكبير للسيوطی، حرف اللام ألف، جلد 3، ص 354، رقم 14056)

شرح حدیث: لعنت

لعنت سے مراد کسی کو اللہ کی رحمت سے دور کہنا ہے۔ یقین کے ساتھ کسی پر بھی لعنت کرنا جائز نہیں چاہے وہ کافر ہو یا مومن، گنہگار ہو یا فرمانبردار کیونکہ کسی کے خاتمہ کا حال کوئی نہیں جانتا۔ (حدیقہ ندیہ، ج ۲، ص ۲۳۰)

فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ لعنت بہت سخت چیز ہے، ہر مسلمان کو اس سے بچایا جائے بلکہ کافر پر بھی لعنت جائز نہیں جب تک اس کا کفر پر مرنا قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۱، ص ۲۲۲)

ہمارے معاشرے میں بات بے بات لعنت ملامت کرنے کا مرض بھی عام ہے اس کے اثرات سے بچے بھی بچ نہیں پاتے۔ والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو اس کے مضر اثرات سے بچائیں۔ حضرت سیدنا ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: کسی مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب من حلف بملۃ سوی ملۃ الاسلام الحدیث ۶۶۵۲، ج ۴، ص ۲۸۹)

(1559) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

حضرت سمرہ بن جندب ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے کو اللہ کے غضب

"لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ، وَلَا بِغَضَبِهٖ، وَلَا بِالنَّارِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

اور لعنت اور آگ کے ساتھ ملعون نہ کہو۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی اللعن، جلد 4، صفحہ 430، رقم 4908 سنن ترمذی، باب ماجاء فی اللعنۃ، جلد 4، ص 350، رقم 1976 المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، ص 66، رقم 150 مسند امام احمد، من حدیث سمرۃ بن جندب عن النبی، جلد 5، ص 15، رقم 20187 مصنف عبدالرزاق، باب اللعن، جلد 10، ص 412، رقم 19531)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہ نہ کہو کہ تجھ پر خدا کی لعنت اللہ کی پھٹکار، نہ یہ کہو کہ تجھ پر اللہ کا غضب اللہ کا قہر وغیرہ، لعنت و غضب کی بددعا نہ کرو نہ یہ کہو کہ تو جہنم میں جائے یا تیرا ٹھکانہ دوزخ ہو یا تجھے خدا دوزخ میں یا آگ میں ڈالے۔

خیال رہے کہ یہ لعنت و پھٹکار اور یہ بددعائیں کسی معین مسلمان کو منع ہیں غیر معین کو اس کے وصف سے لعنت کرنا بالکل جائز ہے جیسے لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ رہے مشرکین و کفار اگر ان کا کفر پر مرنا یقین سے معلوم ہو تو انہیں نام لے کر لعنت کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ بہرحال لعنت بددعائیں کوئی خاص عبادت نہیں کہ اس کی عادت نہ ڈالے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۸۲)

(1560) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيِّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طعنہ زنی کرنے والا' لعنت کرنے والا' بے حیاء اور زبان دراز ایمان دار نہیں ہوتا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی اللعنۃ، جلد 4، ص 350، رقم 1977 الادب المفرد للبخاری، باب لیس المؤمن بالطعان، ص 116، رقم 312 المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، ص 12، رقم 29 صحیح ابن حبان، باب فرض الایمان، جلد 1، ص 421، رقم 192 مجمع الزوائد للهیثمی، باب لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان، جلد 1، ص 280، رقم 347)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہ عیوب سچے مسلمان میں نہیں ہوتے اپنے عیب نہ دیکھنا دوسرے مسلمانوں کے عیب ڈھونڈھنا ہر ایک کو لعن طعن کرنا اسلامی شان کے خلاف ہے یہ حدیث بہت جامع ہے۔ بعض لوگ جانوروں کو، ہوا کو، گالیاں دیتے ہیں، بعض کے ہاں حضرات صحابہ کو گالیاں دینا عبادت ہے نعوذ باللہ بعض لوگ گالی پہلے دیتے ہیں بات پیچھے کرتے ہیں سب لوگ اس سے عبرت پکڑیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۸۰)

(1561) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَيْئًا، صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلَى السَّمَاءِ، فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ اِلَى الْاَرْضِ، فَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا، ثُمَّ تَاْخُذُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا، فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَّجَعَتْ اِلَى الَّذِيْ لُعِنَ، فَاِنْ كَانَ اَهْلًا لِّذٰلِكَ، وَاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰى قَائِلِهَا". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے تو اس کے آگے آسمان کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ پھر زمین کی طرف اترتی ہے تو اس کے آگے زمین کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ دائیں بائیں پھرتی ہے تو جب اسے کوئی راستہ نہیں ملتا تو اس کی طرف جاتی ہے جس کو لعنت کی گئی اگر وہ اس کے لائق ہو تو درست ورنہ وہ کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابو داود، باب فی اللعن، جلد 4، صفحه 429، رقم 4907 شعب الایمان، فصل و مما یجب حفظ اللسان منه الفخر بالآباء، جلد 4، ص 296، رقم 5162 مسند البزار، مسند أبي الدرداء رضی الله عنه، جلد 2، ص 111، رقم 4084 كنز العمال، حرف الباء، جلد 7، ص 264، رقم 8193)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جیسے غبار دھواں وغیرہ بذاتِ خود اوپر چڑھتے ہیں ایسے ہی لعنت و پھٹکار بھی اوپر چڑھتی ہے مگر اسے آسمان میں داخلہ کی اجازت نہیں ہوتی کہ وہاں اس کا مستحق کوئی نہیں۔

لہذا وہ لعنت زمین میں نہیں دھنس سکتی کہ وہاں بھی اس کا مستحق کوئی نہیں۔ خیال رہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت نہ تو آسمان میں رہتے ہیں نہ زمین کے اندر بلکہ اوپر اوپر ہی مارے مارے پھرتے ہیں لہذا اس فرمان پر کوئی غبار نہیں۔

یعنی لعنت اس حیران پریشان چیز کی طرح دوڑتی گھومتی ہے جسے اپنا ٹھکانہ معلوم نہ ہو اور تلاش ٹھکانہ کے لیے حیران پریشان گھومے یا بطور تمثیل ارشاد ہوا ہے یا واقعہ ایسے ہی ہوتا ہے کیونکہ ہمارے تمام قول و فعل ایک شکل و حال رکھتے ہیں۔

بہر حال لعنت یا تو ملعون پر پڑتی ہے اگر وہ اسکا اہل ہو ورنہ خود لاعن پر لہذا لعنت کرنا چاہیے ہی نہیں۔ سوچو کہ ان کا حال کیا ہوگا جو دن رات حضرات صحابہ پر تبرا اور لعن طعن کرتے رہتے ہیں، اسی طرح جو لوگ جانوروں کو، دھوپ کو، ہوا کو لعنت کر دیتے ہیں، بیماریوں کو کوستے پیٹتے ہیں اس سب کا وبال خود ان پر ہی پڑتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۸۰)

(1562) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ، وَامْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ عَلٰى

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کسی سفر میں تھے۔ ایک انصاری عورت اپنی اونٹنی پر سوار تھی اس عورت نے اکتا کر اپنی

نَاقَةٍ، فَضَجِرَتْ فَلَعَنَتْهَا. فَسَمِعَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "خُذُوْا مَا عَلَيْهَا وَدَعُوْهَا؛ فَاِنَّهَا مَلْعُوْنَةٌ" قَالَ عِمْرَانُ: فَكَاَنِّيْ اَرَاهَا الْاٰنَ تَمْشِيْ فِي النَّاسِ مَا يَعْرِضُ لَهَا اَحَدٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

سواری کو لعنت کی' تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو سن لیا فرمایا اس عورت کا سامان اتار لو اور اس کی اونٹنی کو چھوڑ دو' یہ ملعون ہے۔ حضرت عمران کہتے ہیں گویا کہ میں اب بھی اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ لوگوں کے درمیان چل پھر رہی ہے اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کر رہا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النہی عن لعن الدواب، جلد 8، ص 23، رقم 6769 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب النہی عن لعن البہیمۃ، جلد 5، ص 254، رقم 10631 سنن النسائی الکبرٰی، باب لعن الابل، جلد 5، ص 252، رقم 8816 صحیح ابن حبان، باب اللعن، جلد 13، صفحہ 50، رقم 5740 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، جلد 4، ص 431، رقم 19883)

شرح حدیث: رحمت بنا کر بھیجا گیا

علماء کرام فرماتے ہیں: آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے مؤمنین میں سے کسی کو برا بھلا نہیں کہا بلکہ اس کے لئے رحمت اور کفارہ کی دعا فرمائی۔ (صحیح مسلم، کتاب البر، باب من لعنہ النبی ---- الخ، الحدیث ۶۶۱۹، ص ۱۱۳۲، مفہوماً)

آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے کبھی کسی عورت یا خادم پر لعنت نہیں بھیجی۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدتہ للاٰثام ---- الخ، الحدیث ۶۰۵۰، ص ۱۰۸۸، مالعن بدلہ ماضرب)

ایک بار آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم جہاد کے موقع پر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کی گئی: یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! اگر آپ ان پر لعنت بھیجیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً وَلَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا ترجمہ: مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر، باب النہی عن لعن الدواب وغیرہا، الحدیث ۶۶۱۳، ص ۱۱۳۱)

لعنت خواہ حیوانات و جمادات پر کی جائے یا انسان پر (مذموم ہے)، سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: اَلْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِلَعَّانٍ ترجمہ: مؤمن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی اللعنۃ، الحدیث ۱۹۷۷، ص ۱۸۵۰)

حضرت سیّدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جو قوم کسی پر لعنت بھیجتی ہے تو اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب ثابت ہو جاتا ہے۔

(1563) وَعَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ نَضْلَةَ بْنِ عُبَيْدٍ الْاَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا جَارِيَةٌ عَلٰى نَاقَةٍ

حضرت ابو برزہ نضلہ بن عبید اسلمی ؓ سے روایت ہے کہ ایک لڑکی ایک اونٹ پر سوار تھی۔ اس پر

عَلَيْهَا بَعْضُ مَتَاعِ الْقَوْمِ. إِذْ بَصُرَتْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَضَايَقَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَقَالَتْ: حَلْ، اَللّٰهُمَّ الْعَنْهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُصَاحِبْنَا نَاقَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کچھ لوگوں کا سامان تھا اچانک اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور اسے پہاڑ کی وجہ سے تنگی ہوئی تو کہا: چل۔ اے اللہ! اس پر لعنت کر تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسی اونٹنی ہمارے ساتھ نہ ہو جس پر لعنت کی گئی ہے۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: "حَلْ بِفَتْحِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَإِسْكَانِ اللَّامِ: وَهِيَ كَلِمَةٌ لِزَجْرِ الْإِبِلِ.

حَل: حا مہملہ پر زبر اور لام ساکن کے ساتھ اونٹ کو تیز چلانے کے لیے بولا جاتا ہے۔

وَاعْلَمْ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ قَدْ يُسْتَشْكَلُ مَعْنَاهُ، وَلَا إِشْكَالَ فِيْهِ، بَلِ "الْمُرَادُ النَّهْيُ أَنْ تُصَاحِبَهُمْ تِلْكَ النَّاقَةُ، وَلَيْسَ فِيْهِ نَهْيٌ عَنْ بَيْعِهَا وَذَبْحِهَا وَرُكُوْبِهَا فِيْ غَيْرِ صُحْبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. بَلْ كُلُّ ذٰلِكَ وَمَا سِوَاهُ مِنَ التَّصَرُّفَاتِ جَائِزٌ لَا مَنْعَ مِنْهُ، إِلَّا مِنْ مُصَاحَبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا ؛ لِأَنَّ هٰذِهِ التَّصَرُّفَاتِ كُلَّهَا كَانَتْ جَائِزَةً فَمُنِعَ بَعْضٌ مِنْهَا، فَبَقِيَ الْبَاقِيْ عَلٰى مَا كَانَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

اور جان لو کہ بعض اوقات اس حدیث کا معنی مشکل سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ مشکل نہیں بلکہ مراد اس اونٹنی کے آپ کے ساتھ رہنے سے تھی اس میں اس کو بیچنا' ذبح کرنا' رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنا اور اس پر سوار ہونا منع نہیں بلکہ ان باتوں کے علاوہ اور دیگر تصرفات بھی جائز ہیں۔ اس سے منع نہیں صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس اونٹنی کا جانا منع ہے۔ اس لیے کہ یہ تمام تصرفات جائز ہیں۔ بعض سے منع کیا گیا تو بعض باقی ہیں لہٰذا جائز ہی رہیں گے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن لعن الدواب، جلد 8، ص 23، رقم 6771 جامع الاصول لابن اثیر، باب الدابة، جلد 10، صفحه 766، رقم 8452)

شرح حدیث: عام سی بات

ذرا سی بات پر کسی پر لعنت کرنا ایک عام سی بات بن گئی ہے لعنت کا مطلب ہے: الطرد من الرحمة اللہ کی رحمت سے دوری خصوصاً عوام میں یہ بیماری عام ہے اس حوالے چند احادیث اکھٹی کی ہیں اللہ مالک الملک ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین ایک دوسرے پر لعنت نہ بھیجو: سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آپس میں ایک دوسرے پر اللہ کی لعنت، غضب اور دوزخ کی پھٹکار نہ بھیجو۔ اس باب میں سیدنا ابن عباس، سیدنا ابوہریرہ، سیدنا ابن عمر اور سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 2062)

122- بَابُ جَوَازِ لَعْنِ أَصْحَابِ الْمَعَاصِيْ غَيْرِ الْمُعَيَّنِيْنَ

قَالَ اللهُ تَعَالىٰ: (أَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ) (هود: 18)

وَقَالَ تَعَالىٰ: (فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ) (الأعراف: 44).

وَثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَأَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ اٰكِلَ الرِّبَا، وَأَنَّهُ لَعَنَ الْمُصَوِّرِيْنَ، وَأَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ، أَيْ حُدُوْدَهَا، وَأَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ، وَأَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ وَ"لَعَنَ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ"، وَأَنَّهُ قَالَ: "مَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ"، وَأَنَّهُ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ الْعَنْ رِعْلًا، وَذَكْوَانَ، وَعُصَيَّةَ: عَصَوُا اللهَ وَرَسُوْلَهُ وَهٰذِهٖ ثَلَاثُ قَبَائِلَ مِنَ الْعَرَبِ. وَأَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، وَأَنَّهُ "لَعَنَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ.

غیر معین گناہ گاروں پر لعنت کرنا جائز ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: منادی نے پکار دیا کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر۔

اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بال لگانے اور لگوانے والی پر لعنت فرمائے اللہ سود خور پر لعنت فرمائے اور آپ علیہ السلام نے تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی اور آپ نے فرمایا: اللہ اس پر لعنت کرے جو زمین کے علامتی نشان کی جگہ تبدیل کرے۔ یعنی اس کی حدود کو اور آپ نے فرمایا: اللہ چور پر لعنت کرے جو انڈہ چوری کرتا ہے اور آپ نے فرمایا: اللہ اس پر لعنت فرمائے جو والدین پر لعنت کرتا ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ اس پر لعنت کرے جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا اور آپ نے فرمایا: جس نے حرم میں بدعت کا کام کیا یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی تمام فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اور آپ نے فرمایا: اے اللہ! ذکوان اور عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ اور یہ عرب کے تین قبائل ہیں۔ اور آپ علیہ السلام نے یہودیوں پر لعنت فرمائی جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنایا اور آپ علیہ السلام نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔

وَجَمِيعُ هٰذِهِ الْاَلْفَاظِ فِي الصَّحِيحِ: بَعْضُهَا فِيْ صَحِيحَيِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ، وَبَعْضُهَا فِيْ اَحَدِهِمَا. وَاِنَّمَا قَصَدْتُ الْاِخْتِصَارَ بِالْاِشَارَةِ اِلَيْهَا، وَسَاَذْكُرُ مُعْظَمَهَا فِيْ اَبْوَابِهَا مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

اور یہ تمام الفاظ صحیح ہی ہیں اور بعض صحیح بخاری صحیح مسلم دونوں میں ہیں اور بعض ان میں کسی ایک میں ہیں اور میں نے مختصراً ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور عنقریب میں ان کو ان کے متعلقہ بابوں میں ذکر کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

123-بَابُ تَحْرِيمِ سَبِّ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ

ناحق مسلمان کو گالی دینا حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا، فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا) (الاحزاب: 58)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کُھلا گناہ اپنے سر لیا۔

شرح: حضرتِ صدر الاُ فاضل سیّدُ نا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: شانِ نُزول: یہ آیت ان منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایذا دیتے تھے اور ان کے حق میں بد گوئی کرتے تھے۔ حضرت فضیل نے فرمایا کہ کتّے اور سور کو بھی ناحق ایذا دینا حلال نہیں تو مومنین و مومنات کو ایذا دینا کس قدر بد ترین جُرم ہے۔ (خزائن العرفان)

(1564) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب خوف المؤمن من أن یحبط عمله وهو لایشعر، جلد 1، ص 27، رقم 48 صحیح مسلم، باب بیان قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق و قتاله کفر، جلد 1، ص 57، رقم 230 السنن الکبریٰ للبیهقی، باب تحریم القتل من السنة، جلد 8، صفحه 20، رقم 16271 سنن ابن ماجه، باب فی الایمان، جلد 1، ص 27، رقم 69 سنن ترمذی، باب سباب المؤمن فسوق، جلد 5، ص 21، رقم 2635)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کفر یا بمعنی کفران نعمت یعنی ناشکری ہے، ایمان کا مقابل یعنی بلا قصور مسلمان کو بُرا کہنا اور بلا قصور اس سے لڑنا بھڑنا ناشکری ہے یا کفار کا سا کام ہے یا اسے مسلمان ہونے کی وجہ سے مارنا پیٹنا یا ناجائز جنگ کو حلال سمجھ کر کرنا کفر و بے ایمانی

ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج٦ ص ٦٤٩)

(1565) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا يَرْمِی رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفِسْقِ اَوِ الْكُفْرِ، اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ، اِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذٰلِكَ". رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی آدمی دوسرے آدمی کو کفر یا فسق کا الزام لگاتا ہے اگر اس کا ساتھی ایسا نہ ہوا تو وہ کہنے والے کی طرف پلٹ آتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما ینھی من السباب واللعن، جلد 5، ص 224، رقم 5698 الاداب للبیھقی، باب الاعراض عن الوقوع فی اعراض المسلمین، ص 69، رقم 123 جامع الاصول فی احادیث الرسول، الفصل الاول فی ذم اللعنة، جلد 10، ص 760، رقم 8438 مجمع الزوائد للھیثمی، باب فیمن لعن مسلما أاوزماہ یکفر، جلد 8، ص 141، رقم 13015 مسند امام احمد، حدیث المشائخ عن أبی بن کعب رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 181، رقم 21611)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مقصد یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کافر یا فاسق نہ کہو کیونکہ اگر وہ واقعی کافر یا فاسق ہوا تب تو یہ لفظ اس پر صادق آوے گا ورنہ کہنے والے پر کہ یہ کہنے والا یا کافر و فاسق ہو جاوے گا یا کافر و فاسق کہنے کا وبال اس پر پڑے گا۔

(مرآۃ المناجیح، ج٦ ص ٦٥١)

(1566) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْمُتَسَابَّانِ مَا قَالَا فَعَلَی الْبَادِیْ مِنْهُمَا حَتّٰی يَعْتَدِیَ الْمَظْلُوْمُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ (جب) دو آدمی ایک دوسرے کو گالی دینے والے ہوں تو دونوں کا گناہ ابتداء کرنے والے پر ہے یہاں تک کہ مظلوم حد ظلم سے زیادہ جواب دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النھی عن السباب، جلد 8، صفحہ 20، رقم 6756 الادب المفرد للبخاری، باب المستبان ماقالا فعلی الاول، ص 153، رقم 424 السنن الکبری للبیھقی، باب شھادۃ اھل العصبیۃ، جلد 10، صفحہ 235، رقم 21617 مجمع الزوائد للھیثمی، باب فی المستبین، جلد 8، صفحہ 144، رقم 13024 مسند أبی یعلی، مسند انس بن مالک، جلد 7، صفحہ 250، رقم 4259)

شرح حدیث: دسویں قسم: گالی دینا

امام اہل سنت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

اسی طرح کسی مسلمان جاہل کو بھی بے اذن شرعی گالی دینا حرام قطعی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سباب المسلم فسوق رواہ البخاری ومسلم۔ والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب سباب المسلم فسوق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۸) (جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ ماجاء فی الشتم امین کمپنی دہلی ۲/۱۹) (سنن ابن ماجہ ابواب الفتن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۱)

مسلمان کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے (اسے امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

سباب المسلم کالمشرف علی الھلکۃ، رواہ الامام احمد۔ والبزار عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند جید۔

(الترغیب والترھیب بحوالہ البزار الترھیب من السباب واللعن مصطفی البابی مصر ۳/۴۶۷)

مسلمان کو گالی دینے والا اس شخص کی مانند ہے جو عنقریب ہلاکت میں پڑا چاہتا ہے۔ (اسے امام احمد اور بزار نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔ رواہ الطبرانی۔ فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔ (المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳)

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی (اسے امام طبرانی نے الاوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔)

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۱، ص ۱۲۷)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا خود کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الادب، رقم الحدیث ۳، ج ۳، ص ۳۱۱)

(1567) وَعَنْهُ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ قَالَ: "اضْرِبُوْهُ" قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: اَخْزَاكَ اللّٰهُ! قَالَ: "لَا تَقُوْلُوْا هٰذَا، لَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک آدمی کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا اس نے شراب پی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو مارو۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں: ہم میں سے کوئی اسے ہاتھ سے مارنے والا تھا اور کوئی جوتے سے مارنے والا اور کوئی

تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطٰنَ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کپڑے سے مارنے والا تھا جب وہ جدا ہوا تو ہم میں سے کسی نے کہا تجھے اللہ رسوا کرے۔ فرمایا: یہ نہ کہو تم اس کے خلاف شیطان کی مذمت کرو۔ (بخاری)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شراب انگوری یعنی خمر پی تھی جیسا کہ بعض روایات میں لفظ خمر ہے۔ (مرقات) اور ظاہر یہ ہے کہ نجس جوتے سے نہ مارا ہوگا جس سے اس کا جسم نجس ہو جائے، جوتے سے مارنا اظہار غضب اور اظہار ذلت کے لیے ہے کہ یہ فعل بہت ذلیل ہے۔

اور اسے زبان سے برا بھلا کہو یہ حکم استحبابی ہے اور پہلا حکم اضربوہ وجوبی تھا کیونکہ شرابی کو مار کی سزا دینا واجب ہے زبان سے ملامت کرنا مستحب۔ سبحان اللہ! خود برا نہیں کہتے لوگوں کو اس کا حکم دیتے ہیں، خود تو معافی کی دعائیں دیتے ہیں ہم جیسے مجرم بھی ان کے کرم میں ہیں۔

معلوم ہوا کہ مسلمان کو ہر گناہ میں اللہ تعالیٰ کے خوف کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم بھی چاہیے کہ حضور ہمارے اعمال پر خبردار ہیں ہمارے گناہوں کو حضور دیکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔ شعر

دن لہو میں کھونا تجھے شب نیند بھر سونا تجھے   شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اسی طرح ہر نیک عمل میں رب تعالیٰ کی رضا اور حضور کی خوشنودی کی نیت کرنی چاہیے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ حضور کو ہماری نیکیوں سے خوشی ہوتی ہے۔

دنیا میں یا آخرت میں یا دونوں جگہ یعنی اس نے بجائے ملامت کے بددعا کی، بجائے نصیحت کے فضیحت کی۔

اس رحمت والے نبی نے اس غموں کے دور کرنے والے رسول نے۔ (مرقات) جس کا دامن ستاری ہم سب مجرموں کے لیے پھیلا ہوا ہے۔

(تجھے اللہ رسوا کرے) کیونکہ تمہاری اس بددعا کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ بار بار شراب پیا کرے اور سزا پایا کرے شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم تو شیطان کی آرزو پوری ہونے کی دعا کر رہے ہو۔

یعنی یوں کہو کہ الٰہی اس کی گزشتہ شراب نوشی وغیرہ کو معاف فرما اور آئندہ گناہوں سے بچنے نیک اعمال کرنے کے توفیق دے اس پر رحم فرما۔ یاارحم الراحمین اس صحابی کا صدقہ کہ مجھ سیاہ کار بدکردار احمد یار پر بھی رحمت فرما میری گزشتہ بدکاریوں کو بخش آئندہ نیکیوں کی توفیق دے۔ آمین! (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۲۴)

(1568) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهُ

ان سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے اپنے مملوک

بِالزِّنٰی يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ كَمَا قَالَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

پر زنا کی تہمت لگائی اس پر قیامت کے روز حد لگائی جائے گی، لیکن اگر وہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ اس نے کہا (تو بچ جائے گا) (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اثم من قذف مملوکه، جلد 6، صفحه 251، رقم 6466 صحیح مسلم، باب التغلیظ علی من قذف مملوکه بالزنا، جلد 5، صفحه 92، رقم 4401 المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، جلد 6، صفحه 409، رقم 8108 مؤطا امام مالک، باب ماجاء فی اللعان، جلد 2، صفحه 567، رقم 1178 سنن ابو داؤد، باب فی حق المملوک، جلد 4، صفحه 507، رقم 5167)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالبًا مملوک سے مراد لونڈی ہے اور ہوسکتا ہے کہ لونڈی غلام دونوں ہوں۔ خیال رہے کہ آزاد مسلمہ عفیفہ عورت کو زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قذف اسی ۸۰ کوڑے جاری ہوتے ہیں، مملوکہ لونڈی کو تہمت زنا لگانے والے کو یہ سزا نہیں ہوتی، سرکار فرمارہے ہیں کہ اسے یہ سزا قیامت میں تمام خلق کے سامنے کی جائے گی جس سے وہ رسوا بھی ہوگا اور سزا یاب بھی، ہاں اگر واقعی لونڈی غلام زانی ہوں تو پھر الزام لگانے والے کو سزا نہ ہوگی کہ اس نے سچ کہا تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ لونڈی غلام کو تہمت لگانے پر اگرچہ حد نہیں مگر تعزیر ہے غلام چاہے مکمل ہو یا ابھی اس میں شائبہ غلامیت ہو جیسے مکاتب یا مدبر کسی کو تہمت لگانے پر حد نہیں۔

یہ حدیث احمد، ابوداؤد، ترمذی نے بھی روایت کی، حاکم نے مستدرک میں حضرت عمرو ابن عاص سے مرفوعًا روایت کی کہ اگر مولیٰ یا زانیہ یا کہ اے زانی کہہ کر پکارے اسے بھی قیامت میں کوڑے لگیں گے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو غصہ میں اپنے بچوں یا نوکروں کو حرامی کہہ دیتے ہیں کہ یہ انکی ماں کو تہمت ہے زبان قابو میں رکھنی چاہیے۔

(مرأۃ المناجیح، ج۵ ص۲۶۸)

124-بَابُ تَحْرِيْمِ سَبِّ الْاَمْوَاتِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّمُصْلِحَةٍ شَرْعِيَّةٍ

مردوں کو ناحق اور کسی شرعی مصلحت کے بغیر گالم گلوچ کرنا حرام ہے

وَهِيَ التَّحْذِيْرُ مِنَ الْاِقْتِدَاءِ بِهٖ فِيْ بِدْعَتِهٖ، وَفِسْقِهٖ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ، وَفِيْهِ الْاٰيَةُ وَالْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ.

اور مصلحت شرعی یہ ہے کہ کسی بدعتی اور فاسق وغیرہ کی بدعت اور فسق وغیرہ سے پیروی کرنے سے لوگوں کو بچانا اور اس میں وہی احادیث ہیں جو ماقبل باب میں گزریں۔

(1569) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی

قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ، فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے فوت شدگان کو گالی نہ دو کیونکہ وہ اپنے کیے کو پہنچ چکے ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ماینھی من سب الاموات، جلد 1، ص 469، رقم 6516 الاداب للبیھقی، باب النھی عن سب الاموات، صفحہ 167، رقم 282 المستدرك للحاكم، كتاب الجنائز، جلد 2، صفحہ 11، رقم 1419 سنن الدارمی، باب فی النھی عن سب الاموات، جلد 2، ص 311، رقم 2511 سنن النسائی الكبرٰی، باب النھی عن سب الاموات، جلد 1، ص 630، رقم 2063)

شرح حدیث: مرے ہوئے مسلمان کو بُرائی سے یاد کرنا

مرنے والے مسلمان کو بُرائی سے یاد کرنے کی شریعت میں اجازت نہیں۔ اِس ضِمن میں دو فرامینِ مصطفٰے صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم مُلاحظہ ہوں: (1) اپنے مردوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال کو پہنچ چکے ہیں۔

(بخاری ج ۱ ص ۴۷۰ حدیث ۱۳۹۳)

(2) اپنے مُردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی بُرائیوں سے باز رہو۔ (سُنَنِ ترمِذی ج ۲ ص ۳۱۲ حدیث ۱۰۲۱)

حضرتِ علامہ محمد عبد الرءُوف مُناوِی علیہ رحمۃ اللہ الہادی لکھتے ہیں: مردے کی غیبت زندے کی غیبت سے بدتر ہے، کیونکہ زندہ شخص سے مُعاف کروانا ممکن ہے جبکہ مُردہ سے مُعاف کروانا ممکن نہیں۔

(فَیضُ القَدِیر لِلْمُناوِی ج ۱ ص ۵۶۲ تحت الحدیث ۸۵۲)

غسّال مُردے کی بُرائی بیان نہ کرے

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، بہارِ شریعت جلد اوّل صَفحہ 811 پر ہے: (میّت کو غسل دیتے وقت) جو اچھی بات دیکھے مَثَلاً چہرہ چمک اٹھا یا میّت کے بدن سے خوشبو آئی، تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے اور کوئی بُری بات دیکھی، مَثَلاً چہرے کا رنگ سیاہ ہو گیا یا بدبو آئی یا صورت واعضا میں تغیُّر (ت۔غ۔یُّر) آیا تو اسے کسی سے نہ کہے اور ایسی بات کہنا جائز بھی نہیں کہ حدیث میں ارشاد ہوا: اپنے مردوں کی خوبیاں ذکر کرو اور اس کی بُرائیوں سے باز رہو۔

مرنے کے بعد بُلند آواز سے کلمہ پڑھا!

اگر کسی مسلمان نے مرتے وَقت بظاہر کلمہ نہ پڑھا اور کسی نے کہا کہ اس کو کلمہ نصیب نہیں ہوا اُس نے اِس مرنے والے کی غیبت کی، اِس ضِمن میں ایک ایمان افروز حکایت مُلاحظہ فرمایئے چُنانچِہ حضرتِ علامہ عبدالحی لکھنوی علیہ رَحمۃُ اللّٰہِ القوی فرماتے ہیں: میرے بُزرگوں میں ایک ولیُّ اللہ یعنی مولانا محمد اظہار الحق لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِنتِقال کیا اور

مرتے وقت ان کی زبان سے کلمہ نہ نکلا، لوگوں نے ان پر چادر ڈال دی اور تجہیز و تکفین کا انتظام کیا، جب سب لوگ باہر نکلے تو بعضوں نے بطور طعن کے کہا کہ ظاہر میں نہایت متقی تھے اور مرتے وقت زبان سے کلمہ بھی نہ نکلا، اُس بات سے تمام حاضرین کو رنج ہوا، اتنے میں مولانا مرحوم نے دونوں پاؤں کو سمیٹا اور باآواز بلند کلمہ پڑھا، جب لوگوں کے کانوں میں آواز پہنچی تو طعن کرنے والوں کو لوگوں نے مَطعُون کیا (یعنی بُرا بھلا کہا)۔ (غیبت کیا ہے ص ۱۹)

مرے ہوئے کافر کی غیبت

شارحِ بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: کُفّار کی بُرائی بیان کرنی جائز ہے اگر چہ وہ مر گئے ہوں البتہ اگر مرنے والے کفّار کے اہل و عیال مسلمان ہوں اور ان کے کافر ماں باپ، اُصول (یعنی دادا وغیرہ) کی بُرائی کرنے سے انہیں ایذا پہنچے تو اس سے بچنا ضروری ہے کہ اب یہ ایذائے مُسلم ہے اور مسلمان کو ایذا دینا جائز نہیں۔

(نُزھۃُ القاری ج ۲ ص ۸۸۶)

125-بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِيْذَاءِ

تکلیف پہنچانے سے ممانعت کا ذکر

قَالَ اللهُ تَعَالَى: وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِيْنًا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

(1570) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے کہ دوسرے مسلمان اس کے ہاتھ اور زبان سے محفوظ و سلامت رہیں اور مہاجر وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں کو ترک کر دیا۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ عمرو ابن عاص ابن وائل کے بیٹے ہیں، اپنے والد سے پہلے ایمان لائے، آپ نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے احادیث لکھیں، جن کی تعداد سات سو ہے۔ بڑے عالم، بڑے متقی عابد تھے، آخر میں نابینا ہو گئے تھے، ۶۳ھ طائف یا مصر میں وفات ہوئی۔ (مرقات)

یعنی کامل مسلمان جو لغۃً شرعاً ہر طرح مسلمان ہو، وہ مؤمن ہے جو کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے، گالی، طعنہ، چغلی وغیرہ نہ کرے، کسی کو نہ مارے پیٹے، نہ اس کے خلاف کچھ تحریر کرے، یہ حدیث اخلاق کی جامع ہے۔ مسلمانوں کی سلامتی کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ بعض صورتوں میں کفار سے لڑنا بھڑنا، انہیں برا کہنا عبادت ہے۔ یہاں ظلماً غیبت

واذیت مراد ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم مسلمان کافر ہے، یا رحم دل کافر مسلمان ہے۔

یعنی کامل مہاجر وہ مسلمان ہے جو ترک وطن کے ساتھ ترک گناہ بھی کرے یا گناہ چھوڑنا بھی لغۃً ہجرت ہے جو ہمیشہ جاری رہے گی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۴)

(1571) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ، وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ، فَلْتَاْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، وَلْيَاْتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِیْ يُحِبُّ اَنْ يُّؤْتٰى اِلَيْهِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ آگ سے دور کردیا جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے تو اس کی موت یوں آنی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہو اور وہ لوگوں کی طرف بھی وہ کرے جو اپنی طرف پسند کرتا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الوفاء ببیعه الخلفاء الاول فالاول، جلد 6، ص 18، رقم 4882 الاداب للبیهقی، باب لا یومن احدکم حتی یحب الاخیه مایحب لنفسه، ص 63، رقم 110 جامع الاحادیث للسیوطی، حرف المیم، جلد 17، صفحه 370، رقم 45274 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه عبدالرحمن، جلد 5، ص 84، رقم 4741 سنن النسائی، ذکر ما علی من بایع الامام واعطاه، جلد 4، صفحه 431، رقم 7814)

شرح حدیث: مومن کی حُرمت کعبے سے بڑھ کر ہے

سُنَنِ ابنِ ماجہ میں ہے: خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے کعبہ معظّمہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: مومن کی حُرمت تجھ سے زِیادہ ہے۔ (سُنَنِ ابنِ ماجہ ج ۴ ص ۳۱۹ حدیث ۳۹۳۲)

کامل مسلمان کی تعریف

سرکارِ مدینہ منوّرہ، سردارِ مکّہ مکرّمہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔

یعنی مسلمان وہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵ حدیث ۱۰)

دائرہ ایمان سے نکل جانے کا خطرہ

کامل مسلمان وُہی ہے جو زَبان سے کسی کو گالی نہ دے، بلا اجازتِ شَرعی کسی کو بُرا نہ کہے، کسی کی غیبت نہ کرے، کسی کو بے وقوف نہ کہے، کسی کے عیب کو نہ کھولے، کسی کا بھید نہ کھولے اور ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ دے، کسی کی دل آزاری نہ کرے، بلا اجازتِ شَرعی کسی کو نہ مارے، کسی کو تنقید بے جا کا نشانہ نہ بنائے، جو شخص ایسا نہ ہوا بلکہ لوگوں کو اُس نے ہر طرح کی تکلیف دی، ہاتھ سے مارا، آنکھ سے کسی کی طرف ایذاء دینے والے انداز سے اشارہ کیا، ہر شخص اُس سے تنگ و بیزار رہا

تو وہ شخص کامل مسلمان نہیں ہے، ایمان اس کے دل میں مضبوط نہیں ہے، انتقال کے وقت احتمال ہے کہ مَعاذ اللہ عَزَّ وَجَلَّ شیطان غالب آجائے اور ہر طرح سے اُسے وسوسے ڈالے اور مَعاذ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ثم مَعاذ اللہ عَزَّ وَجَلَّ وہ شخص دائرہ ایمان سے نکل جائے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نہ کرے اس کا قدم صراطِ مستقیم سے پھسل جائے اور وہ جہنّم کی راہ اختیار کرے، جنّت سے محروم رہے۔ بخلاف اس کے جس کا ایمان کامل ہو، اسلام کی سچی محبّت اُس کے دل کو حاصل ہو، کامل مسلمانوں والے اعمال وافعال اس کے اندر پائے جاتے ہوں، بندوں کے حُقوق گردن پر نہ اٹھائے ہوں، اِس صورت میں بفضلہٖ تعالیٰ شیطان کا وسوسہ موت کے وقت اثر انداز نہ ہوگا، دریائے ایمان جوش مارے گا۔ فرشتہ ابلیس کو بھگا دے گا، وساوس کو دُور کریگا، اس لئے خاتمہ بالخیر ہوگا، شیطان اپنا سر پیٹے گا، اپنے سر پر خاک اُڑائے گا اور بہت چیخے گا چلائے گا۔

(غیبت کی تباہ کاریاں ص ۵۹)

126- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّبَاغُضِ وَالتَّقَاطُعِ وَالتَّدَابُرِ

باہمی بغض قطع تعلقی اور بے رحمی سے ممانعت کا ذکر

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ) (الحجرات: 10).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ) (المائدة: 54).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ) (الفتح: 29).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

(1572) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا تَقَاطَعُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ اِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ کرو آپس میں حسد نہ کرو باہم ایک دوسرے کو پیٹھ نہ دکھاؤ ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ' کسی ایمان دار پر حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ماینھی عن التحاسد، جلد 5، صفحہ 225، رقم 5718، صحیح مسلم، باب النھی التحاسد والتباغض، جلد 8، ص 8، رقم 6690، سنن ابوداؤد، باب فیمن یھجر اخاہ المسلم، جلد 4، صفحہ 430، رقم 4912، مسند

أبي يعلى، مسند انس بن مالك، جلد 6، صفحه 294، رقم 3612 مسند امام احمد، مسند انس بن مالك، جلد 3، صفحه 165، رقم 12714)

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

مسلمان سے بلاوجہ شرعی کینہ وبغض رکھنا حرام ہے اور بلا مصلحت شرعیہ تین دن سے زیادہ ترک سلام وکلام بھی حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔

بغض نہ رکھو، حسد اور غیبت نہ کرو اور اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی ہوجاؤ۔

(صحیح البخاری باب الہجرۃ حدثنا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۹۷)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم:

لایحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق الثلث۔

کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے بھائی سے تین دن سے زائد سلام وکلام قطع کرے۔

(صحیح البخاری، الہجرۃ حدثنا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۹۷)

اور فحش بکنا خصوصاً برسرِ بازار معصیت وفسق ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس المومن بالطعان ولا الفحاش۔

مومن طعن کرنے والانہیں ہوتا اور نہ ہی فحش بکتا ہے۔ (جامع الترمذی باب ماجاء فی اللعنۃ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۹) (مسند احمد بن حنبل باب سند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۴۰۵) (فتاویٰ رضویہ، ج۶، ص۵۲۵)

(1573) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَّا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا، اِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بينهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ: اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا! اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا!". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِیْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ فِیْ كُلِّ يَوْمِ خَمِيْسٍ وَّاثْنَيْنِ وَذَكَرَ نَحْوَهُ.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھولے جاتے ہیں۔ ہر ایسے بندے کی مغفرت ہوجاتی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا لیکن ایسا بندہ جس کے اور اس کے بھائی کے درمیان بغض ہو اس کی مغفرت نہیں ہوتی اور پھر کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دو کہ آپس میں صلح کرلیں ان کو مہلت دو کہ آپس میں صلح کرلیں۔ (مسلم) اور مسلم کی ایک میں یہ روایت ہے کہ اعمال ہر جمعرات اور پیر کو پیش کیے جاتے

ہیں اور روایت کے بقیہ وہی الفاظ وہی ہیں جو اوپر ذکر
کیے گئے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النہی عن الشحناء، جلد 8، ص 11، رقم 6709 الاداب للبیہقی، باب فی ھجرۃ المسلم أخاہ فی الدین، ص 135، رقم 231 الادب المفرد للبخاری، باب الشحناء، ص 148، رقم 411 مؤطا امام مالك، باب ماجاء فی المهاجرة، جلد 2، ص 908، رقم 1618 سنن ترمذی، باب ماجاء فی المتهاجرين، جلد 4، ص 373، رقم 2023)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چونکہ جنت کے طبقے بہت ہیں ہر طبقہ کا علیحدہ دروازہ ہے اس لیے ابواب جمع فرمایا گیا یا خود جنت ہی کے بہت دروازے ہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ جنت کے بعض دروازے وہ ہیں جو سال بھر تک ہر دوشنبہ و جمعہ کو کھلتے ہیں، بعض دروازے وہ ہیں جو ماہ رمضان میں کھلتے ہیں لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ ہر رمضان میں دو دروازے کھلتے ہیں یہ دروازے کھلنا عام رحمت و مغفرت کے لیے ہیں۔

لایشرك باللہ سے مراد ہے مؤمن ہونا ورنہ جو مشرک نہ ہو مگر ہو کافر وہ بھی نہ بخشا جاوے گا، عداوت سے مراد دنیاوی دشمنی ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں شخصوں کی مغفرت صلح پر موقوف ہے جب کہ ان میں سے کسی نے صلح کی کوشش نہ کی لیکن اگر ایک نے تو صلح کی کوشش کی مگر دوسرا راضی نہ ہوا ہو تو اس دوسرے کو نہ بخشا جاوے گا اس میں تمام وہ قیود یاد رکھو جو ابھی پہلے عرض کی جا چکی ہیں۔

یہ حدیث بخاری نے اپنی کتاب ادب المفرد میں اور ابوداؤد و ترمذی نے بھی ان ہی سے روایت فرمائی۔ (مرقات)

(مرٰاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۵۷)

127- بَابُ تَحْرِيْمِ الْحَسَدِ

حسد کی حرمت کا بیان

وَهُوَ تَمَنِّيْ زَوَالُ النِّعْمَةِ عَنْ صَاحِبِهَا، سَوَاءٌ كَانَتْ نِعْمَةَ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا.

کسی صاحب نعمت سے اس کی نعمت کے زوال کی آرزو کرنے کا نام حسد ہے چاہے وہ نعمت دینی ہو یا دنیاوی۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ) (النساء: 54)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔

وَفِيْهِ حَدِيْثُ اَنَسٍ السَّابِقُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ.

اور پچھلے باب میں حضرت انس کی حدیث اس باب سے متعلق گزر چکی ہے۔

(1574) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ، فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ اَوْ قَالَ: "الْعُشْبَ". رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ کیونکہ حسد نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی یا خشک گھاس کو کھا جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الحسد، جلد 4، صفحہ 427، رقم 4905 الاداب للبیہقی، باب ترک الحسد و الامر بالاستعاذہ من شر حاسد، ص 66، رقم 115 جامع الاول لابن اثیر، الکتاب الخامس فی الحسد، جلد 3، ص 625، رقم 1963 مسند عبد بن حمید، من مسند أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، صفحہ 418، رقم 1430 مشکوۃ المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، صفحہ 92، رقم 5040)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حسد وبغض ذریعہ بن جاتا نیکیوں کی بربادی کا یعنی حاسد ایسے کام کر بیٹھتا ہے جس سے نیکیاں ضبط ہو جاویں، حاسد وبغض والے کی نیکیاں محسود کو دے دی جائیں گی یہ خالی ہاتھ رہ جاوے گا۔ خیال رہے کہ کفر وارتداد کے سواء کوئی گناہ مؤمن کی نیکیاں برباد نہیں کرتا، ہاں نیکیوں سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، رب فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ (اشعہ) اس حدیث کی بناء پر معتزلہ نے کہا ہے کہ بعض گناہوں سے نیکیاں بھی مٹ جاتی ہیں مگر غلط کہا کیونکہ اس حدیث کا وہ مطلب ہے جو ہم نے عرض کیا اس حدیث کی اور بہت توجیہیں کی گئی ہیں۔ (دیکھو مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۶۷)

128- بَابُ النَّھْیِ عَنِ التَّجَسُّسِ وَالتَّسَمُّعِ لِکَلَامِ مَنْ یَّکْرَہُ اسْتِمَاعَہٗ

ٹوہ لگانے اور دوسرے کے ناپسند کرنے کے باوجود اس کی بات سننے کی ممانعت کا ذکر

قَالَ اللہُ تَعَالٰی: (وَلَا تَجَسَّسُوْا) (الحجرات: 12).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور عیب نہ ڈھونڈو۔

شرح: حضرتِ صدرُ الاَفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: یعنی مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو اور ان کے چھپے حال کی جستجو میں نہ رہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی ستاری سے چھپایا۔ حدیث شریف میں ہے گمان سے بچو گمان بڑی جھوٹی بات ہے اور مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو، ان کے ساتھ حرص وحسد، بغض، بے مروتی نہ کرو، اے اللہ تعالیٰ کے بندو بھائی بنے رہو جیسا تمہیں حکم دیا گیا، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے، اس کو رسوا نہ کرے، اس کی تحقیر نہ کرے، تقویٰ یہاں ہے، تقوٰی یہاں ہے، تقوٰی یہاں ہے، (اور یہاں کے لفظ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا) آدمی کے لئے یہ برائی بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر دیکھے، ہر مسلمان

مسلمان پر حرام ہے اس کا خون بھی، اس کی آبرو بھی، اس کا مال بھی، اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور صورتوں اور عملوں پر نظر نہیں فرماتا لیکن تمہارے دلوں پر نظر فرماتا ہے۔ (بخاری ومسلم) حدیث جو بندہ دنیا میں دوسرے کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا) (الاحزاب: 58)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لوگ جو ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں کو اذیت دیتے ہیں اس کے بغیر جو انہوں نے کمایا تو انہوں نے بہتان اور واضح گناہ کمایا۔

(1575) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ، وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَافَسُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا كَمَا اَمَرَكُمْ. اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ، اَلتَّقْوٰى هَاهُنَا اَلتَّقْوٰى هَاهُنَا وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهِ "بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهُ، وَعِرْضُهُ، وَمَالُهُ. اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَادِكُمْ، وَلَا اِلٰى صُوَرِكُمْ، وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ".

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو ہر گمان سے بچاؤ کیونکہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے اور نہ حرص کرو اور نہ جاسوسی کرو اور ایک دوسرے پر بڑھنے کی کوشش نہ کرو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے پیٹھ مت پھیرو اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ جس طرح تم کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون اس کی عزت اور اس کا مال یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے عملوں اور تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "لَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَجَسَّسُوْا، وَلَا تَحَسَّسُوْا، وَلَا تَنَاجَشُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا".

اور ایک روایت میں ہے ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ کرو اور جاسوسی نہ کرو اور محسوس کرنے کی کوشش نہ کرو اور ایک دوسرے پر دھوکہ دینے کے لیے بولی نہ دو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔ (بخاری)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "لَا تَقَاطَعُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا".

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے کو پیٹھ نہ کرو اور ایک

دوسرے سے بغض نہ کرو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ: "وَلَا تَهَاجَرُوْا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ".

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دوسرے کو نہ چھوڑو اور تم ایک دوسرے پر بیع نہ کرو۔ (مسلم)

رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِكُلِّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ اَكْثَرَهَا.

امام مسلم نے یہ سب روایات بیان کی ہیں اور ان میں سے اکثر امام بخاری نے ذکر کی ہیں۔

شرح حدیث: بدگمانی کرنے والوں کی توبہ

علامہ عبداللہ بن اسعد یافعی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (اَلْمُتَوَفّٰی ۷۶۸ھ) لکھتے ہیں: ایک صاحبِ علم وفضل بیان کرتے ہیں کہ بغداد میں ایک سوداگر تھا جو اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی شان میں بدکلامی کیا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے اسی شخص کو اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی صُحبت میں دیکھا اور کسی نے مجھے بتایا کہ اس نے اپنی ساری دولت انہیں پر لُٹا دی ہے۔ میں نے اس سوداگر سے اِس تبدیلی کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا: میں غلطی پر تھا اور اس کا اِحساس مجھے اِس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے بعد میں نے حضرتِ سیِّدُنا بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کو دیکھا کہ بہُت جلدی میں مسجد سے نکل رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ دیکھو تو سہی یہ شخص بڑا صوفی کہلاتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے مسجد میں رُکنے کو تیار نہیں۔ میں نے سب کچھ چھوڑا اور اپنے دِل میں کہا: دیکھوں تو سہی کہ یہ کہاں جاتے ہیں؟ اور ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ انہوں نے بازار جا کر نان بائی سے نرم نرم روٹیاں خریدیں، میں نے سوچا صوفی صاحب کو دیکھئے نرم نرم روٹیاں لے رہے ہیں، اس کے بعد آپ نے کباب والے سے ایک دِرہم کے کباب خریدے۔ یہ دیکھ کر میرا غصہ اور فُزوں ہوا۔ وہاں سے وہ حلوائی کی دُکان پر پہنچے اور ایک دِرہم کا فالُودہ لیا۔ میں نے دِل میں ٹھان لی کہ انہیں خریدنے دو، جب یہ اسے کھانے بیٹھیں گے تو میں ان کا مزہ کِرکِرا کروں گا۔ سب چیزیں خریدنے کے بعد انہوں نے جنگل کی راہ لی۔ میں نے سوچا انہیں بیٹھ کر کھانے کے لئے شاید سبزہ زار اور پانی کی تلاش ہے چُنانچہ میں ان کے پیچھے لگا رہا حتی کہ عَصر کے وقت آپ ایک گاؤں کی مسجد میں پہنچے، جہاں ایک بیمار آدمی موجود تھا۔ آپ اس کے سرہانے بیٹھ کر اسے کھانا کھلانے لگے۔ میں تھوڑی دیر کے لئے وہاں سے چلا گیا اور گاؤں کی سیر کو نکل گیا۔ جب میں واپس لوٹا تو حضرت بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الھادی وہاں نہیں تھے۔ میں نے اس بیمار سے آپ علیہ رحمۃ اللہ الھادی کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ بغداد چلے گئے۔ میں نے پوچھا: بغداد یہاں سے کتنی دور ہے؟ اس نے بتایا: تقریباً ۱۲۰ میل۔ میری زبان سے نکلا: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ مجھے اپنے کئے پر بہُت پچھتاوا ہوا۔ میرے پلے اتنے پیسے نہ تھے کہ سواری پر جاؤں اور نہ جسم میں اتنی سکت کہ پیدل جا پہنچوں۔ اس بیمار نے مشورہ دیا کہ حضرت بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کے آنے تک یہیں رہو۔ چنانچہ میں دوسرے جمعہ تک وہیں رکا رہا۔

اگلے جمعۃ المبارک حضرت بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کھانا لے کر پھر سے بیمار کے پاس پہنچے۔ جب آپ اسے کھانا کھلا چکے تو اس نے کہا: اے ابونصر! یہ شخص گزشتہ جمعہ آپ کے پیچھے یہاں آیا تھا اور ہفتہ بھر سے یہیں پڑا ہوا ہے اسے واپس پہنچا دیجئے۔ حضرت بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الھادی نے جلال سے میری طرف دیکھا اور پوچھا: میرے ساتھ کیوں آئے تھے؟ میں نے کہا: مجھ سے غلطی ہوگئی۔ فرمایا: میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ میں ان کے پیچھے چلتا رہا حتی کہ مغرب کے وقت ہم شہر کے قریب جا پہنچے۔ انہوں نے میرے محلے کے بارے میں پوچھا اور میرے بتانے کے بعد فرمانے لگے: جاؤ اور دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ میں نے اسی وقت سے اولیائے کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگوئی سے توبہ کرلی اور ان کی صحبت اِختیار کرلی اور اب اسی پر قائم رہوں گا، ان شآء اللہ عَزَّ وَجَلَّ۔

(روض الریاحین، الحکایۃ السابعۃ والثلاثون بعد المئتین، ص ۲۱۸ ملخصاً)

جب حجام برابر آکر بیٹھا

خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا سیّد ایوب علی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا بیان ہے کہ ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مُجَدِّدِ دِین ومِلّت، حضرتِ علّامہ مولٰینا شاہ امام احمد رَضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور (اعلیٰ حضرت) ان کے یہاں تشریف فرما تھے کہ ان کے محلّے کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی جھجکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحِبِ خانہ نے نہایت کڑوے تیوروں سے اُس کی طرف دیکھنا شُروع کیا یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اُٹھ کر چلا گیا۔ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت کو صاحِبِ خانہ کی اِس مغرورانہ روِش پر سخت تکلیف پہنچی مگر کچھ فرمایا نہیں۔ کچھ دنوں بعد وہ آپ کے یہاں آئے۔ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت نے اپنی چارپائی پر جگہ دی، وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام حُضور (اعلیٰ حضرت) کا خط بنانے کے لئے آئے، وہ اِس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں؟ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت نے فرمایا: بھائی کریم بخش! کیوں کھڑے ہو؟ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور ان صاحب کے برابر میں بیٹھنے کا اشارہ فرمایا، وہ بیٹھ گئے، پھر ان صاحِب کے غصہ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پُھنکاریں مارتا ہے، وہ فوراً اٹھ کر چلے گئے، پھر کبھی نہ آئے۔ خلافِ معمول جب عرصہ گزر گیا تو اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ ربِّ الْعِزَّت نے فرمایا: اب فُلاں صاحِب تشریف نہیں لاتے ہیں! پھر خود ہی فرمایا: میں بھی ایسے شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، حصہ ۱، ص ۱۰۸)

(1576) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّكَ اِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ اَفْسَدْتَهُمْ، اَوْ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو اگر مسلمانوں کے عیب تلاش کرے گا تو ان کو خراب کردے گا یا قریب ہے کہ تو

كِدْتَ اَنْ تُفْسِدَهُمْ". حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

ان کو خراب کر دے۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی النھی عن التجس، جلد 4، صفحه 423، رقم 4890 السنن الکبری للبیھقی، باب ماجاء فی النھی عن التجس، جلد 8، صفحه 333، رقم 18078 صحیح ابن، باب الغیبة، جلد 13، صفحه 72، رقم 5760 مسند الشامیین للطبرانی، حدیث ثور عن راشد بن سعد المقری، جلد 1، ص 272، رقم 473 کنز العمال للمتقی، آداب الامارة، جلد 5، صفحه 943، رقم 14356)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ اس فرمان عالی میں خطاب خصوصی طور پر جناب معاویہ سے ہے کیونکہ آئندہ یہ سلطان بننے والے تھے تو اس غیوب داں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی ان کو طریقہ سلطنت کی تعلیم فرمادی کہ تم بادشاہ بن کر لوگوں کے خفیہ عیوب نہ ڈھونڈھا کرنا درگزر اور حتی الامکان عفو و کرم سے کام لینا اور ہوسکتا ہے کہ روئے سخن سب سے ہو کہ باپ اپنی جوان اولاد کو، خاوند اپنی بیوی کو، آقا اپنے ماتحتوں کو ہمیشہ شک کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ بدگمانیوں نے گھر بلکہ بستیاں بلکہ ملک اجاڑ ڈالے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ اور فرماتا ہے: وَلَا تَجَسَّسُوْا ہم اپنے عیب ڈھونڈیں اور لوگوں کی خوبیاں تلاش کریں۔ خیال رہے کہ یہاں بلاوجہ کی بدگمانیوں سے ممانعت ہے ورنہ مشکوک اور بدمعاش لوگوں کی نگرانی کرنا سلطان کے لیے ضروری ہے، جاسوسی کا محکمہ ملک رانی کے لیے لازم ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۰۷)

(1577) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ اُتِيَ بِرَجُلٍ فَقِيْلَ لَهٗ: هٰذَا فُلَانٌ تَقْطُرُ لِحْيَتُهٗ خَمْرًا، فَقَالَ: اِنَّا قَدْ نُهِيْنَا عَنِ التَّجَسُّسِ، وَلٰكِنْ اِنْ يَّظْهَرْ لَنَا شَيْءٌ، نَأْخُذْ بِهٖ. حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ کے پاس ایک آدمی لایا گیا یہ فلاں ہے اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں فرمایا ہمیں جاسوسی سے منع کیا گیا ہے لیکن اگر ہمارے لیے کچھ ظاہر ہو تو ہم اس پر گرفت کریں گے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اسے ابوداؤد نے شرط بخاری کے مطابق سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الستر علی الرجل و عون الرجل لافیه، جلد 9، ص 86، رقم 27100 المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث عبداللہ بن مسعود، جلد 9، صفحه 350، رقم 9741 سنن ابوداؤد، باب النھی عن التجس، جلد 4، صفحه 423، رقم 4892 مصنف عبدالرزاق، باب التجس، جلد 10، صفحه 232، رقم 18945)

شرح حدیث: بھائی بھائی بن جاؤ

بدگمانی تجسس کی طرف بلاتی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔

ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ (صحیح مسلم جلد ۳ ص ۳۱۵ کتاب البر والصلۃ)

دوسروں کی خبریں معلوم کرنا اور آنکھوں سے دوسروں کو جھانکنا تجسس کہلاتا ہے جبکہ پردہ پوشی اور دوسروں کے عیب سے اپنے آپ کو لاعلم اور غافل رکھنا دیندار لوگوں کا شیوہ ہے اور بری بات پر پردہ ڈالنے اور اچھی بات کو ظاہر کرنے کے سلسلے میں یہ بات کافی ہے کہ دعا میں ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت بیان کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے:

يَا مَنْ اَظْهَرَ الْجَمِيْلَ وَ سَتَرَ الْقَبِيْحَ۔

اے وہ! جو اچھی بات کو ظاہر کرتا اور بری بات پر پردہ ڈالتا ہے۔

اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جب وہ رب ہونے کے باوجود عیبوں پر پردہ ڈالنے والا، گناہوں کو بخشنے والا ہے بندوں سے درگزر کرتا ہے تو تم کیسے اس شخص سے درگزر نہیں کرتے جو تمہاری مثل یا تم سے بلند مرتبے والا ہے؟ اور ہرگز تمہارا بندہ یا مخلوق نہیں۔ (فیضانِ احیاء العلوم ص ۲۸۶)

129-بَابُ النَّهْيِ عَنْ سُوْءِ الظَّنِّ بِالْمُسْلِمِيْنَ مِنْ غَيْرِ ضُرُوْرَةٍ

بلاضرورت مسلمانوں کے متعلق بدگمانی سے ممانعت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ) (الحجرات: 12).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔

شرح: حضرتِ صدر الافاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: مومنِ صالح کے ساتھ بُرا گمان ممنوع ہے، اسی طرح اس کا کوئی کلام سن کر فاسد معنٰی مراد لینا باوجود یہ کہ اس کے دوسرے صحیح معنٰی موجود ہوں اور مسلمان کا حال ان کے موافق ہو، یہ بھی گمانِ بد میں داخل ہے۔ سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا گمان دو طرح کا ہے، ایک وہ کہ دل میں آئے اور زبان سے بھی کہہ دیا جائے، یہ اگر مسلمان پر بدی کے ساتھ ہے گناہ ہے، دوسرا یہ کہ دل میں آئے اور زبان سے نہ کہا جائے، یہ اگرچہ گناہ نہیں مگر اس سے بھی دل خالی کرنا ضرور ہے۔

مسئلہ: گمان کی کئی قسمیں ہیں، ایک واجب ہے وہ اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا ایک مستحب وہ مومنِ صالح کے ساتھ نیک گمان ایک ممنوع حرام وہ اللہ کے ساتھ بُرا گمان کرنا اور مومن کے ساتھ بُرا گمان کرنا ایک جائز وہ فاسقِ معلن کے ساتھ

ایسا گمان کرنا جیسے افعال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔ (خزائن العرفان)

(1578) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو گمان سے بچاؤ یقیناً گمان سب سے بری بات ہے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: تین خصلتیں

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاث لم تسلم منها هذا الامة الحسد و الظن و الطيرة الا انبئكم بالمخرج منها اذا ظننت فلا تحقق و اذا حسدت فلاتبغ و اذا تطيرت فامض، رواه رسته فی كتاب ا۔ الايمان عن الامام الحسن البصری مرسلا ووصله ابن عدی عن ابی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه عن النبی صلی الله تعالىٰ عليه وسلم بلفظ اذاحسدتم فلاتبغوا و اذا ظننتم فلا تحققوا و اذا تطيرتم فامضوا وعلى الله فتوكلوا[۲]۔

تین خصلتیں اس امت سے نہ چھوٹیں گی، حسد، بدگمانی اور بدشگونی، کیا میں تمھیں ان کا علاج نہ بتادوں، بدگمانی آئے تو اس پر کاربند نہ ہو اور حسد آئے تو محسود پر زیادتی نہ کر اور بدشگونی کے باعث کے سے کام رک نہ رہو (اس حدیث کو رستہ نے کتاب الایمان مین امام حسن بصری سے بے ذکر صحابہ سے روایت اور ابن عدی نے متصل ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمھارے دل میں حسد آئے تو زیادتی نہ کرو اور بدگمانی آئے تو اسے جمانہ دو اور بدشگونی آئے تو رکو نہیں اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔ت)

(ا۔ کنز العمال بحوالہ ستہ فی کتاب الایمان حدیث ۴۳۷۸۹ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۲۷و۲۸) (۲۔ کنز العمال بحوالہ عد عن ابی ہریرہ حدیث ۷۴۴۱ موسستہ الرسالہ بیروت ۳/ ۴۶۱)

130- بَابُ تَحْرِيْمِ اِحْتِقَارِ الْمُسْلِمِيْنَ

مسلمانوں کی تحقیر حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ) (الحجرات: 11)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان ایک قوم دوسری سے مذاق نہ کرے ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں سے عورتیں مذاق کریں۔ قریب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور تم اپنے نفوس طعنہ مت دو اور ایک دوسرے کو برے لقب سے نہ پکارو ایمان کے بعد میرے نام فسق ہیں اور جس نے توبہ نہ کی تو ایسے لوگ

ہی ظالم ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ) (الهمزة: 1).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرے۔

(1579) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بِحَسْبِ امْرِءٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَقَدْ سَبَقَ قَرِيْبًا بِطُوْلِهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی آدمی کا اتنا برا ہونا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ (مسلم) یہ حدیث تفصیل سے پیچھے گزر چکی ہے۔

شرح حدیث: تکبُّر کسے کہتے ہیں

اپنے سے کسی کو حقیر جاننا تکبُّر کہلاتا ہے، تکبُّر ایک تو خود حرام ہے مزید اس کی وجہ سے غیبت کا گناہ بھی سرزد ہوتا ہے۔ مغرور آدمی جس کو حقیر جانتا ہے اُس کی ہنسی اُڑاتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ پارہ 26 سورۃُ الحُجُرات آیت نمبر 11 میں فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ (پ26 الحجرات 11)

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! نہ مرد مردوں سے ہنسیں، عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔

کسی کو حقارت سے مت دیکھو

حضرتِ سیِّدُنا امام احمد بن حَجَر مَکّی شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: سُخرِیہ سے مُراد یہ ہے کہ جس کی ہنسی اڑائی جائے، اُس کی طرف حقارت سے دیکھنا۔ اس حکمِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ کا مقصد یہ ہے کہ کسی کو حقیر نہ سمجھو، ہوسکتا ہے وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نزدیک تم سے بہتر، افضل اور زیادہ مقرَّب ہو۔ چُنانچہ سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار، بِاِذنِ پروردگار دوعالم کے مالک ومختار عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: کتنے ہی پریشان حال، پَراگندہ بالوں اور پھٹے پرانے کپڑوں والے ایسے ہیں کہ جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا لیکن اگر وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر کسی بات کی قسم کھالیں تو وہ ضرور اسے پورا فرمادے۔ (سُنَنِ ترمذی ج ۵ ص ۴۵۹ حدیث ۳۸۸۰)

(1580) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ! فَقَالَ

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہو گا جس کے دل میں ذرّہ برابر تکبر ہے تو ایک آدمی نے

رَجُلٌ: اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا، وَنَعْلُهٗ حَسَنَةً، فَقَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ: بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کہا کہ آدمی اپنے کپڑے اپنے جوتے اچھا ہونا پسند کرتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ جمال والا ہے جمال کو پسند فرماتا ہے۔ (مسلم)

وَمَعْنٰى "بَطَرُ الْحَقِّ" دَفْعُهٗ، "وَغَمْطُهُمْ": اِحْتِقَارُهُمْ، وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهٗ اَوْضَحَ مِنْ هٰذَا فِيْ بَابِ الْكِبْرِ.

بطر الحق حق کو ٹالنا۔ غمطھم ان کو حقیر جاننا۔ اس کا بیان اس سے واضح تر باب الکبر میں گزرا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جس کے دل میں رائی برابر نور ایمانی ہو وہ ہمیشہ رہنے کے لیے دوزخ میں نہیں جاوے گا لہذا حدیث واضح ہے۔ ایمان سے مراد نتیجہ ایمان ہے اور آگ میں جانے سے مراد ہمیشگی کے لیے جانا ہے، ایمان میں زیادتی کمی ناممکن ہے نور ایمان میں ممکن ہے۔

اس فرمان عالی کے چند معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی برابر کفر ہو وہ جنت میں ہرگز نہ جاوے گا۔ کبر سے مراد اللہ و رسول کے سامنے غرور کرنا یہ کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی کے برابر غرور ہوگا وہ جنت میں اولاً نہ جائے گا۔ تیسرے یہ کہ جس کے دل میں رائی برابر غرور ہوگا وہ غرور لے کر جنت میں نہ جائے گا پہلے رب تعالیٰ اس کے دل سے تکبر دور کر دے گا پھر اسے جنت میں داخل فرمائے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۶۲۸)

(1581) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَالَ رَجُلٌ: وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ، فَقَالَ اللّٰهُ - عَزَّوَجَلَّ -: مَنْ ذَا الَّذِيْ يَتَاَلّٰى عَلَيَّ اَنْ لَا اَغْفِرَ لِفُلَانٍ! فَاِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهٗ، وَاَحْبَطْتُ عَمَلَكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم اللہ فلاں کو نہیں بخشے گا تو اللہ عزوجل نے فرمایا: کون ہے جو مجھ پر قسم اٹھاتا ہے کہ فلاں کو نہ بخشوں گا میں نے اس کو بخش دیا اور تیرے اعمال کو برباد کر دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحيح مسلم، باب النهى عن تقنيط، جلد 8، ص 36، رقم 6847، الاداب للبيهقى، باب النهى عن الاعجاب بنفسه والازدراء بغيره، ص 168، رقم 284، المعجم الكبير للطبرانى، حديث جندب بن عبدالله بن سفيان، جلد 2، ص 165، رقم 1679، مسند أبى يعلى، مسند جندب بن عبدالله، جلد 1، صفحه 299، رقم 1529، مشكوة المصابيح، باب الاستغفار و التوبه، جلد 2، ص 26، رقم 2334)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جندب حضرت ابوذر غفاری کا نام بھی ہے جو مشہور صحابی ہیں اور دوسرے صحابہ کا بھی، یہاں غالباً دوسرے کوئی صحابی مراد ہیں کیونکہ محدثین حضرت ابوذر کو جندب کے نام سے بیان نہیں کیا کرتے اور ہوسکتا ہے کہ ابوذر غفاری ہی مراد ہوں، مرقات نے دوسری توجیہ کو ترجیح دی۔

اس لیے نہ بخشے گا کہ اس نے گناہ بہت ہی بڑا کیا یا اس لیے کہ اس نے مجھ پر زیادتی کی ہے اور میں بڑا مقبول خدا ہوں، مجھ پر ظلم کرنا لائق بخشش نہیں۔ پہلی صورت میں یہ کلام صرف غیبت ہے دوسری صورت میں غیبت بھی ہے اور اپنی شیخی بھی۔

یَتَأَلَّى تَأَلِّي سے بنا بمعنی قسم کھانا اسی سے ایلاء ہے، یہ دونوں شخص مصر کے باشندے تھے پہلا فاسق تھا اور دوسرا متقی مگر اپنے کو گنہگار جانتا تھا اور یہ عابد اپنے زہد و تقویٰ پر نازاں تھا۔ (از اشعہ) اس بارگاہ بے نیاز میں کسی کو ناز کرنے کا حق ہی نہیں وہاں نیاز دیکھا جاتا ہے۔ شعر

او گنہگاریاں عجز وکھاون قرب حضوری پاون — عملاں والیاں ناز وکھاون دور نکالیاں جاون

یعنی اس شخص کی شیخی کی وجہ سے میری غیرت کا دریا جوش میں آ گیا اس فاسق کو میں نے نیک بننے کی توفیق دے دی جس سے اس کے سارے گناہ بخشے گئے اور اس متکبر زاہد کی توفیق سلب کر لی جس سے یہ کافر ہو کر مرا اور اس کی تمام نیکیاں ضبط ہوگئیں۔ اس شرح کی بناء پر حدیث بالکل واضح ہوگئی نہ آیات قرآنیہ کے خلاف رہی نہ دیگر احادیث کے۔ ضبطی عمل کفر سے ہوتی ہے نہ کہ معمولی گناہ سے۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں زاہد کے عمل ضبط ہونے سے مراد اس کی اس قسم کا جھوٹا کر دینا ہے کہ فاسق کو بخش دیا زاہد کی قسم کو جھوٹا کر دیا اس صورت میں بھی یہ حدیث مذہب اہلسنت کے خلاف نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی کے انجام کے متعلق اپنی رائے سے فیصلہ نہیں کرسکتا کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی، اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے۔ آمین! ہر شخص ڈرتا رہے۔ شعر

پانی بھریں پنہاڑیاں رنگ برنگے گھڑے — بھریا اس کا جانیئے جس کا توڑ چڑھے

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۵۸)

131- بَابُ النَّهْيِ عَنْ إِظْهَارِ الشَّمَاتَةِ بِالْمُسْلِمِ

مسلمان کی مصیبت پر خوشی کے اظہار کی ممانعت

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ) (الحجرات: 10)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِي

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے ان کے لئے دردناک

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ (النور: 19)

عذاب ہے دنیا اور آخرت میں۔

(1582) وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيْكَ فَيَرْحَمَهُ اللهُ وَيَبْتَلِيْكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت واثلہ بن اسقع ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے کسی بھائی کی مصیبت پر خوشی نہ ظاہر کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس پر اللہ رحم کر دے اور تجھ کو اس مصیبت میں مبتلا کر دے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

وَفِي الْبَابِ حَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ السَّابِقُ فِيْ بَابِ التَّجَسُّسِ: "كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ ..." (الحدیث).

اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت پیچھے تجسس کے باب میں گزر چکی ہے کہ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے آخر حدیث تک۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، کتاب صفة القیامة، جلد 4، صفحه 622، رقم 2506، مسند الشامیین للطبرانی، حدیث مکحول عن واثلة بن الاسقع، جلد 4، ص 305، رقم 3379، جمع الجوامع للسیوطی، حرف اللام، جلد 6، صفحه 218، رقم 16634)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

واثلہ ابن اسقع لیثی صحابی ہیں، جب حضور انور غزوہ تبوک کے لیے جا رہے تھے تو آپ ایمان لائے، تین سال حضور کی خدمت میں رہے، اصحاب صفہ سے تھے ایک سو برس عمر پائی بیت المقدس میں وفات ہوئی۔ (مرقات) آپ مشہور صحابی ہیں۔

یعنی کسی مسلمان کو دینی یا دنیاوی آفت میں مبتلا دیکھ کر اس پر خوشی میں طعن نہ کرو بعض دفعہ خوشی میں بھی کسی پر لاحول پڑھی جاتی ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر

مگو اندوہ خویش پیش کساں — کہ لاحول گویند شادی کناں

اگر ملامت کرنا اس کی فہمائش کے لیے ہو تب جائز ہے جب کہ اس طریقہ سے اس کی اصلاح ہو سکے غرضکہ ملامت کی مختلف صورتیں ہیں۔

یہ ہے مسلمان کی آفت پر خوشی منانے کا انجام کہ خوشی منانے والا خود گرفتار ہو جاتا ہے بار ہا کا آزمودہ ہے ہمیشہ خدا سے خوف کرنا چاہیے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۸۹)

132- بَابُ تَحْرِيْمِ الطَّعْنِ فِي الْأَنْسَابِ الثَّابِتَةِ فِيْ ظَاهِرِ الشَّرْعِ

ظاہر شرع کے لحاظ سے جو نسب ثابت ہیں ان پر اعتراض حرام ہے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ایمان والے مردوں

وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا) (الأحزاب: 58)

اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

(1583) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو فعل لوگوں میں ان کے کفر کی وجہ سے پائے جاتے ہیں نسب میں طعنہ زنی کرنا اور میت پر بین کرنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اطلاق اسم الکفر علی الطعن فی النسب، جلد 1، صفحه 58، رقم 236 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، صفحه 496، رقم 10438 مستخرج أبي عوانة، بيان المعاصي التي اذا قالها الرجل و عمها كان كفرا، جلد 1، ص 36، رقم 51 الاداب للبيهقي، باب كراهية التفاخر بالأحساب، صفحه 202، رقم 340 معرفة الصحابة لابي نعيم، من اسمه جندب، جلد 5، صفحه 142، رقم 1560)

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اعوذ باللّٰه من الشيطن الرجيم ط

قال ربنا تبارك وتعالى يايها الناس انا خلقنكم من ذكر وانثى وجعلنكم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقكم ان الله عليم خبير

ہمارا رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے (القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳)

اراد الله سبحنه وتعالى رد ما كانت عليه الجاهلية من التفاخر بالاباء والطعن في الانساب وتعلى النسب على غيره من الناس حتى كانه عبد له او اذل، وكان بدء هذه النزعة اللئيمة من الذليل الخسيس عدو الله ابليس اذ قال انا خير منه خلقتني نار وخلقته من طين

(القرآن الکریم ۷/ ۱۲ و ۳۸/ ۷۶)

فرد الله سبحنه وتعالى عليهم بان اباكم واحد وامكم واحدة فانه تعالى خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا كثيرا ونساء فما منكم من احد الا وهو يدلى بمثل مايدلى به الاخر سواء بسواء، فلا مساغ للتفاضل في النسب والتفاخر بالام والاب، واما ما رتبنا كم على اجيال تحتها شعوب تحتها قبائل فانما ذالك لتعارفوا فتصلوا ارحامكم ولا ينتمي احد الى غير ابيه، لا لان تتفاخروا ويزدرى بعضكم بعضا نعم ان اردتم

التفاضل فالفضل عند نا بالتقوی فکلما زاد الانسان تقوی زاد کرامة عند ربه تبارك وتعالی، فاکرمکم عند نا من کان اتقی لامن کان انسب۔ ان الله علیم بکرم النفوس وتقواها خبیر بهم النفوس فی هواها۔ (القرآن الکریم ۴/۱)

(ترجمہ رضویہ) اللہ تعالیٰ کی مراداس طور کارد ہے جس پر اہل جاہلیت چلتے تھے کہ باپ دادا پر فخر کرتے اور دوسروں کے نسب پر طعنہ زن ہوتے اور نسب کی وجہ سے آدمی دوسرے آدمی پر ایسی تعلّی کرتا گویا کہ وہ اس کا غلام بلکہ اس سے بھی زیادہ خوار ہے، اور اس ذلیل طریقہ کی ابتداء ذلیل خسیس ابلیس سے ہوئی جس نے کہا تھا کہ اے رب! میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور آدم (علی نبینا وعلیہ السلام) کو مٹی سے بنایا، تو اللہ نے ان کا یوں رد فرمایا کہ تمہارا باپ ایک ہے ارو تمہاری ایک ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دئے تو تم میں ہر ایک اپنی اصل سے وہی اتصال رکھتا ہے جو دوسرا رکھتا ہے تو نسب میں ایک کو دوسرے پر فضیلت کی راہ نہیں اور ماں باپ سے ایک دوسرے پر فخر کی مجال نہیں رہا یہ کہ ہم نے تمہیں اصول پر مرتب کیا جن کے نیچے ان کی شاخیں ہیں اور ان کے نیچے قبیلے ہیں تو یہ محض اس لئے کہ آپس میں پہچان رکھو تو اپنے قریبی عزیزوں سے ملو اور کوئی باپ کے سوا اور کی طرف منسوب نہ ہو نہ اس لئے کہ تم نسب پر گھمنڈ کرو، اور ایک دوسرے کو حقیر جانے، ہاں اگر فضیلت چاہو تو فضیلت ہمارے یہاں تقوی (پرہیز گاری سے ہے تو جب انسان پرہیز گاری میں بڑھے اپنے رب کے یہاں عزت میں بڑھے۔ تو ہمارے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے نہ کہ وہ جو بڑے نسب والا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نفوس کی عزت اور ان کی پرہیز گاری کو جانتا ہے اور نفوس کی اپنی خواہش میں کوشش سے خبر دار ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۸، ص ۴۹۳)

133- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْغِشِّ وَالْخِدَاعِ

دھوکہ دینے اور کھوٹ سے ممانعت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: (وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا) (الأحزاب: 58)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

(1584) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہم پر اسلحہ اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے ہم کو دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا، فَقَالَ: "مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟" قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَارَسُولَ اللهِ. قَالَ: "أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ! مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا".

ان ہی سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اناج کے ڈھیر پر سے گزرے تو آپ نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا آپ کی انگلیوں کو نمی محسوس ہوئی فرمایا: اے اناج والے یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ بارش کی وجہ سے نمی ہے آپ نے فرمایا: تو نے اس کو اناج کے اوپر کیوں نہیں ڈالا تا کہ لوگوں کو پتا چل جاتا' جس نے ہم کو دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الکشف عن معایب رواۃ الحدیث ونقلہ الاخبار، جلد 1، ص 17، رقم 75، الادب المفرد للبخاری، باب من رمی باللیل، صفحہ 436، رقم 1280، سنن ابن ماجہ، باب من شھر السلاح، جلد 2، صفحہ 860، رقم 2575، سنن السنائی، باب من شھر سیفہ ثم وضعہ فی الناس، جلد 2، ص 311، رقم 3563، صحیح ابن، باب طاعۃ الائمۃ، جلد 10، صفحہ 448، رقم 4588)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہم سے مراد امت رسول اللہ ہے، یہ حضور کا کرم کریمانہ ہے کہ مسلمانوں میں اپنے کو شامل فرمایا علینا جمع ارشاد فرمارہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور ہتھیار اٹھانے سے مراد مطلقًا اٹھانا ہے خواہ ظلمًا قتل کے لیے خواہ مذاق دل لگی کے طور پر۔

یعنی ہماری جماعت سے نہیں یا ہمارے اہل طریقہ واہل سنت سے نہیں لہذا اس سے کفر مراد نہیں۔

ملاوٹ سے مراد ہے یا چیز کا عیب چھپا کر فروخت کر دینا یا اصل میں نقل ملا دینا غرضکہ ہر کاروباری دھوکہ مراد ہے۔ اور غشنا میں ضمیر متکلم سے مراد سارے مسلمان ہیں اہل عرب یا اہل مدینہ یعنی جس نے مسلمانوں کو یا اہل عرب کو اہل مدینہ کو دھوکہ دیا وہ ہماری جماعت سے نہیں، ترمذی اور احمد نے حضرت عثمان سے روایت کی من غش العرب لم یدخل فی شفاعتی ولم تنلہ مؤدتی جس نے عرب کو دھوکہ دیا وہ میری شفاعت نہ پائے گا اور اسے میری محبت نہ پہنچے گی۔

(مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۴۲۹)

(1585) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَنَاجَشُوا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: دھوکہ دینے کے لیے بولی نہ بڑھاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب النھی للبائع أن لا یحفل الابل والبقر و الغنم، جلد 2، ص 755، رقم 2043، صحیح مسلم، باب تحریم الخطبۃ علی خطبۃ حتی یأذن أو تیرك، جلد 4، صفحہ 138، رقم 3525، السنن الکبری للبیھقی، باب النھی عن النجش، جلد 5، صفحہ 343، رقم 11199، المنتقی لابن الجارود، کتاب النکاح، جلد 1، صفحہ 170، رقم 677، سنن ابوداؤد، باب

النھی عن النجش، جلد3، صفحہ 282، رقم 3440)

شرح حدیث: دھوکے سے قیمت میں زیادتی کرنا

صدرالشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: نجش مکروہ ہے حضور اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس سے منع فرمایا۔ نجش یہ ہے کہ مبیع کی قیمت بڑھائے اور خود خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گاہک کو رغبت پیدا ہو اور قیمت سے زیادہ دے کر خرید لے اور یہ حقیقۃً خریدار کو دھوکا دینا ہے جیسا کہ بعض دکانداروں کے یہاں اس قسم کے آدمی لگے رہتے ہیں گاہک کو دیکھ کر چیز کے خریدار بن کر دام بڑھا دیا کرتے ہیں اور ان کی اس حرکت سے گاہک دھوکا کھا جاتے ہیں۔ گاہک کے سامنے مبیع کی تعریف کرنا اور اس کے ایسے اوصاف بیان کرنا جو نہ ہوں تاکہ خریدار دھوکا کھا جائے یہ بھی نجش ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۲، حصہ ۱۱، ص ۷۳-۷۴)

(1586) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهٰى عَنِ النَّجْشِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ کے لیے بولی بڑھانے سے منع کیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مایکرہ من التناجش، جلد6، صفحہ 2554، رقم 6562 صحیح مسلم، باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیہ و سومہ علی سومہ، جلد 5، صفحہ 5، رقم 3893 السنن الکبرٰی للبیھقی، باب النھی عن النجش، جلد 5، صفحہ 343، رقم 11198 مؤطا امام مالک، باب ما ینھی عنہ من المساومۃ، جلد2، صفحہ 684، رقم 1367 سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی النھی عن النجش، جلد2، صفحہ 734، رقم 2173)

شرح حدیث: مکروفریب اور دھوکا دینا

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور بُرا داؤں (فریب) اپنے چلنے والے پر ہی پڑتا ہے۔ (پ22، فاطر:43)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم، شفیعِ مُعظَّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جس نے ہم سے دھوکا کیا وہ ہم میں سے نہیں اور مکر اور دھوکا جہنم میں ہے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۲۳۴، ج۱۰، ص ۱۳۸)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مرسلاً مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مکر، دھوکا اور خیانت جہنم میں ہے۔

(المستدرک، کتاب الاھوال، باب تحشر ھذہ الامۃ علی ۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۸۸۳۱، ج۵، ص ۸۳۳)

حضورِ نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: دھوکے باز جنت میں داخل نہ ہوگا

اور نہ ہی بخیل اور احسان جتلانے والا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی بکر الصدیق، الحدیث: ۳۲، ج۱، ص۲۷)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مؤمن سیدھا سادہ، کرم کرنے والا جبکہ فاسق مکار، کمینہ ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی البخل، الحدیث: ۱۹۶۳، ص۱۸۴۹)

(1587) وَعَنْهُ، قَالَ: ذَكَرَ رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ بَايَعْتَ، فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "اَلْخِلَابَةُ" بِخَاءٍ مُّعْجَمَةٍ مَّكْسُوْرَةٍ وَّبَاءٍ مُّوَحَّدَةٍ، وَّهِيَ: اَلْخَدِيْعَةُ.

ان ہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا کہ اس کو بیع میں دھوکہ ہوجاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ تو بیع کرے اس سے کہہ دے کہ دھوکہ نہیں ہونا چاہیے۔ خلابۃ: خاء معجمہ مکسورہ اور باء موحدہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے: خراب کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحيح بخارى، باب مايكره من الخداع فى البيع، جلد 2، صفحه 745، رقم 2011 صحيح مسلم، باب من يخدع فى البيع، جلد 5، صفحه 11، رقم 3939 السنن الكبرى للبيهقى، باب الدليل على ان لايجوز شرط الخيار فى البيع، جلد 5، صفحه 273، رقم 10763 المنتقى لابن الجارود، باب فى التجارات، جلد 1، صفحه 146، رقم 567 موطاء امام مالك، باب جامع البيوع، جلد 2، صفحه 685، رقم 1368)

شرح حدیث: سفر کا ارادہ ہے یا گوشت کھانے کا؟

حضرت سیدنا ابو سباع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے ایک اونٹنی خریدی، جب میں اسے لے کر نکلا تو حضرتِ سیدنا واثلہ مجھے ملے جبکہ وہ اپنا تہبند گھسیٹ رہے تھے اور دریافت فرمایا: آپ اسے خریدنا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ تو انہوں نے کہا: کیا آپ کو اس کے (عیب کے) بارے میں وضاحت کر دی گئی ہے؟ میں نے کہا: اس میں کیا عیب ہوسکتا ہے، بے شک یہ ظاہراً موٹی تازی صحت مند ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: آپ کا اس سے سفر کا ارادہ ہے یا گوشت کھانے کا؟ میں نے کہا: میرا تو حج کا ارادہ ہے۔ آپ نے کہا: آؤ واپس لوٹانے چلیں۔ تو اُونٹنی (بیچنے) والے نے کہا: اللہ عزوجل آپ کی اصلاح فرمائے، آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ بیع توڑنا چاہتے ہیں؟ تو حضرتِ سیدنا واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: بے شک میں نے حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کسی کے لئے جائز نہیں کہ کسی چیز کو عیب بیان کئے بغیر بیچے اور جس کو عیب معلوم ہو اس کے لئے عیب بیان نہ کرنا بھی جائز نہیں۔

(شعب الایمان، باب فی الامانات ووجوب ادائھا الی اھلھا، الحدیث: ۵۲۹۵، ج۴، ص۳۳۰)

(1588) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ خَبَّبَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے کسی آدمی کی بیوی یا مملوک کو خراب کیا' ورغلایا تو وہ ہم

زَوْجَةَ امْرِءٍ، أَوْ مَمْلُوْكَهُ، فَلَيْسَ مِنَّا". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. "خَبَّبَ" بِخَاءٍ مُعْجَمَةٍ، ثُمَّ بَاءٍ مُوَحَّدَةٍ مُكَرَّرَةٍ: أَيْ أَفْسَدَهُ وَخَدَعَهُ.

میں سے نہیں۔ (ابوداؤد) خَبَّبَ خاء معجمہ پھر با موحدہ مکررہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے اس نے اسے خراب کیا اور دھوکہ دیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداود، باب فیمن خبب مملوکا علی مولاہ، جلد 4، صفحہ 508، رقم 5172 المستدرك للحاکم، کتاب الایمان والنذور، جلد 6، صفحہ 319، رقم 7816 صحیح ابن، کتاب الایمان، جلد 10، صفحہ 205، رقم 4363 الفتح الکبیر للسیوطی، حرف المیم، جلد 3، صفحہ 179، رقم 11734)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خاوند بیوی میں فساد ڈالنے کی بہت صورتیں ہیں: عورت سے خاوند کی برائیاں بیان کر کے دوسرے مردوں کی خوبیاں ظاہر کرے کیونکہ عورت کا دل کچی شیشی کی طرح کمزور ہوتا ہے یا ان میں اختلاف ڈالنے کے لیے جادو تعویذ گنڈے کرنے سب حرام ہے اور غلام یا لونڈی کو بگاڑنے کے معنی یہ ہیں کہ اسے بھاگ جانے پر آمادہ کرے، اگر وہ خود بھاگنا چاہیں تو ان کی امداد کرے، بہر حال دو دلوں کو جوڑنے کی کوشش کرو توڑو نہ۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۸۲)

134- بَابُ تَحْرِيْمِ الْغَدْرِ

عہد شکنی کی حرمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ) (المائدۃ: 1)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو اپنے قول پورے کرو۔

شرح: حضرتِ صدرالافاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: عقود کے معنی میں مفسّرین کے چند قول ہیں ابنِ جریر نے کہا کہ اہلِ کتاب کو خطاب فرمایا گیا ہے معنی یہ ہیں کہ اے مؤمنینِ اہلِ کتاب میں نے کُتبِ متقدمہ میں سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی اطاعت کرنے کے متعلق جو تم سے عہد لئے ہیں وہ پورے کرو۔ بعض مفسّرین کا قول ہے کہ خطاب مؤمنین کو ہے انہیں عقود کے وفا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان عقود سے مراد ایمان اور وہ عہد ہیں جو حرام و حلال کے متعلق قرآنِ پاک میں لئے گئے۔ بعض مفسّرین کا قول ہے کہ اس میں مؤمنین کے باہمی معاہدے مراد ہیں۔

(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا) (بنی اسرائیل: 34)۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور عہد پورا کرو بیشک عہد سے سوال ہونا ہے۔

(1589) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس آدمی میں چار

وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَّمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

عادتیں پائی جائیں وہ پکا منافق ہے اور جس میں ایک عادت ان عادتوں میں پائی گئی تو اس میں نفاق کی علامت پائی گئی حتیٰ کہ اسے چھوڑ دے جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی دے۔

(متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں ایک چیز کی بہت سی علامتیں ہوتی ہیں کبھی ساری بیان کردی جاتی ہیں کبھی کم و بیش لہٰذا وہ تین بھی نفاق کی علامتیں تھیں اور یہ چار بھی۔

منافق عملی یعنی منافقوں کے سے کام کرنے والا جیسے رب فرماتا ہے: اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یا حضور فرماتے ہیں۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ یعنی بے نمازی ہونا کفر عملی ہے۔ (کافروں کا سا کام)

اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیئے جن کے ہاں تبرّا اور گلیاں بکنا عبادت بلکہ اصل ایمان ہے اسلام میں شیطان فرعون وہامان کو بھی گالیاں دینا برا ہے کہ اس میں اپنی ہی زبان گندی ہوتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۶۸)

جھوٹا وعدہ کرنا حرام ہے

میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد 25 صَفْحَہ 69 پر لکھتے ہیں اَشْباہ وَالنَّظائِر میں ہے: خُلْفُ الْوَعْدِ حَرَامٌ یعنی وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے۔

(الاشباہ والنظائر ص ۲۸۸، فتاوٰی رضویہ)

وعدہ خِلافی کسے کہتے ہیں؟

حُضُور پرنور سیّدُ العٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم فرماتے ہیں: وعدہ خلافی یہ نہیں کہ آدمی وعدہ کرے اور اس کی نیت اسے پورا کرنے کی بھی ہو بلکہ وعدہ خلافی یہ ہے کہ آدمی وعدہ کرے اور اس کی نیت اسے پورا کرنے کی نہ ہو۔

(الجامع لاخلاق الراوی للخطیب البغدادی ج ۲ ص ۶۰ رقم ۱۱۷۹)

ایک اور حدیثِ پاک میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اس کی نیت پورا کرنے کی ہو پھر پورا نہ کرسکے، وعدہ پر نہ آسکے تو اُس پر گناہ نہیں۔ (سُنَنِ ابوداود، ج ۴ ص ۳۸۸ حدیث ۴۹۹۵)

وعدہ پورا کرنے کی نیّت نہ ہو مگر اِتّفاقاً پورا ہو جائے تو۔۔

مُفَسِّرِ شہیر حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر وعدہ کرنے والا پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو مگر کسی عذر یا مجبوری کی وجہ سے پورا نہ کر سکے تو وہ گناہ گار نہیں، یوں ہی اگر کسی کی نیت وعدہ خلافی کی ہو مگر اِتّفاقاً پورا کردے تو گنہگار ہے اُس بدنیّتی کی وجہ سے۔ ہر وعدے میں نیّت کا بڑا دخل ہے۔

(مراۃ ج٦ ص ٤٩٢)

شَرعی قَباحت ہو تو وعدہ پورا نہ کرے

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ 312 صَفحات پر مشتمل کتاب، بہارِ شریعت حصّہ 16 صَفْحہ 295 پر صدرُ الشَّریعہ حضرتِ مولٰینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی لکھتے ہیں: وعدہ کیا مگر اس کو پورا کرنے میں کوئی شرعی قباحت (یعنی شرعی بُرائی) تھی اِس وجہ سے پورا نہیں کیا تو اس کو وعدہ خلافی نہیں کہا جائے گا اور وعدہ خلافی کا جو گناہ ہے اس صورت میں نہیں ہوگا اگرچہ وعدہ کرتے وقت اس نے اِستِثناء نہ کیا ہو کہ یہاں شریعت کی طرف سے اِستِثناء موجود ہے، اِس کو زبان سے کہنے کی ضَرورت نہیں مَثَلاً وعدہ کیا تھا کہمیں فُلاں جگہ پر آؤں گا اور وہاں بیٹھ کر تمہارا اِنتِظار کروں گا۔ مگر جب وہاں گیا تو دیکھتا ہے کہ ناچ رنگ اور شَراب نوشی وغیرہ میں لوگ مصروف ہیں، (لہٰذا) وہاں سے چلا آیا تو یہ وعدہ خلافی نہیں ہے، یا اس کا انتِظار کرنے کا وعدہ کیا اور انتِظار کررہا تھا کہ نَماز کا وقت آ گیا یہ چلا آیا (تو یہ) وعدے کے خلاف نہیں ہوا۔ (بہارِ شریعت)

(1590) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَاَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالُوْا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ، يُقَالُ: هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن جھنڈا ہوگا' کہا جائے گا یہ فلاں کی عہد شکنی کا جھنڈا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الغدر، جلد 5، صفحہ 141، رقم 4627، السنن الصغریٰ للبیھقی، باب الامان، جلد 3، صفحہ 106، رقم 3973، المنتقی لابن الجارود، باب ماجاء فی التغلیظ علی الغادر، جلد 1، صفحہ 264، رقم 1053، سنن ابوداؤد، باب فی الوفاء بالعھد، جلد 3، صفحہ 37، رقم 2758، سنن الدارمی، باب فی الغدر، جلد 2، صفحہ 323، رقم 2542)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث بالکل اپنے ظاہری معنے پر ہے۔ واقعی بدعہد کے سرین پر جھنڈا لگا ہوگا یا جہاں بدعہد لوگ کھڑے کیے جائیں گے وہاں ہر ایک کے جھنڈے ہوں گے جن کی بلندی ان کی غداری کے مطابق ہوگی تاکہ ان کی رسوائی ہو۔ خیال رہے کہ امت رسول اللہ کے چھپے گناہ قیامت میں ظاہر نہ کیے جائیں گے علانیہ گناہوں کا وہاں اعلان ہوگا کہ جب انہوں نے خود ہی

اپنے کو رسوا کیا تھا تو اب بھی رسوا ہوں لہذا حدیث واضح ہے یہ کہنے والا یا فرشتہ ہوگا جو اعلان کرتا ہوگا یا خود قیامت والے ہوں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۲۳)

(1591) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اسْتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْفَعُ لَهٗ بِقَدَرِ غَدْرِهٖ، اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِّنْ اَمِيْرِ عَامَّةٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن اس کے سرین کے پاس ایک جھنڈا اس کی عہد شکنی کی مقدار سے بلند ہوگا اور امیر عام کی عہد شکنی سے بڑھ کر کوئی عہد شکنی نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الغدر، جلد 5، صفحه 142، رقم 4636 جامع الاصول فی احادیث الرسول، الکتاب السابع فی الغدر، جلد 8، صفحه 459، رقم 6230 مشكوة المصابيح، باب ما علی الولاة من التيسير، جلد 2، صفحه 348، رقم 3727)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لواء بہت بلند جھنڈے کو کہتے ہیں اور رائیۃ ہر جھنڈے کو۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ جھنڈا اس کی پیٹھ سے ایسا چمٹا ہوگا کہ اس کے ساتھ ساتھ پھرے گا، چوتڑوں کا ذکر اہانت کے لیے ہے است کا ترجمہ ہے دبر، عزت کا جھنڈا منہ کے سامنے ہوتا ہے ذلت کا جھنڈا پیچھے۔

یعنی دنیا میں بدعہدی کی جیسی کیفیت ویسی وہاں جھنڈے کی کمیت و درازی۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں مجرموں اور ان کے جرموں کی نوعیت بھی قیامت والوں پر عیاں ہوگی۔

اس فرمان عالی کے تین معنے ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ سب سے بڑا غدار وہ ہے جو مسلمانوں کی مرضی بغیر ان کا امیر عام بن جائے جیسے متغلب و باغی۔ دوسرے وہ بادشاہ بڑا غدار ہے جو مسلمانوں کے حقوق ادا نہ کرے اہل کو بھول جائے نا اہلوں کو عہدے سونپے، انہیں آگے بڑھائے، انہیں اہل استحقاق پر مسلط کردے۔ تیسرے یہ کہ بڑا غدار وہ شخص کہ جو امیر عام یعنی بادشاہ اسلام سے بدعہدی کرے اس سے کیے ہوئے وعدے پورے نہ کرے، چونکہ ان تینوں قسم کے غداروں کی بدعہدی کا اثر دین، ملک، قوم پر پڑتا ہے۔ ان غداروں کا تعلق عام لوگوں سے ہے اس لیے یہ تینوں غدار بدترین غدار اور اول درجے کے بدعہد قرار دیئے گئے، ہمارا ترجمہ ان معنے کا حامل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۲۵)

(1592) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: رَجُلٌ اَعْطٰى بِيْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهٗ، وَرَجُلٌ اسْتَاْجَرَ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تین آدمیوں کی طرف سے قیامت کے روز میں جھگڑا کروں گا ایک وہ آدمی جس نے میری ذمہ داری پر معاہدہ کیا پھر عہد شکنی

أَجِيْرًا، فَاسْتَوْفَى مِنْهُ، وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کی۔ اور دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد کو غلام بنا کر فروخت کیا اور اس کی رقم کھا گیا۔ اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو مزدور بنایا اس سے کام پورا لیا اور اس کو اجرت نہ دی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اثم من باع حرا، جلد 2، صفحہ 776، رقم 2114، السنن الصغری، باب الاجارۃ، جلد 2، صفحہ 140، رقم 2253، المنتقی لابن الجارود، باب فی التجارات، جلد 1، ص 149، رقم 579، مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 358، رقم 8677، مسند الویعلی، مسند أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 11، صفحہ 444، رقم 6571)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی سخت سزا دوں گا جیسے کوئی دشمن اپنے دشمن پر قابو پائے تو اس کی کوئی رعایت نہیں کرتا، ایسے ہی میں انکی رعایت و رحم نہ کروں گا لھذا یہ حدیث واضح ہے۔

اس کی بہت صورتیں ہیں: کسی کو خدا کا نام لے کر امان دی پھر موقعہ پا کر اسے قتل کر دیا، کسی سے رب کی قسم کھا کر کوئی وعدہ کیا پھر پورا نہ کیا، عورت سے رب تعالٰی کا نام لے کر بہت سے وعدوں پر نکاح کیا، پھر وہ ادا نہ کیے، اسی لیے نکاح کے وقت کلمے پڑھاتے ہیں کہ دونوں خاوند بیوی حقوق میں جکڑ جائیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ۔ غرضکہ وعدہ خلافی یوں ہی بری ہے مگر جب وعدہ رب تعالٰی کا نام لے کر کیا گیا ہو، پھر خلاف کرنا زیادہ برا کہ اس میں اللہ تعالٰی کے نام شریف کی بے حرمتی بھی ہے۔

کھانے کا ذکر اتفاقی ہے وہ قیمت کھائے یا نہ کھائے، آزاد کو غلام بنا کر فروخت کر دینا ویسے ہی بہت برا ہے، یوسف علیہ السلام کے بھائی اسی جرم پر زیادہ شرمندہ تھے جن کی معافی ہوئی۔

کام پورا لینے میں اسی جانب اشارہ ہے کہ اگر مزدور بیچ ہی میں کام چھوڑ دے شرارۃً تو وہ مزدوری کا حقدار نہیں، نائی آدھی حجامت کر کے انکار کر دے تو بجائے اجرت کے سزا کا مستحق ہوگا، کام پورا کرنے پر اجرت کا مستحق ہوگا، روزانہ اجرت دی جائے یا ماہوار جو طے ہو گیا ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۸۱)

135- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمَنِّ بِالْعَطِيَّةِ وَنَحْوِهَا

عطیہ وغیرہ پر احسان جتانے کی ممانعت

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى) (البقرۃ: 264).

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کر دو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: (الَّذِينَ يُنْفِقُونَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَا اَذًى) (البقرة: 262)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دیے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں۔

(1593) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" قَالَ: فَقَرَاَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارٍ: قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ: خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: "اَلْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "اَلْمُسْبِلُ اِزَارَهُ" يَعْنِيْ: اَلْمُسْبِلَ اِزَارَهُ وَثَوْبَهُ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ لِلْخُيَلَاءِ.

حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہوں گے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کلام نہ فرمائے گا نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ ہی ان کو ستھرا کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا' حضرت ابوذر کہتے ہیں پس رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تین دفعہ پڑھی۔ حضرت ابوذر ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ تو خائب و خاسر ہوئے۔ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: چادر لٹکانے والا احسان جتلانے والا اور اپنا سامان جھوٹی قسم سے بیچنے والا۔ (مسلم)' (واللہ اعلم) اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ اپنی چادر لٹکانے والا یعنی اپنی چادر کو تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔ (مسلم)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کلام سے مراد محبت کا کلام ہے، دیکھنے سے مراد کرم کا دیکھنا ہے اور پاک فرمانے سے مراد گناہ بخشنا ہے یعنی دوسرے مسلمانوں پر یہ تینوں کرم ہوں گے مگر ان تین قسم کے لوگ ان تینوں عنایتوں سے محروم رہیں گے لہذا ان سے بچتے رہو۔

یعنی جو فیشن کے لیے ٹخنوں سے نیچا پاجامہ تہبند استعمال کریں جیسے آجکل جاہل چودھریوں کا طریقہ ہے اور جو کسی کو کچھ صدقہ وخیرات دے کر ان کو طعنے دیں، احسان جتائیں، لوگوں میں انہیں بدنام کردیں کہ فلاں آدمی ہمارا دستِ نگر رہ چکا ہے اور جو جھوٹی قسم کھا کر دھوکا دے کر مال فروخت کریں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۰۴)

136- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِفْتِخَارِ وَالْبَغْيِ

فخر وسرکشی کی ممانعت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: (فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى) (النجم: 32).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: (اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مواخذہ تو انہیں پر

يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ) (الشوری: 42)

ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے ۔

(1594) وَعَنْ عياضِ بْنِ حمارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَبْغِيَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ، وَلَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: اَلْبَغْيُ: التَّعَدِّيْ وَالْاِسْتِطَالَةُ۔

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ عاجزی اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی دوسرے پر سرکشی نہ کرے۔ اور کوئی دوسرے پر فخر نہ کرے۔ (مسلم) اَلْبَغْيُ: اس کا مطلب ہے ظلم وزیادتی اور دست درازی کرنا۔

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، بصری ہیں، حضور انور کو بڑے پیارے تھے، خواجہ حسن بصری وغیرہم نے آپ سے احادیث کی روایت کی۔

اس حدیث میں حتی بمعنی کے ہے یعنی عجز وانکسار اختیار کرو تاکہ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر تکبر نہ کرے نہ مال میں نہ نسب وخاندان میں نہ عزت یا جتھہ میں اور کوئی مسلمان کسی بندے پر ظلم نہ کرے نہ مؤمن پر نہ کافر پر ظلم سب پر حرام ہے مگر کبروفخر مسلمان پر حرام ہے کفار پر فخر کرنا عبادت ہے کہ یہ نعمت ایمان کا شکر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۴۲۸)

(1595) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا قَالَ الرجُلُ: هَلَكَ النَّاسُ، فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ خود زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ (مسلم)

وَالرِّوَايَةُ الْمَشْهُوْرَةُ: "اَهْلَكُهُمْ" بِرَفْعِ الْكَافِ وَرُوِيَ بِنَصْبِهَا: وَذٰلِكَ النَّهْيُ لِمَنْ قَالَ ذٰلِكَ عُجْبًا بِنَفْسِهِ، وتَصَاغُرًا لِلنَّاسِ، وَارْتِفَاعًا عَلَيْهِمْ، فَهٰذَا هُوَ الْحَرَامُ، وَاَمَّا مَنْ قَالَهُ لِمَا يَرٰى فِي النَّاسِ مِنْ نَقْصٍ فِيْ اَمْرِ دِيْنِهِمْ، وقَالَهُ تَحَزُّنًا عَلَيْهِمْ، وَعَلَى الدِّيْنِ، فَلَا بَاْسَ بِهٖ. هٰكَذَا فَسَّرَهُ الْعُلَمَآءُ وَفَصَّلُوْهُ، وَمِمَّنْ قَالَهُ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْاَعْلَامِ: مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ،

مشہور روایت اھلکم کاف پر پیش کے ساتھ ہے زبر بھی پڑھی گئی ہے۔ (اس کا معنی ہے زیادہ ہلاک ہونے والا دوسری روایت زبر کے ساتھ ہے اھلکھم اس کا مطلب ہے اس نے ان کو ہلاکت میں ڈالا۔) اور یہ منع اس شخص کو ہے جو اپنے آپ کو بڑا اور لوگوں کو کمتر سمجھے اور ان پر بڑائی جتانے کے لیے یہ الفاظ کہے تو ایسا کرنا حرام ہے لیکن جو شخص لوگوں کے دین میں نقصان

وَالْخَطَّابِيُّ، وَالْحُمَيْدِيُّ وَاٰخَرُوْنَ، وَقَدْ اَوْضَحْتُهُ فِيْ كِتَابِ: اَلْاَذْكَارِ.

دیکھتے ہوئے اور افسوس کرنے کے لیے یہ کلمات کہتا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے علماء نے اس کی تفسیر اور تشریح یہی کی ہے۔ ان بڑے علماء میں حضرت مالک بن انس، خطابی، حمیدی اور کئی دوسرے شامل ہیں۔ اور میں نے اس کی زیادہ وضاحت اپنی کتاب ''الاذکار'' میں کر دی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن قول هلك الناس، جلد 8، صفحه 36، رقم 6850 الاداب للبیهقی، باب النهی عن الاعجاب بنفسه والازدراء بغیره، ص 168، رقم 284 الادب المفرد للبخاری، باب قول الرجل هلك الناس، صفحه 267، رقم 759 موطا امام مالك، باب مایکره من الكلام، جلد 2، صفحه 984، رقم 1778 صحیح ابن، باب الغیبة، جلد 13، صفحه 74، رقم 5762)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اهلكهم کی دو قراءتیں ہیں کاف کے ضمہ سے یعنی صیغہ اسم تفضیل ہو اور کاف کے فتحہ سے ماضی۔ یعنی جو مسلمانوں کے متعلق یہ کہتا رہے کہ سارے مسلمان ہلاک ہو گئے، رحمت خدا سے دور ہو گئے، بے دینی ہو گئے تو ان سب میں زیادہ ہلاک ہونے والا یہ ہوگا کہ وہ مسلمانوں کو رحمت الٰہی سے دور سمجھ رہا ہے یا جو لوگوں کو رحمت الٰہی سے مایوس کرے اور کہے کہ لوگ برباد ہو گئے، کافر ہو گئے، فاسق ہو گئے تو ان لوگوں کو رب تعالیٰ نے ہلاک نہ کیا بلکہ اس نے ہلاک کیا اگر لوگ مایوس ہو کر گنہگار بن جاویں تو مجرم یہ ہوگا۔ مسلمان کہتے ہیں گنہگار ہوں مگر ان شاء اللہ رحمت الٰہی ان کی دستگیری کرے گی انہیں سے کام لے گی کوئی انہیں ابھارنے والا ہو۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا۔ شعر

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

رحمت اللعالمین کی امت غافل ہو جاتی ہے اسے جگاتے رہو کام لیتے رہو یہ جاگ اٹھے تو بہت کام کرتی ہے کیوں نہ ہو کہ حضور کی ان پر رحمت ہے۔ شعر

عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت
وہ آئے لیکن آئے رحمۃ اللعالمین ہو کر

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۵۶)

137- بَابُ تَحْرِيْمِ الْهِجْرَانِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا لِبِدْعَةٍ فِي الْمَهْجُوْرِ، اَوْ تَظَاهُرٍ بِفِسْقٍ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ

مسلمانوں کا آپس میں تین دن سے زیادہ قطع تعلق حرام ہے البتہ بدعت یا فسق پر ضد کی وجہ سے قطع تعلق باقی رکھنے کی اجازت ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ) (الحجرات: 10).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ) (المائدۃ: 2).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

(1596) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقَاطَعُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے سے بے رُخی نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑنا منع ہے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: تکبر نہ کرے

مسلمان کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہر مسلمان کے لئے تواضع کرے کسی پر تکبر نہ کرے، کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کسی اَکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی دوسرا اس پر تکبر سے پیش آئے تو برداشت کرے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (199)

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیرلو۔

(پ9، الاعراف: 199)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نہ اپنے بارے میں لوگوں کی شکایات سنے، نہ کسی دوسرے کے بارے میں اور نہ خود ایسا کرے۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ ترجمہ: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ من النمیمۃ، الحدیث ۶۰۵۶، ص ۵۱۲)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس آدمی کو پہچانتا ہو اس سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق نہ کرے اور کسی کے پاس اس کی اجازت کے بغیر نہ جائے اور تمام لوگوں سے حسنِ اخلاق سے پیش آئے اور مشائخ کی عزت کرے، بچوں پر رحم کرے، تمام لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملے اور کسی مسلمان سے ایسا وعدہ نہ کرے جسے پورا نہ کر سکے۔

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی صورت بنتی ہو تو مسلمانوں کے درمیان صلح کرائے۔

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل چیز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: جی ہاں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: آپس میں صلح کروانا۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی اصلاح ذات البین، الحدیث ۴۹۱۹، ص ۱۵۸۴)

(1597) وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ: يَلْتَقِيَانِ، فَيُعْرِضُ هٰذَا، وَيُعْرِضُ هٰذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَاُ بِالسَّلَامِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے لیے اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑنا منع ہے کہ دونوں آمنے سامنے آئیں یہ بھی منہ پھیر لے اور وہ بھی تو ان میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الهجرة، جلد 5، صفحه 225، رقم 5727 صحیح مسلم، باب تحریم الهجر فوق ثلاث بلاعذر شرعی، جلد 8، صفحه 9، رقم 6697 الاداب للبیهقی، باب فی هجرة المسلم أخاه فی الدین، صفحه 134، رقم 228 مؤطا امام مالك، باب ماجاء فی الهجرة، جلد 2، صفحه 906، رقم 1614 سنن ابوداؤد، باب فیمن، یهجرا اخاه المسلم، جلد 4، صفحه 431، رقم 4913)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں چھوڑنے سے مراد دنیاوی رنجشوں کی وجہ سے ترک تعلق کرنا ہے، چونکہ تین دن کے عرصہ میں نفس کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اس لیے تین دن کی قید لگائی گئی۔ بدمذہب بے دین سے دائمی بائیکاٹ کرنا یا تعلیم و تربیت کے لیے ترک تعلق کرنا زیادہ کا بھی جائز ہے۔ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب ابن مالک، بلال ابن امیہ، مرارہ ابن لوی رضی اللہ عنہم اجمعین کا پچاس دن رکھا، یہ بائیکاٹ ہجران نہ تھا بلکہ تعلیم تھی لہذا یہ حدیث حضرت کعب کی حدیث کے خلاف نہیں۔

یعنی اگر دنیاوی معاملات میں دو مسلمان لڑ پڑیں پھر ملیں تو بہتر وہ ہوگا جو اس کی ابتداء کرے۔ یہاں کشیدگی دور کردینے کی ہدایت ہے کسی خطرناک آدمی سے محتاط رہنا اس کے خلاف نہیں۔ تہاجر اور چیز ہے احتیاط دوسری چیز۔ ابتداء بالسلام کرنے والے کو اس لیے خیر فرمایا کہ وہ تواضع کرتا ہے اللہ کے لیے وہ ہی ہجران دور کرتا ہے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج۶ ص ۸۵۵)

(1598) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ فِيْ كُلِّ اثْنَيْنِ وَخَمِيْسٍ، فَيَغْفِرُ اللّٰهُ لِكُلِّ امْرِئٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا، اِلَّا امْرَئًا كَانَتْ بَيْنَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال ہر جمعرات اور پیر کو پیش کیے جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ہر اس آدمی کو بخش دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتا ہاں ایسے آدمی کو مؤخر کر دیا

وَبَیْنَ اَخِیْهِ شَحْنَاءُ، فَیَقُوْلُ: اتْرُکُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

جاتا ہے جو اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے متعلق بغض رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو حتیٰ کہ یہ آپس میں صلح کرلیں۔ (مسلم)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ناس سے مراد مسلمان ہیں اور جمعہ سے مراد ہفتہ ہے۔ مرتین فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ ایک دن میں دوبار پیشی نہیں ہوتی بلکہ ہر دن میں ایک بار یہ پیشی بارگاہِ الٰہی میں ہوتی ہے یا اس فرشتے کے سامنے جو لوگوں کے اعمال کا محافظ بنایا گیا ہے، پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں پیشی ہوتی ہے۔ (مرقات)

یفیئا بنا ہے فَیْئٌ سے بمعنی لوٹنا رجوع کرنا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: تَفِیْءَ اِلٰی اَمْرِ اللّٰهِ۔ یہ ضرب کا مضارع تثنیہ ہے۔ خیال رہے کہ لوگوں کے اعمال جمعہ کے دن حضرات انبیاء کرام بلکہ ماں باپ پر بھی پیش کیے جاتے ہیں، وہ حضرات ہماری نیکیاں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں گناہ دیکھ کر رنجیدہ اس لیے علماء فرماتے ہیں کہ گناہ کرکے اپنے مرے ہوئے ماں باپ کو نہ ستاؤ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ نہ دو اس کا یہ مطلب ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۵۸)

(1599) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اِنَّ الشَّیْطٰنَ قَدْ یَئِسَ اَنْ یَّعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِیْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ، وَلٰکِنْ فِی التَّحْرِیْشِ بَیْنَهُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "التَّحْرِیْشُ": اَلْاِفْسَادُ وَتَغْیِیْرُ قُلُوْبِهِمْ وَتَقَاطُعُهُمْ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان اس بات سے ناامید ہوگیا ہے کہ نمازی جزیرۃ العرب میں اس کی عبادت کریں لیکن ان کے درمیان اختلاف پیدا کرتا ہے۔ (مسلم) التحریش: کا مطلب ہے فساد ڈالنا' دلوں کا بدلنا' تعلقات کا منقطع کرنا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریش الشیطان و بعثه سرایاه لفتنة الناس، جلد 8، صفحه 138، رقم 7281، سنن ترمذی، باب ماجاء فی التباغض، جلد 2، صفحه 330، رقم 1937، صحیح ابن، باب ماجاء فی الفتن، جلد 13، صفحه 269، رقم 5941، مجمع الزوائد للهیثمی، باب تطیرها من الشرك، جلد 3، صفحه 644، رقم 5782، مسند امام احمد، مسند جابر بن عبدالله رضی الله عنه، جلد 3، صفحه 313، رقم 14406)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی عرب کے عام مسلمان اعمال شرکیہ نہ کریں گے یا علی العموم مرتد نہ ہوں گے، ایک آدھ آدمی کا مرتد ہوجانا اس کے خلاف نہیں۔ عرب کو جزیرہ اس لیئے فرمایا کہ اسے بحر فارس و روم اور دجلہ و فرات نے گھیرا ہے، عرب کی لمبائی عدن سے شام تک ہے، چوڑائی جدہ سے ریف عراق تک۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام اور مولود شریف، عرس، فاتحہ، ختم، حضور سے مدد مانگنا وغیرہ شرک نہیں کیونکہ یہ تمام چیزیں عام مسلمانان عرب کا ہمیشہ سے

دستور ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز شرک ہوتی تو عرب شریف کے مسلمانوں میں کبھی مروج نہ ہوتی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عجم کبھی عرب کی طرح محترم نہیں ہوسکتا۔ ہر جگہ مسلمان علی العموم مرتد ہوسکتے ہیں وہاں کے مسلمان نہیں ہوسکتے۔ خیال رہے کہ اگرچہ مسلیمہ کذاب نے عرب کے بہت مسلمانوں کو مرتد کرلیا مگر اس ارتداد کا بفضلہ تعالیٰ بقا نہ رہا ایک وقتی چیز تھی جو ختم ہوگئی جس کا اعتبار نہیں۔

یعنی عرب کو آپس میں لڑاتا بھڑاتا رہے گا۔ چنانچہ آخر زمانہ عثمانی سے جو اختلاف شروع ہوا وہ آج تک ختم ہونے میں نہیں آتا اگرچہ اتحاد عرب کے نعرے لگائے جارہے ہیں مگر اس کی حقیقت مفقود ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۸۵۵)

(1600) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ، دَخَلَ النَّارَ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے اگر وہ ایسی حالت میں مر گیا تو آگ میں داخل ہوگا۔ ابوداؤد نے اسے بخاری و مسلم کی اسناد کی شرط کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فیمن یهجر اخاه المسلم، جلد 4، صفحه 431، رقم 4916 سنن السنائی الکبری، باب کم تهجر، جلد 5، صفحه 369، رقم 9161 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی هريرة رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 392، رقم 9081 مشکوة المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، صفحه 91، رقم 5035)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زیادہ سے مراد یا تو ایک ساعت کی زیادتی ہے یا چوتھے دن کی زیادتی یعنی اگر چار دن چھوڑے رہا یا تین سے ایک ساعت زیادہ چھوڑا۔ (مرقات)

یعنی ہجران کی سزا کا مستحق ہوگا، مسلمان بھائی سے عداوت دنیاوی آگ، حسد، بغض کینہ یہ سب مختلف قسم کی آگ ہیں اور آخرت میں اس کی سزا وہ بھی آگ ہی ہے رب چاہے تو بخش دے چاہے تو سزا دے دے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۸۶۲)

(1601) وَعَنْ أَبِي خِرَاشٍ حَدْرَدِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ. وَيُقَالُ: السُّلَمِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سمع النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت ابوخراش حدرد بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہیں سلمی صحابی بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے اپنے بھائی کو سال بھر تک چھوڑے رکھا اس کا گناہ اس کو قتل کرنے کی طرح ہے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابو داود، باب فیمن یھجر اخاه المسلم، جلد 4، صفحه 431، رقم 4917، الآداب للبیھقی، باب فی ھجرة المسلم اخاه فی الدین، صفحه 135، رقم 230، المستدرک للحاکم، کتاب البر و الصلة، جلد 6، صفحه 143، رقم 7292، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی خداش السلمی، جلد 4، صفحه 220، رقم 17964، معرفة الصحابة لابی نعیم، باب من اسمه حصین، جلد 6، صفحه 405، رقم 2069

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان کا نام حدرد ابن حدرد سلمی ہے، قبیلہ بنی سلیم سے ہیں، آپ صحابی ہیں، آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے، کنیت ابو خراش ہے، آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے، صحابیت میں بڑی فضیلت ہے حالات معلوم ہوں یا نہ ہوں۔

یعنی جیسے مسلمان کا ناحق قتل بڑا گناہ ہے ایسے ہی اسے ناحق سال بھر تک چھوڑے رہنا بڑا گناہ۔ خون بہانے میں جسم کو تکلیف پہنچتی ہے اتنی دراز مدت تک چھوڑے رہنے سے اس کے دل کو ایذاء پہنچتی ہے۔ سال کا ذکر اس لیے فرمایا کہ سال دراز مدت ہے جس میں اکثر مسافر اپنے گھر لوٹ آتے ہیں، اس میں ہر موسم ہوتا ہے، سردی گرمی بہار خزاں جن میں مختلف لوگوں کے مزاج پر اثر ہوتا ہے ایسا سخت دل ہے کہ کسی موسم میں اس کا دل نرم اور غصہ ٹھنڈا نہ ہوا، جو دل سال بھر تک صاف نہ ہو آئندہ اس کے صاف ہونے کی امید نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٨٦٣)

(1602) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلَاثٌ، فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَاِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْاَجْرِ، وَاِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَآءَ بِالْاِثْمِ، وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ. قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: "اِذَا كَانَتِ الْهِجْرَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰى فَلَيْسَ مِنْ هٰذَا فِيْ شَيْءٍ".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی ایمان دار کے لیے یہ حلال نہیں کہ دوسرے ایمان دار کو تین دن سے زیادہ چھوڑے پس اگر تین دن گزر جائیں تو اس کو چاہیے کہ جب اس سے ملے تو اس کو سلام کرے اگر وہ اس کے سلام کا جواب دے تو دونوں ثواب میں حقدار بن گئے اور اگر نہ جواب دیا تو وہ گناہ کے ساتھ لوٹا اور سلام کہنے والا گناہ سے بچ جائے گا۔ اسے ابو داؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام ابو داؤد نے کہا: جب قطع تعلق اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو وہ اس (قطع تعلق) میں شمار نہیں۔

تخریج حدیث: سنن ابو داود، باب فیمن یھجر اخاه المسلم، جلد 4، صفحه 431، رقم 4914، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب من حلف لا یکلم رجلا، جلد 10، صفحه 63، رقم 20522، الادب المفرد للبخاری، باب ان السلام یجزیء من الصوم، صفحه 149، رقم 414، کنز العمال للمتقی، حرف الصاد، جلد 10، صفحه 239، رقم 24875، مشکاة المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، صفحه 92، رقم 5037

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کی شرح اور وجہ پہلے عرض کی جا چکی۔

اصل ثواب میں برابر ہو گئے اگر چہ سلام کی ابتداء کرنے والا اور دوسرے سے ملنے کے لیے جانے والا بڑے ثواب کا مستحق ہے لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں صلح کی ابتداء کرنے والے کا درجہ بڑا فرمایا گیا۔

یعنی تین دن تک جو جدائی رہی اس کے گنہگار دونوں تھے اب اس عمل سے یہ صلح میں پیش قدمی کرنے والا تو گناہ سے نکل گیا مگر دوسرا منہ موڑنے والا گناہ میں گرفتار رہا بلکہ یہ دوسرا گناہ اس پر ہوا صلح سے منہ پھیرنا۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۸۶۳)

138-بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَنَاجِي اثْنَيْنِ دُوْنَ الثَّالِثِ بِغَيْرِ اِذْنِهِ اِلَّا لِحَاجَةٍ وَّهُوَ اَنْ يَّتَحَدَّثَا سِرًّا بِحَيْثُ لَا يَسْمَعُهُمَا وَفِيْ مَعْنَاهُ مَا اِذَا تَحَدَّثَا بِلِسَانٍ لَّا يَفْهَمُهُ

تیسرے کی اجازت اور ضرورت کے بغیر دو آدمیوں کا سرگوشی کرنا منع ہے سرگوشی یہ ہے کہ دو آدمی آپس میں اس طرح بات کریں کہ تیسرا نہ سنے اور اسی معنی میں ہے کہ جب دو آدمی ایسی زبان میں بات کریں جس کو تیسرا نہ سمجھے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ) (المجادلة: 10)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ مشورت تو شیطان ہی کی طرف سے ہے۔

(1603) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً. فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَرَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وزاد: قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: فَاَرْبَعَةً؟ قَالَ: لَا يَضُرُّكَ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تین آدمی ہوں تو تیسرے کے بغیر دو سرگوشی نہ کریں۔ (متفق علیہ) ابوداؤد نے اس کو ان الفاظ کے اضافہ کے ساتھ روایت کیا۔ ابوصالح نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر ﷺ سے دریافت کیا کہ چار ہوں تو فرمایا پھر کوئی حرج نہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لایتناجی اثنان دون الثالث، جلد 5، صفحه 231، رقم 5930 صحیح مسلم، باب تحریم مناجاة الاثنین دون الثالث بغیر رضاه، جلد 7، صفحه 12، رقم 5823 السنن الکبری للبیهقی، باب الرجل یقیم الرجل من مجلسه یوم الجمعة، جلد 3، ص 232، رقم 6107 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه القاسم، جلد 5، صفحه 174، رقم 4988 السنن ابوداؤد، باب فی التناجی، جلد 4، صفحه 414، رقم 4853

شرح حدیث: حضرت سیدنا ملّا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۰۱۴ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تا کہ وہ یہ گمان نہ کرے کہ یہ دونوں اس کے خلاف سرگوشی کر رہے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، ج۸، ص۶۹۹)

اپنے آپ کو بدگمانی سے بچانے کے ساتھ ساتھ ایسے کاموں سے بھی بچیے جن کے سبب دوسروں کے بدگمانی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔

یہ میری زوجہ ہے

حضرت سیدنا علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلّم مسجد میں (مُعْتَکِف) تھے۔ اور آپ کے پاس ازواج مطہرات موجود تھیں وہ اپنے کمروں کو چلی گئیں تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلّم نے حضرت سیّدتنا صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: ٹھہرو میں بھی (تھوڑی دور تک) تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلّم ان کے ساتھ چلے تو دو انصاری صحابہ ملے جو آپ کو دیکھ کر آگے بڑھ گئے۔ آپ نے ان دونوں کو بُلا کر ارشاد فرمایا: یہ (میری زوجہ) صفیہ بنت حیی ہے۔

انہوں نے عرض کی: سبحان اللہ! یارسول اللہ (یعنی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم آپ سے بدگمانی کریں)۔ آپ نے ارشاد فرمایا: شیطان، انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے تو میں نے خوف محسوس کیا کہ کہیں وہ تمہارے دِل میں کوئی وَسْوَسَہ نہ ڈال دے۔ (صحیح البخاری، کتاب الاعتکاف، باب زیارۃ المرأۃ...الخ، الحدیث ۲۰۳۸، ج۱، ص۶۶۹)

شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (اَلْمُتَوَفّٰی ۸۵۲ھ) فتح الباری میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے کاموں سے بچا جائے جو کسی کو بدگمانی میں مبتلا کر سکتے ہوں۔ عُلَماء و مُقْتَدیٰ ہستیوں کو تو بطورِ خاص ہر اس کام سے بچنا چاہیے جس کی وجہ سے لوگ ان سے بدظن ہو جائیں اگرچہ اس کام میں ان کے لئے خُلاصی کی راہ موجود ہو کیونکہ بدظن ہونے کی صورت میں لوگ ان کے علم سے نفع نہیں اٹھا پائیں گے۔ (فتح الباری، الحدیث ۲۰۳۵، ج۴، ص۲۴۲)

رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، قَالَ: كُنْتُ اَنَا وَابْنُ عُمَرَ عِنْدَ دَارِ خَالِدِ بْنِ عُقْبَةَ الَّتِيْ فِي السُّوْقِ، فَجَآءَ رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يُّنَاجِيَهٗ، وَلَيْسَ مَعَ ابْنِ عُمَرَ اَحَدٌ غَيْرِيْ، فَدَعَا ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا اٰخَرَ حَتّٰى كُنَّا اَرْبَعَةً. فَقَالَ لِيْ وَلِلرَّجُلِ الثَّالِثِ الَّذِيْ دَعَا: اسْتَاْخِرَا شَيْئًا، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ وَاحِدٍ".

امام مالک نے مؤطا میں اس کو حضرت عبداللہ بن دینار سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ میں اور حضرت ابن عمر حضرت خالد بن عقبہ کے اس مکان کے پاس تھے جو بازار میں ہے ایک آدمی آیا اس نے ارادہ کیا کہ حضرت ابن عمر کے ساتھ سرگوشی کرے اور حضرت ابن عمر کے ساتھ میرے سوا کوئی اور تھا نہیں تو حضرت ابن عمر نے ایک اور آدمی کو بلایا حتیٰ کہ ہم چار آدمی ہو گئے۔ پھر مجھے اور تیسرے آدمی کو کہا تم دونوں تھوڑا سا پیچھے ہٹ جاؤ میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ دو آدمی تیسرے کے بغیر سرگوشی نہ کریں۔

شرح حدیث: ایک دوسرے کے کان میں بات کرنا (جبکہ تیسرا موجود ہو)

بلاضرورت کسی کی موجودگی میں اسکی اجازت کے بغیر خفیہ مشورہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح

مشورہ کرنے سے تیسرے شخص کو ایذاء ہوگی اور یہ تشویش میں مبتلا ہوگا کہ شاید یہ لوگ میری غیبت کررہے ہیں یا مجھ پر بہتان لگارہے ہیں یا مجھے اس قابل ہی نہیں سمجھتے یا مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں وغیرہ۔ (حدیقہ ندیہ، ج ۲، ص ۳۵۵)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں اپنی حفظ وامان میں رکھے اور دینِ متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا کرے کہ ہماری وجہ سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے، ہمارے ہاتھ و زبان سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔ ہم لوگوں کے بدخواہ نہ ہوں بلکہ خیر خواہ ہوں۔ خوش بخت ہیں وہ لوگ جو اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کرکے اللہ ورسول عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی رضا کے طالب ہوتے ہیں۔ ایسوں کو قلبی سکون اور حقیقی سرور نصیب ہوتا ہے کسی کے ساتھ خیر خواہی کرکے انسان کو ایک عجیب سی خوشی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ جو دوسروں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں، ان کے ساتھ بھی بھلائی ہی کا معاملہ ہوتا ہے۔)

اوروں کے لئے رکھتے ہیں جو پیار کا جذبہ ‏ ‏ ‏ ‏ وہ لوگ کبھی ٹوٹ کے بکھرا نہیں کرتے

(1604) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً، فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ، مِنْ اَجْلِ اَنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تین آدمی ہوں تو تیسرے کے بغیر دو سرگوشی نہ کریں حتیٰ کہ تم لوگوں میں گھل مل جاؤ۔ اس وجہ سے کہ یہ کام اس (تیسرے) کو غمگین کرے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذا کانوا اکثر من ثلاثۃ بأس بالمسارۃ والمناجاۃ، جلد 5، ص 232، رقم 5932۔ صحیح مسلم، باب تحریم مناجاۃ الاثنین دون الثالث بغیر رضاہ، جلد 7 صفحہ 12، رقم 5824۔ الاداب للبیہقی، باب من افتار مزلۃ الناس عند تغیر اکثرھم، صفحہ 138، رقم 237۔ سنن ابن ماجہ، باب لا یتناجی اثنان دون الثالث، جلد 2، ص 121، رقم 3775۔ سنن الدارمی، باب لا یتناجی اثنان دون مناجھما، جلد 2، صفحہ 367، رقم 2657

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خواہ کسی مجلس میں تین مسلمان ہوں یا کسی راستہ پر جاتے ہوئے تین شخص ہمراہ ہوں یہاں ہمراہی اور مصاحبت مراد ہے لہذا حدیث صاف ہے۔

یعنی اگر تین ساتھیوں میں سے دو خفیہ سرگوشی کریں گے تو تیسرے کو اندیشہ ہوگا کہ کوئی بات میرے خلاف طے کی جاوے گی میرے خلاف مشورہ کررہے ہیں، جب تین سے زیادہ آدمی ہوں تو باقی کسی کو یہ خطرہ نہ ہوگا کہ میرے خلاف سازش ہورہی ہے۔ خیال رہے کہ یہ ممانعت وہاں ہے جہاں تیسرے کو اپنے متعلق یہ شبہ ہوسکتا ہو اگر یہ شبہ نہ ہوسکے تو بلاکراہت یہ عمل جائز ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ فاطمہ زہرا حاضر ہوئیں حضور نے انہیں مرحبا کہا اور ان سے کچھ سرگوشی فرمائی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۹۵)

139-بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَعْذِيْبِ الْعَبْدِ وَالدَّابَّةِ وَالْمَرْاَةِ وَالْوَلَدِ بِغَيْرِ سَبَبٍ شَرْعِيٍّ اَوْ زَائِدٍ عَلٰى قَدْرِ الْاَدَبِ

غلام جانور، عورت اور بچے کو سبب شرعی کے بغیر اور حد تادیب سے زیادہ سزا دینا منع ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا) (النساء: 36).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

(1605) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ، فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ، لَا هِيَ اَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا، اِذْ هِيَ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "خَشَاشُ الْاَرْضِ" بِفَتْحِ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ الْمُكَرَّرَةِ، وَهِيَ: هَوَامُّهَا وَحَشَرَاتُهَا.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔ اس نے بلی کو باندھ کر رکھا حتیٰ کہ وہ مرگئی تو وہ آگ میں داخل ہوئی یہ نہ اس کو کھلاتی تھی اور نہ پلاتی تھی اس نے اسے قید کر کے رکھا تھا اور یہ اس کو چھوڑتی بھی نہ تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔ (متفق علیہ) خشاش الارض: خا معجمہ زبر اور شین معجمہ مکررہ کے ساتھ زمین کے کیڑے مکوڑوں کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب خمس من الدواب فواسق یقتلن فی الحرم، جلد 3، ص 1205، رقم 3140، صحیح مسلم، باب ماعرض علی النبی ﷺ فی صلاۃ الکسوف من امر الجنۃ، جلد 3، ص 30، رقم 2138، الاداب للبیہقی، باب من عاجل کل ذنب بالتوبۃ من وسأل اللہ المغفرۃ، جلد 2، صفحہ 22، رقم 850، سنن ابن ماجہ، باب ذکر التوبۃ، جلد 2، صفحہ 141، رقم 4256، سنن النسائی الکبرٰی، ایقول فی السجود فی صلاۃ الکسوف، جلد 1، ص 579، رقم 1883

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اس کے لیے عذاب جہنم کا حکم ہوگیا یا اس پر کوئی دنیوی عذاب نازل ہوا یا عذاب قبر میں گرفتار ہوئی ورنہ دوزخ کا عذاب تو بعد قیامت ہوگا، اسی عورت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دوزخ میں جلتے دیکھا مگر وہ اس لیے نہیں کہ وہ دوزخ میں پہنچ چکی تھی بلکہ اس لیے کہ نگاہ انبیاء قیامت کے بعد ہونے والے واقعات کو بھی دیکھ لیتی ہے۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ پالے ہوئے جانور کا بھی حق ہے کہ اسے کھانا پانی دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ

جانوروں پر ظلم بھی گناہ ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان کے ظلم سے بدتر ہے کیونکہ انسان زبان والا ہے اپنے دکھ دوسروں سے کہہ سکتا ہے بے زبان جانور خدا کے سواء کس سے کہے۔ تیسرے یہ کہ کبھی گناہ صغیرہ پر بھی عذاب ہوجاتا ہے، کبائر سے بچے یا نہ بچے، رب تعالیٰ کا یہ فرمان اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ۔ اس میں بخشش کا حتمی وعدہ نہیں ہے بلکہ امید دلائی گئی ہے اور یہ بخشش رب تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے کیونکہ دوسری آیت میں رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ لہذا نہ تو آیات میں تعارض ہے اور نہ یہ حدیث کسی آیت کے خلاف۔ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے کیونکہ اس عورت کا بلی کو ایک دن کھانا پانی نہ دینا گناہ صغیرہ تھا مگر متواتر عرصہ تک نہ دینے سے کبیرہ بن گیا مگر اس حدیث سے یہ استدلال ضعیف ہے اس کے لیے تو قرآنی آیت موجود ہے وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ص ۱۲۹)

(1606) وَعَنْهُ: اَنَّهٗ مَرَّ بِفِتْيَانٍ مِّنْ قُرَيْشٍ قَدْ نَصَبُوْا طَيْرًا وَّهُمْ يَرْمُوْنَهٗ، وَقَدْ جَعَلُوْا لِصَاحِبِ الطَّيْرِ كُلَّ خَاطِئَةٍ مِّنْ نَّبْلِهِمْ، فَلَمَّا رَاَوْا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوْا، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "اَلْغَرَضُ بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالرَّاءِ وَهُوَ الْهَدَفُ وَالشَّيْءُ الَّذِيْ يُرْمٰى اِلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ وہ قریش کے کچھ نوجوانوں کے پاس سے گزرے جنھوں نے ایک پرندے کو باندھ رکھا تھا اور اس کو تیر مار رہے تھے۔ اور پرندے والے کو ہر خطا ہونے والا تیر دینا طے کیا جب انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو بکھر گئے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: یہ کس نے کیا ہے؟ اللہ اس پر لعنت کرے، جس نے یہ کیا بے شک رسول ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی۔ جس نے کسی جاندار چیز کو تیروں کا نشانہ بنایا۔ (متفق علیہ) "اَلْغَرَضُ": عین معجمہ اور را پر زبر کے ساتھ اس کا مطلب ہے نشانہ باندھنا اور جس شے کی طرف تیر کو پھینکا جائے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکرہ من المثلۃ والمصبورۃ والمجثمۃ، جلد 7، ص 94، رقم 5515 صحیح مسلم، باب النھی عن صبر البھائم، جلد 6، صفحہ 73، رقم 5174 السنن الکبری للبیھقی، باب المنع من صبر الکافر بعہ الاسار بان یتخذ غرضا، جلد 9، صفحہ 70، رقم 18519 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، جلد 2، صفحہ 86، رقم 5587 مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، جلد 5، ص 231، رقم 5652

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں:

اور جانوران خانگی مثل خروس (مرغا) و ماکیان (مرغی) وکبوتر اہلی وغیرہا کا پالنا بلاشبہ جائز ہے جبکہ انہیں ایذا سے بچائے اور آب ودانہ کی کافی خبر گیری رکھے،

خود حدیث میں مُرغ سپید پالنے کی ترغیب ہے:

البیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الدیك یؤذن بالصلوٰۃ من اتخذ دیکا ابیض حفظ من ثلثۃ من شر کل شیطان وساحر وکاھن، وفی الباب عن ابی زید الانصاری عند الحارث فی مسندہ وعن انس بن مالك عند ابی الشیخ فی العظمۃ وعن خالد بن معدان مرسلا عند البغوی فی المعجم وعن ام المؤمنین وعن انس عند الحارث وعن غیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

(کنز العمال عن ابن عمر رضی اللہ عنہما حدیث ۳۵۲۷۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۳۳۴)

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مرغ نماز کے لئے اذان دیتا ہے جس کسی نے سفید مُرغ پالا وہ تین آفتوں سے محفوظ ہوگیا (شیطان کے شر سے (۲) جادوگر کے شر سے (۳) کاہن کے شر سے۔ اس باب میں حضرت ابوزید انصاری سے روایت ہے جو حارث نے اپنی سند میں ذکر کی ہے۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے جو ابوالشیخ نے العظمۃ میں بیان فرمائی اور خالد نے بن معدان سے مرسلاً (یعنی سند کے ذکر کے بغیر) روایت ہے جو امام بغوی نے المعجم میں ذکر فرمائی۔ اور حارث اور دوسرے ائمہ کے نزدیک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

مگر خبرگیری کی یہ تاکید ہے کہ دن میں ستر دفعہ پانی دکھائے کماورد فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ت) ورنہ پالنا اور بھوکا پیاسا رکھنا سخت گنا ہے،

فانہ ظلم والظلم علی الحیوان اشد من الظلم علی الذمی الاشد من الظلم علی مسلم کمانص علیہ فی الدر المختار۔ (الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹)

کیونکہ یہ ظلم ہے اور کسی جانور پر ظلم کرنا ذمی (کافر) پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت ہے جو کہ مسلمان پر ظلم کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے، جیسا کہ درمختار میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے

وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت، رواہ الامام احمد وابوداؤد والنسائی والحاکم والبیہقی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح۔

(سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب صلۃ الرحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۸) (مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۶۰ و ۱۹۴ و ۱۹۵)

اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ جس کی روزی کا وہ ذمہ

دار ہو اس کو ضائع کردے۔ امام احمد، ابوداؤد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے صحت سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی روایت فرمائی۔ (ت)

رہا جانوران وحشی کا پالنا جیسے طوطی، مینا، لال، بلبل وغیرہا، عالمگیری میں قنیہ سے اس کی ممانعت نقل کی اگرچہ آب ودانہ میں تقصیر نہ کرے، حیث قال حبس بلبلا فی قفس وعلفھا لایجوز کذا فی القنیۃ۔

(فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۸۱)

جیسا کہ صاحب قنیہ نے کہا کہ کسی نے بلبل پنجرے میں قید کیا ہو اور اگر اسے آب ودانہ دے تب بھی جائز نہیں، القنیہ میں اسی طرح مذکور ہے۔

مگر نص صریح حدیث صحیح واقوال ائمہ نقد وتنقیح سے صاف جواب واباحت مستفاد ہے جبکہ خبرگیری مذکور بروجہ کافی بجالائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ، ج۸، ص ۶۲۲)

(1607) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَمَعْنَاهُ: تُحْبَسُ لِلْقَتْلِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ جاندار چوپایوں کو باندھ کر تیروں کا نشانہ بنایا جائے۔ (متفق علیہ) اس کا مطلب انہیں باندھ کر مارنا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکرہ من المثلۃ و المصبورۃ والمجثمۃ، جلد 7، صفحہ 95، رقم 5194 صحیح مسلم، باب النھی عن صبر البھائم، جلد 6، صفحہ 72، رقم 5169 السنن الصغرٰی للبیھقی، باب المصبورۃ، جلد 3، صفحہ 197، رقم 4265 المنتقی لابن الجارود، باب ماجاء فی الذبائح، جلد 1، صفحہ 226، رقم 898 سنن ابو داؤد، باب فی النھی ان تصبر البھائم والرفق بالذبیحۃ، جلد 3، ص 58، رقم 2818

شرح حدیث: زخمی گدھا

بانیٔ دعوتِ اسلامی، عاشقِ اعلیٰ حضرت شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ نے ایک بار اپنے سنّتوں بھرے بیان جانوروں کو ستانا حرام ہے میں ضمناً فرمایا کہ میں ایک دن اپنے گھر سے نمازِ ظہر کیلئے نکلا تو دیکھا کہ اپنی گلی کے تھوڑے فاصلے پر ایک بیمار گدھا پڑا ہے۔ اس میں اٹھنے کی سکت نہ تھی، بے چارے کی گردن پر خارش کے باعث زخم ہو گیا تھا۔ جس کے سبب اس نے گردن کو زمین سے اوپر اٹھا رکھا تھا، گردن میں تکلیف بڑھنے پر جیسے ہی گردن زمین پر رکھنا چاہتا تو تکلیف کے باعث دوبارہ گردن اٹھالیتا، وہ انتہائی تکلیف اور بے بسی کے عالم میں مبتلا تھا۔ میں نے جب اُس کی یہ حالت دیکھی تو مجھے اُس پر بہت رحم آیا کہ یہ (بے زبان) جانور ہے کس سے فریاد کرے۔ بہر حال میں نے اپنے گھر سے ایک پُرانی گدڑی منگوالی اور اس کی گردن کے نیچے رکھ دی (تاکہ زمین کی سختی کی تکلیف سے اس کو نجات ملے) ایسا کرنے سے اسے فی الواقع تسکین ہوئی، اور اس

نے اپنی گردن سے گدڑی پر ٹیک لگالی، آپ مانیں یا نہ مانیں، وہ مجھے سر اٹھا کر شکریہ بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

(تعارف امیر اہلسنت مدظلہ العالی ۴۶)

(1608) وَعَنْ اَبِيْ عَلِيٍّ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مِّنْ بَنِيْ مُقَرِّنٍ مَا لَنَا خَادِمٌ اِلاَّ وَاحِدَةٌ لَّطَمَهَا اَصْغَرُنَا فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّعْتِقَهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "سَابِعَ اِخْوَةٍ لِّيْ".

حضرت ابوعلی سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بنومقرن کے ان سات بیٹوں (بھائیوں) میں سے ایک تھا جن سب کا ایک خادم تھا۔ اس کو ہم میں سے سب سے چھوٹے نے ایک تھپڑ مارا تو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو آزاد کر دیں۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے میں اپنے بھائیوں میں ساتواں تھا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب صحبة المماليك و كفارة من لطم عبده، جلد 5، ص 91، رقم 4392، الاماد و المثانی، ذکر سوید بن مقرن المزنی رضی الله عنه، جلد 2، ص 319، رقم 1085، المستدرك للحاكم، كتاب الحدود، جلد 6، ص 408، رقم 8103، مصنف ابن ابی شيبة، باب فی الرجل يلطم خادمه، جلد 3، صفحه 466، رقم 12755، جامع الاصول لابن اثير، النوع الرابع فی الغرب، جلد 8، صفحه 53، رقم 5893

شرح حدیث: وہ ظالم ہے

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر گھر میں بیٹھے رہتے تھے لوگوں نے دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ میں نے اس لئے گھر بیٹھے رہنے کو پسند کیا ہے کہ رعیت خراب ہوگئی ہے سنت جاتی رہی بادشاہوں اور امیروں میں ظلم کی عادت ہوگئی ہے جو شخص اپنی اولاد اور غلام میں اقامت حق میں فرق کرے وہ ظالم ہے۔ (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، صبرہم علی جور الحکام، ص 44 ملخصاً)

(1609) وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّيْ بِالسَّوْطِ، فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِّنْ خَلْفِيْ: "اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ" فَلَمْ اَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ، فَلَمَّا دَنَا مِنِّيْ اِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاِذَا هُوَ يَقُوْلُ: "اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اَنَّ اللهَ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلٰى هٰذَا الْغُلَامِ". فَقُلْتُ: لَا اَضْرِبُ مَمْلُوْكًا بَعْدَهٗ اَبَدًا. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَسَقَطَ السَّوْطُ مِنْ يَّدِيْ مِنْ هَيْبَتِهٖ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هُوَ حُرٌّ

حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے ایک غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا تو میں نے پیچھے سے آواز سنی اے ابومسعود جان لو میں نے غصے کی وجہ سے آواز نہ سمجھی جب وہ میرے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ تھے آپ فرمارہے تھے: اے ابومسعود جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً تم پر زیادہ قدرت والا ہے اس سے جو قدرت تمہیں اپنے غلام پر حاصل ہے۔ میں نے کہا اس کے بعد میں کبھی بھی کسی غلام کو نہ ماروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے رعب سے میرا کوڑا میرے

لِوَجْهِ اللهِ تَعَالٰى، فَقَالَ: "اَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ، لَلَفَحَتْكَ النَّارُ، اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهٰذِهِ الرِّوَايَاتِ.

ہاتھ سے گر گیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کی رضا کے لیے یہ آزاد ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اگر تو یہ نہ کرتا تو تجھے آگ جلاتی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب صحبة المماليك و كفارة من لطم عبده، جلد 5، صفحه 90، رقم 4389، مستخرج أبي عوانة، باب التشديد في فربهم، جلد 7، صفحه 132، رقم 4900، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر، جلد 2، ص 45، رقم 5051، مشكوة المصابيح، باب النفقات و حق المملوك، جلد 2، صفحه 262، رقم 3352، جامع الاصول لابن اثير، النوع الرابع، جلد 8، صفحه 53، رقم 5894

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مشہور صحابی ہیں، بعض نے انہیں اہل بدر سے کہا ہے مگر آپ اس معنے سے اہلِ بدر ہیں کہ بدر میں رہتے تھے غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے، آپ کا نام عقبہ ابن عمرو انصاری ہے، بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے، آخر عمر میں کوفہ قیام رہا ۴۱ھ یا ۴۲ھ میں وفات ہوئی (اکمال)

(آواز نہ سمجھی) یعنی یہ آواز کلام سنا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

(جو قدرت تمہیں اپنے غلام پر حاصل ہے) کیونکہ یہ تمہارا مملوک و غلام ہے مگر تم اللہ تعالٰی کے مملوک بھی ہو مخلوق بھی بندے بھی، جب وہ تمہارے گناہ دیکھتے ہوئے تمہاری روزی بند نہیں فرماتا ہر طرح تم پر کرم کرتا ہے معافی دیتا ہے تو تم بھی اپنے مملوک غلام کو معافی دو۔

(میں کبھی بھی کسی غلام کو نہ ماروں گا) جو یہ فرما رہے تھے آپ کی نظر کی اکسیر اور نصیحت کی تاثیر کا وہ اثر ہوا کہ میرا سارا غصہ ختم ہو گیا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔

(اللہ کی رضا کے لیے یہ آزاد ہے) تا کہ یہ آزادی میرے اس قصور کا کفارہ ہو جائے۔

(اگر تو یہ نہ کرتا تو تجھے آگ جلاتی) کیونکہ تم نے اسے بے قصور مارا یا قصور سے زیادہ مارا اور اس سے معافی چاہی نہیں لہذا یہ مارنا جرم ہوا اور تھا حق العبد، اس لیے خطرہ تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ایسے موقعہ پر آزاد کر دینا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ ہو جانے پر کوئی نیکی کر دینا اچھا ہے کہ یہ نیکی کفارہ بن جاتی ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۲۷۰)

(1610) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَّهٗ حَدًّا لَّمْ يَاْتِهٖ، اَوْ لَطَمَهٗ، فَاِنَّ كَفَّارَتَهٗ اَنْ يُّعْتِقَهٗ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے غلام کو ایسی حد لگائی جس کا جرم اس نے نہیں کیا یا اس کو تھپڑ مارا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دے۔ (مسلم)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بے قصور مارے پیٹے، حد سے مراد صرف شرعی حد نہیں بلکہ ہر سخت مار پیٹ ہے۔

اس طمانچہ سے مراد ظلماً طمانچہ مارنا ہے، ادب سکھانے پڑھانے پر طمانچہ مارنا درست ہے یہ ہی حکم شاگرد، مرید، بچے یا رعایا کو مارنے کا ہے کہ بلاقصور مار پر پکڑ ہے، اس کا کفارہ غلام کے لیے تو اسے آزاد کر دینا ہے، اور باقی لوگوں کے لیے انہیں کچھ دے کر خوش کر دینا ہے، یا اگر وہ لوگ معافی دینے کے لائق ہوں تو ان سے معافی مانگ لینا ہے۔ یہ وہ معمولی باتیں ہیں جن کی ہم پرواہ نہیں کرتے مگر ہیں بڑی خطرناک۔ میں نے سنا ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ کے ہاں کوئی مزدور کام کر رہا تھا کسی نے اسے کہہ دیا او حرامی، اعلیٰ حضرت نے فرمایا اس کی ماں کے زنا کے چار گواہ لاؤ وہ حیران ہو گیا، آخر کار اس نے مزدور سے معافی مانگی اسے پانچ روپے دیئے، اللہ تعالیٰ توفیق خیر دے، انسان اپنی زبان اور اعضاء پر پورا کنٹرول رکھے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۶۹)

(1611) وَعَنْ هِشَامِ بْنِ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ مَرَّ بِالشَّامِ عَلَى أُنَاسٍ مِّنَ الْأَنْبَاطِ، وَقَدْ أُقِيمُوا فِي الشَّمْسِ، وَصُبَّ عَلَى رُؤُوسِهِمُ الزَّيْتُ! فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قِيلَ: يُعَذَّبُونَ فِي الْخَرَاجِ - وَفِي رِوَايَةٍ: حُبِسُوا فِي الْجِزْيَةِ - فَقَالَ هِشَامٌ: أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِنَّ اللهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا". فَدَخَلَ عَلَى الْأَمِيرِ، فَحَدَّثَهُ، فَأَمَرَ بِهِمْ فَخُلُّوا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَلْأَنْبَاطُ" الْفَلَّاحُونَ مِنَ الْعَجَمِ.

حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ شام میں کچھ کاشت کار لوگوں کے پاس سے گزرے جو دھوپ میں کھڑے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں جزیہ نہ دینے کی وجہ سے قید کیا گیا تھا اور ان کے سروں پر تیل ڈالا ہوا تھا۔ تو انہوں نے کہا یہ کیا ہے؟ کہا گیا کہ ان کو خراج نہ دینے کی وجہ سے سزا دی جا رہی ہے۔ تو حضرت ہشام نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔ پھر امیر کے پاس داخل ہو کر یہ حدیث سنائی تو اس نے حکم دیا ان کو چھوڑ دو۔ (مسلم)

الانباط: اس کا مطلب ہے، عجمی کاشت کار۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب الوعید الشدید لمن عذب الناس بغیر حق، جلد 8، صفحہ 32، رقم 6824 السنن الکبری للبیھقی، باب النھی عن التشدید فی جبایة الجزیة، جلد 9، صفحہ 205، رقم 19205 سنن ابوداؤد، باب فی التشدید فی جبایة الجزیة، جلد 3، صفحہ 134، رقم 3047 سنن النسائی، فعل نصاری ربیعة، جلد 5، صفحہ 236، رقم 8771 صحیح ابن، کتاب الحظر والاباحة، جلد 12، صفحہ 427، رقم 5612

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ مشہور تابعی ہیں، حضرت حسین کی شہادت کے سال آپ کی ولادت ہے، ۱۴۶ھ میں وفات پائی، حضرت عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔

ان کا نام عروہ ابن زبیر ابن عوام، آپ بھی تابعی ہیں، مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے آپ بھی ہیں، حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق آپ کی والدہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کے بھانجے صائم الدھر تھے، ۹۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

آپ ہشام ابن حکیم ابن حزام قرشی اسدی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے، آپ کے والد حکیم ابن حزام ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجہ ہیں، ان کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی واقعہ فیل سے تیرہ برس قبل، ایک سو بیس سال کی عمر ہوئی، ۵۴ھ میں وفات پائی، ساٹھ سال کفر میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں، زمانہ جاہلیت میں آپ نے سو ۱۰۰ غلام آزاد کیے۔ (مرقات)

نبط یا نبیط بصرہ اور کوفہ کے درمیان ایک پہاڑ کا نام ہے وہاں کے باشندے عموماً کسان تھے اس لیے اب ہر کسان کو نبطی کہہ دیتے ہیں۔

یعنی حاکم نے ان غریبوں کو تیز دھوپ میں کھڑا کر کے ان کے سروں پر گرم تیل ڈالا تھا تا کہ ٹیکس ادا کر دیں یا بقیہ ٹیکس دے دیں۔

یعنی اب کھولتا پانی، گرم تیل ان سے عذاب دینا حرام ہے کیونکہ یہ عذاب آخرت میں کفار کو رب تعالیٰ دے گا کوئی بندہ کسی کو خدا کا عذاب نہ دے۔

اس حدیث کو احمد، ابوداؤد، بیہقی نے بھی عیاض ابن حکم سے روایت کیا اور ابوداؤد، ترمذی، حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت فرمایا لاتعذبوا بعذاب اللہ کسی کو خدا کا عذاب نہ دو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۴۳۱)

(1612) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا مَّوْسُوْمَ الْوَجْهِ، فَاَنْكَرَ ذٰلِكَ؛ فَقَالَ: "وَاللّٰهِ لَا اَسِمُهٗ اِلَّا اَقْصٰی شَیْءٍ مِّنَ الْوَجْهِ،" وَاَمَرَ بِحِمَارِهٖ فَكُوِیَ فِیْ جَاعِرَتَیْهِ، فَهُوَ اَوَّلُ مَنْ كَوَی الْجَاعِرَتَیْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَلْجَاعِرَتَانِ": نَاحِیَةُ الْوَرِكَیْنِ حَوْلَ الدُّبُرِ.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گدھا دیکھا جس کے چہرہ پر داغنے کا نشان تھا آپ نے اسے ناپسند فرمایا: اللہ کی قسم! میں تو اس کے چہرے سے دور کی جگہ ہی اسے داغوں گا اور آپ علیہ السلام نے اپنے گدھے کے بارے میں حکم دیا کہ اس کے سرینوں پر داغا جائے تو پھر آپ نے اس گدھے کی بابت حکم فرمایا تو اس کے سرینوں کے کنارے کو داغا گیا۔ پس یہ پہلے شخص (یعنی ابن عباس) ہیں جنہوں نے اس کے (گدھے کے) کولہے کے کناروں کو داغا۔ (مسلم) الجاعرتان: جانور کے

سرین کے اردگرد کناروں کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن ضرب الحیوان فی وجهه و وسمه فیه، جلد 6، ص 163، رقم 5675 صحیح ابن، باب المثلة، جلد 12، صفحه 441، رقم 5624 تخریج الاحادیث والاثار الواقعة فی تفسیر الکشاف للزیلعی، سورة ن، الحدیث الثالثة، جلد 4، ص 77 البدر المنیر لابن الملقن، الحدیث الرابع بعد العشرین، جلد 7، صفحه 395

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر یہ گدھا کسی کافر یا منافق کا تھا اور اس نے ہی یہ حرکت کی تھی تب تو لعنت کے معنی بالکل ظاہر ہیں اور اگر کسی مسلمان کا تھا تو لعنت بالوصف گنہگار مسلمان پر جائز ہے جیسے کہا جائے کہ جھوٹے پر لعنت۔ خیال رہے کہ چہرے میں داغ لگانا مطلقًا حرام ہے خواہ جانور کے لگائے یا انسان کے۔ چہرے کے علاوہ جانوروں کو داغنا علامت و پہچان کے لیے جائز ہے خصوصًا زکوۃ وجزیہ کے جانور۔ انسان کے داغ لگانا علاج کے لیے جائز ہے جیسے بعض بیماریوں کا علاج داغ دینا ہی ہوتا ہے، علاج کے علاوہ ممنوع۔ حضرت ابی ابن کعب، سعد ابن معاذ، حضرت جابر اور اسعد ابن زرارہ وغیرہم صحابہ کرام نے بعض زخموں میں داغ لگائے ہیں حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے۔ اس داغ کو عربی میں کیّ کہتے ہیں۔ جن احادیث میں کیّ یعنی داغنے سے منع فرمایا ہے وہاں وجہ کچھ اور ہے جو ان شاء اللہ ہم کتاب الطب میں عرض کریں گے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۳ ۹۷)

(1613) وَعَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ قَدْ وُسِمَ فِيْ وَجْهِهِ، فَقَالَ: "لَعَنَ اللهُ الَّذِيْ وَسَمَهُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اَيْضًا: نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ، وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک گدھے کے پاس سے ہوا جس کے چہرہ میں داغ کا نشان تھا آپ نے فرمایا: اس پر اللہ لعنت فرمائے جس نے اس کو داغا ہے۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور داغ لگانے سے منع فرمایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن ضرب الحیوان فی وجهه و وسمه فیه، جلد 6، صفحه 163، رقم 5674 السنن الکبرٰی للبیهقی، باب ماجاء فی موضع الوسم و فی صفة الوسم، جلد 7، ص 35، رقم 13638 مشکوٰة المصابیح، کتاب الصید و الذبائح، الفصل الاول، جلد 2، صفحه 427، رقم 4078

شرح حدیث: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: تم اس وقت تک ہرگز مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں رحم نہ کرنے لگو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! ہم میں سے ہر ایک رحم دل ہے۔ تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد

فرمایا: اپنے دوست پر رحم کرنا مراد نہیں بلکہ عام رحم دلی مراد ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب رحمۃ الناس، الحدیث: ۱۳۶۷۱، ج ۸، ص ۳۴۰)

سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ ذیشان ہے: رحم کیا کرو تم پر بھی رحم کیا جائے گا اور معاف کردیا کرو تمہیں بھی معاف کردیا جائے گا۔ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے مزید ارشاد فرمایا: بات کو بے توجہی سے سننے والے کے لئے ہلاکت ہے اور جان بوجھ کر اپنے (برے اعمال) پر اصرار کرنے (یعنی ڈٹ جانے) والوں کے لئے ہلاکت ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۵۵۲، ج ۲ ص ۵۶۵)

140- بَابُ تَحْرِيْمِ التَّعْذِيْبِ بِالنَّارِ فِيْ كُلِّ حَيَوَانٍ حَتَّى النَّمْلَةَ وَنَحْوِهَا

ہر جانور کو آگ سے سزا دینا منع ہے حتیٰ کہ چیونٹی وغیرہ کو آگ میں ڈالنا منع ہے

(1614) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْثٍ، فَقَالَ: "اِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَّفُلَانًا لِرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا "فَاَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ: "اِنِّيْ كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ اَنْ تُحْرِقُوْا فُلَانًا وَفُلَانًا، وَاِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ، فَاِنْ وَجَدْتُمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک جنگ میں بھیجا اور فرمایا اگر تمہیں قریش کے فلاں اور فلاں دو آدمیوں کے نام لیے ملیں تو ان کو آگ میں جلا دینا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے جب ہم نے نکلنے کا ارادہ کیا تو فرمایا میں نے تم سے کہا تھا کہ تم فلاں فلاں کو جلا دینا تو آگ کے ساتھ سزا صرف اللہ تعالیٰ دے سکتا ہے اگر وہ تم کو ملیں تو ان کو قتل کر دینا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لایعذب بعذاب اللہ، جلد 3، صفحہ 1098، رقم 2853، المنتقی لابن الجارود، باب النہی عن تحریق ذوات الروح، جلد 1، ص 265، رقم 1057، مسند امام احمد، مسند أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 307، رقم 8054، مصنف ابن شیبۃ، من نہی عن التحریق بالنار، جلد 6، صفحہ 485، رقم 33142، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، باب فتلھم بقرب الاعناق دون المثلۃ، جلد 14، ص 319، رقم 5605

شرح حدیث: آگ کا مالک

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رحمتِ کونین، ہم غریبوں کے دلوں کے چین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے چیونٹیوں کا ایک گھر دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا، تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے دریافت فرمایا: اسے کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کی: ہم نے۔ تو حضور رحمۃ للعٰلمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: آگ کے مالک (یعنی اللہ عزوجل) کے سوا کوئی آگ کا عذاب نہ دے۔

(سنن ابی داود، کتاب الآداب، باب فی قتل الذر، الحدیث: ۵۲۶۸، ص ۱۶۰۷)

تنبیہ

اس گناہ کو مطلقاً کبیرہ گناہ شمار کیا گیا ہے، خواہ اس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو، چھوٹا ہو یا بڑا۔ ہاں علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر جلائے بغیر قتل کرنا ممکن نہ ہو تو جلانا جائز ہے اور ظاہر یہ ہوتا ہے کہ جب فواسق خمس (یعنی چوہا، چیل، کوا، کاٹنے والا کتا (یا بچھو) اور سانپ) کے ضرر کو زائل کرنے کے لئے آگ سے جلانے کا طریقہ متعین ہو گیا تو آگ سے جلانا منع نہیں۔

اور رہا ان کے علاوہ آدمی اور حیوان کو آگ سے جلانا اگر چہ وہ حیوان کھایا نہ جاتا ہو تو یہ کبیرہ گناہ ہے کیونکہ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے ایک مرغی کو باندھ کر تیروں کا نشانہ بنایا ہوا تھا، جب انہوں نے حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا تو بکھر گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا: یہ کس نے کیا ہے؟ بے شک مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس طرح کرنے والے پر لعنت فرمائی اور آگ سے جلانا نشانہ بنا کر تیر مارنے کی طرح یا اس سے بھی سخت ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الصید، باب النہی عن صبر البھائم، الحدیث: ۵۰۶۲، ص ۱۰۲۷)

(1615) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهٖ، فَرَاَيْنَا حُمَّرَةً مَّعَهَا فَرْخَانِ، فَاَخَذْنَا فَرْخَيْهَا، فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَعْرِشُ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "مَنْ فَجَعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا، رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا". وَرَاٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا، فَقَالَ: "مَنْ حَرَّقَ هٰذِهٖ؟" قُلْنَا: نَحْنُ قَالَ: "اِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ. قَوْلُهٗ: "قَرْيَةَ نَمْلٍ" مَعْنَاهُ: مَوْضِعُ النَّمْلِ مَعَ النَّمْلِ.

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک سرخ پرندہ دیکھا اس کے ساتھ دو چوزے تھے ہم نے اس کے چوزے پکڑ لیے تو اس سرخ پرندہ نے گھبراہٹ میں چیخنا شروع کر دیا اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے آپ نے فرمایا: اس کے بچوں کی وجہ سے اسے کس نے پریشان کیا اس کے بچے اس کی طرف واپس کرو۔ اور آپ نے چیونٹیوں کا بل دیکھا جس کو ہم نے جلا دیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا: اس کو کس نے جلایا ہے ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آپ نے فرمایا: آگ کا عذاب صرف رب تعالیٰ کے لیے ہی مناسب ہے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔ "قَرْيَةَ نَمْلٍ": اس کا مطلب ہے چیونٹیوں کا گھر جس میں وہ رہتی ہوں۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی کراهیة حرق العدو بالنار، جلد 3، ص 8، رقم 2675 الاحاد و المثانی، من اسمه حمزة بن عمرو الاسلمی، جلد 4، صفحه 339، رقم 2376 السنن الکبری للبیهقی، باب المنع من احراق المشرکین بالنار بعد الاسار، جلد 9، ص 72، رقم 18526 سنن سعید بن منصور، باب کراهیة أن یعذب بالنار، جلد 2، ص 243، رقم 2643

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے) استنجاء کے لیے جنگل میں تشریف لے گئے لوگوں سے بہت دور۔

(ہم نے ایک سرخ پرندہ دیکھا) لالی کی غیر موجودگی میں اس کے بچے پکڑ لیے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

اس طرح کہ زمین کے قریب آکر پر پھیلا کر گرنے لگی اپنے بچوں کے فراق میں یا ہمارے سروں پر بچھی جانے لگی اسے پتہ چل گیا کہ میرے بچے ان کے پاس ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ امر وجوبی ہے کیونکہ بلا فائدہ شکاری جانور کے بچے پکڑ کر اس کی ماں کو دکھ دینا منع ہے مگر مرقات نے فرمایا کہ یہ حکم استحبابی ہے شکاری جانور کے بچوں کا شکار جائز ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ بلا ضرورت شکار ممنوع ہے ہاں ضرورتًا جائز، ضرورت سے مراد گوشت کھانا یا ان کا ضرر دفع کرنا۔

(چیونٹیوں کا بل دیکھا جس کو ہم نے جلا دیا تھا) کہ ایک جگہ چیونٹیاں بہت تھیں ہم نے اس جگہ آگ بچھادی جس سے وہ جگہ ہی جل گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت سب کو حضور کے فیض کی ضرورت ہے، دیکھو کچھ دیر کے لیے حضور غائب ہوئے تھے کہ ان حضرات سے دو غلطیاں ہو گئیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۴۵۰)

141-بَابُ تَحْرِيْمِ مَطْلِ الْغَنِيِّ بِحَقٍّ طَلَبَهُ صَاحِبُهُ

حق دار کا اپنے حق کا مطالبہ کرنے پر مال دار کا ٹال مٹول کرنا حرام ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (اِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا) (النساء: 58).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهُ) (البقرة: 283).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اگر تم میں ایک کو دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ جسے اس نے امین سمجھا تھا اپنی امانت ادا کر دے۔

(1616) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيءٍ فَلْيَتْبَعْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. مَعْنٰى "اُتْبِعَ": اُحِيلَ.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کی پیروی کی جائے اور وہ گنجائش والا ہو تو اس کو تقاضا پورا کر دینا چاہیے۔ (متفق علیہ)

"أُتْبِعَ": کا مطلب ہے حوالے کیا گیا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب فی الحوالة وھل یرجع فی الحوالة، جلد 2، صفحه 799، رقم 2166 صحیح مسلم، باب تحریم مطل الغنی وصحة الحوالة واستحباب قبولھا، جلد 5، ص 34، رقم 4085 السنن الصغرٰی للبیھقی، باب الحوالة، جلد 2، ص 121، رقم 2183 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه سعید، جلد 4، صفحه 63، رقم 3615 المنتقی لابن الجارود، باب المبالعات المنھی عنھا من الغرر، جلد 1، ص 154، رقم 599

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جس مقروض کے پاس ادائے قرض کے لیے پیسہ ہو پھر ٹالے تو وہ ظالم ہے اسے قرض خواہ ذلیل بھی کر سکتا ہے اور جیل بھی بھجوا سکتا ہے، یہ شخص مقروض گنہگار بھی ہوگا کیونکہ ظالم گنہگار رہوتا ہی ہے۔

حوالہ کے معنی ہیں نقل ذمۃ الی ذمۃ یعنی اپنا قرض دوسرے کے ذمہ ڈال دینا۔ اتبع باب افعال کا ماضی مجہول ہے یعنی تابع بنایا جائے، ملئ بمعنی غنی جس کی جیب مال سے بھری ہو، یہ امر استحبابی ہے یعنی اگر تمہارا مقروض تم سے کہے کہ میرا قرض فلاں سے وصول کر لینا اور وہ فلاں بھی قبول کر لے تو بہتر ہے کہ اس مقروض کا پیچھا چھوڑ دو اور اس غنی سے ہی وصول کر لو، تمہیں تو اپنے قرض سے غرض ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۰۹)

142- بَابُ كَرَاهَةِ عَوْدِ الْإِنْسَانِ فِيْ هِبَةٍ لَمْ يُسَلِّمْهَا إِلَى الْمَوْهُوْبِ لَهٗ وَفِيْ هِبَةٍ وَّهَبَهَا لِوَلَدِهٖ وَسَلَّمَهَا أَوْ لَمْ يُسَلِّمْهَا وَكَرَاهَةِ شِرَائِهٖ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهٖ مِنَ الَّذِيْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ أَوْ أَخْرَجَهٗ عَنْ زَكٰوةٍ أَوْ كَفَّارَةٍ وَّنَحْوِهَا وَلَا بَأْسَ بِشَرَائِهٖ مِنْ شَخْصٍ اٰخَرَ قَدِ انْتَقَلَ إِلَيْهِ

اس ہبہ کو واپس لینا مکروہ ہے جو انسان نے سپرد نہ کیا ہو اور وہ ہبہ بھی جو اس نے اپنی اولاد کو دیا ہو سپرد کیا ہو یا نہ کیا ہو اور صدقے کی چیز ایسے شخص سے خریدنے کی کراہت جسے صدقہ دیا ہو یا اسے بطور زکوٰۃ اور کفارہ وغیرہ کے لئے نکالا ہو البتہ کسی دوسرے شخص سے جس کی طرف وہ چیز آگے منتقل ہو گئی ہو، خریدنے میں کوئی حرج نہیں

(1617) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلَّذِيْ يَعُوْدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِيْ قَيْئِهٖ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "مَثَلُ الَّذِيْ يَرْجِعُ فِيْ صَدَقَتِهٖ، كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيْئُ، ثُمَّ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ فَيَأْكُلُهٗ".

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے ہبہ میں رجوع کرتا ہے وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے اپنی قے کو چاٹتا ہے۔ (متفق علیہ) اور ایک اور روایت میں یہ ہے کہ اس کی مثال جو اپنے صدقہ میں رجوع کرتا ہے۔ کتے کی

وَفِي رِوَايَةٍ: "اَلْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ". طرح ہے جو تے کر کے پھر تے میں لوٹے اور اس کو کھائے اور ایک روایت میں ہے جو اپنے ہبہ میں لوٹے' وہ اس طرح کی ہے جو تے کر کے اس کو چاٹے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب یاحل لاحد أن یرجع فی هبة وصدقته، جلد 2، صفحه 924، رقم 2479 صحیح مسلم، باب تحریم الرجوع فی الصدقة والهبة بعد القبض الاما وهبه لولده، جلد 5، ص 64، رقم 4261 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 430، رقم 9547 المحرر فی الحدیث لابن عبد الهادی، باب الهبة، صفحه 519، رقم 946 مصنف ابن ابی شیبة، باب من کره الرجوع فی الهبة، جلد 6، صفحه 477، رقم 22136

شرح حدیث: ہبہ واپس لینے کا بیان

کسی کو چیز دے کر واپس لینا بہت بُری بات ہے حدیث میں ارشاد ہوا اسکی مثال ایسی ہے جس طرح کتا قے کر کے پھر چاٹ جاتا للہٰذا مسلمان کو اس سے بچنا ہی چاہیے مگر چونکہ ہبہ ایسا تصرف ہے کہ واہب پر لازم نہیں اگر دے کر واپس ہی لینا چاہے تو قاضی واپس کر دے گا اُسے نہ واپس لینے پر مجبور نہیں کریگا اور یہ واپس لینے کا حکم بھی حدیث سے ثابت ہے مگر سب جگہ واپس نہیں کر سکتا بعض صورتیں ایسی ہیں کہ اُن میں واپس لے سکتا ہے اور بعض میں نہیں یہاں اِسی کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

مسئلہ ۱: ہبہ میں اگر موہوب لہ کا قبضہ ہی نہیں ہوا ہے تو ابھی ہبہ کی تمامیت ہی نہیں ہوئی ہے اگر واہب نے رجوع کر لیا تو ہبہ بھی ختم ہو گیا اس کو رجوع نہیں کہتے رجوع یہ ہے کہ تمام ہو چکا ہے موہوب لہ نے قبضہ کر لیا ہے اس کے بعد واپس لے۔
(الدر المختار، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۸، ص۵۸۶)

مسئلہ ۲: جب موہوب لہ کو قبضہ دیدیا تو اب رجوع کرنے کے لیے قاضی کا حکم دینا یا موہوب لہ کا راضی ہونا ضروری ہے اور قبضہ نہ کیا ہو تو اس کی ضرورت نہیں۔ (الفتاوی الھندیة، کتاب الھبة، الباب الخامس فی الرجوع... إلخ، ج ۴، ص ۳۸۵)

مسئلہ ۳: واہب نے کہہ دیا ہے کہ میں اس ہبہ کو واپس نہیں لوں گا جب بھی واپس لے سکتا ہے اُس کا یہ کہہ دینا مانعِ رجوع نہیں۔ (البحر الرائق، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج ۷، ص ۴۹۵)

اور اگر حقِ رجوع سے مصالحت کر لی ہے تو رجوع نہیں کر سکتا کہ صلح میں جو چیز دی ہے ہبہ کا عوض ہے۔
(الفتاوی الھندیة، کتاب الھبة، الباب الخامس فی الرجوع... إلخ، ج ۴، ص ۳۹۱)

مسئلہ ۴: ایک شخص نے دوسرے سے کہا فلاں کو ایک ہزار روپیہ میری طرف سے ہبہ کر دو اُس نے کر دیے اور موہوب لہ نے قبضہ بھی کر لیا ہبہ تمام ہو گیا دوسرا شخص واپس نہیں لے سکتا نہ پہلے سے لے سکتا ہے نہ موہوب لہ سے اور وہ پہلا چاہے تو موہوب لہ سے واپس لے سکتا ہے کہ واہب یہی ہے وہ دینے والا متبرع ہے اور اگر پہلے نے یہ کہا ہے کہ فلاں کو ایک ہزار ہبہ کر دو میں اس کا ضامن ہوں اور اُس نے دیدیے تو پہلا شخص ضامن ہے دوسرا اس سے لے سکتا ہے موہوب لہ سے نہیں لے سکتا اور پہلا شخص موہوب لہ سے واپس لے سکتا ہے۔ (البحر الرائق، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج ۷، ص ۴۹۵)

مسئلہ ۵: صدقہ دیکر واپس لینا جائز نہیں لہٰذا جس کو صدقہ دیا تھا اُس نے عاریت یا ودیعت سمجھ کر کچھ دنوں کے بعد واپس دیا اس کو لینا جائز نہیں اور لے لیا ہو تو واپس کردے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الھبۃ، الباب الثانی عشر فی الصدقۃ، ج۴، ص۴۰۶)

مسئلہ ۶: دَین کے ہبہ میں رجوع نہیں کرسکتا مثلاً دائن نے مدیون کو دَین ہبہ کردیا اور مدیون نے قبول کرلیا دائن واپس نہیں لے سکتا کہ یہ اسقاط ہے مگر قبول کرنے سے پہلے واپس لے سکتا ہے۔

(البحر الرائق، کتاب الھبۃ، باب الرجوع فی الھبۃ، ج۷، ص۴۹۵)

مسئلہ ۷: رجوع کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ رجوع کے الفاظ بولے مثلاً رجوع کیا، واپس لیا، ہبہ کو توڑ دیا، باطل کردیا اور اگر الفاظ نہیں بولے بلکہ اُس چیز کو بیع کردیا یا اپنی چیز میں خلط کردیا یا کپڑا تھا رنگ دیا یا غلام تھا آزاد کردیا یہ رجوع نہیں بلکہ یہ تصرفات بیکار ہیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الھبۃ، الباب الخامس فی الرجوع... الخ، ج۴، ص۳۸۶)

مسئلہ ۸: واہب کو موہوب لہ سے ہبہ کو خریدنا نہ چاہیے کہ یہ بھی رجوع کے معنے میں ہے کیونکہ موہوب لہ یہ خیال کریگا کہ یہ چیز اسی کی دی ہوئی ہے پورے دام لینے سے اُسے شرم آئے گی مگر باپ نے بیٹے کو کوئی چیز دی ہے پھر خریدنا چاہتا ہے تو خرید سکتا ہے کہ شفقت پدری کم دام دینے سے مانع ہوگی۔

(البحر الرائق، کتاب الھبۃ، باب الرجوع فی الھبۃ، ج۷، ص۴۹۵)

مسئلہ ۹: ہبہ میں رجوع کرنے سے سات چیزیں مانع ہیں اُن سات کو اِن الفاظ میں جمع کیا گیا ہے۔ دمع خزقہ دال سے مُراد زیادت متصلہ ہے۔ میم سے مراد موت یعنی واہب و موہوب لہ دونوں میں سے کسی کا مرجانا۔ عین سے مراد عوض۔ خا سے مراد خروج یعنی ہبہ کا ملک موہوب لہ سے خارج ہوجانا۔ زا سے مراد زوجیت۔ قاف سے مراد قرابت۔ ہا سے ہلاک۔

(بہارشریعت صفحہ ۸۳۔ ۸۴)

(1618) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهُ، فَاَرَدْتُ اَنْ اَشْتَرِيَهُ، وَظَنَنْتُ اَنَّهُ يَبِيْعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ وَاِنْ اَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ؛ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَوْلُهُ: "حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ" مَعْنَاهُ: تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلٰى بَعْضِ

حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ ہم نے اللہ کی راہ میں ایک گھوڑے پر کسی کو سوار کیا تو (وہ گھوڑا) جس کے پاس تھا اس نے اس کو ضائع کیا (کمزور کردیا) میں نے ارادہ کیا کہ اس کو خرید لوں اور مجھے گمان ہوا کہ وہ یہ سستا فروخت کردے گا۔ پس میں نے رسول اللہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: نہ خریدو اور نہ اپنے صدقہ میں لوٹو۔ اگرچہ وہ تمہیں ایک درہم میں دے کیونکہ اپنے صدقہ میں لوٹنے والا اپنی

الْمُجَاهِدِيْنَ. ــــــتے میں لوٹنے والے کی طرح ہے۔ (متفق علیہ) حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: کا معنی ہے میں نے بعض مجاہدین پر اس کو صدقہ کر دیا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب هل لشتری صدقته، جلد 2، صفحه 542، رقم 1419 صحیح مسلم، باب کراهة شراء الانسان ما تصدق به ممن تصدیق علیه، جلد 5، ص 33، رقم 4248 السنن الکبریٰ للبیهقی، باب کراهیة ابتیاع ما تصدق به من یدی من تصدق علیه، جلد 4، ص 151، رقم 7883 سنن النسائی، باب شراء الصدقة، جلد 5، صفحه 108، رقم 2615 صحیح ابن حبان، باب الرجوع فی الهبة، جلد 11، صفحه 526، رقم 5126

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بطور خیرات تا کہ اس پر جہاد وغیرہ کیا کرے، عاریۃً دینا مراد نہیں بلکہ مالک بنا دینا مراد ہے۔

اس طرح کہ اس کی خدمت کم کی جس سے وہ کمزور ودبلا ہو کر گویا برباد ہی ہو گیا۔

یا اس لیے گھوڑا کمزور ہو چکا ہے جس سے اس کی قیمت گھٹ گئی یا اس لیے کہ میں اس کا محسن ہوں مجھے رعایت سے دے گا کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔

اس جملہ کی بناء پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اپنے دیئے ہوئے صدقہ کا خریدنا حرام ہے مگر حق یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے اور کراہت کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس موقعہ پر فقیر صدقہ دینے والے کی گزشتہ مہربانی کا خیال کرتے ہوئے اسے سستا دے گا اور یہ قیمت کی کمی صدقہ کی واپسی ہے مثلاً اگر سو روپیہ کا مال اس نے ۸۰ میں دے دیا تو گویا صدقہ دینے والے نے بیس روپیہ صدقہ کر کے واپس لے لئے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ملک بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ اس کی مثال بالکل یوں سمجھ لو کہ اگر تم نے اپنے پڑوسی فقیر کو صدقہ دیا اس نے اس مال کا کھانا پکا کر تمہاری دعوت کی یہ اگر اس مہربانی کے شکریہ میں ہو تو وہ دعوت ناجائز ہے اور اگر عام دعوت تھی جس میں اتفاقاً تمہیں بھی بلا لیا گیا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اس تشبیہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ ممانعت تنزیہی ہے کیونکہ کتے کے اپنی قے کو چاٹ لینے سے اس کا پیٹ تو بھر ہی جائے گا مگر یہ کام گھناؤنا ہے ایسے ہی اپنے صدقہ کو خرید لینے سے ملکیت تو حاصل ہو ہی جائے گی اگر چہ کام بہت برا ہے، یہی تشبیہ ہبہ واپس لینے والے پر بھی دی گئی ہے حالانکہ ہبہ کی واپسی بالاتفاق جائز ہے اگر چہ مکروہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۸۰)

143- بَابُ تَأْكِيْدِ تَحْرِيْمِ مَالِ الْيَتِيْمِ یتیم کے مال (کو کھانے) کی تاکیدی حرمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا) (النساء: 10).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دام جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے میں جائیں گے۔

شرح: حضرتِ صدر الاُفاضل سیِّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں: یعنی یتیموں کا مال ناحق کھانا گویا آگ کھانا ہے کیونکہ وہ سبب ہے عذاب کا۔ حدیث شریف میں ہے روز قیامت یتیموں کا مال کھانے والے اِس طرح اُٹھائے جائیں گے کہ اُن کی قبروں سے اور اُن کے منہ سے اور اُنکے کانوں سے دھواں نکلتا ہوگا تو لوگ پہچانیں گے کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ) (الأنعام: 152).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور یتیموں کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقہ سے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَيَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَّاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ) (البقرة: 220).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر اپنا ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضِل سیِّدُ نا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: کہ ان (یتیموں) کے اموال کو اپنے مال سے ملانے کا کیا حکم ہے شان نزول آیت اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا کے نزول کے بعد لوگوں نے یتیموں کے مال جدا کر دیئے اور ان کا کھانا پینا علیحدہ کر دیا اس میں یہ صورتیں بھی پیش آئیں کہ جو کھانا یتیم کے لئے پکایا اور اس میں سے کچھ بچ رہا وہ خراب ہو گیا اور کسی کے کام نہ آیا اس میں یتیموں کا نقصان ہوا یہ صورتیں دیکھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر یتیم کے مال کی حفاظت کی نظر سے اس کا کھانا اس کے اولیاء اپنے کھانے کے ساتھ ملالیں تو اس کا کیا حکم ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یتیموں کے فائدے کے لئے ملانے کی اجازت دی گئی۔ (خزائن العرفان)

(1619) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ!" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: "الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَكْلُ الرِّبَا، وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلْمُوْبِقَاتُ": اَلْمُهْلِكَاتُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو! صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' جادو کرنا' اس جان کو قتل کرنا جس کو اللہ نے حرام کیا ہے' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' جنگ کے دن فرار ہو جانا اور پاک دامن بھولی بھالی ایمان دار عورتوں پر الزام تراشی کرنا۔ (متفق علیہ)

"اَلْمُوْبِقَاتُ": اس کا مطلب ہلاک کرنے والیاں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب رمی المحصنات، جلد 6، صفحہ 251، رقم 6465 صحیح مسلم، باب بیان الکبائر و اکبرھا۔

جلد 1، صفحہ 64، رقم 272 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب تحریم القتل من السنۃ، جلد 8، صفحہ 20، رقم 16270 اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب الادب، جلد 6، صفحہ 192، رقم 5656 سنن ابو داؤد، باب ماجاء فی التشدید فی اکل مال الیتیم، جلد 3، ص 74، رقم 2876

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا) یعنی مطلقاً کفر کیونکہ کوئی کفر گناہ صغیرہ نہیں سب کبیرہ ہیں۔

جادو کرنا یا بلا ضرورت جادو سیکھنا۔ خیال رہے کہ جادو اتارنے کے لیے جادو سیکھنا جائز بلکہ ضروری ہے۔ اگر جادو میں الفاظ کفریہ ہیں تو جادوگر مرتد ہو جاتا ہے۔ ورنہ فقط مفسد دونوں قسم کے جادوگر واجب القتل ہیں۔ پہلا ارتداد اور فساد کی وجہ سے اور دوسرا فقط فساد کی بناء پر۔ (از اشعۃ اللمعات)

یعنی سود لینا خواہ کھائے خواہ پہنے یا کسی اور کام میں لائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سود لینا گناہ کبیرہ ہے نہ کہ دینا۔

یعنی ظلماً اس کا مال مارنا کیونکہ یتیم رحم کے قابل ہے اس پر ظلم بدترین گناہ ہے۔

یعنی کفار کے مقابلہ سے بھاگ جانا کیونکہ اس میں غازیوں کو نقصان پہنچانا ہے اور اسلام کی توہین۔ خیال رہے کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ جب ہے کہ بزدلی سے ہو اگر کفار کا دباؤ بڑھ جانے سے مجبوراً مورچہ چھوڑنا پڑے تو اس کا یہ حکم نہیں ایسے موقعہ پر ڈٹ جانا اور شہید ہو جانا افضل ہے لیکن پیچھے پھر جانا گناہ کبیرہ نہیں تدبیر جنگی کی بنا پر پیچھے ہٹنا ثواب ہے۔

زنا کا یعنی جو نیک بخت زنا کو جانتی بھی نہ ہوں انہیں تہمت لگانا گناہ ہے صراحۃً، ضمناً لہذا کسی عورت کو غصہ میں زانیہ یا بدمعاش کہنا بھی اسی میں داخل ہے۔ خیال رہے کہ نیک مرد اور چالاک عورتوں کو بھی زنا کی تہمت لگانا گناہ ہے مگر غافلہ عورتوں کو تہمت لگانا بہت زیادہ گناہ ہے جس کی سزا دنیا میں اسی کوڑے اور آخرت میں سخت عذاب۔

مرقاۃ میں ہے کہ ۱۷ گناہ کبیرہ بہت سخت ہیں: چار دل کے: (۱) شرک وکفر (۲) گناہ پر اڑنے کی نیت (۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی (۴) عذاب پر امن۔ چار زبان میں: (۱) جھوٹی گواہی (۲) پاک دامنوں کی تہمت (۳) جھوٹی قسم (۴) جادو۔ تین پیٹ کے گناہ: (۱) یتیم کا کھانا (۲) شراب پینا (۳) سود کھانا۔ دو شرم گاہ کے: (۱) زنا (۲) لواطت۔ دو ہاتھ کے: (۱) چوری (۲) ناحق قتل۔ ایک پاؤں کا (۱) میدان جہاد سے بھاگ جانا۔ ایک سارے بدن کا: (۱) یعنی والدین کی نافرمانی۔ (مرآۃ المناجیح، ج۱، ص ۵۰)

144-بَابُ تَغْلِيظِ تَحْرِيمِ الرِّبَا

حرمت ربا کا سخت تر ہونا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ صرف اس طرح کھڑے ہوں گے۔ جیسے کہ وہ شخص جس کو شیطان نے چھو کر پاگل کر دیا ہو یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ بیع سود کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ

رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ) - اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا) (البقرۃ: 275- تا 278)۔

نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام تو جس کے پاس رب کریم کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ رک گیا تو اس کے لیے ہے جو گزر چکا (یعنی معاف ہے) اور اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے اور جو لوٹا تو ایسے لوگ ہی آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس کے قول تک کہ ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی ہے اس کو چھوڑ دو۔

شرح: حضرتِ صدر الافاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: اس آیت میں سود کی حرمت اور سود خواروں کی شامت کا بیان ہے سود کو حرام فرمانے میں بہت حکمتیں ہیں بعض ان میں سے یہ ہیں کہ سود میں جو زیادتی لی جاتی ہے وہ معاوضہ مالیہ میں ایک مقدار مال کا بغیر بدل وعوض کے لینا ہے یہ صریح ناانصافی ہے دوم سود کا رواج تجارتوں کو خراب کرتا ہے کہ سود خوار کو بے محنت مال کا حاصل ہونا تجارت کی مشقتوں اور خطروں سے کہیں زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے اور تجارتوں کی کمی انسانی معاشرت کو ضرر پہنچاتی ہے۔ سوم سود کے رواج سے باہمی مودت کے سلوک کو نقصان پہنچتا ہے کہ جب آدمی سود کا عادی ہوا تو وہ کسی کو قرض حسن سے امداد پہنچانا گوارا نہیں کرتا چہارم سود سے انسان کی طبیعت میں درندوں سے زیادہ بے رحمی پیدا ہوتی ہے اور سود خوار اپنے مدیون کی تباہی و بربادی کا خواہش مند رہتا ہے اس کے علاوہ بھی سود میں اور بڑے بڑے نقصان ہیں اور شریعت کی ممانعت عین حکمت ہے مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سود خوار اور اس کے کارپرداز اور سودی دستاویز کے کاتب اور اس کے گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔ (خزائن العرفان)

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ مَشْهُوْرَةٌ، مِنْهَا حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ السَّابِقُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ۔

باقی احادیث اس باب سے متعلق صحیح میں بہت مشہور ہیں ان میں سے ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ سے مروی پچھلے باب میں گزر چکی ہے۔

(1620) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ زَادَ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهٗ: وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهٗ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی۔ (مسلم) ترمذی وغیرہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کے گواہوں پر بھی اور اس کے لکھنے والے پر بھی۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب لعن اکل الربا و موکلہ، جلد 5، صفحہ 50، رقم 4177 السنن الصغری للبیہقی، باب تحریم الربا، جلد 2، صفحہ 57، رقم 1934 سنن ابوداؤد، باب فی اکل الربا و موکلہ، جلد 3، صفحہ 249، رقم 3335 سنن ابن ماجہ، باب التغلیظ فی الربا، جلد 2، صفحہ 764، رقم 2277 سنن ترمذی، باب ماجاء فی اکل الربی، جلد 2، صفحہ 512، رقم 1206

145-بَابُ تَحْرِيمِ الرِّيَاءِ
ریا کاری کی حرمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ) (البينة: 5)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہوکر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ) (البقرة: 264)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا) (النساء: 142)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

(1621) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيْ غَيْرِيْ تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب حصہ داروں سے زیادہ بے پرواہ میں ہوں جس نے کسی کام میں میرے ساتھ کسی کو شریک کرلیا تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من أشرك فی عمله غیر الله، جلد 8، ص 223، رقم 7666 تہذیب الآثار للطبری، ذکر بعض ما حضرنا ذکرہ من ذلک مما صح بهنه، جلد 1، ص 131، رقم 893 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الربع فی الریاء، جلد 4، صفحہ 545، رقم 2651 جمع الجوامع للسیوطی، حرف القاف، جلد 6، صفحہ 151، رقم 15152

شرح حدیث: ریا کاری کو اس مثال سے سمجھئے

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سیِّدُنا امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ریا کاری کو اِس مثال سے سمجھاتے ہیں: مَثَلاً کوئی شخص سارا دن بادشاہ کے سامنے کھڑا رہے جس طرح خدام کی عادت ہوتی ہے لیکن اس کا مقصود بادشاہ کا قُرب حاصل کرنا نہ ہو بلکہ اُس کی کسی کنیز کو دیکھنا ہو تو یہ (یعنی اُس شخص کا کھڑا ہونا) بادشاہ کے ساتھ یقیناً مذاق ہے۔ تو اس

سے زیادہ قابلِ حقارت ونفرت اور کیا بات ہوگی کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت اُس کے کمزور ولاچار بندے کو دکھانے کے لئے کرے جو اس کو بالذات (یعنی ذاتی طور پر) نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ (اِحیاء العلوم ج ۳ ص ۳۶۹ مُلَخَّصاً)

ریا کی تعریف

رِیا کاری کے بعض نقصانات کی معلومات تو ہوئی، آیئے! اب یہ معلوم کرتے ہیں کہ گناہوں بھری رِیا کاری کہتے کسے ہیں! تو سنئے: رِیا کی تعریف یہ ہے: ''اللہ عزوجل کی رِضا کے علاوہ کسی اور اِرادے سے عبادت کرنا'' گویا عبادت سے یہ غرض ہو کہ لوگ اس کی عبادت پر آگاہ ہوں تا کہ وہ ان لوگوں سے مال بٹورے یا لوگ اس کی تعریف کریں یا اسے نیک آدمی سمجھیں یا اسے عزّت وغیرہ دیں۔ (الزواجر ج ۱ ص ۷۶)

(1622) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ، فَأُتِيَ بِهٖ، فَعَرَّفَهُ نِعْمَتَهُ، فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى اسْتُشْهِدْتُ. قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُّقَالَ: جَرِيْءٌ! فَقَدْ قِيْلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ. وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ، وَقَرَاَ الْقُرْاٰنَ، فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا. قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ، وَقَرَاْتُ فِيْكَ الْقُرْاٰنَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ لِيُقَالَ: عَالِمٌ! وَقَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ لِيُقَالَ: هُوَ قَارِئٌ؛ فَقَدْ قِيْلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ. وَرَجُلٌ وَّسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ، فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ، فَعَرَفَهَا. قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ اَنْ يُّنْفَقَ فِيْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ. قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ: جَوَادٌ! فَقَدْ قِيْلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک لوگوں میں سب سے پہلے جس کے خلاف فیصلہ ہوگا وہ وہ آدمی ہے جو شہید کیا گیا ہے پس اسے لایا جائے گا (اللہ تعالیٰ) اس کو اپنی نعمتیں پہچان کروائے گا وہ پہچانے گا فرمائے گا کیا تو نے ان سے کیا کام کیا وہ عرض کرے گا میں نے تیرے راستہ میں جہاد کیا۔ حتیٰ کہ شہید ہو گیا' فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا ہے تو نے لڑائی کی تھی تا کہ کہا جائے کہ یہ بہادر ہے۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا۔ تو اس کو گھسیٹ کر آگ میں ڈالا جائے گا اور تب ایک آدمی جس نے علم سیکھا اور سکھایا تھا اور قرآن پاک پڑھا تھا اس کو لایا جائے گا اس کو نعمتوں کی پہچان کروائے گا۔ وہ انہیں پہچانے گا (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو نے اس میں کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے سیکھا اور سکھایا تھا اور قرآن پڑھا (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا' تو نے اس لئے علم سیکھا تا کہ کہا جائے کہ تو عالم کہلائے اور تو نے قرآن پڑھا تا کہ تجھے قاری کہا جائے پھر حکم دیا جائے تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور ایک

فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "جَرِیٌّ" بِفَتْحِ الْجِیْمِ وَ کَسْرِ الرَّاءِ وَالْمَدِّ: اَیْ شُجَاعٌ حَاذِقٌ.

آدمی جس پر اللہ تعالیٰ نے وسعت فرمائی اس کو ہر قسم کا مال عطا فرمایا اس کو لایا جائے گا اسے اپنی نعمتوں کی پہچان کروائے گا۔ تو وہ اسے پہچانے گا' فرمائے گا تو نے اس میں کیا عمل وہ عرض کرے گا میں نے تیرے پسندیدہ خرچ کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا۔ ہر راستہ میں تیرے لیے خرچ کیا ہے (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا بلکہ تو نے یہ اس لیے کیا تھا تاکہ کہا جائے کہ یہ بہت سخی ہے پھر حکم دیا جائے گا تو اس کو گھسیٹ کر منہ کے بل آگ میں ڈالا جائے گا۔ (مسلم) "جَرِیٌّ": جیم پر زبر راء پر زیر اور مد کے ساتھ اس کا مطلب ہے بہت زیادہ بہادر۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من قاتل للریاء والسمعة استحق النار، جلد 6، ص 47، رقم 5032، السنن النسائی، باب من قاتل لیقال فلان جریء، جلد 3، صفحه 17، رقم 4345، مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الاول، جلد 1، ص 44، رقم 205، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الرابع فی الریاء، جلد 4، ص 538، رقم 2645، جامع الاحادیث للسیوطی، ان المشددة مع الهمزة، جلد 8، ص 434، رقم 7632

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جو شہید کیا گیا ہے) یہ اوّلیت اضافی ہے نہ کہ حقیقی یعنی ریاکاروں میں سے پہلے ریاکار شہید کا فیصلہ ہوگا۔ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ پہلے حساب نماز کا ہوگا یا پہلے ظلماً قتل کا حساب ہوگا۔ عبادات میں نماز کا، معاملات میں قتل کا، ریا میں ایسے شہید کا فیصلہ پہلے ہے۔ شہید سے وہ مراد ہے جو اللہ کی راہ میں مارا گیا۔

(نعمتیں پہچان کروائے گا) یعنی میں نے تجھے اندرونی بیرونی کروڑوں نعمتیں دیں تو نے کون سی نیکی کی۔ معلوم ہوا کہ نیکیاں رب کے انعام کا شکریہ بھی ہیں۔

یعنی تیرے جہاد اور شہادت کا عوض یہ ہوگیا کہ لوگوں نے تیری واہ واہ کردی کیونکہ تو نے اسی نیت سے جہاد کیا تھا نہ کہ خدمت اسلام کیلئے۔ معلوم ہوا کہ اگر غازی میں اخلاص ہو تو لوگوں کی واہ واہ سے ثواب کم نہیں ہوگا! یہ تو رب کی طرف سے دنیوی انعام ہے۔ صحابہ کرام اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں جہاں میں واہ واہ ہو رہی ہے۔ خیال رہے کہ فقط غنیمت یا ملک حاصل کرنے کیلئے جہاد کرنے کا انجام بھی یہی ہے۔ جہاد صرف اللہ رسول کی رضا کے لئے چاہئے۔

(تو اس کو گھسیٹ کر آگ میں ڈالا جائے گا) یعنی نہایت ذلت کے ساتھ، مرے ہوئے کتے کی طرح ٹانگ سے

گھسیٹ کر کنارۂ جہنم سے نیچے پھینکا جائے گا۔ جہنم کی گہرائی آسمان و زمین کے فاصلہ سے کروڑوں گناہ زیادہ ہے اللہ کی پناہ۔

تیری یہ ساری محنت خدمت دین کے لئے نہ تھی بلکہ علم کے ذریعہ عزت اور مال کمانے کی تھی وہ تجھے حاصل ہو گئے، ہم سے کیا چاہتا ہے، اسی حدیث کو دیکھتے ہوئے، بعض علماء نے اپنی کتابوں میں اپنا نام بھی نہ لکھا اور جنہوں نے لکھا ہے وہ ناموری کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کی دعا حاصل کرنے کے لئے۔

معلوم ہوا کہ جیسے اخلاص والی نیکی جنت ملنے کا ذریعہ ہے ایسے ہی ریا والی نیکی جہنم اور ذلت حاصل ہونے کا سبب۔

اس جگہ چار مسئلے یاد رکھنے چاہئیں: ایک یہ کہ یہاں ریا کار شہید، عالم اور سخی ہی کا ذکر ہوا اس لیئے کہ انہوں نے بہترین عمل کیئے تھے جب یہ عمل ریا سے برباد ہو گئے تو دیگر اعمال کا کیا پوچھنا، ریا کے حج و زکوۃ اور نماز کا بھی یہی حال ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض ریا کار وہ ہیں جو ریا ہی کے لئے نیکیاں کرتے ہیں اگر ان کی تعریف نہ ہو تو نیکی کرتے ہی نہیں، بعض وہ ہیں کہ ریا کے لئے اچھی طرح عمل کریں تنہائی میں معمولی، بعض وہ ہیں جو خلوت و جلوت میں عمل یکساں کریں مگر نام نمود سے خوش ہوں، یہاں پہلی قسم کا ریا کار مراد ہے، دوسری دو قسم کے ریا کار اصل نیکی کا ثواب پائیں گے مگر ناقص۔ تیسرے یہ کہ اس حدیث میں قانون اور رب کے عدل کا ذکر ہے فضل دوسری چیز ہے، رب فرماتا ہے: "فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ" لہذا یہ حدیث معافی کی آیات و احادیث کے خلاف نہیں۔ شعر:

عدل کرے تو تھر تھر کانپیں اونچی شانوں والے   فضل کرے تو بخشے جانویں مجھ جیسے منہ کالے

چوتھے یہ کہ مؤمن کی یہ ساری سزائیں تنہائی میں ہوں گی، علانیہ نہیں، اللہ اسے ذلت اور رسوائی سے بچائے گا، ذلت و رسوائی صرف کافروں کے لیئے ہوگی جیسا کہ آیت قرآنیہ سے ثابت ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ریا کے خوف سے عمل نہ چھوڑ دے عمل کیے جائے کبھی اخلاص بھی نصیب ہو ہی جائے گا۔ مکھیوں کے ڈر سے کھانا نہ چھوڑ دو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۰۳)

(1623) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ نَاسًا قَالُوْا لَهٗ: اِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سَلَاطِيْنِنَا فَنَقُوْلُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ؟ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کچھ لوگوں نے ان سے کہا ہم اپنے بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں ہم ان کے لیے وہاں (ان کے پاس) وہ بات کرتے ہیں جو اس بات کے خلاف ہوتی ہے جو ہم باہر آ کر کرتے ہیں حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہم اس بات کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں منافقت سمجھتے تھے۔ (بخاری)

شرح حدیث: ریاء کی لغوی و اصطلاحی تعریف

رِيَاءٌ، رُؤْيَةٌ اور سُمْعَةٌ، سِمَاعٌ سے ماخوذ ہے۔ جس ریاء کی مذمت کی گئی ہے اس کی تعریف یہ ہے: بندہ اللہ عزوجل

کی رضا کے علاوہ کسی اور نیت یا ارادے سے عبادت کرے۔ مثلاً لوگوں کو اپنی عبادت اور کمال سے آگاہ کرنا مقصود ہوتا کہ اسے لوگوں سے مال وجاہ یا ثناء وغیرہ حاصل ہو۔

ریاکاری کی پہچان کے طریقے

ریا کی چند اقسام ہیں: (۱) ریاء بالاحوال (۲) ریاء بالاقوال (۳) ریاء بالاعمال (۴) ریاء بالاصحاب۔

(۱) ریاء بالاحوال

اس کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کا اپنے جسم پر تھکن یا پیلاہٹ ظاہر کرنا، پراگندہ بال اور گھٹیا ہیئت کا اظہار، غم کی کثرت، غذا کی قلت اور اہم کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے اپنے آپ پر توجہ نہ دینے اور لگاتار روزوں اور شب بیداریوں، دنیا اور دنیا والوں سے بے رغبتی اور عبادت میں خوب کوشش کا وہم پیدا کرنے کے لئے پست آواز میں بولنا اور آنکھیں بند رکھنا۔

ایسے ذلیل ورسوا لوگ کیا جانیں کہ اس وقت وہ بھتہ خوروں اور ڈاکوؤں جیسے لوگوں سے بھی بدتر ہوتے ہیں کیونکہ وہ تو اپنے گناہوں کے معترف ہیں اور ان رسوا اور ذلیل لوگوں کی طرح اپنی دینداری پر غرور نہیں کرتے، جبکہ یہ بدبخت وذلیل لوگ گناہ بھی کرتے ہیں اور اس پر دلیری بھی دکھاتے ہیں۔

یا پھر صالحین کا سا حلیہ اختیار کرنا جیسے چلتے وقت سر جھکائے رکھنا، پُروقار انداز میں چلنا، چہرہ پر سجود کا اثر باقی رکھنا، اونی اور کھردرا لباس پہننا اور ہر وہ صورت اپنانا کہ یہ وہم پیدا ہو کہ وہ علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اور سادات صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے ہے حالانکہ وہ علم کی حقیقت اور باطن کی صفائی کے معاملہ میں مفلس ہو۔

یہ دھوکے باز شخص اس بات کو نہیں جانتا کہ جو کچھ اسے یہ لبادہ اوڑھنے کی وجہ سے ملا ہے اس کو قبول کرنا اس پر حرام تھا، اگر اس نے وہ چیز قبول کرلی تو وہ باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھانے کی وجہ سے فاسق ہو جائے گا۔

(۲) ریاء بالاقوال

کسی کا وعظ ونصیحت اور سنتوں کو زبانی یاد کرنے کا اظہار کرنا بھی ریاکاری ہے، نیز مشائخ سے ملاقات اور علوم کی پختگی وغیرہ بہت سے ایسے طریقے ہیں جو ریاکاری کے اسباب بن سکتے ہیں کیونکہ قول کے ذریعے ریا کا وقوع کثیر ہے نیز اس کی انواع کو شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) ریاء بالاعمال

ارکانِ نماز کو طویل کرنا اور انہیں عمدگی سے ادا کرنا اور ان میں خشوع ظاہر کرنا، اسی طرح روزہ اور حج وغیرہ دیگر عبادات اور اعمال میں بھی ریاکاری کی انواع بے شمار ہیں۔

بعض اوقات ریاکار دکھاوے کے کاموں کو پختہ کرنے کا اتنا حریص ہوتا ہے کہ تنہائی میں بھی ان افعال کی مشق کرتا رہتا ہے تاکہ لوگوں کے مجمع میں بھی اس کی یہ عادت قائم رہے، لیکن وہ ایسا خوفِ خدا عزوجل اور اس سے حیاء کے سبب نہیں کرتا۔

(۴) ریاء بالاصحاب

اسی طرح دوستوں اور ملاقات کے لئے آنے والوں کے ذریعے بھی ریاکاری ہوسکتی ہے جیسے کوئی کسی عالم، امیر یا نیک صالح بندے سے اپنے ہاں آنے کی تمنا کرے اور اس سے اس کی رفعت اور بزرگوں کا اس سے برکت حاصل کرنے کا گمان پیدا ہوا اور اسی طرح کوئی شخص دوسروں کے سامنے فخر کرتے ہوئے کہے کہ وہ بہت سے شیوخ سے ملا ہے۔

یہ صورت ریاکاری کے ان ابواب کا مجموعہ ہے جو جاہ ومنزلت اور شہرت کے حصول پر اُبھارتا ہے تاکہ لوگ اس کی تعریف کریں اور ساری دنیا کا مال ومتاع اس کے پاس جمع ہو۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر ۱۵۳)۔

(1624) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ، وَمَنْ يُرَائِيْ يُرَائِي اللّٰهُ بِهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ اَيْضًا مِّنْ رِّوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا. "سَمَّعَ" بِتَشْدِيْدِ الْمِيْمِ، وَمَعْنَاهُ: اَظْهَرَ عَمَلَهُ لِلنَّاسِ رِيَاءً. "سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ" اَيْ: فَضَحَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. وَمَعْنٰى: "مَنْ رَاءٰى" اَيْ: مَنْ اَظْهَرَ لِلنَّاسِ الْعَمَلَ الصَّالِحَ لِيَعْظُمَ عِنْدَهُمْ. "رَاءَى اللّٰهُ بِهِ" اَيْ: اَظْهَرَ سَرِيْرَتَهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ.

حضرت جندب بن عبداللہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شہرت طلب کرے اللہ اس کے عیب کو مشہور کر دے گا اور جو ریاکاری کرے گا اس کے عیوب اللہ تعالیٰ ظاہر کرے گا۔ (متفق علیہ) مسلم نے بھی اس کو از حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے۔ "سَمَّعَ" میم پر شد کے ساتھ اس کا مطلب ہے، وہ عمل جو لوگوں کو دکھلاوے کے لیے ظاہر کیا جائے۔ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ اس کا مطلب ہے: اللہ اس کو روز قیامت رسوا کرے گا۔ مَنْ رَاءٰی کا معنی ہے جس نے لوگوں کے لیے عمل صالح ظاہر کیا تاکہ وہ ان کی نظروں میں بڑا ہو جائے رَاءَی اللّٰهُ بِهِ یعنی ان کے راز کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے ظاہر کر دے گا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الریاء و السمعة، جلد 5، ص 238، رقم 6134 صحیح مسلم، باب من اشرك فی عمله غیر الله، جلد 8، ص 223، رقم 7668 الادب للبیهقی، باب من اخلص العمل الله عزوجل، جلد 2، صفحه 2، رقم 822 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه جندب بن عبدالله بن سفیان، جلد 2، ص 110، رقم 1696 مجمع الزوائد للهیثمی، باب فی ذی الوجهین، جلد 8، ص 180، رقم 13153

شرح حدیث: ریاکاری حرام ہے

جان لیجئے! ریاکاری حرام ہے اور ریاء کار پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا غضب ہوتا ہے، اس پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے یہ فرامین دلالت

کرتے ہیں۔

چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

(1) فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَO الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَO الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَO

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

(پ30، الماعون: 4 تا 6)

(2) فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًاO

ترجمۂ کنزالایمان: تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (پ16، الکہف: 110)

حضور نبئ پاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! نجات کس چیز میں ہے؟ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

أَنْ لَا یَعْمَلَ الْعَبْدُ بِطَاعَةِ اللهِ تَعَالٰی یُرِیْدُ بِهَا النَّاسَ۔

ترجمہ: بندہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت لوگوں کو دکھانے کے لئے نہ کرے۔

نبئ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف شرکِ اصغر کا ہے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! شرکِ اصغر کیا ہے؟ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ریاء کاری۔ (پھر فرمایا) بروزِ قیامت جب بندہ اپنے اعمال لے کر حاضر ہوگا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے لئے دنیا میں دکھاوا کرتے تھے اور دیکھو! کیا اُن کے پاس کوئی بدلہ پاتے ہو۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث محمود بن لبید، الحدیث ۲۳۶۹۲، ج۹، ص ۱۶۰) (لباب الاحیاص ۲۷۷)

(1625) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا یُبْتَغٰی بِهٖ وَجْهُ اللهِ - عَزَّوَجَلَّ - لَا یَتَعَلَّمُهُ اِلَّا لِیُصِیْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْیَا، لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَعْنِیْ: رِیْحَهَا. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ وَّالْاَحَادِیْثُ فِی الْبَابِ كَثِیْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا علم سیکھا جس کے ساتھ اللہ عزوجل کی رضا طلب کی جاتی ہے۔ اس نے صرف اس لیے سیکھا تا کہ اس کے ساتھ دنیا کا سامان پائے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا۔ اسے ابوداؤد نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس باب کے متعلق احادیث مشہور ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب اذا اثنی علی الصالح فھی بشری ولا تضرہ، جلد 8، ص 44، رقم 6891 صحیح ابن حبان، باب

المدح، جلد 13، صفحہ 82، رقم 5768 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث المشائخ عن أبی بن کعب، جلد 5، ص 156، رقم 21417 مسند البزار، مسند أبی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 89، رقم 3955 مشکاۃ المصابیح، باب التوکل والصبر، الفصل الاول، جلد 3، ص 153، رقم 5317

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث گزشتہ احادیث کی شرح ہے جس میں فرمایا گیا کہ علم دین رضائے الٰہی کے لیئے حاصل کرو اسے صرف دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ دنیا کے سامان سے روپیہ پیسہ بھی مراد ہے اور دنیوی عزت وجاہ بھی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ علم دین کے ذریعے دنیا حاصل کرنے کی دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ دنیا اصل مقصود ہو اور علم دین محض اس کا وسیلہ یہ سخت برا ہے وہی یہاں مراد ہے۔ دوسرے یہ کہ علم دین سے دین ہی مقصود ہو مگر تبعاً دنیا بھی حاصل کی جائے تاکہ فراغت سے خدمت دین ہوسکے یہ ممنوع نہیں، کیونکہ اب دین مقصود ہے اور دنیا اس کا وسیلہ۔ فقیر عالم کا وعظ دلوں میں موثر نہیں ہوتا۔ حضرات خلفائے راشدین نے خلافت پر تنخواہیں لیں۔ جہاد کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر فقط غنیمت کے لئے کرتا ہے تو برا اور اگر تبلیغ دین کے لئے ہے اور غنیمت وملک اس کا وسیلہ ہے تو اچھا ہے۔

یعنی اولاً اگرچہ ریاکاری کی سزا بھگت کر یا حضور کی شفاعت کے ذریعہ معافی ہوجائے گی۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۲۲)

146- بَابُ مَا يُتَوَهَّمُ اَنَّهُ رِيَآءٌ وَّلَيْسَ هُوَ رِيَآءً

جن چیزوں کے بارے میں ریاء کا وہم کیا جاتا ہے جبکہ وہ ریا نہ ہوں

(1626) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَرَاَيْتَ الرَّجُلَ الَّذِيْ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ، وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ؟ قَالَ: "تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ بتائیں کہ آدمی اچھا عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں فرمایا یہ ایمان دار کی جلدی والی بشارت ہے۔ (مسلم)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آزمائش کرلو کہ جو کام اللہ کے لیے چھپ کر کرو خود بخود اس کا چرچہ ہوجاتا ہے اور لوگ اس کی تعریفیں کرنے لگتے ہیں، لوگ چھپ کر تہجد پڑھتے ہیں مگر ان کے چہرے کا نور ان کا یہ عمل شائع کردیتا ہے۔ اشارۃً اس سوال میں یہ صورت بھی داخل ہے سوال یہ ہے کہ یارسول اللہ کیا یہ بھی ریا ہے۔

یعنی یہ ریا نہیں ہے بلکہ قبولیت کی علامت ہے کہ لوگوں کے منہ سے خود بخود اس کی تعریف نکلتی ہے۔ صحابہ کرام کے چھپے ہوئے عمل اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں حضور نے احادیث میں ایسے شائع کیے کہ آج تک دنیا میں مشہور ہیں یہ بشارت

ربانی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ غرضکہ ریا کا تعلق عامل کی نیت سے ہے کہ وہ دکھلاوے شہرت کی نیت سے نیکی کرے یہ ہے ریا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۱۵۸)

147- بَابُ تَحْرِيْمِ النَّظْرِ اِلَى الْمَرْاَةِ الْاَجْنَبِيَّةِ وَالْاَمْرَدِ الْحَسَنِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ شَرْعِيَّةٍ

ضرورت شرعیہ کے بغیر اجنبی عورت اور بے ریش لڑکے کو دیکھنا حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ)(النور: 30)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ایمان دار مردوں کو فرمادیں کہ وہ اپنی نظروں کو جھکائیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا)(بنی اسرائیل: 36)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقینا کان، آنکھ اور دل ہر ایک سے سوال کیا جائے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ) (المؤمن: 19)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ) (الفجر: 14)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

(1627) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كُتِبَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ نَصِيْبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ: الْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظْرُ، وَالْاُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ يَهْوٰى وَيَتَمَنّٰى، وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ اَوْ يُكَذِّبُهُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. هٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَرِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ مُخْتَصَرَةٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بنی آدم کے لیے زنا میں اس کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جو وہ لازماً کرے ہی کرے گا، آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا کلام کرنا ہے اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے اور دل کا زنا تمنا کرنا اور خواہش کرنا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ حدیث مسلم کے ہیں اور بخاری نے بھی اسے مختصراً روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: صحيح مسلم، باب قدر على ابن آدم حظه من الزنى وغيره، جلد 8، ص 52، رقم 6925، صحيح بخاری، باب زنا الجوارح دون الفرج جلد 5، صفحه 230، رقم 5889، السنن الكبرى للبيهقي، باب تحريم انظر الى الاجنبيات من غير سبب، جلد 7، ص

89، رقم 13893، المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 75، رقم 180، سنن ابوداؤد، باب مایومر بہ من غض البصر، جلد 2، ص 212، رقم 2154

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں ہر آدمی سے عام انسان مراد ہے جس سے بچپن میں فوت ہوجانے والے بچے، خاص اولیاء سارے انبیائے کرام خصوصًا یحیٰی وعیسیٰ علیہم السلام علیحدہ ہیں، جو حضرات انبیاء کو اس میں داخل مانے وہ بے دین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عمومًا انسان زنا یا مقدماتِ زنا میں پھنستے ہیں۔ رب تعالٰی کا فضل ہے کہ اعضاء کی غیر اختیاری حرکتوں اور گندے خیالات پر پکڑ نہیں فرماتا۔ حضرت شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ زنا کے حصے سے مراد اسباب زنا ہیں اس طرح کہ انسان میں شہوت اور عورتوں کی طرف میلان قدرتی طور پر پیدا کیا گیا ہے مگر جسے اللہ چاہے اس سے بچائے۔ خیال رہے کہ یوسف علیہ السلام کے قلب پاک میں اس خاص موقعہ پر زلیخا کی طرف میلان بھی نہ پیدا ہوا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰبُرْهَانَ رَبِّهٖ یعنی وہ بھی مائل ہوجاتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔

(آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے) غیر عورتوں پر شہوت سے۔ خیال رہے کہ اچانک نگاہ معاف ہے عمدًا دیکھنے پر پکڑ ہے، یہاں دوسری نظر مراد ہے۔

(زبان کا زنا کلام کرنا ہے) اجنبی عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف زبان کا زنا ہے، اسے شوق سے سننا لذت کے لیے کان کا زنا ہے، بعض عورتیں اپنے خاوندوں سے دوسری عورتوں کا حسن بیان کرتی ہیں یہ سخت جرم ہے۔

کان لگا کر توجہ سے اسی لیے یہاں "استماع" باب "افتعال" سے فرمایا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک زنا بہت سے چھوٹے چھوٹے زناؤں کا مجموعہ ہے۔ ہر عضو کا زنا علیحدہ ہے، زانی بوقتِ زنا آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، شرمگاہ سب ہی کا زنا کرتا ہے اسی لیے سنگسار کیا جاتا ہے، صرف خصی نہیں کیا جاتا۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ مقدماتِ زنا سے بھی بچے، سینما، مروجہ ریڈیو پر فلمی گیتوں کی نشرو اشاعت کا انجام دیکھا جارہا ہے۔ مرقات میں ہے کہ اجنبیہ عورتوں کو ناجائز خطوط لکھنا یا پہنچانا اُدھر کنکر پھینکنا اشارے کرنا سب ہاتھ کے زنا ہیں۔

(مرأۃ المناجیح، ج ۱ ص ۸۴)

(1628) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ فِي الطُّرُقَاتِ! قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا لَنَا مِنْ مَّجَالِسِنَا بُدٌّ، نَتَحَدَّثُ فِيْهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلاَّ الْمَجْلِسَ، فَاَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهٗ قَالُوْا: وَمَا حَقُّ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ راستوں میں بیٹھنے سے اپنے آپ کو بچاؤ' لوگ کہنے لگے: یارسول اللہ! ہمارا یہاں بیٹھے بغیر چارہ نہیں ہے ہم یہاں بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارا یہاں بیٹھنا لازمی ہی ہے تو پھر راستے کو اس کا حق ادا کرو' تو انہوں

الطَّرِيْقِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْاَذٰى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نے عرض کیا: یارسول اللہ! راستے کا حق کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نگاہ کو جھکا کر رکھنا' تکلیف دہ چیز کو ہٹانا' سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا۔

(متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چونکہ راستہ سے عورتیں بچے گزرتے رہتے ہیں، نیز وہاں سے لوگوں کے مال سواریاں گزرتی ہیں اس لیے وہاں بیٹھنا خطرناک بدنظری کا اندیشہ ہے۔

یعنی ہماری ضروریات راستوں پر بیٹھنے سے وابستہ ہیں وہاں بیٹھ کر ہم کاروبار اور دیگر ضروریات کی باتیں کرتے ہیں۔

یعنی راستہ میں بیٹھ کر وہ نیکیاں کرو جس کی برکت سے تمام وہاں کے گناہوں سے بچے رہو اور ثواب کما لو، یہاں حق بمعنی استحقاق ہے کہ راستہ ان اعمال کا مستحق ہے۔

یعنی راستوں پر بیٹھ کر یہ پانچ نیکیاں یا ان میں سے جس قدر بن پڑیں کیا کرو: نگاہیں نیچی رکھو تا کہ اجنبی عورتوں پر نہ پڑیں، راستہ سے کانٹا اینٹ پتھر الگ کر دیا کرو تا کہ کسی راہ گیر کو نہ چبھے نہ ٹھوکر لگے، جو راستہ گزرنے والا تمہیں سلام کرتا ہوا گزرے اس کا جواب دو، اگر تم راستہ میں کسی کو کوئی برا کام کرتے دیکھو تو اس سے روکو، اس کی عوض اسے اچھے کام کرنے کا مشورہ دو اس صورت میں تمہارا وہاں بیٹھنا بھی عبادت ہے۔ سبحان اللہ! کیمیا پیتل، تانبہ کو سونا کر دیتی ہے، حضور کی تعلیم گناہوں کو ثواب بنا دیتی ہے۔ شعر

تیرے کرم کا رسالت مآب کیا کہنا ثواب ہو گئے سارے عقاب کیا کہنا

(مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٤٧٧)

(1629) وَعَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ زَيْدِ بْنِ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا قُعُوْدًا بِالْاَفْنِيَةِ نَتَحَدَّثُ فِيْهَا فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا، فَقَالَ: "مَا لَكُمْ وَلِمَجَالِسِ الصُّعُدَاتِ؟ اجْتَنِبُوْا مَجَالِسَ الصُّعُدَاتِ" فَقُلْنَا: اِنَّمَا قَعَدْنَا لِغَيْرِ مَا بَاْسٍ، قَعَدْنَا نَتَذَاكَرُ، وَنَتَحَدَّثُ. قَالَ: "اِمَّا لَا فَاَدُّوْا حَقَّهَا: غَضُّ الْبَصَرِ، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَحُسْنُ

حضرت ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چوباروں میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے پس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے پاس آ کر کھڑے ہو گئے فرمایا تمہیں کیا ہے؟ کہ تم یہاں چوباروں پر بیٹھے ہو اپنے آپ کو چوباروں پر بیٹھنے سے بچاؤ۔ ہم نے عرض کیا: ہم اس طرح بیٹھے ہیں جس کا مقصد حرج والا نہیں ہے۔ ہم بیٹھ کر گفتگو کر رہے ہیں اور بات چیت کر

الْکَلَامِ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر ضروری ہے تو اس کا حق ادا کرو، نگاہ کو جھکاؤ، سلام کا جواب دینا اچھی گفتگو کرنا۔

(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من حق الجلوس علی الطریق رد السلام، جلد 7، ص 2، رقم 5773 المستدرك للحاكم، كتاب الادب، جلد 6، صفحه 276، رقم 7688 صحيح ابن حبان، باب الجلوس على الطريق، جلد 2، صفحه 357، رقم 596 مسند أبي يعلى، مسند أبي طلحة، جلد 3، صفحه 13، رقم 1421 جامع الاصول لابن اثير، الفرع الاول، فى الجلوس بالطرق، جلد 6، ص 1533، رقم 4742

شرح حدیث: ابو حامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف اَلْاَدَبُ فِی الدِّین میں راستے میں بیٹھنے کے آداب یوں ارشاد فرماتے ہیں:

راستے میں بیٹھنے کے آداب

(راستے میں بیٹھنے والے کو چاہیے کہ) نگاہیں جھکا کر بیٹھے، مظلوم کی مدد کرے، ستم رسیدہ وحسرت زدہ کی فریادرسی کرے، ضعیف وکمزور کی مدد کرے، راستہ بھولے ہوئے کی راہنمائی کرے، سلام کا جواب دے، سوال کرنے والے کو کچھ نہ کچھ عطا کرے، اِدھر اُدھر متوجہ نہ ہو، لطافت وشفقت کے ساتھ نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے، اگر کسی کو گناہوں پر اصرار کرنے والا پائے تو اسے ڈرائے اور اس پر سختی کرے (یعنی بقدرِ استطاعت اسے روکنے کی کوشش کرے)، بغیر دلیل کے کسی چغل خور کی باتوں پر دھیان دے نہ کسی کی ٹوہ میں پڑے اور لوگوں کے بارے میں اچھا گمان رکھے۔

(اَلْاَدَبُ فِی الدِّین ص ۴۹)

(1630) وَعَنْ جَرِیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفَجَاۃِ فَقَالَ: "اصْرِفْ بَصَرَكَ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جریر ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اپنی نظر پھیر لو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب نظر الفجاۃ، جلد 6، ص 181، رقم الحدیث 5770 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه جریر بن عبدالله الجبلی، جلد 2، ص 337، رقم 2407 سنن ابو داؤد، باب ما یؤمر به من غض البصر، جلد 2، ص 211، رقم 2150 جامع الاصول فی احادیث الرسول، الفرع الثانی فی النظر الھین، جلد 6، صفحه 660، رقم 4953 سنن الدارمی، باب فی نظرة الفجاۃ، جلد 2، ص 361، رقم 2643

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی اگر اجنبیہ عورت پر بلاقصد نظر پڑ جائے تو اس میں گناہ کیا ہے اور اس کا کفارہ کیا ہے۔
یعنی اس اچانک نظر پڑ جانے میں تو گناہ نہیں مگر فوراً نگاہ ہٹالو اگر دوبارہ دیکھ لیا یا اسے دیکھتے رہے تو گنہگار ہوں گے کہ اس میں گناہ کا ارادہ پالیا گیا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ عورت پر منہ چھپانا واجب نہیں بلکہ مرد پر نگاہ نیچی رکھنا ضروری ہے کیونکہ سرکار۔ نے مرد کو نظر پھیر لینے کا حکم دیا (مرقات) مگر یہ اسدلال ضعیف ہے اگلی حدیث میں آئے گا کہ

عورت بھی اجنبی مرد کو نہ دیکھے اگرچہ مرد نابینا ہو یہاں وہ صورت مراد ہے کہ عورت بے پردہ نہ تھی پھر مرد کی نظر پڑگئی۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۷۷)

(1631) وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُنتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَ عِنْدَهُ مَيْمُوْنَةُ، فَأَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ، وَذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ أُمِرْنَا بِالْحِجَابِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "احْتَجِبَا مِنْهُ" فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَلَيْسَ هُوَ أَعْمٰى! لَا يُبْصِرُنَا، وَلَا يَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ!؟". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے پاس تھیں۔ عبداللہ بن اُمّ مکتوم آئے اور یہ ہمارے حجاب کے حکم سے بعد کا واقعہ ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں اس سے حجاب کرلو۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا وہ نابینا نہیں کہ وہ ہمیں نہ دیکھے گا نہ پہچانے گا۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی قوله عزوجل "وقل للمومنات یغضضن من ابصارهن"، جلد 4، ص 109، رقم 4114 سنن ترمذی، باب ماجاء احتجاب النساء من الرجال، جلد 5، ص 102، رقم 2778 السنن الکبری للبیهقی، باب مساواة المراة الرجل فی حکم الحجاب، جلد 7، ص 91، رقم 13908 جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الرابع فی نظر المرأة الاعمی، جلد 6، ص 663، رقم 4959 سنن النسائی، باب نظر النساء الی الاعمی، جلد 5، ص 393، رقم 9241

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جناب ام سلمہ کے گھر میں رونق افروز تھے اور بی بی میمونہ ملنے کے لیے وہاں آئی ہوئی تھیں۔ اسی لیے لفظ میمونہ کو معطوف فرمایا اور معطوف علیہ سے اس کا کچھ فاصلہ کردیا۔ جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ تاکہ معلوم ہو بنائے کعبہ میں ابراہیم علیہ السلام اصل تھے اور حضرت اسماعیل ان کے معاون۔

آپ وہ ہی عبداللہ ابن ام مکتوم ہیں جن کے متعلق سورۂ عبس شریف نازل ہوئی آپ اجازت لے کر دولت خانہ میں حاضر ہوئے۔

یا تو حضرت عبداللہ کے اندر آتے وقت اندر پہنچنے سے پہلے حضور انور نے یہ حکم دیا یا آپ پہلے داخل ہوگئے داخل ہوتے ہی یہ فرمایا پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کہ پہلے پردہ کرایا جاتا ہے پھر آنے والے کو بلایا جاتا ہے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مرد کو حرام ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھے، عورت کے لیے اجنبی عورت کو دیکھنا حرام نہیں، اور حضرت عبداللہ تو نابینا ہیں ہم کو دیکھتے نہیں پھر ہم پردہ کیوں کریں۔

جواب عالی کا مقصد یہ ہے کہ عورت و مرد پر دوطرفہ پردہ واجب ہے کہ نہ تو مرد اجنبی عورت کو دیکھے نہ اجنبی عورت مرد کو۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء کا فرمان ہے کہ عورت بھی اجنبی مرد کو نہیں دیکھ سکتی، بعض نے فرمایا کہ دیکھ سکتی ہے ان کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ کی وہ روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حبشیوں کا کھیل دکھایا، اس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود پردہ ہو کر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے کہ کوئی مرد تو آپ کو نہ دیکھ سکا، مگر آپ حبشیوں اور ان کے کھیل کو دیکھتی رہیں، یہ کھیل دکھانے کا واقعہ ۷ھ میں ہوا جب کہ جناب عائشہ کی عمر شریف سولہ سال تھی اور پردہ کا حکم آچکا تھا، نیز نماز جماعت میں عورتوں کو حاضری کا حکم تھا مردوں سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھتی تھیں مردوں سے پیچھے رہتی تھیں کہ مرد تو ان کو نہ دیکھ سکتے تھے مگر بیویاں یقیناً اپنے سے آگے کے مردوں کو دیکھ سکتی تھیں لہذا حق یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حدیث بیان احتیاط کے لیے یہ تمام تحقیق ان پاک باز کے متعلق ہے جہاں بے حیائی کا خیال بھی نہ پیدا ہو، لیکن اگر اس کا خدشہ ہو تو عورت کا مردوں کو دیکھنا بھی سخت حرام ہے۔ (از لمعات، و مرقات، و اشعہ مع زیادۃ) (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۳۷)

(1632) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْاَةُ اِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْاَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ اِلَى الرَّجُلِ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، وَلَا تُفْضِي الْمَرْاَةُ اِلَى الْمَرْاَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرد، مرد کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور عورت، عورت کی شرمگاہ کو نہ دیکھے۔ اور مرد، مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور عورت، عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تحریم النظر الی الصورات، جلد 1، صفحه 183، رقم 794، الاداب للبیهقی، باب النهی عن التصری، صفحه 348، رقم 577، سنن ابوداؤد، باب ماجاء فی التصری، جلد 4، صفحه 72، رقم 4020، سنن الترمذی، باب فی کراهیة مباشرہ الرجال، جلد 5، ص 109، رقم 2793، صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحة، جلد 12، صفحه 385، رقم 5574

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ناف سے گھٹنے تک کے اعضاء مطلقاً چھپانا واجب ہیں کہ نہ مرد مرد کے یہ اعضاء دیکھے نہ عورت عورت کے لیکن عورت مرد اجنبی کے لیے سر سے پاؤں تک لائق پردہ ہے اور نماز کے لیے عورت سر سے پاؤں تک جسم ڈھکے سوائے چہرہ کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے پاؤں کے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ بے داڑھی مونچھ کا امرد لڑکا بھی بعض احکام میں عورت کی طرح ہے کہ اس کو دیکھنے سے بھی احتیاط کرے۔ (اشعہ) ضرورتاً شریعت کے احکام جداگانہ ہیں کہ بچہ جنتے وقت دایہ ستر دیکھتی ہے، یوں ہی بعض صورتوں میں مرد کو ننگا کرنا پڑتا ہے۔ محرم مرد اپنی محرمہ عورت کا چہرہ ہاتھ پاؤں سر دیکھ سکتا ہے، خاوند بیوی کا آپس میں کوئی پردہ نہیں، اس سے کسی عضو کا چھپانا واجب نہیں، ہاں شرمگاہ کا دیکھنا بینائی ضعیف کرتا ہے ماں باپ اپنے جوان بیٹے بیٹی کو چوم سکتے ہیں، سونگھ سکتے ہیں یوں ہی جوان لڑکا لڑکی اپنے ماں باپ کو چوم سکتا ہے دیکھنے و چھونے کے مکمل

احکام شامی عالمگیری وغیرہ باب اللمس والنظر میں دیکھئے۔

یعنی مرد مرد کے ساتھ یوں ہی عورت عورت کے ساتھ ننگے نہ لیٹیں کہ یہ حرام بھی ہے اور بے غیرتی بھی لہذا دو ننگے مرد ایک چادر اوڑھ کر نہ سوئیں، یوں ہی دو ننگی عورتیں سبحان اللہ! کیسی پاکیزہ تعلیم ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۱)

148- بَابُ تَحْرِيْمِ الْخَلْوَةِ بِالْاَجْنَبِيَّةِ

اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی حرام ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ) (الاحزاب: 53).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

(1633) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ!" فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ: اَفَرَاَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: "اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ!". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "اَلْحَمْوُ": قَرِيْبُ الزَّوْجِ كَاَخِيْهِ، وَابْنِ اَخِيْهِ، وَابْنِ عَمِّهٖ.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم عورتوں پر داخل ہونے سے بچو ایک انصاری آدمی نے عرض کیا: دیور کے بارے میں کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا: دیور موت ہے۔ (متفق علیہ) الحمو: خاوند کے قریبی جیسے اس کا بھائی، اس کا بھتیجا، اس کا چچازاد۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لایخلون رجل بامراۃ الاذو محرم، جلد 5، ص 200، رقم 4934 صحیح مسلم، باب تحریم الخلوۃ بالاجنبیۃ والدخول علیہا صحیح ابن حبان، کتاب الخطر و الاباحۃ، جلد 12، صفحہ 401، رقم 5588 سنن الدارمی، باب فی النہی عن الدخول علی النساء، جلد 2، صفحہ 361، رقم 2642 سنن ترمذی، باب کراھیۃ الدخول علی المغیبات، جلد 3، ص 474، رقم 1171

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پچھلی حدیث میں خلوت کا ذکر تھا یہاں بے پردہ آمنے سامنے آنا کا ذکر ہے یعنی غیر محرم عورت کے پاس بے پردہ نہ جاؤ اگرچہ ذی رحم ہی ہو، جیسے چچازاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد بھائی بہن کہ ان سے پردہ چاہیے کہ اگرچہ ذی رحم تو ہیں مگر محرم نہیں ان سے نکاح درست ہے۔

یعنی بھاوج کا دیور سے بے پردہ ہونا موت کی طرح باعث ہلاکت ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حمو سے مراد صرف دیور یعنی خاوند کا بھائی ہی نہیں بلکہ خاوند کے تمام وہ قرابت دار مراد ہیں جن سے نکاح درست ہے جیسے خاوند کا چچا ماموں پھوپھا وغیرہ اسی طرح بیوی کی بہن یعنی سالی اور اس کی بھتیجی بھانجی وغیرہ سب کا یہ ہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ دیور کو موت اس لیے فرمایا کہ عادتًا بھاوج دیور سے پردہ نہیں کرتیں بلکہ اس سے دل لگی، مذاق بھی کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اجنبیہ غیر محرم سے مذاق دل لگی کسی قدر فتنہ کا باعث ہے اب بھی زیادہ فتنہ دیور بھاوج اور سالی بہنوئی میں دیکھے جاتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۳)

(1634) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَخْلُوَنَّ اَحَدُكُمْ بِامْرَاَةٍ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی کسی عورت کے پاس تنہا نہ ہو سوائے اپنی محرمات کے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حَکِیْمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے خواہ دونوں کیسے ہی پاکباز ہوں اور کسی مقصد کے لئے جمع ہوں شیطان دونوں کو برائی پر ضرور اُبھارتا ہے اور دونوں کے دلوں میں ضرور ہیجان پیدا کرتا ہے خطرہ ہے کہ زنا واقع کرادے اس لئے ایسی خلوت سے بہت ہی احتیاط چاہیئے، گناہ کے اسباب سے بھی بچنا چاہیے، بخار روکنے کیلئے نزلہ وزکام روکو۔

(مراۃ المناجیح، ج۵ ص۲۱)

اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت یعنی دونوں کا ایک مکان میں تنہا ہونا حرام ہے، ہاں اگر وہ بالکل بوڑھی عورت ہے کہ شہوت کے قابل نہیں تو خلوت ہو سکتی ہے۔ محارم کیساتھ خلوت جائز ہے یعنی دونوں ایک مکان میں تنہا ہو سکتے ہیں مگر رضاعی بہن اور ساس کیساتھ تنہائی جائز نہیں جبکہ یہ جوان ہوں۔ یہی حکم اپنی عورت کی جوان لڑکی کا ہے جو دوسرے شوہر سے ہے۔

(اسلامی اخلاق وآداب، ص ۱۰۲) (بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۸۱)

(1635) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حُرْمَةُ نِسَاۤءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ كَحُرْمَةِ اُمَّهَاتِهِمْ، مَا مِنْ رَجُلٍ مِّنَ الْقَاعِدِيْنَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِّنَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ اَهْلِهٖ، فَيَخُوْنُهٗ فِيْهِمْ اِلَّا وُقِفَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، فَيَاْخُذُ مِنْ حَسَنَاتِهٖ مَا شَاۤءَ حَتّٰى يَرْضٰى" ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "مَا ظَنُّكُمْ؟". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجاہدین کی بیویوں کی حرمت بیٹھنے والوں پر ان کی ماؤں کی طرح ہے۔ بیٹھنے والوں میں سے جو کوئی کسی مجاہد کے گھر میں اس کی عدم موجودگی میں آئے اور خیانت کرے تو قیامت کے روز اس کے سامنے اس کو کھڑا کیا جائے گا وہ اس کی نیکیوں سے جتنی چاہے گا لے لے گا حتیٰ کہ وہ راضی ہو جائے گا پھر رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہارا کیا گمان ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب حرمة نساء المجاهدين و اثم من فالهم فيهن، جلد 6، صفحه 42، رقم 5017 السنن الكبرى للبيهقي، باب ماجاء في حرمة نساء المجاهدين، جلد 9، ص 173، رقم 19051 سنن ابوداؤد، باب في حرمة نساء، جلد 2، صفحه 316، رقم 2498 سنن النسائي، باب من خان غازيا في اهله، جلد 3، صفحه 34، رقم 4400 سنن سعيد بن منصور، باب ماجاء فيمن خان غازيا في اهله، جلد 2، صفحه 130، رقم 2331

شرح حدیث: حَکِیْمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حرمت سے مراد یا حرام ہونا ہے حلت کا مقابل یا اس سے مراد عزت وحرمت ہے جیسے کہا جاتا ہے بیت اللہ الحرام یعنی اگر چہ ہر غیر منکوحہ غیر مملوکہ عورت سے صحبت کرنا زنا ہے جس کی سزا رجم ہے مگر اپنی ماں سے صحبت کرنا سخت تر گناہ اور بے حیائی ہے ایسے ہی اگر چہ اور دوسری عورتیں بھی اس مسلمان پر حرام ہیں مگر مجاہد غازی کی بیوی زیادہ حرام، اگر کوئی مسلمان غازی کی بیوی سے زنا کرے بلکہ اسے بدنظری سے ہی دیکھے تو سخت عذاب کا، وبال کا، قہر الٰہی کا مستحق ہوگا کہ اس نے ایسے مقبول خدا کی خیانت کی جو راہ خدا میں جان کی بازی لگا رہا ہے یا جیسے ماں کی عزت وحرمت اولاد پر اشد ضروری ہے ایسے ہی مجاہد غازی کی بیوی کی عزت واحترام ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس کی حفاظت کریں، ان کی تکالیف دور کرنے کی کوشش کریں ان کا کام کاج کریں۔

اس طرح کہ غازی جہاد کو جاتے وقت اسے اپنے گھر کا نگران ومنتظم بنایا گیا ہو یا وہ تو اچانک میدان جہاد میں چلا گیا ہو، اس کے بال بچوں نے اسے اپنا سر پرست مان لیا ہو، یہ کلمہ دونوں معنی میں شامل ہے۔ گھر والوں سے مراد بیوی، بچے، لونڈی اور بوڑھے ماں باپ وغیرہ سب ہی شامل ہیں۔

یہاں خیانت سے عزت، عصمت، مال، زمین وغیرہ تمام کی خیانتیں شامل ہیں۔ ان میں سے کسی قسم کی خیانت کرے اس کی سزا وہی ہے جو آئندہ مذکور ہے۔

اگر چاہے گا تو اس خائن کی تمام عمر کی ساری عبادتیں چھین لے، روزے، نمازیں، حج، زکوۃ وغیرہ گویا یہ خیانت نیکیاں چھن جانے کا سبب ہے۔

یعنی خود خیال کرلو کہ مجاہد ایسے خائن کی کوئی نیکی چھوڑے گا ہر گز نہیں۔ نیکی چھین لینے کے یہ معنے ہیں کہ اس خائن کو نیکی کا ثواب نہ ملے بلکہ جو اسے ثواب و درجہ ملتا وہ اس غازی کو دے دیا جائے یا یہ مطلب ہے کہ سوچو کہ رب تعالیٰ کے ہاں مجاہد کی کیا عزت وحرمت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۹۴)

149-بَابُ تَحْرِيْمِ تَشَبُّهِ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَتَشَبُّهِ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ فِيْ لِبَاسٍ وَّحَرَكَةٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ

لباس اور حرکات وسکنات میں مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے

(1636) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَآءِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زنانہ مردوں پر اور مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کے ساتھ مشابہت

وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب المتشبھین بالنساء والمتشبھات بالرجال، جلد 5، ص 220، رقم 5546 سنن سعید بن منصور، باالطلاق لا رجوع فیه، صفحه 370، رقم 1609 الاداب للبیھقی، باب فی اخراجھم من البیوت، جلد 1، صفحه 356، رقم 592 سنن ابوداؤد، باب فی الحکم من المخنثین، جلد 4، صفحه 438، رقم 4932 سنن ترمذی، باب ماجاء فی المتشبھات بالرجال من النساء، جلد 5، ص 106، رقم 2785

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مخنث بنا ہے خنث سے بمعنی نرمی یا پیچیدگی۔ مخنث وہ لوگ جو ہوں تو مرد مگر ان کی آواز وضع قطع عورتوں کی سی ہو۔ مخنث دو قسم کے ہیں: ایک پیدائشی، دوسرے بناوٹی یہاں بناوٹی مخنثوں کا ذکر ہے انہیں پر لعنت ہے کہ پیدائشی مخنث تو مجبور ہے۔ معلوم ہوا کہ مرد کا عورتوں کی طرح لباس پہننا، ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا، عورتوں کی طرح بولنا، ان کی حرکات و سکنات اختیار کرنا سب حرام ہے کہ اس میں عورتوں سے تشبیہ ہے، اس پر لعنت کی گئی بلکہ ڈاڑھی مونچھ منڈانا حرام ہے کہ اس میں بھی عورتوں سے مشابہت اور عورتوں کے سے لمبے بال رکھنا، ان میں مانگ چوٹی کرنا حرام ہے کہ ان سب میں عورتوں سے مشابہت ہے، عورتوں کی طرح تالیاں بجانا، مٹکنا، کوے بلانا سب حرام ہے اسی وجہ سے۔

یعنی عورتوں کا مردوں کی سی شکل بنانا، ان کا لباس پہننا، ان کی طرح بے پردہ پھرنا حرام ہے لہذا عورتیں بادشاہ یا حاکم نہ بنیں کہ یہ کام مردوں کے ہیں۔

مخنث کو اپنے گھروں میں نہ آنے دو تمہاری عورتیں اس سے پردہ کریں کہ یہ بڑے بدمعاش ہوتے ہیں، پردہ نشین عورتوں کا ذکر غیر مردوں سے کرتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ مخنث اور مردوں کی ہم شکل بننے والی عورتیں دونوں کو گھروں سے نکال دو اور اپنی عورتوں کو ان سے پردہ کراؤ کہ ایسی عورتیں آوارہ ہیں ان سے پردہ واجب۔ (اشعہ) فقہاء فرماتے ہیں کہ آوارہ عورتوں سے شریف عورتوں کا اسی طرح پردہ کرنا فرض ہے جیسے مردوں سے پردہ کرنا ضروری ہے کہ آوارہ عورتیں مردوں سے زیادہ خطرناک ہیں، ایسی آوارہ عورتوں نے شریفوں کے بہت گھر اجاڑ دیئے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ٦ ص ١٧٢)

(1637) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَةِ، وَالْمَرْاَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت فرمائی جو عورتوں جیسا لباس پہنے اور ایسی عورت پر جو مردوں جیسا لباس پہنے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب لباس النساء، جلد 4، صفحه 104، رقم 4100 الاداب للبیھقی، باب من تشبه من الرجال

بالنساء، جلد 1، صفحه 356، رقم 591 المستدرك للحاكم، كتاب اللباس، جلد 6، صفحه 184، رقم 7415 صحيح ابن حبان، باب اللعن، جلد 13، صفحه 62، رقم 5751 مسند امام احمد، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، صفحه 325، رقم 8292

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو عورت مردوں کا سالباس پہنے اس پر لعنت ہے اور جو مرد عورتوں کا سالباس پہنے اس پر لعنت ہے۔ چاہیے یہ کہ مرد عورتیں لباس میں ممتاز رہیں، عورت پگڑی نہ باندھے، مرد دوپٹہ نہ پہنے، یوں ہی قمیض شلوار میں زنانہ مردانہ میں فرق رہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۳۱۰)

(1638) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا: قَوْمٌ مَّعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُّمِيْلَاتٌ مَّائِلَاتٌ، رُؤُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا، وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَّسِيْرَةِ كَذَا وَ كَذَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخیوں کی دو قسموں کو میں نے نہیں دیکھا ایک وہ قوم کہ ان کے پاس گائے کی دموں کی طرح کے کوڑے ہوں گے وہ لوگوں کو ان کے ساتھ ماریں گے اور وہ عورتیں جو (کپڑے) پہننے والی ننگی ہوں گی مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی ہوں گی ان کے سر بختی اونٹوں کی کوہانوں کی طرح ہوں گے وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ اس کی خوشبو سونگیں گی جب کہ اس کی خوشبو اتنے اتنے فاصلہ (یعنی قریب) سے آ رہی ہوگی۔ (مسلم)

مَعْنٰى "كَاسِيَاتٌ" اَيْ: مِنْ نِّعْمَةِ اللهِ "عَارِيَاتٌ" مِنْ شُكْرِهَا. وَقِيْلَ مَعْنَاهُ: تَسْتُرُ بَعْضَ بَدَنِهَا، وَتَكْشِفُ بَعْضَهُ اِظْهَارًا لِّجَمَالِهَا وَنَحْوِهٖ. وَقِيْلَ: تَلْبَسُ ثَوْبًا رَّقِيْقًا يَصِفُ لَوْنَ بَدَنِهَا. وَمَعْنٰى "مَائِلَاتٌ"، قِيْلَ: عَنْ طَاعَةِ اللهِ وَمَا يَلْزَمُهُنَّ حِفْظُهُ "مُمِيْلَاتٌ" اَيْ: يُعَلِّمْنَ غَيْرَهُنَّ فِعْلَهُنَّ الْمَذْمُوْمَ. وَقِيْلَ: مَائِلَاتٌ يَّمْشِيْنَ مُتَبَخْتِرَاتٍ، مُمِيْلَاتٌ لِّاَكْتَافِهِنَّ. وَقِيْلَ: مَائِلَاتٌ يَّمْتَشِطْنَ الْمِشْطَةَ الْمَيْلَاءَ: وَهِيَ مِشْطَةُ الْبَغَايَا، وَ"مُمِيْلَاتٌ" يُمَشِّطْنَ غَيْرَهُنَّ تِلْكَ الْمِشْطَةَ. "رُؤُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ" اَيْ: يُكَبِّرْنَهَا

کَاسِیَاتٌ: کا مطلب ہے اللہ کی نعمت کا لباس' عاریات: اس کا معنیٰ ہے! اس کے شکر سے ننگی ہوں گی اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ ہے کہ اپنے حسن و شباب کو ظاہر کرنے کے لیے اپنے جسم کا کچھ حصہ چھپائیں گی اور کچھ حصہ ننگا رکھیں گی اور یہ بھی کہا گیا کہ اتنا باریک کپڑا پہنیں گی جس سے ان کے بدن کی رنگت واضح طور پر ظاہر ہوگی۔ مائلات: اس کا مطلب ہے اللہ کی طاعت سے اور جس چیز کا انہیں حکم دیا گیا ہے اس سے منہ موڑنے والیاں ہوں گی' ممیلات: غیروں کو اپنے برے عمل بتانے والیاں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لٹک لٹک کر چلنے والیاں' مائلات: کے متعلق ایک قول یہ بھی کہا

وَيُعَظِّمْنَهَا بِلَفِّ عِمَامَةٍ اَوْ عِصَابَةٍ اَوْ نَحْوِهَا۔

گیا کہ وہ بالوں کو سنوارنے والیاں ہوں گی تا کہ وہ کشش کا ذریعہ بنیں اور یہ بدکار زانیہ کا طریقہ ہے۔

ممیلات: دوسری عورتوں کے بھی اپنی طرح بال سنوارنے والیاں۔ **کاسنمۃ البخت:** عمامہ یا پٹی وغیرہ کو اس انداز سے باندھنا کہ سر بڑے ظاہر کیے ہوئے ہوں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات، جلد 6، ص 168، رقم 5704 الاداب للبیہقی، باب فی حجاب النساء، جلد 1، صفحہ 355، رقم 590 مشکاۃ المصابیح، باب ما یضمن من الجنایات، الفصل الاول، جلد 2، صفحہ 301، رقم 3524

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ایسے ظالم فاسق لوگ ہمارے زمانہ میں پیدا نہ ہوں گے بلکہ ہمارے بعد ہوں گے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آئندہ ہونے والے لوگوں کے اعمال کی خبر دے رہے ہیں۔

(وہ لوگوں کو ان کے ساتھ ماریں گے) ظلمًا ماریں گے حق پر کوڑے مارنا درست ہے، رب تعالٰی کنوارے زانی کے متعلق فرماتا ہے: فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ اور پاکدامن عورت کو تہمت لگانے والوں کے متعلق فرماتا ہے: فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ ظالم حکام یا ان کے کارندے کوڑے ساتھ لیے پھریں گے بات بات پر لوگوں کو اس سے مارا کریں گے، کسی نے انہیں سلام نہ کیا یا ان کی تعظیم کے لیے نہ اُٹھا یا ان کے ظلم کی تائید نہ کی اسے بے تحاشہ پیٹ دیا۔ خدا کی پناہ!

(ننگی ہوں گی) یعنی جسم کا کچھ حصہ لباس سے ڈھکیں گی اور کچھ حصہ ننگا رکھیں گی یا اتنا باریک کپڑا پہنیں گی جس سے جسم ویسے ہی نظر آئے گا یہ دونوں عیوب آج دیکھے جا رہے ہیں یا اللہ کی نعمتوں سے ڈھکی ہوں گی شکر سے ننگی یعنی خالی ہوں گی یا زیوروں سے آراستہ تقویٰ سے ننگی ہو گی۔

لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی یا دوپٹہ اپنے سر سے برقعہ اپنے منہ سے ہٹا دیں گی یا اپنی باتوں یا گانے سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی، خود ان کی طرف مائل ہوں گی یہ سب باتیں آج دیکھنے میں آ رہی ہیں، قربان ان نگاہوں کے جو قیامت تک کے واقعات دیکھ رہی ہیں، نیچی نظریں کُل کی خبریں۔

اس جملہ مبارک کی بہت تفسیریں ہیں بہتر تفسیر یہ ہے کہ وہ عورتیں راہ چلتے شرم سے سر نیچا نہ کریں گی بلکہ بے حیائی سے اونچی گردن سر اٹھائے ہر طرف دیکھتی، لوگوں کو گھورتی چلیں گی جیسے اونٹ کے تمام جسم میں کوہان اونچی ہوتی ہے ایسے ہی ان کے سر اونچے رہا کریں گے، یہ حدیث پڑھو اور آج کل کی عورتوں کو دیکھو، یہ اس غیب داں محبوب کی غیبی خبریں ہیں۔ شعر

ابن مالک کو دی بشارت تاج اے مرے غیب داں ترے صدقہ

یہاں لایجدن اور لایدخلن میں دونوں جماعتیں مراد ہیں کوڑے والے ظالموں کی جماعت اور ان بے حیا عورتوں کی جماعت۔ مطلب یہ ہے کہ اگر دونوں جماعتوں کا خاتمہ ایمان پر ہو بھی گیا تب بھی وہ اولاً جنت میں نہ جائیں گی، وہاں سے دور رہیں گی اپنی ان حرکتوں کی سزا دوزخ میں بھگتیں گی اگرچہ بعد میں ایمان کی وجہ سے جنت میں پہنچ جائیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، یا مطلب یہ ہے کہ جو ان کاموں کو حلال جان کر یہ کرے وہ کافر ہے پھر جنت میں کیسے جائے یا مطلب یہ ہے کہ پاکدامن عورتوں کی طرح اولاً جنت میں نہ جائیں گی۔

اتنی اتنی سے مراد بہت دراز مسافت ہے مثلاً سو سال کی راہ یا اس سے بھی زیادہ ان احادیث کو اس باب میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو بے پردگی کی بنا پر کوئی شرعی حد نہ لگے گی حاکم چاہے تو تعزیر کے طور پر سزا دے۔ (مرآۃ المناجیح ،ج۵ص۳۳۳)

150- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّشَبُّهِ بِالشَّيْطَانِ وَالْكُفَّارِ

شیطان اور کافروں کے ساتھ مشابہت رکھنا منع ہے

(1639) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَأْكُلُوْا بِالشِّمَالِ، فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ بِالشِّمَالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب آداب الطعام و الشراب، جلد 6، صفحه 108، رقم 5383 سنن ابن ماجه، باب الاکل بالیمین، جلد 2، صفحه 1088، رقم 3268 سنن النسائی الکبرٰی، باب النهی عن الاکل بالشمال، جلد 4، صفحه 172، رقم 6749 مسند أبي یعلی، مسند جابر بن عبدالله رضی الله عنه، جلد 5، صفحه 175، رقم 2260 مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبدالله رضی الله عنه، جلد 3، صفحه 334، رقم 14627

شرح حدیث: کھانے کا طریقہ

کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے صرف ایک ہاتھ یا فقط انگلیاں ہی نہ دھوئے کہ اس سے سنت ادا نہ ہوگی لیکن اس کا دھیان رہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر پونچھنا نہ چاہیے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر تولیا یا رومال سے پونچھ لینا چاہیے تاکہ کھانے کا اثر باقی نہ رہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراھیۃ ۔۔۔ الخ، ج۵، ص۳۳۷)

بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کریں اور بلند آواز سے بسم اللہ پڑھیں تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی یاد آجائے اور سب بسم اللہ پڑھ لیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراھیۃ فی الاکل وما یتصل بہ ۔۔۔ الخ، ج۵، ص۳۳۷)

اور اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا ہو تو جب یاد آجائے یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ آخِرَهٗ

(جامع الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی التسمیۃ ۔۔۔ الخ، رقم ۱۸۶۵، ج ۳، ص ۳۳۹)

روٹی کے اوپر کوئی چیز نہ رکھی جائے اور ہاتھ کو روٹی سے نہ پونچھیں۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۹، ص ۵۶۲)

کھانا ہمیشہ داہنے ہاتھ سے کھائیں بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا کام ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی النھی ۔۔۔ الخ، رقم ۱۸۰۶، ج ۳، ص ۳۱۳)

مسئلہ: کھانا کھاتے وقت بایاں پاؤں بچھا دے یا دہنا پاؤں کھڑا رکھے یا سرین پر بیٹھے اور دونوں گھٹنے کھڑے رکھے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الاطعمۃ، فصل ۱، ج ۳، ص ۵۱۸) اور اگر بھاری بدن یا کمزور ہونے کی وجہ سے اس طرح نہ بیٹھ سکے تو پالتی مار کر کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

کھانا کھانے کے درمیان میں کچھ باتیں بھی کرتا رہے بالکل چپ رہنا یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے مگر کوئی بے ہودہ یا پھوہڑ بات ہرگز نہ بکے بلکہ اچھی اچھی باتیں کرتا رہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، ج ۵، ص ۳۴۵)

کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لے اور برتن کو بھی انگلیوں سے پونچھ کر چاٹ لے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراھیۃ فی الاکل وما یتصل بہ، ج ۵، ص ۳۳۷)

کھانے کی ابتداء نمک سے کریں اور نمک ہی پر ختم کریں کہ اس میں بہت سی بیماریوں سے شفاء ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۹، ص ۵۶۲)

(1640) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَأْكُلَنَّ اَحَدُكُمْ بِشِمَالِهِ، وَلَا يَشْرَبَنَّ بِهَا، فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اپنے بائیں ہاتھ سے ہرگز نہ کھائے اور نہ اس کے ساتھ پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب آداب الطعام و الشراب، جلد 6، صفحه 109، رقم 5384، الادب المفرد، باب لایاخذ ولایعطی الابالیمنی، صفحه 406، رقم 1189، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الاکل و الشرب بالیمین، جلد 7، صفحه 277، رقم 15005، المنتقی لابن الجارود، باب ماجاء فی الاطعمة، صفحه 220، رقم 869، سنن أبی داؤد، باب الاکل بالیمین، جلد 3، صفحه 410، رقم 3778

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دودھ یا پانی یا کوئی اور چیز ہمیشہ داہنے ہاتھ سے برتن تھامے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے اور داہنے ہاتھ سے کھانا پینا مستحب سنت، بعض اماموں کے ہاں امر وجوب کے لیے ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو فرمایا داہنے ہاتھ سے کھا وہ بولا کہ میں اس ہاتھ سے کھا نہیں سکتا، فرمایا اب نہ کھاسکے گا چنانچہ اس کے بعد اس کا داہنا ہاتھ اس کے منہ تک نہ اٹھ سکا رواہ مسلم عن سلمۃ ابن اکوع۔ (مرقات) طبرانی نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبیعہ اسلمیہ کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو

اسے بددعا فرمائی وہ طاعون سے مری۔(مرقاۃ) اگر یہ حکم وجوبی نہ ہوتا تو آپ اتنی سختی کیوں فرماتے مگر جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ واقعات زجر وتنبیہ کے لیے ہوئے کبھی مکروہ عمل پر بھی تنبیہ کردی جاتی ہے۔(مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۴)

(1641) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى لَا يَصْبُغُوْنَ، فَخَالِفُوْهُمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.الْمُرَادُ: خِضَابُ شَعْرِ اللِّحْيَةِ وَالرَّاْسِ الْاَبْيَضِ بِصُفْرَةٍ اَوْ حُمْرَةٍ، وَاَمَّا السَّوَادُ، فَمَنْهِيٌّ عَنْهُ كَمَا سَنَذْكُرُهُ فِي الْبَابِ بَعْدَهٗ،اِنْ شَآءَ اللهُ تَعَالٰى.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود ونصاری اپنے بالوں کو نہیں رنگتے لہٰذا تم ان کی مخالفت کرو۔(متفق علیہ) خضاب سے مراد داڑھی اور سر کے بالوں کو زرد رنگ یا سرخ رنگ سے رنگنا ہے اور رہا کالا خضاب تو وہ منع ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد والے باب میں عنقریب ذکر کریں گے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، جلد 3، صفحه 127، رقم 3275 صحیح مسلم، باب فی مخالفة الیهود فی الصبغ، جلد 6، صفحه 155، رقم 5632 الاداب للبیهقی، باب فی خضاب الرجال، جلد 1، صفحه 328، رقم 546 سنن ابوداؤد، باب فی الخضاب، جلد 4، صفحه 136، رقم 4205 سنن ابن ماجه، باب الخضاب بالحناء، جلد 2، صفحه 1196، رقم 3621

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں خضاب سے متعلق فرماتے ہیں:

تنہا مہندی مستحب ہے اور اس میں کتم کی پتیاں ملا کر کہ ایک گھاس مشابہ برگ زیتون ہے جس کا رنگ گہرا سرخ مائل بسیاہی ہوتا ہے اس سے بہتر اور زرد رنگ سب سے بہتر، اور سیاہ وسمے کا ہو خواہ کسی چیز کا مطلقاً حرام ہے۔ مگر مجاہدین کو۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

مرعلی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال ما احسن هذا قال فمراخر قد خضب بالحناء و الکتم فقال هذا احسن من هذا ثم مراخر قد خضب بالصفر فقال هذا احسن من هذا کله۔ (سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی خضاب الصفرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲ / ۲۲۴)

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب مہندی کا خضاب کئے گزرے فرمایا یہ کیا خوب ہے۔ پھر دوسرے گزرے انھوں نے مہندی اور کتم ملا کر خضاب کیا تھا فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے، پھر تیسرے زرد خضاب کئے گزرے فرمایا: یہ ان سب سے بہتر ہے۔

معجم کبیر طبرانی ومستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصفرة خضاب المومن والحمرة خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر۔

(المستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر عبداللہ بن عمرو بن العاص دار الفکر بیروت ۳ / ۵۲۶)(کنز العمال بحوالہ طب وک عن ابن عمر حدیث

۱۷۳۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۲۸)

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اہل اسلام کا اور سیاہ خضاب کافروں کا ہے۔

امام احمد مسند اور ابوداؤد و نسائی و ابن حبان و حاکم وضیا اپنی اپنی صحاح اور بیہقی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یکون قوم فی اخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لایجدون رائحۃ الجنۃ۔

(سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب ماجاء فی خضاب السواد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۲) (سنن النسائی کتاب الزینۃ الخضاب بالسواد ۲/ ۲۷۷ ومسند احمد بن حنبل ۱/ ۲۷۳)

آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے جیسے جنگلی کبوتروں کے پوٹے، وہ جنت کی بو نہ سونگھیں گے۔

طبرانی کبیر اور ابن ابی عاصم کتاب السنہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من خضب بالسواد سود اللہ وجھہ یوم القیمۃ۔

(کنز العمال بحوالہ طب عن ابی الدرداء حدیث ۱۷۳۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷۱)

جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔

علامہ حموی وطحطاوی وشامی فرماتے ہیں:

ھذا فی حق غیر الغزاۃ ولا یحرم فی حقھم للارھاب۔ (ردالمحتار مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۲)

یہ حکم مجاہدین کے سوا دوسروں کے لئے ہے لہذا ان کے لئے سیاہ خضاب کا استعمال حرام نہیں دشمنوں کو ڈرانے اور انھیں مرعوب کرنے کے لئے وہ اس کا استعمال کر سکتے ہیں۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں ہے:

بصحت رسیدہ است کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خضاب می کرد بحنا و کتم کہ نام گیاہے است لیکن رنگ آں سیاہ نیست بلکہ سرخ مائل بسیاہی است۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ المصابیح کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۰)

طریقہ صحت تک یہ راویت پہنچی ہوئی ہے کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتم گھاس کی پتیاں ملا کر خضاب کیا کرتے تھے جس کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ گہرا سرخ مائل بسیاہی ہوا کرتا تھا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۴۸۶)

151- بَابُ نَهْيِ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَةِ عَنْ خِضَابِ شَعْرِهِمَا بِسَوَادٍ

مرد اور عورت کا اپنے بالوں کو سیاہ خضاب لگانا منع ہے

(1642) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اُتِيَ

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ (رسول

بِاَبِيْ قُحَافَةَ وَالِدِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَاْسُهٗ وَلِحْيَتُهٗ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "غَيِّرُوْا هٰذَا وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اللہ ﷺ کے پاس) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابوقحافہ کو فتح مکہ کے دن لایا گیا تو ان کے سر اور داڑھی کے بال تغامہ (بوٹی) کی طرح سفید تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو بدل دو لیکن سیاہ رنگ سے بچو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی صبغ الشعر و تغییر الشیب، جلد 6، صفحہ 155، رقم 5631 الاداب للبیہقی، باب فی خضاب الرجال، جلد 1، صفحہ 329، رقم 549 سنن ابوداؤد، باب فی الخضاب، جلد 4، صفحہ 137، رقم 4206 سنن النسائی، باب النہی عن الخضاب بالسواد، جلد 5، ص 416، رقم 9347 مسند أبی یعلی، مسند جابر بن عبد اللہ الانصاری، جلد 3، صفحہ 352، رقم 1819

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ سیاہ خضاب سے متعلق فرماتے ہیں:

سیاہ خضاب خواہ ماز وو ہلیلہ و نیل کا ہو خواہ نیل و حنا مخلوط خواہ کسی چیز کا سوا مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے۔ اور صرف مہندی کا سرخ خضاب یا اس میں نیل کی کچھ پتیاں اتنی ملا کر جس سے سرخی میں پختگی آجائے اور رنگ سیاہ نہ ہونے پائے سنت مستحبہ ہے۔

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الشریف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں:

خضاب بسواد حرام ست وصحابہ وغیرہم خضاب سرخ می کردند گاہے زرد نیز اھ ملخصاً۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۶۹)

سیاہ خضاب لگانا حرام ہے صحابہ اور دوسرے بزرگوں سے سرخ خضاب کا استعمال منقول ہے اور کبھی کبھار زرد رنگ کا خضاب بھی اھ ملخصاً۔ (ت)

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصفرة خضاب المؤمن والحمرة خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر، رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر عبداللہ بن عمر دار الفکر بیروت ۵/۴۸۲)

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافروں کا، (طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔)

محیط پھر منح الغفار پھر رد المحتار میں ہے:

- اما الحمرة فهو سنة الرجال وسیما المسلمین۔ (رد المحتار کتاب الخنثی مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۲)

رہی سرخی کی بات تو یہ مردوں کے لئے خصوصاً مسلمانوں کے لئے سنت ہے۔

قاضی خاں پھر شرح مشارق پھر شامی میں ہے:

مذھبنا ان الصبغ بالحناء والوسمة حسن۔ (ردالمحتار کتاب الخنثی مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۲)

ہمارا مذہب یہ ہے کہ مہندی اور وسمہ لگانا اچھا ہے۔

احادیث میں سیاہ خضاب پر سخت سخت وعیدیں اور مہندی کے خضاب کی ترغیبیں بکثرت وارد ہیں۔

وقد حققنا مسألة تحریم السواد مطلقا فی فتاوٰینا فیه شفاء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہم نے اپنے فتاوٰی میں علی الاطلاق سیاہ خضاب کے حرام ہونے کی ایسے انداز میں تحقیق کی ہے کہ جس میں بیمار طبائع کے لئے شفا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۳، ص ۴۸۵)

152-بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقَزَعِ وَهُوَ حَلْقُ بَعْضِ الرَّأْسِ دُوْنَ بَعْضٍ، وَّاِبَاحَةِ حَلْقِهٖ كُلِّهٖ لِلرَّجُلِ دُوْنَ الْمَرْاَةِ

سر کے کچھ بال مونڈ لینا اور کچھ چھوڑ دینا اور مرد کے لیے سر کے بالوں کا مونڈنا جائز ہے اور عورت کے لیے جائز نہیں ہے

(1643) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قزع (سر کے کچھ بال مونڈ دینا اور کچھ رہنے دینا) سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب القزع، جلد 5، صفحه 221، رقم 557 صحیح مسلم، باب كراهة القزع، جلد 6، صفحه 164، رقم 5681 الاداب للبیهقی، باب فی النهی عن القزع، جلد 1، ص 341، رقم 567 سنن ابوداؤد، باب فی الذوابة، جلد 4، صفحه 133، رقم 4195 سنن ابن ماجه، باب النهی عن القزع، جلد 2، صفحه 120، رقم 3637

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قزع قاف کے فتحہ سے بمعنی بادل کے ٹکڑے، اب اصطلاح میں سر کا بعض حصہ منڈوانے یا کترانے اور بعض رکھانے کو قزع کہتے ہیں اسے بادل کے ٹکڑوں سے تشبیہ دیتے ہوئے، یہ ممانعت بچوں بڑوں سب کے لیے ہے۔ مجبوری کے حالات اس سے علیحدہ ہیں جیسے کبھی سرسام میں بیمار کا تالو کھول دیا جاتا ہے یعنی صرف بیچ کھوپڑی کے بال مونڈ دیئے جاتے ہیں ویسے بلاضرورت ممنوع ہے کہ کراہت تنزیہی ہے، انگریزی حجامت بھی قزع ہے۔

بچوں کا ذکر اتفاقاً ہے کہ عرب میں بچوں ہی کی حجامت اس طرح کی جاتی ہے ورنہ یہ ممانعت چھوٹے بڑوں سب کے لیے ہے۔

یعنی اس روایت میں اسطرح مروی ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی یہ تفسیر ارشاد فرمائی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۴۹)

(1644) وَعَنْهُ، قَالَ: رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ شَعْرِ رَأْسِهٖ وَتُرِكَ بَعْضُهٗ، فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ، وَقَالَ: "احْلِقُوْهُ كُلَّهٗ، اَوِ اتْرُكُوْهُ كُلَّهٗ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ۔

بچے کو دیکھا جس کے سر کا بعض حصہ منڈا ہوا تھا اور بعض حصہ چھوڑا ہوا تھا تو آپ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا اس کے پورے سر کو مونڈ وادو یا پورے کو چھوڑ دو۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ بخاری اور مسلم کی شرط پر روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی الذوابة، جلد 4، صفحه 134، رقم 4197 سنن النسائی الکبری، باب الرخصة فی حلق الرأس، جلد 5، ص 407، رقم 9296 صحیح ابن حبان، کتاب الزینة و التطیب، جلد 12، صفحه 318، رقم 5508 الفتح الکبیر للسیوطی، حرف الهمزة، جلد 1، صفحه 52، رقم 427

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ کل سر منڈانا جائز ہے مگر بہتر نہیں سواء احرام سے کھلنے کے وقت کہ وہاں سر منڈانا بہتر ہے باقی حالات میں منڈانا بہتر نہیں کہ سواء حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی صحابی نے سر نہ منڈایا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ (مرقات) حضرت علی کے سر منڈانے کی حکمت شروع کتاب میں عرض کی گئی۔ اس زمانہ میں تو سر منڈانا بہت ہی برا ہے کہ وہابیوں کی علامت ہے، حضور نے وہابیوں کے متعلق ارشاد فرمایا سیاهم التحلیق ان کی علامت سر منڈانا ہوگی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انگریزی بال رکھنا یا قلمیں بنوانا سب ممنوع ہے کہ اس میں قزع ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ٦ ص ٢٧٠)

(1645) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَمْهَلَ اٰلَ جَعْفَرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ اَتَاهُمْ فَقَالَ: "لَا تَبْكُوْا عَلٰى اَخِيْ بَعْدَ الْيَوْمِ" ثُمَّ قَالَ: "اُدْعُوْا لِيْ بَنِيْ اَخِيْ" فَجِيْءَ بِنَا كَاَنَّنَا اَفْرُخٌ فَقَالَ: "اُدْعُوْا لِيَ الْحَلَّاقَ" فَاَمَرَهٗ، فَحَلَقَ رُءُوْسَنَا. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آل جعفر کو تین دن کی مہلت دی پھر ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا کہ آج کے دن میرے بھائی پر نہ رونا پھر فرمایا میرے بھتیجوں کو بلاؤ تو جب ہمیں لایا گیا تو گویا کہ ہم چوزے ہوں آپ نے فرمایا کہ حجام کو بلاؤ پس آپ نے اس کو حکم دیا تو اس نے ہمارے سر مونڈ دیئے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ بخاری و مسلم کی شرط پر روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی حلق الراس، جلد 4، صفحه 133، رقم 4194 سنن النسائی الکبری للبیهقی، باب حلق رؤس الصبیان، جلد 5، ص 407، رقم 9295 مجمع الزوائد للهیثمی، باب غزوة مؤتة، جلد 6، صفحه 230، رقم 10218 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن جعفر بن أبی عباس، جلد 1، ص 204، رقم 1250 مشکوۃ المصابیح، باب الترجل، الفصل الاول، جلد 2، صفحه 511، رقم 4463

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت جعفر بھی صحابی ہیں اور ان کے بیٹے عبداللہ ابن جعفر بھی حضرت جعفر جناب علی مرتضی کے بھائی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد کیونکہ جعفر ابن ابی طالب ہیں، حضرت جعفر غزوہ موتہ میں شہید ہوئے یہاں اسی کا ذکر ہے۔

تعزیت کے لیے بیٹھنے اور عزیز و اقرباء کے تسلی دینے کے لیے آنے کی مہلت تین دن تک دی جیسے آج کل میت والے تین دن تک چٹائی ڈالتے ہیں یہ سنت سے ثابت ہے اس کا یہاں ذکر ہے، بعض لوگ ان دنوں میں میت کے لیے فاتحہ پڑھتے رہتے ہیں یہ بھی بہت اچھا ہے۔

یہاں رونے سے مراد آنکھ کے آنسو نہیں بلکہ تعزیت کے لیے بیٹھنا اور چہرے سے غم کے آثار کا ظاہر ہونا ہے۔ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام ہے سواء خاوند کے کہ اس کی بیوہ بیوی چار ماہ دس دن سوگ کرے۔

یعنی حضرت جعفر کے بچوں کو جواب یتیم ہو چکے تھے۔ یہ واقعہ غزوہ موتہ کے بعد کا ہے جس میں حضرت جعفر شہید ہوئے تھے، ان کے بچوں کے بال بڑھے ہوئے تھے اس لیے چڑیا کے بچوں سے تشبیہ دی گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ یتیم عزیزوں کی خبر گیری کرنا ان کی ضروریات پوری کرنا سنت ہے اور یہاں بال منڈوا دینا علامت تھی مدت تعزیت ختم ہو جانے کی۔ خیال رہے کہ احرام سے کھلتے وقت کے سواء اور موقعوں پر بال منڈوانا اچھا نہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ اب ان کی والدہ حضرت اسماء بنت عمیس ان کی بالوں کی نگرانی و خدمت نہ کر سکیں گی اپنی عدت و غم میں گرفتار رہیں گی اس لیے حضور نے ان کے سر منڈوا دیئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یتیموں کا والی تصرف کر سکتا ہے جیسے حجامت اور ختنہ وغیرہ۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۰۴)

(1646) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَةُ رَاْسَهَا. رَوَاهُ النِّسَائِيُّ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو اپنے سر کے بال منڈوانے سے منع فرمایا ہے۔ (نسائی)

تخریج حدیث: سنن النسائی، باب النھی عن حلق المرأۃ رأسھا، جلد 8، صفحہ 130، رقم 5049 سنن ترمذی، باب کراھیۃ الحلق للنساء، جلد 2، صفحہ 257، رقم 915 جامع الاصول لابن اثیر، باب الحلق والجز، جلد 4، صفحہ 753، رقم 2892 مشکاۃ المصابیح، باب الحلق، الفصل الاول، جلد 2 صفحہ 97، رقم 2653 مجمع الزوائد للھیثمی، باب النھی عن حلق المرأۃ، جلد 3، صفحہ 581، رقم 5607

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جیسے مرد کو ڈاڑھی منڈانا حرام ہے ایسے ہی عورت کو سر کے گیسو منڈانا یا کتروانا حرام ہے، مرد کی زینت داڑھی سے ہے عورت کی زینت سر کے گیسوں سے۔ اس میں گفتگو ہے کہ مرد کو سر منڈانا سنت ہے یا رخصت حق یہ ہے کہ رخصت ہے سنت نہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے صحابہ نے سواء احرام سے کھلنے کے کبھی سر نہیں منڈایا، حضرت علی ضرورۃً منڈایا کرتے تھے۔ (مرقات) فقیر کہتا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا سر منڈانا ثابت نہیں کترایا کرتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۲۶)

153-بَابُ تَحْرِيْمِ وَصْلِ الشَّعْرِ وَالْوَشْمِ وَالْوِشْرِ وَهُوَ تَحْدِيْدُ الْإِسْنَانِ

مصنوعی بال لگانا گودنا اور دانتوں کو باریک کرنا حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا وَّاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ) (النساء 119: 117-).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ شرک والے اللہ کے سوا نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو جس پر اللہ نے لعنت کی اور بولا قسم ہے میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھہرایا ہوا حصہ لوں گا قسم ہے میں ضرور بہکا دوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے ۔

(1647) وَعَنْ اَسْمَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَتِيْ اَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ، فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا، وَاِنِّيْ زَوَّجْتُهَا، اَفَاَصِلُ فِيْهِ؟ فَقَالَ: "لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُوْلَةَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اَلْوَاصِلَةَ، وَالْمُسْتَوْصِلَةَ". قَوْلُهَا: "فَتَمَرَّقَ" هُوَ بِالرَّاءِ وَمَعْنَاهُ: انْتَثَرَ وَسَقَطَ. "وَالْوَاصِلَةُ": الَّتِيْ تَصِلُ شَعْرَهَا، اَوْ شَعْرَ غَيْرِهَا بِشَعْرٍ اٰخَرَ. "وَالْمَوْصُوْلَةُ": الَّتِيْ يُوْصَلُ شَعْرُهَا. "وَالْمُسْتَوْصِلَةُ": الَّتِيْ تَسْاَلُ مَنْ يَّفْعَلُ لَهَا ذٰلِكَ.

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: پس اس ن کہا: یارسول اللہ! میری بیٹی کو تو حصبہ (مرض) لگی ہے اس وجہ سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں میں اس کی شادی کر رہی ہوں کیا اس کے بالوں میں بال لگا دوں۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ نے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت کی ہے۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں "الواصلة" و "المستوصلة" کے الفاظ ہیں فتمرق: را کے ساتھ اس کا مطلب ہے بکھر گئے اور جھڑ گئے۔ الواصلة: جو اپنے بال کسی دوسری کے بالوں کے ساتھ ملائے۔ الموصولة: وہ عورت جس کے بالوں کو ملایا جائے۔ المستوصلة: بالوں کو ملانے کا کہنے والی۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الوصل فی الشعر، جلد 5، صفحه 2216، رقم 5589 صحیح مسلم، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة، جلد 6، ص 165، رقم 5687 الاداب للبیهقی، باب مالایجوز للمراة أن تتزین به، جلد 1، ص 334، رقم 556 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه مطلب، جلد 8، صفحه 299، رقم 8693 سنن ابن ماجه، باب الواصلة والواشمة، جلد 1، ص 639، رقم 1988

(1648) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نَحْوَہٗ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت عائشہ سے ایک روایت اسی کی مثل روایت کی گئی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الوصل فی شعر، جلد 5، صفحہ 2216، رقم 5590 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 111، رقم 24848 صحیح ابن حبان، کتاب الزینة والتطیب، جلد 12، ص 323، رقم 5514۔

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں بال گودنا سے متعلق فرماتے ہیں:

رب تبارک وتعالیٰ ان آیات اور ان کے امثال میں نبی کا حکم بعینہٖ اپنا حکم اور نبی کی اطاعت بعینہٖ اپنی اطاعت بتاتا ہے تو تمام احکام کہ احادیث میں ارشاد ہوئے سب قرآن عظیم سے ثابت ہیں جو اخلاقی حکم حدیث میں ہے کتاب اللہ اس سے ہرگز خالی نہیں اگر چہ بظاہر تصریح جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔

احمد و بخاری و مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ سب ائمہ اپنی مسند وصحاح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

لعن اللہ الواشمات والمستوشمات و المتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات لخلق اللہ۔

اللہ کی لعنت بدن گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور منہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں اللہ کی بنائی چیز بگاڑنے والیوں پر۔

یہ سن کر ایک بی بی خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: میں نے سنا ہے آپ نے ایسی ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی فرمایا:

مالی لا العن من لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو فی کتاب اللہ۔

مجھے کیا ہوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور جس کا بیان قرآن عظیم میں ہے۔

ان بی بی نے کہا: میں نے قرآن اول سے آخر تک پڑھا اس میں کہیں اس کا ذکر نہ پایا فرمایا:

اِنْ کُنْتِ قَرَأْتِیْہِ لَقَدْ وَجَدْتِیْہِ اما قرأتِ مااتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا۔

اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا یہ بیان اس میں ضرور پاتیں۔ کیا تم نے یہ آیت نہ پڑھی کہ جو رسول تمھیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

انھوں نے عرض کی: ہاں! فرمایا: فانہ قد نھی عنہ ا۔ تو بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حرکات سے منع فرمایا: منکر دیکھے کہ اس کا خیال وہی ان بی بی کا خیال اور ہمارا جواب بعینہٖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا جواب ہے یا نہیں۔ یہ بی بی ام یعقوب اسدیہ ہیں کبار تابعین وثقات مصالحات سے ہونے میں تو کلام نہیں اور حافظ الشان نے فرمایا: صحابیہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۳۴) (صحیح البخاری کتاب اللباس باب

الموصولۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۹)(سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب صلۃ الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۸)(جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی الواصلۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۲)(سنن نسائی کتاب الزینۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۹۲)(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۶۳۳)

(1649) وَعَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِّنْ شَعْرٍ كَانَتْ فِيْ يَدِ حَرَسِيٍّ فَقَالَ: يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟! سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَنْهٰى عَنْ مِّثْلِ هٰذِهٖ، وَيَقُوْلُ: "اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْاِسْرَائِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت حمید بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے حج کے سال سنا آپ منبر پر کھڑے تھے اور اپنے غلام کے ہاتھوں سے بالوں کا گچھا پکڑا اور فرمایا: اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے منع فرماتے ہوئے سنا تھا اور آپ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل تب ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے یہ طریقہ اپنایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، باب أم حسبت أن اصحاب الکھف والرقیم، جلد 3، ص 127، رقم 3281، مسند الحمیدی، احادیث معاویۃ بن أبي سفیان رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 273، رقم 600، سنن ترمذی، باب ماجاء فی کراھیۃ اتخاذ العقۃ، جلد 5، ص 104، رقم 2781، معرفۃ السنن والاثار للبیھقی، باب الاختلاف فی صوم یوم عاشوراء، جلد 7، صفحہ 266، رقم 2711، المعجم الکبیر للطبرانی، باب من اسمہ معاویۃ، جلد 19، ص 343، رقم 16413

شرح حدیث: بالوں میں پیوند

حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: تم نے ایک بُرا لبادہ اوڑھ لیا ہے، حالانکہ حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس باطل کام سے منع فرمایا ہے۔ حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ ایک شخص لاٹھی کے سہارے چلتا ہوا آیا، اس کے سر پر بالوں کا گچھا تھا تو حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: سن لو! یہ باطل ہے۔ حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: باطل کام سے مراد عورتوں کا بالوں میں کثرت سے پیوند لگانا ہے۔
(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث معاویۃ بن ابی سفیان، الحدیث ۱۶۸۴۳، ج ۶، ص ۱۶)

(1650) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بال منڈانے والی بال لگوانے والی اور گودنے والی اور گدوانے کی خواہش کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الوصل فی الشعر، جلد 7، صفحہ 165، رقم 5937 صحیح مسلم، باب تحریم فعل الواصلۃ و

المستوصلة والواشمة، جلد 6، ص 166، رقم 5693 سنن ابن ماجه، باب الواصلة و الواشمة، جلد 1، ص 639، رقم 1987 صحیح ابن حبان، کتاب الزینة والتطیب، جلد 12، صفحه 323، رقم 5513 مصنف ابن ابی شیبة، باب فی واصلة الشعر بالشعر، جلد 5، ص 201، رقم 25220

شرح حدیث: مذکورہ احادیثِ مبارکہ کے بعض الفاظ کی وضاحت

وَاصِلَة سے مراد وہ عورت ہے جو بالوں کو دوسرے بالوں سے جوڑتی ہے۔ وَاشِمَة سے مراد وہ عورت ہے جو گودتی ہے اور یہ ایک معروف کام ہے۔ نَامِصَة سے مراد اَبر کے بال نوچ کر باریک کرنے والی عورت ہے۔ جبکہ یہ مشہور ہے کہ نَامِصَة چہرے کے بال نوچنے والی کو کہتے ہیں اور مُتَفَلِّجَة سے مراد خوبصورتی کے لئے ریتی وغیرہ سے دانتوں کو کشادہ کرنے والی ہے جبکہ مُسْتَوْصِلَة، مُتَنَمِّصَة اور مُسْتَوْشِمَة سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کے ساتھ یہ افعال کئے جائیں۔

تنبیہ

ان تمام گناہوں کو کبیرہ گناہ اس لئے شمار کیا گیا کہ شیخ الاسلام سیدنا جلال بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلے دو کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے جبکہ دیگر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے سب کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کیونکہ لعنت کبیرہ گناہوں کی علامات میں سے ہے۔ مگر ہمارے بہت سے علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسے مطلق نہ رکھا بلکہ فرمایا: شوہر اور آقا کی اجازت کے بغیر گدوانا اور دانت کشادہ کرنے کے علاوہ دیگر افعال حرام ہیں۔ مگر یہ بات اشکال پیدا کرتی ہے کیونکہ آپ انصاری خاتون کا قصہ جان چکے ہیں کہ شاہ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اسے بال جوڑنے سے منع فرمادیا تھا حالانکہ اس نے عرض کی تھی کہ اس کے شوہر نے بال جوڑنے کا حکم دیا ہے۔

بیان شدہ نَمص کی دونوں صورتوں کو مکروہ کہنا بھی عجیب ہے حالانکہ اس کے بارے میں لعنت وارد ہوئی ہے نیز علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے مطلقاً نَمص کے علاوہ باقی صورتوں کی حرمت کا قول کیا ہے یا شوہر کی اجازت کے بغیر ایسا کرنا ان کے نزدیک اختلافی مسئلہ ہے، بہرحال جب ان سب پر ایک ہی حدیثِ پاک میں لعنت واقع ہوئی تو اب کون سا فرق باقی رہ جاتا ہے؟ اور حضرات علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کے مقام پر اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۴۵۹)

(1651) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ. فَقَالَتْ لَهُ امْرَاَةٌ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ: وَمَا لِيْ لَا

حضرت ابن مسعود ﷛ سے روایت ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گودنے والی گدوانے والی اور پلکوں کے بال اکھیڑنے والی اور زینت کے لیے دانتوں کو باریک کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ایک عورت نے

اَلْعَنُ مَنْ لَّعَنَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؛ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا) (سورة الحشر: 7). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "اَلْمُتَفَلِّجَةُ" هِيَ: الَّتِيْ تَبْرُدُ مِنْ اَسْنَانِهَا لِيَتَبَاعَدَ بَعْضُهَا عَنْ بَعْضٍ قَلِيْلًا، وَتُحَسِّنُهَا وَهُوَ الْوَشْرُ. "وَالنَّامِصَةُ": الَّتِيْ تَاْخُذُ مِنْ شَعْرِ حَاجِبِ غَيْرِهَا، وَتُرَقِّقُهٗ لِيَصِيْرَ حَسَنًا. "وَالْمُتَنَمِّصَةُ": الَّتِيْ تَاْمُرُ مَنْ يَّفْعَلُ بِهَا ذٰلِكَ.

اس بارے میں ان سے گفتگو کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس کو لعنت کیوں نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور یہ اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو یہ (رسول اللہ ﷺ) تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ (متفق علیہ) المتفلجة: وہ عورت جو دانتوں میں تھوڑا سا فاصلہ بنانے کے لیے دانتوں کو باریک کروائے تاکہ خوبصورت لگے اس کو وشر کہتے ہیں۔ النامصة: وہ عورت جو ابروؤں کے بال اکھیڑے اور انہیں باریک کریں تاکہ خوبصورت نظر آئے۔ المتنمصّة: جو ایسا کام کرنے کا کہے اسے کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، تفسیر سورة الحشر، جلد 4، صفحه 185، رقم 4604 صحیح مسلم، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمه والمستوشمة، جلد 6، ص 166، رقم 5695 الاداب للبیهقی، باب مالا یجوز للمرأة أن تتزین به، جلد 1، ص 334، رقم 556 سنن ابوداؤد باب فی صلة الشعر، جلد 4، صفحه 126، رقم 4171 سنن الدارمی، باب فی الواصلة والمستوصلة، جلد 2، ص 363، رقم 2647

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ لفظ بنا ہے نماص سے، نماص بال اکھیڑنے کے آلہ کو کہتے ہیں جسے پنجاب میں موچنا کہا جاتا ہے یہاں چہرے کا رونگٹا اکھیڑنا مراد ہے یہ حرام ہے ورنہ اگر عورت کے ڈاڑھی یا مونچھیں نکل آویں تو انہیں ضرور اکھیڑ دے۔ (مرقات)

متفلجات بنا ہے فلج سے، فلج اس کھڑکی یا کشادگی کو کہتے ہیں جو دو دانتوں کے درمیان ہوتی ہے، بعض عورتیں مشین کے ذریعہ اپنے دانت پتلے کروا کر درمیان میں جھریاں کرا لیتی ہیں اسے اپنے لیے حسن و خوبصورت تصور کرتی ہیں یہ حرام ہے، اس سے دانت بھی خراب ہوجاتے ہیں پھر ٹھنڈا پانی گرم چائے یا دودھ نہیں پی سکتیں دانتوں میں لگتا ہے۔ للحسن کا تعلق یا تو صرف متفلجات سے ہے یا والشمات اور متنمصات اور متفلجات تینوں سے ہے یعنی جو عورتیں یہ تینوں کام خوبصورتی کے لیے کریں وہ لعنتی ہیں جو مجبوراً کسی مرض کی وجہ سے کریں انہیں معافی ہے۔

خیال رہے کہ تبدیلی خلق اللہ دو طرح کی ہے: ایک شرعاً جائز دوسری حرام۔ چنانچہ ختنہ کرنا، ناخن کٹوانا، مونچھیں ترشوانا، حجامت کرانا ان میں بھی تبدیلی خلق اللہ تو ہے مگر اس کا حکم ہے اور یہ مذکورہ چیزیں دانت پتلے کرانا وغیرہ تبدیلی خلق اللہ ہے مگر حرام، یہاں حرام تبدیلی مراد ہے یعنی چونکہ اس حرکت میں حرام تبدیلی ہے لہذا یہ ممنوع ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

یعنی کسی مسلمان پر لعنت جائز نہیں تو تم نے ان مسلمان عورتوں پر لعنت کیوں کی تم نے صحابی رسول ہو کر ایسی جرات کس بنا پر کی۔

یعنی میں نے خود اپنی طرف سے ان پر لعنت نہیں کی بلکہ اللہ رسول نے لعنت کی ہے میں تو ان لعنتوں کا ناقل ہوں لعنت رسول تو میں نے خود سنی ہے لعنت اللہ قرآن مجید سے معلوم کی ہے لہذا میری یہ لعنت برحق ہے لہذا یہ حدیث مرفوع ہو گئی۔

یعنی اس کے متعلق حدیث حدیث تو ہو گئی جو میں نے نہ سنی ہو آپ نے سنی ہو کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت زیادہ حاضر رہتے تھے مگر قرآن کریم تو مقرر و معین ہے میں اسے دن رات پڑھتی ہوں میں نے کسی آیت میں ان عورتوں اور ان پر لعنت کا ذکر نہ دیکھا میں اس میں آپ کو سچا کیسے مان لوں۔ لوحین سے مراد قرآن مجید کی جلد کے دو گتے ہیں جن کے بیچ میں قرآن مجید ہوتا ہے مراد ہے سارا قرآن مجید۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم قرآن مجید غور سے پڑھتیں سمجھ بوجھ کر تو تم کو اس میں یہ لعنت مل جاتی اور تم میری تصدیق کر دیتیں۔

سبحان اللہ! کیسا ایمان افروز شاندار استنباط ہے اس آیت سے یہ ثابت فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام منع فرمائی ہوئی چیزیں قرآن مجید کی ممانعت میں داخل ہیں اور حضور نے تو ان سے منع فرمایا ہے لہذا قرآن نے بھی انہیں منع فرمایا حضور کی لعنت خدا تعالی کی لعنت ہے۔ (مرقات) لہذا حضور کی رحمت و کرم رب تعالی کی رحمت ہے۔

اس حدیث کو احمد، ترمذی ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی نے بھی روایت کیا۔ (مرقات) اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ حدیث کے احکام کو قرآن کی طرف نسبت کر سکتے ہیں کہ کتاب قرآن خاموش قرآن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بولتے ہوئے قرآن ہیں، لہذا کہہ سکتے ہیں کہ نماز کی تعداد و مقدار زکوۃ کی مقداریں وغیرہ سب کچھ قرآن میں ہے کیونکہ یہ حضور نے بتا دیئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۷۲)

154- بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ مِنَ اللِّحْيَةِ وَالرَّأْسِ وَغَيْرِهِمَا، وَعَنْ نَتْفِ الْأَمْرَدِ شَعْرَ لِحْيَتِهِ عِنْدَ أَوَّلِ طُلُوْعِهِ

مرد کا سر اور داڑھی کے سفید بال اکھیڑنا اور بے ریش کا داڑھی کے بالوں کو شروع ہی سے اکھیڑنا ممنوع ہے

(1652) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ ؛ فَإِنَّهُ نُوْرُ

حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفید بال نہ نوچو کیونکہ یہ قیامت کے روز مسلمان کا نور ہوں گے۔ یہ

الْمُسْلِمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. حَدِيْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَالنِّسَائِيُّ بِاَسَانِيْدَ حَسَنَةٍ، قَالَ التِّرْمِذِيُّ: "هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حدیث حسن ہے اسے ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے اسانید حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی نتف الشیب، جلد 4، ص 136، رقم 4204، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 179، رقم 6672، الاداب للبیہقی، باب کراھیۃ نتف الشیب، جلد 1، ص 327، رقم 544، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، باب ماجاء فی کراھیۃ نتف الشیب، جلد 4، ص 553، رقم 4138، مصنف عبدالرزاق، باب صباغ و نتف الشعر، جلد 11، صفحہ 155، رقم 20186

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جب سر یا ڈاڑھی میں چٹے بال شروع ہوجاویں تو انہیں مت اکھیڑو ان چٹے بالوں سے نفس کمزور ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اب میں بوڑھا ہو چلا ہوں آخرت کی تیاری کروں یہ بال اکھیڑ دینے سے وہ اپنے کو جوان ہی سمجھے گا، یہ فرق ہے خضاب اور سفید بال اکھیڑنے میں اس لیے خضاب کا حکم دیا اکھیڑنے سے منع فرمایا، سفید بال خواہ سفید ہی رہیں یا سرخ کردیئے جاویں قبر یاد دلاتے ہیں کہ تیاری کرو چلنے کا وقت قریب آگیا سویرا ہوگیا اب جاگ جاؤ۔ شعر

اٹھ جاگ مسافر بھور ہوئی اب رات کہاں جو سووت ہے جو جاگت ہے سو پاوت ہے جو سووت ہے وہ کھووت ہے

اٹھ نیند سے اکھیاں کھول ذرا اور رب سے اپنے دھیان لگا یہ پریت کرن کی ریت نہیں رب جاگت ہے تو سووت ہے

امام مالک نے بروایت سعید ابن مسیب نقل فرمایا کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بال سفید ہوئے آپ نے پوچھا یارب یہ کیا فرمایا یہ وقار اور نور ہے، فرمایا الٰہی میرا وقار اور نور اور زیادہ کر۔ وہ جو حاکم و ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ رب تعالٰی نے حضور کو چٹے بال سے بگاڑا نہیں (حاشیہ بیضاوی) وہاں معنی یہ ہیں کہ حضور کے کچھ بال سفید ہوئے تو اس سے حضور کا حسن اور بھی زیادہ ہوگیا کچھ کمی نہ آئی۔ علماء فرماتے ہیں کہ سفید بال اکھیڑنا زینت کے لیے ہو تو منع ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۲۹۹)

(1653) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَّيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں، تو وہ مردود ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدث الامور، جلد 5، ص 132، رقم 4590، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 146، رقم 25171، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثانی فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ، جلد 1، ص 289، رقم 75، الفتح الکبیر للسیوطی، حرف المیم، جلد 3، صفحہ 204، رقم 12052، سنن الدارقطنی باب فی المرأۃ تقتل اذا ارتدت، جلد 4، ص 227، رقم 81

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی وہ ایجاد کرنے والا مردود ہے یا اس کی یہ ایجاد مردود ہے۔ خیال رہے کہ اَمر سے مراد دین اسلام ہے اور مَا سے مراد عقائد، یعنی جو شخص اسلام میں خلافِ اسلام عقیدے ایجاد کرے وہ شخص بھی مردود اور وہ عقائد بھی باطل۔ لہذا روافض، قادیانی، وہابی وغیرہ بہتر ۷۲ فرقے جن کے عقائد خلافِ اسلام ہیں باطل ہیں۔ یا اَمر سے مراد دین ہے اور مَا سے مراد اعمال ہیں اور لَیْسَ مِنْهُ سے مراد قرآن وحدیث کے مخالف، یعنی جو کوئی دین میں ایسے عمل ایجاد کرے جو دین، یعنی کتاب وسنت کے مخالف ہوں جس سے سنت اٹھ جاتی ہو وہ ایجاد کرنے والا بھی مردود ایسے عمل بھی باطل جیسے اردو میں خطبہ و نماز پڑھنا، فارسی میں اذان دینا وغیرہ۔ اس کی تفسیر وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے کہ جو کوئی بدعت ایجاد کرے تو اللہ سنت کو اٹھالیتا ہے۔ ہماری اس تفسیر کی بنا پر یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اس میں کوئی قید لگانے کی ضرورت نہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا لَیْسَ مِنْهُ سے معلوم ہوا کہ دین میں ایسے کام کی ایجاد جو کتاب وسنت کے خلاف نہ ہو بری نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۱۴۸)

155- بَابُ كَرَاهَةِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِيْنِ وَمَسِّ الْفَرْجِ بِالْيَمِيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ

بغیر عذر شرمگاہ کو چھونا اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت

(1654) وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا بَالَ اَحَدُكُمْ، فَلَا يَاْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهِ، وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِيْنِهِ، وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْاِنَاءِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے اور برتن میں سانس بھی نہ لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لا یمسك ذکرہ بیمینه اذا بال، جلد 1، ص 169، رقم 153 صحیح ابن خزیمه، باب النهی عن الاستطابة بالیمین، جلد 1، ص 43، رقم 79 السنن الکبریٰ للبیهقی، باب النهی عن مس الذکر عند البول بالیمین، جلد 1، ص 555، رقم 112 سنن ابن ماجه، باب کراهة مس الذکر بالیمین والاستنجاء بالیمین، جلد 1، ص 113، رقم 310 سنن النسائی، باب النهی عن الاستطابة بالروث، جلد 1، صفحه 38، رقم 40

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام حارث ابن ربعی یا ابن نعمان ہے، انصاری ظفری ہیں، بیعت عقبہ اور تمام غزوات میں شامل ہوئے، بدر یا احد میں آپ کی آنکھ نکل پڑی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ ٹکا کر اپنا لعاب شریف لگا دیا تو دوسری آنکھ سے زیادہ روشن ہوگئی، ابوسعید خدری کے اخیافی یعنی ماں شریکے بھائی ہیں، ستر سال عمر پائی ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

بلکہ برتن منہ سے علیحدہ کرکے سانس لے تاکہ تھوک یا رینٹ پانی میں نہ پڑے، نیز سانس میں اندر کی گرمی اور زہریلا

مادہ ہوتا ہے جو پانی میں مل کر بیماری پیدا کرتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ چائے وغیرہ گرم چیز میں پھونکیں مارنا منع ہے۔
کیونکہ داہنا ہاتھ کھانے پینے اور تسبیح وتہلیل شمار کرنے کے لیے ہے، لہٰذا اسے گندے کام میں استعمال نہ کرے۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ اسی طرح زبان و آنکھ وکان کو گناہوں میں استعمال نہ کرے کہ یہ چیزیں اللہ کا ذکر کرنے قرآن دیکھنے وسننے کے لیے ہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۱۳۸)

وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ.

اس باب میں کثرت سے صحیح احادیث وارد ہیں۔

156-بَابُ كَرَاهَةِ الْمَشْيِ فِيْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ اَوْ خُفٍّ وَاحِدٍ لِّغَيْرِ عُذْرٍ وَّ كَرَاهَةِ لُبْسِ النَّعْلِ وَالْخُفِّ قَائِمًا لِّغَيْرِ عُذْرٍ

بلا عذر ایک جوتے یا ایک موزے میں چلنا مکروہ ہے اور بلا عذر کھڑے ہو کر جوتا اور موزہ پہننا مکروہ ہے

(1655) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَمْشِ اَحَدُكُمْ فِيْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ، لِيَنْعَلْهُمَا جَمِيْعًا، اَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيْعًا". وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اَوْ لِيُحْفِهِمَا جَمِيْعًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک جوتے میں نہ چلے دونوں کو پہنے یا دونوں کو اتار دے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یا دونوں پاؤں ننگے کر دے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لا یمشی فی نعل واحدۃ، جلد 5، ص 220، رقم 5518 صحیح مسلم، باب اذا انتعل فلیبدأ بالیمین واذا خلع فلیبداء بالشمال، جلد 6، ص 153، رقم 5616 سنن ابو داؤد، باب فی الانتعال، جلد 4، ص 117، رقم 4138 صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وآدابه، جلد 12، ص 274، رقم 5460 جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثامن فی النعال والانتعال، جلد 10، ص 648، رقم 8272

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہ ممانعت کراہت تنزیہی کی ہے اسی حکم میں کرتہ اچکن وغیرہ کا پہننا ہے کہ کرتے اچکن کی ایک آستین پہن لینا دوسری یوں ہی لٹکتی رکھنا ممنوع ہے۔یہاں مرقاۃ میں اس حکم کی بہت سی حکمتیں بیان فرمائیں: ایک یہ ہے کہ یہ طریقہ شیطان کا ہے کہ وہ ایک جوتہ پہن کر چلتا ہے، نیز اس طرح چلنا کچھ دشوار بھی ہوتا ہے خصوصًا جب کہ جوتی کچھ اونچی ہو اور جگہ ناہموار ہو، نیز یہ طریقہ شرفاء کا نہیں اور یہ کم عقلی کی علامت ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں جو آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک جوتا شریف میں چلتے دیکھا وہ یا تو اس حکم سے منسوخ ہے یا وہ عمل شریف گھر کے اندر کا ہے اور یہ حکم شریف یا باہر سڑک کا یا وہ حکم بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حکم بیان استحباب کے لیے یا وہ اتفاقًا نادر تھا، یہ ممانعت ہیشگی اور عادت ڈال لینے سے ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔اس کی پوری تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۵۵)

(1656) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِ اَحَدِکُمْ، فَلَا یَمْشِ فِی الْاُخْرٰی حَتّٰی یُصْلِحَهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ دوسرے میں نہ چلے حتیٰ کہ اس کو درست کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب اذا انتعل فلیبداء بالیمین واذا خلع فلیبداء بالشمال، جلد 6، ص 153، رقم 5618 الادب المفرد، باب ضرب الرجل یدہ علی فخذہ عند التعجب، ص 331، رقم 956 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه علی، جلد 4، صفحه 216، رقم 4014 سنن ابوداؤد، باب فی الانتعال، جلد 4، صفحه 117، رقم 4139 سنن النسائی، باب کراهیة المنتی فی نعل واحد، جلد 5، ص 505، رقم 9796

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا وہاں ہی بیٹھ کر درست کرلے یا گھر تک دونوں پاؤں سے ننگے جاوے اور وہاں درست کرکے پھر پہنے۔ مقصد یہ ہے کہ ضرورت پڑ جانے پر بھی ایک جوتا پہن کر نہ چلو چہ جائیکہ بلاضرورت اس کی عادت ڈال لینا یہ تو بہت ہی برا ہے۔

عربی میں خف چمڑے کے موزے کو کہتے ہیں جس پر مسح ہو سکے اور جوراب سوتی اونی ریشمی موزے کو کہا جاتا ہے جو قابلِ مسح نہیں۔ اہلِ عرب کبھی چمڑے کے موزے کو جوتے کی طرح استعمال کرتے ہیں، صرف ایک موزہ پہننا کہ دوسرا پاؤں کھلا رہے ممنوع ہے خواہ موزہ چمڑے کا ہو یا سوتی اونی۔ (مرأۃ المناجیح، ج۶ ص ۲۵۶)

(1657) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آدمی کو کھڑا ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔ اسے امام ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی الانتعال، جلد 4، ص 117، رقم 4137 الاداب للبیهقی، باب فی الانتعال، جلد 1، ص 308، رقم 517 سنن ابن ماجه، باب الانتعال قائما، جلد 2، صفحه 1195، رقم 3618 مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالك، جلد 3، صفحه 212، رقم 3307 مشکاۃ المصابیح، باب النعال، الفصل الاول، جلد 2، ص 501، رقم 4414

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ممانعت ان جوتوں میں ہے جن کے پہننے میں ہاتھ لگانا پڑتا ہے جیسے آج کل فل بوٹ تسمے والے یا چمڑے کے موزے کہ انہیں کھڑے کھڑے پہنے انکے تسمے باندھنے میں گر جانے کا اندیشہ ہے۔ عام معمولی جوتے جو بہ آسانی بغیر ہاتھ لگائے پہن لیے جاتے ہیں وہ کھڑے کھڑے پہننا بالکل جائز ہے جیسے دیسی اور گرگابی جوتے۔

(مرقات واشعۃ اللمعات) (مرأۃ المناجیح، ج۶ ص ۲۵۸)

157- بَابُ النَّهْیِ عَنْ تَرْكِ النَّارِ فِی الْبَیْتِ عِنْدَ النَّوْمِ وَنَحْوِهٖ سَوَآءٌ

سوتے وقت گھر میں آگ چھوڑنا منع ہے وہ چراغ میں ہو یا اس کے

كَانَتْ فِيْ سِرَاجٍ اَوْ غَيْرِهٖ
علاوہ کسی اور چیز میں

(1658) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ حِيْنَ تَنَامُوْنَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوتے وقت گھروں میں آگ نہ چھوڑو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لاتترك النار فی البیت عند النوم، جلد 5، ص 231، رقم 5935 صحیح مسلم، باب الامر بتغطیة الاناء وایکا السقاء و اغلاق الابواب، جلد 6، ص 107، رقم 5376 سنن ابو داؤد، باب فی اطفاء النار باللیل، جلد 4، صفحه 533، رقم 5248 سنن الترمذی، باب ماجاء فی تخمیر الاناء و اطفاء السراج والنار عند المنام، جلد 2، ص 264، رقم 1813 مسند أبی یعلی، مسند عبداللہ بن مسعود درجلد 9، صفحه 369، رقم 5486

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
جلتا ہوا چراغ گل کردو، چولہے میں آگ ہوتو بجھادو، کبھی آگ جلتی چھوڑ کر نہ سوؤ نہ کہیں جاؤ، اس میں صدہا حکمتیں ہیں۔ آگ خطرناک چیز ہے ذرا سی بے احتیاطی میں گھر اور سامان جلا ڈالتی ہے، بے خبر سوتے ہوئے جل جاتے ہیں۔ خدا کی پناہ! یہاں آگ سے مراد وہ ہی آگ ہے جس سے آگ لگ جانے کا اندیشہ ہو بجلی کی آگ میں یہ اندیشہ نہیں۔
(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۴۷)

(1659) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: احْتَرَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَهْلِهٖ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاْنِهِمْ، قَالَ: "اِنَّ هٰذِهِ النَّارَ عَدُوٌّ لَّكُمْ، فَاِذَا نِمْتُمْ، فَاَطْفِئُوْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک گھر اپنے اہل سمیت رات کے وقت جل گیا۔ جب ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا گیا: تو آپ فرمایا یقیناً یہ آگ تمہاری دشمن ہے" جب سونے لگو تو اس کو بجھادیا کرو۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
اس طرح کہ گھر مع گھر والوں کے جل گیا یا گھر جل کر ان لوگوں پر گر گیا۔ غرضیکہ گھر والے بھی ہلاک ہوگئے خواہ جل کر یا دب کر۔

کیونکہ آگ ہمارے بدن ہمارے مال کی ہلاکت کا ذریعہ ہے، اگر احتیاط سے برتی جائے تو مفید ہے ورنہ ہلاکت۔ اسے دشمن فرمانا اس معنی سے ہے یعنی بے احتیاطی سے برتی جائے تو دشمن ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ تو بڑی مفید چیز ہے۔ حد میں رہ کر ہر چیز مفید ہے حد سے بڑھ کر مضر۔ ہم بھی حد میں رہیں تو اچھے ورنہ حد سے بڑھ جائیں تو خود اپنے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ حد میں رکھے۔

یہ حکم بطور مشورہ ہے لہذا استحبابی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۴۸)

(1660) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "غَطُّوا الْإِنَاءَ، وَأَوْكِئُوا السِّقَاءَ، وَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ. وَأَطْفِئُوا السِّرَاجَ، فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَحُلُّ سِقَاءً، وَلَا يَفْتَحُ بَابًا، وَلَا يَكْشِفُ إِنَاءً. فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا أَنْ يَعْرُضَ عَلٰى إِنَائِهِ عُوْدًا، وَيَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ، فَلْيَفْعَلْ، فَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلٰى أَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَلْفُوَيْسِقَةُ": الْفَأْرَةُ، "وَتُضْرِمُ": تُحْرِقُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: برتنوں کو ڈھانپ کر رکھو اور مشک کا سقہ منہ کر کے سویا کرو، دروازہ بند کیا کرو اور دیا بجھا دیا کرو، کیونکہ شیطان ایسے سقہ کو نہیں کھولتا اور نہ بند دروازے کو کھولتا ہے اور نہ ہی برتن کو کھولتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی لکڑی کے علاوہ کوئی چیز نہ پائے جس کو اس برتن پر رکھے اور صرف اللہ کا نام لے۔ تو اسے ایسا کرنا چاہیے کیونکہ ایک چوہا بھی گھر کو گھر والوں سمیت جلا دیتا ہے۔ (مسلم) الفویسقة: چوہا، وتضرم: جلا دیتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب الامر تبغطیة الاناء وایکاء واغلاق الابواب، جلد 5، ص 105، رقم 5384، السنن الکبری للبیھقی، باب الماء القلیل ینجس بالنجاسة تحدث فیه، جلد 1، ص 256، رقم 1257، سنن ابن ماجه، باب تخمیر الاناء، جلد 2، صفحه 1129، رقم 3410، مسند أبی یعلی، مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنه، جلد 4، صفحه 178، رقم 2258، مستخرج أبی عوالة، بیان الاخبار الموجبة تغطیة الإناء وایکاء السقاء، جلد 9، ص 90، رقم 6577

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں بھی برتنوں سے مراد وہ برتن ہیں جن میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں، یوں ہی مشکیزے سے مراد وہ مشکیزے ہیں جن میں پانی یا نبیذ وغیرہ ہوں اور یہاں بھی چراغ سے مراد کھلا چراغ ہے جس کی بتی چوہا کھینچ سکے، موجودہ بجلی کی روشنی اس حکم سے خارج ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے ان شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی کہ ان چیزوں کو کھول سکیں جیسے شیطان اس کھانے کو نہیں کھا سکتا جو بسم اللہ پڑھ کر کھایا جائے لہذا حدیث شریف بالکل ظاہر معنی پر ہے اس میں کسی تاویل وتوجیہ کی ضرورت نہیں۔

یعنی اگر برتن ڈھکنے کے لیے کوئی ڈھکنا نہ ملے تو اس پر اللہ کا نام لے کر لکڑی کھڑی کر دو وہ برتن اس لکڑی اور اللہ کے ذکر کی وجہ سے ان بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم بطور مشورہ ہے لہذا مستحب ہے واجب نہیں، اس میں بہت ہی منافع اور فوائد ہیں۔

(مرأۃ المناجیح، ج ٦ ص ١٤٣)

158-بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّكَلُّفِ وَهُوَ فِعْلٌ وَّقَوْلٌ مَّا لَا مَصْلِحَةَ فِيْهِ بِمَشَقَّةٍ

بہ تکلف کوئی کام یا بات کرنا جس میں مشقت کے سوا کوئی مصلحت نہ ہو منع ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (قُلْ مَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ) (ص: 86).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم فرماؤ میں اس قرآن پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا اور میں بناوٹ والوں میں نہیں۔

(1661) وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نُهِيْنَا عَنِ التَّكَلُّفِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں تکلف سے روکا گیا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکرہ من کثرۃ السؤال و تکلف مالایعنیہ، جلد 6، ص 256، رقم 6863، تحفۃ الاشراف للمزی، احادیث انس بن مالک عن عمر، جلد 8، صفحہ 14، رقم 10413، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الرابع فی السوال، جلد 5، صفحہ 58، رقم 3061

شرح حدیث: تکلّف اور بناوٹ سے گفتگو کرنا

تکلّف کے ساتھ فصاحت و بلاغت سے بھرپور اور بناوٹی کلام کرنا۔ اللہ کے رسول، رسولِ مقبول عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا وَاَتْقِيَاءُ اُمَّتِيْ بُرَاءٌ مِّنَ التَّكَلُّفِ۔

ترجمہ: میں اور میری امت کے پرہیزگار لوگ تکلف سے بری ہیں۔

حضرت سیّدتُنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے بُرے لوگ وہ ہیں جو طرح طرح کی نعمتوں سے پروان چڑھتے ہیں، مختلف قسم کے کھانے کھاتے ہیں، طرح طرح کے لباس پہنتے ہیں اور (تکلف کے ساتھ) گفتگو کرتے ہیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۴۶۶ ـ عبدالحمید بن جعفر بن الحکم الانصاری، ج ۷، ص ۴)

(1662) وَعَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهٖ، وَمَنْ لَّمْ يَعْلَمْ، فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُ اَعْلَمُ، فَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ يَّقُوْلَ لِمَا لَا يَعْلَمُ: اَللّٰهُ اَعْلَمُ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (قُلْ مَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ). رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا: اے لوگو! جو کسی چیز کے بارے نہ جانتا ہو تو وہ کہہ دے کہ اللہ ہی زیادہ علم والا ہے کیونکہ یہ چیز بھی علم سے ہے کہ آدمی جو نہ جانتا ہو اس کے بارے میں اللہ اعلم کہہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا کہ میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں سے ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قولہ "وما انا من المتکلفین"، جلد 4، ص 180، رقم 4531، صحیح ابن حبان، ذکر دعاء المصطفیٰ ﷺ علی المشرکین بالسنین، جلد 14، ص 548، رقم 6585، مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الاول، جلد 1، صفحہ 58،

رقم 272

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث موقوف ہے یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود کا اپنا فرمان۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی عالم اپنی بے علمی ظاہر کرنے میں شرم نہ کرے، اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو گھڑ کر نہ بتائے ہماری بے علمی علم سے زیادہ ہے رب فرماتا ہے: وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا فرشتوں نے عرض کیا تھا: لَا عِلْمَ لَنَآ حضرت علی سے سرِ منبر کوئی مسئلہ پوچھا گیا آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں، وہ گستاخ بولا کہ آپ بے علمی کے باوجود منبر پر کیوں کھڑے ہو گئے؟ آپ نے فرمایا کہ میں بقدرِ علم منبر پر چڑھا ہوں اگر بقدرِ جہالت چڑھتا تو آسمان پر پہنچ جاتا۔ (مرقاۃ)

یعنی اپنی بے علمی جاننا بھی علم ہے، اپنی جہالت سے ناواقف ہونا جہل مرکب، مفتیان کرام فتوے کے آخر میں لکھتے ہیں اَللہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ وہ یہاں سے اخذ ہے۔

حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین سب سے بڑے عالم، تمام جہان کے معلم ہیں مگر انہیں حکم دیا گیا جس چیز کا علم آپ کو اب تک نہ دیا گیا ہو بتکلف نہ بتائیں۔ چنانچہ حضور سے اصحاب کہف کی تعداد پوچھی گئی نہ بتائی کیونکہ اس کا علم بعد میں عطاء ہوا، حضرت عمر سے سوال ہوا کہ فاکھہ اور ابٌّ (میوہ اور چارہ) میں کیا فرق ہے؟ فرمایا مجھے خبر نہیں، حضرت امام مالک نے چھتیس مسائل میں فرمایا کہ میں نہیں جانتا، حضرت امام ابو حنیفہ سے پوچھا گیا کہ دھر کیا چیز ہے فرمایا مجھے خبر نہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۵۲)

159- بَابُ تَحْرِیْمِ النِّیَاحَۃِ عَلَی الْمَیِّتِ وَلَطْمِ الْخَدِّ وَشَقِّ الْجَیْبِ وَنَتْفِ الشَّعْرِ وَحَلْقِہٖ وَالدُّعَآءِ بِالْوَیْلِ وَالثُّبُوْرِ

میت پر نوحہ کرنے پیٹنے گریبان پھاڑنے بال نوچنے سر منڈانے اور واویلا کرنے کی حرمت کا بیان

(1663) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَلْمَیِّتُ یُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِہٖ بِمَا نِیْحَ عَلَیْہِ". وَفِیْ رِوَایَۃٍ: "مَا نِیْحَ عَلَیْہِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ میت کو اپنی قبر میں اس پر نوحہ کرنے پر عذاب ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے جب تک اس پر نوحہ کیا جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکرہ من التیاحۃ علی المیت، جلد 5، ص 77، رقم 3978 صحیح مسلم، باب المیت یعذب ببکاء اہلہ علیہ، جلد 3، ص 41، رقم 2182 سنن النسائی الکبرٰی، النیاحۃ علی المیت، جلد 1، صفحہ 608، رقم الحدیث 1980 مسند أبی یعلی، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 1، ص 144، رقم 156 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 1، ص 26، رقم 180

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نوحہ کرنے پر عذاب کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں

ایک ۔ جگہ فرماتے ہیں: چلا کے رونے سے مُردے کو ضرور تکلیف ہوتی ہے۔اہلسنت کے مذہب میں موت سے روح نہیں مرتی، نہ اس کا علم وسمع وبصر زائل ہوتا ہے بلکہ ترقی پاتا ہے، جنازہ رکھا ہوتا ہے لوگ جو کچھ کہتے کرتے ہیں مردہ سب سنتا دیکھتا ہے۔ یہ سب امور احادیث کثیرہ سے ثابت ہیں کما بیّناہ فی حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (جیسا کہ ہم نے اس مسئلہ کو حیات الموات فی بیان سماع الاموات میں بیان کیا ہے۔ت) چلا کے رونے سے زندے پریشان ہوجاتے ہیں ایذا پاتے ہیں نہ کہ مردہ جس پر ابھی ایسی سخت تکلیف چلانے کی گزر چکی ہے اس کی پریشانی اس کی ایذاء بیان سے باہر ہے۔ پھر وہ تو دارحق میں گیا اب اسے ہر مصیبت رنج دیتی اور ہر حسنہ سرور بخشتی ہے یہ امر اس کے لئے صد گونہ ایذا کا باعث ہوتا ہے، بچہ ہو یا جوان اس میں سب یکساں ہیں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتؤذوا امواتکم بعویل۔ رواہ ابن مندۃ والدیلمی۔ عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۷۳۱۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۹۸/۱)

چلا کر رونے سے اپنے مردوں کو ایذا نہ دو (محدث ابن مندۃ اور دیلمی نے ام المومنین سیدہ ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کو روایت کیا ہے۔)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں فرمایا:

ارجعن مازورات غیر ماجورات انکن لتفتن الاحیاء وتؤذین الاموات۔ رواہ سعید بن منصور فی سننہ۔ (کنزالعمال بحوالہ الخطیب عن ابی ھدیۃ حدیث ۴۲۶۰۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶۵۷/۱۵)

پلٹ جاؤ وبال سے بھری ثواب سے بَری، تم زندوں کو فتنوں میں ڈالتی اور مُردوں کو ایذا دیتی ہو (سعید بن منصور نے اس کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔)

امام بکر بن عبداللہ مزنی تابعی فرماتے ہیں:

انہ مامن میت یموت الاو روحہ فی ید ملک الموت فھم یغسلونہ ویکفنونہ وھویری مایصنع اھلہ فلم یقدر علی الکلام لنھاھم عن الرنۃ والعویل۔ رواہ الامام ابوبکر بن ابی الدنیا۔

(شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیت من یغسلہ الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۴)

مجھے حدیث پہنچی کہ جو مرتا ہے اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے لوگ اسے غسل وکفن دیتے ہیں اور وہ دیکھتا ہے جو کچھ اس کے گھر والے کرتے ہیں ان سے بات نہیں کرتا کہ انہیں شور وفریاد سے منع کرے (امام ابوبکر بن ابی الدنیا نے اس کو روایت کیا۔)

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ماں باپ پر ان کی موت کے بعد آدمی کے اعمال پیش ہوتے ہیں، نیکیوں پر شاد ہوتے ہیں اور ان کے منہ اور زیادہ چمکنے لگتے ہیں فاتقوا اللہ ولاتؤذوا امواتکم تو اللہ سے

ڈرو اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے ایذا نہ دو۔

رواہ الامام الترمذی۔ الحکیم عن والد عبد العزیز

(امام حکیم ترمذی نے عبد العزیز کے والد سے اس کو روایت کیا ہے۔)

(الجامع الصغیر بحوالہ الحکیم عن والد عبد العزیز حدیث ۳۳۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۹۹)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ۔ رواہ الشیخین عن عمرو عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

بیشک مردے پر جو اس کے گھر والے روتے ہیں اس سے اسے عذاب والم ہوتا ہے (اس کو بخاری مسلم نے عمرو عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔) (جامع الترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی کراہیۃ البکاء امین کمپنی دہلی ۱/۱۱۹)

علماء فرماتے ہیں:

المراد بالعذاب ھوالالم الذی یحصل للمیّت اذ سمعھم یبکون اوبلغہ ذلک فانہ یحصل لہ تألم بذلک نقلہ ملاعلی القاری فی المرقاۃ عن السید الشاہ میرک المحدّث عن الامام شمس الدین محمد بن محمد بن محمد الجزری انہ قال فی تصحیح المصابیح عندی واللہ اعلم لکن المراد بالعذاب الخ قلت وقد تخالج صدری قبل ان اطلع علیہ حتی رأیتہ فیھما وللہ الحمد، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

(مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۲۲۴)

(حدیث مذکور میں) عذاب سے وہ احساس دکھ مراد ہے جو میت کو حاصل ہوتا ہے جو انہیں روتے پیٹے سنتی ہے کیونکہ اس رویہ سے وہ دردوالم محسوس کرتی ہے، چنانچہ ملاعلی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں سید میرک شاہ محدث بخاری کے حوالہ سے اسے نقل فرمایا اس نے امام شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری سے نقل کیا انہوں نے تصحیح المصابیح میں ذکر فرمایا اللہ تعالٰی سب کچھ بہتر جانتا ہے مگر میرے نزدیک حدیث مذکور میں عذاب سے دردوکرب مراد ہے الخ میں کہتا ہوں اس پر مطلع ہونے سے پہلے میرے دل میں بھی یہی بات کھٹکتی تھی یہاں تک کہ میں نے ان دونوں بزرگوں کے کلام میں اسے دیکھ لیا۔ اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے تمام خوبیاں، محاسن، محامد ہیں۔ اور اللہ تعالٰی پاک اور برتر بڑا عالم ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۴ ص ۴۷۸۔۴۷۹)

(1664) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو رخسار پیٹے گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی طرح آواز بلند کرے۔

بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لیس منا من ضرب الخدود، جلد 2، صفحہ 82، رقم 1297 صحیح مسلم، باب تحریم ضرب الخدود و شق الجیوب، جلد 1، ص 69، رقم 296 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه علی، جلد 4، صفحہ 199، رقم 3967 المنتقی لابن الجارود، کتاب الجنائز، جلد 1، صفحہ 136، رقم 516 سنن ابن ماجه، باب ماجاء فی النهی عن ضرب الخدود وشق الجیوب، جلد 1، ص 504، رقم 1584

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میت وغیرہ پر منہ پیٹنے، کپڑے پھاڑنے، رب تعالیٰ کی شکایت، بے صبری کی بکواس کرنے والا ہماری جماعت یا ہمارے طریقے والوں سے نہیں ہے یہ کام حرام ہے، ان کا کرنے والا سخت مجرم ہے۔ اس سے روافض عبرت پکڑیں جن کے ہاں سینہ کوبی کرنا اور حرام مرثیے پڑھنا عبادت ہے۔ اس حدیث کی تائید قرآن کریم فرما رہا ہے: وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اسی لیئے شہدائے کربلا، اہلِ بیت اطہار نے تازیست یہ حرکتیں نہ کیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷ ۹۴)

(1665) وَعَنْ اَبِي بُرْدَةَ، قَالَ: وَجِعَ اَبُوْ مُوْسٰى، فَغُشِيَ عَلَيْهِ، وَرَاْسُهُ فِيْ حِجْرِ امْرَاَةٍ مِّنْ اَهْلِهِ، فَاَقْبَلَتْ تَصِيْحُ بِرَنَّةٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا، فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ: اَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّنْ بَرِيْءَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيْءٌ مِّنَ الصَّالِقَةِ، وَالْحَالِقَةِ، وَالشَّاقَّةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "الصَّالِقَةُ": الَّتِيْ تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالنِّيَاحَةِ وَالنَّدْبِ. "وَالْحَالِقَةُ": الَّتِيْ تَحْلِقُ رَاْسَهَا عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ. "وَالشَّاقَّةُ": الَّتِيْ تَشُقُّ ثَوْبَهَا.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ بیمار تھے پس ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور ان کا سر ان کے خاندان میں سے ایک عورت کی گود میں تھا وہ بلند آواز سے چیخنے لگی' آپ کو یہ طاقت نہ تھی کہ اس کو روکتے جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا میں ان سے بیزار ہوں جن سے رسول اللہ ﷺ نے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ یقیناً رسول اللہ ﷺ نوحہ کرنے والی' سر منڈوانے والی اور گریبان پھاڑنے والی سے بیزار ہیں۔ (متفق علیہ) اَلصَّالِقَةُ: وہ عورت جو نوحہ کرتے وقت اپنی آواز بلند کرے۔ العالقة: وہ عورت جو مصیبت کے وقت سر منڈائے۔ اَلشَّاقَّةُ: وہ عورت جو اپنے کپڑے پھاڑے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماینهی من الحلق عند المصیبة، جلد 1، صفحہ 436، رقم 1234 صحیح مسلم، باب تحریم ضرب الخدود وشق الجیوب، جلد 1، صفحہ 270، رقم 298 مسند ابو عوالة، بیان الاعمال التی بری رسول الله ﷺ، جلد 1، ص 60، رقم 154 عمدة الاحکام من کلام خیر الانام للمقدسی، کتاب الجنائز، جلد 1، صفحہ 59، رقم 165 سنن الکبرٰی للبیهقی، باب ماینهی عنه من الدعاء بدعوی الجاهلیة و ضرب الخد، جلد 4، ص 64، رقم 6911

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عامر ابن عبداللہ ابن قیس ہے، تابعین میں سے ہیں اور عبداللہ ابن قیس یعنی ابوموسیٰ اشعری کے فرزند ہیں، حضرت علی کی طرف سے قاضی شریح کے بعد کوفہ کے قاضی رہے، پھر حجاج نے آپ کو معزول کیا۔

رَنَّہ عربی میں رونے کی کانپتی آواز کو کہتے ہیں۔

یعنی میں تمہیں ہمیشہ یہ حدیث سناتا رہا تم میرے جیتے جی ہی بھول گئیں۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عرب میں بھی کسی کی موت پر سر منڈانے کا رواج تھا جیسے ہمارے ہاں ہندو سر، ڈاڑھی اور مونچھیں سب منڈوا دیتے ہیں جسے بھدرا کہتے ہیں، مگر مرد منڈاتے ہیں عورتیں نہیں یہ بھی بے حیائی کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ صحابہ کرام ایسی حالت میں تبلیغ اور اپنے بال بچوں کی اصلاح سے غافل نہیں رہتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۴۷)

(1666) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ نِيْحَ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: جس پر نوحہ کیا جائے اس کو قیامت کے دن نوحہ کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکرہ من النیاحۃ، جلد 1، صفحہ 434، رقم 1229 صحیح مسلم، باب المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ، جلد 3، صفحہ 45، رقم 2200 السنن الکبرٰی للبیھقی، باب سیاق اخبار تدل علی أن المیت یعذب بالنیاحۃ، جلد 4، ص 72، رقم 7420 سنن ترمذی، باب کراھیۃ النوح، جلد 3، صفحہ 324، رقم الحدیث 1000

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میت پر نوحہ کرنا پیٹنے کی وجہ سے قیامت میں میت کو بھی عذاب ہوگا جیسے خود نوحہ کرنے والوں کو ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ میت نوحہ اور پیٹنے کی وصیت کر گیا ہو یا اس سے راضی ہو جیسے زمانۂ جاہلیت میں مرنے والے وصیت کرتے تھے کہ مجھ پر ایسا نوحہ کرنا کہ نام ہو جائے، اس زمانہ میں نوحہ پر بھی فخر ہوتا تھا لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ امام حسین اور دیگر شہداء کربلا کو بھی عذاب ہو کہ ان پر رافضی بہت نوحہ اور کوٹا پیٹی کرتے ہیں کیونکہ ان سرکاروں نے نہ اس کی وصیت کی نہ اس سے راضی ہوئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۶۲)

(1667) وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ نُسَيْبَةَ - بِضَمِّ النُّوْنِ وَفَتْحِهَا - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَّا نَنُوْحَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اُم عطیہ نسیبہ (نون پر زبر اور پیش کے ساتھ) رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے بیعت کے وقت وعدہ لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماینھی من النوح والبکاء والزجر عن ذلک، جلد 2، ص 84، رقم 1306 صحیح مسلم، باب

التشدید فی النیاحۃ، جلد 3، صفحہ 46، رقم 2206 السنن الکبری للبیھقی، باب النھی عن النیاحۃ علی المیت، جلد 4، صفحہ 62، رقم 7358 سنن النسائی، باب بیعۃ النساء، جلد 4، صفحہ 428، رقم 7803 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ام عطیہ رضی اللہ عنھا، جلد 5، ص 85، رقم 20817

شرحِ حدیث: نَوحہ کے معنیٰ اور اس کے بعض اَحکام

(1) نوحہ یعنی میّت کے اَوصاف (خوبیاں) مُبالغہ کے ساتھ (خوب بڑھا چڑھا کر) بیان کرکے آواز سے رونا جس کو بَین (بھی) کہتے ہیں بالِاِجماع حرام ہے۔ یوہیں واوَیلا، وامُصیبتاہ (یعنی ہائے مصیبت) کہہ کر چلّانا (2) گریبان پھاڑنا، مُونھ نوچنا، بال کھولنا، سر پر خاک ڈالنا، سینہ کُوٹنا، ران پر ہاتھ مارنا یہ سب جاہلیّت کے کام ہیں اور حرام (3) آواز سے رونا منع ہے اور آواز بُلند نہ ہو تو اس کی مُمانعت نہیں، بلکہ حُضورِ اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے (اپنے لختِ جگر) حضرتِ ابراھیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر بُکا فرمایا۔ (یعنی آنسو بہائے) (بہارِ شریعت حصہ 4 ص 203، 204)

(1668) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ رَوَاحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ تَبْكِي، وَتَقُولُ: وَاجَبَلَاهُ، وَاكَذَا، وَاكَذَا: تُعَدِّدُ عَلَيْهِ. فَقَالَ حِيْنَ اَفَاقَ: مَا قُلْتِ شَيْئًا اِلَّا قِيلَ لِيْ اَنْتَ كَذٰلِكَ؟!. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو ان کی بہن رونے لگی اور کہنے لگی اے پہاڑ ہائے فلاں ہائے فلاں اس طرح اس کی خوبیاں بیان کیں جب انہوں نے افاقہ پایا تو کہا کہ تو نے جو کچھ بھی کہا مجھ سے پوچھا گیا کیا تو اس طرح ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب غزوہ مؤتۃ من ارض الشام، جلد 5، صفحہ 144، رقم 4267 المستدرک للحاکم، کتاب المغازی والسرایا، جلد 4، صفحہ 103، رقم 4353 مشکاۃ المصابیح، باب دفن المیت، الفصل الاول، جلد 1، ص 392، رقم 1745 تحفۃ الاشراف للمزی، ومن مسند عبداللہ بن رواحۃ، جلد 4، صفحہ 318، رقم 5253

شرحِ حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تم یہ کہہ کر پیٹتی تھیں اور فرشتہ مجھ سے یہ پوچھتا تھا۔ خیال رہے کہ یہاں فرشتے کا یہ پوچھنا آپ پر عتاب کے لیے نہ تھا کیونکہ آپ تو نوحہ سے راضی تھے ہی نہیں اور نہ آپ نے اس کا حکم دیا تھا۔ منشاء صرف یہ تھا کہ آپ ہوش میں آکر اپنی بہن کو فرشتہ کا یہ سوال سنائیں جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی تصدیق ہو اور بہن و سارے سننے والوں کو تبلیغ کہ وہ اس سے باز رہیں۔ چنانچہ پھر آپ کی بہن آپ کی وفات پر بھی نہ روئیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۶۷)

(1669) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اشْتَكَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ شَكْوَى، فَأَتَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور

يَعُوْدُهُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ، وَ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ. فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ، وَجَدَهُ فِيْ غَشْيَةٍ فَقَالَ: "اَقَضٰى؟ قَالُوْا: لَا يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَبَكٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا، قَالَ: "اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اِنَّ اللهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰكِنْ يُّعَذِّبُ بِهٰذَا - وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهٖ - اَوْ يَرْحَمُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ ان کی عیادت کے لئے گئے تو وہاں پہنچ کر انہیں بے ہوش پایا' آپ نے پوچھا: کیا یہ فوت ہوگئے ہیں؟ گھر والوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! نہیں تو! پس رسول اللہ ﷺ رو پڑے۔ پس جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو روتا دیکھا تو وہ بھی رو پڑے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم سنتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ آنسو بہانے یا دلی طور پر غم کھانے پر عذاب نہیں دیتا لیکن اس کے ذریعے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے اور آپ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔

(متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شاید راوی کو بیماری کا پتہ نہ لگا کہ انہیں کیا بیماری تھی۔ خیال رہے کہ حضرت سعد اس بیماری میں فوت نہیں ہوئے بلکہ ۱۵ھ عہد فاروقی میں مقام حوران علاقہ شام میں وفات پائی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو جنات نے قتل کیا۔

خیال رہے کہ انبیاء و اولیاء کے حالات مختلف ہوتے ہیں کبھی اپنے سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔ اسی کو شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر

بکفت احوال ما برق جہاں است دمے پیدا و دیگر دم نہاں است

گہے بر طارم اعلیٰ نشینیم گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی موت کے وقت اور جگہ سے خبردار ہیں کہ بدر میں ایک دن پہلے ہی ہر کافر کے قتل کی جگہ اور وقت بتا دیا کہ کل یہاں فلاں مرے گا اور آج یہ فرما رہے ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ کلام عتابانہ تھا لوگ انہیں گھیرے ہوئے تھے، چادر اوڑھائی ہوئی تھی تو فرمایا کہ کیا یہ فوت ہوگئے ہیں جو تم نے چادر اوڑھادی تب تو مطلب بالکل ظاہر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا انکی موت کے خوف سے نہ تھا بلکہ ان کی تکلیف دیکھ کر رحمت کی بنا پر اور یہ کلام حکیمانہ مبلّغانہ تھا کہ کسی کی بیماری یا موت پر بے صبری یا نوحہ نہ کرنا چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ جو مصیبت پر حمد الٰہی کرتا ہے اللہ اس پر رحم کرتا ہے اور جو بکواس بکتا ہے وہ سزا پاتا ہے۔

اس کی پوری شرح آگے آئے گی۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ میت سے مراد وہ ہے جس کی جان نکل رہی ہو اور عذاب سے مراد تکلیف ہے یعنی اگر جان نکلتے وقت رونے والوں کا شور مچ جائے تو اس شور سے مرنے والے کو تکلیف ہوتی ہے، بلکہ بیمار کے

پاس بھی شور نہ کرنا چاہیئے کہ اس سے بیمار کو ایذا پہنچتی ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی کا گناہ میت پر کیوں پڑتا ہے۔
(مراٰۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۴۶)

(1670) وَعَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "النَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوحہ کرنے والی جب مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس کو کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کی قمیص اور خارش کا دوپٹہ ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب التشدید فی النیاحة، جلد 3، صفحه 45، رقم 2203، السنن الکبریٰ للبیهقی، باب ماورد التغلیظ فی النیاحة والاستماع لها، جلد 4، ص 63، رقم 7361، المستدرك للحاكم، كتاب الجنائز، جلد 2، صفحه 8، رقم 1413، مسند أبي يعلى، مسند ابو مالك الاشعري، جلد 3، ص 148، رقم 1577، مسند امام احمد، حديث أبي مالك الاشعري رضي الله عنه، جلد 5، ص 344، رقم 22963

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت ابو مالک اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں جہالت کی چار باتیں ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑیں گے: قومی فخر، نسب میں طعنے اور تاروں سے بارش مانگنی اور نوحہ فرمایا اگر نوحہ والی موت سے پہلے توبہ نہ کرلے تو قیامت میں اس طرح کھڑی ہوگی کہ اس پر رال کا لباس اور جرب کی قمیص ہوگی۔ (مسلم)

حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں غیبی خبر ہے جو بالکل سچی ہوئی، مسلمانوں میں اب تک عموماً چاروں عیوب موجود ہیں۔ کبھی حسب اور نسب ایک ہی معنی میں آتے ہیں مگر کبھی یوں فرق کر دیتے ہیں کہ اماں کی طرف سے رشتوں کا نام حسب ہے اور باپ کی طرف کا نام نسب۔ کبھی اس طرح کہ باپ دادوں کے اوصاف شمار کرنا جب کہ ان کی قومیت و ذات بتاتے پھرنا نسب۔ کفار کے مقابلہ میں حسب و نسب پر فخر کرنا بھی عبادت ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین میں کفار سے فرمایا اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب (جانتے ہو میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں) مگر مسلمان کے کسی نسب کو ذلیل جاننا یا انہیں کمین کہنا حرام ہے مسلمان شریف ہیں اگرچہ سید حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے اشرف ہیں مگر انہیں بھی کسی مسلمان کو کمین کہنے کا کوئی حق نہیں، ہاں مسلمانوں کو ان کا احترام کرنا چاہیے۔ نسب انبیاء اللہ کی رحمت ہے۔ اس کی پوری تحقیق ہماری "کتاب الکلام المقبول فی شرافۃ نسب الرسول" میں ملاحظہ کیجئے۔ تاروں سے اوقات معلوم کرنا اور راستوں و سمتوں کا پتہ لگانا جائز ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ مگر ان میں بارش وغیرہ کی تاثیریں ماننا اور ان سے غیبی خبریں معلوم کرنا حرام ہے، لہذا علم نجوم باطل ہے علم توقیت حق۔ مردے کے سچے اوصاف بیان کرنا مذبہ کہلاتا ہے اور اس کے جھوٹے

اوصاف بیان کر کے رونا نوحہ ہے۔ مذبہ جائز ہے، نوحہ حرام۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مذبہ کیا تھا نوحہ نہیں۔

(اس پر رال کا لباس اور جرب کی قمیص ہوگی) رال میں آگ جلد لگتی ہے اور سخت گرم بھی ہوتی ہے۔ جرب وہ کپڑا ہے جو سخت خارش میں پہنایا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نائحہ پر اس دن خارش کا عذاب مسلّط ہوگا کیونکہ وہ نوحہ کر کے لوگوں کے دل مجروح کرتی تھی تو قیامت کے دن اسے خارش سے زخمی کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ خواہ عملی ہو یا قولی سخت حرام ہے، چونکہ اکثر عورتیں ہی نوحہ کرتی ہیں اس لیے عمومًا نائحہ تانیث کا صیغہ فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۱۱)

(1671) وَعَنْ اُسَيْدِ بْنِ اَبِيْ اُسَيْدٍ التَّابِعِيِّ، عَنِ امْرَاَةٍ مِّنَ الْمُبَايِعَاتِ، قَالَتْ: كَانَ فِيْمَا اَخَذَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْمَعْرُوْفِ الَّذِيْ اَخَذَ عَلَيْنَا اَنْ لَّا نَعْصِيَهُ فِيْهِ: اَنْ لَّا نَخْمِشَ وَجْهًا، وَلَا نَدْعُوَ وَيْلًا، وَلَا نَشُقَّ جَيْبًا، وَاَنْ لَّا نَنْشُرَ شَعْرًا. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

حضرت اُسید بن ابو اُسید تابعی سے روایت ہے وہ (کہ رسول اللہ ﷺ سے) بیعت والی عورتوں میں سے ایک عورت سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے جو عہد لیا اس میں یہ بھی تھا کہ ہم بھلے کام میں آپ (ﷺ) کی نافرمانی نہ کریں گی، ہم چہرہ نہ نوچیں گی، ہلاکت کو نہ پکاریں گی اور گریبان نہ پھاڑیں گی اور بال نہ بکھیریں گی۔ اسے ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی النوح، جلد 3، صفحه 163، رقم 3133 السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب ماينهى عنه من الدعاء بدعوى الجاهلية و ضرب الخد، جلد 4، ص 64، رقم 7372 جامع الاصول لابن اثير، الفرع الثانى فى النهى عن ذلك، جلد 11، صفحه 106، رقم 8579 معرفة الصحابه لأبى نعيم، أمراة من المبالعات حديثها عند اسيد بن أبى اسيد، جلد 4، ص 450، رقم 7425

شرح حدیث: ان کے منہ مٹی سے بھر دو

اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو حضرت سیدنا زید بن حارثہ، حضرت سیدنا جعفر بن ابی طالب اور حضرت سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر ملی، تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم بیٹھ گئے، آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے چہرۂ انور پر غم کے آثار عیاں تھے، اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں: میں نے دروازے کی جھریوں سے دیکھا کہ ایک شخص آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ عالیشان میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! حضرت سیدنا جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی عورتیں۔ اور پھر ان کی چیخ وپکار کا ذکر کیا تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اسے حکم دیا کہ انہیں ایسا کرنے سے منع کرو۔ پھر وہ شخص دوبارہ حاضر ہوا اور عرض کی: خدا عزوجل کی قسم! وہ مجھ پر غالب آگئیں۔ حضرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا

خیال ہے کہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: ان کے منہ مٹی سے بھر دو۔ تو میں نے اس شخص سے کہا: اللہ عزوجل تمہاری ناک خاک آلود کرے، خداعزوجل کی قسم! تم نہ تو کچھ کرتے ہو اور نہ ہی رسول اللہ عزوجل وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا پیچھا چھوڑتے ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحۃ، الحدیث: ۲۱۶۱، ص ۸۲۴)

(1672) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا مِنْ مَّيِّتٍ يَّمُوْتُ فَيَقُوْمُ بَاكِيْهِمْ فَيَقُوْلُ: وَاجَبَلَاهُ، وَاسَيِّدَاهُ، اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ اِلَّا وُكِّلَ بِهٖ مَلَكَانِ يَلْهَزَانِهٖ: اَهٰكَذَا كُنْتَ؟". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ". "اَللَّهْزُ": اَلدَّفْعُ بِجُمْعِ الْيَدِ فِي الصَّدْرِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مرتا ہے پس رونے والا کھڑا ہو کر کہتا ہے اے پہاڑ جیسے' اے سردار اس قسم کے کلمات تو اس پر دو فرشتے مقرر ہو جاتے ہیں جو اس کے سینہ میں مکے مارتے ہیں اور کہتے ہیں' تو اس طرح تھا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ اللہز: اس کا مطلب ہے' سینے پر مکے مارنا۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب کراھیۃ البکاء علی المیت، جلد 3، صفحہ 326، رقم 1003 جامع الاحادیث للسیوطی، حرف المیم، جلد 19، صفحہ 291، رقم 20787 کنز العمال للمتقی، الفصل السابع فی ذم النیاحۃ علی المیت، جلد 15، ص 959، رقم 42431

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

يَلْهَزَانِ لَهْزٌ سے بنا، بمعنی تھپڑ مارنا، نیز منہ پیٹنا جھنجھوڑنا، یہاں تینوں معنے ہو سکتے ہیں اور وہ مردہ مراد ہے جو زندگی میں نوحہ سے راضی ہو یا مرتے وقت اس کی وصیت کر گیا ہو۔ اس عذاب کے متعلق علماء کے دس قول ہیں مگر قوی قول وہی ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ اگر میت نوحہ سے راضی ہو یا اس کی وصیت کر گیا ہو تو اسے نوحہ پر سزا ملتی ہے ورنہ نہیں اس کا ذکر پہلے ہو چکا۔
(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۱۱)

(1673) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو باتیں لوگوں میں ایسی ہیں جو ان میں کفر کا سبب بنی ہیں نسب میں طعنہ دینا اور میت پر نوحہ کرنا۔
(مسلم)

شرح حدیث: درہم بٹورنے کے لئے رونا

سیدنا امام اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک گھر سے رونے کی آواز سنی تو اس میں داخل ہو گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو ہٹاتے ہٹاتے اس نوحہ کرنے والی عورت کے پاس پہنچ گئے اور اسے اتنا مارا کہ اس کا دوپٹہ گر

گیا، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: اسے مارو کیونکہ یہ نائحہ (یعنی نوحہ کرنے والی) ہے اور اس کی کوئی حرمت یا لحاظ نہیں، یہ تمہارے غم کی وجہ سے نہیں روتی بلکہ تم سے درہم بٹورنے کے لئے روتی ہے، یہ تمہارے مُردوں کو قبروں میں اور زندوں کو گھروں میں ایذاء پہنچاتی ہے، یہ صبر سے روکتی ہے حالانکہ اللہ عزوجل نے صبر کا حکم دیا ہے اور سوگ کی ترغیب دیتی ہے حالانکہ اللہ عزوجل نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (کتاب الکبائر، الکبیرۃ التاسعۃ والأربعون، ص ۲۱۲)

160- بَابُ النَّهْيِ عَنْ إِتْيَانِ الْكُهَّانِ وَالْمُنَجِّمِيْنَ وَالْعُرَّافِ وَأَصْحَابِ الرَّمْلِ وَالطَّوَارِقِ بِالْحَصٰى وَبِالشَّعِيْرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ

کاہنوں، نجومیوں قیافہ شناسوں، کنکریاں یا جو پھینک کر قسمت معلوم کرنے والوں کے پاس جانا ممنوع ہے

(1674) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ، فَقَالَ: "لَيْسُوْا بِشَيْءٍ" فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَا أَحْيَانًا بِشَيْءٍ، فَيَكُوْنُ حَقًّا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِيْ أُذُنِ وَلِيِّهِ، فَيَخْلِطُوْنَ مَعَهَا مِئَةَ كَذْبَةٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ - وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ، فَيَسْتَرِقُ الشَّيْطَانُ السَّمْعَ، فَيَسْمَعُهُ، فَيُوْحِيْهِ إِلَى الْكُهَّانِ، فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِئَةَ كَذْبَةٍ مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ". قَوْلُهُ: "فَيَقُرُّهَا" هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّ الْقَافِ وَالرَّاءِ، أَيْ: يُلْقِيْهَا. "وَالْعَنَانُ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ کچھ نہیں ہیں لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ ہمیں جو باتیں بتاتے ہیں کبھی وہ حق ہوتی ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کلمہ حق سے ہے جس کو جن اچک لیتا ہے اور اپنے دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے پس وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملاتے ہیں۔ (متفق علیہ) اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ فرشتے بادلوں سے اترتے ہیں اور ایسے فیصلہ کا ذکر کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہوا ہے۔ شیطان کان لگا کر چوری سے سن لیتا ہے پھر وہ کاہنوں کی طرف آہستگی سے ڈال دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ اپنے پاس سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ فیقرھا: یا پر زبر اور قاف اور را پر پیش کے ساتھ اس کا مطلب ہے، ڈالتا ہے۔ العنان: عین پر زبر کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الکهانة، جلد 7، صفحه 136، رقم 5762 صحیح مسلم، باب تحریم الکهانة واتیان الکهان، جلد 7، صفحه 36، رقم 5952 السنن الکبرٰی للبیهقی، باب ماجاء فی النهی عن الکهانة واتیان الکاهن، جلد 8، ص 138، رقم 16953 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، جلد 6، ص 87، رقم 24614 مشکوٰة المصابیح، باب الکهانة، الفصل الاول، جلد 2، صفحه 540، رقم 4593

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ کاہنوں کو غیب کی باتیں معلوم ہوتی ہیں یا نہیں کبھی انکی خبریں درست نکلتی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے۔

اس طرح کہ فرشتے لوح محفوظ سے غیبی باتیں معلوم کر کے آپس میں ذکر کرتے ہیں۔ یہ جن چھپ چھپا کر اسے سن لیتے ہیں وہ بات کاہنوں تک پہنچاتے ہیں وہ بالکل درست صحیح ہوتی ہے۔

بعض نسخوں میں بجائے دجاجہ کے زجاجہ ز سے ہے وہ درست نہیں مرغی اپنے بچے کے منہ سے منہ ملا کر دانہ کھلاتی ہے ایسے ہی یہ شیطان کاہن کے کان سے منہ ملا کر یہ بات چپکے سے بیان کرتا ہے۔ دوسرا نہ سن سکے۔

سو کا ذکر زیادتی بیان فرمانے کے لیے ہے صرف یہ عدد مراد نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۲۹)

(1675) وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَصَدَّقَهُ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ أَرْبَعِينَ يَوْمًا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت صفیہ بنت ابوعبیدہ ﷺ رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات میں سے کسی ایک زوجۂ مطہرہ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی نجومی کے پاس آیا اور اس نے کسی شے کے بارے میں پوچھا ت تو اس نے اس کی بات کی تصدیق کر دی تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تحریم الکهانة واتیان الکهان، جلد 7، ص 37، رقم 5957 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الخامس فی السحر و الکهانة، جلد 5، ص 65، رقم 3076 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث بعض ازواج النبی ﷺ، جلد 5، ص 380، رقم 23270 الاداب للبیهقی، باب کراهیة اقتباس علم النجوم، جلد 1، ص 205، رقم 343 المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه مصعب، جلد 9، ص 76، رقم 9172

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

اسے سچا سمجھ کر اس سے آئندہ غیبی خبریں پوچھنے کے لیے گیا اس کی وہ سزا ہے جو یہاں مذکور ہے لیکن اگر کوئی اسے جھوٹا سمجھ کر لوگوں کو اس کا جھوٹ ظاہر کرنے کے لیے اس کے پاس گیا اس سے کچھ پوچھا تا کہ اس کی جھوٹی خبر لوگوں کو سنا دے اس کی یہ سزا نہیں۔

یعنی اس کی یہ نمازیں ادا ہو جائیں گی اللہ کے ہاں ان کا ثواب نہ ملے گا جیسے غصب شدہ زمین میں نماز کہ اگر چہ ادا تو ہو جاتی ہے مگر اس پر ثواب نہیں ملتا لہذا ان نمازوں کا لوٹانا اس پر لازم نہیں۔ خیال رہے کہ نیکیوں سے گناہ تو معاف

ہوجاتے ہیں۔مگر گناہوں سے نیکیاں برباد نہیں ہوتیں وہ تو صرف ارتداد سے برباد ہوتیں ہیں (مرقات) اور جب نمازیں ہی قبول نہ ہوئیں تو دوسری عبادتیں بھی قبول نہ ہوں گی بعض شارحین نے فرمایا کہ چالیس راتوں کی نمازیں سے مراد تہجد کی نمازیں ہیں۔فرائض وواجبات قبول ہوجائیں گے مگر حق یہ ہے راتوں سے مراد دن ورات سب ہیں اور کوئی نماز قبول نہیں ہوتی (اشعہ) دوسری حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کی چالیس دن تک توبہ قبول نہیں ہوتی بہر حال نجومیوں سے غیب کی خبریں پوچھنا بدترین گناہ ہے۔(مرٰاۃ المناجیح، ج ٦ص ۴۳۱)

(1676) وَعَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "الْعِيَافَةُ، وَالطِّيَرَةُ، وَالطَّرْقُ، مِنَ الْجِبْتِ". رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. وَقَالَ: "الطَّرْقُ هُوَ الزَّجْرُ: أَيْ زَجْرُ الطَّيْرِ وَهُوَ أَنْ يَّتَيَمَّنَ أَوْ يَتَشَاءَمَ بِطَيَرَانِهِ، فَإِنْ طَارَ إِلَى جِهَةِ الْيَمِيْنِ، تَيَمَّنَ، وَإِنْ طَارَ إِلَى جِهَةِ الْيَسَارِ، تَشَاءَمَ. قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: "وَالْعِيَافَةُ": الْخَطُّ. قَالَ الْجَوْهَرِيُّ فِي الصِّحَاحِ: الْجِبْتُ كَلِمَةٌ تَقَعُ عَلَى الصَّنَمِ وَالْكَاهِنِ وَالسَّاحِرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ.

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا بدفالی اور پرندے اڑانا حرام اور شیطانی کام ہے۔اسے ابوداؤد نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔اور کہا کہ الطرق کا مطلب ہے: جھڑکنا یعنی پرندے کو اڑانا تو اگر وہ دائیں طرف جائے تو برکت والا یا مبارک سمجھنا اور اگر بائیں طرف جائے تو نحوست و پریشانی سمجھنا۔امام ابوداؤد کہتے ہیں: العیافة، لکیر کھینچنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ہری نے صحاح میں لکھا ہے کہ جبت: ایسا کلمہ ہے جو بت کاہن اور جادوگر وغیرہ پر واقع ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی الخط وزجر الطیر، جلد 4، صفحه 23، رقم 3909 الاداب للبیهقی، باب کراهیة الطیرة، جلد 1، ص 206، رقم 344 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه قبیصه بن مخارق الهلالی، جلد 18، ص 369، رقم 15652 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الخامس فی الطیرة والفاء ل والشوم، جلد 7، ص 639، رقم 5810 صحیح ابن حبان، کتاب النجوم والانواء، جلد 13، صفحه 502، رقم 6131

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عیافت کی بہت شرحیں کی گئی ہیں مشہور شرح یہ ہے کہ پرندوں کے نام سے فال لینا عیافت ہے جیسے کسی نے عقاب دیکھ کر سمجھا کہ ہم کو عتاب یعنی عذاب ہوگا غراب (کوے) سے غربت وسفر سمجھنا ،ہدہد سے ہدایت کا امیدوار ہونا یہ عیافت ہے، کنکر پھینکنا یا ریت میں لکیریں کھینچنا فال کے لیے یہ ہے طرق ط اور ر کے فتحہ سے۔

جبت سے مراد یا جادو ہے یا کہانت یا بت یا شیطان۔مطلب یہ ہے کہ یہ کام بت پرستوں، کاہنوں، جادوگروں کے سے ہیں۔(مرٰاۃ المناجیح، ج ٦ص ۴۱۹)

(1677) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنَ النُّجُوْمِ، اقْتَبَسَ شُعْبَۃً مِّنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ". رَوَاہُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے علم نجوم سے ایک حصہ لیا' اس نے جادو کا حصہ لیا جتنا زیادہ وہ علم لے گا اسی قدر زیادہ جادو لیتا ہے۔اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی النجوم، جلد 4، ص 22، رقم 3907 الاداب للبیہقی، باب کراھیۃ اقتباس علم النجوم واتیان الکھان، جلد 1، ص 204، رقم 342 سنن ابن ماجہ، باب تعلیم النجوم، جلد 2، ص 1228، رقم 3726 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب، جلد 1، ص 311، رقم 2841 مصنف ابن أبی شیبۃ، باب فی تعلیم النجوم ماقالوا فیہا، جلد 8، ص 414، رقم 26159

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

علم نجوم سے مراد کہانت کا علم ہے کہ ستاروں سے علم غیب حاصل کیا جائے۔اسی علم کو جادو سے تشبیہ دینا اس کی انتہائی ذلت کے اظہار کے لیے ہے یعنی علم نجوم جادو کی طرح برا ہے جادو کفر ہے یا قریب کفر۔

یعنی جس قدر علوم نجوم میں زیادتی کرے گا۔اس قدر گویا جادو میں زیادتی کرے گا اپنے گناہ بڑھائے گا۔لہذا دونوں جگہ زاد بمعنی ماضی ہے اور مازاد میں ما بمعنی مادام ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ زاد مازاد حضرت عبداللہ ابن عباس کا قول ہے اور زاد کا فاعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور نے علم نجوم کی برائی میں بہت زیادتی فرمائی لہذا مازاد مفعول ہے زاد کا۔(اشعۃ اللمعات) پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔خیال رہے کہ تاروں سے بارش کا وقت، آندھیاں چلنا سردی گرمی، ارزانی گرانی آئندہ کے حالات معلوم کرنا حرام ہے کہ یہ علوم غیبیہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر ان سے اوقات اور راستے،سمت قبلہ معلوم کرنا بالکل حق ہے۔چاند کے طلوع کی خبر جو بذریعہ تاروں کے دی جائے شرعًا معتبر نہیں حضرت فرماتے ہیں کہ علم نجوم اس قدر حاصل کرو جس سے تم سمت قبلہ اور راستے معلوم کرلو پھر باز رہو(مرقات) لہذا علم توقیت برحق ہے۔یوں ہی علم ریاضی، علم ہیئت وغیرہ درست ہے اپنی حد میں رہ کر۔(مراٰۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۳۴)

(1678) وَعَنْ مُّعَاوِیَۃَ بْنِ الْحَکَمِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ حَدِیْثُ عَھْدٍ بِالْجَاھِلِیَّۃِ، وَقَدْ جَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِالْاِسْلَامِ، وَاِنَّ مِنَّا رِجَالًا یَّاْتُوْنَ الْکُھَّانَ؟ قَالَ: "فَلَا تَاْتِھِمْ" قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ یَّتَطَیَّرُوْنَ؟ قَالَ: "ذٰلِکَ شَیْءٌ یَّجِدُوْنَہٗ فِیْ صُدُوْرِھِمْ، فَلَا یَصُدُّھُمْ" قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ یَّخُطُّوْنَ؟ قَالَ: "کَانَ نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ یَخُطُّ، فَمَنْ

حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں زمانہ جاہلیت کے بہت قریب ہوں۔اللہ تعالیٰ نے مذہب اسلام عطا کیا ہے اور ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں کے پاس آتے ہیں۔آپ نے فرمایا: تو ان کے پاس نہ جا۔میں نے عرض کی: ہم میں سے کچھ لوگ بدفالی پکڑتے ہیں۔آپ نے فرمایا: وہ ایک چیز ہے جو وہ اپنے سینوں میں پاتے ہیں وہ ان کو

وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اس سے نہ روکے میں نے عرض کیا اور ہم میں سے کچھ لوگ لکیریں کھینچتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: انبیاء میں سے ایک نبی لکیریں کھینچا کرتے تھے تو جو لکیر ان سے موافق ہوگئی تو وہ جائز ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب تشمیت العاطس فی الصلاۃ، جلد 1، ص 349، رقم 931 السنن الصغری، باب سجود السهو، جلد 1، ص 284، رقم 904 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه معاویة بن الحکم السلمی، جلد 19، ص 400، رقم 16613 سنن النسائی الکبری، باب الکلام فی الصلوۃ، جلد 1، ص 362، رقم 1141 صحیح ابن حبان، باب مایکرہ للمصلی ومالایکرہ، جلد 6، ص 22، رقم 2247

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں سلمی ہیں مدینہ منورہ میں رہتے سہتے ہیں، ۱۱۷ھ ایک سو سترہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ سے عطا ابن یسار وغیرہ نے روایات لیں۔

غیبی باتیں چھپی چیزیں گم شدہ مال چوری کا اسباب دل کی سوچی باتیں پوچھنے کے لیے فرمایا جائے کہ یہ عمل کیسا ہے۔

کاہنوں سے غیبی خبریں پوچھنا حرام ہے انہیں عالم غیب جاننا ان کی خبروں کی تصدیق کرنا کفر ہے ہاں انہیں جھوٹا کرنے کے لیے ان سے کچھ پوچھ کر لوگوں پر ان کا جھوٹا ظاہر کرنا اچھا ہے کہ یہ تبلیغ ہے یہاں پہلی صورت مراد ہے اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

یعنی یہ پرندے وغیرہ اڑانا نفس کے دھوکے ہیں انکی حقیقت کچھ نہیں اگر تم کسی کام کو جا رہے ہو اور کوئی پرندہ بائیں طرف کو اڑتے دیکھو تو اپنے کام سے نہ رک جاؤ اپنے کام کو جاؤ رب تعالیٰ پر توکل کرو کام بننا نہ بننا اس کی طرف سے ہے۔

یعنی علم جفر یا رمل کے طریقہ سے خطوط کھینچ کر غیبی خبریں معلوم کرتے ہیں ان کا یہ عمل از روئے شریعت اسلامیہ جائز ہے یا نہیں۔

یہ نبی یا تو حضرت دانیال ہیں یا حضرت ادریس علیہم السلام ان کا معجزہ یہ علم خط تھا۔ یعنی علم جفر یا رمل جس سے وہ غیبی بات دریافت فرما لیتے تھے۔ (مرقات)

خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ عمل عوام کے لیے حرام ہے کیونکہ ان نبی کے خط سے مشابہت معدوم ہے یا موہوم اور معدوم وموہوم پر اعتماد کرنا ممنوع ہے۔ (مرقات واشعۃ اللمعات) (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۲۸)

(1679) وَعَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ. مُتَّفَقٌ

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی رقم، زانیہ کی کمائی اور کاہن کی مٹھائی کھانے سے منع کیا ہے۔ (متفق علیہ)

عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب کسب البغی والاماء، جلد 2، ص 797، رقم 2162، صحیح مسلم، باب تحریم ثمن الکلب وحلوان الکاهن ومهر البغی، جلد 5، ص 35، رقم 4092، السنن الصغری للبیهقی، باب النهی عن ثمن الکلب وعن اقتنائه، جلد 2، ص 94، رقم 2070، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه محمد، جلد 5، ص 363، رقم 5561، المنتقی لابن الجارود، باب فی التجارات، صفحه 150، رقم الحدیث 581

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے ہاں یہ ممانعت یا تو تنزیہی ہے یا اس وقت کی ہے جب کتا پالنا اسلام میں مطلقاً ممنوع تھا، جب شکار وحفاظت کے لیے اس کی اجازت ہوگئی تو یہ ممانعت بھی منسوخ ہوگئی، امام شافعی و دیگر آئمہ کے ہاں اب بھی کراہت تحریمی باقی ہے، دیوانہ کتے کی قیمت ہمارے ہاں بھی ممنوع ہے کہ وہ قابل نفع مال نہیں جیسے گندا انڈا مال نہیں۔

مہر بغی سے مراد زانیہ کی اجرت زنا ہے اور کاہن کی مٹھائی سے مراد اس کے فال کھولنے غیبی باتیں بتانے یا ہاتھ دیکھ کر تقدیر بتانے کی اجرت ہے، چونکہ یہ اجرت بغیر محنت حاصل ہوجاتی ہے اس لیے اسے مٹھائی فرمایا، یہ دونوں اجرتیں بالاتفاق حرام ہیں کہ یہ دونوں کام حرام لہذا ان کی اجرت بھی حرام۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۳۷۳)

161-بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّطَيُّرِ

شگون لینے کی ممانعت

فِيْهِ الْأَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ

اس باب کی حدیثیں اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہیں۔

(1680) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَالُ" قَالُوْا: وَمَا الْفَالُ؟ قَالَ: "كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرض کا متعدی ہونا کچھ نہیں، بدفالی کچھ نہیں اور نیک فالی مجھے اچھی لگتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: اور فال کیا ہے تو آپ نے فرمایا: پاکیزہ بات۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الفال، جلد 7، صفحه 135، رقم 5756، صحیح مسلم، باب الطیرة والفأل ومایکون فیه الشؤم، جلد 7، ص 33، رقم 5933، الاداب للبیهقی، باب لاعدوی ولا صفر ولا هامر، جلد 1، صفحه 209، رقم 348، السنن ابوداؤد، باب فی الطیرة، جلد 4، ص 26، رقم 3918، مسند أبی یعلی، مسند انس بن مالك رضی الله عنه، جلد 5، ص 373، رقم 3026

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن مرض کے متعدی نہ ہونے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

امام اجل امین، امام الفقہاء وامام المحدثین، وامام اہل الجرح والتعدیل، وامام اہل التصحیح والتعلیل، حدیث وفقہ دونوں کے حاوی سیدنا امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار شریف میں دربارہ نفی عدوٰی احادیث سعد بن مالک وعلی مرتضیٰ وعبداللہ بن عباس وابی ہریرہ وعبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عمرو جابر بن عبداللہ وانس بن مالک وسائب بن یزید وابی ذر رضی اللہ

تعالٰی عنہم روایت کرکے فرماتے ہیں:

فقد نفی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم العدوٰی وفی ھذہ الاثار وقد قال فمن اعدی الاول ای لما کان ما اصاب الاول انما کان بقدر اللہ عزوجل کان ما اصاب الثانی کذلك، فان قال قائل فنجعل ھذا مضادا لما روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایورد ممرض علی مصح کما جعله ابوھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه قلت لاولکن یجعل قوله لاعدوی کما قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم نفی العدوی ان یکون ابدا ویجعل قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایورد ممرض علی مصح علی الخوف منه ان یورد علیه فیصیبه بقدر اللہ تعالٰی ما اصاب الاول فیقول الناس اعداہ الاول فکرہ ایراد المصح علی الممرض خوف ھذا القول، وقد روینا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی ھذہ الاٰثار ایضا وضعه ید المجذوم فی القصعة فدل فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ایضا علی نفی الاعداء لانه لوکان الاعداء مما یجوز ان یکون اذا لما فعل النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم مایخاف ذٰلك منه لان فی ذٰلك جرالتلف الیه وقد نھی اللہ عزوجل عن ذٰلك فقال ولاتقتلوا انفسکم ومررسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بھدف مائل فاسرع فاذا کان یسرع من الھدف المائل مخافة الموت فکیف یجوز علیه ان یفعل مایخاف منه الاعداء، فھذا معنی ھذہ الاٰثار عندنا واللہ تعالٰی اعلم ملتقطا۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراھۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۱۷)

بیشک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان آثار میں (احادیث) تعدیہ مرض کی نفی فرمائی، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ پہلے مریض کو کیسے تعدیہ مرض ہوا بلکہ اللہ تعالٰی عزوجل کی تقدیر سے لاحق ہوا۔ اس لئے دوسرے کو بھی جو کچھ پہنچا اسی طرح پہنچا، اگر کوئی قائل یوں کہے کہ ہم اس کو اس حدیث کے متضاد قرار دیتے ہیں جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کوئی مریض کسی تندرست آدمی کے پاس نہ جائے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہی کہا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں کہ) ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ان کے ارشاد لاعدوٰی کو لیتے ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو تعدیہ مرض کی ہمیشہ نفی ہوگی اور ہم حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کوئی مریض کسی تندرست پر نہ وارد ہو کی بنیاد اس اندیشہ پر رکھتے ہیں کہ مریض کبھی کبھار صحت مند اور تندرست کے پاس جائے اور پھر تندرست کو تقدیر الٰہی سے وہی مرض لاحق ہو جائے جس میں مریض مبتلا ہو چکا ہو تو لوگ کہیں گے کہ پہلے کا مرض (بطور تجاوز) اس میں سرایت کر گیا ہے تو پھر اس کہنے کے اندیشہ سے کسی تندرست کا مریض کے پاس جانا یا اس کا الٹ ناپسند کیا گیا اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

علیہ وآلہ وسلم سے ان آثار میں روایت کی کہ آپ نے خود جذامی کا ہاتھ پکڑ کر کھانے کے پیالے میں رکھا، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا مبارک عمل بھی تعدیہ مرض کی نفی کی دلیل ہے۔ اگر تعدیہ مرض کسی طرح امکان رکھتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی ایسا خطرناک کام (جذامی کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے والا) نہ کرتے کیونکہ اس میں ایذا کو اپنی طرف کھینچ کر لانا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر نے اس سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے: (لوگو!) اپنے آپ کو قتل نہ کرو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جھکے ہوئے (گرنے والے) ٹیلے کے پاس سے گزرے تو گزرنے میں جلدی سے کام لیا، جب آپ نے گرنے والے ٹیلے سے گزرتے ہوئے اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں اس کے گر پڑنے سے ہلاکت نہ ہو جائے آپ نے جلدی فرمائی، تو پھر آپ کے لئے کیسے روا ہے کہ آپ وہ کام کریں کہ جس سے تعدیہ مرض کا اندیشہ اور خطرہ رہے۔ پھر ہمارے نزدیک ان آثار کا یہ مفہوم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ملتقطا۔

عمدۃ القاری میں ہے:

التوفيق بين الحديثين بما قاله ابن بطال و هو ان لاعدوى اعلام بانها لاحقيقة لها واما النهى فلئلايتوهم المصح ان مرضها من اجل ورود المرضى عليها فيكون داخلا بتوهمه ذلك فى تصحيح ما ابطله النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من العدوىٰ۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الطب باب لا هامۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/۲۸۸)

دونوں حدیثوں میں موافقت ابن بطال کے قول کے مطابق یہ ہے کہ لاعدویٰ کسی مرض میں تجاوز کے لئے نہیں بلکہ اس بات کا اعلان ہے کہ تعدیہ مرض کی کوئی حقیقت نہیں، رہا یہ کہ پھر ایسے مریضوں کے ساتھ میل جول سے کیوں روکا گیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تندرست آدمی کو اگر مریض کے پاس آمدورفت کے دوران وہی مرض لگ گیا تو اس کے دل میں وہم پیدا ہو جائے گا کہ اسے یہ مرض مریض ہی سے لگا ہے اور پھر وہ اس وہم سے تعدیہ مرض کی صحت کا قائل ہو جائے گا کہ جس کا خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابطال فرمایا

ماثبت بالسنۃ میں جامع الاصول سے ہے: يقال اعدى المرض اذا اصابه مثله لمقارنته ومجاورته اومؤاكلته ومباشرته وقد ابطله الاسلام۔ (ماثبت بالسنۃ مترجمہ کرشہر صفر ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور ص ۵۲)

کہا جاتا ہے اعدی المرض یعنی مرض تجاوز کر گیا جبکہ کسی مریض کے ساتھ میل جول اور اس کے ساتھ کھانے پینے اور مباشرت سے کسی تندرست آدمی کو اسی جیسا مرض لگ جائے (تو اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ مریض کا مرض اُڑ کر فلاں تندرست آدمی کو لاحق ہو گیا ہے) حالانکہ اسلام نے تعدیہ مرض کا ابطال کیا ہے۔

اسی میں مشارق الانوار امام قاضی عیاض سے ہے:

العدوی ماکانت تعتقدہ الجاهلية من تعدی داء ذی الداء الی من یجاورہ ویلاصقه ممن لیس به داء فنفاہ الشرع وقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لاعدوی یحتمل النهی عن قول ذٰلك واعتقادہ و النفی لحقیقة ذٰلك کما قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایعدی شیئ شیئا وقوله فمن اعدی الاول وکلاهما مفهوم من الشرع۔ (ماثبت بالسنۃ مترجم ذکر شہر صفر ادارہ نعیمیہ سواد اعظم لاہور ص ۵۲)

تعدیہ مرض جس کا اعتقاد اہل جاہلیت رکھتے تھے کہ کسی مریض کا مرض اس شخص تک تجاوز کر جاتا اور پہنچ جاتا ہے جو اس مریض سے قرب اور اتصال رکھے باوجودیکہ اس میں پہلے کوئی مرض نہ تھا پس شریعت نے اس اعتقاد کی نفی فرمائی ہے، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد لاعدوٰی یہ احتمال رکھتا ہے کہ اس کہنے اور اعتقاد رکھنے سے نہی ہو اور اس کی حقیقت کی نفی ہو۔ جیسا کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرتی، اور آپ کا ارشاد گرامی ہے پھر پہلے مریض میں کیسے تعدیہ مرض پیدا ہوا۔ اور یہ دونوں باتیں شریعت سے سمجھی گئیں۔

اُسی میں نزہۃ النظر للحافظ ابن حجر سے ہے:

الاولی فی الجمع ان یقال ان نفیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم للعدوی باق علی عمومه و قد صح قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایعدی شیئ شیئا وقوله فمن اعدی الاول یعنی ان اللہ سبحٰنه وتعالٰی ابتدأ ذالك فی الثانی کما ابتدأہ فی الاول واما الامر بالفرار من المجذوم فمن باب سد الذرائع لئلا یتفق للشخص الذی یخالطه شیئ من ذٰلك بقدر اللہ تعالٰی ابتداء لابالعدوی المنفية فیظن ان ذٰلك بسبب مخالطة فیعتقد صحة العدوی فیقع فی الحرج فامر بتجنبه حسما للمادۃ، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ماثبت بالسنۃ مترجم ذکر شہر صفر ادارہ نعیمیہ سواد اعظم لاہور ص ۸۴)

دونوں حدیثوں کو جمع کرنے میں بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تعدیہ مرض کی نفی کرنا اپنے عموم پر باقی ہے اور بلاشبہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی صحیح ہے کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرتی، اور آپ کا یہ ارشاد مبارک کہ پہلے میں کیسے مرض ہوا۔ اللہ تعالٰی پاک و برتر نے ہی دوسرے مریض کو بھی مرض لاحق کیا جس طرح اس نے پہلے مریض کو لاحق کیا تھا۔ جہاں تک جذامی سے دور بھاگنے اور دور رہنے کے حکم کا تعلق ہے تو یہ ذرائع اور وسائل کو بند کرنے کے باب سے ہے، یعنی جو شخص تندرست حالت میں جذامی آدمی کے ساتھ اختلاط اور میل جول رکھے اور اتفاقاً اسے اللہ تعالٰی کی قضاء وقدر سے وہی مرض لاحق ہو جائے تو وہ یہ کہنے لگے گا کہ یہ مرض اس مریض سے میل جول اور اختلاط کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے پھر وہ صحت تعدیہ کا اعتقاد رکھنے لگے گا اور حرج میں پڑ جائے گا بایں وجہ اسے جذامی آدمی سے دور

رہنے اور بچنے کا حکم دیا گیا تا کہ شکوک وشبہات پیدا ہی نہ ہونے پائیں اور مادہ ہی کٹ جائے، واللہ تعالٰی اعلم!
شرح مصابیح امام تورپشتی وشرح مشکوٰۃ علامہ طیبی ومرقاۃ علامہ قاری وشرح الموطاللعلامہ محمد الزرقانی وغیرہا
میں ہے: واللفظ للزرقانی الاکثران المراد نفی ذٰلك وابطاله كما دلّ عليه ظاهر الحديث۔
(شرح الزرقانی علی مؤطاامام مالک باب عیادۃ المریض والطیرۃ دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۳۳۳)
علامہ زرقانی کے الفاظ یہ ہیں اکثر کی رائے یہ ہے کہ اس نفی سے اس کا ابطال مراد ہے جیسا کہ اس پر ظاہر حدیث دلالت کرتی ہے۔
اشعۃ اللمعات شیخ محقق میں ہے:
اکثر برآنند کہ مراد نفی عدوٰی وابطال اوست مطلقاً چنانچہ ظاہر احادیث درآن ست۔
(اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ باب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۶۲۲)
اکثر اہل علم اس نظریہ پر قائم ہیں کہ نفی تعدیہ سے اس کا مطلقاً ابطال مراد ہے جیسا کہ ظاہر احادیث اس پر دال ہیں
اسی میں ہے:
اعتقاد جاہلیت آں بود کہ بیمارے کہ در پہلوئے بیمارے نشیند یا ہمراہ وے بخورد سرایت کند بیماری او بوے
گفتہ اند کہ بزعم اطبا ایں سرایت در ہفت مرض است جذام وجرب وجدری وحصبہ وبخر ورمد وامراض وبائیہ
پس شارع آنرا نفی کرد وابطال نمود یعنی سرایت نمی باشد بلکہ قادر مطلق ہمچناں کہ اورا بیمار کرد ایں را نیز کرد۔
(اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۶۲۰)
اہل جاہلیت کا اعتقاد یہ تھا کہ اگر کوئی تندرست آدمی کسی بیمار کے پہلو میں بیٹھے یا اس کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو تو اس مریض کا مرض تندرست آدمی میں سرایت کر جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اطباء کے خیال میں متعدی امراض سات ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) کوڑھ (۲) خارش (۳) چیچک (۴) خسرہ (۵) گندہ دہن ہونا (۶) آنکھوں کی بیماری (۷) وبائی امراض (یعنی ہیضہ، طاعون وغیرہ) شارع نے ان سب کے تعدیہ کی نفی فرمائی اور اس کا ابطال کیا، پس شارع کی مراد یہ ہے کہ کسی مرض میں سرایت اور تجاوز نہیں (کہ ایک کا مرض بوجہ اختلاط دوسرے کو لگ جائے) بلکہ قادر مطلق نے جس طرح ایک کو بیمار کیا اسی طرح دوسرے کو بھی بیماری لاحق کر دی۔
بالجملہ ان پانچوں اقوال پر عدوٰی باطل محض ہے یہی مذہب ہے حضرت افضل الاولیاء الاولین والآخرین سیدنا صدیق اکبر وحضرت سیدنا فاروق اعظم وحضرت سلمان فارسی وحضرت ام المومنین صدیقہ وحضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجلہ صحابہ کرام کا، اور اسی کو اختیار فرمایا امام اجل طحاوی سید الحنفیہ وامام یحیٰی بن یحیٰی مالکی وامام عیسٰی بن دینار مالکی وامام ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف مغربی مالکی وامام ابن حجر عسقلانی شافعی وعلامہ طاہر حنفی وشیخ محقق عبدالحق محدث حنفی وغیرہم جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے عمدۃ القاری میں طبری سے ہے:

کان ابن عمر وسلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم یصنعان الطعام للمجذومین ویاکلان معہم وعن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت کان مولی لنا اصحابہ ذٰلک الداء فکان یاکل فی صحافی ویشرب فی اقداحی وینام علی فراشی۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب الطب باب الجذام ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۴۷)

یعنی عبداللہ بن عمر وسلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم مجذومین کے لئے کھانا تیار فرماتے اور ان کے ساتھ کھاتے اور ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہوا کہ ہمارے ایک غلام آزاد شدہ کو یہ مرض ہوگیا تھا وہ میرے برتنوں میں کھاتا میرے پیالوں میں پیتا بچھونوں پر سوتا۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۴ ص ۲۵۴)

(1681) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ. وَإِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ، وَالْمَرْاَةِ، وَالْفَرَسِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

عبداللہ ابن عمر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرض کا متعدی ہونا کچھ نہیں اور بدفالی کچھ نہیں اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایتقی من شؤم المراۃ، جلد 5، صفحہ 195، رقم 4806 صحیح مسلم، باب الطیرۃ والفال ومایکون فیہ الشؤم، جلد 7، ص 33، رقم 5937 اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب ماجاء فی شؤم المراۃ، جلد 4، صفحہ 29، رقم 3111 مؤطا امام مالک، باب مایتقی من الشؤم، جلد 2، صفحہ 972، رقم 1750 سنن ابوداؤد، باب فی الطیرۃ، جلد 4، صفحہ 28، رقم 3924

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس بارے میں لکھتے ہیں:

شوم بنا ہے شام سے یمن کا مقابل، یمن کے معنی ہیں برکت، لہذا شوم کے معنی ہیں نحوست، اس حدیث کے بہت معنی کیئے گئے ایک یہ کہ اگر کسی چیز سے نحوست ہوتی تو ان تین میں ہوتی، دوسرے یہ کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ اولاد نہ جنے اور خاوند کی نافرمان ہو، مکان کی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو وہاں اذان کی آواز نہ آئے اور اس کے پڑوسی خراب ہوں، گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ مالک کو سواری نہ دے، سرکش ہو۔ بہر حال یہاں شوم سے مراد بدفال نہیں کہ اس کی وجہ سے رزق گھٹ جائے یا آدمی مرجائے کہ اسلام میں بدفالی ممنوع ہے۔ لہذا یہ حدیث لاطیرۃ کی حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ بعض بندے اور بعض چیزیں مبارک تو ہوتی ہیں کہ ان سے گھر میں مال میں عمر میں زیادتیاں ہوجاتی ہیں جیسے عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا مگر کوئی چیز اس کے مقابل معنی میں منحوس نہیں، ہاں کافر، کفر، زمانۂ عذاب منحوس ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸)

(1682) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت بریدہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بدفالی نہیں لیتے تھے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی الطیرۃ، جلد 4، صفحہ 27، رقم 3922 الاداب للبیھقی، باب کراھیۃ الطیرۃ، جلد 1،

صفحه 206، رقم 345، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الخامس فی الطیرة والفأل والشؤم، جلد 7، ص 628، رقم 5798، مشکوٰة المصابیح، باب الفأل والطیرة، الفصل الاول، جلد 2، ص 538، رقم 4588، الفتح الکبیر للسیوطی، حرف الکاف، جلد 2، ص 349، رقم 9294

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس بارے میں لکھتے ہیں:

حضور انور اچھے مقام وغیرہ سے نیک فال لیتے کہ انہیں سن کر دیکھ کر رحمتِ الٰہی کے امیدوار ہو جاتے تھے مگر کسی چیز سے بدفالی نہیں لیتے تھے کہ اللہ سے ناامیدی نہیں چاہیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۱۸)

امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں بدفالی کے متعلق پوچھے جانے والے ایک سوال کے جواب میں جگہ فرماتے ہیں:

مسئلہ ۷۳: مسئولہ زین العابدین از بنگالہ ضلع پابنا قصبہ سراج گنج ۴ رجب المرجب ۱۳۲۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں رسوم کہ در ملک بنگال چنانست کہ مردمان برائے تولہ فرزندان خانہ دیگر از خانہ بود و باش جداگانہ بنا می کنند و زادن فرزند در خانہ بود و باش بدفالی شمارند چنیں قسم خانہ مخصوص در ہر بار بنا نمودن شرعا درست است یا نہ؟ و در زمانہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بود یا نہ؟

علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس رسم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ بنگال میں یہ رواج ہے کہ نومولود کی ولادت کے لئے اس کی ولادت سے قبل الگ کمرہ تعمیر کیا جاتا ہے اور پہلے سے تعمیر شدہ مکان جہاں وہ رہائش پذیر ہوتے ہیں اس میں نئے بچے کی ولادت منحوس خیال کی جاتی ہے۔ کیا ان کا یہ اقدام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایسے ہوتا تھا یا نہیں؟

الجواب: ایں رسم شنیع در آں زمان پاک اصلا نہ بود بلکہ بعد آں نیز تا قرون متطاولہ بلکہ ہنوز ہم در عامہ ولایت اسلام ازاں نشانے نیست ایں برسم مشرکین وہنود ماند بلکہ ازاں ہم بالاتر رفتہ است ہندوان نیز ایں چنیں نہ کنند ایں کار را اگر بخیال ضلال بدفال نبودی اسراف بودے واللہ تعالٰی یقول ولاتسرفوا ان اللہ لایحب المسرفین ا؎ اسراف نکنید کہ خدائے دوست ندارد واسراف کنندگان را بلکہ بوجوہ خلو از فائدہ تبذیر بودے واللہ تعالٰی یقول ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین ۲؎ مال بے سود بر باد دہندگان برادران شیاطین اند حالانکہ مبتنی براں وہم شیطانی ست ضلالی دگر بر آں افروز سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود الطیرۃ من الشرک بدفال گرفتن و براں کاربند شدن شیوہ مشرکان رواہ الائمۃ الاحمد ا؎ فی المسند والبخاری فی الادب المفرد وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والحاکم فی صحاحھم کلھم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح ومعنی الحدیث علی ما فسرنا کما افصحت عنہ الاحادیث وحققہ العقول۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(ا؎ القرآن الکریم ۷/ ۳۱) (۲؎ القرآن الکریم ۱۷/ ۲۷) (ا؎ مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۳۸) (جامع

الترمذی ابواب السیر امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۴) (کنز العمال بحوالہ ط، حم، د، ہ، ک حدیث ۲۸۵۶۸، ۲۸۵۶۹، موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۱۳)

یہ قبیح رسم اس پاک زمانے میں بالکل نہ تھی بلکہ اس کے بعد بھی عرصہ دراز تک بلکہ اب تک عام اسلامی ممالک میں اس کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا، یہ ہندوانہ اور مشرکانہ رسوم کے مشابہ بلکہ ان سے بھی بدتر ہے کیونکہ ہندو بھی ایسا نہیں کرتے اگر یہ عمل بدفالی اور گمراہی کے خیال سے نہ ہو تب بھی بوجہ اسراف معیوب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لوگو! بے جا خرچ کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو فضول خرچ کرنے والے لوگ پسند نہیں تم اسراف نہ کیا کرو اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں بناتا، یہ اقدام متعدد وجوہ کی بنا پر فائدے اور بھلائی سے خالی ہے اور تبذیر کے زمرے میں آتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مال کو بے مقصد برباد کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اس وہم کی بنیاد شیطانی ہے مزید یہ کہ اس میں بدفالی و بدشگونی والی گمراہی بھی شامل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بری فال نکالنا اور اس پر کار بند ہونا مشرکین کا طریقہ اور دستور ہے، چنانچہ ائمہ کرام مثلاً امام احمد نے مسند میں امام بخاری نے الادب المفرد میں ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے اپنی صحاح میں بحوالہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سند صحیح کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے حدیث کے وہی معنی ہیں جو ہم نے بیان کردیئے ہیں جیسا کہ احادیث سے واضح اور عیاں ہے۔ اور عقول نے اس کی تحقیق کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۲۶۴)

(1683) وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: "أَحْسَنُهَا الْفَأْلُ. وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ. حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت عروہ بن عامر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بدفالی کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا اچھی چیز فال لینا اور بدفالی کسی مسلمان کو اپنے ارادہ سے باز نہ رکھے جب تم میں سے کوئی ناپسند چیز کو دیکھے تو کہے اے اللہ بھلائیوں کو تیرے سوا کوئی نہیں لاتا اور برائیوں کو تیرے سوا کوئی نہیں ٹالتا گناہ سے پھرنا اور نیکی کرنا تیری توفیق کے ساتھ ہی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔

تخريج حديث: سنن ابوداؤد، باب فی الطيرة، جلد 4، صفحه 27، رقم 3921 الاداب للبيهقی، باب كراهية الطيرة، جلد 1، صفحه 206، رقم 345 جامع الاصول لابن اثير، الكتاب الخامس فی الطيرة والفأل والشؤم والعدوی، جلد 7، ص 629، رقم 5801 مصنف ابن أبی شيبة، باب ما قلوا فی الطيرة، جلد 9، ص 39، رقم 26919

شرح حديث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس بارے میں لکھتے ہیں:

کہ لوگ بعض چیزوں سے بدشگونی لیتے ہیں بعض سے اچھا شگون اس کی حقیقت کیا ہے تب حضور نے وہ جواب دیا جو

یہاں مذکور ہے۔

فال سے مراد نیک فال ہے جو اچھی بات اچھا نام سننے سے لی جائے یعنی یہ جائز ہے لیکن کوئی شخص کسی کام کو جاتے وقت ناپسندیدہ چیز دیکھے یا سنے جس سے بدشگونی لی جائے تو وہ محض اس وجہ سے اپنے کام سے واپس نہ ہو، اللہ پر توکل کرے اور کام کو جائے۔

یہ عمل بہت ہی مجرب ہے ان شاء اللہ اس دعا کی برکت سے کوئی بری چیز اثر نہیں کرتی تمام مروجہ بدفالیوں بدشگونیوں کا بہترین علاج ہے۔ واللہ اعلم! (مرأۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۲۷)

162-بَابُ تَحْرِيْمِ تَصْوِيْرِ الْحَيَوَانِ فِيْ بِسَاطٍ أَوْ حَجَرٍ أَوْ ثَوْبٍ أَوْ دِرْهَمٍ أَوْ مِخَدَّةٍ أَوْ دِيْنَارٍ أَوْ وِسَادَةٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ وَتَحْرِيْمِ اِتِّخَاذِ الصُّوْرَةِ فِيْ حَائِطٍ وَّسَقْفٍ وَّسِتْرٍ وَّعِمَامَةٍ وَّثَوْبٍ وَّنَحْوِهَا وَالْأَمْرِ بِاِتْلَافِ الصُّوْرَةِ

جاندار کی تصویر کا بچھونے، پتھر، کپڑے، درہم، دینار، گدے اور تکیئے وغیرہ پر بنانا حرام ہے اور دیوار، چھت، پردے، دستار، کپڑے وغیرہ پر تصویر بنانا حرام ہے اور اس تصویر کو ضائع کرنے کا حکم ہے

(1684) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الَّذِيْنَ يَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ لَهُمْ: اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب ہوگا ان سے کہا جائے گا جو تم نے بنایا ہے اس کو زندہ کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب التجارۃ فیمایکرہ لبسہ للرجال والنساء، جلد 3، ص 63، رقم 2105۔ صحیح مسلم، باب لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولاصورۃ، جلد 6، ص 160، رقم 5655۔ السنن الکبرٰی للبیہقی، باب التشدید فی المنع من التصویر، جلد 7، ص 268، رقم 14960۔ المعجم الصغیر للطبرانی، من اسمہ محمد، جلد 2، صفحہ 207، رقم 1040۔ مؤطا امام مالک، باب ماجاء فی الصور دالتماثیل، جلد 2، صفحہ 966، رقم 1736

شرح حدیث: تصویروں کا بیان

مسئلہ: جاندار چیزوں کی تصویر بنانا، بنوانا، اس کا رکھنا، اس کا بیچنا، خریدنا، حرام ہے۔ ہاں البتہ غیر جاندار چیزوں جیسے درختوں، مکانوں وغیرہ کی تصویر بنانے اور ان کے رکھنے ان کی خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اوپر کی حدیثوں میں جن تصویروں کی ممانعت ہے ان سے مراد جاندار کی تصویریں ہیں۔

مسئلہ: کچھ لوگ مکانوں میں زینت کے لئے انسانوں اور جانوروں کی تصویریں یا مورتیاں رکھتے ہیں یہ حرام ہے کچھ

لوگ مٹی یا پلاسٹک یا دھاتوں کی مورتیاں بچوں کے کھیلنے کے لئے خریدتے ہیں یہ سب حرام وممنوع ہیں اپنے بچوں کو اس سے روکنا چاہے اور ایسے کھلونوں اور گڑیوں کو توڑ پھوڑ دینا یا جلا دینا چاہے۔

مسئلہ: جانوروں اور کھیتی اور مکان کی حفاظت اور شکار کے لئے کتا پالنا جائز ہے ان مقصدوں کے علاوہ کتا پالنا جائز نہیں۔ (بہار شریعت، ج ۱۱، ص ۱۸۶)

بعض بچے کتوں کے بچوں کو شوقیہ پالتے اور گھروں میں لاتے ہیں ماں باپ کو لازم ہے کہ بچوں کو اس سے روکیں اور اگر وہ نہ مانیں تو سختی کریں حدیث میں جن کتوں کے گھر میں رہنے سے رحمت کے فرشتوں کے نہ آنے کا ذکر ہے ان کتوں سے مراد وہی کتے ہیں جن کو پالنا جائز نہیں ہے۔ (بہار شریعت، ج ۱۱، ص ۱۸۶)

جاندار کی تصویروں کو خواہ قلم سے بنائیں یا کیمرے سے فوٹو لیں، یا پتھر، یا لکڑی پر کھود کر بنائیں، بہر صورت حرام و ناجائز ہے۔ اسی طرح ان تصویروں کو بیچنا اور خریدنا، یا عزت کے ساتھ اپنے پاس رکھنا بھی حرام و گناہ ہے۔ بعض لوگ اپنے پیروں کی تصویروں کو تعظیم کے ساتھ چوکھٹے میں لگا کر مکانوں میں رکھتے ہیں اور اس پر پھول کی مالائیں چڑھاتے ہیں اور اگربتی سلگاتے ہیں یہ اور بھی شدید حرام اور سخت گناہ ہے بلکہ یہ بت پرستی کے مثل مشرکانہ عمل ہے جس کی سزا آخرت میں جہنم کا دردناک عذاب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(1685) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ، وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِّي بِقِرَامٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَوَّنَ وَجْهُهُ، وَقَالَ: "يَا عَائِشَةُ، أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللهِ! قَالَتْ: فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَا مِنْهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "الْقِرَامُ" بِكَسْرِ الْقَافِ هُوَ: السِّتْرُ. "وَالسَّهْوَةُ" بِفَتْحِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَهِيَ: الصُّفَّةُ تَكُوْنُ بَيْنَ يَدَيِ الْبَيْتِ، وَقِيْلَ: هِيَ الطَّاقُ النَّافِذُ فِي الْحَائِطِ.

حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ سفر سے واپس آئے تو میں نے ایک طاق کو کپڑے سے ڈھانپ رکھا تھا جس میں تصویریں تھی تو جب رسول اللہ ﷺ نے اسے یہ دیکھا تو آپ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: اے عائشہ اللہ کے ہاں قیامت کے دن سب لوگوں سے سخت ترین عذاب والے وہ ہیں جو اللہ کی تخلیق سے مشابہت رکھتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں: پس ہم نے اس کو کاٹ دیا اور اس کے ایک یا دو تکیئے بنا لیے۔ (متفق علیہ) القرام: قاف پر زیر کے ساتھ پردہ کو کہتے ہیں السهوة سین مہملہ پر زیر کے ساتھ۔ اور وہ گھر کے سامنے کا چبوترہ ہے بعض نے کہا کہ طاق ہے جو دیوار میں بناتے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس بارے میں لکھتے ہیں:

اس طرح کہ وہ طاق وغیرہ پر لٹکانے کے قابل نہ رہا تب اسے بچھانا پڑ الٹکانے اور بچھانے کے احکام میں فرق ہے۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر تصاویر بستر یا فرش میں ہوں جو پاؤں تلے تصویریں روندی جاتی ہوں تو جائز ہے یہ حدیث بظاہر پچھلی حدیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے کہ وہاں تو تکیوں کی تصاویر سے منع فرمایا گیا اور یہاں اس کی اجازت دی گئی لہذا یا تو یہ تصویریں جاندار کی نہ تھیں اور اس پر پردہ کو پھاڑنا اس لیے تھا کہ دیواروں چھت پر غلاف ڈالنا دنیاوی تکلف ہے جس سے اہلِ بیت کو بچنا چاہیے اور اگر جاندار کی تصاویر تھیں تو ان کے سر کاٹ دیئے گئے تھے جن سے ان کا استعمال جائز ہو گیا لہذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں۔ (اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ یہ فرق حکم استعمال کے لیے ہے، رہی تصویر سازی وہ مطلقاً حرام ہے خواہ فرش پر ہو یا بستر میں یا کاغذ یا شیشہ میں یا دیوار وغیرہ میں۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج٦ ص ٣٣٤)

(1686) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ فَيُعَذِّبُهُ فِيْ جَهَنَّمَ". قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا، فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَا رُوْحَ فِيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر مصور دوزخ میں جائے گا اس کے لیے اس کی ہر بنائی ہوئی صورت کے بدلے میں ایک جان بنائی جائے گی جو اس کو دوزخ میں سزا دے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تو نے ضرور ہی تصویریں بنانی ہوں تو درخت اور بے جان کی تصویریں بنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب بیع الصاوير التي ليس فيها روح و مايكره من ذلك، جلد 3، ص 82، رقم 2225 صحیح مسلم، باب لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا صورة، جلد 6، ص 161، رقم 5662 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن العباس، جلد 1، صفحه 308، رقم 2811 جامع الاحاديث في احاديث الرسول، الباب السابع في الصور والنقاش، جلد 4، ص 795، رقم 2956 مشكاة المصابيح، باب التصاوير، الفصل الاول، جلد 2، ص 519، رقم 4498

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس بارے میں لکھتے ہیں:
یا تو اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر میں جان ڈال دی جائے گی اور وہ سب مل کر اسے عذاب دیں گی یا ہر تصویر کی عوض ایک فرشتہ اس پر مسلط ہو گا جو اسے عذاب دے گا لہذا نفس سے مراد یا روح ہے یا ذات دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔
اس استثناء سے معلوم ہوا کہ ہر غیر جاندار کی تصویر بنانا جائز ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ پھل دار درختوں کی تصویر بنانا مکروہ ہے مگر حق یہ ہی ہے کہ مکروہ بھی نہیں، ہاں لہو ولعب کی نیت سے بنانا اس لیے مکروہ ہو گا کہ کھیل کود مکروہ ہے۔
(مرٰاۃ المناجیح، ج٦ ص ٣٣٩)

(1687) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِي

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے دنیا میں کوئی صورت بنائی تو

الدُّنْيَا، كُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
اس کو روز قیامت مجبور کیا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں روح پھونکنے والا نہیں ہوگا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من صور صورة کلف یوم القیامة أن ینفخ فیھا الروح جلد 7، ص 169، رقم 5963 صحیح مسلم، باب لاتدخل الملائکة بیتا فیه کلب ولاصورة جلد 6، ص 162، رقم 5663 الاداب للبیھقی، باب النھی عن تزیین البیوت بالتماثیل والصور، جلد 1، ص 317، رقم 531 مسند أبی یعلی، مسند ابن عباس، جلد 5، ص 87، رقم 2691، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، جلد 1، صفحہ 241، رقم 2162

شرح حدیث: بت پرستی کی جڑ

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نوسو برس تک ان لوگوں کو وعظ سنا سنا کر اس بت پرستی سے منع فرماتے رہے۔ بالآخر طوفان میں غرق ہو کر سب ہلاک ہو گئے۔ مگر شیطان اپنی اس چال سے باز نہیں آیا اور ہر دور میں اپنے وسوسوں کے جادو سے لوگوں کو اس طور پر بت پرستی سکھاتا رہا کہ لوگ اپنے صالحین کی تصویروں اور مجسمے بنا کر پہلے تو کچھ دنوں تک ان کی زیارت کرتے رہے اور ان کے دیدار سے اپنا دل بہلاتے رہے۔ پھر رفتہ رفتہ ان تصویروں اور مجسموں کی عبادت کرنے لگے۔ اس طرح شرک و بت پرستی کی لعنت میں دنیا گرفتار ہوگئی اور خدا پرستی اور توحید خالص کا چراغ بجھنے لگا جس کو روشن کرنے کے لئے انبیاء سابقین یکے بعد دیگرے برابر مبعوث ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ہمارے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لئے بت پرستی کی جڑ اس طرح کاٹ دی کہ آپ نے تصویروں اور مجسموں کا بنانا ہی حرام فرما دیا اور حکم صادر فرمادیا کہ تصاویر اور مجسمے ہرگز ہرگز کوئی شخص کسی آدمی تو آدمی کسی جاندار کے بھی نہ بنائے اور جو پہلے سے بن چکے ہیں ان کو جہاں بھی دیکھو فوراً مٹا کر اور توڑ پھوڑ کر تباہ و برباد کر دو تاکہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

آج کل میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے پیروں کے مریدین نے اپنے پیروں کی تصویروں کو چوکھٹوں میں بند کر کے اپنے گھروں میں رکھ چھوڑا ہے اور خاص خاص موقعوں پر اس کی زیارت کرتے کراتے رہتے ہیں بلکہ بعض تو ان تصویروں پر پھول مالائیں چڑھا کر اگر بتی بھی سلگایا کرتے ہیں اور اس کے دھوئیں کو اپنے بدن پر ملا کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنی ان خرافات سے باز نہ رہے اور علماء اہل سنت نے اس کے خلاف علم مخالفت نہ بلند کیا تو اندیشہ ہے کہ شیطان کا پرانا حربہ اور اس کی شیطانی چال کا جادو مسلمانوں پر چل جائے گا اور آنے والی نسلیں ان تصویروں کی عبادت کرنے لگیں گی۔ خوب کان کھول کر سن لو کہ:

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستی کے جس درخت کی جڑوں کو کاٹ دیا تھا۔ آج کل کے یہ جاہل بدعتی پیر اور ان کے توہم پرست مریدین بت پرستی کی ان جڑوں کو سینچ سینچ کر پھر شرک و بت پرستی کے درخت کو ہرا بھرا اور تناور بنا رہے ہیں۔ آج کل کے جاہل اور دنیا دار پیروں سے تو کیا امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اس کے خلاف زبان کھولیں گے۔ مگر ہاں

حق پرست اور حق گو علماء اہل سنت سے بہت کچھ امیدیں وابستہ ہیں کہ وہ ان کے خلافِ شرع اعمال وافعال کے خلاف ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور علم جہاد بلند کریں گے کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ ہر اس موقع پر جب کہ اسلام کی کشتی گمراہیوں کے بھنور میں ڈگمگانے لگی ہے تو علماء اہل سنت ہی نے اپنی جان پر کھیل کر کشتی اسلام کی ناخدائی کی ہے۔ اور آخر طوفانوں کا رخ موڑ کر اسلام کی کشتی کو غرقاب ہونے سے بچالیا ہے۔

مگر اس زمانے میں اس کا کیا علاج ہے؟ کہ ان بے شرع پیروں اور مکار باباؤں نے چند روپیوں کے بدلے کچھ مولویوں کو خرید لیا ہے اور یہ مولوی صاحبان ان بے شرع پیروں اور مکار باباؤں کو مجذوب یا فرقہ ملامتیہ کا خوبصورت لبادہ اوڑھا کر خوب خوب ان کے کشف وکرامت کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔ اور ان باباؤں کے نذرانے سے اپنی مٹھی گرم کررہے ہیں اور اگر کوئی حق گو عالم ان لوگوں کے خلاف کوئی کلمہ کہہ دے تو بابا لوگ اپنے داداؤں کو بلا کر اس عالم کی مرمت کرادیں اور ان کے زرخرید مولوی اپنی مخالفانہ تقریروں کی بوچھاڑ سے بے چارے حق گو عالم کی زندگی دوبھر کردیں۔ میں نے بارہا علماء اہلسنت کو پکارا اور للکارا کہ لِلّٰہ اٹھو اور حق کے لئے کمربستہ ہوکر کم از کم اتنا تو کردو کہ متفقہ فتویٰ کے ذریعے یہ اعلان کردو کہ یہ داڑھی منڈے، اول فول بکنے والے، گنجیڑی، تارک صوم وصلوٰۃ، بے شرع بابا لوگ فاسق معلن ہیں۔ جو خود گمراہ اور مسلمانوں کے لئے گمراہ کن ہیں اور ان لوگوں کو ولایت وکرامت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔ مگر افسوس کہ ایک مولوی بھی مجھ عاجز کی آواز پر لبیک کہنے والا نہیں ملا۔

بلکہ پتا یہ چلا کہ ہر بابا کی جھولی میں کوئی نہ کوئی مولوی چھپا ہوا ہے۔ جس کے خلاف کچھ کہنا خطرے سے خالی نہیں۔ کیونکہ جو بھی ان باباؤں کے خلاف زبان کھولے گا ان نذرانہ خور مولویوں کی کاؤں کاؤں اور چاؤں چاؤں میں اس کی مٹی پلید ہوجائے گی۔

فیا اسفاہ ویاحسرتاہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (عجائب القرآن مع غرائب القرآن ص ۲۹۵)

(1688) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن لوگوں میں سے سخت ترین عذاب مصوروں کو ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ، جلد 7، صفحہ 167، رقم 5950 صحیح مسلم، باب لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولاصورۃ، جلد 6، ص 161، رقم 5659 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب التشدید فی المنع من التصویر، جلد 7، صفحہ 268، رقم 14961 سنن النسائی الکبریٰ، باب التصاویر، جلد 5، صفحہ 504، رقم 9794 مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، جلد 2، صفحہ 26، رقم 4792

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس بارے میں لکھتے ہیں:

یہاں مصورین سے مراد بت ساز بت تراش ہیں جو پرستش کے لیے بت بنائیں یا وہ مصور مراد ہیں جو رب تعالیٰ کے مقابلہ کے لیے تصویر سازی کریں یہ دونوں کافر ہیں اور کافر واقعی سخت عذاب مستحق ہیں اور اگر مصورین سے مراد عام فوٹو گرافر ہیں تو یہ فرمان عالی ڈرانے کے لیے ہے تاکہ لوگ اس حرکت سے باز آجاویں ورنہ ایسے لوگ فاسق ہیں اور فاسق کا عذاب کافر سے ہلکا ہے یا اس صورت میں ناس سے مراد مسلمان ہیں یعنی گنہگار مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر سازوں کو ہوگا۔ تصویر سے مراد جاندار کی تصویر ہے جیسا کہ اوپر گزر گیا اور آگے بھی آرہا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ص ۳۳۸)

(1689) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "قَالَ اللهُ تَعَالَى: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي؛ فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً، أَوْ لِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون اس سے زیادہ ظالم ہے جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرنے لگے تو وہ ایک ذرّہ پیدا کریں یا ایک دانہ بنا کر دکھائیں یا جو ہی بنا کر دکھائیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول الله تعالی "والله خلقكم وما تعملون"، جلد 6، ص 274، رقم 7120، صحیح مسلم، باب لاتدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولاصورة، جلد 6، ص 162، رقم 5665، السنن الكبرى للبيهقي، باب التشديد في المنع من التصوير، جلد 7، ص 268، رقم 14962، مسند أبي يعلى، مسند أبي هريرة، جلد 10، صفحه 488، رقم الحديث 6101، مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، ص 232، رقم 7166

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس بارے میں لکھتے ہیں:

یعنی اس تصویر سازی میں اللہ تعالیٰ سے تشبیہ یا اس سے مقابلہ کی بو ہے لہذا اس سے بچے یہ حکم اطاعت ہے ہم حکم کے بندے ہیں بے جان کی تصویریں بنانا درست ہے جاندار کی صورتیں بنانا حرام ہم کو بسر و چشم قبول ہے۔

خیال رہے کہ پرستش کے لیے بت بنانا یا اللہ تعالیٰ کے مقابلہ کے لیے تصویریں بنانا کفر ہے، اگر یہ دونوں خیال نہ ہوں تو جاندار کی تصویریں بنانا حرام ہے کفر نہیں۔ پرستش کے چاند سورج کے فوٹو، پیپل کے درخت کا مجسمہ بنانا بھی حرام ہے کہ یہ بت سازی ہے۔ خیال رہے کہ غیر جاندار چیزوں میں بندے کے کسب کو دخل ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ باغ میرا لگایا ہوا ہے، یہ کھیت میرا اگایا ہوا ہے مگر جاندار چیز میں کسی کے کسب کو دخل نہیں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ چڑیا میری بنائی ہوئی ہے اس لیے جاندار کی تصویر سازی جرم ہے غیر جاندار کی نہیں۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج۶ص ۳۳۶)

(1690) وَعَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، باب التصاویر، جلد 7، صفحہ 167، رقم 5949 صحیح مسلم، باب لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولاصورۃ، جلد 6، ص 156، رقم 5636 الاداب للبیہقی، باب النھی عن تزیین البیوت، جلد 1، ص 314، رقم 528 المستدرک للحاکم، کتاب الطہارۃ، جلد 1، صفحہ 238، رقم 611

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس بارے میں لکھتے ہیں:

آپ کا نام سہل ابن زید ہے، انصاری ہیں، حضرت انس کے سوتیلے والد مگر اپنی کنیت میں مشہور ہیں، آپ کا مزار بصرہ میں ہے، فقیر نے زیارت کی ہے۔

ملائکہ سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں، حافظین کاتبین اور عذاب کے فرشتے تو ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ کتے سے مراد غیر ضروری کتا ہے اور تصاویر سے مراد جاندار کی تصویریں ہیں جو شوقیہ بلاضرورت ہوں اور احترام سے رکھی جاویں یہ قیدیں ضروری یاد رہیں لہذا نوٹ روپیہ پیسہ کی تصاویر جو ضروری ہیں اور فرش و بستر پر تصاویر جو پاؤں سے روندی جاویں جائز ہے ان کی وجہ سے فرشتے آنے سے نہیں روکتے، بچوں کی گڑیاں ان سے کھیلنا بچوں کے لیے جائز ہے مگر اس کی تجارت ممنوع ہے مذہب امام مالک، بعض نے فرمایا کہ گڑیا سازی کی احادیث منسوخ ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ غیر منسوخ ہیں۔ (مرقات) اور بچیوں کا گڑیاں بنانا ان سے کھیلنا درست ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۳۰)

مووی کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ مووی بنانا اور بنوانا کیسا ہے؟ بہت سے علماء سے اس کے بارے میں سنا تھا کہ یہ ناجائز ہے لیکن اس وقت کثیر تعداد میں علماء ٹی، وی پر آتے ہیں یا اپنے جلسوں، محفلوں، نعت خوانیوں کی مووی بنواتے ہیں اور یہ موویز بازار میں عام ملتی ہیں۔ آپ اس مسئلے کے بارے میں اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

الجواب بعون الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ٹی وی، ویڈیو کے مسئلے میں علماء کی آراء میں اختلاف ہے چنانچہ بعض نے اسے تصویر پر قیاس کرتے ہوئے ناجائز قرار دیا اور بعض نے تصویر ہونے کی نفی کی اور اسے آئینے کے عکس کی مثل قرار دیتے ہوئے جائز قرار دیا کہ جیسے آئینے میں نظر آنے والا عکس تصویر کے حکم میں نہیں بلکہ وہاں اصلاً تصویر ہی نہیں تو یہاں بھی یہی حکم ہے۔ چنانچہ ٹی وی اسکرین پر شعاعوں سے بننے والے عکس پر تصویر کا حکم دیا جانا غلط ہے۔ بہر حال اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ٹی وی اسکرین پر نظر آنے والا عکس تصویر ہی ہے تو از روئے قیاس اس پر حکم حرمت ہی ہوگا۔ اور اگر اس کے برعکس تصویر ثابت نہ ہو تو جائز امور کی مووی فلم جائز ہوگی۔ اور امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان وصدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمہما اللہ تعالیٰ کی کتب سے یہی ظاہر ہے کہ شعاعوں سے بننے والے عکوس تصویر نہیں ہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علامہ مولانا الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں:

سئلت عمن صلی وامامه مرآة فأجبت بالجواز آخذا مما هھنا إذ المرآة لم تعبد ولا الشبح المنطبع فیها ولا هو من صنیع الکفار نعم ان کان بحیث یبدو له فیه صورته وافعاله رکوعا وسجودا وقیاما وقعودا وظن ان ذلك یشغله فاذن لا ینبغی قطعا۔ (جدالممتار ج ۱ ص ۱۱۳۔۳۱۲ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)

مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جس نے آئینے کے سامنے نماز پڑھی تو میں نے یہاں بیان کردہ (شرح منیہ کے) قول سے اخذ کرتے ہوئے جواز کا فتوی دیا۔ کیونکہ نہ تو آئینے کی عبادت کی جاتی ہے اور نہ اس میں کوئی صورت چھپی ہوتی ہے اور نہ یہ کفار کی مصنوعات (یعنی کفار کے شعائر) سے ہے۔ ہاں اگر نماز پڑھنے کے دوران اسے اپنی حرکات مثل رکوع وسجود وقیام وقعود نظر آتی ہو اور یہ خیال کرتا ہے کہ یہ اسے نماز سے مشغول اور غافل کر دیں گی تو اسے آئینے کے سامنے ہرگز نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

یونہی صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب اسی قسم کا سوال کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ،آئینہ سامنے ہو تو نماز میں کراہت نہیں ہے کہ سبب کراہت تصویر اور وہ یہاں موجود نہیں۔ اور اگر اسے تصویر کا حکم دیں تو آئینے کا رکھنا بھی مثل تصویر ناجائز ہو جائے حالانکہ بالاجماع جائز ہے۔ اور حقیقت امر یہ ہے کہ وہاں تصویر ہوتی ہی نہیں بلکہ خطوط شعاعی آئینہ کی صقالت کی وجہ سے لوٹ کر چہرے پر آتے ہیں گویا یہ شخص اپنے کو دیکھتا ہے نہ یہ کہ آئینہ میں اس کی صورت چھپتی ہے۔ (فتاوی امجدیہ ج ۱ ص ۱۸۴ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی)

امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اور صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہما اللہ تعالیٰ کی عبارات سے یہ بالکل واضح ہے کہ شعاعوں سے بننے والے عکوس تصویر نہیں ہیں۔ لہٰذا ٹی وی اور وڈیو فلم کا جائز استعمال بھی جائز ہوا کہ ان میں نظر آنے والے پیکر بھی شعاعوں ہی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ خصوصا صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتوی سے درج ذیل امور ظاہر ہوئے۔

(اول) آئینے میں نظر آنے والا عکس تصویر کے حکم میں نہیں بلکہ وہاں اصلاً تصویر ہی نہیں۔

(دوم): شعاعوں سے بننے والے پیکر کا نام تصویر نہیں ہے بلکہ عکس ہے اگرچہ وہ ظاہری طور پر تصویر کے مثل ہی کیوں نہ ہو۔

(سوم): جب شعاعوں سے بننے والا پیکر تصویر نہیں تو خواہ آئینے میں ایسا پیکر بنے یا خارجِ آئینہ کسی اور چیز پر، وہ تصویر نہیں کیونکہ آئینے میں بننے والے پیکر سے تصویر کی نفی آئینہ کی وجہ سے نہیں بلکہ شعاع ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانی پر اور چمکدار شے مثلاً اسٹیل اور پالش کیے ہوئے فرش پر بننے والے واضح عکس کو نہ تو تصویر سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی اس پر تصویر کا اطلاق کر کے اسے حرام کہا جاتا ہے بلکہ اسے آئینے کے عکس کے مثل سمجھا جاتا ہے۔

حالانکہ آئینے اوران اشیاء کے اجزائے ترکیبی کا فرق کسی ذی عقل سے ہرگز پوشیدہ نہیں ہے۔لہذا ظاہر ہوا کہ ان اشیاء میں بننے والے عکوس کو تصویر کے حکم میں صرف اس لئے نہیں داخل کیا جاتا کہ یہ شعاعوں سے بنتے ہیں ۔ جیسا کہ صدرالشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے ظاہر ہے۔

حضرت غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جائز وڈیو فلم کے جواز کے قائل تھے۔اور آپ علیہ الرحمۃ نے ٹی، وی اور مووی کے جواز پر لکھی گئی کتاب کی زوردار انداز میں تصدیق فرمائی۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف شہزادہ محدث اعظم ہند کچھوچھوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) حضرت علامہ محمد مَدَنی میاں اشرفی مدظلہ العالی کی وڈیو اور ٹی وی کے شرعی استعمال سے متعلق تحقیق کی تصدیق فرمائی بلکہ اس تحقیق پر انھیں رئیس المحققین کے شاندار لقب سے بھی نوازا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

رئیس المحققین حضرت علامہ سید محمد مَدَنی الاشرفی الجیلانی دامت معالیہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔مزاج اقدس؟

حضرت کا مقدور گرامی شرف صدور لایا۔یادفرمائی کا بے حد شکریہ ۔جناب کے ارسال کردہ استفتاء وفتاویٰ کو بغور سنا، تینوں فتاویٰ حضرت کی فہم وذکاء اور تحقیق وجستجو کا منہ بولتا شاہکار ہیں۔بے شک جناب کی ذہانت اور استنباط لائق صد ستائش اور قابل تحسین اور آفرین ہیں۔آپ نے جس آسانی سے ایسے مشکل مسائل کو عام فہم انداز میں ڈھال کر حل فرمایا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔بزرگان دین اور علماء امت کے مختلف اقوال کو جس عمدگی سے بیان فرمایا ہے اور جس حسن وخوبی سے نبھایا ہے وہ آپ کی انشراح صدر اور علوم عقلی اور نقلی میں مہارت تامہ کا مظہر اتم ہے۔خصوصاً طرزِ استدلال اور اندازِ تحریر باعث رشک ہیں۔

میں ہرسہ فتاویٰ میں آپ سے متفق ہوں۔خصوصاً وڈیوکیسٹ، ٹی وی اور فلم کے بارے میں جس قدر عرق ریزی سے جناب نے تحقیق فرمائی اور پھر جس خوبصورتی سے ان حقائق کی روشنی میں جائز وناجائز صورتوں میں امتیاز کرتے ہوئے فتویٰ قلمبند فرمایا وہ قابل تقلید ہے۔(وڈیو، ٹی وی کا شرعی استعمال ص ۱۰)

الحمدللہ عَزَّ وَجَلَّ علماء اَہلسنّت کے اقوال سے ظاہر ہے کہ مووی فلم تصویر کے حکم میں نہیں ہے اور از روئے شرع جائز امور کی مووی فلم دیکھنا، بنانا اور بنوانا جائز ہے۔

دور حاضر میں وڈیو کا مسئلہ اتنا عام ہو چکا ہے کہ اگر کسی بڑے اسٹور میں سامان خریدنے کیلئے جانا پڑے تو وڈیو کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ ترقی یافتہ ممالک یا جہاں پیسے کی ریل پیل ہوتی ہے وہاں تو عموماً ہر اسٹور ہی میں وڈیو کیمرے لگے ہوتے ہیں۔

اسی طرح تقریباً ہر حساس جگہ پر حفاظت (Security) کے پیش نظر وڈیو کیمرے نصب کئے جاتے ہیں۔اور آنے

جانے والے کو کئی زاویوں سے دیکھنے کے لئے ایک سے زائد وڈیو کیمرے نصب کئے جاتے ہیں۔ سرکاری تنصیبات پر خصوصی انتظام کیا جاتا ہے۔ یونہی ہوائی جہاز سے سفر کیا جائے تو ہوائی اڈے میں داخل ہونے سے لیکر ہوائی جہاز میں بیٹھنے تک اور اسی طرح جہاز میں بیٹھنے کے بعد سے ہوائی جہاز سے اترنے تک بلکہ اسکے بعد بھی ائیر پورٹ سے نکلنے تک مسلسل وڈیو کیمرے چلتے رہتے ہیں اور آدمی کی وڈیو فلم بنتی رہتی ہے۔

یونہی زیارت حرمین شریفین کے لئے اگر بذریعہ ہوائی جہاز جایا جائے تو عموماً اپنے ملک کے ائیر پورٹ سے لے کر عرب شریف کے ائیر پورٹ تک مسلسل کیمرے کی زد میں رہنا پڑتا ہے۔ پھر معاملہ یہاں تک ہی نہیں رہتا بلکہ مسجدین کریمین میں داخل ہونے کے بعد سے نکلنے تک مسلسل کیمرے کے ذریعے سے کئی اطراف سے نگاہوں میں رکھا جاتا ہے۔

مذکورہ امور کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس بات پر غور فرمائیں کہ عرب وعجم، مشرق ومغرب کے سینکڑوں علماء ومشائخ جہازوں میں سفر کرتے ہیں، یورپ وامریکا وانگلینڈ وافریقہ میں آئے دن تبلیغ دین کے لئے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ہندو پاک سے چند مشاہیر کے نام لکھے جاتے ہیں جو نفلی حج وعمرہ کی سعادت حاصل کرنے اور تبلیغ دین کے لئے دنیا کے مختلف ممالک میں آتے جاتے رہے ہیں اور ان میں بہت سے اب بھی آتے جاتے ہیں۔ مثلاً ہند سے فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی اعظمی، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا ازہری، ابو البرکات حضرت علامہ امین میاں برکاتی مارہروی متعنا اللہ تعالیٰ بفیوضھم اسی طرح اور دیگر علماء ومشائخ اور پاکستان سے حضرت علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ، کثیر التصانیف جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ فیض احمد اویسی، مناظر اسلام شیخ الحدیث والتفسیر صاحب مقام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت علامہ منظور احمد فیضی، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد حسن حقانی، مفتی احمد میاں برکاتی، مفتی عبد العزیز حنفی، حضرت مولانا شاہ تراب الحق صاحب، علامہ مولانا عبد الحکیم شرف قادری وغیرہم دامت برکاتہم العالیہ۔ اب کوئی عقل سے پیدل ہی ہوگا جو معاذ اللہ ان مذکورہ مشاہیر اور دیگر علماء پر فسق کا فتوی لگانے کی جرأت کریگا۔ اللہ تعالیٰ ایسی الٹی عقل کے شر سے ساری امت کو محفوظ فرمائے۔

آج کفار بداطوار اسلحے کی جنگ کے ساتھ ساتھ ٹی وی اور وڈیو کے ذریعے سے مسلمانوں کے گھروں میں پہنچ کر اسلام کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اپنے باطل دلائل کے ذریعے سے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بے عیب شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں۔ یونہی تمام اقسام کے گمراہ مذاہب نے ٹی وی اور وڈیو کو اپنے عقائد باطلہ کی ترویج کا ذریعہ بنالیا ہے۔ جس کا جو دل چاہے بکتا ہے۔ ان لوگوں نے مختلف ٹی وی چینلز کے اوقات خرید رکھے ہیں بلکہ قادیانیوں نے تو ایک عرصے سے پورا چینل شروع کیا ہوا ہے جس پر وہ باقاعدگی سے روزانہ کئی گھنٹے اپنے گمراہ کن عقائد کا پرچار کرتے ہیں۔

اورفی زمانہ ہمارے معاشرے کا یہ حال ہے کہ ٹی وی اور وڈیو نئی نسل کی گھٹی میں پڑے ہوئے ہیں۔ٹی وی اور وڈیو معاشرے کے افراد کے لئے تفریح کا سامان بھی ہے اور حصولِ معلومات کا عُمومی ذریعہ بھی ہے۔یہ حقیقت ہے کہ بہت سے لوگ اپنے اکثر اوقات ٹی وی کے سامنے ہی گزارتے ہیں۔لہذا جو کچھ ٹی وی میں دیکھتے ہیں خواہ برا دیکھیں یا بھلا دیکھیں۔اس سے متاثر ہوجاتے ہیں اور رفتہ رفتہ اسے اپنا لیتے ہیں اور تہذیب کا حصہ سمجھنے لگتے ہیں۔ان تمام امور کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ مووی بنوانا جائز ہے۔

کتب فقہیہ میں اس قسم کی کئی مثالیں مل جاتی ہیں کہ علماء نے حالات زمانہ کو دیکھتے ہوئے راجح اقوال کو چھوڑ کر مرجوح اقوال پر بھی فتوے دیے جیسا کہ خاتم الفقہاء علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ،فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے میں تین باتوں کی ممانعت کا فتوی دیا کرتا تھا اور اب ان کے جواز کا فتوی دیتا ہوں۔پہلے میں فتوی دیتا تھا کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا حلال نہیں،اسی طرح فتوی دیتا تھا کہ عالم کے لئے جائز نہیں کہ وہ سلطان (بادشاہ) کی صحبت اختیار کرے اور عالم کے لئے جائز نہیں کہ وہ دیہاتوں میں اجرت پر وعظ کرنے جائے۔مگر اب تعلیمِ قرآن کے ضیاع کے خوف،لوگوں کی حاجت کی اور دیہاتیوں کی جہالت کی وجہ سے میں نے ان سے رجوع کرلیا۔

(رسائل ابن عابدین جلد ۱ صفحہ ۱۵۷ سہیل اکیڈمی لاہور)

لیکن اس کے ساتھ اس بات کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کہ یہ حکم جائز وحلال پروگراموں کے بارے میں ہے، جیسے علمائے اہلسنّت کے بیانات،تلاوت قرآن اور نعت کی مووی اور شادی کے موقع پر جو عورتوں کی بے پردہ موویاں یونہی فلموں،ڈراموں،گانوں،باجوں کی موویاں بنائی جاتی ہیں وہ سب ناجائز وحرام ہیں۔وَاللہ ورسولہ اعلم عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح . کتبہ

ابوالصالح محمد قاسم القادری المتخصص فی الفقہ الاسلامی ۲۶ شعبان ۱۴۲۶ھ یکم اکتوبر ۲۰۰۵ء

محمد عقیل رضا العطاری المدنی ۲۴ شعبان ۱۴۲۶ھ ۲۹ ستمبر ۲۰۰۵ء

(1691) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: وَعَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلُ اَنْ يَّأْتِيَهُ: فَرَاثَ عَلَيْهِ حَتّٰى اشْتَدَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَخَرَجَ فَلَقِيَهُ جِبْرِيْلُ فَشَكَا اِلَيْهِ. فَقَالَ: اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. "رَاثَ": اَبْطَاَ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے وعدہ کیا کہ ان کے پاس آئیں گے پھر دیر کردی تو رسول اللہ ﷺ پر یہ بات گراں گزری آپ باہر آئے تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے ملے آپ نے ان سے شکوہ کیا تو حضرت جبریل کہنے لگے ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس

وَهُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ۔ میں کتا یا تصویر ہو۔ (بخاری) راث: ثا مثلثہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے دیر کردی۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب لاتدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا صورة، جلد 6، ص 155، رقم 5633، سنن ابوداؤد، باب فی الصور، جلد 4، صفحه 123، رقم 4159، اتحاف الخيرة المهرة للبوصيري، كتاب الادب، جلد 6، صفحه 91، رقم 5409، مجمع الزوائد للهيثمي، باب ماجاء في الكلاب، جلد 4، صفحه 66، رقم 6111، صحيح بخاری، باب شهود الملائكة بدرا، جلد 4، صفحه 1470، رقم 3780

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:
صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

ود و سواع ويغوث ويعوق ونسر اسماء رجال صالحين من قوم نوح فلما هلكوا اوحى الشيطن الى قومهم ان انصبوا الى مجالسهم التى كانوا يجلسون انصابا وسموها باسماهم ففعلوا فلم تعبد حتى اذا هلك اولئك وتنسخ العلم عبدت هذا مختصرا۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر باب وَدًّا وسواعا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۷۳۲)

ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ جہاں وہ بیٹھتے تھے وہاں ان کی مجالس میں ان کے بت نصب کرو اور ان کے نام لیا کرو، تو وہ ایسا ہی کرنے لگے، پھر اس دور میں تو ان کی عبادت نہیں ہوئی مگر جب وہ لوگ ہلاک ہو گئے اور علم مٹ گیا سابق لوگوں کے بارے میں جہالت کا پردہ چھا گیا تو رفتہ رفتہ ان مجسموں کی عبادت و پرستش شروع ہو گئی، یہ حدیث کے مختصر الفاظ ہیں۔

بااین ہمہ اگر وساوس وہواجس سے تسکین نہ پائیں تو احادیث صحیحہ صریحہ سے خاص تصاویر معظمین کا جزئیہ لیجئے۔
حدیث ۲۲: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

انه قال دخل النبى صلى الله تعالى عليه وسلم البيت فوجد فيه صورة ابراهيم وصورة مريم عليهما الصلوٰة والسلام فقال صلى الله تعالى عليه وسلم اما لهم فقد سمعوا ان الملئكة لاتدخل بيتا فيه صورة الحديث هذا لفظه فى الانبياء وفيه ايضا ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم لما رأى الصور فى البيت لم يدخل حتى امر بها فمحيت الحديث ؛ وفى المغازى فاخرج صورة ابراهيم واسمعيل عليهما الصلوٰة والسلام الحديث هذه كلها روايات البخارى وذكر ابن هشام فى سيرته قال وحدثنى بعض اهل العلم ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم دخل البيت يوم الفتح فرأى فيه صور الملئكة وغيرهم فرأى ابراهيم عليه الصلوٰة والسلام مصورا فذكر الحديث الى ان قال ثم امر بتلك الصور كلها فطمست۔

(صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واتخذ اللہ ابراہیم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۳) (صحیح البخاری کتاب الانبیاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۳) (صحیح البخاری کتاب المغازی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۱۴) (سیرۃ النبی لابن ہشام امر الرسول بطمس مابالبیت من صور دار ابن کثیر ۴/ ۳۲)

حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے حضرت ابراہیم اور سیدہ مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر پائیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ آگاہ ہو جاؤ کہ تصویریں بنانے والوں نے بھی یہ بات سن رکھی تھی (یعنی ان کے کانوں تک بھی یہ بات پہنچی ہوئی تھی کہ) بیشک جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں آتے (الحدیث) یہ الفاظ حدیث کتاب الانبیاء میں آئے ہیں، اور اسی میں ہے: حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کعبہ شریف میں تصویریں دیکھیں تو اندر داخل نہ ہوئے یہاں تک کہ ان کے متعلق حکم فرمایا تو وہ مٹادی گئیں الحدیث، اور مغازی میں ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر باہر نکال دی گئیں الحدیث، یہ سب بخاری شریف کی روایات ہیں اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں بیان فرمایا کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فتح کے روز بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں فرشتوں وغیرہ کی تصاویر دیکھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ دیکھا، پھر بقیہ حدیث ذکر فرمائی، یہاں تک کہ فرمایا پھر تمام تصاویر کے بارے میں حکم فرمایا کہ مٹادی جائیں تو وہ مٹادی گئیں

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روز فتح مکہ کعبہ معظمہ کے اندر تشریف فرما ہوئے اس میں حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل وحضرت مریم وملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرہم کی تصویریں نظر پڑیں کچھ پیکر دار کچھ نقش دیوار، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویسے ہی پلٹ آئے اور فرمایا خبردار رہو بیشک ان بنانے والوں کے کان تک بھی یہ بات پہنچی ہوئی تھی کہ جس گھر میں کوئی تصویر ہو اس میں ملائکہ رحمت نہیں جاتے، پھر حکم فرمایا کہ جتنی تصویریں منقوش تھیں سب مٹادی گئیں اور جتنی مجسم تھیں سب باہر نکال دی گئیں انھیں بھی حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ وحضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی ابنیہما الاکرم وعلیہما وبارک وسلم کی تصویریں بھی باہر لائی گئیں جب تک کعبہ معظمہ سب تصاویر سے پاک نہ ہو گیا حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے قدم اکرم سے اسے شرف نہ بخشا۔

حدیث ۲۳: مسند امام احمد میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

قال کان فی الکعبۃ صور فامر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمر بن الخطاب ان یمحوھا فبل عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ثوبا ومحاھا بہ فدخلھا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما فیھا منھا شیئ اھ۔ وفی حدیثہ عند الامام الواقدی وکان عمر قد ترک صورۃ ابراھیم فلما دخل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم راھا فقال یاعمر الم آمرک ان لاتدع فیھا صورۃ ثم رای صورۃ مریم فقال امحواما

فیها من الصور قاتل الله قوما یصورون ما لایخلقون ۲۔ هذا مختصراً۔ (۱۔ مسند احمد بن حنبل از مسند جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۹۶) (۲۔ کتاب المغازی للواقدی شان غزوۃ الفتح موسسۃ الاعلمی بیروت ۲/۸۳۴)

حضرت جابر نے فرمایا ایام جاہلیت میں کعبہ شریفہ کے اندر تصویریں تھیں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم فرمایا کہ تصویری نقوش مٹادو، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے گیلے کپڑے کے ساتھ ان نقوش کو مٹا دیا اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی تصویری نقش موجود نہ تھا، اس سند میں امام واقدی کا یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہاں حضرت ابراہیم علیہم السلام کی تصویر چھوڑ دی تھی یعنی اسے نہیں مٹایا تھا۔ پھر جب اندر تشریف لے جا کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ سلم نے اسے دیکھا تو ارشاد فرمایا اے عمر! کیا میں نے تمھیں حکم نہ دیا تھا کہ یہاں کوئی تصویر باقی نہ رہنے دو، پھر آپ نے سیدہ مریم کی تصویر دیکھی تو فرمایا یہاں جتنی بھی تصویریں ہیں ان سب کو مٹا دیا جائے اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کو برباد کرے جو ایسی چیزوں کی تصویریں بناتے ہیں جنھیں وہ پیدا نہیں کر سکتے۔

حدیث ۲۴: عمر بن شبہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم دخل الکعبة فامرنی فاتیته بماء فی دلو فجعل یبل الثوب ویضرب به علی الصور ویقول قاتل الله قوما یصورون ما لایخلقون۔ (فتح الباری بحوالہ عمر بن شبہ کتاب المغازی مصطفی البابی مصر ۹/۷۸) (المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب العقیقۃ حدیث ۵۲۶۵ و کتاب المغازی حدیث ۱۸۷۵۶ ۸/۲۹۶ و ۱۴/۴۹۰)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو مجھے حکم فرمایا تو میں پانی کا ڈول بھر کر لایا آپ خود بنفس نفیس اس پانی سے کپڑا تر کرنے لگے پھر ان تصویروں پر وہ بھیگا ہوا کپڑا رگڑتے ہوئے فرمانے لگے اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کو ہلاک کرے جو ایسی چیزوں کی تصویر کشی کرتے ہیں جنھیں وہ پیدا نہیں کر سکتے۔

حدیث ۲۵: ابوبکر بن ابی شیبہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان المسلمین تجردوا فی الازر واخذوا الدلاء وارتجزوا علی زمزم یغسلون الکعبة ظهرها وبطنها فلم یدعوا اثرا من المشرکین الا محوه اوغسلوه۔

(المصنف لابن ابی شیبہ کتاب المغازی حدیث ۱۸۷۶۵ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴/۴۹۴)

(اس وقت) مسلمانوں نے اپنی اپنی چادریں اتاریں اور ڈول میں آب زمزم بھر بھر کر کعبہ شریف کو اندرون وبیرون سے خوب دھونے لگے چنانچہ مشرکین کے تمام نشانات شرک دھوڈالے اور مٹادئے۔

حاصل ان احادیث کا یہ ہے کہ کعبہ میں جو تصویریں تھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم فرمایا کہ انھیں مٹادو۔ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دیگر صحابہ کرام چادریں اتار اتار کر امتثال حکم اقدس

میں سرگرم ہوئے زمزم شریف سے ڈول کے ڈول بھر کر آتے اور کعبہ کو اندر باہر سے دھویا جاتا، کپڑے بھگو بھگو کر تصویریں مٹائی جاتیں، یہاں تک کہ وہ مشرکوں کے آثار سب دھو کر مٹا دیئے، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر پائی کہ اب کوئی نشان باقی نہ رہا اس وقت اندر رونق افروز ہوئے، اتفاق سے بعض تصاویر مثل تصویر ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نشان رہ گیا تھا، پھر نظر فرمائی تو حضرت مریم کی تصویر بھی صاف نہ دھلی تھی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ڈول پانی منگا کر بنفس نفیس کپڑا تر کر کے ان کے مٹانے میں شرکت فرمائی اور ارشاد فرمایا: اللہ کی مار ان تصویر بنانے والوں پر۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:

فی حدیث اسامۃ انہ صلی اللہ تعالیٰ علہ وسلم دخل الکعبۃ فرأی صورۃ ابراھیم فدعا بماء فجعل یمحوھا وھو محمول علی انہ بقیۃ تخفی علی من محاھا اولا۔

(فتح الباری کتاب المغازی باب این رکز النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح مصطفی البابی مصر ۹/ ۷۷، ۷۸)

حضرت اسامہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے تو کچھ تصاویر ان مٹی دیکھ کر پانی منگوایا اور انھیں اپنے دست اقدس سے خود مٹانے لگے، یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ بعض تصویروں کے کچھ نشانات باقی رہ گئے تھے جنھیں پہلی دفعہ مٹانے والا نہ دیکھ سکا، (تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ انھیں مٹا دیا)

حدیث ۲۶: صحیحین میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

لما اشتکی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکر بعض نسائہ کنیسۃ یقال لھا ماریۃ وکانت ام سلمۃ وام حبیبۃ اتتا ارض الحبشۃ فذکرتا من حسنھا وتصاویر فیھا فرفع رأسہ فقال اولئک اذا مات فیھم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا ثم صوروا فیہ تلک الصور اولئک شرار خلق اللہ۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی البیعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۲) (صحیح البخاری کتاب الجنائز باب المسجد علی القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۹) (صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۱)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض میں بعض ازواج مطہرات نے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا اور حضرت ام المومنین ام سلمہ وام المومنین ام حبیبہ ملک حبشہ میں ہو آئی تھیں ان دونوں بیبیوں نے ماریہ کی خوبصورتی اور اس کی تصویروں کا ذکر کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر فرمایا یہ لوگ جب ان میں کوئی نیک بندہ نبی یا ولی انتقال کرتا ہے اس کی قبر پر مسجد بنا کر اس میں تبرکا اس کی تصویر لگاتے ہیں یہ لوگ بدترین خلق ہیں۔

فی المرقاۃ الرجل الصالح ای من نبی او ولی تلک الصور ای صور الصلحاء تذکیرا بھم وترغیبا فی العبادۃ لاجلھم الخ۔ (مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب التصاویر الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۸۲)

مرقاۃ (از محدث علی قاری) میں ہے مرد صالح یعنی وہ نبی یا ولی فوت ہوجاتا اس کی تصاویر بناتے اور لٹکایا کرتے تھے ان کی یادگار اور ان کی وجہ سے عبادت میں رغبت دلانے کے لئے الخ۔

حدیث ۲۷: امام بخاری کتاب الصلوٰۃ جامع صحیح میں تعلیقا بلاقصہ اور عبدالرزاق وابوبکر بن ابی شیبہ اپنے اپنے مصنف اور بیہقی سنن میں اسلم مولی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موصولا مع القصہ راوی جب امیر المومنین ملک شام کو تشریف لے گئے ایک زمیندار نے آکر عرض کی میں نے حضور کے لئے کھانا تیار کرایا ہے میں چاہتا ہوں حضور قدم رنجہ فرمائیں کہ ہچشموں میں میری عزت ہو امیر المومنین نے فرمایا:

انا لاندخل کنائسکم من اجل الصور التی فیھا۔ (المصنف لعبد الرزاق باب التماثیل وما جاء فیہ حدیث ۱۹۴۸۶ المکتب الاسلامی بیروت ۱۰/ ۳۹۷) (صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی البیعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۲)

ہم ان کنیسوں میں نہیں جاتے جن میں یہ تصویریں ہوتی ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۳۴۔۴۳۶)

(1692) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: وَاعَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فِيْ سَاعَةٍ اَنْ يَّأْتِيَهُ، فَجَآئَتْ تِلْكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَأْتِهِ! قَالَتْ: وَكَانَ بِيَدِهٖ عَصًا، فَطَرَحَهَا مِنْ يَّدِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ: "مَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلَا رُسُلُهٗ" ثُمَّ الْتَفَتَ، فَاِذَا جَرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيْرِهٖ. فَقَالَ: "مَتٰى دَخَلَ هٰذَا الْكَلْبُ؟" فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ مَا دَرَيْتُ بِهٖ، فَاَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ فَجَآئَهٗ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَعَدْتَّنِيْ، فَجَلَسْتُ لَكَ وَلَمْ تَأْتِنِيْ" فَقَالَ: مَنَعَنِي الْكَلْبُ الَّذِيْ كَانَ فِيْ بَيْتِكَ، اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے جبریل امین علیہ السلام نے ایک وقت پر آنے کا وعدہ کیا جب وہ وقت آیا تو جبریل امین نہ آئے۔ ام المومنین کہتی ہیں کہ آپ کے ہاتھ میں عصا تھا آپ نے یہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھ سے پھینک دیا کہ اللہ اور اس کے فرشتے وعدہ خلافی نہیں کرتے پھر آپ متوجہ ہوئے تو کتے کا ایک بچہ چارپائی کے نیچے تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ کتا کب داخل ہوا میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم مجھے نہیں پتا آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اس کو وہاں سے نکالا گیا تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا' میں تمہارے انتظار میں بیٹھا رہا اور تم نہ آئے تو انہوں نے کہا کہ مجھے اس کتے نے روکے رکھا جو آپ کے گھر میں تھا ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولاصورۃ، جلد 6، ص 155، رقم 5634 سنن ابوداؤد.

باب فی الصور، جلد 4، صفحہ 123، رقم 4160، مسند أبی یعلی، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 8، ص 7، رقم 4508، جامع الاصول فی احادیث الرسول، کراھیۃ الصور والستور، جلد 4، ص 815، رقم 2973

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

کتا پالنا حرام ہے، جس گھر میں کتا ہو اس گھر میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا، روز اس شخص کی نیکیاں گھٹتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لاتدخل الملئکۃ بیتا فیہ کلب ولاصورۃ۔

رواہ احمد والشیخان والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی طلحۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(صحیح البخاری کتاب بدء الخلق ۱ / ۴۵۸ وکتاب المغازی ۲ / ۵۷۰ وصحیح مسلم کتاب اللباس ۲ / ۲۰۰) (جامع الترمذی ابواب الاب ۲ / ۱۰۳ وسنن النسائی ابواب الصید ۲ / ۱۹۳)

فرشتے نہیں آتے اس گھر میں جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (امام بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من اقتنی کلبا الا کلب ماشیۃ اوضاریا نقص من عملہ کل یوم قیراطان۔ رواہ احمد والشیخان والترمذی والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (صحیح البخاری کتاب الذبائح ۲ / ۸۲۴ وصحیح مسلم کتاب المساقات ۲ / ۲۱) (جامع الترمذی ابواب الصید ۱ / ۱۸۰ وسنن النسائی ابواب الصید ۲ / ۱۹۴) (مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عمر ۲ / ۴، ۴۷، ۶۰، ۴۷)

جو کتا پالے مگر گلے کا کتا یا شکاری، روز اس کی نیکیوں سے دو قیراط کم ہوں (ان قیراطوں کی مقدار اللہ ورسول جانے جل جلالہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) (امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔)

توصرف دو قسم کے کتے اجازت میں رہے ایک شکاری جسے کھانے یا دوا وغیرہ منافع صحیحہ کے لئے شکار کی حاجت ہو، نہ شکار تفریح کہ وہ خود حرام ہے، دوسرا وہ کتا جو گلے یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کے لئے پالا جائے اور حفاظت کی سچی حاجت ہو، ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیں یا مکان محفوظ جگہ ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں، غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو کہ حفاظت کا بہانہ ہے اصل میں کتے کا شوق ہے وہاں جائز نہیں، آخر آس پاس کے گھر والے بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں اگر بے کتے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں حیلہ نہ نکالے کہ وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم! (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۴، ص ۶۵۸)

(1693) وَعَنْ اَبِی الْهَیَّاجِ حَیَّانَ بْنِ حُصَیْنٍ، قَالَ: قَالَ لِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابوالہیاج حیان بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم کو اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کام کے لیے مجھے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ اَنْ لَا تَدَعَ صُوْرَۃً اِلَّا طَمَسْتَہَا، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَہٗ. رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا کہ تو جو تصویر دیکھے اس کو مٹا دے اور جو بلند قبر دیکھے اس کو برابر کر دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب الامر بتسویۃ القبر، جلد 3، صفحہ 61، رقم 2287، السنن الصغری للبیہقی، باب السنۃ فی سل المیت من قبل رجل القبر، جلد 1، ص 348، رقم 1137، المستدرک للحاکم، کتاب الجنائز، جلد 1، صفحہ 524، رقم 1366، جامع الاصول فی احادیث الرسول، کراھیۃ الصور والتسور، جلد 4، ص 816، رقم 2975، سنن أبی داؤد، باب فی تسویۃ القبر، جلد 3، صفحہ 207، رقم 3220

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس بارے میں لکھتے ہیں:

آپ کا نام حیان ابن حصین ہے، کنیت ابو الہیاج ہے، قبیلہ بنی اسد سے ہیں، حضرت عمار ابن یاسر کے کاتب تھے، تابعی ہیں اور منصور ابن حیان مشہور تابعی کے والد ہیں۔

یعنی جس کام کے لیے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اسی کام کے لیے میں تمہیں بھیجتا ہوں، تصویروں اور مجسموں کو مٹانا اور اونچی قبروں کو گرا کر زمین کے ہموار کر دینا۔ خیال رہے کہ یہاں قبروں سے یہود و نصاریٰ کی قبریں مراد ہیں نہ کہ مسلمانوں کی چند وجہ سے: ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں صحابہ کرام کی قبریں اونچی کیسے بن گئیں جنہیں مٹانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کو علی کو بھیجا کیونکہ ان بزرگوں کا کفن دفن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور آپ کی اجازت سے ہوتا تھا۔ دوسرے یہ کہ قبر کو فوٹو و مجسمہ سے کیا نسبت، مسلمانوں کی قبروں پر نہ فوٹو ہوتے ہیں نہ مجسمہ، ہاں عیسائیوں کی قبریں بہت اونچی بھی ہوتی ہیں اور ان پر میت کا مجسمہ یا فوٹو بھی ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ مسلمان کی قبر زمین کے برابر نہیں کی جاسکتی بلکہ وہ ایک بالشت یا ایک ہاتھ اونچی رکھی جائے گی اور یہاں برابر کر دینے کا حکم ہے۔ چوتھے یہ کہ اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو مسجد نبوی کی تعمیر کے باب میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبریں اکھیڑنے کا حکم دیا تو اکھیڑ دی گئیں اسی کام کے لیئے علی مرتضی مامور ہوئے تھے۔ پانچویں یہ کہ فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث پر عنوان قائم کیا کہ کیا مشرکین جاہلیت کی قبریں اکھیڑی جاسکتی ہیں یعنی ان کے علاوہ نبیوں اور ان کے متبعین کی نہیں کیونکہ ان کی قبریں اکھیڑنے میں ان کی توہین ہے۔ چھٹے یہ کہ اسی فتح الباری میں تھوڑی دور جاکر فرمایا حدیث سے معلوم ہوا کہ مملوکہ مقبرے میں تصرف جائز ہے اور پرانی قبریں اکھیڑ دینا جائز ہیں بشرطیکہ وہ قبریں حرمت والی نہ ہوں۔ ساتویں یہ کہ مسلمان کی اونچی قبر بنانا منع ہے لیکن اگر بن گئی ہے تو اسے گرانا ناجائز کہ اس میں قبر اور صاحب قبر کی اہانت ہے۔ جب مسلمان کی قبر سے تکیہ لگانا، اس پر چلنا پھرنا منع ہے تو اس پر پھاوڑے چلانا کب جائز ہوگا جیسے چھوٹے سائز کے قرآن شریف وحمائلیں چھاپنا منع ہے لیکن اگر چھپ چکے ہوں تو انہیں جلانا حرام۔ آٹھویں یہ کہ بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقًا ہے حضرت خارجہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ عثمانی میں تھے اور ہم سے بڑا ابہادر وہ تھا جو عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔ معلوم ہوا کہ وہ قبر اتنی اونچی بنائی گئی تھی جسے پھلانگنا دشوار

تھا اور یہ قبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنائی تھی۔ نویں یہ کہ ابھی مشکوٰۃ شریف میں حدیث آئے گی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے کی طرف ایک اونچا پتھر لگایا جس کی شرح حضرت خارجہ کی حدیث نے کردی کہ وہ اتنا اونچا تھا جسے پھلانگنا دشوار تھا۔ بہر حال اگر یہاں مسلمانوں کی قبریں مراد ہوں تو یہ حدیث بہت احادیث کے خلاف ہوگی اور اس میں ایسی مشکلات پیدا ہوں گی جو حل نہ ہوسکیں گی۔ افسوس نجدیوں نے اس حدیث کو آڑ بنا کر حرمین طیبین میں صحابہ کبار، اہل بیت اطہار کی قبروں کو تو گرایا مگر اسی علاقہ میں امریکن تیل کمپنی جس کا ٹھیکہ نجدیوں نے امریکہ کو دیا ہے ان کے فوت شدہ انگریزوں کی بڑی بڑی اونچی ہیں مگر ہاتھ نہ لگایا یعنی جن کے لیے حدیث تھی ان پر عمل نہ کیا گیا مسلمانوں کی قبروں پر یہ ستم کیا گیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۱۹)

163-بَابُ تَحْرِیْمِ اِتِّخَاذِ الْکَلْبِ اِلَّا لِصَیْدٍ اَوْ مَاشِیَةٍ اَوْ زَرْعٍ

شکار جانوروں یا کھیتی کی رکھوالی کے بغیر کتا رکھنا حرام ہے

(1694) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "مَنِ اقْتَنٰی کَلْبًا اِلَّا کَلْبَ صَیْدٍ اَوْ مَاشِیَةٍ فَاِنَّهٗ یَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ کُلَّ یَوْمٍ قِیْرَاطَانِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَفِیْ رِوَایَةٍ: "قِیْرَاطٌ".

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے شکار یا جانوروں کی رکھوالی کے بغیر کتا پالا اس کے ثواب سے روزانہ دو قیراط ثواب کم کرلیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ) ایک روایت میں ایک قیراط کا ذکر ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من اقتنی کلبا لیس بکلب صیدا وما شیة، جلد 5، ص 208، رقم 5164 صحیح مسلم، باب الامر بقتل الکلاب وبیان نسخه و بیان تحریم اقتنائها، جلد 5، ص 36، رقم 4106 السنن الکبرٰی للبیهقی، باب ماجاء فیما یحل اقتناؤه من الکلاب، جلد 6، صفحه 9، رقم 11350 سنن النسائی، باب صفة الکلاب التی أمر بقتلها، جلد 7، صفحه 185، رقم 4280 مسند أبی یعلی، مسند عبداللہ بن عمر، جلد 10، صفحه 206، رقم 5836

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جانوروں کی حفاظت یا شکار کے لیے کتا پالنا بالکل درست ہے جس سے کوئی برا اثر نہیں پڑا۔ ضار اصل میں ضاری تھا، ی تخفیف کر کے گرادی گئی تھی، ضاری بنا ہے ضری سے بمعنی بھڑکانا ضاری بمعنی شکار کو بھڑکانے والا کتا یعنی شکاری کتا۔

عمل سے مراد نیک اعمال کا ثواب ہے نہ کہ اصل عمل کیونکہ مذہب اہل سنت یہ ہے کہ کسی گناہ کی وجہ سے نیکی برباد نہیں ہوتی نیکیاں صرف کفر سے برباد ہوتی ہیں اور کتا پالنا گناہ ہے کفر نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ نیکیوں کا جو ثواب کتا نہ پالنے والے کو ملتا ہے وہ کتا پالنے والے کو نہیں ملتا، اس کمی کی وجہ یہ ہے کہ ایسے کتے سے رحمت کے فرشتے گھر میں نہیں آتے یا اس لیے کہ کتے سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے یا اس لیے کہ کتے والے گھر کے برتن اور کپڑے مشکوک ہوتے ہیں کہ کبھی کتا یہ چیزیں

چاٹ لیتا ہے گھر والوں کو خبر نہیں ہوتی لہذا اجتنبی یقینی پاکی وطہارت بغیر کتے والے گھر میں ہوتی ہے ایسی طہارت کتے والے گھر میں نہیں ہوتی یہ تحقیق ضرور خیال میں رکھی جائے۔ (مرقات) بہر حال نیکیوں سے تو گناہ مٹتے ہیں اَنْ تَحْبَطَ اَعْمٰلُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ مگر گناہوں سے نیکیاں کبھی نہیں مٹتیں وہ صرف کفر سے مٹتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔ قیراط ایک خاص وزن کا نام ہے، یہاں قیراط فرمانا سمجھانے کے لیے ہے ورنہ ثواب اعمال یہاں کے باٹوں سے نہیں تولا جاتا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۹۹۱)

(1695) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَمْسَكَ كَلْباً، فَاِنَّهٗ يَنْقُصُ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ اِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ اَوْ مَاشِيَةٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَّيْسَ بِكَلْبِ صَيْدٍ، وَلَا مَاشِيَةٍ وَّلَا اَرْضٍ، فَاِنَّهٗ يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ قِيْرَاطَانِ كُلَّ يَوْمٍ".

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کتا پالا اس کے عمل سے روزانہ ایک قیراط کم ہوتا ہے۔ البتہ کھیتی اور رکھوالی کا کتا مستثنیٰ ہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی روایت یوں ہے کہ جس نے کتا پالا جو نہ شکار کے لیے تھا نہ جانوروں اور زمین کی رکھوالی کے لیے تھا تو ایسے شخص کے اجر وثواب میں روزانہ دو قیراط کم ہوتے جائیں گے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اقتناء الکلب للحرث، جلد 3، صفحہ 103، رقم 2322 صحیح مسلم، باب الامر بقتل الکلاب، جلد 5، صفحہ 38، رقم 4115 السنن الکبری للبیہقی، باب ماجاء فیما یحل اقتناؤہ من الکلاب، جلد 6، صفحہ 10، رقم 11353 سنن النسائی، باب الرفعۃ فی امساک الکلب الصید، جلد 7، ص 188، رقم 4286 صحیح ابن حبان، باب قتل الحیوان، جلد 12، صفحہ 469، رقم 5652

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کھیتی باڑی کے کتے کا اضافہ ہے یعنی کھیت کی حفاظت کے لیے کتا پالنا بھی جائز ہے اسی طرح باغ کی حفاظت بھی ہے اور گھر کی حفاظت بھی۔ خیال رہے کہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں بلا ضرورت کتے پالنے پر دو قیراط کی کمی ہوگی اور کسی جگہ ایک قیراط کی، یا گاؤں وجنگلوں میں کتے پالنے پر ایک قیراط کی کمی ہے شہر میں دو قیراط کی کہ کتے سے زیادہ تکلیف شہر میں ہوتی ہے، یا اولاً دو قیراط کی کمی کا قانون تھا پھر احکام نرم ہونے پر ایک قیراط کی کمی رہ گئی، غرضیکہ یہ حدیث گزشتہ دو قیراط والی حدیث کے خلاف نہیں۔ (مرقات) مگر اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اقتناء اور ہے اتخاذ کچھ اور، اقتناء میں دو قیراط کم ہوں گے اتخاذ میں ایک قیراط، محبت سے کتا پالنا اسے اپنے ساتھ بٹھانا ساتھ کھلانا اقتناء ہے مگر اسے پالنا اس سے محبت نہ کرنا اس سے علیحدہ رہنا اتخاذ ہے لہذا احادیث متعارض نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۹۹۲)

164- بَابُ كَرَاهِيَةِ تَعْلِيْقِ الْجَرَسِ فِي الْبَعِيْرِ وَغَيْرِهٖ مِنَ الدَّوَابِّ وَكَرَاهِيَةِ

اونٹ وغیرہ جانوروں کے گلے میں گھنٹی لٹکانے کی کراہت اور سفر میں کتے

اِسْتِصْحَابُ الْکَلْبِ وَالْجَرَسِ فِی السَّفَرِ

اور گھنٹی کو ساتھ رکھنا مکروہ ہے

(1696) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِکَۃُ رُفْقَۃً فِیْھَا کَلْبٌ اَوْ جَرَسٌ". رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہوتے جن میں کتا یا گھنٹی ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب کراھۃ الکلب والجرس فی السفر، جلد 6، صفحہ 162، رقم 5668 سنن ابوداؤد، باب فی تعلیق الاجراس، جلد 2، صفحہ 330، رقم 2556 الاداب للبیھقی، باب فی کراھیۃ تعلیق الاجراس، جلد 1، صفحہ 383، رقم 632 المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمہ محمود، جلد 8، صفحہ............ سنن ترمذی، باب کراھیۃ الاجراس علی الخیل، جلد 4، صفحہ 207، رقم 1703

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں ساتھیوں سے مراد سفر کے ساتھی ہیں، کتے سے مراد وہ کتا ہے جو شوقیہ رکھا گیا ہو بلا ضرورت، شکار یا حفاظت کے کتے کا یہ حکم نہیں۔ فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو خصوصیت سے سفر میں مسلمانوں کے ساتھ رہتے ہیں خصوصًا غازی حاجی مسافروں کے ہمراہ۔ جرس وہ گھنگرو باجہ وغیرہ جو اونٹ گھوڑوں کی گردن میں محض آواز کے لیے باندھے جاویں ہمارے ہاں یہ مکروہ تنزیہی ہیں، بعض علماء شام فرماتے ہیں کہ چھوٹے گھنگرو جائز ہیں بڑے اور بہت آواز والے مکروہ، ضرورۃً یہ بھی جائز ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے ایک بچی کے پاؤں سے آواز والے جھانجن اتروا دیئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر کے پاؤں سے جھانجر اتروا دیئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر باجے کے ساتھ شیطان ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۸۸)

(1697) وَعَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْجَرَسُ مَزَامِیْرُ الشَّیْطَانِ". رَوَاہُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ.

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھنٹی شیطان کے سازوں میں سے ہے۔ اسے ابوداؤد نے شرط مسلم کے ساتھ صحیح سند سے روایت کیا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب کراھۃ الکلب والجراس فی السفر، جلد 6، صفحہ 163، رقم 5670 الاداب للبیھقی، باب فی کراھیۃ تعلیق الاجراس، جلد 1، صفحہ 383، رقم 631 مسند امام احمد، مسند أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 372، رقم 8838 مسند أبی یعلی، مسند أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 12، صفحہ 314، رقم 6518 مشکاۃ المصابیح، باب آداب السفر، الفصل الاول، جلد 2، صفحہ 385، رقم 3895

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مزامیر جمع ہے مزمار کی یہ زمار سے بنا بمعنی آراستگی آواز، اصطلاح میں ہر باجہ مزمار ہے مگر جھانجھ تو مطلقًا حرام ہے، جھانجھ کے علاوہ دیگر باجے تاشہ نقارہ طبل وغیرہ اگر لہو ولعب کے لیے ہوں تو حرام ہیں ضرورۃً جائز ہیں جیسے جہاد میں

طبل جنگ، اعلان نکاح کے لیے دف یا تاشہ۔ سحری و افطاری کے لیے طبل یا نقارہ بجانا کہ یہ جائز ہیں اس کی کچھ بحث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے، یہاں مرقات نے بھی کچھ بحث کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جھانجھ کی حرمت بعینہٖ دوسرے باجوں کی حرمت لغیرہ۔ قوالی اور اس کے ڈھول کا مسئلہ ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کرو وہاں ہم نے اس کی نفیس بحث کی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۷۸۹)

165-بَابُ كَرَاهَةِ رُكُوبِ الْجَلَّالَةِ وَهِيَ الْبَعِيرُ أَوِ النَّاقَةُ الَّتِي تَأْكُلُ الْعُذْرَةَ فَإِنْ أَكَلَتْ عَلَفًا طَاهِرًا فَطَابَ لَحْمُهَا، زَالَتِ الْكَرَاهَةُ

جلالہ جانور پر سواری مکروہ ہے اور وہ ایسے اونٹ یا ڈاچی ہیں جو گوبر کھاتے ہیں تو اگر یہ پاک چارا کھائیں حتیٰ کہ ان کا گوشت عمدہ ہو جائے تو کراہت زائل ہو جائے گی

(1698) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَلَّالَةِ فِي الْإِبِلِ أَنْ يُرْكَبَ عَلَيْهَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے گندگی کھانے والے اونٹ پر سواری سے منع فرمایا ہے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداود، باب فی رکوب الجلالة، جلد 2، صفحه 330، رقم 2560 الاداب للبیهقی، باب کراهیة رکوب الجلالة، جلد 1، صفحه 384، رقم 636 جامع الاصول لابن اثیر، باب الجلالة، جلد 7، صفحه 433، رقم 5512

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن جلالہ جانور کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اسی سے تکملہ لسان میں فرمایا اسی طرح بقیہ کتب میں مذکور ہے، ہندیہ کی کتاب الکراہیۃ میں قنیہ سے ہے:

ذكر محمد رحمه الله تعالیٰ جدی او حمل یرضع بلبن الاتان یحل اکله ویکره۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بکری یا گائے کا بچہ گدھی کے دودھ سے پرورش پائے اس کا کھانا حلال ہے اور مکروہ ہے۔

(فتاوی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۹)

اسی قنیہ میں بعض علماء سے قول ثانی نقل کیا، وہی ظاہر اکلام فتاوی کبریٰ وخزانۃ المفتین کا مفاد، اور امام اعبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد سے مستفاد، ردالمحتار میں ہے:

فی شرح الوهبانية عن القنية راقما انه یحل اذا ذبح بعد ایام والا لا۔

شرح وہبانیہ میں قنیہ سے نقل کیا کہ اگر چند روز کے بعد ذبح کیا تو حلال ہے ورنہ نہیں۔

(ردالمحتار کتاب الکراہیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۷)

سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین حاشیہ کنز میں فرماتے ہیں:

الجدی اذا ربی بلبن الاتان، قال ابن المبارک یکرہ اکلہ قال واخبرنی رجل عن الحسن، قال اذا ربی الجدی بلبن الخنزیر لاباس بہ۔ قال معناہ اذا اعتلف ایاما بعد ذلک کالجلالۃ کذا بخط شیخنا عن الخانیۃ۔ (فتح المعین علی الکنز لملا مسکین کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۳۸۶)

بھیڑ کا بچہ گدھی کے دودھ سے پرورش پائے تو ابن مبارک نے فرمایا اس کا کھانا مکروہ ہے مجھے یک شخص نے حسن سے خبر دی انھوں نے کہا بھیڑ کا بچہ اگر خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے تو حرج نہیں، انھوں نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے بعد وہ چارہ کھاتا رہا تو وہ جلالہ یعنی گندگی کھانیوالے جانور کی طرح ہے ہمارے شیخ کے سے یوں خانیہ سے منقول ہے۔

ہندیہ کی کتاب الصید والذبائح میں ہے:

الجدی اذا کان یربی بلبن الاتان والخنزیران اعتلف ایاما، فلا باس لانہ بمنزلۃ الجلالۃ والجلالۃ اذا حبست ایاما فعلفت لاباس بہا فکذا ھذا، کذا فی الفتاوی الکبری۔

(فتاوی ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۹۰)

بکری کا بچہ گدھی یا خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے پھر چندروز چارہ کھالے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ گندگی کھانے والے جانور کی طرح ہے اور یہ گندگی کھانے والا اگر چندروز قید میں رکھا جائے اور چارہ کھائے تو کوئی حرج نہیں اسی طرح یہ بھی ہے، فتاوی کبری میں ایسے ہی ہے۔

اسی طرح خزانۃ المفتین میں برمز فتاوی کبری سے منقول:

فقد علق نفی الباس علی الاعتلاف فافاد وجودہ عند عدمہ، والباس انما ھو فیما ینھی عنہ۔

انھوں نے حرج کی نفی کو چارہ کھانے سے معلق کیا ہے تو چارہ نہ کھانے کی صورت میں حرج کا وجود ثابت ہوتا ہے اور حرج کا تعلق ممنوع چیز ہے۔

لہذا اختلاف علماء سے بچنے کے لئے اسلم وہی ہے کہ چندروز کا وقفہ دے کر ذبح کریں، واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، ج ۸، ص ۶۲۲)

166- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُصَاقِ فِي الْمَسْجِدِ وَالْأَمْرِ بِإِزَالَتِهِ مِنْهُ إِذَا وُجِدَ فِيهِ وَالْأَمْرُ بِتَنْزِيْهِ الْمَسْجِدِ عَنِ الْأَقْذَارِ

مسجد میں تھوکنا منع ہے اور تھوک پڑا ہو تو اسے دور کرنے اور دیگر گندگیوں سے مسجد کو پاک رکھنے کا حکم

(1699) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَالْمُرَادُ بِدَفْنِهَا اِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ تُرَابًا اَوْ رَمْلًا وَنَحْوَهُ، فَيُوَارِيْهَا تَحْتَ تُرَابِهٖ۔ قَالَ اَبُو الْمَحَاسِنِ الرُّوْيَانِيُّ مِنْ اَصْحَابِنَا فِيْ كِتَابِهِ "اَلْبَحْرِ" وَقِيْلَ: اَلْمُرَادُ بِدَفْنِهَا اِخْرَاجُهَا مِنَ الْمَسْجِدِ، اَمَّا اِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ مُبَلَّطًا اَوْ مُجَصَّصًا، فَدَلْكُهَا عَلَيْهِ بِمَدَاسِهٖ اَوْ بِغَيْرِهٖ كَمَا يَفْعَلُهٗ كَثِيْرٌ مِّنَ الْجُهَّالِ، فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِدَفْنٍ، بَلْ زِيَادَةٌ فِي الْخَطِيْئَةِ وَتَكْثِيْرٌ لِّلْقَذَرِ فِي الْمَسْجِدِ، وَعَلٰى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ اَنْ يَّمْسَحَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ بِثَوْبِهٖ اَوْ بِيَدِهٖ اَوْ غَيْرِهٖ اَوْ يَغْسِلَهٗ۔

نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔ (متفق علیہ) دفن سے مراد ہے جب مسجد میں مٹی یا ریت ہو تو اس کو مٹی یا ریت کے نیچے دبا دیا جائے۔ ابوالمحاسن رویانی نے کتاب البحر میں ہمارے اصحاب سے بیان کیا اور کہا گیا ہے کہ دفن سے مراد مسجد سے اس کو باہر نکالنا ہے۔ بہرحال جب مسجد پختہ یا پکی ہو تو جھاڑو وغیرہ سے مل دینا جیسا کہ بہت جاہل کرتے ہیں یہ اسے دفن کرنا نہیں بلکہ غلاظت کی آلودگی میں اضافہ ہے اور یہ گناہ میں بھی اضافہ کا باعث ہے اور بعض نے یہ کہا کہ اس پر لازم ہے کہ مسجد سے اس کو کپڑے یا ہاتھ وغیرہ سے صاف کردے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب کفارۃ البتراق فی المسجد، جلد 1، صفحہ 161، رقم 405 صحیح مسلم، باب النھی عن البصاق فی المسجد فی الصلاۃ، جلد 1، صفحہ 390، رقم 552 الاداب للبیھقی، باب النھی عن البصاق فی المسجد، جلد 1، صفحہ 226، رقم 372 جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الاول فی البصاق، جلد 11، صفحہ 194، رقم 8732 سنن النسائی، باب البصاق فی المسجد، جلد 2، صفحہ 50، رقم 723

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے پکے فرش اور وہاں کی چٹائیوں، مصلّوں پر ہرگز نہ تھوکے کیونکہ وہاں اسے دفن نہ کرسکے گا۔ یہ ان مسجدوں کے لیے حکم تھا جہاں کے فرش کچے تھے اور وہ بھی سخت ضرورت کے موقعہ پر جب کہ نماز میں کھنکار آجائے اور باہر جانے کا موقعہ نہ ہو، بلاوجہ وہاں تھوکنا منع اور اہانت کے لیے وہاں تھوکنا کفر ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ا ص ۶۶۸)

(1700) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا، اَوْ بُزَاقًا، اَوْ نُخَامَةً، فَحَكَّهٗ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیوارِ قبلہ میں سینڈھ یا تھوک یا بلغم دیکھا تو اس کو کھرچ دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب حك البتراق بالید فی المسجد، جلد 1، صفحہ 90، رقم 407 صحیح مسلم، باب النھی عن البصاق فی المسجد فی الصلاۃ، جلد 2، صفحہ 76، رقم 1255 الموطا امام مالك، باب النھی عن البصاق فی القبلۃ، جلد 1، ص 195، رقم 458 مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنھا، جلد 6، صفحہ 148، رقم 25197 جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الاول فی البصاق، جلد 11، صفحہ 195، رقم 8733

شرح حدیث: قبلہ کی جانب منہ کر کے نہ تھوکے

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے قبلہ کی جانب تھوک دیکھا تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم پر بہت گراں گزرا یہاں تک کہ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے چہرۂ اقدس سے غضب عیاں ہونے لگا، پھر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم خود کھڑے ہوئے اور اپنے دستِ اقدس سے اس کو مَل کر صاف کر دیا اور ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب عزوجل سے مناجات کر رہا ہوتا ہے۔ یا ارشاد فرمایا: یقیناً اس کے اور قبلہ کے درمیان اس کا رب کریم عزوجل (اپنی شان کے مطابق) ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی بھی قبلہ کی جانب منہ کر کے نہ تھوکے، بلکہ اپنے بائیں یا اپنے قدموں میں یا پھر مسجد کے علاوہ کہیں اور جا کر تھوکے۔ پھر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی چادر مبارک کا ایک کونہ پکڑا اور اس میں تھوک کر اس کو بقیہ چادر کے حصے پر مَلتے ہوئے رگڑا اور ارشاد فرمایا: یا پھر وہ ایسا کر لیا کرے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصلوۃ، باب من بزق وھو یصلی، الحدیث: ۳۵۹۵، ج ۲، ص ۴۱۵، بدون الغضب)

قبلہ کی طرف تھوکنے والے کی حکایت

میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: حضرتِ سیِّدُنا ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمی بسطامی کے والِد رَحِمَہُما اللہ تعالیٰ سے فرمایا: چلو اُس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو بنامِ وِلایت مشہور کیا ہے۔ وہ شخص مَرجعِ ناس و مشہورِ زُہد تھا، (یعنی عقیدتمندوں کا اُس کے پاس ہُجوم رہتا تھا اور دنیا سے بے رغبتی میں اُس کی شہرت تھی) جب وہاں تشریف لے گئے اِتّفاقاً اُس نے قبلہ کی طرف تھوکا، حضرتِ سیِّدُنا ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً واپَس آئے اور اس سے سلام علیک نہ کی اور فرمایا: یہ شخص رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آداب سے ایک ادب پر تو اَمین ہے نہیں، جس چیز کا اِدِّعا (یعنی دعویٰ کرنا) رکھتا ہے اُس پر کیا امین ہوگا۔

(الرِّسالۃُ القُشَیریہ ص 38۔ فتاوٰی رضویہ ج 21 ص 539)

اور دوسری رِوایت میں ہے، فرمایا: یہ شخص شریعت کے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں اَسرارِ الٰہیّہ (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رازوں) پر کیوں کر امین ہوگا! (اَیضاً ص 292، ایضاً ص 540)

حضرتِ سیِّدُنا ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم کسی شخص کو ایسی کرامت دیا گیا بھی دیکھو کہ ہوا پر چار زانو بیٹھ سکتا ہے تب بھی اُس سے فریب (دھوکا) نہ کھانا جب تک کہ فرض و واجِب، مکروہ و حرام اور محافظتِ حُدود و آدابِ شریعت میں اس کا حال نہ دیکھ لو۔ (اَیضاً ص 38، ایضاً ص 540)

(1701) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ ھٰذِہِ

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ مساجد پیشاب اور غلاظت کے

الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ، اِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

بالکل لائق نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قرآن حکیم کی تلاوت کے لیے ہیں یا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب وجوب غسل البول وغیرہ من النجاسات اذاحصلت فی المسجد، جلد 1، ص 163، رقم 687۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب نجاسۃ الابوال والاروائ، جلد 2، ص 412، رقم 4311۔ المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمہ الفضل، جلد 5، صفحہ 162، رقم 4947۔ صحیح ابن حبان، باب تطہیر النجاسۃ، جلد 4، صفحہ 246، رقم 1401۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 3، ص 191، رقم 13007

شرح حدیث: ذکر، نماز اور تلاوتِ قرآن کیلئے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ مسجد میں موجود تھے کہ ایک اعرابی آیا اور مسجد میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے (اسے) فرمایا، رک، جارک جا۔ رحمتِ کونین انے ارشاد فرمایا کہ اسے نہ روکو چھوڑ دو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس نے پیشاب کرلیا۔ پھر مبلّغِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اسے بلاکر (نرمی وشفقت) سے فرمایا یہ مساجد پیشاب اور گندگی کیلئے نہیں، یہ تو صرف اللہ عزّوجل کے ذکر، نماز اور تلاوتِ قرآن کیلئے ہیں۔ پھر آپ انے قوم کے ایک آدمی کو حکم فرمایا وہ پانی کا ایک ڈول لایا، جسے اس نے اس (پیشاب کی جگہ) پر بہادیا۔

(مسلم، کتاب الطہارۃ، باب وجوب غسل البول الخ، ص ۱۶۵، رقم: ۱۰۰)

167- بَابُ كَرَاهَةِ الْخُصُوْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِيْهِ وَنَشْدِ الضَّالَّةِ وَالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالْإِجَارَةِ وَنَحْوِهَا مِنَ الْمُعَامَلَاتِ

مسجد میں جھگڑا کرنا آواز بلند کرنا، گمشدہ چیز کا اعلان کرنا، خرید و فروخت کرنا اور اجارہ وغیرہ معاملات کرنا مکروہ ہے

(1702) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ: لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ، فَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو مسجد میں کسی کو گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو اس کو چاہیے کہ وہ یہ کہے اللہ اس چیز کو تجھ پر واپس نہ کرے، مساجد اس کام کے لیے نہیں بنائی گئیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن نشه الضالة فی المسجد و ما یقوله من سمع الناشد، جلد 2، ص 82، رقم 1288، السنن الصغری، باب اللقیط، جلد 2، صفحه 168، رقم 2362، سنن أبی داؤد، باب فی کراهیة انشاد الضالة فی المسجد، جلد 1، ص 177، رقم 473، سنن ابن ماجه، باب النهی عن انشاد الضوال فی المسجد، جلد 1، ص 252، رقم 767، صحیح ابن حبان، باب المساجد، جلد 4، صفحه 529، رقم 1651

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چیخ کر شور مچا کر جس سے نمازیوں کی نمازوں میں خلل واقع ہو کیونکہ خاموشی سے گمشدہ چیز مسجد میں ڈھونڈھ لینا ممنوع نہیں جیسا کہ منشاء حدیث سے ظاہر ہے۔

یعنی مسجدیں دنیاوی باتیں کرنے، شور مچانے کے لئے نہیں بنیں، یہ تو نماز اور اللہ کے ذکر کے لیے بنی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس شور مچانے والے کو سنا کر کہے تا کہ وہ اس سے باز آجائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بھیک مانگنا دیگر قسم کی دنیاوی باتیں کرنا منع ہے۔ بلکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مسجد کے بھکاری کو خیرات نہ دو کہ یہ گناہ پر مدد ہے، حضرت علی مرتضیٰ نے جو نماز کی حالت میں سائل کو انگوٹھی خیرات کی وہ سائل غالبًا مسجد سے باہر ہوگا یا آپ مسجد کی علاوہ کسی اور جگہ نماز پڑھ رہے ہوں گے۔ خیال رہے کہ نکاح، دینی وعظ، نعت خوانی، قاضئ اسلام کے فیصلے یہ سب چیزیں دینی ہیں، لہذا مسجد میں جائز ہیں۔ ان کے متعلق احادیث وارد ہیں، البتہ جماعت کے وقت جب پہلی جماعت ہو رہی ہو یہ کام نہ کئے جاویں تا کہ نماز میں حرج نہ ہو بعد میں کئے جاویں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۲۶۸)

(1703) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَّبِيعُ اَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُوْلُوْا: لَا اَرْبَحَ اللهُ تِجَارَتَكَ، وَاِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَّنْشُدُ ضَالَّةً فَقُوْلُوْا: لَا رَدَّهَا اللهُ عَلَيْكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اس شخص کو دیکھو جو مسجد میں خرید و فروخت کرتا ہے تو اسے کہو اللہ تجھے تیری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم گمشدہ چیز کے اعلان والے کو سنو تو کہو اللہ تیری چیز کو تجھ پہ نہ لوٹائے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب النهی عن البیع فی المسجد، جلد 3، صفحه 610، رقم 1321، السنن الکبری للبیهقی، باب کراهیة انشاد الضالة فی المسجد وغیر ذلك، جلد 2، ص 447، رقم 4518، سنن الدارمی، باب النهی عن استنشاد الضالة فی المسجد، جلد 1، صفحه 379، رقم 1401، المستدرك للحاکم، کتاب البیوع، جلد 2، صفحه 65، رقم 2339، المنتقی لابن الجارود، باب فی التجارات، جلد 1، ص 145، رقم 562

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک ضابطہ کلیہ فرمایا ہے جس سے ان سب جزئیات کا حکم صاف ہو جاتا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من سمع رجلا ینشد ضالة فی المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیك فان المساجد لم تبن لهٰذا۔ رواہ مسلم عن ابی هریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔
(صحیح مسلم باب النھی عن نشد الضالۃ فی المسجد الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۱۰)

جو کسی شخص کو سنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس سنے کہے اللہ تیری گم چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں بنیں، اسے مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔

اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے:

اذا رأیتم من یتباع فی المسجد فقولوا لا اربح اللہ تجارتك رو الترمذی وصححه والحاکم عنه رضی اللہ تعالٰی عنه۔ (جامع الترمذی ابواب البیوع باب النھی عن البیع فی المسجد مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۵۸)

جب تم کسی کو مسجد میں خرید وفروخت کرتے دیکھو تو کہو اللہ تیرے سودے میں فائدہ نہ دے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور اسے صحیح کہا اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔

اور ظاہر ہے کہ مسجدیں سونے۔ کھانے پینے کو نہیں بنیں تو غیر معتکف کو اُن میں ان افعال کی اجازت نہیں اور بلاشبہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب وہیبت سے عاری، مسجدیں چوپال ہو جائیں گی اور ان کی بے حرمتی ہوگی وکل ما ادی الی محظور محظور (ہر وہ شخص جو ممنوع تک پہنچائے ممنوع ہو جاتی ہے۔ت) جو بخیالِ تہجد یا جماعتِ صبح مسجد میں سونا چاہے تو اسے کیا مشکل ہے اعتکاف کی نیت کرلے کچھ حرج نہیں، کچھ تکلیف نہیں، ایک عبارت بڑھتی ہے۔ اور سونا بالاتفاق جائز ہو جاتا ہے

منیۃ المفتی پھر غمز العیون اور سراجیہ پھر ہندیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

واذا اراد ذلك ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل فیذکر اللہ تعالٰی بقدر مانوی اویصلی ثم یفعل ماشاء۔ واللہ تعالٰی اعلم (ردالمحتار باب الاعتکاف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۴۶)

جب ارادہ کرے کھانے پینے کا، تو اعتکاف کی نیت کرے، پھر مسجد میں داخل ہو جائے۔ پس اللہ تعالٰی کا ذکر نیت کے مطابق کرے یا نماز پڑھے، پھر وہاں جو چاہے کرے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۸،ص ۹۲)

(1704) وَعَنْ بُرَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا نَشَدَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ: مَنْ دَعَا اِلَی الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا وَجَدْتَ، اِنَّمَا بُنِیَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِیَتْ لَهٗ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت بریدہ ﷛ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے مسجد میں اعلان کیا کہ مجھ کو سرخ اونٹ کے بارے کون بتائے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نہ پائے مساجد تو اس لیے بنائی گئی ہیں جس کے لیے بنائی گئی ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النھی عن نشه الضالة فی المسجد وما یقوله من سمع الناشد، جلد 2، ص 82، رقم 1290، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب کراھیة انشاد الضالة فی المسجد وغیر ذلك، جلد 2، ص 447، رقم 4517، سنن ابن ماجه، باب النھی عن انشاد الضوال فی المسجد، جلد 1، ص 252، رقم 765، صحیح ابن حبان، باب المساجد، جلد 4، صفحه 530، رقم 1652، صحیح ابن خزیمه، باب النھی عن نشه الضوال فی المسجد، جلد 2، صفحه 272، رقم 1301

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: اور شبہہ نہیں کہ یہ اہتمام صاحب مقام کی ہیبت واجلال کے لیے ہے (صلی اللہ تعالیٰ وسلم) تو دربارِ الٰہی جل جلالہ کا ادب واحترام تو اس سے بد رجہا اعلیٰ واہم ہے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کس نے نہ سنا: قیامت کے دن دربارِ الٰہی میں ساری آوازیں سہمی ہوں گی اور سرگوشی کے علاوہ کچھ بھی سن نہ سکو گے۔ مسجد اللہ تبارک وتعالیٰ کا دربارِ عالی ہے، واللہ العظیم اگر آدمی مسجد کی حاضری کے وقت قیامت میں رب العالمین کے حضور اپنا کھڑا ہونا یاد کرے اور مقام کی عظمت یاد کر کے سوچے کہ کہاں اور کس واسطے کھڑا ہے تو اجازت یافتہ انسانوں کے علاوہ (یعنی قاری اور خطیب) کسی کی آواز نہ نکلے پس اصل حکم یہی ہوا کہ مسجد میں اجازت یافتہ لوگوں کے سوا کسی کی سرگوشی کے علاوہ کچھ نہ سنا جا سکے اسی لیے احادیث کریمہ میں مسجد میں آواز بلند کرنے کی ممانعت آئی۔

① ابن ماجة عن واثلة رضی اللہ تعالی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشراءکم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم۔

(سنن ابن ماجہ ابواب المساجد والجماعات باب یکرہ فی المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵)

ابن ماجہ نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، پاگلوں، خرید وفروخت، لڑائی جھگڑا اور بلند آوازی سے محفوظ رکھو

② وابن عدی والطبرانی فی الکبیر والبیھقی وابن عساکر عن مکحول عن واثلة وابی الدرداء وابی امامة رضی اللہ تعالی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وسل سیوفکم واقامة حدودکم ورفع اصواتکم وخصوماتکم۔

(کنز العمال بحوالہ عد وطب ذق وکرعن مکحول عن واثلہ وابی الدرداوابی امامہ حدیث ۲۰۸۳۴ ۷/۶۷۰) (تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ العلاء بن کثیر ۵۵۸۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵۰/۱۵۴) (المعجم الکبیر حدیث ۷۶۰۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۱۵۶)

ابن عدی اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی وابن عساکر نے مکحول سے انہوں نے واثلہ سے اور ابو الدردا اور ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، پاگلوں اور بے نیام تلواروں، حدیں قائم کرنے اور جھگڑنے سے محفوظ رکھو۔

③ عبد الرزاق فی مصنفه قال حدثنا محمد بن مسلم عن عبد ربه بن عبد اللہ عن مکحول عن معاذ رضی اللہ تعالی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم جنبوا مساجدکم مجانینکم وصبیانکم ورفع اصوتکم وسل سیوفکم وبیعکم وشرائکم واقامة حدودکم وخصومتکم۔

(المصنف لعبدالرزاق حدیث ۱۷۲۶ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۱/ ۴۲۱-۴۴۲)

(۳) عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں محمد ابن مسلم، عبدربہ ابن عبداللہ مکحول عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم روایت کی اپنی مسجدوں کو اپنے پاگلوں، بچوں اور آواز بلند کرنے، تلواریں بے نیام کرنے بیع وشراء اور حدود قائم کرنے اور جھگڑوں سے محفوظ رکھو۔

⊙ والامام ابن المبارك عن عبيد الله بن ابی حفص يرفعه الى النبی صلی الله تعالى عليه وسلم قال من اجاب داعی الله واحسن عمارة مساجد الله كانت تحفته بذلك من الله الجنة قيل يا رسول الله ما احسن عمارة مساجد الله قال لا يرفع فيها صوت ولا يتكلم فيها بالرفث۔

(کنز العمال بحوالہ ابن مبارک عن عبیداللہ حدیث ۲۰۸۴۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۶۷۱)

(۴) امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے عبیداللہ بن ابی حفص سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک سند پہنچائی کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی پکار کا جواب دیا اور مسجد کو اچھی طرح آباد کیا تو بدلہ میں اس کا جنت کا تحفہ ملے گا لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کو اچھی طرح آباد کرنا کس طرح ہوتا ہے فرمایا اس میں آواز بلند نہ کرو اور یاوہ گوئی میں مبتلا نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۸، ص ۱۵۶)

(1705) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ، وَاَنْ تُنْشَدَ فِيْهِ ضَالَّةٌ، اَوْ يُنْشَدَ فِيْهِ شِعْرٌ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں خرید وفروخت کرنے سے اور اس میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنے سے اور اس میں شعر پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب التحلق يوم الجمعة قبل الصلاة، جلد 1، ص 419، رقم 1081، سنن ترمذی، باب النهی عن البیع فی المسجد، جلد 3، صفحه 610، رقم 1321، خلاصة الاحكام فی مهمات السنن للنووی، باب النهی عن التحلق فی الجامع قبل الصلاة، جلد 2، ص 787، رقم 2761، السنن الکبری للبیهقی، باب كراهية انشاد الضالة فی المسجد وغير ذلك، جلد 2، ص 448، رقم 4521، سنن النسائی الکبری، باب النهی عن الشراء والبیع فی المسجد، جلد 1، ص 262، رقم 793

شرح حدیث: اشعار کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا (پ ۱۹، الشعرآء: ۲۲۴-۲۲۷)

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں، کیا تو نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو

نہیں کرتے مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور بکثرت اللہ (عزوجل) کی یاد کی اور بدلا لیا اس کے بعد کہ ان پر ظلم ہوا۔ یعنی ان کے لیے وہ حکم نہیں۔

حدیث ۱: صحیح بخاری میں ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: بعض اشعار حکمت ہیں۔ (صحیح البخاري، کتاب الأدب، باب مایجوز من الشعر... إلخ، الحدیث: ۶۱۴۵، ج ۴، ص ۱۳۹)

حدیث ۲: صحیح بخاری و مسلم میں براء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے حسان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا کہ مشرکین کی ہجو کرو، جبریل تمھارے ساتھ ہیں اور رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم حسان سے فرماتے: تم میری طرف سے جواب دو۔ الٰہی تو روح القدس سے حسان کی تایید فرما۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضي اللہ عنہ، الحدیث: ۱۵۱۔ (۲۴۸۵)، و: ۱۵۳۔ (۲۴۸۶)، ص ۱۳۵۰، ۱۳۵۱)

حدیث ۳: صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو حسان سے یہ فرماتے سنا کہ روح القدس ہمیشہ تمھاری تایید میں ہے، جب تک تم اللہ و رسول (عزوجل و صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم) کی طرف سے مدافعت کرتے رہو گے۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضي اللہ عنہ الحدیث: ۱۵۷۔ (۲۴۹۰)، ص ۱۳۵۲)

حدیث ۴: دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے پاس شعر کا ذکر آیا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم) نے ارشاد فرمایا: وہ ایک کلام ہے، اچھا ہے تو اچھا ہے اور برا ہے تو برا۔

(سنن الدارقطني، کتاب الوکالة، خبر الواحد یوجب العمل، الحدیث: ۴۲۶۱، ج ۴، ص ۱۸۳)

حدیث ۵: صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: آدمی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے جو اسے فاسد کر دے، یہ بہتر ہے اس سے کہ شعر سے بھرا ہو۔

(صحیح البخاري، کتاب الأدب، باب مایکرہ أن یکون الغالب علی الإنسان... إلخ، الحدیث: ۶۱۵۵، ج ۴، ص ۱۴۳)

حدیث ۶: صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے ہمراہ عرج میں جا رہے تھے، ایک شاعر شعر پڑھتا ہوا سامنے آیا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم) نے فرمایا: شیطان کو پکڑو آدمی کا جوف پیپ سے بھرا ہو، یہ اس سے بہتر ہے کہ شعر سے بھرا ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الشعر، الحدیث: ۹۔ (۲۲۵۹)، ص ۱۲۳۹)

حدیث ۷: امام احمد نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی جب تک ایسے لوگ ظاہر نہ ہوں جو اپنی زبانوں کے ذریعہ سے کھائیں گے، جس طرح گائے اپنی زبان سے کھاتی ہے۔ (المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي إسحاق سعد بن أبي وقاص، الحدیث: ۱۵۹۷، ج ۱، ص ۳۸۹)

یعنی ان کا ذریعہ رزق لوگوں کی تعریف و مذمت کرنا ہے اور اس میں حق و ناحق کا بالکل خیال نہ کریں گے، جس طرح گائے اس کا خیال نہیں کرتی ہے کہ یہ چیز مفید ہے یا مضر جو چیز زبان کے سامنے آگئی کھا گئی۔

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ اشعار اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی، اگر اللہ و رسول (عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم) کی تعریف کے اشعار ہوں یا ان میں حکمت کی باتیں ہوں اچھے اخلاق کی تعلیم ہو تو اچھے ہیں اور اگر لغو و باطل پر مشتمل ہوں تو برے ہیں اور چونکہ اکثر شعرا ایسے ہی بے تکی ہانکتے ہیں اس وجہ سے ان کی مذمت کی جاتی ہے۔

مسئلہ ۱: جو اشعار مباح ہوں ان کے پڑھنے میں حرج نہیں، اشعار میں اگر کسی مخصوص عورت کے اوصاف کا ذکر ہو اور وہ زندہ ہو تو پڑھنا مکروہ ہے اور مرچکی ہو یا خاص عورت کا ذکر نہ ہو تو پڑھنا جائز ہے۔ شعر میں لڑکے کا ذکر ہو تو وہی حکم ہے جو عورت کے متعلق اشعار کا ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع عشر فی الغناء، ج ۵، ص ۳۵۱۔ ۳۵۲)

مسئلہ ۲: اشعار کے پڑھنے سے اگر یہ مقصود ہو کہ ان کے ذریعہ سے تفسیر و حدیث میں مدد ملے یعنی عرب کے محاورات اور اسلوب کلام پر مطلع ہو، جیسا کہ شعراء جاہلیت کے کلام سے استدلال کیا جاتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔
(المرجع السابق، ص ۳۵۲)) بہار شریعت حصہ شانزدہم (16) ص ۵۱۳۔ ۵۱۴)

(1706) وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدُ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: اذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، فَقَالَ: مِنْ اَيْنَ اَنْتُمَا؟ فَقَالَا: مِنْ اَهْلِ الطَّائِفِ، فَقَالَ: لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ، لَاَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں تھا مجھے کسی نے ایک کنکری ماری میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے فرمایا جا ان دو کو میرے پاس بلا کے لا۔ پس میں ان دونوں کو آپ کے پاس لایا تو آپ نے فرمایا: تم کہاں سے آئے ہو انہوں نے کہا ہم اہل طائف سے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اگر اس شہر والوں سے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔

(بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب رفع الصوت فی المساجد، جلد 1، ص 101، رقم 470۔ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب کراھیۃ انشاد الضالۃ فی المسجد وغیر ذلک، جلد 2، ص 447، رقم 4519۔ خلاصۃ الاحکام فی مھمات السنن للنووی، باب فیما ینھی عنہ من الاقوال و الافعال فی المسجد، جلد 1، ص 307، رقم 885۔ تحفۃ الاشراف المعرفۃ الاطراف للمزی، حدیث السائب بن یزید الکندی، جلد 8، ص 22، رقم 10442۔ کنز العمال، باب حقوق المسجد، جلد 8، صفحہ 528، رقم الحدیث 23084

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ بہت نوعمر صحابی ہیں، اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کی عمر سات سال تھی۔

حضرت سائب کا مسجد نبوی میں سونا اس لئے تھا کہ آپ مسافر تھے یا نیت اعتکاف کر لیتے تھے یا آپ جائز سمجھتے تھے۔ بعض علماء مسجد میں سونے کو مکروہ کہتے ہیں، بعض بلا کراہت جائز، حضرت فاروق اعظم نے انہیں آواز دے کر نہ جگایا

مسجد پاک کا احترام کرتے ہوئے۔

مسجد نبوی میں بلند آواز سے باتیں کرنے پر کیونکہ مدینہ والے یہاں کے آداب سے واقف ہیں تم لوگ پردیسی ہو مسائل سے پورے واقف نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حاکم گناہ صغیرہ پر بھی تعزیر اسزا دے سکتا ہے، جہاں علم کی روشنی کم پہنچتی ہو یا بالکل نہ پہنچی ہو وہاں کے لوگوں کو بے علمی پر معذور رکھا جاسکتا ہے، ورنہ بے علمی عذر نہیں۔ خیال رہے کہ طائف حجاز کا مشہور شہر ہے، مکہ معظمہ سے تین منزل دور سیدنا عبداللہ ابن عباس کا مزار پر نوار وہیں ہے۔ فقیر نے زیارت کی ہے۔

مرقاۃ نے فرمایا کہ مسجد نبوی کی حرمت دوسری مسجدوں سے زیادہ ہے کہ حضور اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، وہاں حضور کا دربار ہے، اس کا ادب چاہیئے۔ وہ حضرات دنیوی باتیں اونچی آواز سے کر رہے تھے، ورنہ مسجد میں درس و تدریس، ذکر اللہ، نعت شریف وغیرہ بلند آواز سے کرسکتے ہیں، جب کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۱۰۷)

168- بَابُ نَهْيِ مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا اَوْ كُرَّاثًا اَوْ غَيْرَهٗ مِمَّا لَهٗ رَائِحَةٌ كَرِيْهَةٌ عَنْ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ قَبْلَ زَوَالِ رَائِحَتِهٖ اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ

لہسن پیاز گندنا وغیرہ بد بودار چیز کھائی ہو تو بدبو زائل کرنے سے پہلے بلاضرورت مسجد میں جانا منع ہے

(1707) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ - يَعْنِي: الثُّوْمَ - فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "مَسَاجِدَنَا".

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس درخت سے یعنی لہسن سے کھایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ ایک روایت میں ہے ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے۔ (متفق علیہ) مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماجاء فی الثوم النی والبصل والکراث، جلد 1، ص 170، رقم 853 صحیح مسلم، باب نہی من أکل ثوما او بصلا او کراثا او نحوھا، جلد 2، ص 79، رقم 1279 الاداب للبیهقی، باب فی الثوم والبصل والکراث، جلد 1، صفحہ 257، رقم 426 سنن ابوداؤد، باب فی اکل الثوم، جلد 3، صفحہ 425، رقم 3827 سنن الدارمی، باب فی اکل الثوم، جلد 2، صفحہ 139، رقم 2053

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

مسجد کو بو سے بچانا واجب ہے، ولہذا مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام، مسجد میں دیا سلائی سلگانا حرام، حتی کہ حدیث میں ارشاد ہوا: وان یمرفیہ بلحم نیئ۔ یعنی مسجد میں کچا گوشت لے جانا جائز نہیں،

(سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب ما یکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵)

حالانکہ کچے گوشت کی بو بہت خفیف ہے تو جہاں سے مسجد میں بو پہنچے وہاں تک ممانعت کی جائے گی، مسجد عام جماعت کیلئے بنائی جاتی ہے اور جماعت ہر مسلمان پر واجب ہے یہاں تک کہ ترک جماعت پر صحیح حدیث میں فرمایا: ظلم ہے اور کفر ہے۔ اور نفاق یہ کہ آدمی اللہ کے منادی کو پکارتا سنے اور حاضر نہ ہو۔

صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے:

لوصلیتم فی بیوتکم کما یصلی ھذا المتخلف لترکتم سنۃ نبیکم ولوترکتم سنۃ نبیکم لضللتم [1]

وفی روایۃ ابی داؤد لکفرتم [2]۔ ([1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب فضل صلوٰۃ والجماعۃ وبیان التشدید الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۲) ([2] سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التشدید فی ترک الجماعۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۱)

یعنی اگر مسجد میں جماعت کو حاضر نہ ہوگے اور گھروں میں نماز پڑھو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے ایمان سے نکل جاؤ گے (اور ابوداؤد کی روایت میں ہے تم کافر ہو جاؤ گے۔)

بایں ہمہ صحیحین کی حدیث میں ارشاد ہوا:

من اکل من ھذہ الشجرۃ الخبیثۃ فلایقربن مصلانا۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد باب نہی من اکل ثوما الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۹)

جو اس گندے پیڑ میں سے کھالے یعنی کچا پیاز یا کچا لہسن وہ ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔ اور فرمایا:

فان الملئکۃ تتأذی مما یتأذی منہ بنوادم۔

یعنی یہ خیال نہ کرو کہ اگر مسجد خالی ہے تو اس میں کسی بو کا داخل کرنا اس وقت جائز ہو کہ کوئی آدمی نہیں جو اس سے ایذا پائے گا ایسا نہیں بلکہ ملائکہ بھی ایذا پاتے ہیں اس سے جس سے ایذا پاتا ہے انسان۔ مسجد کو نجاست سے بچانا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد باب نہی من اکل ثوما الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۹) (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۶ ص ۲۲۹)

(1708) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: «مَنْ اَکَلَ مِنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ فَلَا یَقْرَبَنَّا، وَلَا یُصَلِّیَنَّ مَعَنَا». مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس درخت لہسن سے کھایا ہو وہ ہمارے قریب نہ آئے اور ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماجاء فی الثوم النئی والبصل والکراث، جلد 1، ص 171، رقم 856۔ صحیح مسلم، باب نہی من أکل ثوما اوبصلا او کراثا او نحوھا، جلد 2، صفحہ 79، رقم 1278۔ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب ماجاء فی منع من اکل ثوما اوبصلا او کراثا، جلد 3، ص 76، رقم 5253۔ الالمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العید، باب صلاۃ الخوف، جلد 1، ص 207، رقم 370۔ سنن ترمذی، باب کراھیۃ أکل الثوم والبصل، جلد 4، صفحہ 260، رقم 1806

شرح حدیث: کچی پیاز کھانے سے بھی منہ بدبودار ہو جاتا ہے

کچی مُولی، کچی پیاز، کچّا لہسن اور ہر وہ چیز کہ جس کی بُو ناپسند ہو اسے کھا کر مسجِد میں اُس وقت تک جانا جائز نہیں جب تک کہ ہاتھ منہ وغیرہ میں بُو باقی ہو کہ فِرشتوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا: جس نے پیاز، لہسن یا گَندَنا (لہسن سے مشابہ ایک ترکاری) کھائی وہ ہماری مسجِد کے قریب ہرگز نہ آئے۔ اور فرمایا: اگر کھانا ہی چاہتے ہو تو پکا کر اس کی بُو دُور کر لو۔

(صحیح مسلم ص ۲۸۲ حدیث ۵۶۴ دارابن حزم بیروت)

صدرُ الشَّریعہ بدرُ الطَّریقہ علامہ مولیٰنا مفتیٔ محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: مسجِد میں کچّا لہسن اور کچی پیاز کھانا یا کھا کر جانا جائز نہیں جب تک کہ بُو باقی ہو۔ اور یہی حکم ہر اُس چیز کا ہے جس میں بُو ہو جیسے گَندَنا (یہ لہسن سے ملتی جُلتی ترکاری ہے) مُولی، کچّا گوشت اور مِٹّی کا تیل، وہ دِیا سَلائی جس کے رگڑنے میں بُو اُڑتی ہو، رِیاح خارِج کرنا وغیرہ وغیرہ۔ جس کو گندہ دَہنی کا عارِضہ (یعنی منہ سے بدبُو آنے کی بیماری) یا کوئی بدبودار زخم ہو یا کوئی بدبُودار دوا لگائی ہو تو جب تک بُو مُنقطع (یعنی ختم) نہ ہو اُس کو مسجِد میں آنے کی مُمانَعت ہے۔ (بہارِ شریعت حصہ ۳ ص ۱۵۴)

بدبودار منہ لے کر مسلمانوں کے مجمع میں جانے کی ممانعت

مُفَسّرِ شہیر حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں: مسلمانوں کے مَجمَعوں، درسِ قرآن کی مجلسوں، عُلَمائے دین و اولیائے کامِلین کی بارگاہوں میں بدبُودار مُنہ لے کر نہ جاؤ۔ (مراۃ ج ۶ ص ۲۵) مزید فرماتے ہیں: جب تک مُنہ میں بدبُو رہے گھر میں ہی رہو، مسلمانوں کے جلسوں، مجمعوں میں نہ جاؤ۔ حُقّہ پینے والے، تمباکو والا پان کھا کر کُلّی نہ کرنے والوں کو اس سے عبرت پکڑنی چاہئے۔ فُقَہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تعالیٰ فرماتے ہیں: جسے گندہ دَہنی کی بیماری ہو اُسے مسجِدوں کی حاضِری مُعاف ہے۔ (مراۃ ج ۶ ص ۲۶)

بدبودار مرہم لگا کر مسجد میں آنے کی ممانعت

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جس کے بدن میں بدبُو ہو کہ اُس سے نَمازیوں کو اِیذا ہو مَثَلاً مَعاذَ اللہ گندہ دَہَن (یعنی جس کو مُنہ سے بدبُو آنے کی بیماری ہو) گندہ بَغَل (یعنی جس کو بغل سے بدبُو آنے کا مرض ہو) یا جس نے خارِش وغیرہ کے باعِث گندھک ملی (یا کوئی سا بدبُودار مرہم یا لوشن لگایا) ہو اُسے بھی مسجِد میں نہ آنے دیا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ ج ۸ ص ۷۲)

اَرَنڈی کا تیل

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری علیہ رحمۃ اللہ الھادی (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۳۸۲ھ) حیاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں رقم طراز ہیں: مولانا سید ایوب علی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کا بیان ہے برسات کا موسم تھا، عشاء کے وقت ہوا کے تیز

جھونکے مسجد کے کڑوے تیل کا چراغ بار بار گل کر دیتے تھے، جس کے روشن کرنے میں بارش کی وجہ سے سخت دقّت ہوتی تھی۔ اور اسکی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ خارج مسجد دیا سلائی جلانے کا حکم تھا۔ اس زمانہ میں ناروے کی دیا سلائی استعمال کی جاتی تھی، جس کے روشن کرنے میں گندھک کی بو نکلتی تھی، لہٰذا اس تکلیف کی مدافعت حضور کے خادمِ خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے یہ کی کہ ایک لالٹین میں معمولی شیشے لگوا کر کپی میں اَرَنڈِی کا تیل ڈالا اور روشن کر کے امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کے ساتھ ساتھ مسجد کے اندر لے جا کر رکھ دی۔

تھوڑی دیر ہوئی کہ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمن کی نظر اس پر پڑی، ارشاد فرمایا حاجی صاحب! آپ نے یہ مسئلہ بارہا سنا ہوگا کہ مسجد میں بدبودار تیل نہیں جلانا چاہیے۔ انھوں نے عرض کیا حضور! اس میں ارنڈی کا تیل ہے۔ فرمایا راہگیر دیکھ کر کیسے سمجھیں گے کہ اس لالٹین میں ارنڈی کا تیل جل رہا ہے؟ وہ تو یہی کہیں گے کہ دوسروں کو فتویٰ دیا جاتا ہے کہ مٹی کا بدبودار تیل مسجد میں نہ جلاؤ اور خود مسجد میں لالٹین جلوا رہے ہیں، ہاں! اگر آپ برابر اسکے پاس یہ کہتے رہیں کہ اس لالٹین میں ارنڈی کا تیل ہے، تو مضایقہ نہیں، چنانچہ حاجی صاحب نے فوراً اس لالٹین کو گل کر کے خارج مسجد کر دیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، ج ۱، ص ۱۴۹)

(1709) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ اَكَلَ ثُومًا اَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنا، اَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: «مَنْ اَكَلَ الْبَصَلَ، وَالثُّومَ، وَالْكُرَّاثَ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّا يَتَاَذّٰى مِنْهُ بَنُو اٰدَمَ».

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو وہ ہم سے علیحدہ رہے' یا فرمایا وہ ہماری مسجد سے علیحدہ رہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے جس نے پیاز لہسن یا گندنا کھایا ہو تو وہ ہماری مسجدوں کے ہرگز قریب نہ آئے کیونکہ فرشتوں کو اس سے اذیت ہوتی ہے جس سے اولادِ آدم کو اذیت ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماجاء فی الثوم النی و البصل والکراث، جلد 1، ص 170، رقم 855 صحیح مسلم، باب نہی من اکل ثوما اوبصلا او کراثا او نحوھا عن حضور المسجد، جلد 2، ص 80، رقم 1281 السنن الکبریٰ للبیھقی، باب الدلیل علی ان اکل ذلک غیر حرام، جلد 3، ص 76، رقم 5258 سنن ابوداؤد، باب فی اکل الثوم، جلد 3، صفحہ 424، رقم 3824 صحیح ابن خزیمہ، باب النھی عن اتیان المساجد، جلد 3، ص 83، رقم 1664

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو کچی پیاز یا کچا لہسن کھائے تو جب تک منہ سے بو آتی ہو تب تک کسی مسجد میں نہ آئے، لہذا حقہ پی کر، کچی مولی یا گندنا کھا کر بھی نہ آئے، نیز جس کے کپڑوں یا منہ سے بدبو ظاہر ہو مسجد میں نہ آئے، گندہ دہن کا حکم بھی یہی ہے۔ خیال رہے کہ تمام دنیا کی مسجدیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں، لہذا مَسْجِدُنَا یعنی ہماری مسجد فرمانا درست ہے۔ اس سے صرف مسجد نبوی مراد نہیں، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ بعض روایات میں بجائے مَسْجِدُنَا کے اَلْمَسَاجِدُ ہے۔

یعنی اگر مسجد انسانوں سے خالی بھی ہو تب بھی وہاں بد بو لے کر نہ جائے کہ وہاں رحمت کے فرشتے ہر وقت رہتے ہیں اس کی بد بو سے ایذاء پائیں گے۔ خیال رہے کہ مسجد کے فرشتے رحمت کے فرشتے ہیں، ان کی طبیعت نازک اور ان کا احترام زیادہ ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو ہر انسان کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں تو چاہیئے کہ کبھی یہ چیزیں نہ کھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ساتھی فرشتوں کی طبیعت اور قسم کی بنائی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے کسی مجمع میں بد بو دار منہ یا کپڑے لے کر نہ جائے تا کہ لوگوں کو ایذاء نہ پہنچے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ا ص ۶۶۷)

(1710) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّهُ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِي خُطْبَتِهِ: ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ تَأْكُلُوْنَ شَجَرَتَيْنِ مَا اَرَاهُمَا اِلاَّ خَبِيْثَتَيْنِ: الْبَصَلَ، وَالثُّوْمَ. لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِذَا وَجَدَ رِيْحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ اَمَرَ بِهٖ، فَاُخْرِجَ اِلَى الْبَقِيْعِ، فَمَنْ اَكَلَهُمَا، فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخاً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور دوران خطبہ فرمایا: اے لوگو! تم دو قسم کے درختوں سے کھاتے ہو جن کو میں برا سمجھتا ہوں۔ پیاز اور لہسن میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جس آدمی سے ان چیزوں کی بو آتی تو اس کو مسجد سے نکال کر باہر بقیع کی طرف نکال دیتے اور جو ان کو کھائے پکا کر کھائے تا کہ اس کی بو ختم ہو جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب نهى من أكل ثوما اوبصلا أو كراثا اونحوها عن حضور المسجد، جلد 2، ص 81، رقم 1286۔ السنن الكبرىٰ للبيهقى، باب مايومر به من اكل شيئاً من ذلك ان يميته بالطبخ، جلد 3، ص 78، رقم 5266۔ سنن النسائى الكبرىٰ، باب من يخرج من المسجد، جلد 2، ص 43، رقم 708۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضى الله عنه، جلد 1، صفحه 27، رقم 186

شرح حدیث: مسجدوں کو خوشبودار رکھیئے!

اُمّ المؤمنین حضرتِ سیّدتنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رِوایت فرماتی ہیں حُضورِ پُرنور، شافعِ یومُ النُّشور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے محلّوں میں مسجِدیں بنانے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ صاف اور خوشبودار رکھی جائیں۔

(سنن ابی داود، ج ا ص ۱۹۷ حدیث ۴۵۵)

ایک دوسری روایت میں ہے:

مَنْ تَطَيَّبَ لِلّٰهِ تَعَالٰى جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ رِيْحُهٗ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَمَنْ تَطَيَّبَ لِغَيْرِ اللهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ رِيْحُهٗ اَنْتَنُ مِنَ الْجِيْفَةِ

ترجمہ: یعنی جو اللہ (عزوجل) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اسکی خوشبو کستوری سے زیادہ مہک رہی ہوگی اور جو غیر اللہ (کو راضی کرنے) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اسکی بد بو مردار سے زیادہ ہوگی۔ (مصنف عبدالرزاق، ج ۴، ص ۳۱۹، حدیث ۷۹۳۲)

خوشبو کا استعمال مباح ہے لیکن اسمیں اچھی یا بری نیّت کرنے سے معاملہ کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے البتہ یہاں ایک

سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ خوشبو تو انسان اپنی ذات ہی کیلئے لگاتا ہے، اللہ تعالیٰ کیلئے لگانے کا کیا مطلب ہوا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص جمعۃ المبارک کے دن یا کسی اور وقت خوشبو لگاتا ہے تو اسکے بارے میں کئی باتوں کا گمان کیا جاسکتا ہے مثلاً یہ کہ وہ شخص محض لذت دنیا حاصل کرنا چاہتا ہے یا اسکے ذریعے لوگوں پر اپنی مالی حیثیت جتا کر تکبر کا اظہار کرتا ہے تا کہ اسکے ساتھی اس سے حسد کریں یا وہ لوگوں کو دکھانا چاہتا ہے تا کہ لوگوں کے دلوں میں اسکا رعب و دبدبہ بیٹھ بھی زیادہ ہوگی۔ البتہ پہلا ارادہ یعنی نفس کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا گناہ تو نہیں لیکن اسکے بارے میں سوال ضرور ہوگا۔ اور جس بندے سے سوال اور حساب و کتاب میں سختی ہو وہ برباد ہوگیا۔

اور جو آدمی دنیا میں مباح چیزوں کو استعمال کرتا ہے اگرچہ قیامت میں اسے عذاب نہیں ہوگا لیکن اسی حساب سے اسکی اُخروی نعمتیں کم کردی جائیں گی۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! غور کا مقام ہے اور کتنے بڑے نقصان کی بات ہے کہ آدمی فانی نعمتوں کے حصول میں جلد بازی کرے اور اُخروی نعمتوں کو ان پر قربان کردے۔ البتہ خوشبو لگانے میں اچھی نیتیں بھی کی جاسکتی ہیں۔

مثلاً:

(۱) جمعہ کے دن خوشبو لگانا پیارے آقا، سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اسی لئے خوشبو لگائے۔

(۲) مسجد اللہ (عزوجل) کا گھر ہے اور مسجد کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے چنانچہ اگر خوشبو اس لئے لگائی کہ مسجد کا احترام پیش نظر ہے نیز کیونکہ یہ شخص اللہ (عزوجل) کی زیارت کیلئے جارہا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے احترام میں خوشبو لگائی یا۔

(۳) مسلمانوں اور اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کو راحت پہنچانے کیلئے خوشبو لگائی تا کہ وہ سکون کے ساتھ عبادت الٰہی (عزوجل) میں مصروف رہ سکیں۔

(۴) یا اس لئے خوشبو لگائی کہ لوگ اسکی غیبت سے بچیں کیونکہ بدبودار شخص کے پیٹھ پیچھے اسکی برائی کا تذکرہ ضرور کیا جاتا ہے۔ (فیضانِ احیاء العلوم ص ۳۰)

169- بَابُ كَرَاهَةِ الْاِحْتِبَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ لِاَنَّهُ يَجْلِبُ النَّوْمَ فَيَفُوْتُ اسْتِمَاعُ الْخُطْبَةِ وَيُخَافُ انْتِقَاضُ الْوُضُوْءِ

جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے وقت احتباء یعنی گھٹنوں کو پیٹ سے ملا کر کپڑا باندھ کر بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ نیند کو کھینچتا ہے جس سے خطبہ کا سننا فوت ہوجائے گا اور وضو ٹوٹنے کا خوف ہے

(1711) عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْحِبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَا: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت معاذ بن انس جہنی ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احتباء سے منع فرمایا ہے جمعہ کے دن جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے دونوں نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن الترمذی، باب ماجاء فی کراهیة الاحتباء والامام یخطب، ج 2، ص 390، رقم 514 السنن الکبری للبیهقی، باب من کره الاحتباء فی هذه الحالة لمافیه من اجتلاب، جلد 3، ص 235، رقم 6123 المستدرك للحاکم، کتاب الجمعه، جلد 1، صفحه 427، رقم 1069 سنن ابوداؤد، باب الاحتباء والامام یخطب، جلد 1، صفحه 432، رقم 1112 صحیح ابن خزیمه، باب النهی عن الحبوة یوم الجمعة، جلد 3، صفحه 158، رقم 1815

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ اس بیٹھک میں نیند بھی آتی ہے اور ریح نکلنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ بزرگانِ دین تو فرماتے ہیں کہ دوزانو بیٹھ کر خطبہ سنے پہلے خطبہ میں ہاتھ باندھے اور دوسرے میں زانوؤں پر ہاتھ رکھے تو ان شاء اللہ دو رکعت کا ثواب ملے گا کیونکہ خطبہ فرض ظہر کے دو رکعتوں کے قائم مقام ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۶۲۰)

170- بَابُ نَهْيِ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِ عَشْرُ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَنْ يُّضَحِّيَ عَنْ أَخْذِ شَيْءٍ مِّنْ شَعْرِهٖ أَوْ أَظْفَارِهٖ حَتّٰى يُضَحِّيَ

جس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو وہ عشرہ ذی الحجہ شروع ہونے کے بعد ناخن اور بال قربانی سے پہلے نہ کاٹے

(1712) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَ لَهٗ ذِبْحٌ يَّذْبَحُهٗ، فَإِذَا أَهَلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ، فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهٖ شَيْئًا حَتّٰى يُضَحِّيَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ام سلمٰی ﷝ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس ذبح کا جانور ہو جس کو وہ ذبح کرے گا تو جب ذی الحج کا چاند نظر آجائے وہ اپنے بال یا ناخنوں میں سے کچھ بھی ہرگز نہ کاٹے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب نہی من دخل علیه عشر ذی الحجة وهو مرید التضحیة، جلد 6، ص 83، رقم 5236 صحیح ابن حبان، کتاب الاضحیة، جلد 13، صفحه 239، رقم 5917 سنن ابوداؤد، باب الرجل یاخذ من شعرة فی العشر وهو یرید ان یضحی، جلد 3، ص 51، رقم 2793 مسند ابی یعلی، مسند ام سلمة زوج النبی ﷺ، جلد 12، ص 348، رقم 6917 الالمام باحادیث الاحکام لابن دقیق العید، باب الهدی، جلد 2، ص 423، رقم 814

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو امیر وجوبًا یا فقیر نفلًا قربانی کا ارادہ کرے وہ بقرعید کا چاند دیکھنے سے قربانی کرنے تک ناخن بال اور مردار کھال وغیرہ نہ کاٹے نہ کٹوائے تاکہ حاجیوں سے قدرے مشابہت ہوجائے کہ وہ لوگ احرام میں حجامت نہیں کرا سکتے اور

تا کہ قربانی ہر بال ناخن کا فدیہ بن جائے، یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں، لہذا قربانی والے پر حجامت نہ کرانا بہتر ہے لازم نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اچھوں سے مشابہت بھی اچھی ہے۔

بلکہ جو قربانی نہ کر سکے وہ بھی اس عشرہ میں حجامت نہ کرائے، بقرعید کے دن بعد نماز حجامت کرائے تو ان شاء اللہ ثواب پائے گا، جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔ خیال رہے کہ مَنْ اَرَادَ سے بعض شوافع فرماتے ہیں کہ قربانی واجب نہیں صرف سنت ہے ورنہ یہ کیوں فرمایا جاتا کہ جو قربانی کرنا چاہے وہ حجامت نہ کرائے اور کہتے ہیں کہ حضرت صدیق و فاروق قربانی نہیں کرتے تھے تا کہ لوگ اسے واجب نہ سمجھ جاویں، مگر یہ دلیل بہت کمزور ہے کیونکہ حدیث شریف میں نماز جمعہ کے اور حج کیلئے بھی مَنْ اَرَادَ ارشاد ہوا ہے کہ فرمایا جو جمعہ پڑھنا چاہے وہ غسل کرے جو حج کرنا چاہے وہ جلدی کرے حالانکہ جمعہ بھی فرض ہے اور حج بھی، چونکہ جمعہ و حج ہر شخص پر فرض نہیں اور قربانی ہر شخص پر واجب نہیں اسی لیے اس طرح ارشاد ہوا، اور حضرت صدیق و فاروق کا قربانی نہ کرنا کہیں ثابت نہیں۔ (مرقاۃ) (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۶۸۵)

171-بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَلْفِ بِمَخْلُوْقٍ كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالسَّمَآءِ وَالْاٰبَاءِ وَالْحَيَاةِ وَالرُّوْحِ وَالرَّأْسِ وَحَيَاةِ السُّلْطَانِ وَنِعْمَةِ السُّلْطَانِ وَتُرْبَةِ فُلَانٍ وَالْاَمَانَةِ، وَهِيَ مِنْ اَشَدِّهَا نَهْيًا

مخلوق کے نام کی قسم کھانا منع ہے جیسے نبی کریم، کعبہ، فرشتے آسمان، آباؤ اجداد زندگی، روح، سر، بادشاہ کی زندگی، بادشاہ کی نعمت، فلاں کی قبر اور امانت کی قسم اور ان آخری الفاظ کی سب سے زیادہ سخت ممانعت ہے

(1713) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا، فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ، اَوْ لِيَصْمُتْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحِ: "فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَوْ لِيَسْكُتْ".

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو اپنے باپوں کے ناموں سے حلف اٹھانے سے منع فرماتا ہے جس نے حلف اٹھانا ہو وہ اللہ کے نام پر حلف دے یا خاموش رہے۔ (متفق علیہ) صحیح کی ایک روایت میں ہے جس نے حلف اٹھانا ہو وہ صرف اللہ کے نام کا حلف اٹھائے یا خاموش رہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من لم یرا کفار من قال ذلك متأولا او جاهلا، جلد 5، ص 226، رقم 5757 صحیح مسلم، باب النهی عن الحلف بغیر الله، جلد 5، ص 80، رقم 4346 السنن الصغرٰی للبیهقی، باب الحلف بالله دون غیره، جلد 3، صفحه 218، رقم 4356 موطا امام مالك، باب جامع الایمان، جلد 2، صفحه 480، رقم 1020 سنن ابو داؤد، باب فی کراهیة الحلف بالاباء، جلد 3، صفحه 217، رقم 3251

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی غیر خدا کی قسم کھانے سے منع فرمایا گیا، چونکہ اہل عرب عموماً باپ دادوں کی قسم کھاتے تھے اس لیے اسی کا ذکر ہوا، غیر خدا کی قسم کھانا مکروہ ہے، وہ جو حدیث شریف میں ہے افلح وابی یعنی قسم میرے والد کی وہ کامیاب ہوگیا وہ قسم شرعی نہیں محض تاکید کلام کے لیے ہے اور یہاں شرعی قسم سے ممانعت ہے یا وہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے یا وہ بیان جواز کے لیے ہے یہ حدیث بیان کراہت کے لیے۔ (مرقات)

اللہ سے مراد رب تعالیٰ کے ذاتی و صفاتی نام ہیں لہذا قرآن شریف کی قسم کھانا جائز ہے کہ قرآن شریف کلام اللہ کا نام ہے اور کلام اللہ صفت الٰہی ہے، قرآن مجید میں زمانہ، انجیر، زیتون وغیرہ کی قسمیں ارشاد ہوئیں وہ شرعی قسمیں نہیں نیز یہ احکام ہم پر جاری ہیں نہ کہ رب تعالیٰ پر۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۳۲۲)

(1714) وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحْلِفُوا بِالطَّوَاغِيْ، وَلَا بِآبَائِكُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "الطَّوَاغِيْ": جَمْعُ طَاغِيَةٍ، وَهِيَ الْأَصْنَامُ. وَمِنْهُ الْحَدِيْثُ: "هٰذِهِ طَاغِيَةُ دَوْسٍ" أَيْ: صَنَمُهُمْ وَمَعْبُوْدُهُمْ. وَرُوِيَ فِيْ غَيْرِ مُسْلِمٍ: "بِالطَّوَاغِيْتِ جَمْعُ طَاغُوْتٍ، وَهُوَ الشَّيْطَانُ وَالصَّنَمُ.

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بتوں کی قسمیں نہ کھاؤ نہ اپنے باپ دادا کی۔ (مسلم) طواغی: طاغیہ کی جمع ہے اس کا معنی بت ہے اس معنی میں طاغیہ دوس قبیلہ کا بت اور معبود مراد ہے۔ اور مسلم کی روایت کے سوا دو روایات میں طواغیت بھی آیا ہے جو طاغوت کی جمع ہے اس کا معنی شیطان اور بت ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من حلف باللات والعزی فلیقل لا الہ الا اللہ، جلد 5، ص 82، رقم 4351 سنن ابن ماجہ، باب النھی ان یحلف بغیر اللہ، جلد 1، صفحہ 678، رقم 2095 مسند ابن أبی شیبة، من اسمہ عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ، صفحہ 161، رقم 860 مسند البزار، مسند سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 158، رقم 4658 مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان والنذور، الفصل الاول، جلد 2، صفحہ 276، رقم 3408

شرح حدیث: قسم اٹھانا مکروہ

امام نووی رحمہ اللہ کا قول ہے: رب کائنات کے اسماء اور صفات کے علاوہ ہر چیز کی قسم اٹھانا مکروہ ہے چاہے نبی علیہ السلام ہوں یا کعبہ یا فرشتے یا امانت، زندگی یا روح وغیرہ ہوان سب سے زیادہ بری امانت کی قسم ہے۔۔۔ علماء کا قول ہے: غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے منع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ جس کی قسم اٹھائی جاتی ہے قسم اس کی تعظیم کا تقاضا کرتی ہے اور عظمت کی حقیقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ مذکورہ احادیث کا ظاہر قسم کو اللہ کے ساتھ خاص کرتا ہے لیکن فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ قسم اللہ کی اور اس کی ذات اور بلند صفات سے بھی منعقد ہوجاتی ہے

(1715) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سید عالم ﷺ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

نے فرمایا: جس نے امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں۔ اسے ابوداؤد نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی کراهية الحلف بالامانة، جلد 3، ص 218، رقم 3255 السنن الكبرى للبيهقى، باب من حلف بغير الله ثم حنث او حلف بالبراة من الاسلام، جلد 10، ص 30، رقم 20331 مسند البزار، مسند بريدة بن الحصيب رضى الله عنه، جلد 2، صفحه 141، رقم 4426 جامع الاصول فى احاديث الرسول، الفصل الثانى، فيما نهى عن الحلف به، جلد 11، ص 656، رقم 9284

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر امانت سے مراد شرعی احکام ہیں یعنی نماز روزہ وغیرہ تو یہ قسم ناجائز ہے اور اس میں کفارہ نہیں، قرآن کریم میں شرعی احکام کو امانت فرمایا گیا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یہ قسمیں کفار کھاتے تھے نماز کی قسم وغیرہ، اور اگر مراد امانت اللہ ہے تو قسم معتبر ہے اسی پر کفارہ واجب کہ امانت اللہ کی صفت ہے اور صفات الٰہی کی قسم معتبر ہے جیسے اللہ کے علم یا قدرت یا سمع بصر کی قسم، رب تعالٰی کا نام شریف امین بھی ہے۔ (مرقات، واشعہ) خیال رہے کہ جو کہے بسم اللہ میں یہ کروں گا اگرچہ قسم ہی کی نیت سے کہے قسم نہ ہوگی کہ یہ عرف کے خلاف ہے ایسے ہی حق اللہ کی قسم معتبر نہیں۔ (مِرْاٰۃ المناجیح، ج۵ ص۲۳۵)

(1716) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ فَقَالَ: اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنَ الْاِسْلَامِ، فَاِنْ كَانَ كَاذِبًا، فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَاِنْ كَانَ صَادِقًا، فَلَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الْاِسْلَامِ سَالِمًا". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قسم اٹھائی اور کہا کہ یہ کام کروں تو میں اسلام سے بری ہوں اگر وہ جھوٹا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے کہا اور اگر سچا ہے تو پھر بھی اسلام کی طرف سلامتی سے نہیں لوٹا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب ماجاء فى الحلف بالبراة وبملة غير الاسلام، جلد 3، ص 219، رقم 3260 المستدرك للحاكم، كتاب الايمان والنذور، جلد 4، صفحه 331، رقم 7818 مسند امام احمد بن حنبل، حديث بريدة الاسلمى رضى الله عنه، جلد 5، ص 355، رقم 23056 مسند البزار، مسند بريدة بن الحصيب رضى الله عنه، جلد 2، ص 139، رقم 4405 مشكاة المصابيح، كتاب الايمان والنذور، الفصل الاول، جلد 2، ص 278، رقم 3421

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یوں کہے کہ اگر میں نے یہ کیا ہو تو میں اسلام سے بری و دور ہو جاؤں گا اور وہ جانتا ہے کہ اس نے یہ کام کیا اس وقت جھوٹ بول رہا ہے۔

یعنی اسلام سے بری دور ہو ہی جائے گا۔ یہ فرمان انتہائی ڈرانے کے لیے ہے جیسے فرمایا گیا جو نماز چھوڑے اس نے کفر کیا۔ مطلب یہ ہے کہ اس قسم میں اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ خیال رہے کہ اگر گزشتہ پر یہ قسم کھائی ہے تو صرف گناہ ہوگا

کفارہ نہ ہوگا کیونکہ غموس قسم میں کفارہ نہیں ہوتا۔ اگر آئندہ پر یہ الفاظ بولے کہ اگر میں یہ کام کروں تو اسلام سے بیزار و بری ہوجاؤں اگر حلال کو حرام کرنے کے لیے کہا ہے تو قسم ہوجائے گی کہ تحریم حلال قسم ہے۔

یعنی اگر اپنے کو سچا سمجھ کر یہ کلمات کہے اور واقعہ تھا وہ جھوٹا تب بھی اس نے بڑا گناہ کیا مثلاً اس نے کہا کہ اگر میں نے فلاں سے بات کی ہو تو میں اسلام سے دور ہوجاؤں خیال تھا کہ میں نے بات نہیں کی مگر کی تھی، تب بھی اس کلمہ میں گناہ ہے کہ اس نے اسلام کو معمولی دیکھا سمجھا، یہ ہی حکم ہے یہ کہنے کا میں نماز و روزہ حج زکوۃ سے بری ہوں، کیونکہ اسلامی احکام کو ہلکا جاننا بات بات پر ان سے بیزاری کا اظہار کرنا بڑا ہی خطرناک ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۳۳۶)

(1717) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ: لَا وَالْكَعْبَةِ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللّٰهِ، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ، فَقَدْ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ". وَفَسَّرَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ قَوْلَهٗ: "كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ" عَلَى التَّغْلِيْظِ. كَمَا رُوِيَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلرِّيَاءُ شِرْكٌ".

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو سنا کہ کعبہ کی قسم اٹھا رہا ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ کے غیر کے ساتھ قسم نہ اٹھا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے اللہ کے غیر کے نام کے ساتھ قسم اٹھائی اس نے کفر کیا یا فرمایا شرک کیا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ بعض علما نے وضاحت کی کہ کفر اور شرک تغلیظ کے طور پر ہے جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ میں روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ریا شرک ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ماجاء فی کراهية الحلف بغير الله، جلد 3، ص 46، رقم 1535 السنن الکبرٰی للبیهقی، باب کراهية الحلف بغير الله عزوجل، جلد 10، ص 29، رقم 20324 المستدرك للحاكم، كتاب الايمان والنذور، جلد 6، صفحه 318، رقم 7814 سنن ابوداؤد، باب فی کراهية الحلف بالآباء، جلد 3، صفحه 217، رقم 3253 صحيح ابن حبان، كتاب الايمان، جلد 10، ص 199، رقم 4358

شرح حدیث: اللہ عزوجل کی قسم

اللہ عزوجل کے جتنے نام ہیں اون میں سے جس نام کے ساتھ قسم کھائے گا قسم ہوجائیگی خواہ بول چال میں اوس نام کے ساتھ قسم کھاتے ہوں یا نہیں۔ مثلاً اللہ (عزوجل) کی قسم، خدا کی قسم، رحمن کی قسم، رحیم کی قسم، پروردگار کی قسم۔ یوہیں خدا کی جس صفت کی قسم کھائی جاتی ہو اوس کی قسم کھائی ہوگئی مثلاً خدا کی عزت و جلال کی قسم، اوس کی کبریائی (2) کی قسم، اوس کی بزرگی یا بڑائی کی قسم، اوس کی عظمت کی قسم، اوس کی قدرت و قوت کی قسم، قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم، ان الفاظ سے بھی قسم ہوجاتی ہے حلف کرتا ہوں، قسم کھاتا ہوں، میں شہادت دیتا ہوں، خدا گواہ ہے، خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ مجھ پر قسم ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں یہ کام نہ کروں گا۔ اگر یہ کام کرے یا کیا ہو تو یہودی ہے یا نصرانی یا کافر یا کافروں کا شریک،

مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو۔ بے ایمان مرے، کافر ہو کر مرے، اور یہ الفاظ بہت سخت ہیں کہ اگر جھوٹی قسم کھائی یا قسم توڑ دی تو بعض صورت میں کافر ہو جائے گا۔ جو شخص اس قسم کی جھوٹی قسم کھائے اوس کی نسبت حدیث میں فرمایا: وہ ویسا ہی ہے جیسا اوس نے کہا۔ یعنی یہودی ہونے کی قسم کھائی تو یہودی ہو گیا۔ یوہیں اگر کہا خدا جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے اور یہ بات اوس نے جھوٹ کہی ہے تو اکثر علماء کے نزدیک کافر ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الأیمان، الباب الثانی فیما یکون یمینا۔۔۔إلخ، الفصل الاول، ج ۲، ص ۵۲۔۵۴) (والدر المختار ورد المحتار، کتاب الأیمان، مطلب: فی الفرق۔۔۔إلخ، ج ۵، ص ۴۹۹۔۵۰۳، وغیرہا)

172- بَابُ تَغْلِيظِ الْيَمِينِ الْكَاذِبَةِ عَمْدًا

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا سخت منع ہے

(1718) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلَى مَالِ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ، لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ" قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: (اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝) (آل عمران: 77). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کے مال پر ناحق حلف اٹھایا وہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ناراضگی کی حالت میں ملے گا پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی تصدیق میں اللہ عزوجل کی کتاب کی ہم پر تلاوت سے کی "وہ لوگ جو اللہ کے وعدہ اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی رقم خریدتے ہیں۔ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے نہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف قیامت کے روز نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الخصومة فی البئر و القضاء فیها، جلد 2، ص 831، رقم 2229 صحیح مسلم، باب وعید من اقتطع حق مسلم بیمین فاجرة بالنار، جلد 1، ص 86، رقم 374 الاحاد و المثانی لاحمد الشیبانی، حدیث عدی بن عدی الکندی، جلد 4، ص 396، رقم 2445 السنن الکبری للبیهقی، باب من قال علی عهد الله یرید به یمینا، جلد 10، ص 44، رقم 20403 المنتقی لابن الجارود، باب ما جاء فی الاحکام، جلد 1، صفحہ 251، رقم 1004

شرح حدیث: جھوٹی قسم کھانے والے تاجر کیلئے دردناک عذاب ہے

حضرتِ سیِّدُنا ابو ذر غِفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نہ کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف نظرِ کرم فرمائے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے حبیب، حبیبِ لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی تو میں نے عرض کی: وہ تو تباہ و برباد ہو گئے، وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: (۱) متکبر سے اپنا تہبند لٹکانے والا اور (۲) احسان جتلانے والا

اور (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچنے والا۔ (صحیح مسلم ص ۶۷ حدیث ۱۷۱ (۱۰۶))

جھوٹی قسم سے بَرَکت مٹ جاتی ہے

اِس روایت سے خُصوصًا وہ تاجِر وُکاندار حضرات عبرت پکڑیں جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرتے ہیں، اشیاء کے عُیوب (یعنی خامیاں) چھپانے اور ناقِص وگھٹیا مال پر زیادہ نَفع کمانے کی خاطر پے در پے قسمیں کھائے چلے جاتے ہیں اور اس میں کسی قِسم کی عار (یعنی شرم وجھجک) محسوس نہیں کرتے، اِن کیلئے لمحۂ فکریہ ہے کہ شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالِک ومختار باِذنِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جھوٹی قسم سے سودا فروخت ہوجاتا ہے اور بَرَکت مِٹ جاتی ہے۔ (کنز العمّال ج ۱۶، ص ۲۹۷ حدیث ۴۶۳۷۶) ایک اور جگہ فرمایا: ''قسم سامان بکوانے والی ہے اور بَرَکت مِٹانے والی ہے۔'' (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۵ حدیث ۲۰۸۷)

مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: بَرَکت (مِٹ جانے) سے مُراد آیندہ کاروبار بند ہوجانا ہو یا کئے ہوئے بیوپار میں گھاٹا (یعنی نقصان) پڑ جانا یعنی اگر تم نے کسی کو جھوٹی قسم کھا کر دھوکے سے خراب مال دے دیا وہ ایک بار تو دھوکا کھا جائے گا مگر دوبارہ نہ آئے گا نہ کسی کو آنے دے گا، یا جو رقم تم نے اُس سے حاصل کرلی اُس میں بَرَکت نہ ہوگی کہ حرام میں بے برکتی ہے۔ (مراۃ المناجیح ج ۴ ص ۲۴۴)

(1719) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ بِیَمِیْنِهٖ، فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ. وَحَرَّمَ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: وَاِنْ كَانَ شَیْئًا یَسِیْرًا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "وَاِنْ كَانَ قَضِیْبًا مِّنْ اَرَاكٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی ﷺ سے روایت ہے کہ حضور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان آدمی کا حق اپنی قسم کے ساتھ کاٹا اللہ نے اس کے لیے آگ لازم کردی اور اس پر جنت حرام کردی تو ایک آدمی نے عرض کیا: (یارسول اللہ) اگرچہ وہ معمولی چیز ہو فرمایا اگرچہ پیلو کی شاخ بھی ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب ندب من حلف یمینا فرأى غيرها خير امنها أن يأتى الذى، جلد 5، ص 85، رقم 4361 سنن ترمذی، باب ماجاء فی الکفارة قبل الحنث، جلد 2، صفحه 107، رقم 1530 السنن الصغرى للبيهقى، باب الكفارة بالمال قبل الحنث، جلد 3، ص 229، رقم 4394 سنن النسائى الكبرىٰ، باب الكفارة قبل الحنث، جلد 3، ص 127، رقم 4723

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: وہ مارا ہوا حق مال ہو یا کوئی اور چیز جیسے حقِ قذف (تہمت) بیوی کی باری کا حق یا مردار کی کھال یا وہ نجاستیں جو مال نہیں مگر ان کا استعمال جائز ہے، یہ حدیث ان سب حقوق کو شامل ہے۔ (مرقات) پھر حق حقیر ہو یا عظیم۔ مسلمان کی قید اہتمام ظاہر کرنے کے لیے ہے ورنہ ذمی اور مستامن کافر کا حق مار لینے کی بھی یہ ہی سزا ہے لہذا احدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا

کہ ذمی کافر کا حق مار لینا جائز ہے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدماءھم کدماءنا واموالھم کاموالنا ان کافروں کے خون اور مال مسلمانوں کے خون و مال کی طرح محترم ہیں اس لیے اگر مسلمان ذمی کافر کا مال چوری کرے تو اس کا ہاتھ کٹے گا۔

اگر اس مجرم نے یہ کام حلال جان کر کیے تو کافر ہوا اور دائمی جہنم کا حقدار اور اگر حرام سمجھ کر کیا تو ابرار کے ساتھ جنت کا اول داخلہ اس پر حرام ہو گیا، اشرار کے ساتھ اولاً سزا پائے گا پھر ایمان کی برکت سے بخشا جائے گا کیونکہ مسلمان کے لیے دوزخ میں ہیشگی نہیں۔

عرب میں پیلو (وان) بہت معمولی درخت ہے، پھر اس کی شاخ جس کی مسواک ہوتی ہے وہ تو بہت ہی حقیر چیز ہے اس لیے معمولی چیز کو اس سے تشبیہ دے دیتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح ج ۴ ص ۳۴۴)

(1720) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْكَبَائِرُ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ: أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا الْكَبَائِرُ؟ قَالَ: "الْإِشْرَاكُ بِاللهِ" قَالَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "الْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ" قُلْتُ: وَمَا الْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ؟ قَالَ: "الَّذِيْ يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ! يَعْنِيْ بِيَمِيْنٍ هُوَ فِيْهَا كَاذِبٌ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبیرہ گناہ اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا جان کو قتل کرنا اور ارادہ سے کسی کے کام پر جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری) اور ان کی ایک اور روایت میں ہے ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا عرض کی: یارسول اللہ! کبیرہ گناہ کون سے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جھوٹی قسم کھانا اس نے عرض کی جھوٹی قسم کیا ہوتی ہے۔ فرمایا: وہ جو مسلمان آدمی کا مال ہتھیا لے یعنی ایسی قسم کے ساتھ جس میں وہ جھوٹا ہو۔

شرح حدیث: جھوٹی قسم کی سزا

اسرائیلیات میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: یارب عزوجل! جو تیرے نام کی جھوٹی قسم اٹھائے اس کی سزاء کیا ہے؟ فرمایا: میں اس کی زبان کو آگ کے دوانگاروں کے درمیان پاٹ دوں گا۔ عرض کیا: یارب عزوجل! تو جو جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال لوٹ لے اس کی سزا کیا ہے؟ فرمایا: میں جنت سے اس کا حصہ کاٹ دوں گا۔

(بحر الدموع ص ۲۸۹)

جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر چھوڑتی ہے

جھوٹی قسم کے نقصانات کا نقشہ کھینچتے ہوئے میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر چھوڑتی ہے (فتاوی رضویہ مخرجہ ج ۶ ص ۶۰۲)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: جھوٹی قسم گزشتہ بات پر دانستہ (یعنی جان بوجھ کر کھانے والے پر اگرچہ) اس کا کوئی کفّارہ نہیں، (مگر) اس کی سزا یہ ہے کہ جہنّم کے کھولتے دریا میں غوطے دیا جائے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۱۱)

173- بَابُ نَدْبِ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا اَنْ يَّفْعَلَ ذٰلِكَ الْمَحْلُوْفَ عَلَيْهِ ثُمَّ يُكَفِّرَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ

جو کوئی حلف اٹھائے پھر اس سے کوئی کام بہتر دیکھے جس پر قسم اُٹھائی تو وہ کرلے جس کو بہتر دیکھے اور قسم کا کفارہ دے دے

(1721) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ، فَرَاَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، فَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَّ كَفِّرْ عَنْ يَّمِيْنِكَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو کسی کام پر قسم اٹھا لے پھر اس کے سوا تو اس سے بہتر دیکھے تو وہ کر جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:
جو شخص گناہ کرنے یا فرائض ادا نہ کرنے کی قسم کھالے مثلاً خدا کی قسم میں شراب پیوں گا یا نماز نہ پڑھوں گا تو ایسی قسم کا توڑنا اور کفارہ ادا کردینا واجب ہے اور جو غیر مناسب کام کی قسم کھالے مثلاً خدا کی قسم میں ایک ماہ تک اپنی بیوی سے صحبت نہ کروں گا ایسی قسم کا توڑ دینا مستحب ہے، اور جائز کاموں کی قسموں کا پورا نہ کرنا ضروری ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ جیسے قسم رب کی میں یہ روٹی نہ کھاؤں گا، یہ کپڑا نہ پہنوں گا۔
مگر ہر قسم کی قسم توڑنے میں کفارہ واجب ہے کیونکہ قسم تو اللہ تعالٰی کے نام کی حرمت کے اظہار کے لیے ہے کہ اس نے رب کو ضامن دے کر ایک وعدہ کیا مگر پورا نہ کیا نام پاک کی اس میں بے حرمتی کی تو کفارہ دے۔ (مراۃ المناجیح ج ۵ ص ۳۲۷)

(1722) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ، فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ، وَلْيَفْعَلِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی بات پر قسم اٹھائی پھر دوسری بات کو اس سے بہتر دیکھا تو وہ اپنی قسم کا کفارہ دے دے اور وہ کرے جو بہتر ہے۔ (مسلم)

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:
اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ قسم پہلے توڑے کفارہ بعد میں دے، واؤ صرف جمع چاہتا ہے ترتیب نہیں چاہتا، یہ امر بعض موقعوں پر وجوب کے لیے ہوگا، بعض موقعوں پر استحباب کے لیے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا۔ (مراۃ المناجیح ج ۵ ص ۳۲۸)

(1723) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنِّيْ وَاللّٰهِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ، ثُمَّ اَرٰى خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِيْنِيْ، وَاٰتَيْتُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں انشاء اللہ کسی کام پر حلف اٹھاؤں پھر دیکھوں جو اس سے بہتر ہے تو میں اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا اور وہ کروں گا جو اس سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، جلد 6، ص 244، رقم الحدیث 6249 صحیح مسلم، باب ندب من حلفا یمینا فرأی غیرھا خیرا منھا أن یاتی الذی ھو خیر، جلد 5، ص 82، رقم 4352 السنن الکبریٰ للبیھقی، باب الحلف باللہ عزوجل اوباسم من اسماء اللہ، جلد 10، ص 26، رقم 20302 سنن ابوداؤد، باب الرجل یکفر قبل ان یحنث، جلد 3، صفحہ 195، رقم 3278 سنن ابن ماجہ، باب من حلف علی یمین فرأی غیرھا خیر امنھا، جلد 1، ص 681، رقم 2107

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

یہاں یمین سے مراد وہ کام ہے جس پر قسم کھائی جائے لہذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر یہ اعتراض نہیں کہ حلف اور یمین تو ایک ہی چیز ہے پھر علیٰ یمین کے لیے؟

یعنی قسم توڑ کر کفارہ دوں گا یا کفارہ دینے کا ارادہ کرلوں گا پھر قسم توڑوں گا کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کیسا کیونکہ قسم توڑنا کفارہ کا سبب ہے اور کبھی حکم سبب سے پہلی نہیں ہوسکتا، وقت سے پہلے نماز، رمضان سے پہلے روزہ جائز نہیں اسی طرح قسم توڑنے سے پہلے کفارہ درست نہیں۔ خیال رہے کہ امام شافعی کے ہاں کفارہ مالی حنث سے پہلے ہوسکتا ہے مگر روزہ کفارہ حنث سے پہلے نہیں ہوسکتا یعنی قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کے روزے نہیں رکھ سکتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کفارہ کا سبب قسم ہے حنث تو اسکی شرط ہے، رب تعالیٰ نے فرمایا: كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ کفارہ کو قسم کی طرف منسوب فرمایا، نسبت سے معلوم ہوا کہ کفارہ کا سبب قسم ہے جیسے کہا جاتا ہے رمضان کے روزے عصر کی نماز، کعبہ کا حج، نسبت واضافت سبب ہونے کی علامت اور حکم اپنے سبب پر مقدم نہیں ہوتا، شرط پر مقدم ہوسکتا ہے۔ سال سے پہلے زکوۃ دے سکتے ہیں، ہمارے امام اعظم کے ہاں کوئی کفارہ مالی ہو یا بدنی حنث سے پہلے جائز نہیں کیونکہ کفارہ کا سبب حنث ہے نہ قسم کفارہ کے معنی ہیں گناہ مٹانے یا چھپانے والی چیز قسم کھانا گناہ نہیں قسم توڑنا گناہ ہے لہذا توڑنا ہی سبب کفارہ ہوا اور حکم سبب سے پہلے نہیں ہوسکتا قرآن کریم میں کفارہ کی نسبت شرط کی طرف ہے جیسا کہا جاتا ہے اس سال کی زکوۃ، دیکھو سال زکوۃ کی شرط ہے سبب نہیں مگر اضافت ہو رہی ہے پھر شوافع جب قسم کو کفارہ کا سبب مانتے ہیں تو روزوں کو مقدم کرنا درست کیوں مانتے ہیں۔

مثلاً اگر قسم کھائی جائے کہ میں اپنے والد سے کلام نہ کروں گا تو چاہیے کہ قسم توڑ دے اپنے والد سے کلام کرے پھر کفارہ دے دے۔ خیال رہے کہ واؤ جمع کے لیے ہے ترتیب کے لیے نہیں لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کفارہ پہلے دے پھر قسم توڑے، بعض روایات میں ثم وارد ہوا فلیکفر عن یمینہ ثم لیأت بالذی ھو خیر مگر یہ روایت درست نہیں۔ مسلم، بخاری میں وارد ہے یہاں مرقات نے ثم اور واؤ کی روایات میں بہت عمدہ بحث کی ہے واؤ کی روایت کو ترجیح

دی اگرچہ کی روایات صحیح بھی ہوں تو بھی شوافع کے خلاف ہیں کہ وہ بھی کفارہ کا مقدم کرنا واجب نہیں مانتے صرف جائز مانتے ہیں مگر اس روایت سے ثابت ہوگا کہ کفارہ پہلے دینا قسم بعد میں توڑنا واجب ہے۔ (مراۃ المناجیح ج۵ ص۳۲۶)

(1724) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاَنْ يَّلَجَّ اَحَدُكُمْ فِيْ يَمِيْنِهٖ فِيْ اَهْلِهٖ اٰثَمُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ اَنْ يُّعْطِيَ كَفَّارَتَهُ الَّتِيْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَوْلُهٗ: "يَلَجَّ بِفَتْحِ اللَّامِ وَتَشْدِيْدِ الْجِيْمِ اَيْ: يَتَمَادٰى فِيْهَا، وَلَا يُكَفِّرُ، وَقَوْلُهٗ: "اٰثَمُ هُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ، اَيْ: اَكْثَرُ اِثْمًا.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کا اپنے گھر والوں کے بارے قسم پر ضد کرنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے لیے اس سے زیادہ گناہ کا باعث ہے کہ وہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے جو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔ (متفق علیہ) یلج: لام پر زبر اور جیم پر شد کے ساتھ اس کا مطلب ہے اس پر ڈٹا رہے اور کفارہ ادا نہ کرے اور اثم: ثا مثلثہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے گناہ زیادہ کرنا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، جلد 6، صفحہ 244، رقم الحدیث 6250 صحیح مسلم، باب النهی عن الاصرار علی الیمین فیما یتأذی به اهل الحالف مالیس حرام، جلد 5، ص 88، رقم 4381 السنن الکبری للبیهقی، باب من حلف علی یمین فرای خیرا منها فلیات الذی هو خیر، جلد 10، ص 32، رقم 20347 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 317، رقم 8193 مشکوة المصابیح، کتاب الایمان والنذور، الفصل الاول، جلد 2، ص 277، رقم 3414

شرح حدیث: مُفَسّرِ شہیر حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

یلجی کے فتح لام کے کسرہ اور جیم کے شد سے لجاءٌ ولجاجۃ کا مضارع ضرب یضرب سے لجاجہ کے معنے ہیں اڑ جانا، مصر ہو جانا، قائم رہنا یعنی جو شخص اپنے گھر والوں میں سے کسی کا حق فوت کرنے پر قسم کھالے مثلاً یہ کہ میں اپنی ماں کی خدمت نہ کروں گا یا بیوی سے ایک دو ماہ صحبت نہ کروں گا۔

یعنی ایسی قسموں کا پورا کرنا گناہ ہے اس پر واجب ہے کہ ایسی قسمیں توڑے اور گھر والوں کے حقوق ادا کرے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ۔ خیال رہے کہ یہاں اثم تفضیل مقابلہ کے لیے نہیں، یہ مطلب نہیں کہ یہ قسم پوری نہ کرنا بھی گناہ مگر پوری کرنا زیادہ گناہ ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی قسم پوری کرنا بہت بڑا گناہ ہے پوری نہ کرنا ثواب کہ اگرچہ رب تعالیٰ کے نام کی بے ادبی قسم توڑنے میں ہوتی ہے اسی لیے اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے مگر یہاں قسم نہ توڑنا زیادہ گناہ کا موجب ہے۔ (مراۃ المناجیح ج۵ ص۳۲۶)

174- بَابُ الْعَفْوِ عَنْ لَغْوِ الْيَمِيْنِ وَاَنَّهٗ لَا كَفَّارَةَ فِيْهِ، وَهُوَ مَا يَجْرِيْ عَلَى اللِّسَانِ

لغو قسم معاف ہے اس میں کفارہ نہیں وہ وہ ہے جو بلا ارادہ زبان پر جاری

بِغَيْرِ قَصْدِ الْيَمِيْنِ كَقَوْلِهِ عَلَى الْعَادَةِ: لَا وَاللهِ، وَبَلٰى وَاللهِ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ

ہو جائے جیسے لا واللہ، بلی واللہ وغیرہ اور اس قسم کے الفاظ

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ) (المائدۃ: 89).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم کو اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں لغو کی وجہ سے گرفت نہیں فرماتا لیکن اس پر گرفت فرماتا ہے جن قسموں کا تم نے ارادہ کیا تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو متوسط کھانا دینا یا ان کو لباس دینا یا غلام آزاد کرنا ہے تو جس نے (یہ) نہ پایا تو اس پر تین دن کے روزے ہیں یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں اٹھاؤ اور اپنی قسموں کا خیال کرو۔

(1725) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: (لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ) فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ: لَا وَاللهِ، وَبَلٰى وَاللهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ یہ آیت اتری: ''اللہ تم کو تمہاری قسموں کی وجہ سے نہ پکڑے گا''۔ یہ آیت آدمی کے قول لا واللہ اور بلی واللہ کے بارے نازل ہوئی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب "لایؤاخذ کم اللہ باللغو فی ایمانکم" جلد 4، ص 168، رقم 4337۔ السنن الکبری للبیھقی، باب لغو الیمین، جلد 10، صفحہ 48، رقم 20427۔ المنتقی لابن الجارود، باب ماجاء فی الایمان، جلد 1، صفحہ 232، رقم 925۔ مسند الشافعی، الباب الاول فیما یتعلق بالیمین، جلد 1، صفحہ 135، رقم 245۔ مصنف عبد الرزاق، باب اللغو وماھو، جلد 8، صفحہ 473، رقم 15951۔

شرح حدیث: مفسرِ شہیر حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

قسم لغو وہ ہے جس میں نہ کفارہ ہو نہ گناہ، لغو بمعنے بے کار، قسم لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کے ہاں قسم لغو یہ ہے کہ بغیر ارادہ منہ واللہ باللہ نکل جائے جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے واللہ آئے واللہ جائے وغیرہ، یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے، ہمارے امام اعظم کے نزدیک قسم لغو یہ ہے کہ کسی بات پر اسے سچ سمجھ کر قسم کھائے مگر وہ ہو جھوٹ جیسے کسی کو زید کے آجانے کا یقین تھا وہ کہے قسم خدا کی زید آگیا لیکن وہ آیا نہ تھا، یہ قسم لغو ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس نے قسم لغو کی یہ ہی تفسیر فرمائی امام اعظم و امام احمد کا یہ ہی مذہب ہے لہذا ہمارے ہاں اگر بغیر قصد قسم نکل جانے پر قسم کے احکام جاری ہوں گے مثلاً عادت کے طور پر کہہ دے واللہ میں جاؤں گا واللہ کھاؤں گا اگر نہ جائے نہ کھائے تو کفارہ واجب ہوگا اگرچہ قسم کی نیت سے واللہ نہ کہا ہو، نذر کا بھی یہ ہی حکم ہے کہ بغیر قصد نذر کے الفاظ جاری ہونے سے نذر ہو جاتی ہے کیونکہ بعض احادیث میں ہے کہ تین چیزیں عمداً ہوں تب بھی درست ہیں خطاء یا بھول کر ہوں جب بھی درست، نکاح،

طلاق اور قسم۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ میری امت سے خطاء ونسیان اٹھا لیے گئے تو خطاء کی قسم پر احکام کیسے؟ مگر یہ کمزور سی بات ہے کیونکہ خطاء ونسیان پر سزا اٹھالی گئی نہ کہ احکام پر، روزے میں خطاء پانی پی لینے سے روزہ جاتا رہتا ہے اگر چہ اس پر گناہ نہیں ایسے خطاء قسم پر گناہ نہیں احکام مرتب ہیں۔ اس کی پوری بحث فتح القدیر میں اور مرقات میں اسی جگہ دیکھئے۔

یعنی شرح سنہ میں اس حدیث کے وہ الفاظ منقول ہیں جو مصابیح میں نقل فرمائے، وہ یہ ہیں قالت لغو الیمین قول الھمان لاواللہ وبلی واللہ۔ (اشعہ) (مراۃ المناجیح ج ۵ ص ۳۳۲)

175-بَابُ كَرَاهَةِ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ وَإِنْ كَانَ صَادِقًا

بیع میں حلف اٹھانا پسندیدہ نہیں اگر چہ سچا ہو

(1726) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْحِلْفُ مُنْفِقَةٌ لِّلسِّلْعَةِ، مُمْحِقَةٌ لِّلْكَسْبِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قسم سامان کے بکنے کا سبب ہے۔ برکت کے مٹنے کا سبب ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب یمحق اللہ الربا ویربی الصدقات، جلد 2، ص 785، رقم 1981 صحیح مسلم، باب النھی عن الحلف فی البیع، جلد 5، صفحہ 56، رقم 4209 السنن الکبری للبیھقی، باب کراھیۃ الیمین فی البیع، جلد 5، ص 265، رقم 10709 سنن ابوداؤد، باب فی کراھیۃ الیمین فی البیع، جلد 3، صفحہ 250، رقم 3337 مسند البزار، مسند أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 382، رقم 7755

شرح حدیث: مُفسّرِ شہیر حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:
ممکن ہے کہ یہاں الحلف میں الف لام عہدی ہو اور قسم سے مراد جھوٹی قسم ہو، برکت سے مراد آئندہ کاروبار بند ہو جانا ہو یا کیے ہوئے بیوپار میں گھاٹا پڑ جانا یعنی اگر تم نے کسی کو جھوٹی قسم کھا کر دھوکے سے خراب مال دے دیا وہ ایک بار تو دھوکہ کھا جائے گا مگر دوبارہ نہ آئے گا نہ کسی کو آنے دے گا یا جو رقم تم نے اس سے حاصل کر لی اس میں برکت نہ ہوگی کہ حرام میں بے برکتی ہے، صفائی معاملات سیکھو۔ (مراۃ المناجیح ج ۴ ص ۴۰۰)

(1727) وَعَنْ اَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "اِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ، فَاِنَّهُ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اپنے آپ کو بیع میں زیادہ حلف سے بچاؤ کیونکہ یہ سامان کو فروخت کروا دیتا ہے پھر برکت مٹا دیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النھی عن الحلف فی البیع، جلد 5، ص 56، رقم 4210 السنن الکبری للبیھقی، باب

کراھیة الیمین فی البیع، جلد 5، ص 265، رقم 10190 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبی قتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 297، رقم 22597 مصنف ابن ابی شیبہ، باب مانھی عنہ من الحلف، جلد 7، صفحہ 20، رقم 22633 مستخرج أبی عوانة، باب حظر کثرة الحلف فی البیع و وجوب اجتنابہ فیہ، جلد 6، ص 115، رقم 4448

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں زیادہ قسم سے ممانعت ہے تھوڑی قسموں کی اجازت ہے کہ تجارت میں کبھی قسم کھانی ہی پڑ جاتی ہے، بعض نے فرمایا کہ جھوٹی قسموں سے ممانعت ہے سچی قسم کی اجازت ہے مگر ترجیح اسے ہے کہ مطلقاً قسم سے ممانعت ہے، کثرۃ کا لفظ اتفاقی ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے: لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً۔ مقصد یہ ہے کہ خرید و فروخت میں سچی قسمیں بھی نہ کھاؤ کہ کبھی جھوٹی قسم بھی منہ سے نکل جائے گی نزلہ سے بچو تاکہ بخار سے محفوظ رہو۔

یُنَفِّقُ ف کے شد اور کسرہ سے ہے تنفیق کا مضارع، انفاق سے نہیں ہے، تنفیق بمعنی ترویج ہے یعنی قسم سے لوگ دھوکا کھا کر خرید لیتے ہیں اور مال چل پڑتا ہے مگر آئندہ کو جھوٹے تاجر کا اعتبار نہیں رہتا، تجارت اعتبار پر چلتی ہے۔ افسوس کہ یہ سبق مسلمان تاجر بھول گئے، کفار خصوصًا انگریزوں نے یاد کرلیا، آج ان کی راستبازی ضرب المثل بن چکی ہے اسی لیے وہ تجارت میں سب سے آگے ہیں۔ (مراۃ المناجیح ج ۴ ص ۳۹۹)

176- بَابُ کَرَاھَةِ اَنْ یَّسْاَلَ الْاِنْسَانَ بِوَجْهِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ غَیْرَ الْجَنَّةِ، وَ کَرَاھَةِ مَنْعِ مَنْ سَاَلَ بِاللّٰهِ تَعَالٰی وَتَشَفَّعَ بِهٖ

یہ مکروہ ہے کہ آدمی اللہ عزوجل کی ذاتِ کا واسطہ دے کر جنت کے سوا کچھ اور مانگے اور جو اللہ تعالٰی کے نام پر مانگے اس کو نہ دینا بھی مکروہ ہے

(1728) عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَا یُسْاَلُ بِوَجْهِ اللّٰهِ اِلَّا الْجَنَّةُ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر جنت کے سوا کچھ نہ طلب کیا جائے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب کراھیة المسئالة بوجہ اللہ تعالی، جلد 2، ص 55، رقم 1673 جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الرابع فی احادیث متفرقة، جلد 10، ص 160، رقم 7644 مشکوۃ المصابیح، باب افضل الصدقة، جلد 1، ص 438، رقم 1944

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

شیخ نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے: ایک یہ کہ کسی شخص سے اللہ کے نام پر کچھ نہ مانگو کیونکہ اللہ تعالٰی کے نام پر مانگنے کی چیز جنت ہے اور یہ شخص جنت دے نہیں سکتا۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالٰی سے اس کے نام پر دنیاوی چیز نہ مانگو بلکہ اس کے نام پر اس سے جنت مانگو یہ عرض کرو اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ اَنْ تُدْخِلَنَا الْجَنَّةَ۔ فقیر احمد یار کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالٰی کے نام پر جنت مانگو جیسے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ

وسلم سے جنت مانگی اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ۔ بعض عشاق کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانگو اور جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ کو مانگو۔

خدایا از تو عشق مصطفےٰ را محمد صلی اللہ علیہ وسلم از تو مے خواہم خدا را

حضرت ربیعہ نے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور ہی کو مانگا مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت ہی میں ملیں گے اس لیے جنت بھی مانگ لی عرض کیا آپ سے آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں جو جنت میں ہوگی۔ (مراۃ المناجیح ج ۳ ص ۱۷۰)

(1729) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ، فَأَعِيْذُوْهُ، وَمَنْ سَأَلَ بِاللّٰهِ، فَأَعْطُوْهُ، وَمَنْ دَعَاكُمْ، فَأَجِيْبُوْهُ، وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوْا مَا تُكَافِئُوْنَهُ بِهِ فَادْعُوْا لَهُ حَتّٰى تَرَوْا أَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوْهُ"۔ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ بِأَسَانِيْدِ الصَّحِيْحَيْنِ۔

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کے ساتھ پناہ حاصل کرے اس کو پناہ دے دو اور جو اللہ کے نام پر مانگے اس کو دے دو اور جو تم کو دعوت دے۔ اس کی دعوت کو قبول کرو اور جس نے بھلائی کی تمہارے ساتھ اس کو بدلہ دو اگر تم کو بدلہ دینے کے لیے کچھ نہ ملے تو اتنی دعائیں دے دو کہ تم سمجھ لو اب اس کے احسان کا بدلہ ہو چکا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد اور نسائی نے صحیح اسانید کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب عطية من سأل الله، جلد 2، صفحه 52، رقم 1674 صحيح ابن حبان، باب المسألة والاخذ وما يتعلق به من المكافأة والثناء والشكر، جلد 8، ص 199، رقم 3408 السنن الكبرى للبيهقي، باب عطية من سأل بالله عزوجل، جلد 4، صفحه 199، رقم 8143 مسند عبد بن حميد، احاديث بن عمر، جلد 1، ص 256، رقم 806 مسند امام احمد، مسند عبدالله بن عمر، جلد 2، صفحه 95، رقم 5703

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شہیر حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:

یعنی جو تمہاری سختی یا غیر کی سختی سے تمہارے پاس اللہ کی پناہ مانگے تو اسے دیدو کہ اگر تم کسی کو مارنا چاہتے ہو تو معافی دے دو یا کوئی دوسرا اس پر سختی کرنا چاہتا ہے اور تم دفع کر سکتے ہو تو کہہ دو، یہ حکم اپنے ذاتی معاملات میں ہے، قوم یا دین کے مجرم کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے اگرچہ وہ کیسی ہی پناہ لے تاکہ امن و دین میں خلل نہ پڑے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ آپ نے فاطمہ مخزومیہ کو جس نے چوری کر لی تھی معافی نہ دی۔

بشرطیکہ وہ دعوت ممنوعات شرعیہ سے خالی ہو لہذا جس ولیمہ میں ناچ گانا خاص کھانے کی جگہ ہو وہاں نہ جائے ایسے ہی میت کے کھانے پر رسمی دعوت قبول نہ کرے لہذا یہ فرمان فتویٰ فقہاء کے خلاف نہیں۔

اس طرح کہ وہ جس قسم کا سلوک تم سے کرے قولی، عملی، مالی تم بھی اس سے ویسا سلوک کرو۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: هَلْ

جَزَآءُ الْاِحْسٰنِ اِلَّا الْاِحْسٰنُ اور فرماتا ہے: وَ اَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ۔ یہ حکم ہم جیسے کم ہمت لوگوں کے لیے ہے، ہمت والے تو اپنے دشمنوں کی برائی کا بدلہ معافی اور بھلائی سے کرتے ہیں۔ شعر

لیا ظلم کا عفو ہے انتقام — علیہ الصلوۃ علیہ السلام

اس طرح کہ کہو جزاك الله یا اس کا کھانا کھا کر کہو اللهم اطعم من اطعمنا واسق من سقانا وغیرہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جب کوئی سائل دعائیں دیتا تو آپ پہلے اسے دعائیں دیتیں پھر بھیک عطا فرماتیں کسی نے پوچھا کہ آپ عطا سے پہلے دعا کیوں دیتی ہیں فرمایا کہ میرا صدقہ عوض سے بچا رہے، رضی اللہ عنہا۔ (مرقات)

اس بنا پر حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ہی درود شریف پڑھنا چاہیئے کیونکہ کوئی شخص نہ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا بدلہ کر سکتا ہے اور نہ بقدر احسان دعائیں ہی دے سکتا ہے کہ ان کے احسانات ہر آن بے شمار پہنچ رہے ہیں، ہر کلمہ، ہر تلاوت، ہر نماز بلکہ ہر نیک عمل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر احسانات ہیں لہذا مرتے مرتے ان کو دعائیں دو یعنی درود پاک پڑھو۔ شعر

حی وباقی جس کی کرتا ہے ثنا — مرتے دم تک اس کی مدحت کیجئے
جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا — اس کے پیارے سے محبت کیجئے

(مراۃ المناجیح ج ۳ ص ۱۶۹)

177- بَابُ تَحْرِيْمِ قَوْلِهٖ: شَاهَنْشَاهُ لِلسُّلْطَانِ وَغَيْرِهٖ لِاَنَّ مَعْنَاهُ مَلِكُ الْمُلُوْكِ، وَلَا يُوْصَفُ بِذٰلِكَ غَيْرُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى

بادشاہ کو شہنشاہ کہنا حرام ہے کیونکہ اس کا (کہنا) معنی بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور یہ وصف اللہ سبحانہٗ کے لیے ہے اور کسی کے لیے نہیں

(1730) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رَجُلٌ تَسَمّٰى مَلِكَ الْاَمْلَاكِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: "مَلِكُ الْاَمْلَاكِ مِثْلُ: شَاهَنْشَاهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند نام اس آدمی کا ہے جو ملک الاملاک کہلائے۔ (متفق علیہ) سفیان بن عینیہ کہتے ہیں کہ ملک الاملاک شہنشاہ کی طرح ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب البغض الاسماء الی الله، جلد 8، صفحه 45، رقم 6205 صحیح مسلم، باب تحریم التسمی بملك الاملاك و بملك الملوك، جلد 6، صفحه 174، رقم 5734 السنن الکبری للبیهقی، باب مایکره ان لیسمی به، جلد 9، صفحه 306، رقم 19790 المستدرك للحاکم، کتاب الادب، جلد 6، صفحه 290، رقم 7724 سنن ابوداؤد، باب فی تغییر الاسم القبیح، جلد 4،

صفحہ 445، رقم 4963

شرحِ حدیث: مُفَسِّرِ شَہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

اس لیے کہ ان ناموں میں فخر وتکبر کا اظہار ہے نہ ذلت کے نام رکھو نہ فخر وتکبر کے۔ خیال رہے کہ ناموں کا اور حکم ہے القاب وخطابات کا دوسرا حکم۔ کسی کو ملک العلماء کا خطاب دینا ممنوع نہیں نام رکھنا ممنوع ہے، ملك الاملاك کا ترجمہ ہے بادشاہوں کا بادشاہ یعنی شہنشاہ اور ظاہر ہے کہ اس نام میں تکبر ہے۔ اس عبارت میں رجل سے پہلے نام محذوف ہے اور یہ اخنی الاسماء کی خبر ہے۔ (اشعہ)

یعنی حقیقی اور دائمی بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے بندوں کی بادشاہت وملکیت عارضی ہے ایسے نام رکھنے والا گویا رب تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے۔ خیال رہے کہ املاك جمع ہے ملك کی لام کے کسرہ سے اور مما لک جمع ہے ملک کی لام کے ضمہ سے ملوك جمع ہے ملک بمعنی بادشاہ کی مالک الملوک، مالک الاملاک اور مالک ممالک تمام نام ممنوع ہیں۔ خیال رہے کہ یہ ناراضی جب ہے جب کہ وہ شخص اس نام سے راضی ہو اگر راضی نہیں تو وبال اس کے ماں باپ پر ہے جنہوں نے اس کا نام یہ رکھا اسے چاہیے کہ اپنا نام تبدیل کرے۔ (مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۵۹۲)

178- بَابُ النَّهْيِ عَنْ مُخَاطَبَةِ الْفَاسِقِ وَالْمُبْتَدِعِ وَنَحْوِهِمَا بِسَيِّدٍ وَّنَحْوِهٖ

فاسق اور بدعتی کو سردار کہہ کر پکارنے کی ممانعت

(1731) عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ، فَإِنَّهٗ إِنْ يَّكُ سَيِّدًا فَقَدْ أَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ". رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاسق کو سردار نہ کہو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہے تو تم نے اپنے رب کو ضرور ناراض کر دیا۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب لایقول المملوك، جلد 4، صفحہ 451، رقم 4979 الاداب للبیهقی، باب حفظ المنطق، جلد 1، صفحہ 189، رقم 321 الاداب المفرد للبخاری، باب لایقل للمنافق سید، جلد 1، صفحہ 267، رقم 760 مشکل الآثار، باب بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ ﷺ من نهیه ان یقال للمنافق سید، جلد 13، ص 201، رقم 5229

شرحِ حدیث: مُفَسِّرِ شَہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

اس حکم میں کافر، فاسق، منافق سب ہی داخل ہیں بلاضرورت خوشامد کے لیے ان لوگوں کو ایسے الفاظ کہنے سخت جرم ہیں، رب تعالیٰ نے عزیز مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام کا سید نہ کہا بلکہ زلیخا کا سید یعنی خاوند کہا اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ۔

اس سے معلوم ہوا کہ بے دین کو نہ تو صرف سید کہو نہ سید القوم کہو بے دین تو ذلیل ہے سید عزت والا ہوتا ہے، یوں ہی اسے سردار، سرور، حضور وغیرہ کہنا حرام ہے کہ تعظیمی الفاظ کفار کے لیے استعمال کرنا رب تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہیں ضرورت دین یا ضرورت دنیاوی کی وجہ سے یہ کہنا معاف ہے یوں ہی بیدینوں کو مولانا تعظیمًا کہنا جائز نہیں کہ مولیٰ تو سید

سے بھی زیادہ تعظیم کا لفظ ہے اللہ تعالیٰ کے لیے مولانا فرمایا گیا سیدنا نہیں کہا گیا انت مولانا، ہاں اگر مولیٰ بمعنی غلام مراد لے کر اسے مولانا کہا جاوے تو جائز، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ بہر حال تو ریہ جائز ہے تعظیم ناجائز، اس کی پوری تحقیق یہاں ہی مرقات میں دیکھو۔ (مراۃ المناجیح ج٦ ص٦١٦)

179- بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الْحُمّٰى

بخار کو گالی دینا مکروہ ہے

(1732) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دخل عَلٰى اُمِّ السَّائِبِ، اَوْ اُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ: "مَا لَكِ يَا اُمَّ السَّائِبِ - اَوْ يَا اُمَّ الْمُسَيَّبِ - تُزَفْزِفِيْنَ؟" قَالَتْ: الْحُمّٰى لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا! فَقَالَ: "لَا تَسُبِّي الْحُمّٰى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْ اٰدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "تُزَفْزِفِيْنَ" اَيْ تَتَحَرَّكِيْنَ حَرَكَةً سَرِيْعَةً، وَمَعْنَاهُ: تَرْتَعِدُ. وَهُوَ بِضَمِّ التَّاءِ وَبِالزَّايِ الْمُكَرَّرَةِ وَالْفَاءِ الْمُكَرَّرَةِ، وَرُوِيَ اَيْضًا بِالرَّاءِ الْمُكَرَّرَةِ وَالْقَافَيْنِ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن اُم سائب یا اُم مسیب پر داخل ہوئے فرمایا: اے اُم سائب یا اے ام مسیب! (تمہیں کیا ہوا) کانپ کیوں رہی ہو؟ تو انہوں نے عرض کی: بخار ہے اس میں اللہ تعالیٰ برکت نہ دے۔ آپ نے فرمایا: بخار کو گالی نہ دے یہ تو اولاد آدم کی غلطیوں کو ختم کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو ختم کر دیتی ہے۔ (مسلم) تزفزفین: یعنی تجھ پر سخت کپکپی طاری ہے اور اس کا مطلب ہے تو کانپ رہی ہے اور یہ تا پر پیش اور زا مکررہ اور فا مکررہ کے ساتھ آئی ہے اور را مکررہ اور قاف کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض اورحزن اونحو ذلك، جلد 8، ص 16، رقم 6735 الاداب للبیهقی، باب مایرجی فی المصیبات من تکفیر السیات و رفع الدرجات، جلد 1، ص 448، رقم 737 الادب المفرد للبخاری، باب عیادة المرضی، صفحه 182، رقم 516 المستدرك للحاكم، كتاب الایمان، جلد 1، صفحه 102، رقم 247 السنن الكبرى للنسائی، باب النهی عن لعن الحمی، جلد 6، صفحه 262، رقم 10902

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شہیر حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:

اور بیماریاں ایک یا دو عضو کو ہوتی ہیں مگر بخار سر سے پاؤں تک ہر رگ میں اثر کرتا ہے، لہذا یہ سارے جسم کی خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرائے گا۔ امام سیوطی نے ایک کتاب لکھی کشف الغمہ فی اخبار الحمی، اس میں بروایت حسن مرفوعًا نقل کیا کہ ایک رات کا بخار تمام خطائیں معاف کرا دیتا ہے، حضرت ابو الدرداء فرماتے ہیں کہ مؤمن کا ایک رات کا بخار ایک سال کا کفارہ ہے، حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ بخار جہنم کی بھٹی ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مؤمن کو جہنم سے بچاتا ہے، حضرت ابی ابن کعب نے دعا مانگی تھی کہ خدایا مجھے ایسا بخار نصیب کر جو تیری راہ میں چلنے، تیرے گھر آنے اور تیرے نبی کی مسجد تک پہنچنے سے نہ روکے۔ چنانچہ آپ کو ہمیشہ ہلکا بخار رہتا تھا اور اسی حال میں مسجد وغیرہ جایا کرتے

تھے۔(مرقاۃ) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ الحمد للہ مجھے بھی ہمیشہ ہلکا بخار رہتا ہے مگر اس حالت میں اعلیٰ حضرت نے دین کی وہ خدمتیں کیں کہ سبحان اللہ! (مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۴۶۸)

180-بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الرِّيْحِ، وَبَيَانِ مَا يُقَالُ عِنْدَ هُبُوْبِهَا

ہوا کو گالی دینا منع ہے اور ہوا چلے تو کیا کہنا چاہیے؟ اس کا بیان

(1733) عَنْ اَبِي الْمُنْذِرِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا الرِّيْحَ، فَإِذَا رَاَيْتُمْ مَا تَكْرَهُوْنَ، فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَخَيْرِ مَا اُمِرَتْ بِهٖ. وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُمِرَتْ بِهٖ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت ابومنذر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہوا کو گالی نہ دو جب تم ناپسند چیز دیکھو تو کہو اے اللہ ہم تجھ سے اس ہوا کی بھلائی کا اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں اور جس کا حکم اسے دیا گیا ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں اور اس ہوا کے شر سے اور جو اس میں ہے اس کے شر سے اور جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اس کے شر سے، ہم تیری پناہ مانگتے ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ماجاء فی لانہی عن سب الریاح، جلد 4، ص 521، رقم 2252، الادب المفرد للبخاری، باب لاتسبو الریح، صفحہ 251، رقم 719، سنن النسائی الکبریٰ، باب مایقول اذا ھاجت الریح، جلد 6، صفحہ 231، رقم 10769، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل السابع فی الدعاء عند الریح، جلد 4، ص 322، رقم 2331، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عبدالرحمن بن أبزی، جلد 5، صفحہ 123، رقم 21176

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

یعنی ہوا کو گالی دینے سے فائدہ تو کوئی نہ ہوگا تم مجرم اور گنہگار ہو جاؤ گے۔ اس دعا کے پڑھ لینے سے ثواب بھی پاؤ گے، امن بھی اور کوئی نقصان نہ ہوگا۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ لعنت کے اسباب کل تین ہیں: کفر، بدعت، فسق۔ ہوا میں یہ کوئی نہیں تو اس پر لعنت کیسی۔ (مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۴۴۳)

(1734) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "الرِّيْحُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ، تَاْتِيْ بِالرَّحْمَةِ، وَتَاْتِيْ بِالْعَذَابِ، فَإِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَلَا تَسُبُّوْهَا، وَسَلُوا اللّٰهَ خَيْرَهَا، وَاسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہوا اللہ کی رحمت سے ہے رحمت بھی لاتی ہے اور عذاب بھی لاتی ہے جب تم اس کو دیکھو تو اس کو گالی نہ دو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بھلائی مانگو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔ اسے ابوداؤد

بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ" هُوَ بِفَتْحِ الرَّاءِ: أَيْ رَحْمَتِهِ بِعِبَادِهِ.

نے اسنادِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ اور آپ ﷺ کا فرمان: ''مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ'' را کی زبر کے ساتھ اس کا مطلب ہے اس کی اپنے بندوں پر رحمت۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب مایقول اذا هاجت الريح، جلد 4، ص 486، رقم 5099 الادب المفرد للبخاری، باب لاتسبو الريح، صفحه 251، رقم 720 السنن الكبرى للبيهقى، باب ماكان يقول عندهبوب الريح وينهى عن سبها، جلد 3، ص 361، رقم 6696 المستدرك للحاكم، كتاب الادب، جلد 6، صفحه 303، رقم 7769 صحيح ابن حبان، باب الادعية، جلد 3، صفحه 287، رقم 1007

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:
یعنی اگر کبھی ہوا سے کوئی نقصان یا تکلیف پہنچے تو ہوا کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ تو حکمِ الٰہی سے سب کچھ لاتی ہے۔ خیال رہے کہ ہوا رحمت ہے مگر کافروں پر عذاب لاتی ہے، مؤمنوں کے لیے رحمت ہے، ایسے غافلوں کی گوشمالی کرتی ہے یہ بھی رحمت ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ہوا رحمت ہے تو عذاب کیوں لاتی ہے۔

ہوائیں آٹھ ہیں: چار رحمت کی۔ ناشرات، ذاریات، مرسلات، مبشرات اور چار عذاب کی۔ عاصف، قاصف، صرصر، عقیم، پہلی دو سمندروں میں عذاب کی ہیں، آخری دو خشکی میں۔ (مرقاۃ) (مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۱۷۴)

(1735) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَصَفَتِ الرِّيحُ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب ہوا تیز چلتی تو کہتے اے اللہ میں تجھ سے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور جو اس میں ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور جس کے ساتھ بھیجی گئی اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور تیری پناہ میں آتا ہوں اس کے شر سے اور اس کے شر سے جو اس میں ہے اور اس کے شر سے جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، باب التعوذ عند رؤية الريح والغيم والفرح بالمطر، جلد 3، ص 26، رقم 2122 السنن الكبرى للبيهقى، باب ماكان يقول عندهبوب الريح و ينهى عن سبها، جلد 3، ص 360، رقم 6694 سنن ترمذى، باب مايقول اذا هاجت الريح، جلد 5، صفحه 503، رقم 3449 السنن النسائى، باب مايقول اذا عصفت الريح، جلد 6، ص 233، رقم 10776 مسند امام احمد بن حنبل، حديث عبدالرحمن بن أبزى، جلد 5، ص 123، رقم 21177

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آندھی کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔ اب بھی پڑھنی چاہیئے، یعنی اے مولیٰ! میں اس ہوا کی

عمومی بھلائی بھی مانگتا ہوں اور خصوصی بھلائی بھی اور اس کے عمومی اور خصوصی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

یعنی اے عائشہ! رب پر امن نہ چاہیے، ہمیشہ اس سے ڈرتے رہنا چاہیے، بادل کبھی عذاب بھی لاتا ہے، قوم عاد پر عذاب بادل ہی کی شکل میں آیا تھا۔ خیال رہے کہ اللہ کی ہیبت قوتِ ایمانی کی دلیل ہے اور اللہ کے وعدوں پر بے اطمینانی کفار کا طریقہ ہے اور سخت کفر ہے، یوں ہی خدا سے امید ایمان کا رکن ہے، خدا پر امن کفر ہے، یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی قسم کا خوف ہوتا تھا یعنی ہیبت خدائے تعالی۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگرچہ رب تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمالیا تھا کہ تمہارے ہوتے کافروں پر بھی عذاب نہ آئے گا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وعدے پر اطمینان نہ تھا اس لیے ڈرتے تھے کہ کہیں رب نے وعدہ خلافی کی ہو اور عذاب بھیج دیا ہو جیسا کہ بعض احمقوں نے یہ سمجھا۔ (مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۴۰۸)

181-بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الدِّيْكِ

مرغ کو گالی دینا مکروہ ہے

(1736) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَسُبُّوا الدِّيكَ فَإِنَّهُ يُوْقِظُ لِلصَّلَاةِ». رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرغ کو گالی نہ دو وہ تو نماز کے لیے بیدار کرتا ہے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب ماجاء فی الدیك والبهائم، جلد 4، صفحه 487، رقم 5103، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه سعید، جلد 4، صفحه 64، رقم 3620، سنن النسائی الکبری، باب مایقول اذا سمع صیاح الدیکة، جلد 6، صفحه 234، رقم 10781، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث زید بن خالد الجهنی، جلد 5، ص 192، رقم 21723، مسند الحمیدی، احادیث زید بن خالد الجهنی، جلد 2، صفحه 356، رقم 814.

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

دیك اسم جنس ہے واحد و جمع سب پر بولا جاتا ہے بمعنی مرغ نر، مادہ کو دجاجہ کہتے ہیں یعنی مرغ کو نہ برا کہو نہ برا سمجھو، یہ بڑا مبارک جانور ہے۔

یعنی نماز تہجد اور نماز فجر کے لیے اٹھاتا ہے۔ مرغ میں قدرت نے عجیب کرشمہ رکھا ہے کہ یہ رات کے اوقات سے خبردار رہتا ہے، رات لمبی ہو یا چھوٹی آخری تہائی رات میں بھی بولتا ہے اور صبح صادق کے وقت بھی، حتی کہ بعض علماء نے مجرب مرغ کی آواز پر نماز تہجد پڑھنا جائز فرمایا اور کہا کہ اس کی آواز پر اعتماد جائز ہے، بعض صحابہ کرام سفر میں مرغ ساتھ رکھتے تھے نمازوں کے لیے۔ سفید مرغ کے بڑے فضائل ہیں اس کا گوشت اور دل بہت ہی قوی ہوتا ہے۔ (مرقات)

بعض روایات میں ہے کہ عرش اعظم کے نیچے ایک جانور سفید مرغ کی شکل کا ہے، ہر سحر کو اذان دیتا ہے، اس کی اذان سن کر زمین کے تمام مرغ اذانِ سحر دیتے ہیں اس لیے مرغ سحر کی اذان کے وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۱۰۲۸)

182- بَابُ النَّهْيِ عَنْ قَوْلِ الْإِنْسَانِ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا

(1737) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ فِيْ اِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: "هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟" قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ: "قَالَ: اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ، وَكَافِرٌ، فَاَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَالسَّمَاءُ هُنَا: الْمَطَرُ.

انسان کا فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی کہنا منع ہے

حضرت زید بن خالد جہنی ﷺ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی ہے۔ اس رات بارش ہوئی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا: کیا تم جانتے ہو جو تمہارے رب نے فرمایا: ہے' صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندوں ہی میں سے بعض نے ایمان اور بعض نے کفر کی حالت میں صبح کی ہے تو جس نے کہا کہ ہم کو اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے بارش نصیب ہوئی ہے وہ میرے ساتھ ایمان رکھنے والا ہے اور ستارے سے کفر کرنے والا ہے تو جس نے کہا کہ فلاں ستارے/ برج کی وجہ سے بارش ہوئی ہے تو وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستارے پر ایمان رکھنے والا ہے۔ (متفق علیہ) اور السّماء کا یہاں پر مطلب بارش ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب یستقبل الامام الناس اذاسلم، جلد 1، ص 169، رقم 846 صحیح مسلم، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء، جلد 1، ص 59، رقم 240 السنن الکبریٰ للبیهقی، باب الامام یقبل علی الناس بوجهه اذاسلم، جلد 2، ص 188، رقم 3151 سنن ابوداؤد، باب فی النجوم، جلد 4، صفحه 22، رقم 3908 مسند امام احمد بن حنبل، بقية حديث زيد بن خالد الجهنی، جلد 4، ص 117، رقم 17102

شرح حدیث: مُفسّرِ شہیر حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

غالبًا یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا۔ حدیبیہ ایک جنگل ہے جدہ اور مکہ معظمہ کے درمیان بحیرہ منزل سے دور مکہ معظمہ سے قریب اس کا کچھ حصہ حل میں ہے کچھ حصہ حرم میں یہاں بیعت رضوان ہوئی بڑا مقدس جنگل ہے ہم نے اس کی زیارت کی ہے۔

یعنی رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بارش کی وجہ سے بعض بندے مؤمن رہے بعض کافر ہو گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حق

تعالیٰ جو کلام فرشتوں سے فرماتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما ہوتے ہوئے اسے سنتے ہیں جو رب کی سن سکتے ہیں وہ مخلوق کی بھی سن سکتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی وہ ستاروں کو مؤثر نہیں مانتے۔ خیال رہے کہ ستاروں کو بعض چیزوں کی علامات ماننا درست ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ مگر انہیں مؤثر ماننا حرام یا کفر ہے ستاروں سے وقت، سمت، آفتاب کا طلوع وغریب معلوم کرلیا جاتا ہے۔

یعنی فلاں تارہ فلاں برج میں پہنچا لہذا بارش ہوئی اس کے تاثیر سے بادل اور برسا یہ کہنا حرام بلکہ بعض معانی سے کفر ہے۔ خیال رہے کہ ستاروں کو فاعل مدبر ماننا کفر ہے انہیں بارش کی علامت ماننا اگرچہ کفر نہیں مگر یہ کہنا بہت ہی برا ہے کہ فلاں تارے سے یہ بارش ہوئی کہ اس میں کفار کے عقیدے کا اظہار ہے اور ناشکری کے الفاظ ہیں۔ اس لیے بعض روایت میں ہے۔ اصبح من الناس شاکرًا و کافرًا۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۴۳۲)

183- بَابُ تَحْرِيْمِ قَوْلِهٖ لِمُسْلِمٍ: يَا كَافِرُ

مسلمان کو اے کافر! کہنا حرام ہے

(1738) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاَخِيْهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا، فَاِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنے بھائی کو کہے اے کافر تو ان میں سے ایک اس کے ساتھ لوٹا اگر وہ ایسا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کہنے والے پر (اس کا قول) لوٹ جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماینھی من السباب واللعن، جلد 5، ص 224، رقم 5698 صحیح مسلم، باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یاکافر، جلد 1، ص 56، رقم 225 صحیح ابن حبان، باب ماجاء فی صفات المؤمنین، جلد 1، ص 484، رقم 250 مسند ابو عوانۃ، بیان المعاصی التی اذا قالھا الرجل وعملھا کان کفرا و فسقا، جلد 1، ص 32، رقم 54

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

یعنی جو مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہے اگر وہ مسلمان واقعی کوئی کفریہ کام یا کفریہ کلام کر چکا ہے تب تو یہ کفر اس پر پڑے گا لیکن اگر اس میں کوئی کفر نہ ہو تو یہ کہنے والا کافر ہو جاوے گا جب کہ کسی قطعی ایمان والے کو کافر کہے جیسے صحابہ کرام کو خصوصًا مبشرین الجنۃ کو کافر کہنے والا یقینًا کافر ہے کہ قرآن حدیث تو انہیں مؤمن کہہ رہے ہیں اور یہ انہیں کافر کہتا ہے تو قرآن و حدیث کا منکر ہے یا کسی عقیدہ اسلامیہ کی بنا پر کافر کہتا ہے تو بھی یہ کہنے والا کافر ہے، اس سے وہ شخص مراد نہیں جو کسی کو گالی کے طور پر کافر کہے یا کافر کے معنی ناشکرا یا چھپانے والا کرے لہذا حدیث واضح ہے حضرت خسرو فرماتے ہیں

کافر عشقم مسلمانی مرادر کار نیست ہر رگ من تار گشتہ حاجت نار نیست

یہاں کافر عشق سے مراد ہے عشق کا چھپانے والا اسے دل میں رکھنے والا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ

بِاللهِ جوکوئی بتوں کو انکار کرے اللہ پر ایمان لائے۔ یہاں کفر بمعنی انکار ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت مشکل ہے، فقیر نے جو توجیہ کی ہے ان شاءاللہ اس سے اشکال نہ رہا۔ (مراۃ المناجیح ج ٦ ص ٦٥٠)

(1739) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ، اَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللهِ، وَلَيْسَ كَذٰلِكَ اِلَّا حَارَ عَلَيْهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "حَارَ": رَجَعَ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی آدمی کو کفر کے ساتھ آواز دی یا کہا اے اللہ کے دشمن اور وہ اس طرح نہ ہو تو کہنے والے پر (اس کا کہنا) لوٹ آتا ہے۔ (متفق علیہ) حَارَ کا مطلب ہے: لوٹا، مڑا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب نسبۃ الیمن الی اسماعیل، جلد 4، صفحہ 180، رقم 3508 صحیح مسلم، باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیہ و ھو یعلم، جلد 1، ص 57، رقم 226 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب من ادعی الی غیر ابیہ، جلد 2، ص 412، رقم 15728 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث المشایخ عن أبی بن کعب، جلد 5، ص 166، رقم 21503 مشکاۃ المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، ص 44، رقم 4817

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:
اس کا مطلب ابھی عرض کیا گیا کہ مسلمان کو کسی عقیدہ اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنے والا یا ایسے مسلمان کو جس کا اسلام یقینی قطعی ہو کہنے والا خود کافر ہے بطور گالی کافر کہنے کا سخت گنہگار ہے جیسے کسی کو حرامی کہا تو اسے قذف لگ سکتی ہے۔

(مراۃ المناجیح ج ٦ ص ٦٥٢)

184- بَابُ النَّهْیِ عَنِ الْفُحْشِ وَبَذَاءِ اللِّسَانِ

بے حیائی اور زبان درازی کی ممانعت

(1740) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِیِّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان دار طعنہ دینے والا لعنت کہنے والا بے حیا اور زبان دراز نہیں ہوتا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:
یعنی یہ عیوب سچے مسلمان میں نہیں ہوتے اپنے عیب نہ دیکھنا دوسرے مسلمانوں کے عیب ڈھونڈھنا ہر ایک کو لعن طعن کرنا اسلامی شان کے خلاف ہے یہ حدیث بہت جامع ہے۔ بعض لوگ جانوروں کو، ہوا کو، گالیاں دیتے ہیں، بعض کے ہاں حضرات صحابہ کو گالیاں دینا عبادت ہے نعوذ باللہ بعض لوگ گالی پہلے دیتے ہیں بات پیچھے کرتے ہیں سب لوگ اس سے

عبرت پکڑیں۔(مراۃ المناجیح ج٦ص ٦٨٠)

(1741) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهُ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے حیائی جس چیز میں ہوتی ہے اس کو عیب دار کر دیتی ہے اور حیا جس چیز میں ہو اس کو مزین کر دیتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ماجاء فی الفحش والتفحش، جلد 3، صفحه 186، رقم 1974۔ الادب المفرد، باب الحیاء، صفحه 210، رقم 601۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول، الکتاب الرابع فی الحیاء، جلد 3، ص 622، رقم 1959۔ مسند الشهاب للقضاعی، باب ما کان الرفق فی شیء الا زانة، جلد 2، ص 16، رقم 794۔ مشکاة المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، صفحه 52، رقم 4854

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:
یعنی اگر بے حیائی اور حیا و شرم انسان کے علاوہ اور مخلوق میں بھی ہوں تو اسے بھی بے حیائی خراب کر دے اور حیا اچھا کر دے تو انسان کا کیا پوچھنا حیا ایمان کی زینت، انسانیت کا زیور ہے، بے حیائی انسانیت کے دامن پر بدنما دھبہ ہے۔
(مراۃ المناجیح ج٦ ص ٦٨١)

185- بَابُ كَرَاهَةِ التَّقْعِيْرِ فِي الْكَلَامِ وَالتَّشَدُّقِ فِيْهِ وَتَكَلُّفِ الْفَصَاحَةِ وَاسْتِعْمَالِ وَحْشِيِّ اللُّغَةِ وَدَقَائِقِ الْاِعْرَابِ فِيْ مُخَاطَبَةِ الْعَوَامِّ وَنَحْوِهِمْ

کلام میں تکلف اور لا پرواہی اور عوام سے گفتگو میں وضاحت ظاہر کرنا پیچیدہ الفاظ اور مشکل اعراب وغیرہ کا استعمال کرنا مکروہ ہے

(1742) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ" قَالَهَا ثَلَاثًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
"الْمُتَنَطِّعُوْنَ": الْمُبَالِغُوْنَ فِي الْاُمُوْرِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مبالغہ کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ تین بار آپ نے یہ فرمایا۔ (مسلم) متنطعون: مبالغہ کرنے والے تکلف کرنے والے۔

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:
تنطع بنا ہے نطع سے بمعنی حلق یا منہ کا غار، اس کے لفظی معنی ہیں حلق سے یچے سے بات نکالنے والے اور مراد ہے نہایت فصیح و بلیغ اور مبالغہ آمیز مگر بے فائدہ بلکہ نقصان دہ کلام کرنے والے جیسا کہ خوشامدی (جھولی چک) لوگ امیروں کی تعریف میں عموماً کرتے ہیں۔ کلام وہ ہے کہ سادہ ہو تھوڑا ہو مگر دل کی گہرائیوں سے نکلے اس کا دوسرے پر اثر ہوتا ہے

قرآن و حدیث کی فصاحت بناوٹی نہیں نہ بیکار ہے بلکہ اس سے بے شمار فائدے ہیں کلام کی شیرینی اللہ کی رحمت ہے۔

(مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۶۸۷)

(1743) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْ يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهٖ كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ بلیغ آدمی کو ناپسند فرماتا ہے جو زبان سے اس طرح کھاتا ہے جس طرح کے گائے کھاتی ہے۔اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب ماجاء فی المتشدرق فی الکلام، جلد 4، ص 459، رقم 5007 سنن ترمذی، باب ماجاء فی الفصاحة والبيان، جلد 5، ص 141، رقم 2853 الاداب للبيهقى، باب كراهية التشدق فی الکلام و حرفه ليستربه القلوب، جلد 1، ص 86، رقم 316 مصنف ابن ابی شيبة، باب مايستحب من الکلام، جلد 9، صفحه 15، رقم 26822 مجمع الزوائد للهيثمى، باب البيان تشقيق الکلام، جلد 8، ص 216، رقم 13282 ●

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

بلیغ یا تو بلاغت سے ہے یا مبالغہ سے اگر بلاغت سے ہوتو مطلب یہ ہوگا کہ جوکوئی صرف کلام کی خوبیوں میں کوشش کرے سچ جھوٹ کی پرواہ نہ کرے، اگر مبالغہ سے ہے تو مطلب ظاہر ہے کہ وہ شخص لوگوں کی تعریف یا ہجو میں مبالغہ کرے جھوٹی سچی بات کی پرواہ نہ کرے۔

یتخلل بنا ہے خلل سے بمعنی درمیان یا بیچ اس سے ہے خلال وہ تنکا جو دانتوں کے بیچ میں جائے۔یتخلل کے معنی ہوئے اپنی زبان کو منہ کے بیچ میں گھمائے یعنی بہت بولے بے احتیاطی سے بولے اس کے ذریعہ روزی کمائے بے احتیاطی سے کھائے جیسے گائے باہر زبان نکال کر گھما کر چارا پکڑتی منہ میں لے جاتی ہے اچھی بری چیز میں فرق نہیں کرتی۔(مرقات،اشعہ) بقر، بقرہ، باقر، باقرہ سب کے معنی ہیں بیل، گائے۔بقر کے معنی ہیں چیرنا، چونکہ گائے بیل کے ذریعہ زمین ہل چلا کر چیرتی جاتی ہے اس لیے اسے باقرہ کہتے ہیں یعنی زمین کو چیرنے والے۔بڑے عالم کو باقر العلوم کہتے ہیں گویا اس نے علم کو چیر کر اس پر قبضہ کرلیا ہے اس لیے ایک امام کا نام باقر ہے،اس میں وہ واعظین بھی داخل ہیں جو محض پیشہ ور واعظ ہیں صرف روزی کمانے کے لیے تقریریں کرتے ہیں سوا لوگوں کو خوش کرنے کے اور کوئی غرض نہیں رکھتے۔یہاں مرقات نے بروایت حکم حضرت ابوہریرہ سے مرفوعًا حدیث نقل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے عالم،آخرت کے جاہل کو ناپسند فرماتا ہے وعظ تبلیغ دین کے لیے چاہیے۔(مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۶۸۷)

(1744) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:

حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے

"اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ، وَاَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، اَحَاسِنَكُمْ اَخْلَاقًا، وَاِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ، وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ". وَقَدْ سَبَقَ شَرْحِهٖ فِيْ بَابِ حُسْنِ الْخُلُقِ۔

میرے نزدیک پسندیدہ اور مجلس میں میرے نزدیک وہ لوگ ہوں گے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھے ہیں اور قیامت کے دن میرے نزدیک سب سے ناپسندیدہ اور دور وہ لوگ ہوں گے جو تکلف سے زیادہ گفتگو کرنے والے اپنی گفتگو کے ذریعے لوگوں پر فخر کرنے والے اور تکبر سے منہ بھر بھر کر گفتگو کرنے والے ہوں گے۔اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کی تشریح سابقہ باب حسن اخلاق میں گزر چکی ہے۔

شرح حدیث: پرحکمت گفتگو کا سبب

بعض حکماء کہتے ہیں: فضول کلام چھوڑ دینا گفتگو میں حکمت پیدا کرتا ہے، پریشان نظری چھوڑ دینا خشوع اور خشیت (یعنی عاجزی اور خوف) پیدا کرتا ہے، فضول شئے کھانے سے اجتناب کرنا عبادت میں مٹھاس پیدا کرتا ہے، زیادہ ہنسنے کو چھوڑنا رعب پیدا کرتا ہے اور حرام میں زغبت نہ کرنا محبت پیدا کرتا ہے، لوگوں کے عیوب کی جستجو چھوڑنا عیوب کی اصلاح کا سبب ہے اور اللہ عزوجل کے معاملہ میں وہم کو چھوڑ دینا شک، شرک اور نفاق کو ختم کر دیتا ہے۔

اشعار

اَلصَّمْتُ نَفْعٌ وَالْكَلَامُ مُضِرَّةٌ فَلَرُبَّ صَمْتٍ فِي الْكَلَامِ شِفَاءُ

فَاِذَا اَرَدْتَّ مِنَ الْكَلَامِ شِفَاءً لِسَقَامِ قَلْبِكَ فَالْقُرْآنُ دَوَاءُ

ترجمہ: (۱) خاموشی نفع بخش اور (فضول) گفتگو نقصان دہ ہے، اکثر گفتگو سے پرہیز ہی میں فائدہ ہوتا ہے۔

(۲) جب تو گفتگو سے اپنے قلبی مرض کی شفا کا ارادہ کرے تو تلاوتِ قرآن مجید اس کی بہترین دوا ہے۔

سلامتی کا نسخہ

حضرتِ سَیِّدُنا لقمان حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا! جو رحم کرتا ہے اس پر رحم کیا جاتا ہے اور جو خاموش رہتا ہے وہ سلامت رہتا ہے اور جو اچھا کام کرتا ہے وہ غنیمت پاتا ہے اور جو برا کام کرتا ہے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ نادم ہوتا ہے۔

چند اشعار

اِحْفَظْ لِسَانَكَ اَيُّهَا الْاِنْسَانُ لَا يَقْتُلَنَّكَ اِنَّهُ ثُعْبَانُ

كَمْ فِي الْمَقَابِرِ مِنْ قَتِيْلِ لِسَانِهِ كَانَتْ تَهَابُ لِقَائَهُ الشُّجْعَانُ

ترجمہ: (۱) اے انسان! اپنی زبان کی نگہبانی کر، یہ کہیں تجھے ہلاکت میں نہ ڈال دے، بے شک یہ اژدہا (بڑا سانپ) ہے۔

(۲) اپنی زبان کی ہلاکتوں سے کتنے لوگ مر کر قبروں میں مدفون ہیں، اور اب (قبر کے) خطرناک سانپ ان کو ڈرا رہے ہیں۔ (بحر الدموع ص ۲۳۵)

186-بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِهٖ: خَبُثَتْ نَفْسِيْ — میرا نفس شریر ہو گیا کہنا مکروہ ہے

(1745) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ: خَبُثَتْ نَفْسِيْ. وَلٰكِنْ لِيَقُلْ: لَقِسَتْ نَفْسِيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنٰى "خَبُثَتْ": غَثَتْ، وَهُوَ مَعْنٰى: "لَقِسَتْ" وَلٰكِنْ كَرِهَ لَفْظَ الْخُبْثِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے بلکہ اس کو کہنا چاہیے لقست نفسی میرا نفس متلاتا ہے۔ (متفق علیہ) علماء نے کہا ہے کہ خبیث اور غشت دونوں کا معنی ایک ہے۔ یعنی دل متلانا لیکن خبث کا لفظ استعمال کرنا مکروہ ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لایقل خبثت نفسی، جلد 5، صفحہ 228، رقم 5825 صحیح مسلم، باب کراھۃ قول الانسان خبثت نفسی، جلد 7، ص 47، رقم 6015 الاداب للبیهقی، باب حفظ المنطق، جلد 1، صفحہ 188، رقم 319 المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه ابراهیم، جلد 3، صفحہ 99، رقم 2612 سنن ابوداؤد، باب لایقال خبثت نفسی، جلد 4، صفحہ 452، رقم 4980

شرح حدیث: مُفسّرِ شہیر حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:
عربی میں خبث اور لقس ہم معنی ہیں بمعنی پریشان برائی مگر خبث فساد عقیدہ پر بھی بولا جاتا ہے کفر بیدینی خباثت ہے لہذا اپنے لیے یہ لفظ مشترک استعمال نہ کرو کہ اس میں ایک معنی سے اپنے کفر یا بے دینی کا اقرار ہے بلکہ بجائے خبیث کی لقست کہو گویا جس کے لفظ کے دو معنی ہوں اچھے و برے ایسے لفظ کو اپنے لیے نہ بولو۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ جو صبح کو پڑا سوتا رہتا ہے وہ خبیث النفس کسلان اٹھتا ہے وہاں اپنے کو یا کسی خاص شخص کو خبیث نہیں کہا گیا بلکہ ایک قاعدہ کلیہ بیان ہوا، کسی معین مسلمان پر لعنت کرنا حرام ہے مگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹے پر لعنت۔
یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی ہم نے مناسبت کے لحاظ سے کتاب الایمان میں بیان کر دی ہے وہاں دیکھو۔
(مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۶۰۲)

187-بَابُ كَرَاهَةِ تَسْمِيَةِ الْعِنَبِ كَرْمًا — انگور کو کرم کا نام دینا مکروہ ہے

(1746) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ، فَإِنَّ الْكَرْمَ الْمُسْلِمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ. وَفِي رِوَايَةٍ: "فَإِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ". وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ: "يَقُولُونَ الْكَرْمُ، إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ".

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انگور کو کرم نہ کہا کرو کیونکہ کرم تو مسلمان ہے۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے کہ کرم مسلمان کا دل ہے اور بخاری اور مسلم دونوں کی روایت میں ہے کہ کرم مومن کا دل ہے۔

تخریج حدیث: صحيح مسلم، باب كراهة تسمية العنب كرما، جلد 7، صفحه 46، رقم 6007 صحيح بخارى، باب لاتسبو الدهر، جلد 5، صفحه 228، رقم 5828 مسند أبى يعلى، مسند أبى هريرة رضى الله عنه، جلد 10، صفحه 335، رقم 5929 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبى هريرة رضى الله عنه، جلد 2، صفحه 464، رقم 9978 مسند البزار، مسند أبى هريرة رضى الله عنه، جلد 2، ص 447، رقم 8602

شرح حدیث: مُفسّرِ شہیر حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: اہل عرب ہر مصیبت کو زمانہ کی طرف سے سمجھتے تھے اس لیے مصیبت پڑنے پر زمانہ کی شکایات کرتے بلکہ زمانہ کو گالیاں دیتے تھے انکے محاورہ کے الفاظ میں اسے یہ لفظ بھی یاخیبۃ الدھر ہائے زمانہ کی محرومی اور زمانہ کا نقصان وخسارہ ہم کو اس سے منع فرمایا گیا۔

اس جملہ کی شرح کتاب الایمان میں گزر گئی اس جملہ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالٰی ہی زمانہ کو پھیرنے والا ہے۔ زمانہ کو برا کہنا در پردہ رب تعالٰی کی شان میں گستاخی کرنا ہے، ہمارے ہاں بھی یہ بیماری ہے عوام کا ذکر کیا بعض پڑھے لکھے لوگ زمانہ کو برا کہتے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے اپنے بزرگ رشید احمد صاحب گنگوہی کا مرثیہ لکھا تو اس میں زمانہ کو بڑی جلی کٹی سنائیں وہ مرثیہ گنگوہی دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ کیسے ہیں اپنے بزرگوں کو نبیوں سے بڑھا دیتے ہیں۔
(مراۃ المناجیح ج۶ ص۶۰۰)

(1747) وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَقُولُوا: الْكَرْمُ، وَلٰكِنْ قُولُوا: الْعِنَبُ، وَالْحَبَلَةُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَلْحَبَلَةُ" بِفَتْحِ الْحَاءِ وَالْبَاءِ، وَيُقَالُ أَيْضًا بِإِسْكَانِ الْبَاءِ.

حضرت وائل بن حجر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کرم نہ کہو لیکن (انگور کو) عنب اور حبلہ کہہ کر پکارو۔ (مسلم) حبلہ: حا اور فا پر زبر کے ساتھ اور باء کو ساکن بھی پڑھا گیا' انگور کی بیل کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: مسلم، باب كراهة تسمية العنب كرما، جلد 7، ص 46، رقم 6009 سنن الدارمى باب فى النهى ان يسمى العنب الكرم، جلد 2، ص 159، رقم 2114 صحيح ابن حبان، باب الاسماء والكنى، جلد 13، صفحه 144، رقم 5831 مسند أبى يعلى، مسند أبى هريرة رضى الله عنه، جلد 11، صفحه 220، رقم 6336 مشكوة المصابيح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، ص 32، رقم 4761

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: یہاں عنب سے مراد درخت انگور ہے نہ کہ انگور کا پھل، حبلہ درخت انگور کی جڑ کو کہتے ہیں اور عنب انگور کے پھل کو بھی کہتے ہیں اور درخت انگور کو بھی۔ (مراۃ المناجیح ج ٦ ص ٥٩٩)

188-بَابُ النَّهْيِ عَنْ وَصْفِ مَحَاسِنِ الْمَرْاَةِ لِرَجُلٍ اِلَّا اَنْ يَّحْتَاجَ اِلٰى ذٰلِكَ لِغَرَضٍ شَرْعِيٍّ كَنِكَاحِهَا وَنَحْوِهٖ

کسی آدمی کے لیے عورت کی خوبیوں کی تعریف کرنا ممنوع ہے ہاں اگر شرعی نکاح وغیرہ کی وجہ سے ضرورت ہو تو اجازت ہے

(1748) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُبَاشِرِ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ، فَتَصِفَهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهَا"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت دوسری عورت کو بوسہ نہ دے کہ پھر اپنے شوہر سے اس کی خوبی یوں بیان کرے جیسے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لاتباشر المراۃ المراۃ فتنعتها لزوجها، جلد 7، ص 38، رقم 5240، صحیح مسلم، باب ندب انظرالی وجہ المرأۃ ویفهالمن ترید تزوجها، جلد 4، ص 143، رقم 3553، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب مایستدل بہ علی ان الحیوان یضبط بالصفۃ، جلد 6، ص 23، رقم 11438، سنن ابوداؤد، باب مایؤمر بہ من غض البصر، جلد 2، ص 212، رقم 2152، صحیح ابن حبان، باب معاشر الزوجین، جلد 9، صفحہ 468، رقم 4160

189-بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِ الْاِنْسَانِ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ بَلْ يَجْزِمُ بِالطَّلَبِ

انسان کو یہ کہنا مکروہ ہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے بلکہ یقین کے ساتھ مانگے

(1749) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ اِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمِ الْمَسْاَلَةَ، فَاِنَّهٗ لَا مُكْرِهَ لَهٗ"۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَا يَتَعَاظَمُهٗ شَيْءٌ اَعْطَاهُ"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما بلکہ سوال عزم محکم سے کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنے والا کوئی نہیں۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ عزم اور بڑی رغبت سے سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بھی چیز دینا اس کے اختیار سے باہر نہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لیعزم المسألة فانه لامکرہ له، جلد 8، ص 74، رقم 6339 صحیح مسلم، باب العزم بالدعاء ولایقبل، ان شئت، جلد 8، ص 64، رقم 6988 موطاء امام مالک، باب ماجاء فی الدعاء، جلد 1، صفحه 213، رقم 496 سنن ابوداؤد، باب الدعاء، جلد 1، صفحه 551، رقم 1485 صحیح ابن حبان، باب الادعیة، جلد 3، صفحه 257، رقم 977

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

کیونکہ ان الفاظ سے کچھ بے رغبتی سی ظاہر ہوتی ہے مطلب یہ نکل آتا ہے کہ مجھے اس چیز کی ضرورت تو نہیں لیکن اگر تو چاہتا ہے تو دے دے وہاں دل کی رغبت دیکھی جاتی ہے۔

یعنی تم دل کے یقین سے دعا کرو اور عرض کرو کہ مجھے ضرور یہ عطا فرمادے رہی عطا وہ تو بہر حال اس کے کرم پر موقوف ہی ہے تم خود تو یقین قبول رکھو۔ (مراۃ المناجیح ج ۳ ص ۴۵۰)

(1750) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْاَلَةَ، وَلَا يَقُوْلَنَّ: اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ، فَاَعْطِنِيْ، فَاِنَّهُ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو پختہ یقین سے سوال کرے اور یوں نہ کہے اے اللہ اگر تو چاہے تو دے کیونکہ اس کو مجبور کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لیعزم المسألة فانه لامکرہ له، جلد 8، صفحه 74، رقم 6338 صحیح مسلم، باب العزم بالدعاء ولایقل ان شئت، جلد 8، ص 63، رقم 6987 صحیح ابن حبان، باب الادعیة، جلد 3، صفحه 257، رقم 988 سنن النسائی، باب النهی ان یقول الرجل اللهم اغفرلی ان شئت، جلد 6، ص 151، رقم 10420 مسند امام احمد، مسند انس بن مالک رضی الله عنه، جلد 3، صفحه 101، رقم 11999

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ ان الفاظ سے کچھ بے رغبتی سی ظاہر ہوتی ہے مطلب یہ نکل آتا ہے کہ مجھے اس چیز کی ضرورت تو نہیں لیکن اگر تو چاہتا ہے تو دے دے وہاں دل کی رغبت دیکھی جاتی ہے۔

یعنی تم دل کے یقین سے دعا کرو اور عرض کرو کہ مجھے ضرور یہ عطا فرمادے رہی عطا وہ تو بہر حال اس کے کرم پر موقوف ہی ہے تم خود تو یقین قبول رکھو۔ (مِرْاٰۃُ المناجیح، ج ۳ ص ۴۵۰)

صدر الافاضل، بدر الاماثل سید مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی بیان کردہ تفسیر سے ایک نہایت مختصر مگر جامع اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں اپنی رحمت سے قبول فرماتا ہے اور ان کے قبول کے لیے چند شرطیں ہیں: ایک اخلاص دعا میں، دوسرے یہ کہ قلب غیر کی طرف مشغول نہ ہو، تیسرے یہ کہ وہ دعا کسی امرِ ممنوع پر مشتمل نہ ہو، چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتا ہو، پانچویں یہ کہ شکایت نہ کرے کہ میں نے دعا مانگی قبول نہ ہوئی جب ان شرطوں سے دعا کی جاتی ہے

قبول ہوتی ہے حدیث شریف میں ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے یا تو اس کی مراد دنیا ہی میں اس کو جلد دے دی جاتی ہے یا آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ ہوتی ہے یا اس سے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیا جاتا ہے

(خزائن العرفان، ص ۵۴۷، مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا، ہند)

190-بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِ: مَا شَآءَ اللهُ وَشَآءَ فُلَانٌ

جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے یوں کہنا مکروہ ہے

(1751) عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَقُولُوا: مَا شَآءَ اللهُ وَشَآءَ فُلَانٌ؛ وَلٰكِنْ قُوْلُوا: مَا شَآءَ اللهُ، ثُمَّ شَآءَ فُلَانٌ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ

حضرت حذیفہ بن یمان ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوں نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ یوں کہو کہ جو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد حسن صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب لایقال خبثت نفسی، جلد 4، صفحه 452، رقم 4982، الادب للبیهقی، باب حفظ المنطق، جلد 1، ص 189، رقم 321، السنن النسائی، باب النهی ان یقال ماشاء الله و شاء فلان، جلد 6، ص 245، رقم 10821، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفه بن الیمان، جلد 5، ص 384، رقم 23313، مشکوۃ المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، صفحه 35، رقم 4778

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جب کسی وعدہ یا آئندہ خبر کو تم اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف کرو اور ساتھ ہی کسی اور کے ارادہ کا بھی ذکر کرو تو رب و مربوب خالق و مخلوق کے نام واؤ سے نہ ملا کہ اس میں مساوات یا بے ادبی کا احتمال ہے بلکہ ثم کہو تا کہ ثم کی تراخی سے ربوبیت و عبدیت کا فرق معلوم ہو جاوے رب کا ذکر پہلے بندے کا بعد میں اور بیچ میں ثم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ دائمی قدیم ہے اور ذاتی ہے بندہ کی مشیت حادث ہے اور رب کی مشیت کے تابع، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ غرضیکہ یہ فرمان بہت اعلیٰ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۱۴)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر بھروسہ

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: اگر تم اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر اس طرح بھروسہ کرو جیسے اس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے گا جیسے پرندے کو عطا فرماتا ہے کہ وہ صبح کے وقت خالی پیٹ نکلتا اور شام کو سیر ہو کر لوٹتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب فی التوکل علی اللہ، الحدیث ۲۳۴۴، ص ۱۸۸۷)

191- بَابُ كَرَاهَةِ الْحَدِيْثِ بَعْدَ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ

نمازِ عشاء کے بعد گفتگو کرنا مکروہ ہے

وَالْمُرَادُ بِهِ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ يَكُوْنُ مُبَاحًا فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ، وَفِعْلُهُ وَتَرْكُهُ سَوَاءٌ. فَأَمَّا الْحَدِيْثُ الْمُحَرَّمُ أَوِ الْمَكْرُوْهُ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ، فَهُوَ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ أَشَدُّ تَحْرِيْمًا وَكَرَاهَةً. وَأَمَّا الْحَدِيْثُ فِي الْخَيْرِ كَمُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ وَحِكَايَاتِ الصَّالِحِيْنَ، وَمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ، وَالْحَدِيْث مَعَ الضَّيْفِ، وَمَعَ طَالِبِ حَاجَةٍ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ، فَلَا كَرَاهَةَ فِيْهِ، بَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ، وَكَذَا الْحَدِيْثُ لِعُذْرٍ وَعَارِضٍ لَا كَرَاهَةَ فِيْهِ. وَقَدْ تَظَاهَرَتِ الْأَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ عَلٰى كُلِّ مَا ذَكَرْتُهُ.

اس سے مراد وہ بات ہے جو دیگر اوقات میں مباح ہے اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے وہ گفتگو جو دیگر اوقات میں حرام یا مکروہ ہے وہ اس وقت زیادہ حرام اور زیادہ مکروہ ہے اور بھلائی کی باتیں کرنا جیسے علمی مذاکرے صالحین کی حکایا تا خلاق کی باتیں مہمان کے ساتھ باتیں حاجت مند کے ساتھ باتیں وغیرہ تو اس میں قطعا کراہت نہیں بلکہ یہ مستحب ہے یونہی کسی عذر یا رکاوٹ کی وجہ سے ہوں تو اس میں بھی کراہت نہیں۔ احادیث صحیحہ کے دلائل اس پر جو میں نے ذکر کیا ہے ظاہر ہیں۔

(1752) عَنْ أَبِيْ بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابی برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد باتیں کرنا ناپسند فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکرہ من النوم قبل العشاء، جلد 1، ص 118، رقم 568 صحیح مسلم، باب مایقول عند النوم واخذ المضجع، جلد 8، ص 77، رقم 7057 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبی برزۃ الاسلمی، جلد 4، صفحہ 421، رقم 19796 صحیح ابن خزیمہ، باب الزجر عن السھر بعد صلاۃ، جلد 2، صفحہ 290، رقم 1339 جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الاول فی تعیین اوقات الصلوات، جلد 6، ص 218، رقم 3277

شرح حدیث: عشاء کے بعد جلد سونے کی عادت ڈالنے کی نصیحت

اللہ تعالیٰ نے رات آرام کے لئے اور دن کام کے لیے بنایا۔ لہٰذا عشاء کے بعد لمبی محفلیں لگانا معیوب ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو ناپسند فرماتے تھے اور عشاء کے بعد دیر تک باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ ہاں کوئی دین کا پروگرام ہو تو اس کے لئے تو ساری رات گزر جائے پھر بھی تھوڑی ہے۔

کچھ ضروری مسائل

مسئلہ: عشا میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر مباح یعنی جب کہ آدھی رات ہونے سے پہلے فرض پڑھ چکے اور اتنی تاخیر کہ رات ڈھل گئی مکروہ ہے، کہ باعثِ تقلیل جماعت ہے۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، ج ۲، ص ۳۲، والبحر الرائق، کتاب الصلاۃ، ج ۱، ص ۴۳۰)

مسئلہ: نماز عشا سے پہلے سونا اور بعد نماز عشا دنیا کی باتیں کرنا، قصے کہانی کہنا سننا مکروہ ہے، ضروری باتیں اور تلاوت قرآن مجید اور ذکر اور دینی مسائل اور صالحین کے قصے اور مہمان سے بات چیت کرنے میں حرج نہیں، یوہیں طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ذکرِ الٰہی کے سوا ہر بات مکروہ ہے۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، ج ۲، ص ۵۵) (وردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب في طلوع الشمس من مغربہا، ج ۲، ص ۳۳)

مسئلہ: جو شخص جاگنے پر اعتماد رکھتا ہو اس کو آخر رات میں وتر پڑھنا مستحب ہے، ورنہ سونے سے قبل پڑھ لے، پھر اگر پچھلے کو آنکھ کھلی تو تہجد پڑھے وتر کا اعادہ جائز نہیں۔ (الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب في طلوع الشمس من مغربہا، ج ۲، ص ۳۴)

مسئلہ: ابر کے دن عصر و عشا میں تعجیل مستحب ہے اور باقی نمازوں میں تاخیر۔

(الھدایۃ، کتاب الصلاۃ، باب الاول في المواقیت، فصل ویستحب الاسفار بالفجر، ج ۱، ص ۴۱)

مسئلہ: سفر وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے دو نمازوں کا ایک وقت میں جمع کرنا حرام ہے، خواہ یوں ہو کہ دوسری کو پہلی ہی کے وقت میں پڑھے یا یوں کہ پہلی کو اس قدر مؤخر کرے کہ اس کا وقت جاتا رہے اور دوسری کے وقت میں پڑھے مگر اس دوسری صورت میں پہلی نماز ذمہ سے ساقط ہو گئی کہ بصورت قضا پڑھ لی اگرچہ نماز کے قضا کرنے کا گناہِ کبیرہ سر پر ہوا اور پہلی صورت میں تو دوسری نماز ہو گی ہی نہیں اور فرض ذمہ پر باقی ہے۔ ہاں اگر عذر سفر و مرض وغیرہ سے صورۃً جمع کرے کہ پہلی کو اس کے آخر وقت میں اور دوسری کو اس کے اوّل وقت میں پڑھے کہ حقیقتاً دونوں اپنے اپنے وقت میں واقع ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الأول في المواقیت، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۵۲)

مسئلہ: روز ابر کے سوا مغرب میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے اور دو رکعت سے زائد کی تاخیر مکروہِ تنزیہی اور اگر بغیر عذر سفر و مرض وغیرہ اتنی تاخیر کی کہ ستارے گُتھ گئے، تو مکروہِ تحریمی۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الأول في المواقیت، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۵۲) (والدرالمختار، کتاب الصلاۃ، ج ۲، ص ۳۳)

(1753) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ اٰخِرِ حَيَاتِهٖ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: "اَرَاَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ؟ فَاِنَّ عَلٰى رَاْسِ مِئَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں نماز عشاء پڑھانے کے بعد سلام پھیر کر فرمایا یہ تمہاری جو آج کی رات ہے اسے جان لو آج سے سو سال پورے ہونے

ظَهْرِ الْاَرْضِ الْيَوْمَ اَحَدٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کے بعد جواب زمین پر ہیں ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب السمر فی العلم، جلد 1، صفحه 34، رقم 116 صحیح مسلم، باب قوله ﷺ لاتاتی مائة سنة و علی الارض منفوسة الیوم، جلد 7، ص 186، رقم 6642 صحیح ابن حبان، فصل فی اعمار هذه الامة، جلد 7، صفحه 256، رقم 2989 مصنف عبدالرزاق، باب مئة سنة، جلد 11، صفحه 275، رقم 20534 مسند الشامیین للطبرانی، حدیث شعیب عن الزهری عن سالم، جلد 4، ص 227، رقم 3147

شرح حدیث: جنتی کون ہے؟

حضرتِ سیدنا مغیرہ بن حبیب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سیدنا مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کو دیکھا کہ آپ نے عشاء کے بعد وضو کیا، پھر جائے نماز پر پہنچ کر اپنی داڑھی پکڑ کر رونے لگے اور عرض کرنے لگے، اے اللہ عزوجل! مالک کے بڑھاپے کو جہنم پر حرام فرمادے، اے اللہ عزوجل! تو جانتا ہے کہ جنتی کون ہے اور جہنمی کون؟ اور" مالک" ان دونوں میں سے کون ہے۔؟ اور مالک کا اخروی گھر کونسا ہے؟ آپ علیہ الرحمۃ طلوع فجر تک یہی مناجات کرتے رہے۔

حضرتِ سیدنا عمرو بن عتبہ بن فرقد علیہ الرحمۃ روزانہ رات کو اپنے گھر سے نکل کر قبرستان آتے اور کہتے، اے قبر والو! صحیفے لپیٹ دیئے گئے اور اعمال اٹھالیے گئے۔ پھر قدم سیدھے کر کے ساری رات نماز پڑھتے رہتے پھر واپس آکر نماز فجر میں حاضر ہو جاتے۔

حضرتِ سیدنا عبدالعزیز بن رواد رحمۃ اللہ علیہ رات کو سونے کے لئے اپنے بستر پر آتے اور اس پر ہاتھ پھیر کر کہتے، تُو بہت نرم اور عمدہ ہے مگر اللہ عزوجل کی قسم! جنت کا بستر تجھ سے زیادہ نرم ہوگا پھر ساری رات نماز پڑھتے رہتے۔
(اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِی ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ ص ۱۴۷)

(1754) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُمْ انْتَظَرُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَهُمْ قَرِيْبًا مِّنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَصَلّٰى بِهِمْ - يَعْنِيْ: الْعِشَاءَ- ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ: "اَلَا اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا، ثُمَّ رَقَدُوْا، وَاِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کیا تو آپ تقریباً نصف شب میں تشریف لائے ان کو عشاء کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ پس فرمایا: لوگ نمازیں پڑھ کر سو چکے اور تم نماز میں رہے جب تک تم نماز کے انتظار میں ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب السمر فی الفقه والخیر بعد العشا جلد 1، ص 123، رقم 600 صحیح مسلم، باب وقت العشاء وتاخیرها، جلد 2، صفحه 116، رقم 1480 مسند أبي یعلی، مسند انس بن مالك، جلد 6، صفحه 64، رقم 3313 مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك رضی الله عنه، جلد 3، ص 267، رقم 13846 مشکوة المصابیح، باب تعجیل الصلوات، الفصل الاول، جلد 1، ص 136، رقم 618

شرح حدیث: سیدنا مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مناجات

حضرتِ سیِّدُ نا مغیرہ بن حبیب علیہ رحمۃ اللہ المُجیب فرماتے ہیں کہ میں محبوبانِ خداعزوجل کے مجاہدات اور عارفین کی مناجات کے بارے میں سنا کرتا اور ان میں سے کسی کے حال پر مطلع ہونے کی خواہش کرتا تھا۔ لہذا میں حضرتِ سیِّدُ نا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفّار کے ہاں گیا اور چھپ کر انہیں دیکھنے لگا۔ میں کئی راتوں تک ان کی عبادات کو دیکھتا رہا۔ وہ عشاء کے بعد وضوء کرتے اور نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے۔ بعض اوقات ایک یا دو آیتوں کی تکرار میں پوری رات گزار دیتے۔ کبھی آہستہ آہستہ تلاوت کی آواز بڑھا دیتے پھر جب سجدہ کر لیتے اور نماز سے فارغ ہوتے تو اپنی داڑھی پکڑ لیتے اور بچوں سے بچھڑ جانے والی ماں کی طرح فریاد کرتے اور پریشان حال شخص کی طرح روتے ہوئے یوں دعا مانگتے: یا الٰہی عزوجل! اے میری زندگی کے مالک! اے میری تنہائی کے رفیق! اے مناجات کے سننے والے! تو نے اپنے اس فرمان سے فضل واحسان کیا:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ

ترجمہ کنزالایمان: وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔ (پ6، المائدہ:54)

اور محب اپنے حبیب کو عذاب نہیں دیتا لہذا تو مالک بن دینار کے بڑھاپے کو جہنم پر حرام فرمادے، یا الٰہی عزوجل! تو جہنمیوں اور جنت میں داخل ہونے والوں کو جانتا ہے، مالک بن دینار کا ان میں سے کونسا گھر ہے؟ اور مالک کا ٹھکانا کونسا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یونہی طلوعِ فجر تک مناجات کرتے رہتے اور عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز ادا کرتے۔ (بحر الدموع ص ۱۲۵)

192-بَابُ تَحْرِيْمِ اِمْتِنَاعِ الْمَرْاَةِ مِنْ فِرَاشِ زَوْجِهَا اِذَا دَعَاهَا وَلَمْ يَكُنْ لَّهَا عُذْرٌ شَرْعِيٌّ

شوہر بیوی کو ہمبستری کے لیے بلائے اور بیوی کے پاس شرعی عذر نہ ہو تو اس کے لیے شوہر کی بات نہ ماننا حرام ہے

(1755) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ، فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "حَتّٰى تَرْجِعَ".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے پس اس کا شوہر اس پر ناراض ہو تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے حتیٰ کہ لوٹ آئے۔

شرح حدیث: مُفَسِّرِ شَہِیر حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

رات کے وقت صحبت کے لیے یا کسی اور خدمت کے لیے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں، اس سے اشارۃً چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ گھر میں چند بستر رکھنا جائز ہے خاوند کا علیحدہ بیویوں کا علیحدہ، دوسرے یہ کہ صحبت میں پردہ علیحدگی بہت ضروری ہے، تیسرے یہ کہ عورت کا مرد کے بستر پر جانا بہتر ہے، بمقابلہ اس کے کہ مرد عورت کے بستر پر جائے عموماً مرد کا بستر بمقابلہ عورت کے بستر کے پاک وصاف ہوتا ہے عورت کا بستر بچوں کی وجہ سے میلا۔

بغیر عذر آنے سے انکار کردے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ بحالت حیض بھی مرد کے بلانے پر پہنچ جائے کہ حیض میں صحبت حرام ہے نہ کہ بوس وکنار اور ساتھ لیٹنا وغیرہ۔ (مرقات)

یہاں رات کو بلانے کا خصوصیت سے ذکر ہے اس لیے ہوا کہ عموماً بیویوں کے پاس رہنا سہنا رات ہی کو ہوتا ہے دن میں کم ورنہ اگر دن میں خاوند بلائے عورت نہ آئے تو شام تک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، رات کی لعنت صبح کو اس لیے ختم ہوجاتی ہے کہ صبح ہونے پر خاوند کام وکاج میں لگ جاتا ہے رات کا غصہ ختم یا کم ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالٰی جس کی حکومت، ملکیت، آسمان میں بھی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ اگرچہ زمین وآسمان والا مکان سب ہی اللہ تعالٰی کی ملکیت ہیں مگر چونکہ آسمان فیض دینے والا ہے زمین فیض لینے والی، اس حیثیت سے آسمان زمین سے اشرف ہے اسی لیے صرف آسمان کا ذکر ہوا، یا آسمان میں رہنے والے فرشتے، تب یہ حدیث پچھلے مضمون کے موافق ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آسمان میں رہنے والے فرشتے زمین والوں کے ہر کھلے چھپے حالات سے خبردار ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ان فرشتوں سے کہیں زیادہ ہے آپ بھی ہمارے ہر ظاہر و پوشیدہ حالات سے باخبر ہیں۔

معلوم ہوا کہ خاوند کی رضا میں رب تعالٰی اور فرشتوں کی رضا ہے جب خاوند کی رضا مندی شہوت نفسانی میں اتنی اہم ہے تو دینی امور میں اسے راضی کرنا کتنا ضروری ہوگا، مگر خیال رہے کہ شرعی حرام کاموں میں خاوند تو کیا کسی کی رضا حاصل نہ کرے، لہٰذا بحالت حیض خاوند کو صحبت نہ کرنے دے۔ (مراۃ المناجیح ج ۵ ص ۱۶۷)

193-بَابُ تَحْرِيمِ صَوْمِ الْمَرْاَةِ تَطَوُّعًا وَّزَوْجُهَا حَاضِرٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

شوہر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر بیوی کے لیے نفلی روزے رکھنا حرام ہے

(1756) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَحِلُّ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، وَلَا تَاْذَنَ فِیْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ کسی عورت کے لیے اس کے شوہر کی موجودگی میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کی اجازت کے بغیر اس کی کمائی سے خرچ کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لا تاذن المراۃ فی بیت زوجھا لاحد الا باذنہ. جلد 5، ص 30، رقم 4899 صحیح مسلم، باب

من انفق العبد من مال مولاہ، جلد 3، صفحہ 91، رقم 2417 سنن النسائی الکبری، باب صوم المرأۃ بغیر اذن زوجھا، جلد 2، صفحہ 175، رقم 2921 الاداب للبیھقی، باب فی مراعاۃ حق الازواج جلد 1، ص 28، رقم 48 المستدرك للحاکم، کتاب البر والصلۃ، جلد 4، ص 191، رقم 7329

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

حکم بحالت سنیت بیشک نکاح کی ترغیب بتاکید کی جائے اور اس سے انکار پر سخت اعتراض پہنچتا ہے اسی قدر جتنا ترکِ سنت پر چاہئے اور درصورت اباحت نہ نکاح پر اصلاً جبر کا اختیار نہ اس سے انکار پر کچھ اعتراض وانکار کہ مباح وشرع مطہر نے مکلف کی مرضی پر چھوڑا ہے چاہے کرے یا نہ کرے، پھر انصاف کی میزان ہاتھ میں لیجئے تو عورتوں کے حق میں سنیت نکاح بھی بہت ندرت سے ثابت ہوگی، ہزار میں ایک ہی ایسی نکلے گی جس کے لئے سنت کہہ سکیں، کیا کسی عورت کی نسبت خود وہ یا اس کے اولیاء یا یہ تشدد والے حضرات پورے طور پر ضامن ہو جائیں گے کہ اس سے نافرمانی شوہر یا اس کے کسی حق میں ادنیٰ تقصیر واقع ہونے کا اصلاً اندیشہ نہیں، ایسی بے معنی ضمانت وہی کرسکتا ہے جسے نہ مردوں کے حقوق عظیمہ پر اطلاع، نہ عورات کی عادات ونقصان عقل ودین پر وقوف کیا، حدیث صحیح میں حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد سُنا کہ:

رأیت النار فلم ارکالیوم منظراقط افظع و رأیت اکثر اھلھا النساء

میں نے دوزخ ملاحظہ فرمائی تو آج کی برابر کوئی چیز سخت وشنیع نہ دیکھی اور میں نے اہلِ دوزخ میں عورتیں زیادہ دیکھیں۔

فقالو! یارسول اللہ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ یعنی حضور! اس کا کیا سبب ہے؟ قال بکفرھن فرمایا ان کے کفر کے باعث۔ قیل یکفرن باللہ عرض کی گئی کیا اللہ عزّوجل سے کفر کرتی ہیں؟ قال یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتی ہیں لو احسنت الی احدٰھن الدھر ثم رأت منك شیئاً قالت ما رأیت منك خیرا قط ۱۔ اگر تو ان میں سے کسی کے ساتھ عمر بھر احسان کرے پھر ذرا سی بات خلافِ مزاج تجھ سے دیکھے تو کہے میں نے کبھی تجھ سے کوئی بھلائی نہ دیکھی رواہ الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما (اس کو شیخین نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

(۱ے صحیح بخاری باب صلوٰۃ الکسوف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۴۴) (صحیح مسلم باب صلوٰۃ الکسوف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۲۸۳)

حدیث ۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان المرأۃ خلقت من ضلع اعوج لن تستقیم لك علی طریقۃ فان استمتعت بھا وبھا عوج وان ذھبت تقیمھا کسرتھا وکسرھا طلاقھا۔ رواہ مسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ ونحوہ احمد ابن حبان والحاکم عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنھما۔ (صحیح مسلم باب الوصیۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۴۷۵)

عورت ٹیڑھی پسلی سے بنی ہے ہرگز سی راہ پر تیرے لئے سیدھی نہ ہوگی، اگر تُو اس سے نفع لے تو اس کی کجی کے ساتھ نفع لے اور سیدھا کرنے چلے تو توڑ دے، اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے (اس کو امام مسلم و ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اس کی مجمل کو امام احمد، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

حاصل یہ کہ پسلی ٹوٹ جائے گی مگر سیدھی نہ ہوگی، عورت بھی بائیں پسلی سے بنی ہے نہ نبھے تو طلاق دے دے مگر ہر طرح موافق آئے یہ مشکل ہے۔

حدیث ۳: ایک بی بی نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! میں عورتوں کی فرستادہ ہوں، حضور کی بارگاہ میں جن عورتوں کو خبر ہے اور جنہیں خبر نہیں سب میری اس حاضری کی خواہاں ہیں، اللہ عزوجل مردوں عورتوں سب کا پروردگار ہے اور حضور مردوں عورتوں سب کی طرف اس کے رسول، اللہ عزوجل نے مردوں پر جہاد فرض کیا کہ فتح پائیں تو دولتمند ہو جائیں اور شہید ہوں تو اپنے رب کے پاس زندہ رہیں رزق پائیں اور ہم عورتیں اُن کے کاموں کا انتظام کرنے والیاں ہیں تو ہمارے لئے وُہ وہ کون سی طاعت ہے جو ثواب میں جہاد کے برابر ہو۔ فرمایا:

طاعة ازواجهن بحقوقهم وقليل منكن من يفعله۔ رواه البزار والطبراني عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما۔

(مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی حق المرأۃ علی الزوج دارالکتاب بیروت ۴/ ۳۰۶) (مصنف عبدالرزاق حدیث ۵۹۱۴ حبیب الرحمٰن الاعظمی بیروت ۸/ ۴۶۳)

شوہروں کی اطاعت اور اُن کے حق پہچاننا اور اس کی کرنے والیاں تم میں تھوڑی ہیں (اس کو بزار اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: حاملات والدات مرضعات رحيمات باولادهن لولا ما يأتين الى ازواجهن لدخل مصليا تهن الجنة۔ اخرجه الامام احمد وابن ماجة والطبراني في الكبير والحاكم في المستدرك عن ابي امامة رضي الله تعالىٰ عنه۔ (المعجم الکبیر حدیث ۷۹۸۶ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۸/ ۳۰۲) (مسند امام احمد دارالفکر بیروت ۵/ ۲۵۲)

حمل کی سختیاں اٹھانے والیاں، دُودھ پلانے والیاں، جننے کی تکلیف جھیلنے والیاں، اپنے بچوں پر مہربانیں، اگر نہ ہوتی وُہ تقصیر جو اپنے شوہروں کے ساتھ کرتی ہیں تو ان کی نماز والیاں سیدھی جنّت میں جائیں (اس کو امام احمد، ابن ماجہ، کبیر میں طبرانی نے اور مستدرک میں حاکم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔

تو سنّیت درکنار اکثر عورتوں کے لئے حدیث اباحت ہی ثابت رہے یہی بڑی بات ہے پھر اُن کے انکار پر اعتراض اور نکاح پر اصرار کی کیا سبیل نہ کہ اعتراض بھی معاذ اللہ تا حد اکفار اور اصرار بھی ہم پہلوئے اکراہ و اجبار، ولہذا احادیث میں

وارد کہ حقوقِ شوہر اوران کی شدّت سُن کر متعدد بیبیوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے عمر بھر نکاح نہ کرنے کا عہد کیا اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا مگر جاہل واعظین خصوصاً وہابیہ ہمیشہ خدا اور رسول سے بڑھ کر چلا چاہتے ہیں جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ا: ایک زن خثعمیہ نے خدمت اقدسِ سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! حضور مجھے سُنائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے کہ میں زنِ بے شوہر ہوں اُس کے ادا کی اپنے طاقت دیکھوں تو نکاح کروں ورنہ یوں ہی بیٹھی رہوں، فرمایا:

فان حق الزوج علی الزوجة ان سألها نفسها وھی علی ظھر بغیران لاتمنعه نفسها ومن حق الزوج علی الزوجة ان لاتصوم تطوعا الاباذنه فان فعلت جاعت وعطشت ولایقبل منھا ولاتخرج من بیتھا الاباذنه فان فعلت لعنتھا ملئکة السماء وملئکة الارض وملئکة الرحمة وملئکة العذاب حتی ترجع۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار باب حق الزوج علی المرأۃ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/۱۷۷)(مجمع الزوائد باب حق الزوج علی المرأۃ دار الکتاب بیروت ۴/۳۰۶-۷)

تو بیشک شوہر کا حق زوجہ پر یہ ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اُسی سواری پر اس سے نزدیکی چاہے تو انکار نہ کرے، اور مرد کا حق عورت پر یہ ہے کہ اس کے بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے اگر رکھے گی تو عبث بھوکی پیاسی رہی روزہ قبول نہ ہوگا اور گھر سے بے اذن شوہر کہیں نہ جائے اگر جائے گی تو آسمان کے فرشتے، زمین کے فرشتے، رحمت کے فرشتے، عذات کے فرشتے سب اُس پر لعنت کرینگے جب تک پلٹ کر آئے۔

یہ ارشاد سُن کر بی بی نے عرض کی: لاجرم لاتزوج ابدا ٹھیک یہ ہے کہ نکاح نہ کرونگی رواہ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما (اس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۱۲ ص ۳۰۱)

194-بَابُ تَحْرِيْمِ رَفْعِ الْمَأْمُوْمِ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ أَوِ السُّجُوْدِ قَبْلَ الْإِمَامِ

مقتدی کو رکوع وسجود میں امام سے پہلے سر اٹھانا حرام ہے

(1757) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "أَمَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ! أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهُ صُوْرَةَ حِمَارٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی جب امام سے پہلے سر اٹھائے تو کیا وہ ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالٰی اس کے سر کو گدھے کا سر بنادے یا اس کی شکل کو گدھے کی شکل بنادے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اثم من رفع راسه قبل الامام، جلد 1، ص 140، رقم 691 صحیح مسلم، باب النھی عن

سبق الامام برکوع او سجود، جلد 2، صفحہ 28، رقم 992 السنن الکبری للبیہقی، باب اثم من رفع راسہ قبل الامام، جلد 2، ص 93، رقم 2704 المنتقی لابن الجارود، باب القرأۃ وراء الامام، جلد 1، صفحہ 89، رقم 325 سنن ابو داؤد، باب التشدید فیمن یرفع قبل الامام، جلد 1، ص 240، رقم 623

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی کی تاویل کی ضرورت نہیں یعنی امام سے آگے بڑھنا اتنا جرم ہے کہ اس پر صورت مسخ ہوسکتی ہے اگر کبھی نہ ہو تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا صدقہ ہے۔ یہاں مرقاۃ نے ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ ایک محدث دمشق کے کسی مشہور شیخ کے پاس حدیث سیکھنے گئے وہ شیخ پردے میں رہ کر انہیں حدیث پڑھایا کرتے تھے ایک دن ان کے اصرار پر پردہ اٹھایا تو ان کی صورت گدھے کی سی تھی اور فرمایا کہ میں اس حدیث کو خلاف عقل سمجھ کر آزمائش کے لیے امام سے آگے بڑھا تھا تو اس مصیبت میں گرفتار ہوگیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۶۵)

نماز میں امام سے سبقت کرنا

شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب نماز کے احکام میں بہار شریعت کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی حدیث لینے کے لئے ایک بڑے مشہور شخص کے پاس دمشق گئے۔ وہ پردہ ڈال کر پڑھاتے، مدتوں تک ان کے پاس بہت کچھ پڑھا مگر ان کا منہ نہ دیکھا، جب زمانہ دراز گزرا اور ان محدِّث صاحب نے دیکھا کہ ان کو (یعنی امام نووی) کو علمِ حدیث کی بہت خواہش ہے تو ایک روز پردہ ہٹا دیا، دیکھتے کیا ہیں کہ ان کا گدھے جیسا منہ ہے!! انہوں نے فرمایا: صاحبزادے! دورانِ جماعت امام پر سبقت کرنے سے ڈرو کہ یہ حدیث جب مجھ کو پہنچی میں نے اسے مُستَبعَد (یعنی بعض راویوں کی عدمِ صحت کے باعث دُور اَز قیاس) جانا اور میں نے امام پر قصداً سَبقت کی تو میرا منہ ایسا ہوگیا جیسا تم دیکھ رہے ہو۔ (نماز کے احکام، باب نماز کا طریقہ، ص ۲۵۷)

195-بَابُ كَرَاهَةِ وَضْعِ الْيَدِ عَلَى الْخَاصِرَةِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے

(1758) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلٰوةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الخصر فی الصلاۃ، جلد 2، صفحہ 66، رقم 1219 صحیح مسلم، باب کراھۃ الاختصار فی الصلاۃ، جلد 2، ص 74، رقم 1246 السنن الکبری للبیہقی، باب کراھیۃ التخصر فی الصلاۃ، جلد 2، صفحہ 287، رقم 3704 المستدرک للحاکم، باب التأمین، جلد 1، ص 358، رقم 974 المنتقی لابن الجارود، باب الافعال الجائزۃ فی الصلاۃ، جلد 1، ص 65، رقم 220

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی نماز کی کسی حالت میں، قیام، قومہ، قعود میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے بلکہ نماز سے خارج بھی ممنوع ہے کہ یہ ابلیس کا طریقہ ہے، نیز دوزخی تھک کر ایسے ہاتھ رکھا کریں گے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں خصر سے مراد لاٹھی یا دیوار پر ٹیک لگانا ہے، عربی میں خاصرہ لاٹھی کو کہتے ہیں، یہ ٹیک بلاضرورت ممنوع، ضرورۃً جائز ہے، بوڑھا آدمی لاٹھی بغل میں لے کر نماز پڑھ سکتا ہے، سلیمان علیہ السلام نے اپنی آخری نماز لاٹھی کی ٹیک پر ہی پڑھی جس میں آپ کی وفات ہوئی۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ص ۲۰۶)

196-بَابُ كَرَاهَةِ الصَّلٰوةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَنَفْسِهٖ تَتُوْقُ اِلَيْهِ اَوْ مَعَ مُدَافَعَةِ الْاَخْبَثَيْنِ: وَهُمَا الْبَوْلُ وَالْغَائِطُ

کھانے کی طرف دل مائل ہو اور کھانا آجائے تو نماز پڑھنا مکروہ ہے یونہی پیشاب پاخانہ کی حاجت ہو تو اس کو روک کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

(1759) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ، وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں اسی طرح پیشاب اور پاخانے کی حاجت میں (نماز نہیں)۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب كراهة الصلاة بحضرة الطعام الذي يريد اكله في الحال، جلد 2، ص 78، رقم 1274 سنن ابوداؤد، باب ايصلي الرجل وهو حاقن، جلد 1، صفحه 33، رقم 89 سنن الكبرى للبيهقي، باب ترك الجماعة لحضرة الطعام و نفسه اليه شديدة، جلد 3، ص 23، رقم 4816 صحيح ابن خزيمه، باب الزجر عن مدافعة الغائط، جلد 2، ص 66، رقم 933 مسند امام احمد، حديث السيدة عائشه رضی الله عنها، جلد 6، ص 43، رقم 24212

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہاں کمال نماز کی نفی ہے، یعنی جب بھوک کی تیزی یا پیشاب پاخانہ کی حاجت کی و سے نماز میں دل نہ لگے تو نماز کامل نہیں، قے، درد وغیرہ تمام عوارض کا یہی حکم ہے حتی کہ اگر دوران نماز یہ عارضے پیش آجائیں تو نماز توڑ دے بعد فراغت دوبارہ پڑھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ص ۲۰۶)

197-بَابُ النَّهْيِ عَنْ رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَى السَّمَآءِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا ممنوع ہے

(1760) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَآءِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ! فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِيْ ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ: "لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ، اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ!". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ قوموں کا کیا حال ہے کہ اپنی نمازوں میں نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں پھر آپ نے اس بارے میں سخت بات کہی حتیٰ کہ آپ نے فرمایا چاہئے کہ وہ اس سے رک جائیں ورنہ ان کی نظریں اُچک لی جائیں گی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، جلد 1، ص 150، رقم 750 السنن الکبرٰی للبیھقی، باب کراھیۃ رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، جلد 2، ص 282، رقم 3677 سنن ابوداؤد، باب النظر فی الصلاۃ، جلد 1، ص 343، رقم 914 سنن الدارمی، باب کراھیۃ رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، جلد 1، ص 339، رقم 1302 مسند أبی یعلی، مسند انس بن مالک، جلد 5، ص 449، رقم 3160

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ فتاوٰی رضویہ، ج ۸ میں ایک جگہ فرماتے ہیں: بیشک دیوارِ قبلہ میں عام مصلیوں کے موضع نظر تک کوئی ایسی چیز نہ چاہئے جس سے دل بٹے اور ہو تو کپڑے سے چھپادی جائے۔ احمد و ابوداؤد عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دعاہ بعد دخولہ الکعبۃ فقال انی کنت رأیت قرنی الکبش حین دخلت البیت فنسیت ان آمرك ان تخمرھا فخمرھما فانہ لاینبغی ان یکون فی قبلۃ البیت شئ یلھی المصلی۔ (مسند امام احمد بن حنبل مروی از امرأۃ ام عثمان بن طلحہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵ / ۳۸۰)

رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دخولِ کعبہ کے بعد انھیں بلایا اور فرمایا جب میں بیت اللہ میں داخل ہوتو میں نے دنبے کے دو (۲) سینگ دیکھے مجھے تجھ سے یہ کہنا یاد نہ رہا کہ انھیں ڈھانپ دو، کیونکہ قبلہ بیت اللہ میں ایسی کسی شیئ کا ہونا مناسب نہیں جو نمازی کو مشغول کردے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کلید بردار کعبہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا: ہم نے کعبہ میں دنبے کے سینگ ملاحظہ فرمائے تھے (دنبہ کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ ہوا اس کے سینگ کعبہ معظمہ کی دیوار غربی میں لگے ہوئے تھے) ہمیں تم سے یہ فرمانا یاد نہ رہا کہ ان کو ڈھانک دو اب ڈھانکو کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز ایسی نہ چاہئے جس سے دل بٹے۔ ہاں اگر اتنی بلندی پر ہو کہ سر اٹھا کر دیکھنے سے نظر آئے تو یہ نمازی کا قصور ہے، اسے آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کب جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

لینتھین اقوام یرفعون ابصارھم الی السماء فی الصلوٰۃ اولتخطفن ابصارھم۔ رواہ احمد ومسلم والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب النہی عن رفع البصر الی السماء الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱ / ۱۸۱)

وہ جو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں یا تو اس سے باز آئیں گے یا ان کی نگاہ اچک لی جائیگی یعنی واپس نہ آئے گی اندھے ہو جائیں گے۔ اسے امام احمد مسلم اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج ۸، ص ۱۲۱)

198- بَابُ كَرَاهَةِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ لِغَيْرِ عُذْرٍ

نماز میں بغیر عذر کے اِدھر اُدھر متوجہ ہونا مکروہ ہے

(1761) عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سألت رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ، فَقَالَ: "هُوَ اخْتِلَاسٌ يَّخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: وہ جھپٹ ہے جو شیطان بندے کی نماز سے اُچک لیتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، جلد 1، ص 150، رقم 750، السنن الکبری للبیهقی، باب کراهیة رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، جلد 2، ص 282، رقم 3677، سنن ابوداؤد، باب النظر فی الصلاۃ، جلد 1، ص 343، رقم 914، سنن الدارمی، باب کراهیة رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، جلد 1، ص 339، رقم 1302، مسند أبی یعلی، مسند انس بن مالک، جلد 5، ص 449، رقم 3160

شرح حدیث: رحمت پھیر لیتا ہے

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب آدمی نماز کے لئے آتا ہے تو اللہ عزوجل کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے، پھر جب وہ کسی اور جانب متوجہ ہوتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے ابن آدم! تُو کس کی طرف متوجہ ہو گیا؟ کیا وہ تیرے لئے مجھ سے زیادہ بہتر ہے؟ میری طرف متوجہ ہو جا۔ پھر جب وہ آدمی دوسری مرتبہ متوجہ ہوتا ہے تو اللہ عزوجل یہی بات ارشاد فرماتا ہے اور پھر جب وہ بندہ تیسری مرتبہ غیر کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس سے اپنی رحمت پھیر لیتا ہے۔

(کنز العمال، کتاب الصلوۃ، فصل فی مفسدات الصلوۃ۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۲۴۴۴، ج ۸، ص ۸۴، ملخصا)

(1762) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِيَّاكَ وَالالتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ، فَاِنَّ الالتفات فِي الصَّلٰوةِ هَلَكَةٌ، فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ، فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے سے بچو کیونکہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا ہلاکت کا باعث ہے۔ اگر ضروری ہو تو نوافل میں اجازت ہے فرائض میں نہیں۔ اسے ترمذی

الْفَرِيضَةِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".　نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ذکر فی الالتفات فی الصلوۃ، جلد 2، ص 484، رقم 589 المحرر فی الحدیث لابن عبد الهادی، کتاب الصلاۃ، جلد 1، ص 215، رقم 292 المعجم الصغیر للطبرانی، باب المیم من اسمه محمد، جلد 2، ص 100، رقم 856

شرح حدیث: مسئلہ: اِدھر اُدھر مونھ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے، کل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض اور اگر مونھ نہ پھیرے، صرف کنکھیوں سے اِدھر اُدھر بلا حاجت دیکھے، تو کراہت تنزیہی ہے اور نادراً کسی غرض صحیح سے ہو تو اصلاً حرج نہیں، نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم 3)

مکروہاتِ نماز

مکروہاتِ نماز بعض امور کی وجہ سے نماز ناقص ہو جاتی ہے یعنی نمازی اَصل اَجر و ثواب اور کمال سے محروم رہتا ہے، انہیں مکروہات کہتے ہیں۔ ان سے اِجتناب کرنا چاہیے۔ نماز کو مکروہ بنانے والے امور درج ذیل ہیں:

ہر ایسا کام جو نماز میں اللہ کی طرف سے توجہ ہٹا دے مکروہ ہے۔ داڑھی، بدن یا کپڑوں سے کھیلنا۔ اِدھر اُدھر منہ پھیر کر دیکھنا۔ آسمان کی طرف دیکھنا۔ کمر یا کولہے وغیرہ پر ہاتھ رکھنا۔ کپڑا اسمیٹنا۔ سَدْلِ ثوب یعنی کپڑا الٹکانا مثلاً سر یا کندھوں پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں۔ آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی رکھنا۔ انگلیاں چٹخانا۔ بول و براز (پاخانہ/ پیشاب) یا ہوا کے غلبے کے وقت نماز ادا کرنا۔ اگر دورانِ نماز میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے اور وقت میں بھی گنجائش ہو تو نماز توڑ دینا واجب ہے۔ قعدہ یا سجدوں کے درمیان جلسہ میں گھٹنوں کو سینے سے لگانا۔ بلا وجہ کھنکارنا۔ ناک و منہ کو چھپانا۔ جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اس کو پہن کر نماز پڑھنا۔ کسی کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا۔ پگڑی یا عمامہ اس طرح باندھنا کہ درمیان سے سر ننگا ہو۔ کسی واجب کو ترک کرنا مثلاً رکوع میں کمر سیدھی نہ کرنا، قومہ یا جلسہ میں سیدھے ہونے سے پہلے سجدہ کو چلے جانا۔ قیام کے علاوہ اور کسی جگہ پر قرآنِ حکیم پڑھنا۔ رکوع میں قرآت ختم کرنا۔ صرف شلوار یا چادر باندھ کر نماز پڑھنا۔ امام سے پہلے رکوع و سجود میں جانا یا اٹھنا۔ قیام کے علاوہ نماز میں کسی اور جگہ قرآنِ حکیم پڑھنا۔ چلتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہنا۔ امام کا کسی آنے والے کی خاطر نماز کو بلا وجہ لمبا کرنا۔ قبر کے سامنے نماز پڑھنا۔ غصب کی ہوئی زمین/ مکان/ کھیت میں نماز پڑھنا۔ الٹا کپڑا پہن/ اوڑھ کر نماز پڑھنا۔ اچکن وغیرہ کے بٹن کھول کر نماز پڑھنا جبکہ نیچے قمیص نہ ہو۔

199-بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلٰوةِ إِلَى الْقُبُوْرِ

قبروں کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھنا ممنوع ہے

(1763) عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ كَنَّازِ بْنِ الْحُصَيْنِ　حضرت ابو مرثد کناز بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا تُصَلُّوا اِلَى الْقُبُوْرِ، وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَيْهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ قبروں پر بیٹھو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النھی عن الجلوس علی القبر والصلاۃ علیه، جلد 3، صفحه 62، رقم 2295 سنن النسائی الکبزی، باب النھی عن الصلاۃ الی القبر، جلد 2، ص 67، رقم 760 مسند امام احمد، حدیث أبی مرثد الغنوی رضی اللہ عنه، جلد 4، ص 135، رقم 17254 الاحادو المثانی لاحمد الشیبانی، ومن ذکر أبی مرثد الغنوی، جلد 1، ص 242، رقم 316 معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه ابو مرثد الغنوی، جلد 3، صفحه 56، رقم 6380

شرح حدیث: امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نماز قبر پر مطلقاً مکروہ و ممنوع ہے بلکہ قبر پر پاؤں رکھنا ہی جائز نہیں، عالمگیری میں ہے:

یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت اھ وقد حققنا فی اھلاك الوھابیین۔

(فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۵۱)

قبروں پر پاؤں رکھنے سے گناہ گار ہوتا ہے کیونکہ قبر کی چھت میت کا حق ہے اھ اور اس کی تحقیق ہم نے اہلاک الوہابیین میں کی ہے۔

اور قبر کی طرف بھی نماز مکروہ و ممنوع ہے جبکہ سترہ نہ ہو اور صحرا یا مسجد کبیر میں قبر موضع سجود میں ہو یعنی اتنے فاصلے پر جبکہ یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے اور اپنی نگاہ خاص موضع سجود پر جمی رکھے تو اس پر نظر پڑے کہ نگاہ کا قاعدہ ہے جس محل خاص پر اُسے جمایا جائے اُس سے کچھ دُور آگے بڑھتی ہے مذہب اصح میں بحالت مذکورہ جہاں تک نگاہ پہنچے سب موضع سجود ہے کما نص علیہ فی الحلیۃ وغیرھا۔ مجتبی۔ پھر بحر پھر فتح اللہ المعین میں ہے:

یکرہ ان یطائر القبر اویجلس اوینام علیه اویصلی علیه او الیه۔

(فتح المعین علی شرح الکنز فصل فی الصلوۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱ / ۳۶۲)

مکروہ ہے کہ قبر پر پاؤں رکھے یا سوئے یا اس پر نماز پڑھے یا اس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھے۔

جنائز حلیہ پھر جنائز ردالمحتار میں ہے: تکرہ الصّلاۃ علیه والیه لورود النھی عن ذلك۔

(ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیت واہداء ثوابہالہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱ / ۶۶۷)

قبر کے اوپر یا اس کی طرف نماز مکروہ ہے، کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: انکان بینه وبین القبر مقدار مالوکان فی الصّلاۃ ویمرّ انسان لایکرہ، فھنا ایضاً لایکرہ۔ کذافی التتارخانیة۔ (فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ ومالا یکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱ / ۱۰۷)

اگر اس کے درمیان اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ اگر یہ شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے سے کوئی گزرے تو

اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے۔اسی طرح تتارخانیہ میں ہے۔

درمختار میں ہے: ولایفسدھا مرور مارّ فی الصحراء او بمسجد کبیر بموضع سجودہ، فی الاصح، او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت و مسجد صغیر، فانہ کبقعۃ واحدۃ؛ وان اثم المار۔

(الدر المختار ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱)

اصح یہ ہے کہ صحرا یا بڑی مسجد میں نمازی کی جائے سجدہ سے کسی کا گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔اسی طرح گھر میں یا چھوٹی مسجد میں کہ چھوٹی مسجد ایک ہی قطعے کے حکم میں ہے، کسی کا قبلے والی جانب سے نمازی کے آگے سے گزرنا، نماز کو فاسد نہیں گزرتا، اگرچہ گزرنے والا گناہگار رہوتا ہے۔

اور اگر قبر دہنے بائیں یا پیچھے ہے تو اصلاً موجبِ کراہت نہیں، جامع المضمرات پھر جامع الرموز پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح ورد المحتار علی الدر المختار میں ہے:

لاتکرہ الصلاۃ الی جھۃ قبر الا اذا کان بین یدیہ، بحیث لو صلی صلاۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ۔

(ردالمحتار ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۴)

قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے ہاں اگر قبر بالکل اس کے سامنے ہو کہ اگر وہ خاشعین والی نماز پڑھے تو قبر پر اس کی نظر پڑے، اس صورت میں مکروہ ہے۔

علی قاری حنفی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد

(رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی ہے۔ت)

تحریر فرماتے ہیں:

قال ابن الملک انما حرم اتخاذ المساجد علیہا لان فی الصلاۃ فیہا استنانا بسنۃ الیہود۔ اھ وقید علیہا یفید ان اتخاذ المساجد بجنبہا لاباس بہ۔ ویدل علیہ قولہ علیہ السلام لعن اللہ الیہود والنصاری، الّذین اتّخذوا قبور انبیاء ھم وصالحیھم مساجد۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، الفصل الاول مطبع امدادیہ ملتان ۲/۲۱۹)

ابن الملک نے کہا ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اس لئے حرام قرار دیا ہے کیونکہ ان میں نماز پڑھنا یہودیوں کیطریقے کی پیروی ہے۔اھ اور قبروں پر کی قید سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر قبروں کے پاس مسجد بنائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجدیں بنالیا، اسی پر دلالت کرتا ہے۔

بلکہ اگر مزاراتِ اولیائے کرام ہوں اور اُن کی ارواحِ طیبہ سے استمداد کے لئے ان کی قبور کریمہ کے پاس دہنے یا بائیں نماز پڑھے تو اور زیادہ موجبِ برکت ہے، امام علّامہ قاضی عیاض مالکی شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شافعی شرح مشکوٰۃ شریف پھر علّامہ علی قاری حنفی مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں:

كانت اليهود والنصارٰی يسجدون بقبور انبيائهم ويجعلونها قبلة ويتوجهون فى الصلاة نحوها، فقد اتخذوها اوثانا، فلذلك لعنهم، ومنع المسلمين عن مثل ذلك، امامن اتخذ مسجدا فى جوار صالح، اوصلى فى مقبرة، وقصد الاستظهار بروحه، اووصول اثرما من اثر عبادته اليه، لاللتعظيم له والتوجه نحوه، فلاحرج عليه؛ الاترى ان مرقد اسمعيل عليه الصلاة والسلام فى المسجد الحرام عند الحطيم، ثم ان ذلك المسجد افضل مكان يتحرى المصلى لصلاته۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، الفصل الاول مطبع امدادیہ ملتان ۲ / ۲۰۲)

یہود ونصارٰی اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے، انہیں اپنا قبلہ بنالیتے تھے اور نماز میں انہی کی طرف منہ کرتے تھے، اس طرح انہوں نے قبروں کو بُت بنالیا تھا اس لئے آپ نے ان پر لعنت بھیجی اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع کیا، رہاوہ آدمی جو کسی صالح کی قبر کے پاس مسجد بنائے یا مقبرے میں نماز پڑھے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اس صالح انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات میں سے کچھ اثر اِس تک بھی پہنچ جائے، اور قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے، اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام مقامات سے افضل ہے جنہیں کوئی نمازی، نماز پڑھنے کیلئے تلاش کرتا ہے۔

علّامہ طاہر حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد۔ كانوا يجعلونها قبلة، يسجدون اليها فى الصلاة، كالوثن، واما من اتخذ مسجدا فى جوار صالح، اوصلى فى مقبرة، قاصدابه الاستظهار بروحه، اووصول اثر مامن اٰثار عبادته اليه، لاالتوجه نحوه والتعظيم له، فلاحرج فيه؛ الايرى ان مرقد اسمٰعيل فى الحجر فى المسجد الحرام والصّلوٰة فيه افضل۔ (مجمع بحار الانوار تحت لفظ قبر مطبع نولکشور لکھنؤ ۳ / ۱۰۴)

لعنت بھیجے اللہ تعالٰی یہود ونصارٰی پر کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا یعنی ان کو قبلہ بنالیا اور نماز میں انہی کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسا کہ بُت کے رُوبرو۔ ہاں اگر کسی نیک انسان کے پڑوس مین کوئی شخص مسجد بنائے یا ایسے ہی مقبرے میں نماز پڑھے اور مقصد یہ ہو کہ اس نیک انسان کی رُوح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات سے کچھ اثر اس شخص تک پہنچ جائے، یہ مقصد نہ ہو کہ اس کی طرف منہ کرے اور اس

کی تعظیم کرے، تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیا معلوم نہیں ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مسجدِ حرام میں ہے، اس کے باوجود اس میں نماز افضل ہے۔

قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی پھر امام علامہ بدر الدین محمود عینی حنفی عمدۃ القاری پھر علامہ احمد محمد خطیب قسطلانی شافعی ارشاد الساری شروح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرك بقرب منه، لاالتعظیم ولاالتوجه الیه، فلایدخل فی الوعید المذکور۔ (ارشاد الساری باب جواز الدفن بالدلیل مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/۴۳۸)

جو شخص کسی نیک انسان کے پڑوس میں قبر بنائے اور مقصد یہ ہو کہ اس کے قُرب سے برکت حاصل کرے، اس کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا شخص حدیث میں مذکور وعید (یعنی لعنت) میں داخل نہیں ہوگا اھ

امام علّامہ تورپشتی حنفی شرح مصابیح میں زیرِ حدیث اتخذ وا قبور انبیائھم مساجد فرماتے ہیں:

هو مخرج علی وجهین، احدهما، انهم کانوایسجدون بقبور الانبیاء تعظیمالهم وقصدا للعبادة فی ذلك۔ وثانیهما، انهم کانوا یتحرون الصلوٰة فی مدافن الانبیاء والتوجه الیٰ قبورهم فی حالة الصلوٰة، وکلا الطریقین غیرمرضیة، فامااذاوجدبقربها موضع بنی للصلوٰة، اومکانایسلم المصلی فیه عن التوجه الی القبور، فانه فی فسحه من الامر۔ وکذلك اذاصلی فی موضع قداشتهربان فیه مدفن نبی، ولم یرفیه للقبر علما، ولم یکن قصده ماذکرناه من الشرك الخفی؛ اذ قدتواطأت اخبارالامم علی ان مدفن اسمعیل علیه الصلوٰة والسلام فی المسجد الحرام عندالحطیم، وهذاالمسجد افضل مکان یتحری الصلاة فیه۔ مختصراً

(لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ حدیث ۷۱۲ مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور ۳/۵۲)

اس کی دو ۲ وجہیں ہیں: ایک تو یہ کہ یہود ونصاریٰ قبورِ انبیاء کو بطورِ تعظیم اور بقصدِ عبادت سجدہ کیا کرتے تھے، دُوسری یہ کہ وہ انبیاء کے مقبروں میں نماز پڑھنے کی خصوصی طور پر کوشش کرتے تھے اور نماز میں ان کی طرف منہ کرتے تھے اور یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ ہیں۔ ہاں اگر قبرستان کے قریب کوئی ایسی جگہ ہو جو بنائی ہی نماز کے لئے گئی ہو یا ایسی جگہ ہو کہ وہاں نماز پڑھنے والے کا منہ قبروں کی طرف نہ ہوتا ہو تو ایسی جگہوں پر نماز پڑھی جاسکتی ہے، اسی طرح اگر کسی ایسی جگہ میں نماز پڑھے جہاں کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں کس نبی کا مدفن ہے لیکن قبر کی کوئی علامت نظر نہ آتی ہو اور نمازی کا مقصد بھی شرکِ خفی نہ ہو (تو نماز پڑھنی جائز ہے) کیونکہ روایات اس پر متفق ہیں کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام جگہوں سے افضل ہے جہاں نماز پڑھنے کی جستجو کی جاتی ہے اھ مختصراً

شیخ محقق حنفی لمعات شرح مشکوۃ شریف میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں:

وفی شرح الشیخ ایضا مثله، حیث قال وخرج بذلك اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح، وللصلاۃ عند قبرہ، لالتعظیمه والتوجه نحوہ؛ بل لحصول مدد منه، حتی تکمل عبادته ببرکة مجاورته لتلك الروح الطاهرۃ، فلاحرج فی ذلك، لماورد ان قبر اسمٰعیل علیه الصلاۃ والسلام فی الحجر تحت المیزاب، وان فی الحطیم، بین الحجر الاسود وزمزم، قبر سبعین نبیا، ولم ینه احد عن الصلاۃ فیه اھ وکلام الشارحین متطابق فی ذلك۔

(لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح، باب المساجد ومواضع الصلوۃ حدیث ۷۱۲ مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور ۳/ ۵۲)

اور شیخ کی شرح میں بھی اسی طرح ہے۔ چنانچہ شیخ نے کہا ہے کہ اس سے وہ صورت خارج ہوگئی جس میں کسی نبی یا صالح کے پاس اس لئے مسجد بنائی جائے کہ اس کی قبر کے پاس نماز پڑھی جائے، لیکن مقصود قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا نہ ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ صاحب قبر سے مدد حاصل کی جائے تاکہ اس پاک روح کے قُرب کی وجہ سے عبادت مکمل ہو جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے ہے اور حطیم کے پاس حجر اسود اور زمزم کے درمیان ستر انبیاء کی قبریں ہیں، اس کے باوجود وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہیں کیا اھ اس مسئلہ میں تمام شارحین نے ایسی ہی گفتگو کی ہے۔

امام اجل برہان الدین فرغانی حنفی صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں:

قال ابویوسف ان کان موازیاً للکعبة تکرہ صلاته، وان کان عن یمینه ویسارہ لاتکرہ۔

(کتاب التجنیس والمزید)

ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر قبر قبلے والی جانب ہو تو نماز مکروہ ہے اور اگر دائیں بائیں ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ حاوی۔

پھر تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

ان کانت القبور ماوراء المصلی لایکرہ، فانه ان کان بینه وبین القبر مقدار مالوکان فی الصلاۃ ویمر انسان لایکرہ، فههنا ایضا لایکرہ۔ (فتاوی ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ ومالا یکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۰۷)

قبریں نمازی کے پیچھے ہوں تو نماز مکروہ نہیں ہے کیونکہ اگر سامنے بھی ہوں لیکن اتنے فاصلے پر ہوں کہ اگر یہ شخص نماز میں ہو اور کوئی سامنے سے گزرے تو اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے۔

اور یہ امر کہ سامنے ہونا زیادہ مکروہ ہے اور دہنے بائیں اس سے کم اور پیچھے ہونا اس سے بھی کم کتب حنفیہ میں تصویر جاندار کی نسبت ہے نہ کہ قبر کی،

ردالمحتار میں زیر قول درمختار واختلف فیما اذاکان التمثال خلفه، والاظهر الکراهة

(الدرالمختار باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۲)

(اگر تصویر اس کے پیچھے ہو تو اس میں اختلاف ہے، اظہر یہی ہے کہ مکروہ ہے۔)

تحریر فرماتے ہیں: وفی البحر، قالوا واشدھا کراھة مایکون علی القبلة امام المصلی، ثم مایکون فوق راسه، ثم مایکون عن یمینه ویسارہ علی الحائط، ثم مایکون خلفه علی الحائط او الستر۔

(ردالمحتار مطلب فی الغرس فی المسجد مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۹)

اور بحر میں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ سب سے زیادہ کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر قبلے والی طرف ہو اور نمازی کے سامنے ہو، پھر جو اس کے سر کے اوپر ہو، پھر جو اس کے دائیں بائیں دیوار پر ہو، پھر جو اس کے پیچھے دیوار پر یا پردے پر ہو۔

جامع الرموز میں ہے:

انما خص الصورۃ لانه یکرہ فی جھة القبر الا اذا کان بین یدیه۔ کمافی جنائز المضمرات۔

(جامع الرموز فصل مایفسد الصلوٰۃ، المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۹۶)

تصویر کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ قبر کی طرف منہ کرنا مکروہ نہیں ہے، جب تک قبر بالکل رُوبرو نہ ہو، جیسا کہ مضمرات کی کتاب الجنائز میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۵ ص ۳۵۲۔۳۵۱)

200- بَابُ تَحْرِيْمِ الْمُرُوْرِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ

نمازی کے آگے سے گزرنا حرام ہے

(1764) عَنْ اَبِي الْجُهَيْمِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ" قَالَ الرَّاوِيْ: لَا اَدْرِيْ قَالَ: اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا، اَوْ اَرْبَعِيْنَ شَهْرًا، اَوْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوجہیم عبداللہ بن حارث بن صمہ انصاری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا اس (گناہ) کو جانتا جو اس پر ہے تو آگے سے گزرنے کے بجائے چالیس (سال، دن) تک کھڑا رہنا اس کے لیے بہتر ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہیں رہا کہ آپ نے چالیس دن، یا چالیس ماہ، چالیس سال کیا فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اثم المار بین یدی المصلی، جلد 1، ص 108، رقم 510 صحیح مسلم، باب منع المار بین یدی المصلی، جلد 2، ص 58، رقم 1160 السنن الکبری للبیهقی، باب دفع المار بین یدی المصلی، جلد 1، صفحه 289، رقم 918 مؤطا امام مالك، باب التشدید فی أن یمر احد بین یدی المصلی، جلد 1، ص 154، رقم 362 سنن ابوداؤد، باب ماینهی عنه من المرور بین یدی المصلی، جلد 1، ص 258، رقم 201

شرح حدیث: نمازی کے آگے سے گزرنا

مسئلہ: مصلّی کے آگے سے گزرنا بہت سخت گناہ ہے۔

ابن ماجہ کی روایت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی جانتا کہ اپنے بھائی کے سامنے نماز میں آڑے ہوکر گزرنے میں کیا ہے؟ تو سو برس کھڑا رہنا اس ایک قدم چلنے سے بہتر سمجھتا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات والسنۃ فیہا، باب المرور بین یدي المصلي، الحدیث: ۹۴۶، ج۱، ص۵۰۶)

امام مالک نے روایت کیا کہ کعب احبار فرماتے ہیں: نمازی کے سامنے گزرنے والا اگر جانتا کہ اس پر کیا گناہ ہے؟ تو زمین میں دھنس جانے کو گزرنے سے بہتر جانتا۔

(الموطا، کتاب قصر الصلاۃ في السفر، باب التشدید في ان یمر احد بین یدي المصلي، الحدیث: ۱۷۳، ج۱، ص۱۵۴)

امام مالک سے روایت صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکّہ میں دیکھا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ابطح میں چمڑے کے ایک سُرخ قبہ کے اندر تشریف فرما ہیں اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے وضو کا پانی لیا اور لوگ جلدی جلدی اسے لے رہے ہیں جو اس میں سے کچھ پا جاتا اسے مونھ اور سینہ پر ملتا اور جو نہیں پاتا وہ کسی اور کے ہاتھ سے تری لے لیتا پھر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نیزہ نصب کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سُرخ دھاری دار جوڑا پہنے تشریف لائے اور نیزہ کی طرف مونھ کر کے دو رکعت نماز پڑھائی اور میں نے آدمیوں اور چوپاؤں کو نیزے کے اُس طرف سے گزرتے دیکھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب سترۃ المصلي والندب إلی الصلاۃ ... إلخ، الحدیث: ۲۵۰۔ (۵۰۳) ص۲۵۷)

مسئلہ ۱۷: میدان اور بڑی مسجد میں مصلّی کے قدم سے موضع سجود تک گزرنا ناجائز ہے۔ موضع سجود سے مراد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ کی طرف نظر کرے تو جتنی دور تک نگاہ پھیلے وہ موضع سجود ہے اس کے درمیان سے گزرنا ناجائز ہے، مکان اور چھوٹی مسجد میں قدم سے دیوار قبلہ تک کہیں سے گزرنا جائز نہیں اگر سترہ نہ ہو۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، الفصل الأول، ج۱، ص۱۰۴)

مسئلہ: مصلّی کے آگے سترہ ہو یعنی کوئی ایسی چیز جس سے آڑ ہو جائے، تو سترہ کے بعد سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، الفصل الأول، ج۱، ص۱۰۴)

201- بَابُ كَرَاهَةِ شُرُوْعِ الْمَأْمُوْمِ فِيْ نَافِلَةٍ بَعْدَ شُرُوْعِ الْمُؤَذِّنِ فِيْ إِقَامَةِ الصَّلٰوةِ سَوَاءٌ كَانَتِ النَّافِلَةُ سُنَّةَ تِلْكَ الصَّلٰوةِ أَوْ غَيْرَهَا

جب مؤذن جماعت قائم کرنے کے لیے اقامت کہنا شروع کر دے تو مقتدی کے لیے ہر قسم کے نفل پڑھنے منع ہیں

(1765) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جماعت کھڑی ہوجائے تو فرض نماز کے سوا کوئی نماز درست نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، باب كراهة الشروع فى نافلة بعد شروع المؤذن، جلد 2، صفحه 153، رقم 1678، السنن الكبرىٰ للبيهقى، باب كراهية الاشتغال بهما بعدما اقيمت الصلاة، جلد 2، ص 482، رقم 4724، المعجم الصغير للطبرانى، من اسمه على، جلد 1، ص 319، رقم 529، سنن ابوداؤد، باب اذا ادرك الامام ولم يصل ركعتى الفجر، جلد 1، ص 489، رقم 1268، سنن ابن ماجه، باب ماجاء فى اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة، جلد 1، ص 364، رقم 1151

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکر وضو نماز فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے، جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہے، اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے۔ بینوا توجروا

الجواب: اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہوجائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم وآکد ہے، جب یہ جانے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہوچکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو، قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکہ امید ہوسکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے یہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا،

فی الدر المختار اذا خاف فوت ركعتى الفجر لاشتغاله بسنتها تركها الجماعة اكمل الخ والله تعالىٰ اعلم۔

(درمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹)

درمختار میں ہے جب کسی کو یہ خطرہ ہو کہ اگر فجر کی سنتیں ادا کیں تو جماعت فوت ہوجائے گی تو وہ سنتیں ترک کردے کیونکہ جماعت اکمل ہے الخ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۱۳۶)

202-بَابُ كَرَاهَةِ تَخْصِيْصِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ اَوْ لَيْلَتِهٖ بِصَلَاةٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ

جمعہ کے دن روزے کے لیے روز جمعہ کی رات کو نفل نماز کے لئے مخصوص کر لینا مکروہ ہے

(1766) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَخُصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ، وَلَا تَخُصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ، اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جمعہ کی رات کو قیام کے لیے راتوں کے درمیان میں سے خاص نہ کرو اور جمعہ کے دن کو دنوں کے درمیان سے روزے کے لیے خاص نہ کرو البتہ جب کہ

صَوْمٍ يَّصُوْمُهٗ اَحَدُكُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اس دن تم میں سے کسی کا روزہ (عادی طریقہ کے مطابق) آجائے۔(مسلم)

تخریج حدیث:صحیح مسلم، باب کراھیة صیام یوم الجمعة منفردا، جلد 3، ص 154، رقم 2740، المستدرك للحاكم، كتاب صلاة التطوع، جلد 1، صفحه 419، رقم 1172، صحيح ابن حبان، باب الصوم المنهى عنه، جلد 8، صفحه 376، رقم 3612، صحيح ابن خزيمه، باب النهى عن أن تحص ليلة، جلد 2، ص 198، رقم 1176

شرح حدیث: حَکِیْمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ صرف اسی رات میں عبادت کو لازم کرلو یا سمجھ لو دوسری راتوں میں بالکل ہی غافل رہو بلکہ اور راتوں میں بھی عبادت کیا کرو، اس توجیہ پر حدیث بالکل صاف ہے یعنی جمعہ کی رات میں عبادت کرنا منع نہیں بلکہ اور راتوں میں بالکل عبادت نہ کرنا مناسب نہیں کہ یہ غفلت کی دلیل ہے، چونکہ جمعہ کی رات ہی زیادہ عظمت والی ہے، اندیشہ تھا کہ لوگ اس کو نفلی عبادتوں سے خاص کرلیں گے اس لیے اسی رات کا نام لیا گیا۔

کیونکہ جمعہ ہفتہ بھر کی عید ہے صرف عید میں روزہ رکھنا کیسا۔ لمعات میں امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کوئی فقیہ صرف جمعہ کے روزے کو منع نہیں کرتا بلکہ بعض فقہاء اراداةً جمعہ ہی کا روزہ رکھتے ہیں۔ (اشعہ) خلاصہ یہ کہ تمام فقہاء کے ہاں یہ حدیث خلافِ اولیٰ کے لیے ہے کیوں کہ آگے صراحۃً حدیث میں آرہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو بہت کم افطار کرتے، روزہ ہی رکھتے تھے۔

مثلاً کوئی شخص ہر گیارہویں یا بارہویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا عادی ہو اور اتفاق سے اس دن جمعہ آجائے تو رکھ لے اب خلاف اولیٰ بھی نہیں، بعض لوگ مخصوص تاریخوں میں خاص عبادتیں کرنے کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے عبادت یا دن مقرر کرنا حرام ہے اور ان دو حدیثوں کی آڑ پکڑتے ہی، الحمد للہ اس جملے نے ان کے خیال کو باطل کردیا، صاف بتادیا کہ جمعہ کا روزہ مقرر کرنے کی وجہ سے حرام نہیں ہوا بلکہ اسکی وجوہ کچھ اور ہیں جو پہلے عرض کی گئیں ورنہ یہ تاریخوں کا مقرر کرنا کیوں درست ہوتا۔ اس کی پوری بحث اس جگہ مرقات میں ملاحظہ فرمائیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۸۰)

(1767) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "لَا يَصُوْمَنَّ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا يَوْمًا قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی جمعہ کا روزہ نہ رکھے ہاں ایک دن پہلے یا بعد کا ملالے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الصوم آخر الشهر، جلد 3، صفحه 42، رقم 1985، صحیح مسلم، باب کراھية صيام يوم الجمعة منفردا، جلد 3، ص 154، رقم 2739، السنن الكبرى للبيهقى، باب ماورد من النهى عن تخصيص يوم السبت بالصوم، جلد 4، ص 302، رقم 8756، جامع الاصول لابن اثير، النوع الرابع صوم الجمعة والسبت، جلد 6، صفحه 359، رقم 4525، مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، ص 422، رقم 9448

شرح حدیث: حَکِیْمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھے یا جمعرات جمعہ یا جمعہ ہفتہ دو دن روزے رکھے، اس کی تحقیق آگے آرہی ہے۔
فتح القدیر میں ہے کہ امام ابوحنیفہ و امام محمد کے ہاں صرف جمعہ کا روزہ جائز ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے وہ بھی بعض صورتوں میں جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھنا بہتر اس کی وجہ اللہ رسول ہی جانتے ہیں۔ہوسکتا ہے کہ چونکہ یہ دن غسل کرنے، کپڑے بدلنے، خطبہ سننے، نماز جمعہ پڑھنے وغیرہ عبادات کا ہے ممکن ہے روزے کی وجہ سے بندہ یہ کام بخوبی انجام نہ دے سکے جیسے حاجی کے لیے عرفے کے دن روزہ رکھنا بہتر نہیں کہ وہ اس دن روزہ رکھ کر آج کے کام اچھی طرح نہ کرسکے گا۔شارحین نے اور بہت سی وجہیں بیان کی ہیں لیکن یہ وجہ زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔بعض نے فرمایا کہ یہود کے ہاں ہفتہ کا دن افضل ہے اور عیسائیوں کے ہاں اتوار بہتر، وہ لوگ ان دنوں میں روزے رکھتے ہیں اگر مسلمان اپنے افضل دن یعنی صرف جمعہ کا روزہ رکھیں تو ان سے مشابہت ہوجائے گی۔واللہ اعلم!
(مرأة المناجیح، ج ۳ ص ۲۷۹)

(1768) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت محمد بن عباد کہتے ہیں میں نے حضرت جابر سے سوال کیا کہ رسول اللہ نے جمعہ کے روزے سے منع فرمایا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الصوم آخر الشهر، جلد 3، صفحه 42، رقم 1984۔ صحیح مسلم، باب كراهية صيام يوم الجمعة منفردا، جلد 3، ص 153، رقم 2737۔ السنن الكبرى النسائى، باب النهى عن صيام يوم الجمعة، جلد 2، صفحه 116، رقم 2745۔ سنن ابن ماجه، باب فى صيام يوم الجمعة، جلد 1، صفحه 549، رقم 1724۔ جامع الاصول لابن اثير، النوع الرابع صوم الجمعة صوم والسبت، جلد 6، صفحه 360، رقم 4527

شرح حدیث: جمعہ کا روزے

بعض روایتوں میں ہے کہ جمعہ کو روزے سے خاص نہ کرو۔
معلوم ہوا کہ کسی دن کی تعیین منع ہے۔چونکہ میلاد اور عرس میں تاریخ مقرر ہوتی ہے لہٰذا منع ہے۔(وہابی)
جواب: اس کا جواب اسی حدیث میں آگے ہے کہ اگر جمعہ کسی ایسی تاریخ میں آجائے جس کے روزے کے تم عادی ہو تو رکھو یعنی اگر کسی کی عادت بارہویں کے روزے کی ہے اور جمعہ بارہویں کو آگیا تو رکھ لے، نیز فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہ صرف جمعہ کو روزہ نہ رکھے بلکہ آگے پیچھے ایک دن اور بھی ملائے معلوم ہوا کہ مقرر کرنا منع نہیں بلکہ جمعہ کے روزہ کی ممانعت ہے ممانعت کی وجہ کچھ اور ہے۔کیا وجہ ہے؟ اس کے متعلق علماء کے بہت سے قول ہیں ایک یہ بھی ہے کہ جمعہ مسلمانوں کی عید ہے اور عید کو روزہ منع ہوتا ہے اس مناسبت سے اس کا روزہ منع ہے یعنی یہ مشابہ عید کے ہے دوسرے یہ کہ جمعہ کا دن کام کاج کا ہے غسل کرنا، کپڑے تبدیل کرنا، جمعہ کی تیاری کرنا، خطبہ سننا، نماز جمعہ پڑھنا، ممکن ہے کہ روزے کی وجہ سے تکلیف ہو لہٰذا ان کاموں کی وجہ سے روزہ نہ رکھے جیسے حاجی کو نویں تاریخ بقرعید کا روزہ اور حاجی کو بقرعید کی نماز

مکروہ ہے اس لئے کہ وہ دن اس کے کام کے ہیں روزنے سے اس کے کاموں میں حرج ہوگا۔ تیسرے یہ کہ صرف جمعہ کے روزے میں یہود سے مشابہت ہے کہ وہ صرف ہفتہ کا روزہ رکھتے ہیں تم اگر جمعہ کا روزہ رکھو تو آگے پیچھے ایک دن اور ملالو کہ مشابہت نہ رہے۔ چوتھے یہ کہ خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ دوشنبہ کا روزہ کیسا ہے فرمایا کہ اسی دن ہماری ولادت ہے اسی دن نزول وحی کی ابتداء ہوئی۔ لہٰذا روزہ رکھو اور خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ اسی خوشی میں رکھا کہ اس تاریخ میں موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی اگر یادگاریں منانا برا ہوتا تو یہ یادگاریں کیوں منائی جاتیں؟ (علم القرآن ۲۱۷)

(1769) وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ، فَقَالَ: "أَصُمْتِ أَمْسِ؟" قَالَتْ: لَا، قَالَ: "تُرِيْدِيْنَ أَنْ تَصُوْمِيْ غَدًا؟" قَالَتْ: لَا۔ قَالَ: "فَأَفْطِرِيْ"۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اُم المومنین حضرت جویریہ بنت حارث ﷞ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان پر جمعہ کے دن داخل ہوئے ان کا روزہ تھا آپ نے فرمایا کیا تو نے گزشتہ کل روزہ رکھا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی نہیں فرمایا آئندہ کل روزے کا خیال ہے۔ میں نے عرض کیا: نہیں فرمایا تو روزہ افطار کرلے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الصوم آخر الشهر، جلد 3، ص 42، رقم 1986 سنن ابوداؤد، باب الرخصة فی ذلك (صیام) جلد 2، ص 296، رقم 2424 مسند امام احمد بن حنبل، حديث جويرية بنت الحرث رضى الله عنها، جلد 6، ص 430، رقم 27465 معرفة السنن والآثار للبيهقی، باب صوم يوم الجمعة، جلد 7، ص 294، رقم 2735 مصنف ابن ابی شيبة، باب ماذكر فی صوم يوم الجمعة، جلد 3، ص 43، رقم 9333

شرح حدیث: بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے

ایک زَن (یعنی خاتون) خَثعَمِیّہ نے خدمتِ اقدسِ حُضور سرورِ عالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم میں حاضر ہوکر عرض کی یارسولَ اللہ! حُضور مجھے سُنائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے کہ میں زَنِ بے شوہر ہوں اُس کے ادا کی اپنے میں طاقت دیکھوں تو نکاح کروں ورنہ یوں ہی بیٹھی رہوں۔ فرمایا: تو بیشک شوہر کا حق زوجہ پر یہ ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اُس سواری پر اس سے نزدیکی چاہے تو انکار نہ کرے، اور مرد کا حق عورت پر یہ ہے کہ اس کے بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے اگر رکھے گی تو عَبَث (بے کار) بُھوکی پیاسی رہی روزہ قبول نہ ہوگا اور گھر سے بے اِذن (یعنی بے اجازت) شوہر کہیں نہ جائے اگر جائے گی تو آسمان کے فِرشتے، رَحمت کے فِرشتے، عذاب کے فِرشتے سب اُس پر لعنت کرینگے جب تک پلٹ کر آئے۔ یہ ارشاد سُن کر اُن بی بی نے عرض کی: ٹھیک یہ ہے کہ میں کبھی نکاح نہ کرونگی۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۵۶۳ حدیث ۷۶۳۸)

203- بَابُ تَحْرِيْمِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ

صوم وصال کی حرمت اور وہ یوں کہ دو یا اس

وَهُوَ اَنْ يَّصُوْمَ يَوْمَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ وَلَا يَأْكُلَ وَلَا يَشْرَبَ بَيْنَهُمَا

سے زیادہ مسلسل روزے اس طرح رکھا جائیں کہ ان کے درمیان میں نہ کھائے نہ پیئے

(1770) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْوِصَالِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام، جلد 3، ص 37، رقم 1961 صحیح مسلم، باب النهی عن الوصال فی الصوم، جلد 3، ص 133، رقم 2618 السنن الکبری للبیهقی، باب الوصال له مباح لیس لغیره، جلد 7، ص 61، رقم 13767 المنتقی لابن الجارود، باب الصیام، جلد 1، صفحه 106، رقم 394 مؤطا امام مالک، باب النهی عن الوصال فی الصیام، جلد 1، ص 300، رقم 667

شرح حدیث: جب تک زندہ رہوں گا دن میں روزہ رکھوں گا

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو میرے بارے میں بتایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا دن میں روزہ رکھوں گا اور رات میں عبادت کیا کروں گا۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا، کیا یہ بات تم نے ہی کہی ہے؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں نے ہی کہی ہے، تو آپ نے فرمایا، تم اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے لہذا! روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، آرام بھی کرو اور قیام بھی کرو، ہر مہینے تین روزے رکھ لیا کرو کیونکہ ایک نیکی دس کے برابر ہے لہذا یہ ساری زندگی کے روزوں کے برابر ہونگے۔

میں نے عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، دو دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو۔

میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو، یہ صیام داؤدی ہیں اور یہ سب سے بہتر روزے ہیں۔ میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ان روزوں سے افضل کوئی نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تین روزوں والا فرمان عالیشان قبول کر لیتا تو یہ مجھے اپنے اہل اور مال سے زیادہ پسندیدہ ہوتا۔

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے خبر ملی ہے کہ تم رات کو قیام کرتے ہو اور دن میں روزہ رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! میں نیکی ہی کے ارادے سے ایسا کرتا ہوں۔ فرمایا جو ہمیشہ روزہ رکھے اس کا کوئی روزہ نہیں مگر میں تمہیں صومِ دہر کے بارے میں بتاتا ہوں، (وہ یہ ہے کہ) ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھا کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النهی عن صوم الدهر۔۔۔۔۔الخ، رقم ۱۱۵۹، ص ۵۸۴)

(1771) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ. قَالُوْا: اِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ: "اِنِّيْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ، اِنِّيْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

اللہ ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا لوگوں نے عرض کیا: آپ خود تو صال کے روزے رکھتے ہیں آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں، میں کھلایا اور پلایا جاتا ہوں۔ (متفق علیہ) یہ لفظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صوم الصبیان، جلد 3، ص 37، رقم 1962۔ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب النھی عن الوصال فی الصوم، جلد 4، صفحہ 282، رقم 8633۔ سنن الدارمی، باب النھی عن الوصال فی الصوم، جلد 2، ص 14، رقم 1703۔ صحیح ابن حبان، باب الصوم المنھی عنہ، جلد 8، ص 341، رقم 3775۔ مسند امام احمد، مسند عبداللہ عمر بن الخطاب، جلد 2، ص 143، رقم 6299

شرح حدیث: انبیائے کرام بشر ہیں مگر افضل البشر

سب سے اول بات تو یہ ہے کہ انبیائے کرام بشر ہیں اور یہ قرآن سے ثابت ہے اور اس کا مطلقاً انکار کرنا کفر ہے، اہل سنت کا مشہور فقہی انسائیکلو پیڈیا بہار شریعت جلد اول حصہ اول عقائد متعلقہ نبوت میں پہلا عقیدہ ہی یہ لکھا ہے کہ نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ عزوجل نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو۔ اور اسی عبارت کے نیچے دوسرا عقیدہ یہ لکھا ہے کہ انبیا علیہم السلام سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا اور نہ عورت۔ انبیا کرام بشر ہیں اس سے کون انکار کرتا ہے جب کہ یہ تو قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے، لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ لوگ حضور کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں یا خود کو حضور جیسا بشر، اگر تو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں تو جو خصوصیات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوئیں وہ کسی دوسرے نبی کو نہ حاصل ہو سکیں تو ان کو کیسے حاصل ہو جائیں گی اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں تو سوائے رب تعالیٰ کی نعمتوں سے حسد کے سوا ان کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا کیونکہ رب تعالیٰ تو ہر لحہ ہر آن اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات کو بلندی عطا فرماتا ہے جس کا ثبوت قرآن پاک کی بیشتر آیات میں ہے جیسے ورفعنا لک ذکرک اے محبوب ہم نے آپ کے ذکر کو آپ کے لئے بلند فرمادیا۔ اہلسنت کا نظریہ کہ انبیا کرام علیہم السلام بشر ہیں لیکن ہم جیسے نہیں وہ بے مثل ہیں، مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے ہم پلہ نہیں۔ سورہ الاحزاب کی آیت نمبر 32 کا یہ حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

اے نبی کی بیبیوں تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

غور فرمائیں کہ وہ عورتیں جن کو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت زوجیت حاصل ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمادیا کہ تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو، جب رب تعالیٰ نے ان عورتوں کو نسبت رسول کی وجہ سے دیگر عورتوں سے ممتاز فرمادیا تو اور کسی کی کیا جرات کہ وہ خود کو حضور کی مثل کہے یا حضور کو اپنی مثل کہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ مزید اس ضمن میں احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں

انی لست کاحد کم انی ابیت عند ربی فیطعمنی و یسقینی

بے شک میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں پس وہی مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی۔

امام بخاری نے اپنی صحیح جلد 4 صفحہ 134، 123، 118 میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صوم وصال رکھنے سے منع فرمایا تو ایک مسلمان نے عرض کی بلاشبہ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی و یسقینی

تم میں سے کون ہے میری مثل میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا پروردگار مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی۔

مسند الامام احمد جلد 2 صفحہ 231، 102، 21 اور الجامع الصغیر جلد 1 صفحہ 115 الموطا للامام مالک جلد 1 صفحہ 130 اور سنن الدارمی جلد 1 صفحہ 304 اور جامع الترمذی جلد 1 صفحہ 163 اور سنن ابی داود جلد 2 صفحہ 279 اور صحیح مسلم جلد 3 صفحہ 134 اور ایک روایت صحاح ستہ میں سے تین کتابوں میں پائی جاتی ہے ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی و یسقین تم میں میرا مثل کون ہے میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے (بخاری شریف کے علاوہ مسلم شریف کے صفحہ 351 اور ابوداؤد صفحہ 335 پر بھی موجود ہے) بخاری شریف کی ایک روایت یوں ہے: حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیتے تو ایسے اعمال وافعال بتاتے جو وہ بآسانی کر سکتے تھے یہاں پر صحابہ کرام عرض کرتے:

انا لسنا کھیئتک یا رسول اللہ

آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم آپ کی مثل تو نہیں ہیں

یہ بات انتہائی باعث عار اور گستاخی و بے ادبی کی علت ہے کہ ایک امتی اپنی ذات سے بڑھ کر اپنے بے مثال نبی کی مثل ہونے کا دعویٰ کرے۔ ان ارشادات عالیہ سے یہ بات واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی بشریت کے متعلق تمام اشکالات ختم فرمادئے اور یہ بھی یاد رہے کہ ایکم مثلی کے مخاطب صحابہ کرام ہیں جب اتنی برگزیدہ ہستیاں آپ کی مثل نہیں تو کسی اور کو اس دعوی کی کیا مجال ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالی حق بات کو سمجھنے اور اپنانے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

204- بَابُ تَحْرِيْمِ الْجُلُوْسِ عَلٰى قَبْرٍ

قبر پر بیٹھنے کی حرمت

(1772) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاَنْ يَّجْلِسَ اَحَدُكُمْ عَلٰى جَمْرَةٍ، فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصَ

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقینا تم میں سے کسی کا انگارے پر بیٹھنا جو اس کے کپڑوں کو جلا کر راکھ کر دے اور وہ اس کی

اِلٰى جِلْدِهٖ خَيْرٌ لَهٗ مِنْ اَنْ يَّجْلِسَ عَلٰى قَبْرٍ "۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ کھال تک جا پہنچے یہ کسی کی قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النھی عن الجلوس علی القبر و الصلاۃ علیہ، جلد 3، ص 62، رقم 2292، السنن الکبرٰی للبیہقی، باب النھی عن الجلوس علی القبور، جلد 4، ص 79، رقم 7465، سنن ابوداؤد، باب فی کراھیۃ القعود علی القبر، جلد 3، ص 210، رقم 3230، سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی النھی عن المشی علی القبور، جلد 1، ص 499، رقم 1566، مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 311، رقم 8093

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مسلمان کی قبر پر بیٹھنا آگ پر بیٹھنے سے بدتر ہے کہ اس کے کپڑے اور جسم جلیں گے اور اس سے ایمان برباد ہوگا۔ اس حدیث نے گزشتہ حدیث کی تفسیر کردی کہ وہاں بھی قبر پر بیٹھنے سے مراد قبر پر سوار ہو کر بیٹھنا ہے۔

(مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۲۲)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ میں فرماتے ہیں:

عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: مجھے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، ارشاد فرمایا: او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اُتر آ، صاحبِ قبر کو ایذا نہ دے، نہ وہ مجھے ایذا دے۔

اخرج الطحاوی فی معانی الاثار والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن والحاکم وابن مندۃ عن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالٰی علیہ رانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالساً علٰی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیك۔ ولفظ الامام الحنفی فلا یؤذیك۔ طحاوی نے معانی الآثار میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسندِ حسن اور حاکم اور ابنِ مندہ نے عمارہ بن حزم سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: اے قبر پر بیٹھنے والے قبر سے اتر اور قبر والے کو تکلیف نہ دے اور وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ اور امام حنفی کے لفظ یہ ہیں فلا یؤذیك (پس وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ت) (شرح الصدور بحوالہ الطبرانی والحاکم وابن مندۃ باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶) (شرح معانی الآثار باب الجلوس علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۶)

اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا: عمرو بن حزم کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وآلہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لا تؤذِ صاحب القبر، کما فی المشکوۃ قلت وھذا الحدیث لایلائمہ تاویل الامام ابی جعفر والنھی عن شیئ لاینافی النھی عن اعم منہ فافھم۔ (مشکوۃ المصابیح باب دفن المیت فصل ثالث مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹)

صاحب قبر کو ایذا نہ دے، جیسے مشکوۃ میں ہے، میں کہتا ہوں اس حدیث سے امام ابوجعفر کی تاویل مناسب نہیں

رکھتی ہے اور کسی چیز سے روکنا اس چیز سے عالم کے روکنے کو مستلزم نہیں، تو غور کیجئے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ شرح میں فرماتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روحِ وے ناخوش می دارد وراضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وے جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوے۔

شاید مراد یہ ہے کہ اس کی روح ناراض ہوتی ہے اپنی قبر پر تکیہ لگائے کی وجہ سے اہانت محسوس کرتی ہے۔اھ

(اشعۃ اللمعات باب دفن المیت نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۹)

اقول اس توجیہ پر امام علامہ عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہ، نے جزم فرمایا، تصریح فرماتے ہیں کہ: ارواح کو ان کی بے حرمتی و تنقیصِ شان معلوم ہوجاتی ہے لہذا ایذا پاتی ہیں۔

قال سیدی عبد الغنی فی الحدیقة عن نوادر الاصول معناه ان الارواح تعلم بالترك اقامة الحرمة وبالاستهانه فتتأذى بذلك۔

(حدیقہ ندیہ الصنف الثامن الاصناف القسمۃ فی آفات الرجل مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۵)

سیدی عبدالغنی نے حدیقہ میں نوادر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: اس کے یہ معنی ہیں کہ ارواح اپنی اہانت وذلت کو محسوس کرتی ہیں اور اس سے انھیں ایذا ہوتی ہے اھ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان امشی علی جمرة او سیف او اخصف نعلی برجلیه احب الی من ان امشی علی قبر۔

رواه ابن ماجة عن عقبة بن عامر رضی الله تعالىٰ عنه واسناده جیّد کما افاد المنذری۔

(سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النھی عن المشی علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳)

البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں اسے ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، اس کی سند عمدہ ہے جیسا کہ منذری نے افادہ کیا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لان اطاء علی جمرة احب الی من ان اطاء علی قبر مسلم، رواه الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن۔ قاله امام عبد العظیم۔

بے شک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے، اسے طبرانی نے معجم کبیر میں بسند حسن روایت کیا۔ جیسا کہ امام عبدالعظیم نے کہا ہے۔

(الترغیب والترتیب الترھیب من الجلوس علی القبر الخ مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۷۲)

ان ہی صحابی اجل سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما کرہ اذای المؤمن فی حیاته فانی اکرہ اذاہ بعد موته۔ اخرجه سعید بن منصور فی سننه کما فی شرح الصدور۔ (شرح الصدور باب تأذیه بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۲۶)

میں جس طرح مسلمان کی ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں یونہی بعد موت اس کی ایذا کو ناپسند کرتا ہوں۔ اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا جیسا کہ شرح الصدور میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۹ ص ۴۴۵)

205-بَابُ النَّهْیِ عَنْ تَجْصِیْصِ الْقَبْرِ وَالْبِنَاءِ عَلَیْهِ

قبر کو گچ کرنے اور اس پر عمارت بنانے کی ممانعت کا بیان

(1773) عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَاَنْ یُّقْعَدَ عَلَیْهِ، وَاَنْ یُّبْنٰی عَلَیْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ قبر پکی کی جائے اور یہ کہ اس پر بیٹھا جائے اور یہ کہ اس پر عمارت بنائی جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النھی عن تجصیص القبر و البناء علیه، جلد 3، ص 61، رقم 2289، مصنف ابن أبی شیبة، باب فی تجصیص القبر والأجر یجعل له، جلد 3، ص 25، رقم 11764۔ اقول: "امام تقی الدین ابو الفتح محمد بن علی بن وهب مطیع القشیری المعروف بابن دقیق العید (المتوفی 702 ھجری) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معمول بہ نہیں چونکہ شرق تا غرب آئمہ کرام قبور پر لکھے جانے کے قائل ہیں یہ عمل خلف نے سلف سے حاصل کیا ہے (الالمام باحادیث الاحکام، فصل فی حمل الجنازة، جلد 293/1)

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ قبر میں تین چیزیں ہیں: ایک اس کا اندرونی حصہ جو میت کے جسم سے ملا ہوا ہوتا ہے اسے پختہ کرنا، وہاں لکڑی یا پکی اینٹ لگانا مطلقاً ممنوع ہے خواہ ولی کی قبر ہو یا عام مسلمان کی، جسم میت مٹی میں رہنا چاہیئے حتی کہ اگر کسی وقت مجبوراً میت کو تابوت یا صندوق میں دفن کرنا پڑے تب بھی اس کے اندرونی حصے میں مٹی سے کہگل کر دی جائے۔ دوسرا قبر کا بیرونی حصہ جو لوگوں کو نظر آتا ہے اس کا پختہ کرنا عوام کی قبروں میں منع، اولیاء و مشائخ وعلماء کی قبور کا جائز کیونکہ عوام کے لیے یہ بیکار ہے اور خاص قبروں کی حرمت وتعظیم کا باعث اسی پر ہمیشہ مسلمانوں کا عمل رہا اور ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر لگایا۔ تیسرے یہ کہ قبر کے آس پاس چبوترہ پختہ ہو اور تعویذ قبر کچا یہ مطلقاً جائز ہے۔ لہذا یہاں قبر سے مراد قبر کا اندرونی حصہ ہے اسی لیئے عَلَی الْقَبْرِ نہ فرمایا گیا، یا عام قبریں مراد ہیں جن سے مشائخ اور علماء کی قبریں مستثنی ہیں۔ ابھی اسی باب میں آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق و فاروق کی قبور پر عہد صحابہ میں سرخ بجری بچھادی گئی تھی بالکل خام نہ رکھی گئی۔

اس طرح کہ قبر پر دیوار بنائی جائے قبر دیوار میں آجائے یہ حرام ہے کہ اس میں قبر کی توہین ہے اسی لیے یہاں علیہ فرمایا گیا حَوْلَہٗ نہ فرمایا یا اس طرح کہ قبر کے آس پاس عمارت یا قبہ بنایا جائے یہ عوام کی قبروں پر ناجائز ہے کیونکہ بے فائدہ ہے

علماء ومشائخ کی قبروں پر جہاں زائرین کا ہجوم رہتا ہے جائز ہے تاکہ لوگ اس کے سایہ میں آسانی سے فاتحہ پڑھ سکیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر عمارت اول ہی سے تھی اور جب ولید ابن الملک کے زمانہ میں اس کی دیوار گرگئی تو صحابہ نے بنائی، نیز حضرت عمر نے زینب بنت جحش کی قبر پر، حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر، محمد ابن حنیفہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کی قبر پر قبے بنائے، دیکھو خلاصۃ الوفاء اور منتقی شرح موطا، مرقات نے اس مقام پر اور شامی نے دفن میت کی بحث میں فرمایا کہ مشہور علماء ومشائخ کی قبر پر قبے بنانا جائز ہیں۔

یعنی قبر پر چڑھکر بیٹھ جائے یہ حرام ہے کیونکہ اس میں قبر کی توہین ہے لیکن قبر کے پاس تلاوت قرآن کے لیئے بیٹھنا یا وہاں کا انتظام کرنے کے لیئے مجاور بن کر بیٹھنا بالکل جائز ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی مجاورہ تھیں اور کلید بردار لوگ آپ سے حجرہ کھلوا کر قبر انور کی زیارت کرتے تھے۔ اسی مشکوۃ کے اگلے باب میں بخاری کی روایت سے آرہا ہے کہ حضرت حسن ابن علی کی قبر پر ان کی بیوی صاحبہ نے قبہ بنایا اور وہاں ایک سال تک مجاورہ بن کر بیٹھی رہیں، اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پر بہت مجاور رہتے ہیں جنہیں اغوات کہتے ہیں جن کا ایک سردار ہوتا ہے جسے شیخ الاغوات کہا جاتا ہے، فقیر نے دوسرے حج میں شیخ الاغوات خلیل عبدالسلام صاحب کی قدم بوسی کی اور تیسرے حج میں شیخ الاغوات خواجہ الیاس کی، ان مجاوروں کو نجدی حکومت بھی نہ ہٹا سکی۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں بیٹھنے سے استنجے کے لیے بیٹھنا مراد ہے یعنی قبر پر پیشاب پاخانہ نہ کرو۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۲۰)

206-بَابُ تَغْلِيْظِ تَحْرِيْمِ اِبَاقِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهٖ

غلام کا اپنے آقا کے پاس سے فرار ہونا سخت حرام ہے

(1774) عَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَيُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جریر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو غلام فرار ہو جائے تو اس سے ذمہ بری ہو گیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تسمیۃ العبد الایق کافرا، جلد 1، ص 59، رقم 238 سنن اللبیھقی، باب العبد یرتد، جلد 2، ص 291، رقم 17329 مسند امام احمد بن حنبل، ومن حدیث جریر بن عبداللہ، جلد 4، ص 365، رقم 19262 مصنف ابن ابی شیبة، باب ماقولوا فی العبید یأبقون الی ارض العدو، جلد 6، ص 451، رقم 32861

شرح حدیث: نماز قبول نہیں

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ معظم ہے: تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی: (۱) بھاگا ہوا غلام جب تک واپس نہ آئے (۲) وہ عورت جو اس طرح رات گزارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہو اور (۳) قوم کا وہ امام جسے اس کی قوم ناپسند کرتی ہو۔ (جامع الترمذی، ابواب الصلوۃ، باب ماجاء فیمن ام قوما، الحدیث: ۳۶۰، ص ۱۶۷۶)

(1775) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةٍ: "فَقَدْ كَفَرَ".

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب غلام فرار ہو جائے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے کفر کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تسمیة العبد الآبق کافرا، جلد 1، صفحه 59، رقم 239۔ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب العبد یرتد، جلد 2، ص 292، رقم 17330۔ صحیح ابن خزیمه، باب نفی قبول صلاۃ المرأۃ، جلد 2، ص 69، رقم 941۔ مشکاۃ المصابیح، باب النفقات و حق المملوک، جلد 2، ص 262، رقم 3350

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ جریر ابن عبداللہ بجلی ہیں، کنیت ابو عمرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لائے، پھر بہت عرصہ کوفہ میں رہے، مقام قرقسیا ۵۱ھ میں وفات پائی مشہور صحابی ہیں، آپ سے بہت خلق نے احادیث لیں۔ (اکمال)

یعنی بھاگے ہوئے غلام کی نماز اگرچہ شرعًا درست ہو جائے مگر اللہ کے ہاں قبول نہیں، شرائط جواز اور ہیں شرائط قبول کچھ اور۔

اس جملہ کا مطلب یا یہ ہے کہ اگر غلام مرتد ہو کر کفار کے ملک میں چلا جائے تو اسلام کی امان سے نکل جاوے گا اس کا قتل جائز ہوگا یا یہ مطلب ہے کہ بھاگا ہوا غلام اگر دارالسلام میں رہے تو اس سے اللہ کی امان اٹھ جاتی ہے اس کو مارا پیٹا جا سکتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ بھاگنے کے زمانہ کا خرچہ مالک پر نہیں اور اس زمانہ کی قباحت و جرم کا اثر مولے پر نہ ہوگا۔

کافر سے مراد یا لغوی کافر ہے یعنی ناشکرا یا شرعی کافر، تو مطلب یہ ہے کہ قریب الکفر ہو گیا یا اس نے کافروں کا سا کام کیا۔

حتی کہ تعلق یا تو تمام روایات سے ہے اور یہ جملہ ان تینوں جرموں کی انتہا ہے یا فقط آخری جملہ سے ہے یعنی کافر و ناشکرا رہے گا لوٹ آنے تک۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۶۷)

207- بَابُ تَحْرِيْمِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُوْدِ

حدود میں سفارش کرنا حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ) (النور: 2).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

شرح: حضرتِ صدرالاُفاضل سیّدُنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یہ خطاب حکام کو ہے کہ جس مرد یا عورت سے زنا سرزد ہو اس کی حد یہ ہے کہ اس کے سو کوڑے لگاؤ، یہ حدِ حُرِّ غیر محصن کی ہے کیونکہ حُرِّ محصن کا حکم یہ ہے کہ اس کو رجم کیا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحکمِ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجم کیا گیا اور محصن وہ آزاد مسلمان ہے جو مکلف ہو اور نکاحِ صحیح کے ساتھ صحبت کر چکا ہو خواہ ایک ہی مرتبہ ایسے شخص سے زنا ثابت ہو تو رجم کیا جائے گا اور اگر ان میں سے ایک بات بھی نہ ہو مثلاً حُر نہ ہو یا مسلمان نہ ہو یا عاقل بالغ نہ ہو یا اس نے کبھی اپنی بی بی کے ساتھ صحبت نہ کی ہو یا جس کے ساتھ کی ہو اس کے ساتھ نکاح فاسد ہوا ہو تو یہ سب غیر محصن میں داخل ہیں اور ان سب کا حکم کوڑے مارنا ہے۔

مسائل: مرد کو کوڑے لگانے کے وقت کھڑا کیا جائے اور اس کے تمام کپڑے اتار دیئے جائیں سوا تہبند کے اور اس کے تمام بدن پر کوڑے لگائے جائیں سوائے سر چہرے اور شرم گاہ کے، کوڑے اس طرح لگائے جائیں کہ اَلم گوشت تک نہ پہنچے اور کوڑا متوسط درجہ کا ہو اور عورت کو کوڑے لگانے کے وقت کھڑا نہ کیا جائے نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں البتہ اگر پوستین یا روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہو تو اتار دیئے جائیں، یہ حکم حُر اور حُرہ کا ہے یعنی آزاد مرد اور عورت کا اور باندی غلام کی حد اس سے نصف یعنی پچاس کوڑے ہیں جیسا کہ سورۂ نساء میں مذکور ہو چکا۔ ثبوتِ زنا یا تو چار مردوں کی گواہیوں سے ہوتا ہے یا زنا کرنے والے کے چار مرتبہ اقرار کر لینے سے پھر بھی امام بار بار سوال کرے گا اور دریافت کرے گا کہ زنا سے کیا مراد ہے کہاں کیا، کس سے کیا، کب کیا؟ اگر ان سب کو بیان کر دیا تو زنا ثابت ہوگا ورنہ نہیں اور گواہوں کو صراحتہً اپنا معائنہ بیان کرنا ہوگا بغیر اس کے ثبوت نہ ہوگا۔ لواطت زنا میں داخل نہیں لہٰذا اس فعل سے حد واجب نہیں ہوتی لیکن تعزیر واجب ہوتی ہے اور اس تعزیر میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چند قول مروی ہیں (۱) آگ میں جلا دینا (۲) غرق کر دینا (۳) بلندی سے گرانا اور اوپر سے پتھر برسانا، فاعل و مفعول دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ (تفسیر احمدی)

یعنی حدود کے پورا کرنے میں کمی نہ کرو اور دین میں مضبوط اور متصلب رہو۔ (خزائن العرفان)

(1776) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ، فَقَالُوْا: مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوْا: وَمَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى؟! ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّمَا اَهْلَكَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کو ایک مخزومی عورت کے معاملے نے بہت پریشان کیا جس نے چوری کی تھی انہوں نے کہا اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کون بات کرے گا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے محبوب اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے سوا کون اس کی جرأت کر سکتا ہے تو آپ (ﷺ) سے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ کی حدود میں سے ایک حد کی تو سفارش کرتا

الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ، اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللهِ!؟ فَقَالَ اُسَامَةُ: اسْتَغْفِرْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ: ثُمَّ اَمَرَ بِتِلْكَ الْمَرْاَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا.

ہے پھر آپ نے کھڑے ہوکر لوگوں کو خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ صرف اسی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے کہ جب ان میں سے کوئی سردار چوری کر لیتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب ان میں کوئی کمزور چوری کر لیتا تو اس پر حد قائم کرتے اور اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا آپ نے فرمایا کیا اللہ کی حدوں میں سے کسی حد کی تو سفارش کرتا ہے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ میرے لیے مغفرت طلب کریں پھر اس عورت کے بارے میں آپ نے حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النھی عن التخلی فی الطرق و الظلال، جلد 1، ص 156، رقم 641، السنن الصغری للبیھقی، باب الاستنجاء جلد 1، ص 22، رقم 54، المستدرک للحاکم، کتاب الطھارۃ، جلد 1، صفحہ 256، رقم 664، سنن ابو داؤد، باب المواضع التی نھی النبی ﷺ عن البول فیھا، جلد 1، ص 11، رقم 25، مسند أبی یعلی، مسند أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 11، صفحہ 369، رقم 6483

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مخزوم قریش کا بہت بڑا قبیلہ ہے اسی قبیلہ میں ابوجہل تھا، اس عورت کا نام فاطمہ بنت اسود ابن عبدالاسد ہے حضرت ابوسلمٰی کی بھتیجی، بہت عالی نسب اشرف قوم تھیں۔

(اس کے بارے میں رسول اللہ سے کون بات کرے گا) یہ مشورہ حضرات صحابہ نے کیا اس خیال سے کہ ایسی عالی خاندان عورت کا ہاتھ کٹوانے سے اس خاندان کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے جس سے بڑا فساد پھیل سکتا ہے لہٰذا اس پر جرمانہ وغیرہ کر دیا جائے ہاتھ نہ کاٹا جائے، قرآن کریم فرماتا ہے: اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔

اور حضرت اسامہ ابن زید نے اس آیت پر نظر رکھ کر سفارش کی کہ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وہ یہ سمجھے کہ یہ سفارش بھی اچھی شفاعت میں داخل ہے۔ غرضکہ تمام صحابہ کرام اور حضرت اسامہ کی نیت بخیر تھی انہیں اس مسئلہ کی خبر نہ تھی جواب بیان ہو رہا ہے۔

(کیا اللہ کی حدود میں سے ایک حد کی تو سفارش کرتا ہے) یہ فرمان عالی تعجب کے طور پر ہے کہ تم جیسے عقل مند ایسی

سفارش کرتے ہیں یہ سفارش تو شفاعت سیئہ میں داخل ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا لہذا اس سفارش میں نہ تو حضرات صحابہ پر اعتراض ہے نہ حضرت اسامہ پر، یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ چوری کا مقدمہ دائر ہونے سے پہلے حق العبد ہے کہ مالک مال معاف کرسکتا ہے اور مقدمہ پیش ہو جانے پر حق اللہ بن جاتا ہے کہ کوئی معاف نہیں کرسکتا، یہاں مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش ہو چکا تھا۔

اهلك یا معروف ہے تو اس کا فاعل انّهم الخ ہے یا مجہول ہے تو اس کا نائب فاعل الذين ہے ان لوگوں سے مراد یہود و عیسائی ہیں اور ہلاکت سے مراد قومی تباہی ملکی بدنظمی ہے۔

یعنی یہود و نصاریٰ میں زنا چوری قتل وغیرہ جرائم اس لیے بڑھ گئے کہ ان کے حکام و سلاطین نے مالداروں اور بڑے آدمیوں کی حدود میں رعایتیں کرنا شروع کر دیں۔ ملکی انتظام صرف دو چیزوں سے قائم رہ سکتا ہے سزائیں سخت ہوں جیسے اسلامی سزائیں ہیں اور کسی مجرم کی رعایت ضمانت نہ ہو کوئی بدمعاش قانون کی گرفت سے بچ نہ سکے، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ یہاں چونکہ چوری کا مقدمہ درپیش تھا اس لیے حضور عالی نے چوری کا ذکر فرمایا ورنہ ان لوگوں میں ہر جرم کی سزا کا یہ ہی حال تھا زانی ہو یا قاتل ان رعایتوں اور چودھری وغیر چودھری کے فرق کا نتیجہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالٰی ہم کو اسلامی حکومت دکھائے۔

بصری کہتے ہیں کہ ایم بنا ہے ایمن یا یمن سے بمعنی برکت اور یہاں اقسم پوشیدہ ہوتا ہے یعنی اللہ کی برکتوں کی قسم کہتے ہیں کہ ایم جمع ہے یمین کی بمعنی قسم بہرحال ایم اللہ کے معنی ہیں اللہ کی قسم۔

سبحان اللہ! یہ ہے عدل و انصاف جس سے زمین و آسمان قائم ہے۔ خیال رہے کہ تمام اولاد اطہار میں حضور کو جناب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بہت ہی پیاری ہیں کیونکہ سب اولاد میں چھوٹی ہیں، نیز ان کی والدہ ماجدہ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ، آپ کو بہت چھوٹی عمر میں چھوڑ کر وفات پا گئیں لہذا آپ حضور ہی کی گود شریف میں پلیں بڑھیں اس لیے آپ کا نام شریف ہی لیا ورنہ مراد ساری اولاد ازواج وعزیز و اقارب ہیں صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیٰ ابیہا وبعلھا وعلیہا وابنہا۔ اور یہ قضیہ شرطیہ وہ ہے جس کے دونوں جز مقدم و تالی ناممکن ہیں جیسے اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ۔

اس عورت کی پہچان کرانے کے لیے ہے کیونکہ وہ اس وصف میں مشہور ہو چکی تھی نہ کہ بیان جرم کے لیے کیونکہ اس کا ہاتھ اس انکار کی وجہ سے نہ کٹا تھا بلکہ اس نے ایک بار چوری کر لی تھی لہذا اس کا ہاتھ کٹا یعنی وہ عورت جس کا یہ حال تھا چوری میں پکڑی گئی تو حضور انور نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ امام احمد و امام اسحٰق کے نزدیک عاریت کے انکار پر بھی ہاتھ کٹ جاتا ہے اس حدیث کے ظاہری معنی کی بنا پر۔ واللہ اعلم! مگر دیگر احادیث میں اس کی چوری کا صریحی ذکر ہے۔ (اشعہ ومرقات)

یعنی فاطمہ مخزومیہ پہلے تو عاریۃ کے انکار کا جرم کرتی تھی پھر چوری میں پکڑی گئی تھی۔ خیال رہے کہ حقوق اللہ والی

حدوں میں سفارش کرنا حرام ہے مگر تعزیر اور حقوق العباد والی سزاؤں میں سفارش کرنا جائز بلکہ ثواب ہے جب کہ ملزم شریر نہ ہو خواہ مقدمہ حاکم کے پاس پہنچ گیا ہو یا نہ پہنچا ہو جیسے قتل کا قصاص کہ اس میں مقتول کے وارثوں سے معافی یا صلح کر دینے میں حرج نہیں۔ (مرقات) زنا اور چوری کی سزائیں حق اللہ ہیں ان میں سفارش کرنا حرام ہے، زنا کی سزا پہلے سے ہی حق اللہ ہے اور چوری حاکم کے پاس مقدمہ پہنچنے کے بعد حق اللہ بن جاتی ہے، اگر کوئی مالک مال سے سفارش کر کے مقدمہ حکومت میں نہ پہنچنے دے تو جرم نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۱۱)

208- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّغَوُّطِ فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ وَظِلِّهِمْ وَمَوَارِدِ الْمَآءِ وَنَحْوِهَا

لوگوں کے راستہ سایہ اور پانی کے قریب اترنے کے مقام وغیرہ میں پاخانہ کرنا منع ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا) (الأحزاب: 58).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

(1777) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ" قَالُوْا: وَمَا اللَّاعِنَانِ؟ قَالَ: "الَّذِيْ يَتَخَلّٰى فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ فِيْ ظِلِّهِمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو لعنت کے کاموں سے بچو، صحابہ نے عرض کیا: وہ لعنتی کام کون سے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ جو لوگوں کے راستہ یا سایہ میں قضاء حاجت کرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، باب النهي عن التخلي في الطرق و الظلال، جلد 1، ص 156، رقم 641، السنن الصغرى للبيهقي باب الاستنجاء، جلد 1، ص 22، رقم 54، المستدرك للحاكم، كتاب الطهارة، جلد 1، صفحه 256، رقم 664، سنن ابوداود، باب المواضع التي نهى النبي ﷺ عن البول فيها، جلد 1، ص 11، رقم 25، مسند أبي يعلى، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 11، صفحه 369، رقم 6483 ...

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جن دو کاموں کی وجہ سے لوگ کرنے والے کو طعن لعن کرتے ہیں ان سے پرہیز کرو۔

یعنی راستہ عام طور پر جہاں مسلمانوں کا گزرگاہ ہو وہاں پاخانہ نہ کرو، یوں ہی جس سایہ میں لوگ دھوپ کے وقت عموماً بیٹھتے لیٹتے ہوں وہاں نہ کرو کہ اس سے رب تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے، لوگ بھی برا کہتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نخلستان میں حاجت قضا فرمائی کیونکہ وہ جگہ لوگوں کے آرام کی نہ تھی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ پانی کے گھاٹ اور گزرگاہ عوام پر پاخانہ نہ کرے اور کسی کی ملک زمین میں اس کی بغیر اجازت نہ کرے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۳۲۳)

209- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ وَنَحْوِهٖ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

کھڑے پانی میں پیشاب وغیرہ کرنا منع ہے

(1778) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النھی عن البول فی الماء الراکد، جلد 1، ص 162، رقم 681۔ السنن الصغری للبیھقی، باب الاستنجاء، جلد 1، ص 23، رقم 59۔ سنن النسائی الکبری، باب ذکر نھی الجنب عن الاغتسال فی الماء الدائم، جلد 1، ص 197، رقم 399۔ مسند امام احمد، مسند أبی ھریرة رضی اللہ عنه، جلد 2، ص 288، رقم 7855۔ مسند البزار، مسند أبی ھریرة رضی اللہ عنه، جلد 2، ص 371، رقم 7618

شرح حدیث: قضائے حاجت کے آداب

انسان کو چاہیے کہ قضائے حاجت کے لئے صحراء یا کھلی جگہ میں لوگوں کی نظروں سے دور جائے اور اگر کوئی چیز میسر ہو تو اس کے ساتھ پردہ کرے اور بیٹھنے کی جگہ کے قریب ہونے سے قبل اپنا ستر ظاہر نہ کرے نیز قبلہ کی طرف چہرہ کرے نہ پیٹھ اور نہ ہی سورج اور چاند کی طرف رخ کرے لیکن اگر گھر میں ہو تو کرسکتا ہے اور گھر میں ہوتے ہوئے بھی قبلہ رخ ہونے یا پیٹھ کرنے سے بچنا مستحب ہے۔ ٹھہرے ہوئے پانی میں، پھل دار درختوں کے نیچے اور بلوں (یعنی سوراخوں) میں پیشاب نہ کرے۔ اسی طرح سخت جگہ اور ہوا کے رخ پر بھی پیشاب نہ کرے تاکہ اس کے چھینٹوں سے بچ سکے۔

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے اندر رکھے اور نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں نکالے اور کھڑا ہو کر پیشاب نہ کرے اور نہ ہی غسل خانہ میں پیشاب کرے کیونکہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ غیب نشان ہے: عَامَّةُ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ ترجمہ: عام طور پر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب فی البول فی المستحم، الحدیث ۲۷، ج ۱ ص ۴۴)

210- بَابُ كَرَاهَةِ تَفْضِيْلِ الْوَالِدِ بَعْضَ اَوْلَادِهٖ عَلٰى بَعْضٍ فِي الْهِبَةِ

والد کا اولاد میں سے بعض کو بعض پر ہبہ میں فضیلت دینا مکروہ ہے

(1779) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنِّيْ نَحَلْتُ ابْنِيْ هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَكُلَّ

حضرت نعمان بن بشیر ﷺ سے روایت ہے کہ ان کے والد ان کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی: یارسول اللہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام عطیہ دیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هٰذَا؟ فَقَالَ: لَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَارْجِعْهُ". وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟" قَالَ: لَا. قَالَ: "اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِيْ اَوْلَادِكُمْ". فَرَجَعَ اَبِيْ، فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا بَشِيْرُ اَلَكَ وَلَدٌ سِوٰى هٰذَا؟" فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ: "اَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هٰذَا؟" قَالَ: لَا، قَالَ: "فَلَا تُشْهِدْنِيْ اِذًا فَاِنِّيْ لَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ". وَفِيْ رِوَايَةٍ: "لَا تُشْهِدْنِيْ عَلٰى جَوْرٍ". وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِيْ!" ثُمَّ قَالَ: "اَيَسُرُّكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا اِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟" قَالَ: بَلٰى، قَالَ: "فَلَا اِذًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

کیا اپنے سب بچوں کو تو نے اس کی مثل عطیہ دیا ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا: نہیں' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سے رجوع کرو اور ایک روایت میں ہے کیا تم نے اپنی ساری اولاد سے یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں تو فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو تو میرے والد نے وہ عطیہ واپس لے لیا اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بشیر! تیرے اس کے سوا اور بیٹے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں' آپ نے فرمایا: کیا ان سب کو بھی تم نے عطیہ دیا ہے عرض کیا: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: پھر میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ ایک اور روایت میں فرمایا مجھ کو ظلم پر گواہ نہ بنا اور ایک روایت میں ہے اس پر میرے غیر کو گواہ بنا۔ پھر فرمایا کیا تو یہ چاہتا ہے کہ سب تیری طرف سے بھلائی میں برابر ہوں' عرض کیا: کیوں نہیں' تو فرمایا پھر اس وقت (ناانصافی کیوں کرتے ہو) (متفق علیہ)

تخریج حدایث: صحیح بخاری، باب الھبۃ للولد واذا اعطی بعض ولدہ شیاء، جلد 3، ص 157، رقم 2586 صحیح مسلم، باب کراھۃ تفضیل بعض الاولاد فی الھبۃ، جلد 5، ص 65، رقم 4262 السنن الکبرٰی للبیھقی، باب النسۃ فی التسویۃ بین الاولاد فی العطیۃ، جلد 6، ص 176، رقم 12349 موطا امام مالک، باب مالا یجوز من النحل، جلد 2، صفحہ 751، رقم 1437 مصنف ابن ابی شیبۃ، باب التسویۃ بین الاولاد فی العطیۃ، جلد 14، ص 152، رقم 37218۔

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ خود بھی صحابی ہیں آپ کے والدین بھی صحابی، آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے، انصاری ہیں، اسلام میں سب سے پہلے بچے ہیں جو انصار میں پیدا ہوئے، ہجرت کے چودھویں مہینے پیدا ہوئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال سات ماہ تھی، کوفہ میں قیام رہا، امیر معاویہ کی طرف سے حمص کے حاکم تھے، ۶۴ھ میں قتل کیے گئے۔ (اکمال، اشعہ، مرقات)

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو برابر عطیے دے، بعض کو بعض پر ترجیح نہ دے کہ کسی کو کچھ نہ دے یا کسی کو زیادہ دے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ زندگی میں لڑکی لڑکے کو برابر دے، لڑکے کا دوگنا حصہ میراث میں ہے نہ کہ عطیہ میں، بعض

نے فرمایا کہ زندگی میں بھی لڑکے کو دوگنا دے اور لڑکی کو ایک حصہ۔ (درمختار، شامی، وغیرہ) بعض بزرگ لڑکیوں کو دوگنا دیتے ہیں کہتے ہیں کہ لڑکیاں ماں باپ کے گھر مہمان ہیں، لڑکے مقیم۔

(اس سے رجوع کرو) اس سے معلوم ہوا کہ باپ اولاد کو دے کر واپس لے سکتا ہے دوسرے اہل قرابت نہیں لے سکتے۔ قرابت اسے مانع ہے یعنی تب تم بھی اپنے عطیہ میں فرق نہ کرو برابر دو۔

عمرہ عین کے فتح سے، نعمان کی والدہ ہیں، بشیر کی بیوی، عبداللہ ابن رواحہ کی بہن ہیں۔

تا کہ عطیہ پختہ ہو جائے تمہارے بعد اولاد کا آپس میں جھگڑا نہ ہو، آج کل جو غیر منقول جائیداد کے بیع نامہ رجسٹری کرائے جاتے ہیں اسی کی اصل یہ حدیث ہے، رجسٹری میں حکومت کو گواہ بنایا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ نعمان تو عمرہ بنت رواحہ سے تھے باقی اور اولاد دوسری بیویوں سے جن کی مائیں فوت ہو چکی ہوں گی اس لیے یہ واقعہ ہوا۔

اس حدیث کی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ باپ اپنی زندگی میں بیٹا بیٹی ساری اولاد میں برابری کرے، بیٹے کے لیے دوگنا حصہ بعد وفات ہے حتی کہ پیار محبت بلکہ چومنے میں بھی برابری کرے۔ (مرقات) اگرچہ قدرتی طور پر چھوٹے بچے سے زیادہ محبت ہوتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فاطمہ زہرا بہت پیاری تھیں کہ سب سے چھوٹی تھیں۔

اس حدیث کی بنا پر امام احمد ثوری و اسحاق نے فرمایا کہ اولاد کے عطیوں میں کمی بیشی کرنا حرام ہے کیونکہ حضور انور نے اسے ظلم فرمایا ہے اور ظلم حرام ہے، ان بزرگوں کے ہاں اس صورت میں ہبہ درست ہی نہ ہوگا مگر امام ابوحنیفہ، شافعی و مالک و جمہور علماء رحمہم اللہ کے ہاں یہ زیادتی مکروہ ہے جب کہ بلا وجہ ہو، اس میں ہبہ درست ہی ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہبہ درست ہو گیا تھا ورنہ رجوع کے کیا معنی، نیز دوسری روایات میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عطیہ پر کسی اور کو گواہ بنالو، اگر یہ حرام قطعی ہوتا تو کسی اور کو گواہ بنانے کے کیا معنی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عائشہ صدیقہ کو اکیس وسق کھجوریں دیں جو اور اولاد کو نہ دیں، حضرت عمر نے اپنے بیٹے عاصم کو ایک دفعہ ایک خاص عطیہ دیا جو اور اولاد کو نہ دیا، عبدالرحمن ابن عوف نے اپنی بیٹی ام کلثوم کی اولاد کو خاص عطیہ دیا جو اور اولاد کو نہ دیا، تمام صحابہ نے یہ واقعات دیکھے اور کسی نے انکار نہ کیا لہذا اس کے جواز پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ (مرقات) خیال رہے کہ متقی بیٹے کو فاسق بیٹے سے زیادہ دینا یا غریب معذور بے دست و پا اولاد کو دوسری امیر اولاد سے کچھ زیادہ دینا بلا کراہت درست ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۶۱۵)

211- بَابُ تَحْرِيْمِ اِحْدَادِ الْمَرْاَةِ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرَةَ اَيَّامٍ

کسی میت پر عورت کا تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام ہے سوائے اپنے شوہر کے وہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے

(1780) عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِيْنَ تُوُفِّيَ اَبُوْهَا اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فِيْهِ صُفْرَةُ خَلُوْقٍ اَوْ غَيْرِهِ، فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً، ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ: "لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ علٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، اِلَّا علٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا". قَالَتْ زَيْنَبُ: ثُمَّ دَخَلْتُ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حينَ تُوُفِّيَ اَخُوهَا، فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ: اَمَا وَاللهِ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ: "لَا يَحِلُّ لِاَمْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ علٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، اِلَّا علٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا)). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت زینب بنت ابوسلمہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں حضرت اُم حبیبہ ﷺ پر داخل ہوئی جو رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہیں جب ان کے باپ حضرت ابوسفیان ﷺ فوت ہوئے تو انہوں نے خوشبو منگائی جس میں پیلے رنگ کا خلوق یا کسی اور خوشبو کا تھا ایک لونڈی نے اس میں ملایا تو اس میں سے کچھ حضرت اُم حبیبہ رضی للہ عنہا کے رخساروں پر مَل دیا اور انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا جو عورت اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے حلال نہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے لیکن اپنے شوہر پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے۔ زینب بنت ابوسلمٰی کہتی ہیں بعد میں میں زینب بنت جحش کے پاس حاضر ہوئی جب ان کے بھائی فوت ہوئے تو انہوں نے خوشبو منگائی تو اس میں سے لگائی پھر کہا اللہ کی قسم مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں۔ سوائے اپنے شوہر کے چار مہینے اور دس دن۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب تحد المتوفی عنها زوجها أربعة شهرا و عشرا، جلد 7، ص 59، رقم 5334، صحیح مسلم، باب وجوب الاحداد فی عدة الوفاة و تحریمه فی غیر ذلك، جلد 4، ص 202، رقم 3798، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب الاحداد، جلد 7، صفحه 437، رقم 15921، مؤطا امام مالك، باب ماجاء فی الاحداد، جلد 2، ص 596، رقم 1245، سنن ابوداؤد، باب احداد المتوفی عنها زوجها، جلد 2، ص 257، رقم 2301

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سوگ کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

درمختار میں ہے:

وللموت اربعة اشهر وعشرا مطلقا وطئت اولا ولو صغيرة او كتابية تحت مسلم ولو عبدا فلم يخرج عنها الا الحامل۔ (درمختار باب العدة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۶)

موت کی عدت مطلقا چار ماہ دس دن ہے بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگرچہ نابالغہ ہو یا کتابیہ مسلمان آزاد کے نکاح میں ہو یا مسلمان غلام کے نکاح میں، صرف حاملہ کا حکم اس سے علیحدہ ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے (ت)

احکام الٰہی میں چون و چرا نہیں کرتے، الاسلام گردن نہادن نہ کہ زبان بجرأت کشادن (اسلام، سر تسلیم خم کرنا ہے نہ کہ دلیری سے لب کشائی کرنا۔ت) بہت احکام الٰہیہ تعبدی ہوتے ہیں اور جو معقول المعنی ہیں ان کی حکمتیں بھی من وتو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ صبح کو دو، مغرب کی تین، باقی کی چار چار رکعتیں کیوں ہیں، تعرف براءت رحم کے لئے ایک حیض کافی تھا تین اگر احتیاطا رکھے گئے تو عدت وفات حیضوں سے بدل کر مہینے کیوں ہوئی اور ہوتی تو تین مہینے ہوتی جس طرح آئسہ وصغیرہ میں تین حیض کی جگہ تین مہینے قائم فرمائے ہیں ایک مہینہ دس دن اور زائد کیوں فرمائے گئے، غرض ایسے بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم و برکات کا دروازہ بند کرنا ہے، مسلمان کی شان یہ ہے:

سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير (القرآن الکریم ۲/۲۸۵)

ہم نے سنا اور اطاعت کی، تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔

صورت طلاق تعرف براءت رحم کے لیے ہے قبل خلوت براءت خود معلوم پھر عدت کیوں ہو اور عدتِ وفات میں صرف یہی مقصود نہیں بلکہ موت شوہر کا سوگ بھی۔ اور اس میں خلوت ہونے نہ ہونے کو کچھ دخل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لايحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الأخر ان تحد على ميت فوق ثلث ليال الاعلى زوج اربعة اشهر وعشرا۔ رواه البخاری ومسلم عن ام المومنين ام حبيبة و زينب بنت جحش رضى الله تعالٰى عنهما۔ والله تعالٰى اعلم۔ (صحیح مسلم باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸۶)

اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ خاوند کی موت کے بغیر کسی میت پر تین دن سے زائد سوگ کرے، صرف خاوند کے موت کے لئے چار مہینے دس دن سوگ ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے ام المومنین ام حبیبہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوٰی رضویہ، ج ۱۳، ص ۲۹۸)

212-بَابُ تَحْرِيْمِ بَيْعِ

شہری کا دیہاتی کے لئے بیع کرنا تجارتی

اَلْحَاضِرِ لِلْبَادِیْ وَتَلَقِّی الرُّکْبَانِ وَالْبَیْعِ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْهِ وَالْخِطْبَةِ عَلٰی خِطْبَتِهٖ اِلَّا اَنْ یَّاْذَنَ اَوْ یَرُدَّ

قافلے کو راستے میں جا کر ملنا کسی بھائی کے معاملے پر معاملہ طے کرنا اور کسی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام دینا حرام ہے البتہ اگر اس کا مسلمان بھائی اسے اجازت دے دے یا وہ خود اسے چھوڑ دے تو جائز ہے

(1781) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّبِیْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ وَّاِنْ کَانَ اَخَاهُ لِاَبِیْهِ وَاُمِّهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے سودا کرے اگر چہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من کرہ أن یبیع حاضر لباد بأجر، جلد 2، صفحه 758، رقم 2051 صحیح مسلم، باب تحریم بیع الحاضر للبادی، جلد 5، صفحه 6، رقم 3904 سنن النسائی الکبری، باب بیع الحاضر للبادی، جلد 4، ص 12، رقم 6083 مسند البزار، مسند انس بن مالک، جلد 2، ص 307، رقم 6736 مصنف ابن أبی شیبة، باب ماجاء فی بیع الحاضر لباد، جلد 6، ص 243، رقم 21300

شرح حدیث: مسائل فقہیہ

مسئلہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا: کہ شہری آدمی دیہاتی کے لیے بیع کرے یعنی دیہاتی کوئی چیز فروخت کرنے کے لیے بازار میں آتا ہے مگر وہ ناواقف ہے سستی بیچ ڈالے گا شہری کہتا ہے تو مت بیچ، میں اچھے داموں بیچ دونگا، یہ دلال بن کر بیچتا ہے اور حدیث کا مطلب بعض فقہا نے یہ بیان کیا ہے کہ جب اہل شہر قحط میں مبتلا ہوں ان کو خود غلہ کی حاجت ہو ایسی صورت میں شہر کا غلہ باہر والوں کے ہاتھ گراں کر کے بیع کرنا ممنوع ہے کہ اس سے اہل شہر کو ضرر پہنچے گا اور اگر یہاں والوں کو احتیاج نہ ہو تو بیچنے میں مضایقہ نہیں، ہدایہ میں اسی تفسیر کو ذکر فرمایا۔

(الھدایۃ، کتاب البیوع، فصل فیما یکرہ، ج ۲، ص ۵۴) (وفتح القدیر، کتاب البیع، باب بیع الفاسد، ج ۶، ص ۱۰۷)

(1782) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَتَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰی یُهْبَطَ بِهَا اِلَی الْاَسْوَاقِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجارتی (قافلے کے) سامان کو آگے جا کر نہ ملو یہاں تک کہ وہ بازاروں میں اتار لیا جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب النھی للبائع ان لایحفل الأبل والبقر والغنم، جلد 2، ص 755، رقم 2042 صحیح مسلم، باب تحریم تلقی الجلب، جلد 5، ص 5، رقم 3894 المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه محمد، جلد 5، صفحه 361، رقم 5557 السنن الکبرٰی للبیھقی، باب النھی عن تلقی السلع، جلد 5، ص 347، رقم 11231 سنن ابوداؤد، باب فی التلقی، جلد 3، صفحه 281، رقم 3438

شرح حدیث: مسئلہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلقی جلب سے ممانعت فرمائی۔ یعنی باہر سے تاجر جو غلہ لا رہے ہیں اُن کے شہر میں پہنچنے سے قبل باہر جا کر خرید لینا اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اہل شہر کو غلہ کی ضرورت ہے اور یہ اس لیے ایسا کرتا ہے کہ غلہ ہمارے قبضہ میں ہوگا نرخ زیادہ کر کے بیچیں گے دوسری صورت یہ ہے کہ غلہ لانے والے تجار کو شہر کا نرخ غلط بتا کر خرید ے، مثلاً شہر میں پندرہ سیر کے گیہوں بکتے ہیں، اس نے کہہ دیا اٹھارہ سیر کے ہیں دھوکا دیکر خریدنا چاہتا ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو ممانعت نہیں۔

(الھدایۃ، کتاب البیوع، فصل فیما یکرہ، ج ۲، ص ۵۳) (وفتح القدیر، کتاب البیع، باب بیع الفاسد، ج ۶، ص ۱۰۷)

(1783) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَتَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ فَقَالَ لَهٗ طَاوُوْسٌ: مَا: لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ؟ قَالَ: لَا يَكُوْنُ لَهٗ سِمْسَارًا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم تجارتی قافلوں سے راستے میں جا کر نہ ملو اور نہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے سودا کرے۔ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: شہری دیہاتی کے لئے سودا نہ کرے اس سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ اس کے لئے دلال نہ بنے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب البیع والشراء مع النساء، جلد 3، ص 72، رقم 2158 صحیح مسلم، باب تحریم بیع الحاضر للبادی، جلد 5، ص 5، رقم 3900 السنن الکبری، باب النھی عن تلقی السلع، جلد 5، صفحہ 347، رقم 11232 سنن ابوداؤد، باب فی النھی أن یبیع حاضر لباد، جلد 3، ص 282، رقم 3441 مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عباس، جلد 1، ص 368، رقم 3482

(1784) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِيْعِ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ، وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ، وَلَا تَسْاَلُ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْفَاَ مَا فِيْ اِنَائِهَا۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّيْ، وَاَنْ يَّبْتَاعَ الْمُهَاجِرُ لِلْاَعْرَابِيِّ، وَاَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا، وَاَنْ يَّسْتَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ، وَنَهٰى عَنِ النَّجْشِ وَالتَّصْرِيَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شہری، دیہاتی کے لئے سودا کرے اور فرمایا: دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے سامان کی قیمت نہ بڑھاؤ اور آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام دے اور کوئی عورت اپنی (مسلمان) بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے تا کہ جو کچھ اس کے برتن میں ہے اسے اوندھا کر دے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قافلے کو آگے جا کر ملنے، شہری کو دیہاتی کے لئے خریدنے، عورت کو اپنی

مسلمان بہن کی طلاق کی شرط لگانے' آدمی کو اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنے' دھوکہ دینے کے لئے قیمت بڑھانے اور کئی دن کا دودھ روک کر فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لایبیع علی بیع اخیه ولایسوم علی سوم اخیه، جلد 2، ص 752، رقم 2033 صحیح مسلم، باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیه وسومه علی سومه، جلد 5، ص 3، رقم 3890 السنن الکبرٰی، باب لایبیع بعضکم علی بیع بعض، جلد 5، ص 344، رقم 11207 المنتقی لابن الجارود کتاب النکاح، جلد 1، ص 170، رقم 677 مصنف عبدالرزاق، باب لایبیع حاضر لباد، جلد 8، ص 198، رقم 14867

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

یعنی تجارتی قافلے کی آمد سن کر شہر سے باہر ہی ان سے سامان نہ خریدلو، بلکہ انہیں بازار میں مال لے آنے دو تا کہ انہیں بازاری بھاؤ کی خبر ہوجائے اور ان کے بازار میں آمد سے نرخ ارزاں ہوجائے۔

(آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودانہ کرے) یہاں لفظ بیع بمعنی فروخت بھی ہوسکتا ہے اور بمعنی خرید بھی یعنی جب دو شخص کوئی چیز خرید وفروخت کر رہے ہوں اور سودا طے ہوچکا اور قریبًا بات پختہ ہوگئی تو نہ تو کوئی شخص بھاؤ بڑھا کر وہ چیز خریدے اور نہ کوئی شخص بھاؤ سستا کر کے خریدار کو توڑے، یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں، نیلام کا یہ حکم نہیں ہاں بولی دیتے وقت بات طے نہیں ہوتی جو بولی بڑھائے وہ لے لے یہ جائز ہے۔

(دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے سامان کی قیمت نہ بڑھاؤ) نیلام میں اگر کوئی شخص بولی بڑھادے مگر خریدنا مقصود نہ ہو صرف چیز کی قیمت بڑھانا مقصود ہو کہ دوسرا آدمی اس سے زیادہ کی بولی دے یہ نجش ہے اور ممنوع ہے کہ دھوکا دہی ہے۔

اس طرح مال لانے والے دیہاتیوں کو آج کے بھاؤ پر مال فروخت نہ کرنے دے بلکہ اس کا مال خود سنبھال لے کہ جب مہنگا ہوگا فروخت کردوں گا، جیسا کہ آج کل بعض آڑھتی یا دلال کرتے ہیں ناجائز ہے کہ اس سے چیزیں مہنگی ہوتی ہیں بلکہ قحط پڑ جانے کا خطرہ ہوتا ہے باہر کا مال بکنے دو تا کہ مخلوق کو آرام رہے۔

(کئی دن کا دودھ روک کر فروخت کرنے سے منع فرمایا) تصروا، ت کے پیش ص کے فتح سے، یا بالعکس ت کے فتح ص کے پیش سے۔ (اشعہ) تصریہ سے بنا بمعنی دودھ تھن میں روک دینا، نہ نکالنا ایسے جانور کو مصرات کہتے ہیں یہ حرکت خریدار کو دھوکا دینے کے لیے کی جاتی ہے کہ وہ زیادتی دودھ سے دھوکا کھا کر قیمت زیادہ دے جائے۔

اگر کسی نے دودھ کا جانور خریدا مگر دھوکا کھا گیا کہ خریدتے وقت تو دودھ زیادہ تھا بعد میں کم نکلا، تاجر نے کئی وقت سے دودھ نکالا نہ تھا اس لیے اس وقت دودھ بہت ہوا تو اب خریدار کو اختیار ہے۔

اگر جانور رکھنا ہے تو خیر اور اگر رکھنا نہیں ہے تو اس دودھ کے عوض جو اس نے پیا ساڑھے چار سیر خرمے جانور فروخت

کرنے والے کو دے دے، اس دودھ کے عوض جو خریدتے وقت جانور کے ساتھ لیا تھا کہ وہ تاجر کے مملوکہ جانور کا تھا لہذا تاجر کی ملک تھا۔ اس حدیث کے ظاہر پر امام شافعی کا عمل ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ دودھ تھوڑا ہو یا زیادہ اس کے عوض ایک صاع چھوہارے ہی دیئے جائیں گے جیسے نفس کی دیت سو اونٹ ہیں کہ قاتل مقتول کی دیت سو اونٹ دے گا، نفس مقتول خواہ کیسا ہی ادنی یا اعلٰی ہو اور خریدار کو مصرات جانور کے واپس کردینے کا حق ہوگا، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث قابل عمل نہیں کہ قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہے فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُم جس سے دودھ مصرات کی قیمت یا مثل دینا معلوم ہوتا ہے یا یہ حدیث سود حرام ہونے سے پہلے کی ہے کہ اس وقت معاملات میں اس قسم کی کمی بیشی درست تھی۔ (مرقات، لمعات وغیرہ) (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۱۹)

(1785) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا يَخْطُبْ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ لَهٗ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کی منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام بھیجے مگر جب کہ وہ اس کی اجازت دے دے۔ (متفق علیہ) اور یہ الفاظ مسلم کی روایت کے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تحریم بیع الرجل علی بیع افیه و سومه علی سومه، جلد 5، ص 3، رقم 3884، السنن الکبری، باب لایبیع بعضکم علی بیع بعض، جلد 5، ص 344، رقم 11205، سنن ابوداؤد، باب فی التلقی، جلد 3، ص 281، رقم 3438، صحیح ابن حبان، باب البیع المنهی عنه، جلد 11، صفحه 339، رقم 4965، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، جلد 2، ص 7، رقم 4531

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دونوں ممانعتیں جب ہیں جب کہ خریدار و تاجر ایک قیمت پر راضی ہو چکے ہوں، ایسے ہی لڑکے لڑکی والے پیغام نکاح پر راضی ہو چکے ہوں کہ اس صورت میں اس کے بھاؤ بڑھادینے یا پیغام نکاح دینے میں پہلے کا نقصان ہوگا، ہاں اگر پہلا شخص اجازت دیدے تو درست ہے اور اگر پہلے فریقین کی رضامندی مکمل نہ ہوئی تھی صرف کچی پکی بات ہی تھی تو دوسرا شخص بھاؤ بڑھا بھی سکتا ہے اور پیغام بھی دے سکتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴۵۲)

(1786) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ، فَلَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّبْتَاعَ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبَ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰى

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن مومن کا بھائی ہے۔ لہذا کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے اور نہ اپنے بھائی کی منگنی کے پیغام پر منگنی کا

يَذَرَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ

پیغام بھیجے حتیٰ کہ پہلا شخص چھوڑ دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تحریم الخطبة علی خطبة أخیه حتی یأذن او یترك، جلد 4، ص 139، رقم 3529، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب لایسوم احد کم علی سوم اخیه، جلد 5، صفحه 346، رقم 10681، مسند أبی عوانة، باب حظر المسلم أن یخطب علی خطبة المسلم حتی یترك او یأذن له، جلد 3، ص 41، رقم 4134

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

یعنی اگر کسی عورت کے کسی جگہ سے پیام وسلام آرہے ہیں اور فریقین قریبًا راضی بھی ہوگئے ہیں تو دوسرا شخص پیام دے کر پہلے کا پیام نہ خراب کرے، جب وہاں سے بات چیت ٹوٹ جائے تب پیام دے یہ حکم استحبابی ہے اور اگر صرف پیام میں رضامندی نہیں ہوئی تو دوسرا بھی پیام دے سکتا ہے یہ ہی حکم بیع کے متعلق بھی آیا ہے وہاں بھی یہ ہی مراد ہے ورنہ نیلام پر بولی پر بولی دی جاتی ہے اس توجیہ پر یہ حدیث بالکل واضح ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۴)

213-بَابُ النَّهْيِ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ فِيْ غَيْرِ وُجُوْهِهِ الَّتِيْ اَذِنَ الشَّرْعُ فِيْهَا

شرعی عذر کے بغیر مال ضائع کرنا منع ہے

(1787) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَرْضٰى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا: فَيَرْضٰى لَكُمْ اَنْ تَعْبُدُوْهُ، وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَاَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ: قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَاِضَاعَةَ الْمَالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَتَقَدَّمَ شَرْحُهٗ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری تین باتوں پر راضی ہوتا ہے اور تمہارے تین کاموں کو ناپسند کرتا ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) تم اسی ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کے شریک نہ ٹھہراؤ۔ (۲) تم اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے مل کر تھامے رکھو (۳) اختلاف وتفرقہ نہ ڈالو اور وہ تین ناپسندیدہ باتیں یہ ہیں: (۱) بے سود بحث وتکرار کرنا (۲) کثرت سے سوال کرنا (۳) مال کو بے فائدہ ضائع کرنا۔ (مسلم) اس کی تشریح پہلے بیان ہو چکی ہے

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن کثرۃ المسائل، جلد 5، ص 130، رقم 4578، الاداب للبیهقی، باب فی کراهیة اضاعة المال، جلد 1، ص 45، رقم 83، الادب المفرد للبخاری، باب السرف فی المال، صفحه 158، رقم 442، مسند امام احمد، حدیث المغیرہ بن شعبة رضی الله عنه، جلد 4، ص 264، رقم 18172

شرح حدیث: <u>حسابِ نعمت کے بارے میں لرزہ خیز 9 فرامینِ مصطفےٰ</u>

فانی لذّتوں سے اپنے آپ کو بچانے کا جذبہ بڑھانے اور دُنیوی نعمتوں کے سبب ہونے والے حسابِ آخرت سے خود

کوڈرانے کیلئے دل ہلا دینے والے 9 فرامینِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ملاحظہ ہوں:

(1) جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو بُلا کر اپنے سامنے کھڑا کر دے گا اور اُس سے اُس کے جاہ و مرتبے کے مُتَعَلِّق اِسی طرح سُوال کرے گا جس طرح اس کے مال کے بارے میں سُوال فرمائے گا۔ (المعجم الاوسط ج۱ ص ۱۴۰ حدیث ۴۴۸)

(2) بندہ کوئی بھی قدم اٹھاتا ہے تو قِیامت میں اُس سے سُوال ہوگا کہ وہ قدم کس لئے اُٹھایا تھا؟ (تاریخ دمشق ج۶ ص ۵۴)

(3) قِیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے یہ سُوال ہوگا کہ کیا میں نے تیرا جسم تندُرُست نہیں رکھا تھا؟ کیا میں نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سَیراب نہ کیا تھا؟ (تُو نے ان کے حُقُوق ادا کئے یا نہیں؟) (المستدرک ج۵ ص ۱۹۱ حدیث ۷۲۸۵)

(4) مالِک اور مملُوک (یعنی غلام) کو اور زَوج (یعنی شوہر) اور زَوجہ کو لایا جائے گا پھر ان سے حساب ہوگا، یہاں تک کہ مَرد سے کہا جائے گا تُو نے فُلاں فُلاں دن لذّت کے ساتھ پانی پیا اور شوہر سے کہا جائے گا کہ فُلاں عورت سے نکاح کے اور بھی طلبگار تھے لیکن تُو نے اُس کا نکاح چاہا تو میں نے ان سب کو چھوڑ کر اس کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا۔ (کیا تُو نے اِن نعمتوں کا حق ادا کیا؟) (مجمع الزوائد ج۱۰ ص ۶۳۳ حدیث ۱۸۳۹۰)

(5) قِیامت میں مؤمن سے ہر عمل کا سُوال ہوگا یہاں تک کہ اس سے اپنی آنکھوں میں سُرمہ ڈالنے کے مُتَعَلِّق بھی سُوال کیا جائے گا (حلیۃ الاولیاء ج۱۰ ص ۳۱)

(6) بندہ جو خطبہ پڑھتا (یعنی وَعظ اور بیان کرتا) ہے اِس کے بارے میں بھی اُس سے سُوال ہوگا کہ اِس سے تیرا کیا ارادہ تھا؟ (الصمت مع موسوعہ ابن ابی الدنیا ج۷ ص ۲۹۴ حدیث ۵۱۴) (مُبلِّغین ومقرِّرین غور فرمائیں کہ بیان کا مقصود نیکی کی دعوت تھی یا بیان کی تعریف اور واہ واہ کی طلب یا حُصولِ شہرت یا دولت؟)

(7) جو شخص کسی شے کی جانب بُلائے گا قِیامت کے دن اسے اُس کی دعوت (یعنی بُلانے) کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا، خواہ ایک ہی آدمی کو دعوت کیوں نہ دی ہو! (ابن ماجہ ج۱ ص ۱۳۷ حدیث ۲۰۸) (اِس روایت میں خُلوص کی طرف اشارہ ہے مَثَلاً نیکی کی دعوت محض رِضائے الٰہی کیلئے دی تھی یا کوئی اور مقصد تھا! انفرادی کوشش کرنے والے مبلغین بھی غور فرمائیں)

(8) قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قُدرت میں میری جان ہے، تم جس نعمت کے مُتعلِّق قِیامت میں سُوال کئے جاؤ گے وہ ٹھنڈا سایہ اور عمدہ کھجور اور ٹھنڈا پانی ہے۔ (ترمذی ج۴ ص ۱۶۳ حدیث ۲۳۷۶)

(9) قِیامت میں ہر غنی و فقیر (یعنی ہر امیر و غریب) آرزو کرے گا کہ کاش! دنیا میں اس کے پاس صِرف قُوت ہوتا (ابن ماجہ ج۴ ص ۴۴۲ حدیث ۴۱۴۰) (قُوت یعنی صِرف اُتنا کھانا ہوتا جس سے زندگی بچ سکے اور بس)

مال زیادہ وبال زیادہ

(1) حضرتِ سیّدنا عبداللہ بن عُمیرہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: جتنا مال زیادہ ہوگا اُتنا حساب زیادہ ہوگا۔
(البدور السافرۃ فی امور الآخرۃ ص ۲۶۴)

(2) حضرتِ سیّدنا ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: قیامت میں ایک دِرہَم والے کے مقابلے میں دو دِرہَم والے کا حساب زیادہ سخت ہوگا۔ (الزہد للامام احمد بن حنبل ص ۱۷۰ حدیث ۷۹۷)

(3) جلیل القدر تابعی سیّدنا مُعاوِیہ بن قُرّہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: قیامت میں سب سے سخت حساب تندُرست فارِغُ البال (یعنی خوش حال) شخص سے ہوگا۔ (تاریخ مدینہ دمشق ج ۵۹ ص ۲۷۱)

صَدقہ پیارے کی حیاء کا کہ نہ لے مجھ سے حساب
بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے
(حدائقِ بخشش شریف)

مشکل الفاظ کے معانی: صدقہ: وسیلہ۔ بے پوچھے: بے حساب۔ لجائے: شرمندہ۔ لجانا: شرمندہ کرنا

شرحِ کلامِ رضاؔ: میرے آقا اعلٰی حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اِس شعر کے اندر بارگاہِ خداوندی میں عرض کررہے ہیں: یا اللہ عزوجل تجھے تیرے پیارے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی شرم وحیا کا واسطہ! مجھے محشر میں پُوچھ گچھ کئے بغیر ہی بخش دے، میں تو اپنے گناہوں پر پہلے ہی شرمندہ ہوں میرے اعمال کا حساب لے کر مزید شرمندہ نہ فرما۔

امتحاں کے کہاں قابل ہوں میں پیارے اللہ
بے سبب بخش دے مولیٰ ترا کیا جاتا ہے
(وسائلِ بخشش ص ۱۲۶)

(1788) وَعَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ، قَالَ: اَمْلٰى عَلَيَّ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِيْ كِتَابٍ اِلٰى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" وَكَتَبَ اِلَيْهِ اَنَّهٗ كَانَ يَنْهٰى عَنْ قِيْلَ وَقَالَ، وَاِضَاعَةِ الْمَالِ، وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ، وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقُوْقِ الْاُمَّهَاتِ، وَوَاْدِ الْبَنَاتِ، وَمَنْعٍ وَّهَاتِ.

حضرت ورّاد جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے، روایت کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا اور مجھ سے یہ الفاظ لکھوائے کہ رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! کوئی روکنے والا نہیں ہے اس چیز کو جو تو عطا فرمائے اور کوئی دینے والا نہیں ہے جسے تو روک لے اور کسی بزرگی والے کی بزرگی تیرے سامنے

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَسَبَقَ شَرْحُهُ.

فائدہ نہیں دے سکتی اور انہوں نے حضرت معاویہ ﷺ کو یہ بھی لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بحث وتکرار اور مال کے ضائع کرنے اور کثرت سوال سے منع فرمایا ہے اور آپ ماں باپ کی نافرمانی کرنے' بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے اور حقدار کو اس کا حق نہ دینے اور ظلم سے کسی چیز کے لینے سے منع فرماتے تھے۔ (متفق علیہ) اور اس حدیث کی تشریح گزر چکی ہے۔

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اقول: اسراف ف کی تفسیر میں کلمات متعدد وجہ پر آئے:

ف: اسراف کے معنی کی تفصیل وتحقیق۔

(۱) غیر حق میں صرف کرنا۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی۔

الفریابی وسعید بن منصور وابوبکر بن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب المفرد وابنا جریر والمنذر وابی حاتم والطبرانی والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان واللفظ لابن جریر کلھم عنہ رضی اللہ تعالی عنہ فی قولہ تعالی سُوْرَۃٌ ولا تبذر تبذیرا سُوْرَۃٌ قال التبذیر فی غیر الحق وھو الاسراف۔

(جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۸۵)

فریابی، سعید بن منصور، ابوبکر بن ابی شیبہ ادب المفرد میں، بخاری، ابن جریر، ابن منذر ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم بافادہ تصحیح، شعب الایمان میں بیہقی اور الفاظ ابن جریر کے ہیں۔ یہ سب حضرات عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد باری تعالیٰ ولا تبذر تبذیرا کے تحت راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا تبذیر غیر حق میں صرف کرنا اور یہی اسراف بھی ہے۔

اور اسی کے قریب ہے وہ کہ تاج العروس میں بعض سے نقل کیا:

وضع الشیئ فی غیر موضعہ۔ (تاج العروس باب الفاء فصل السین دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۱۳۸)

یعنی بیجا خرچ کرنا۔

ابن ابی حاتم نے امام مجاہد تلمیذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی:

لوانفقت مثل ابی قبیس ذھبا فی طاعۃ اللہ لم یکن اسرافا ولو انفقت صاعا فی معصیۃ اللہ کان اسرافا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم تحت الآیہ ۶/۱۴۱ مطبع نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمہ)

(مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) بحوالہ مجاہد تحت الآیہ ۶/ ۱۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳/ ۱۷۶)

اگر تو پہاڑ برابر سونا طاعت الٰہی میں خرچ کردے تو اسراف نہیں اور اگر ایک صاع جو گناہ میں خرچ کرے تو اسراف ہے۔

کسی نے حاتم کی کثرت داد و دہش پر کہا: لا خیر فی سرف اسراف میں خیر نہیں۔ اُس نے جواب دیا:

لاسرف فی خیر۔ (مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) بحوالہ مجاہد تحت الآیہ ۶/ ۱۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳/ ۱۷۶)

خیر میں اسراف نہیں۔

اقول: حاتم کا مقصود تو خدا نہ تھا نام تھا کما نص علیہ فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں نص وارد ہے۔ ت) تو اس کی ساری داد و دہش اسراف ہی تھی مگر سخائے خیر میں بھی شرع مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۹۲۶)

214- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِشَارَةِ إِلَى مُسْلِمٍ بِسِلَاحٍ وَنَحْوِهِ سَوَاءٌ كَانَ جَادًّا أَوْ مَازِحًا، وَالنَّهْيِ عَنْ تَعَاطِي السَّيْفِ مَسْلُوْلًا

اسلحہ وغیرہ سے کسی مسلمان کی طرف سنجیدگی یا مزاح سے اشارہ کرنے اور ننگی تلوار پکڑنے کی ممانعت

(1789) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يُشِرْ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِيْ يَدِهِ، فَيَقَعَ فِيْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيْهِ بِحَدِيْدَةٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتّٰى يَنْزِعَ، وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيْهِ وَأُمِّهِ. قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَنْزِعُ" ضُبِطَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ مَعَ كَسْرِ الزَّايِ، وَبِالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ مَعَ فَتْحِهَا، وَمَعْنَاهُمَا مُتَقَارِبٌ، وَمَعْنَاهُ بِالْمُهْمَلَةِ يَرْمِيْ، وَبِالْمُعْجَمَةِ أَيْضًا يَرْمِيْ وَيُفْسِدُ. وَأَصْلُ النَّزْعِ: الطَّعْنُ وَالْفَسَادُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے اسے چلوا دے۔ پس وہ اس کی وجہ سے دوزخ کے گڑھے میں جا گرے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابو القاسم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کیا' بے شک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اگرچہ اس کا وہ ماں باپ کی طرف سے حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ آپ ﷺ کا ارشاد: ینزع: عین مہملہ کے ساتھ اور زاء کے نیچے زیر کے ساتھ۔ نیز اس کو غین معجمہ کے ساتھ زاء پر زبر کے ساتھ بھی لکھا گیا ہے یعنی ینزغ معنی دونوں کے قریب قریب ایک ہی ہیں۔ عین کے ساتھ معنی بھی پھینکنا اور غین کے ساتھ بھی

یہی معنی ہے کہ وہ ہتھیار پھینکتا ہے اور فساد کرواتا ہے اور نزع کے اصل معنی نیزہ مارنا اور فساد کرنا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول النبی ﷺ من حمل علینا السلاح فلیس منا، جلد9، ص49، رقم 7072، صحیح مسلم، باب النهی عن الاشارة بالسلاح الی مسلم، جلد 8، ص 34، رقم 6834، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب لایشیر بالسلاح الی من لایستحق القتل، جلد 8، ص 23، رقم 16295، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی قتال المسلمین بعضهم لبعض، جلد 10، ص 66، رقم 7533، جمع الجوامع للسیوطی، حرف اللام، جلد 1، صفحه 195، رقم 1925

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نہ لڑتے وقت نہ ہنسی دل لگی میں کہ بری چیز کی دل لگی بھی بری ہے۔

یعنی ہوسکتا ہے کہ اس کا ارادہ مارنے کا نہ ہو مگر اتفاقاً لگ جائے اور سامنے والا مر جائے ایسے واقعات بہت دیکھے گئے ہیں کہ مذاق دلی میں پستول کا اشارہ کیا وہ چل گیا اور سامنے والے کو گولی لگی جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ خدا کی پناہ! اس طرح کہ یہ اس کا قاتل بن جائے اور دوزخ میں جائے۔ معلوم ہوا کہ ایسا قتل بھی عذاب نار کا ذریعہ ہے اور ایسے قاتل پر تاوان بھی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۹۸)

(1790) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُوْلًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ننگی تلوار پکڑنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن الاشارة بالسلاح الی مسلم، جلد 8، ص 33، رقم 6832، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی قتال المسلمین، جلد 10، ص 65، رقم 7531، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه علی، جلد 4، ص 270، رقم 4169، مشکوة المصابیح، باب مایضمن من الجنایات، الفصل الاول، جلد 2، ص 300، رقم 3519

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تلوار ایک دوسرے کو میان میں دینا چاہیے، ننگی تلوار کے لین دین میں کسی کو لگ جانے کا خطرہ ہے یہ نہی تنزیہی ہے اور ضرورت کے وقت ننگی تلوار کا لین دین بلا کراہت درست ہے۔ (از مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۹۸)

215-بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوْجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْاَذَانِ اِلَّا لِعُذْرٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْمَكْتُوْبَةَ

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا مکروہ ہے سوائے عذر کے حتیٰ کہ فرض نماز پڑھ لے

(1791) عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ، قَالَ: كُنَّا قُعُوْدًا مَعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْمَسْجِدِ، فَاَذَّنَ

حضرت ابو شعثاء ﷺ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابو ہریرہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے

الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِيْ، فَأَتْبَعَهُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ بَصَرَهُ حَتّٰى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: أَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تھے۔ پس مؤذن نے اذان دی تو ایک شخص اٹھ کر مسجد سے جانے لگا۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ اس کی طرف غور سے دیکھتے رہے، حتیٰ کہ وہ مسجد سے نکل گیا۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ نے فرمایا: اس شخص نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ماجاء فی النهی عن تعاطی السیف مسلولا، جلد 4، ص 246، رقم 2163 المستدرک للحاکم، کتاب الادب، جلد 6، ص 309، رقم 7785 سنن ابوداؤد، باب فی النهی ان یتعاطی السیف مسلولا، جلد 2، ض 336، رقم 2590 صحیح ابن حبان، باب ماجاء فی الفتن، جلد 13، ص 275، رقم 5946

شرح حدیث: مؤذِّن کا اذان کہنے کے بعد مسجد سے باہر جانا کیسا؟

عرض: مؤذِّن اذان کہنے کے بعد باہر مسجد کے جاسکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر کوئی ضرورت درپیش ہو اور جماعت میں دیر ہو تو حرج نہیں ورنہ بلاضرورت اجازت نہیں اور مؤذِّن ہی نہیں ہر اس شخص کے لیے یہی حکم ہے جس نے ابھی اُس وقت کی نماز نہ پڑھی جس کی یہ اذان ہوئی اور اذان ہونے ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ مراد دخولِ وقت (یعنی وقت کا شروع ہونا) ہے۔ جو مسجد میں ہو اور کسی نماز کا وقت شروع ہو جائے اور یہ دوسری مسجد کا مقیمِ جماعت (یعنی جماعت قائم کرنے والا) نہ ہو اُسے بغیر نماز پڑھے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں مگر یہ کہ کسی حاجت سے نکلے اور قبلِ جماعت واپسی کا ارادہ رکھے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ۔۔۔۔۔۔۔ الخ، ج ۲، ص ۶۱۲)

ورنہ حدیث میں فرمایا وہ منافق ہے۔

(کنز العمال، کتاب الصلاۃ، قسم الاقوال، حدیث ۲۱۰۲۴، ج ۷، ص ۲۸۹) (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۵۸)

216- بَابُ كَرَاهَةِ رَدِّ الرَّيْحَانِ لِغَيْرِ عُذْرٍ

بغیر عذر کے خوشبو کا تحفہ واپس کرنے کی ممانعت

(1792) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ، فَلَا يَرُدَّهُ، فَإِنَّهُ خَفِيْفُ الْمَحْمِلِ، طَيِّبُ الرِّيْحِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس پر ریحان پیش کی جائے وہ اسے واپس نہ کرے کیونکہ اس کو اٹھانا آسان اور اس کی مہک اچھی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب استعمال المسك وانه اطیب الطیب، جلد 7، ص 48، رقم 6020 جامع الاصول لابن اثیر، الباب الخامس فی الطیب والدهن، جلد 4، ص 767، رقم 2916 مسند أبی یعلی، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 11، صفحه 127، رقم 6253 اتحاف الخیرة المهرة، باب استحباب الطیب وماجاء فیمن عرض علیه طیب فلایرده، جلد 4، ص 536، رقم 4099

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہم نے تحفہ کی قید اس لیے لگائی کہ تجارت کی نوعیت نکل جائے، بعض عطر فروش کسی کو قیمتاً عطر پیش کرتے ہیں، اگر اسے خریدنا نہ ہو اور وہ انکار کرے تو حدیث پڑھ کر اسے خریدنے پر مجبور کرتے ہیں، وہ اس حدیث کی منشاء سے یا تو واقف نہیں یا واقف ہیں مگر اس کے ذریعہ اپنا بیوپار چلانا چاہتے ہیں۔ ریحان ریح سے بنا بمعنی خوشبو اس سے ہر خوشبو مراد ہے، پھول ہوں یا عطر چنبیلی وغیرہ کا تیل۔

یعنی اگرچہ دوسرے ہدیے بھی واپس کرنا خلاف اخلاق ہے مگر خوشبو واپس کرنا تو بہت ہی خشک مزاجی کی دلیل ہے کہ اس میں وزن ہلکا قیمت معمولی خوشبو اعلیٰ ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ خوشبو جنت سے آئی ہے اور وہاں کا ہی پتہ دیتی ہے۔ مبسوط سرخسی باب اللمس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا کو سونگھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان سے جنت کی مہک آتی ہے اسی لیے آپ کو زہراء کہتے ہیں یعنی جنت کی کلی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۹۸)

(1793) وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خوشبو کا ہدیہ واپس نہیں کیا کرتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مالا یرد من الھدیۃ، جلد 2، ص 912، رقم 2443، الاداب للبیھقی، باب فی الطیب، جلد 1، صفحہ 365، رقم 603، الشمائل المحمدیہ للترمذی، باب ما جاء فی تعطر رسول اللہ ﷺ، ص 247، رقم 216، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 3، صفحہ 133، رقم 12379، مسند البزار، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 349، رقم 7319

شرح حدیث: خوشبو

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوشبو بہت زیادہ پسند تھی آپ ہمیشہ عطر کا استعمال فرمایا کرتے تھے حالانکہ خود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو نکلتی تھی کہ جس گلی میں سے آپ گزر جاتے تھے وہ گلی معطر ہو جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مردوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہیے کہ خوشبو پھیلے اور رنگ نظر نہ آئے اور عورتوں کے لئے وہ خوشبو بہتر ہے کہ وہ خوشبو نہ پھیلے اور رنگ نظر آئے۔ کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس خوشبو بھیجتا تو آپ کبھی رد نہ فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ خوشبو کے تحفہ کو رد مت کرو کیونکہ یہ جنت سے نکلی ہوئی ہے۔

(الشمائل المحمدیۃ، باب ماجاء فی تعطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۰، ۲۱۱، ص ۱۳۰، ۱۳۲ ملخصاً)

217- بَابُ كَرَاهَةِ الْمَدْحِ فِي الْوَجْهِ لِمَنْ خِيْفَ عَلَيْهِ مُفْسَدَةٌ مِّنْ اِعْجَابٍ وَّنَحْوِهٖ، وَجَوَازِهٖ لِمَنْ اُمِنَ ذٰلِكَ فِيْ حَقِّهٖ

منہ پر اس شخص کی تعریف کرنے کی ممانعت ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ غرور وغیرہ میں مبتلا ہو جائے گا اور جس سے یہ خطرہ نہ ہو اس کے حق میں تعریف کرنا جائز ہے

(1794) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یُثْنِیْ عَلٰی رَجُلٍ وَّیُطْرِیْہِ فِی الْمِدْحَۃِ، فَقَالَ: "اَھْلَکْتُمْ - اَوْ قَطَعْتُمْ - ظَھْرَ الرَّجُلِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. "وَالْاِطْرَاءُ": اَلْمُبَالَغَۃُ فِی الْمَدْحِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے سنا کہ وہ دوسرے آدمی کی تعریف کر رہا تھا اور اس کی تعریف میں مبالغہ کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا: تم نے اس آدمی کی کمر توڑ دی۔ (متفق علیہ) اَلْاَطْرَاءُ: کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکرہ من الاطناب فی المدح ولیقل مایعلم، جلد 2، ص 947، رقم 2520 صحیح مسلم، باب النھی عن المدح اذا کان فیہ افراط وخیف منہ فتنۃ، جلد 8، ص 228، رقم 7696 السنن الکبرٰی للبیھقی، باب الشاعر یمدح الناس بمالیس فیھم حتی یکون ذلک کثیرا، جلد 6، ص 242، رقم 21666 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثالث فی المدح، جلد 11، صفحہ 52، رقم 8519 مسند امام احمد، حدیث أبی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ، جلد 4، ص 412، رقم 19707

شرح حدیث: تعریف پسندی

کچھ مرد اور عورتیں اس خراب عادت میں مبتلا ہیں کہ جو شخص ان کے منہ پر ان کی تعریف کر دے وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور جو شخص ان کے عیبوں کی نشاندہی کر دے اس پر مارے غصہ کے آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ آدمی کی یہ خصلت بھی نہایت ناقص اور بہت بری عادت ہے۔ اپنی تعریف کو پسند کرنا اور اپنی تنقید پر ناراض ہو جانا یہ بڑی بڑی گمراہیوں اور گناہوں کا سرچشمہ ہے اس لئے اگر کوئی شخص تمہاری تعریف کرے تو تم اپنے دل میں سوچو اگر واقعی وہ خوبی تمہارے اندر موجود ہو تو تم اس پر خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو اس کی توفیق عطا فرمائی اور ہرگز اپنی اس خوبی پر اکڑ کر اترا کر خوش نہ ہو جاؤ۔ اور اگر کوئی شخص تمہارے سامنے تمہاری خامیوں کو بیان کرے تو ہرگز ہرگز اس پر ناراضگی کا اظہار نہ کرو۔ بلکہ اس کو اپنا مخلص دوست سمجھ کر اس کی قدر کرو اور اپنی خامیوں کی اصلاح کرلو اور اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ ہر تعریف کرنے والا دوست نہیں ہوا کرتا۔ اور ہر تنقید کرنے والا دشمن نہیں ہوا کرتا۔ قرآن وحدیث کی مقدس تعلیم سے پتا چلتا ہے کہ اپنی تعریف پر خوش ہو کر پھول جانے والا آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کو بے حد ناپسند ہے اور اس قسم کے مردوں اور عورتوں کے اردگرد اکثر چاپلوسی کرنے والوں کا مجمع اکٹھا ہو جایا کرتا ہے اور یہ خودغرض لوگ تعریفوں کا پل باندھ کر آدمی کو بے وقوف بنایا کرتے ہیں۔ اور جھوٹی تعریفوں سے آدمی کو الو بنا کر اپنا مطلب نکال لیا کرتے ہیں۔ اور پھر لوگوں سے اپنی مطلب برآری اور بیوقوف بنانے کی داستان بیان کر کے لوگوں کو خوش طبعی اور ہنسنے ہنسانے کا سامان فراہم کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ہر مرد وعورت کو چاپلوسی کرنے والوں اور منہ پر تعریف کرنے والوں کی عیارانہ چالوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ اور ہرگز ہرگز اپنی تعریف سن کر خوش نہ ہونا چاہیے۔ (جنتی زیور ۱۳۲)

(1795) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رجلًا ذُکِرَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَاَثْنٰی

حضرت ابو بکرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا تو ایک آدمی نے

عَلَيْهِ رَجُلٌ خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَيْحَكَ! قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ يَقُولُهُ مِرَارًا: "إِنْ كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ: أَحْسِبُ كَذَا وَكَذَا إِنْ كَانَ يَرَى أَنَّهُ كَذَلِكَ وَحَسِيبُهُ اللهُ، وَلَا يُزَكِّي عَلَى اللهِ أَحَدٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس کی تعریف کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے تو نے اپنے ساتھی کی گردن کو توڑ دیا ہے۔ آپ یہ بار بار فرماتے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا: تم نے اگر ہر صورت میں کسی کی تعریف کرنی ہی ہو تو یوں کہا کرو کہ میرا گمان ہے کہ وہ ایسا ہے۔ اگر وہ اسکو ایسا سمجھتا ہو اور اس کا حساب اللہ کے سپرد ہے اور اللہ کے سامنے کوئی آدمی پاک بازی کا دعویٰ مت کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایکرہ من التمادح، جلد 8، صفحہ 18، رقم 6061 صحیح مسلم، باب النھی عن المدح اذا کان فیہ افراط و خیف منہ فتنہ، جلد 8، ص 227، رقم 7693 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب الشاعر یمدح الناس بمالیس فیھم حتی یکون ذلک کثیرا، جلد 10، ص 242، رقم 21664 سنن ابوداؤد، باب فی کراھیۃ التمادح، جلد 4، صفحہ 401، رقم الحدیث 4807 سنن ابن ماجہ، باب المدح، جلد 2، صفحہ 1232، رقم الحدیث 3744

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بہت زیادہ تعریف کی بہت مبالغہ سے، غالبًا وہ شخص وہاں موجود ہوگا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے دیکھو مرقات۔

یعنی وہ شخص ایسی طبیعت کا ہے کہ تیری تعریف سن کر مغرور و متکبر ہو جاوے گا ایسے شخص کی منہ پر تعریف اسے نقصان دیتی ہے۔ خیال رہے کہ بعض لوگ اپنی تعریف سن کر اور زیادہ نیکیاں کرنے لگتے ہیں اور بعض لوگ غرور میں آجاتے ہیں پہلے قسم کے لوگوں کے منہ پر تعریف کرنا مفید ہے، دوسرے لوگوں کے لیے نقصان دہ یہاں دوسری صورت کا ذکر ہے۔

یعنی کسی کی تعریف کرنے کی دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ یقین کے ساتھ تعریف نہ کرے کہ وہ ایسا ہی ہے بلکہ اپنے خیال کا اظہار کرے۔ دوسرے یہ کہ جو سمجھتا ہو وہ ہی کہے اگر واقعی اسے اچھا سمجھتا ہے تو اچھا کہے دل میں برا جاننا منہ سے اچھا کہنا جھوٹ بھی ہے اور خوشامد بھی۔

یعنی واقعہ کی گواہی نہ دے کہ واللہ وہ بہت ہی اچھا ہے مگر یہ تمام شرائط اس کے متعلق ہیں جس کی برائی بھلائی نص سے ثابت نہ ہو۔ حضرات انبیاء خصوصًا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آل و اصحاب کی تعریفیں کامل یقین سے کرے اور خوب کرے مثلًا میں کہہ سکتا ہوں کہ قسم رب تعالٰی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اللہ کے پیارے بندے ہیں، یوں ہی وہ حضرات جنہیں مخلوق ولی اللہ کہتی ہے انہیں ہم یقین سے ولی کہہ سکتے ہیں کہ مخلوق کی زبان خالق کا قلم ہے لہذا یہ حدیث نہ تو آیت قرآنیہ کے خلاف ہے نہ دوسری احادیث کے، حضور فرماتے ہیں انتم شھداء اللہ فی الارض۔

(مرآۃ المناجیح، ج ٦ ص ٦٦٢)

(1796) وَعَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا جَعَلَ يَمْدَحُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَعَمِدَ الْمِقْدَادُ، فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، فَجَعَلَ يَحْثُو فِيْ وَجْهِهِ الْحَصْبَاءَ. فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: مَا شَأْنُكَ؟ فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ، فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. فَهٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ فِي النَّهْيِ، وَجَاءَ فِي الْاِبَاحَةِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ. قَالَ الْعُلَمَاءُ: وَطَرِيْقُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْاَحَادِيْثِ اَنْ يُقَالَ: اِنْ كَانَ الْمَمْدُوْحُ عِنْدَهٗ كَمَالُ اِيْمَانٍ وَّيَقِيْنٍ، وَرِيَاضَةُ نَفْسٍ، وَمَعْرِفَةٌ تَامَّةٌ بِحَيْثُ لَا يُفْتَتِنُ، وَلَا يَغْتَرُّ بِذٰلِكَ، وَلَا تَلْعَبُ بِهٖ نَفْسُهٗ، فَلَيْسَ بِحَرَامٍ وَّلَا مَكْرُوْهٍ، وَاِنْ خِيْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ، كُرِهَ مَدْحُهٗ فِيْ وَجْهِهٖ كَرَاهَةً شَدِيْدَةً، وَعَلٰى هٰذَا التَّفْصِيْلِ تُنَزَّلُ الْاَحَادِيْثُ الْمُخْتَلِفَةُ فِيْ ذٰلِكَ. وَمِمَّا جَاءَ فِي الْاِبَاحَةِ قَوْلُهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ" اَيْ مِنَ الَّذِيْنَ يُدْعَوْنَ مِنْ جَمِيْعِ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ لِدُخُوْلِهَا. وَفِي الْحَدِيْثِ الْاٰخِرِ: "لَسْتَ مِنْهُمْ": اَيْ لَسْتَ مِنَ الَّذِيْنَ يُسْبِلُوْنَ اُزُرَهُمْ خُيَلَاءَ. وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "مَا رَاٰكَ الشَّيْطٰنُ سَالِكًا فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ".

حضرت ہمام بن حارث حضرت مقداد ﷛ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عثمان ﷛ کی تعریف کرنے لگا تو حضرت مقداد ﷛ قصداً گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اس کے منہ میں کنکریاں ڈالنے لگے۔ حضرت عثمان ﷛ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوگیا۔ حضرت مقداد ﷛ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم تعریف میں مبالغہ کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔ (مسلم) یہ تمام احادیث ممانعت کی ہیں اور اس کے جواز میں بھی بہت سی صحیح احادیث آئی ہیں۔ علماء نے ان احادیث میں تطبیق کی صورت یہ بتائی ہے کہ اگر جس کی تعریف کی جارہی ہے وہ مکمل ایمان اور یقین رکھتا ہو ہے اور اسے ریاضت نفس اور کامل معرفت بھی حاصل ہو جس کی وجہ سے اس تعریف سے اس کے فتنے میں مبتلا یا نفس کے فریب میں مبتلا ہونے کا ڈر نہ ہو اور نہ اس تعریف سے وہ خوش ہوتا ہو تو یہ نہ حرام ہے اور نہ مکروہ اور اگر اس کے بارے میں ان چیزوں کا خطرہ ہو تو پھر اس کے منہ پر اس کی تعریف کرنا سخت ناپسندیدہ ہے۔ اسی تفصیل پر اس بارے میں مختلف احادیث کو محمول کیا جائے گا اور جو احادیث جائز ہونے کے بارے میں ہیں، ان میں سے ایک وہ ہے جس میں آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر ﷛ سے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو گے یعنی ان لوگوں میں سے جن کو جنت میں داخل ہوتے وقت جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق ﷛ سے فرمایا: تم ان لوگوں میں

سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے چادر ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتا دیکھتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر اور راستہ اختیار کر لیتا ہے اور جائز ہونے میں اور بھی کثرت سے احادیث آئی ہیں جن میں سے کچھ احادیث میں نے اپنی کتاب ''الاذکار'' میں بیان کر دی ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن المدح اذا کان فیه افراط و خیف منه فتنة، جلد 8، ص 228، رقم 7698، صحیح ابن حبان، باب المدح، جلد 13، صفحه 83، رقم 5770، الاداب المفرد للبخاری، باب یحثی فی وجوه المداحین، صفحه 141، رقم 259، مسند امام احمد، حدیث المقداد بن الاسود رضی الله عنه، جلد 6، ص 5، رقم 23874، مسند ابن ابی شیبة، حدیث المقداد بن عمرو رضی الله عنه، صفحه 685، رقم 485

شرح حدیث: اور ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے چادر ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہیں اور رسول اللہ نے حضرت عمر سے فرمایا: جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتا دیکھتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر اور راستہ اختیار کر لیتا ہے۔

تعریف کرنا

بعض مقامات پر تعریف کرنا منع ہے اور مذمت کرنا تو صریح غیبت اور عزت کے درپے ہونا ہے اس کا حکم گزر چکا ہے، تعریف کرنے میں چھ آفات ہیں، چار آفات کا تعلق تعریف کرنے والے سے اور دو کا تعلق اس کے ساتھ ہے جس کی تعریف کی جائے۔

تعریف کرنے والے کے لئے آفات

(۱)۔۔۔۔۔۔حد سے بڑھ کر تعریف کرتا ہے یہاں تک کہ جھوٹ میں داخل ہو جاتا ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔۔اظہارِ محبت کے لئے تعریف کرتا ہے اور اس میں ریاء کاری کو داخل کر دیتا ہے۔

(۳)۔۔۔۔۔۔بعض اوقات بغیر تحقیق کے بات کرتا ہے اور اس پر مطلع نہیں ہوتا۔

(۴)۔۔۔۔۔۔ممدوح (یعنی جس کی تعریف کی جائے اس) کو خوش کرتا ہے حالانکہ وہ ظالم یا فاسق ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں۔ نبیِّ اَکرم، رسولِ محتشم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَغْضَبُ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ۔

ترجمہ: جب فاسق کی تعریف کی جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ناراضگی فرماتا ہے۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت وآداب اللسان، باب الغیبۃ التی تحل۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۲۳۰، ج ۷، ص ۱۵۴)

ممدوح کے لئے آفات

دو اعتبار سے تعریف ممدوح (یعنی جس کی تعریف کی جائے اس) کے لئے نقصان دہ ہے۔

(۱)۔۔۔۔۔۔اس میں تکبر اور خود پسندی آجاتی ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔۔جب اس کی اچھی تعریف کی جاتی ہے تو خوش ہوتا ہے اور اپنے نفس پر مطمئن ہوتا ہے اور اس کی کوتاہی کو بھول جاتا ہے لہٰذا اس کی نیکی کی کوشش میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اسی لئے نبئ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ، وَيْحَكَ لَوْ سَمِعَهَا مَا أَفْلَحَ۔

ترجمہ: تم نے اپنے دوست کی گردن کاٹ دی، تیری خرابی ہو اگر وہ اسے سنتا تو کامیابی نہ پاتا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی بکرہ نفیع بن الحارث بن کلدۃ، الحدیث ۲۰۵۳۵، ج ۷، ص ۳۴۴ بتقدیم وتاخر) (لباب الاحیاء ص ۲۴۵۔۲۴۶)

وَالْأَحَادِيثُ فِي الْإِبَاحَةِ كَثِيرَةٌ، وَقَدْ ذَكَرْتُ جُمْلَةً مِّنْ أَطْرَافِهَا فِي كِتَابِ الْأَذْكَارِ.

اور جائز ہونے میں اور بھی کثرت سے احادیث آئی ہیں جن میں سے کچھ احادیث میں نے اپنی کتاب ''الاذکار'' میں بیان کردی ہیں۔

218- بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوجِ مِنْ بَلَدٍ وَّقَعَ فِيهَا الْوَبَآءُ فِرَارًا مِّنْهُ وَكَرَاهَةِ الْقُدُومِ عَلَيْهِ

جس علاقہ میں وبا پھیل جائے وہاں سے فرار ہونا اور باہر سے اس علاقہ میں آنا ناپسندیدہ ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: (أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكُّكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ)(النساء: 78).

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آلے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو اور انہیں کوئی بھلائی پہنچے۔

وَقَالَ تَعَالَى: (وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ)(البقرة: 195)

اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

(1797) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ - أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ - فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ملک شام کی طرف نکلے اور مقام سرغ میں پہنچے تو لشکر کے امراء یعنی حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی آپ سے

وَقَعَ بِالشَّامِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ لِيْ عُمَرُ: ادْعُ لِيَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ، فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَأَخْبَرَهُمْ اَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ، فَاخْتَلَفُوْا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: خَرَجْتَ لِاَمْرٍ، وَلَا نَرٰى اَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَاَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا نَرٰى اَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ. فَقَالَ: ارْتَفِعُوْا عَنِّيْ. ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِيَ الْاَنْصَارَ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَاسْتَشَارَهُمْ، فَسَلَكُوْا سَبِيْلَ الْمُهَاجِرِيْنَ، وَاخْتَلَفُوْا كَاخْتِلَافِهِمْ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوْا عَنِّيْ. ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِيْ مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ مَّشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِّنْ مُّهَاجِرَةِ الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ مِنْهُمْ رَجُلَانِ، فَقَالُوْا: نَرٰى اَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ، وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ، فَنَادٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي النَّاسِ: اِنِّيْ مُصَبِّحٌ عَلٰى ظَهْرٍ، فَاَصْبِحُوْا عَلَيْهِ، فَقَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَفِرَارًا مِّنْ قَدَرِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا اَبَا عُبَيْدَةَ! - وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُ خِلَافَهُ - نَعَمْ، نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ اِبِلٌ، فَهَبَطَتْ وَادِيًا لَّهُ عُدْوَتَانِ، اِحْدَاهُمَا خَصْبَةٌ، وَالْاُخْرٰى جَدْبَةٌ، اَلَيْسَ اِنْ رَّعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ، وَاِنْ رَّعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ؟ قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِيْ بَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَ: اِنَّ عِنْدِيْ مِنْ هٰذَا عِلْمًا، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

آ کر ملے اور ان لوگوں نے اطلاع دی کہ ملک شام میں وباء پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مہاجرین اولین کو بلاؤ۔ پس میں نے انہیں بلایا۔ حضرت عمر ﷺ نے ان سے مشورہ لیا اور اطلاع دی کہ ملک شام میں وبا پھیل چکی ہے۔ پس ان کی آراء میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض نے کہا آپ ایک کام کے لئے نکلے ہیں تو یہ مناسب نہیں کہ آپ اس کو حاصل کیے بغیر واپس چلے جائیں اور بعض نے کہا آپ کے پاس بہترین لوگ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ہیں اور ہم یہ نہیں سمجھتے کہ آپ انہیں اس وباء کی طرف لے جائیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا: تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ پھر مجھے کہا کہ انصار کو بلاؤ۔ پس میں نے ان کو بلایا اور آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا۔ وہ بھی مہاجرین کے راستے پر چلے اور اسی طرح اختلاف کیا جیسا کہ انہوں نے کیا تھا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا: میرے پاس قریش کے بوڑھے لوگوں کو بلاؤ جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر ہجرت کی۔ میں نے ان کو بلایا۔ ان میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہ کیا بلکہ سب نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ لوٹ جائیں اور اس وباء کی طرف آگے نہ بڑھیں۔ چنانچہ حضرت عمر ﷺ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ ہم صبح واپسی کے لئے سوار ہوں گے تم بھی تیاری کر لو۔ اس پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح ﷺ نے کہا کیا آپ اللہ کی تقدیر سے فرار ہو کر واپس جا رہے ہیں؟

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدِمُوْا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَّأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَانْصَرَفَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَ "الْعُدْوَةُ": جَانِبُ الْوَادِيْ.

توحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ! اگر تمہارے علاوہ کوئی اور یہ بات کہتا تو کوئی بات نہیں تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی مخالفت کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے پاس ایک اونٹ ہو اور تم اس اونٹ کو لے کر ایک وادی میں اترو جس کے دو کنارے ہوں۔ ایک سرسبز اور دوسرا خشک۔ کیا تو ایسا نہیں کہ اگر آپ اونٹوں کو سرسبز حصے میں چرائیں گے تو اللہ کی تقدیر سے چرائیں گے اور اگر آپ قحط زدہ حصہ میں چرائیں تو اللہ کی تقدیر سے چرائیں گے۔ حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ اس دوران حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے جو اپنے کسی کام کی وجہ سے پہلے وہاں نہیں تھے۔ انہوں نے عرض کیا: میرے پاس اس معاملے کے بارے میں معلومات ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم سنو کہ کسی جگہ پر کوئی وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب کسی ایسی جگہ وبا پھیلے جہاں تم موجود ہو تو اس سے بھاگنے کے لئے وہاں سے مت نکلو۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور واپس آ گئے۔ (متفق علیہ) اَلْعُدْوَۃُ: وادی کا کنارہ۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایذکر فی الطاعون، جلد 5، ص 216، رقم 5397، صحیح مسلم، باب الطاعون والطیرۃ والکھانۃ ونحوھا، جلد 7، صفحہ 29، رقم 5915، الآداب للبیھقی، باب الوباء یقع بأرض، صفحہ 213، رقم 353، مؤطا امام مالک، باب ماجاء فی الطاعون، جلد 2، صفحہ 894، رقم 1587، صحیح ابن حبان، باب ماجاء فی الصبر و ثواب، جلد 7، صفحہ 218، رقم 2953

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

طاعون کے خوف سے شہر یا محلہ یا گھر چھوڑ کر بھاگنا حرام وگناہ کبیرہ ہے، اس کا کافی بیان ہمارے رسالہ تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف۔

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔

(مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶ / ۸۲، ۱۴۵، ۲۵۵) (الزواجر الکبیرۃ التاسعۃ والتسعون بعد الثلاثمائۃ دار الفکر بیروت ۲ / ۸۸ـ۲۸۷)

جس کے لئے قرآن عظیم میں فرمایا کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے، ایسا نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ جہاد سے بھاگنے والا بھی کہہ سکتا ہے وہ بھی بھاگ کر تقدیر ہی میں جائے گا مگر اس بھاگنے کا منتہی جہنم ہے، طاعون عمواس شام میں تھا امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ وہاں کے عزم سے روانہ ہو چکے تھے جب سرحد شام وحجاز موضع سرغ پر پہنچے ہیں خبر پائی کہ شام میں بشدّت طاعون ہے امیر المومنین نے مہاجرین کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مشورہ کیا بعض نے کہا حضرت کام کے لئے چلے ہیں رجوع نہ چاہئے بعض نے کہا حضرت کے ساتھ بقیہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہماری رائے نہیں کہ انہیں وبا پر پیش کریں، پھر انصار کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بلایا وہ بھی یونہی مختلف ہوئے پھر اکابر مومنین فتح کو بلایا انہوں نے بالاتفاق نہ جانے کی رائے دی امیر المومنین نے واپسی کی ندا کردی، اس پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: اَفرار من قدر اللہ کیا تقدیر الٰہی سے بھاگنا، امیر المومنین نے فرمایا: کاش کوئی اور ایسا کہتا نعم نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ ہاں ہم تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کسی کام کو گئے ہوئے تھے جب واپس آئے انہوں نے کہا مجھے اس مسئلہ کے حکم کا علم ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا علیه واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارا منه۔

(صحیح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۸۵۳)

جب تم کسی زمین میں طاعون ہونا سنو تو وہاں طاعون کے سامنے نہ جاؤ اور جب تمہاری جگہ واقع ہو تو اس سے بھاگنے کو نہ نکلو۔ اس پر امیر المومنین حمد الٰہی بجالائے کہ ان کا اجتہاد موافق ارشاد واقع ہوا اور واپس ہو گئے۔

ایسی جگہ نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ کہنا ٹھیک ہے کہ موافق حکم ہے، طاعون سے بھاگنا فسق ہے بھاگنے والوں سے فاسقوں کا سا برتاؤ چاہئے، بدعت بمعنی بدمذہبی نہیں، ہاں اگر احادیث صحیحہ مشہورہ میں ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معلوم ہے اور انہیں رَدّ کرتا اور اپنی نامرادی و بزدلی کے حکم کو اُن پر ترجیح دیتا ہے تو ضرور بدمذہب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۴، ص ۲۰۵)

(1798) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا سَمِعْتُمُ الطَّاعُوْنَ بِاَرْضٍ، فَلَا تَدْخُلُوْهَا، وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ،

حضرت اسامہ بن زید ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی علاقے میں طاعون پھیلنے کی خبر سنو تو وہاں مت جاؤ اور اگر تم ایسی جگہ پر

وَاَنْتُمْ فِيهَا، فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

موجود ہو جہاں یہ بیماری پھیل جائے تو وہاں سے مت نکلو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب مایذکر فی الطاعون، جلد 7، صفحہ 130، رقم 5728، صحیح مسلم، باب الطاعون والطیرۃ والکھانۃ ونحوھا، جلد 7، صفحہ 26، رقم 5903، الاداب للبیھقی باب الوباء یقع بأرض، جلد 1، صفحہ 212، رقم 352، مؤطا امام مالک، باب ماجاء فی الطاعون، جلد 2، ص 894، رقم 1587، سنن ابوداؤد، باب الخروج من الطاعون، جلد 3، ص 153، رقم 3105

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ بنی اسرائیل تھے جن سے کہا گیا تھا کہ تم توبہ کے لیے بیت المقدس میں سجدہ کرتے ہوئے جاؤ تو وہ گھسٹتے ہوئے گئے تھے، انہیں پر طاعون بھیجا گیا جس سے ایک ساعت میں چوبیس ہزار ہلاک ہوگئے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبوبوں کے شہروں کی بے ادبی کرنے پر عذاب الٰہی آجاتا ہے۔

کیونکہ یہ ایک بلاء ہے اور بلاء میں خود جانا نہیں چاہیے اور جب آجائے تو گھبرانا نہیں چاہیے۔ خیال رہے کہ بلاء سے فرار نہیں بچاتا بلکہ استغفار بچاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی طاعون کی جگہ سے کسی ضرورت کے لیے باہر جائے مضائقہ نہیں، بھاگنے کی نیت سے نکلنا گناہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۷۷)

219- بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَحْرِيمِ السِّحْرِ

جادو سخت حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ) (البقرۃ:102)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں۔

شرح: حضرتِ صدرالاُ فاضل سیّدُ نا مولینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائنُ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شانِ نُزول: حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل جادو سیکھنے میں مشغول ہوئے تو آپ نے ان کو اس سے روکا اور ان کی کتابیں لے کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کی وفات کے بعد شیاطین نے وہ کتابیں نکلوا کر لوگوں سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام اسی کے زور سے سلطنت کرتے تھے بنی اسرائیل کے صلحاء وعلماء نے تو اس کا انکار کیا لیکن ان کے جہال جادو کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم بتا کر اس کے سیکھنے پر ٹوٹ پڑے۔ انبیاء کی کتابیں چھوڑ دیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر ملامت شروع کی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک اسی حال پر رہے اللہ تعالیٰ نے حضور پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی براءت میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (خزائن العرفان)

(1799) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِجْتَنِبُوا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کر دینے والی چیزوں

السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ". قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: "الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَكْلُ الرِّبَا، وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ ؛ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سے بچو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' کسی کو ناحق قتل کرنا' جس کو اللہ نے حرام کیا' سوائے حق کے سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' لڑائی کے وقت بھاگ جانا' پاک دامن مومن غافل عورتوں پر تہمت لگانا۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اللہ کے ساتھ شرک کرنا) یعنی مطلقاً کفر کیونکہ کوئی کفر گناہ صغیرہ نہیں سب کبیرہ ہیں۔

(جادو کرنا) یعنی جادو کرنا یا بلاضرورت جادو سیکھنا۔ خیال رہے کہ جادو اتارنے کے لیے جادو سیکھنا جائز بلکہ ضروری ہے۔ اگر جادو میں الفاظ کفریہ ہیں تو جادوگر مرتد ہوجاتا ہے۔ ورنہ فقط مفسد دونوں قسم کے جادوگر واجب القتل ہیں۔ پہلا ارتداد اور فساد کی وجہ سے اور دوسرا فقط فساد کی بناء پر۔ (ازاشعۃ اللمعات)

(سود کھانا) یعنی سود لینا خواہ کھائے خواہ پہنے یا کسی اور کام میں لائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سود لینا گناہ کبیرہ ہے نہ کہ دینا۔

(یتیم کا مال کھانا) یعنی ظلماً اس کا مال مارنا کیونکہ یتیم رحم کے قابل ہے اس پر ظلم بدترین گناہ ہے۔

(لڑائی کے وقت بھاگ جانا) یعنی کفار کے مقابلہ سے بھاگ جانا کیونکہ اس میں غازیوں کو نقصان پہنچانا ہے اور اسلام کی توہین۔ خیال رہے کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ جب ہے کہ بزدلی سے ہو اگر کفار کا دباؤ بڑھ جانے سے مجبوراً مورچہ چھوڑنا پڑے تو اس کا یہ حکم نہیں ایسے موقعہ پر ڈٹ جانا اور شہید ہوجانا افضل ہے لیکن پیچھے پھر جانا گناہ کبیرہ نہیں تدبیر جنگی کی بنا پر پیچھے ہٹنا ثواب ہے۔

(عورتوں پر تہمت لگانا (زنا کا یعنی جو نیک بخت زنا کو جانتی بھی نہ ہوں انہیں تہمت لگانا گناہ ہے صراحۃً، ضمناً لہٰذا کسی عورت کو غصہ میں زانیہ یا بدمعاش کہنا بھی اسی میں داخل ہے۔ خیال رہے کہ نیک مرد اور چالاک عورتوں کو بھی زنا کی تہمت لگانا گناہ ہے مگر غافلہ عورتوں کو تہمت لگانا بہت زیادہ گناہ ہے جس کی سزا دنیا میں اسی کوڑے اور آخرت میں سخت عذاب۔

مرقاۃ میں ہے کہ ۱۷ گناہ کبیرہ بہت سخت ہیں: چار دل کے: (۱) شرک و کفر (۲) گناہ پر اڑنے کی نیت (۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی (۴) عذاب پر امن۔ چار زبان میں: (۱) جھوٹی گواہی (۲) پاک دامنوں کی تہمت (۳) جھوٹی قسم (۴) جادو۔ تین پیٹ کے گناہ: (۱) یتیم کا کھانا (۲) شراب پینا (۳) سود کھانا۔ دو شرم گاہ کے: (۱) زنا (۲) لواطت۔ دو ہاتھ کے: (۱) چوری (۲) ناحق قتل۔ ایک پاؤں کا (۱) میدان جہاد سے بھاگ جانا۔ ایک سارے بدن

کا: (۱) یعنی والدین کی نافرمانی۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۱ ص ۵۰)

220- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمُسَافَرَةِ بِالْمُصْحَفِ إِلٰى بِلَادِ الْكُفَّارِ إِذَا خِيْفَ وُقُوْعُهُ بِأَيْدِي الْعَدُوِّ

کفار کے علاقہ میں قرآن پاک لے کر جانا منع ہے جب اس بات کا خوف ہو کہ ان کے ہاتھ لگ جائے گا

(1800) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ إِلٰى أَرْضِ الْعَدُوِّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ قرآن حکیم کے ساتھ دشمن کے علاقے میں سفر کیا جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب السفر بالمصاحف الی ارض العدو، جلد 1، صفحه 56، رقم 2990 صحیح مسلم، باب النهی ان لیسافر بالمصحف الی ارض الکفار، جلد 6، ص 30، رقم 4946 السنن اللبیهقی، باب لایحمل المصحف الاطاهر ولا یقرأ القرآن جنب، ص 321، رقم 1011 المنتقی لابن الجارود، باب کراهیة ادخال المصاحف ارض العدو، ص 266، رقم 1064 مؤطا امام مالک، باب النهی عن أن لیسافر بالقرآن الی ارض العدو، جلد 2، صفحه 446، رقم 962

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ قرآن شریف سے مراد یہ ہی لکھا ہوا قرآن مجید ہے اور دشمن سے مراد کفار حربی ہیں اور جانے سے مراد وہ جانا ہے جس میں کفار سے قرآن کریم کی بے حرمتی کا اندیشہ قوی ہو لہٰذا اگر لشکر اسلام قرآن شریف لے کر دارالحرب میں جائے یا اکیلا مسلمان کفار کی امن لے کر وہاں جائے یا جو مسلمان کفار کی رعایا بن کر ان کے ملک میں رہتے ہوں اور ان کے پاس قرآن شریف ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ ان صورتوں میں قرآن کی بے حرمتی کا قوی اندیشہ نہیں لہٰذا اب قرآن کریم کے پارسل کفار کے ملک میں بھیجنے یا خود کفار کے ہاتھ قرآن پاک فروخت کرنا یا کفار کے خط میں قرآنی آیت لکھنا یا انہیں قرآن سنانا سب کچھ جائز ہے کہ یہ تبلیغ ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں قرآن سے مراد حافظ قرآن ہیں یا وہ صحیفے جن میں زمانہ صحابہ میں قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ مقصد یہ ہے کہ آج کل حافظ قراء اکیلے دشمن کے ملک میں نہ جائیں کہ اگر یہ شہید کردیئے گئے تو قرآن مجید ضائع ہو جائے گا یا یہ صحیفے لے کر دشمن کے ملک میں اکیلے نہ جاؤ کہ اگر یہ برباد ہو گئے تو قرآن کریم کا بہت حصہ جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔ لمعات و مرقات نے فرمایا کہ اس میں غیبی خبر ہے کہ آئندہ قرآن کریم کتابی شکل میں جمع ہوگا کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم کتابی شکل میں نہ تھا۔

اور لے کر اس کی توہین کرے یا تم کو واپس نہ دے یا اسے پھاڑ دے یا جلا دے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۲۲)

221- بَابُ تَحْرِيْمِ اسْتِعْمَالِ إِنَاءِ الذَّهَبِ وَإِنَاءِ الْفِضَّةِ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالطَّهَارَةِ وَسَائِرِ وُجُوْهِ الْاِسْتِعْمَالِ

کھانے پینے اور طہارت کے لیے سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال منع ہے

(1801) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الَّذِیْ يَشْرَبُ فِیْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ، اِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "اِنَّ الَّذِیْ يَاْكُلُ اَوْ يَشْرَبُ فِیْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ".

حضرت ام سلمہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ گویا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: بلاشبہ جو شخص سونے یا چاندی کے برتنوں میں کھاتا اور پیتا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آنیہ جمع ہے اناء کی بمعنی برتن، آنیہ کے معنی ہوئے برتنوں بروزن افعلۃ جمع قلت ہے۔

یجرجر بنا ہے جرجرۃ سے بمعنی شیر کی آواز، اب ہانڈی میں پانی کھولنے کی آواز کو جرجرہ کہتے ہیں یعنی چاندی کے برتنوں میں پینا آگ جہنم پیٹ میں بھرنے کا سبب ہے اس لیے اس طرح فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ آگ خود نہیں کھولتی بلکہ پانی کو کھولاتی ہے، یہاں کھولنے ابلنے کی نسبت آگ کی طرف مجازا ہے جیسے جری النهر۔

تمام علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا، اس کے چمچے استعمال کرنا، اس کی انگیٹھی میں خوشبو سلگانا، اس کی عطردانی سے عطر لگانا، اس کے برتن سے وضو یا غسل کرنا، اس کے برتنوں سے چھت یا گھر سجانا، اس کی گھڑی میں وقت دیکھنا، اس کے قلم سے لکھنا، مرد و عورت، چھوٹے بڑے سب کو حرام ہے۔ عورتوں کو چاندی سونے کے صرف زیور پہننے کی اجازت ہے باقی دیگر استعمال ان کو بھی ویسے ہی حرام ہے جیسے مردوں کو حرام ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ امام شافعی کا قول قدیم یہ تھا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مکروہ ہے، داؤد ظاہری کا قول ہے سونے چاندی کے برتنوں میں کچھ پینا حرام ہے ان میں کھانا یا اور طرح استعمال کرنا بالکل درست ہے مگر داؤد ظاہری کا یہ قول باطل ہے۔ اس مردود کے نزدیک سؤر کا صرف گوشت حرام ہے اور اس کے کلیجی گردے حلال ہیں، ضرورت میں پھنس جانے پر ان میں سے چیز نکال کر استعمال کرے جیسے سونے کی تیل دانی سے تیل لگانا پڑ جائے تو اس سے ہتھیلی پر تیل لوٹ لے پھر اسے سر میں مل لے۔ (مرقات واشعہ) یوں ہی سونے چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا حرام ہے، ہاں علاجا سونے کی سلائی آنکھ میں پھیرنا حلال کہ یہ علاج ہے نہ کہ استعمال، یوں ہی سونے چاندی وغیرہ کا کشتہ کھانا حلال ہے کہ یہ غذا ہے یا دوا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ص ۴۲۲)

(1802) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِ، وَالدِّيْبَاجِ. وَالشُّرْبِ فِیْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَقَالَ: "هُنَّ لَهُمْ فِی الدُّنْيَا، وَهِیَ لَكُمْ فِی الْاٰخِرَةِ".

حضرت حذیفہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ریشم اور دیباج کے استعمال اور سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لئے ہیں اور

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا تَلْبَسُوْا الْحَرِيْرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوْا فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَأْكُلُوْا فِيْ صِحَافِهَا".

آخرت میں تمہارے لئے ہیں۔ (متفق علیہ) بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے۔ حضرت حذیفہ ﷛ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم ریشم اور دیباج مت پہنو اور نہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھاؤ اور پیو۔

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جس کپڑے کا تانا بانا یا صرف بانا ریشم کا ہو وہ مرد کو پہننا حرام ہے عورت کو حلال اور جس کا تانا ریشم کا ہو بانا سوت کا یا اون کا اس کا پہننا مرد کو بھی حلال ہے۔ ریشم سے مراد کیڑے کا ریشم ہے، دریائی ریشم یا سن کا ریشم سب کو حلال ہے کہ وہ حریرو دیباج نہیں۔

یعنی کفار اگر سونے چاندی کے برتنوں میں کھائیں تم انہیں نہ روکو نہ ان سے لڑو مگر ان کی دیکھا دیکھی تم نہ پہنو تمہارے واسطے سونا چاندی جنت میں تیار ہے ان شاء اللہ خوب استعمال کرنا، اس ممانعت میں لاکھوں حکمتیں ہیں۔ اگر مسلمان مردوں نے سونے چاندی کے زیور پہننا شروع کر دیئے تو تلوار و بندوق سے جہاد کون کرے گا، مسلمان کا زیور علم اور ہتھیار ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۲۲)

(1803) وَعَنْ أَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عِنْدَ نَفَرٍ مِّنَ الْمَجُوْسِ؛ فَجِيْءَ بِفَالُوْذَجٍ عَلَى إِنَاءٍ مِّنْ فِضَّةٍ، فَلَمْ يَأْكُلْهُ، فَقِيْلَ لَهُ: حَوِّلْهُ، فَحَوَّلَهُ عَلَى إِنَاءٍ مِّنْ خَلَنْجٍ وَّجِيْءَ بِهِ فَأَكَلَهُ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. "الْخَلَنْجُ": الْجَفْنَةُ.

حضرت انس بن سیرین سے روایت ہے کہ میں حضرت انس بن مالک ﷛ کے ساتھ مجوس کے ایک گروہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس دوران چاندی کے برتن میں فالودہ لایا گیا تو حضرت انس ﷛ نے اسے نہ کھایا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ اس کو بدل دیں تو انہوں نے اس کو ایک بڑے پیالے میں بدل کر دیا اور وہ لایا گیا تو آپ نے اسے کھالیا۔ اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اَلْخَلَنْجُ: پیالہ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: السنن الکبری للبیہقی، باب المنع من الاکل فی صحاف الذہب والفضۃ، جلد 1، ص 28، رقم 106

شرح حدیث: سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی بہارِ شریعت حصہ 16

صفحہ 39,38 پر لکھتے ہیں:

☆ سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا اور ان کی پیالیوں سے تیل لگانا یا ان کے عطردان سے عطر لگانا یا ان کی انگیٹھی سے بخور کرنا (یعنی دھونی لینا) منع ہے اور یہ ممانعت مرد وعورت دونوں کے لیے ہے۔

☆ سونے چاندی کے چمچے سے کھانا، ان کی سلائی یا سرمہ دانی سے سرمہ لگانا، ان کے آئینہ میں منہ دیکھنا، ان کی قلم دوات سے لکھنا، ان کے لوٹے یا طشت سے وضو کرنا یا ان کی کرسی پر بیٹھنا، مرد عورت دونوں کے لیے ممنوع ہے۔

☆ چائے کے برتن سونے چاندی کے استعمال کرنا ناجائز ہے۔

☆ سونے چاندی کی چیزیں محض مکان کی آرائش وزینت کے لیے ہوں، مثلاً قرینہ سے یہ برتن وقلم ودوات لگا دیے، کہ مکان آراستہ ہو جائے اس میں حرج نہیں۔ یوہیں سونے چاندی کی کرسیاں یا میز یا تخت وغیرہ سے مکان سجا رکھا ہے، ان پر بیٹھتا نہیں ہے تو حرج نہیں۔ (بہار شریعت حصہ 16 صفحہ 38,39)

خیال رہے کہ اگر کھانے پینے کا سامان سونے چاندی کے برتن میں موجود ہو تو کھانے کو ضائع نہ کیا جائے بلکہ اسے کسی اور قابل استعمال برتن میں پلٹ لیا جائے اور اس کھانے کو کھالیا جائے۔

222-بَابُ تَحْرِيْمِ لُبْسِ الرَّجُلِ ثَوْبًا مُّزَعْفَرًا

زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا منع ہے

(1804) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَزَعْفَرَ الرَّجُل۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرد کو زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب النهی عن التزعفر للرجال، جلد 7، صفحه 153، رقم 5846 صحیح مسلم، باب النهی عن التزعفر للرجال، جلد 6، ص 155، رقم 5629 الاداب للبیهقی، باب نهی الرجال عن التزعفر وعن لبس المعصفر، جلد 1، صفحه 286، رقم 480 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه مقدام، جلد 8، صفحه 365، رقم 8888 سنن ابوداؤد، باب فی الخلوق للرجال، جلد 4، ص 129، رقم 4181

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اپنے کپڑے یا بدن میں زعفرانی رنگ استعمال کرنا مرد کے لیے ممنوع قرار دیا عورتوں کو یہ سب کچھ جائز ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ تھوڑا سا زعفرانی رنگ لگا لینا مرد کو جائز ہے زیادہ ممنوع ہے مگر حق یہ ہے کہ مطلقاً ممنوع ہے۔ جن احادیث سے اس جواز کا دھوکا ہوتا ہے ان میں رنگ لگ جاتا ہے لگانا نہیں لہذا یہ حدیث اپنے اطلاق پر ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج۶ ص ۲۷۷)

(1805) وَعَنْ عبدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ، فَقَالَ: "أُمُّكَ أَمَرَتْكَ بِهٰذَا؟" قُلْتُ: أَغْسِلُهُمَا؟ قَالَ: "بَلْ أَحْرِقْهُمَا". وَفِيْ رِوَايَةٍ، فَقَالَ: "إِنَّ هٰذَا مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے عصفر سے رنگے ہوئے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: کیا تیری ماں نے تجھے یہ کپڑے پہننے کا حکم دیا ہے؟ میں نے عرض کیا: کیا میں دھو دوں؟ آپ نے فرمایا: بلکہ تم انہیں جلا دو۔ اور ایک روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ کفار کے کپڑے ہیں لہٰذا تم ان کو نہ پہنو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر، جلد 6، ص 144، رقم 5557 مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الاول، جلد 2، ص 483، رقم 4327

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کسم ایک پھل ہوتا ہے جو سرخ رنگ دیتا ہے اور خالص سرخ رنگ مرد کے لئے ممنوع ہے عورتوں کے لیے جائز ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اگر بنا ہوا کپڑا سرخ رنگ لیا جائے تو ممنوع ہے اور اگر سرخ سوت سے بنا جائے تو جائز ہے، بعض کے نزدیک مطلقاً ممنوع ہے، یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو یہ تفصیل کرتے ہیں، اس کی تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ کرو۔

یعنی کفار حرام و حلال لباس میں یوں ہی مردانہ زنانہ لباس میں فرق نہیں کرتے جیسا کپڑا چاہتے ہیں پہن لیتے ہیں۔ چنانچہ سرخ کپڑا عورتوں کا لباس ہے مگر ان کے مرد بھی پہنتے پھرتے ہیں تم ایسا نہ کرو تم مردانہ زنانہ جوڑے میں فرق کرو۔ (از مرقات) معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو کفار کے لباس سے اور مردوں کو عورتوں کے لباس سے بچنا چاہیے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۷۱)

223- بَابُ النَّهْيِ عَنْ صَمْتِ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ

صبح سے شام تک خاموش رہنا منع ہے

(1806) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: حَفِظْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ، وَلَا صُمَاتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ". رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. قَالَ الْخَطَّابِيُّ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ: كَانَ مِنْ نُسُكِ الْجَاهِلِيَّةِ الصُّمَاتُ. فَنُهُوْا فِي الْإِسْلَامِ عَنْ ذٰلِكَ وَأُمِرُوْا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد ہے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں اور صبح سے شام تک خاموشی جائز نہیں۔ اس حدیث کو ابو داود نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں خاموشی

بِالذِّكْرِ وَالْحَدِيْثِ بِالْخَيْرِ.

بھی عبادت میں شمار ہوتی تھی مگر اسلام میں مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا گیا ہے اور انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے ذکر میں مصروف رہا کریں اور بھلائی کی باتیں کیا کریں۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب ماجاء متی ینقطع الیتیم، جلد 3، ص 74، رقم 2875 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب البلوغ بالاحتلام، جلد 6، صفحہ 57، رقم 11642 جامع الاصول لابن اثیر، النوع السابع فی الوصی و الیتیم، جلد 11، ص 642، رقم 9264 معرفۃ الصحابہ لابی نعیم، باب من اسمہ حصین، جلد 3، ص 361، رقم 2045

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جس کا باپ فوت ہو جائے وہ یتیم کہلاتا ہے بشرطیکہ نابالغ ہو بالغ لڑکا یتیم نہیں کہلاتا۔

یعنی اسلام میں چپ کا روزہ نہیں پچھلے دینوں میں تھا اگرچہ بری باتوں سے خاموشی بہتر ہے مگر خاموشی ہمارے ہاں عبادت نہیں بلکہ اس میں ہندوؤں اور عیسائیوں سے مشابہت ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۰۰)

(1807) وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ، قَالَ: دَخَلَ اَبُوْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلٰى امْرَاَةٍ مِّنْ اَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا: زَيْنَبُ، فَرَاٰهَا لَا تَتَكَلَّمُ. فَقَالَ: مَا لَهَا لَا تَتَكَلَّمُ؟ فَقَالُوْا: حَجَّتْ مُصْمِتَةً، فَقَالَ لَهَا: تَكَلَّمِيْ، فَاِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ، هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَكَلَّمَتْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت قیس بن ابو حازم ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ احمس قبیلے کی ایک عورت کے پاس تشریف لے گئے اس کا نام زینب تھا۔ آپ نے اسے دیکھا کہ وہ بولتی نہیں۔ آپ نے فرمایا: اسے کیا ہو گیا ہے کہ باتیں نہیں کرتی' اس کے گھر والوں نے بتایا کہ اس نے خاموش رہنے کا ارادہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: گفتگو کرو کیونکہ یہ خاموشی جائز نہیں' یہ جاہلیت کا عمل ہے۔ پس اس نے بولنا شروع کر دیا۔

(بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ایام الجاهلیۃ، جلد 5، ص 41، رقم 3831 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب مایوفی بہ من النذور وما لایوفی، جلد 10، ص 76، رقم 20590 سنن الدارمی، باب فی کراهیۃ اخذ الرأی، جلد 1، ص 82، رقم 212 مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال لانذر فی معصیۃ اللہ، جلد 3، ص 67، رقم 12156

شرح حدیث: علم سے گفتگو اور حلم سے خاموشی

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: سات اشخاص قیامت کے دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سایہ رحمت میں ہوں گے جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا (۱) وہ شخص جو اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے اور کہے کہ میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ اور دوسرا

مثل کہے (۲) وہ شخص جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے تو خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ سے اس کی آنکھیں اشکبار ہو جائیں (۳) وہ شخص جو اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے تو اُسے بائیں سے چھپائے (۴) وہ شخص جسے کوئی منصب و جمال والی عورت اپنی طرف دعوتِ (گناہ) دے اور وہ کہے کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں۔(۵) وہ شخص جس کا دل مساجد سے محبت کی وجہ سے انہی میں لگا رہے (۶) وہ شخص جو اوقاتِ نماز کے لئے سورج کی رعایت کرتا ہو (یعنی وقت میں نماز پڑھتا ہو) اور (۷) وہ شخص کہ اگر بولے تو علم کی بات کرے اور اگر خاموش رہے تو حلم کے سبب خاموش رہے۔

(کتاب الزہد لامام احمد بن حنبل، الحدیث ۸۱۹، ص ۱۷۳)

224-بَابُ تَحْرِيمِ انْتِسَابِ الْاِنْسَانِ اِلٰى غَيْرِ اَبِيهِ وَتَوَلِّيهِ اِلٰى غَيْرِ مَوَالِيهِ

باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف نسبت کرنا اور خود کو اپنے مالک کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں

(1808) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ غَيْرُ اَبِيهِ، فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو کسی اور کی طرف منسوب کیا اس پر جنت حرام ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب غزوۃ الطائف فی شوال سنۃ ثمان، جلد 5، ص 156، رقم 4326، صحیح مسلم، باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیہ وھو یعلم، جلد 1، ص 57، رقم 229، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب من ادعی الی غیر ابیہ، جلد 7، ص 403، رقم 15728، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ طالب، جلد 4، صفحہ 88، رقم 3683، سنن ابوداؤد، باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیہ، جلد 4، ص 490، رقم 5115

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو دیدہ و دانستہ اپنے کو اپنے باپ کے سوا کسی اور شخص کا بیٹا بتائے یا اس کی میراث لینے کے لیے یا اپنی عزت و آبرو بڑھانے کے لیے یا کسی اور مصلحت سے تو وہ اولاً یا ابرار کے ساتھ جنت میں نہ جا سکے گا یا جو شخص یہ کام حلال جان کر کرے وہ جنت سے بالکل محروم ہے۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو سید نہیں مگر اپنے کو سید کہتے کہلواتے ہیں یہ بیماری بہت لوگوں میں ہے یہ حدیث مختلف اسنادوں سے مختلف الفاظ سے آئی ہے چنانچہ ابوداؤد و ابن ماجہ، احمد نے ان ہی دونوں صحابیوں سے اور ابوداؤد نے حضرت انس سے روایت کی کہ جو شخص اپنے غیر باپ کو باپ بتائے یا اپنے غیر مولے کی طرف اپنے کو منسوب کرے اس پر تا قیامت اللہ کی لعنت ہے پے در پے (مرقات) (مرأۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۳۲)

(1809) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ [النَّبِيِّ] صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَرْغَبُوْا عَنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ دادا سے اعراض نہ کرو۔

اٰبَائِكُمْ، فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ اَبِيْهِ، فَهُوَ كُفْرٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

پس جس شخص نے اپنے باپ سے منہ پھیرا اس نے کفر کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من ادعی الی غیرا بیہ، جلد 8، صفحہ 156، رقم 6168 صحیح مسلم، باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیہ وھویعلم، جلد 1، ص 57، رقم 227 صحیح ابن حبان، باب الوعید علی ترک الصلاۃ، جلد 4، ص 328، رقم 1466 اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب الامارۃ، باب برالوالدین و صلتھما، جلد 5، ص 468، رقم 5015 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 526، رقم 10825

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر وہ غریب یا غیر عزت والے ہوں تو اپنے کو ان کی اولاد کہنے سے شرم و غیرت نہ کرو۔

جو شخص اپنا نسب بدلنے کو حلال جانے وہ کافر ہے اور اجماع امت کا مخالف ہے اور جو حرام جان کر یہ حرکت کرے وہ کافر کا سا کام کرتا ہے یا اپنے خاندان کا ناشکرا ہے یا رب تعالیٰ کا ناشکرا بہرحال یہ فعل یا کفر ہے یا حرام۔ (مرقات)

یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں بھی تھی میں نے تکرار سے بچنے کے لیے یہاں سے حذف کردی (مرقات)

آپ عبد شمس ابن عبد مناف کی اولاد سے ہیں، آپ کا نام پہلے عبدالکعبہ تھا کنیت ابوسعید شمسی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن نام رکھا، مشہور صحابی ہیں، قرشی ہیں، فتح مکہ کے سال ایمان لائے۔

طواغی جمع ہے طاغیہ کی بمعنی سرکشی کرنے والے یا سرکش بنانے والے، اس سے مراد بت ہیں کہ یہ لوگوں کی سرکشی کا باعث ہیں۔ اہلِ عرب بتوں اور باپ دادوں کی قسمیں بہت کھاتے تھے ان دونوں سے منع فرمادیا گیا۔ خیال رہے کہ بتوں کی قسم کھانا شرک ہے باپ دادوں کی قسم کھانا ممنوع و مکروہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۲۳۲)

(1810) وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ شَرِيْكِ بْنِ طَارِقٍ، قَالَ: رَاَيْتُ عَلِيًّا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ، فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ: لَا وَاللّٰهِ مَا عِنْدَنَا مِنْ كِتَابٍ نَقْرَؤُهٗ اِلَّا كِتَابَ اللّٰهِ، وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ، فَنَشَرَهَا فَاِذَا فِيْهَا اَسْنَانُ الْاِبِلِ، وَاَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ، وَفِيْهَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَّا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ، فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا، اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا. ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ

حضرت یزید بن شریک بن طارق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اور یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں جس کو ہم پڑھیں۔ سوائے کتاب اللہ کے اور وہ جو کہ اس صحیفے اور دستاویز میں ہے۔ پھر اس صحیفے کو پھیلا دیا تو اس میں اونٹوں کی عمریں اور زخموں کے احکام تھے اور اس میں یہ بھی تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیر سے ثور تک کا علاقہ مدینہ منورہ کا حرم ہے جس نے اس میں کوئی نئی چیز ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی

وَاحِدَةٌ يَّسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ. فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا. وَمَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ، اَوْ انْتَمٰى اِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ" اَيْ: عَهْدُهُمْ وَاَمَانَتُهُمْ. "وَاَخْفَرَهُ": نَقَضَ عَهْدَهُ. "وَالصَّرْفُ": اَلتَّوْبَةُ، وَقِيْلَ الْحِيْلَةُ. "وَالْعَدْلُ": اَلْفِدَاءُ.

لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی فرض عبادت اور نفلی عبادت بھی قبول نہیں فرمائے گا۔ مسلمانوں کا عہد ایک ہے جس کے ساتھ ان کا ایک ادنیٰ آدمی کوشش کرتا ہے سو جس نے کسی مسلمان کا عہد توڑ دیا۔ اس پر اللہ' اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی فرضی یا نفلی عبادت قبول نہیں فرمائے گا اور جس نے دوسرے باپ کی طرف نسبت کی یا اپنے آقاؤں کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبت کی۔ اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی نہ فرضی عبادت قبول کرے گا اور نہ نفلی۔ (متفق علیہ) ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ: یعنی ان (مسلمانوں) کا عہد اور ان کی امانتیں۔ اَخْفَرَهُ: یعنی اس کے عہد کو توڑ ڈالا اور اَلصَّرْفُ کے معنی ہیں توبہ اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی "حیلہ" بھی ہے۔ اور اَلْعَدْلُ اس کا معنی ہے فدیہ۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اثم من تبراء من موالیه، جلد 6، صفحه 248، رقم 6374 صحیح مسلم، باب فضل المدینة و دعاء النبی ﷺ فیها بالبرکة، جلد 4، ص 115، رقم 3393 السنن الکبرٰی للبیهقی، باب ماجاء فی حرم المدینة، جلد 5، ص 196، رقم 10244 سنن النسائی الکبرٰی، باب منع الدجال من المدینة، جلد 2، صفحه 486، رقم 4278 مسند ابی یعلی، مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه، جلد 1، صفحه 228، رقم 263

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت علی کے زمانہ خلافت میں رفض اور خروج کی جڑیں قائم ہوئیں چھپے منافق ان گروہوں کی شکل میں نمودار ہوئے، روافض نے مشہور کیا کہ حضرت علی کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی وصیت نامہ اور خلافت نامہ ہے جس میں لکھا ہے کہ آپ اسلام کے خلیفہ اول ہیں لہذا گزشتہ خلافتیں باطل تھیں اور یہ کہ آپ کے پاس کوئی خاص چھپا ہوا قرآن ہے اور وہی اصلی ہے اس لیے بعض لوگ آپ سے اس کے متعلق سوال کرتے تھے اور جناب علی مرتضی یہ جواب دیتے تھے، بعض روافض کو آپ نے زندہ جلوا دیا جیسا کہ مشکوٰۃ کتاب الحدود میں آئے گا مگر یہ دبی چنگاری سلگتی ہی رہی۔ صحیفہ ایک کاغذ تھا جس میں کچھ شرعی احکام لکھے ہوئے تھے جو جناب علی کی تلوار کے پرتلہ میں رہتا تھا جو آپ لوگوں کو دکھایا بھی

کرتے تھے اور سناتے بھی تھے، وہی واقعہ یہاں بیان ہو رہا ہے آپ فرما رہے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی اور قرآن نہیں یہی قرآن ہے اور حضور انور کی کوئی خاص وصیت یا تحریر نہیں صرف یہ ورق ہے جس میں کچھ احکام لکھے ہوئے ہیں۔

عیر وثور کے متعلق شارحین کے بہت اقوال ہیں۔ حضرت شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ یہ دونوں پہاڑ ہیں جو مدینہ منورہ کے کناروں پر واقع ہیں، بعض نے فرمایا کہ یہ دونوں پہاڑ مکہ معظّمہ میں ہیں۔ ثور پہاڑ وہ ہے جس کے غار میں ہجرت کی رات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع صدیق اکبر چھپے تھے اس لیے اسے غار ثور کہتے ہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جتنا فاصلہ مکہ کے دو پہاڑوں عیر وثور کے درمیان ہے اتنا فاصلہ مدینہ منورہ کا حرم ہے، بعض نے فرمایا کہ عیر تو مدینہ منورہ میں ہے اور ثور مکہ معظّمہ میں، بعض کے خیال میں ہے کہ عیر وثور پہاڑ نہیں بلکہ اطراف مدینہ کے دو میدانوں کا نام ہے جنہیں حرتین کہتے ہیں، بعض روایات میں عیر واُحد ہے راوی نے غلطی سے بجائے احد کے ثور کہا، بہرحال مدینہ منورہ کے حدود مراد ہیں۔

یہ فرمان امام اعظم کی قوی دلیل ہیں کہ حدود مدینہ میں شکار حرام نہیں بلکہ یہ چیزیں حرام ہیں جو حضرت علی نے بیان فرمائیں یعنی یہاں بدعتیں ایجاد کرنا بدعتیوں کو مدینہ میں جگہ دینا سخت گناہ ہے کہ اس میں مدینہ منورہ کی بے حرمتی بھی ہے اور دین میں فساد بھی۔ خیال رہے کہ بدعت وبدعتی سے عقیدہ کی بدعتیں وبدعتی مراد ہیں جیسے رفض وخوارج، وہابیت وغیرہ نہ کہ عملی بدعتیں کہ وہ تو کبھی فرض واجب بھی ہوتی ہیں جیسے کتب حدیث کا جمع کرنا یا قرآن کریم کے تیس پارے اور علم فقہ وغیرہ، اگرچہ ہر جگہ ہی بدعتیں بری ہیں مگر مدینہ پاک میں زیادہ بری۔

صَرف سے مراد فرائض ہیں یا شفاعت یا توبہ اور عدل سے مراد نوافل ہیں یا فدیہ گناہ کہ صرف کے معنے ہیں پھیرنا فرائض کی ادا یا شفاعت یا توبہ سے عذاب الٰہی پھر جاتا ہے، لوٹ جاتا ہے، عدل کے معنے ہیں برابری نفل کبھی فرض کی کمی پوری کر کے کامل فرض کے برابر کر دیتے ہیں یا فدیہ اصل فوت شدہ کے برابر ہوتا ہے۔

یعنی اگر معمولی درجے کا مسلمان کسی کافر کو امان یا ذمہ یا پناہ دے دے تو تمام مسلمانوں پر اس کا پورا کرنا لازم ہے اسے توڑنا حرام ہے اور باعث مذمت، سارے مسلمان ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہیں کہ روح سب کی ایک ہے کوشش کرنے سے مراد والی یا متولی یا ذمہ دار ہوتا ہے۔

یعنی جو مسلمان دوسرے مسلمان کے ذمہ یا اس کی دی ہوئی امان توڑے یا اس کے کیے ہوئے وعدوں کے خلاف کرے اس پر لعنت ہے۔

ولاء دو قسم کی ہے ولاء مولات اور ولاء عتاقۃ، ولاء مولات قوموں کے معاہدے کو کہتے ہیں کہ چند قومیں کسی معاہدے میں شریک ہو کر ایک دوسرے کے معاون و مددگار بن جائیں، ان میں سے ہر ایک بغیر دوسرے ساتھیوں سے مشورہ کیے کسی اور قوم سے معاہدہ نہ کرے کہ اس میں عہد شکنی ہے جو حرام ہے یا یہ مطلب ہے کہ آزاد کردہ غلام اپنے آزاد کرنے

والے مولیٰ کا عتاقہ ہے کہ اب سے اس غلام کی میراث کا حق پہنچتا ہے، یہ غلام دوسرے کو اپنا مولیٰ نہ بتائے جس کا معتق ہے اسی کا رہے یا یہ مطلب ہے کہ کوئی مسلمان بھائی، بھائی مسلمان کو ستانے کے لیے کافر سے دوستی نہ کرے ورنہ لعنت کا مستحق ہوگا۔ غرضکہ اس جملہ کی تین شرحیں ہیں۔ اس کلام سے معلوم ہوا کہ علم لکھ لینا سنت صحابہ ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ روافض کا یہ قول غلط محض ہے کہ حضور انور نے اہل بیت کو خلافت کی وصیت کی یا کوئی خاص قرآن دیا یا انہیں قرآن کے ایسے خاص اسرار لکھائے جو دوسروں سے چھپائے۔ نعوذ باللہ! (مرأۃ المناجیح، ج ۴ ص ۳۳۷)

(1811) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "لَيْسَ مِنْ رَّجُلٍ ادَّعٰى لِغَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُهٗ اِلَّا كَفَرَ، وَمَنِ ادَّعٰى مَا لَيْسَ لَهٗ، فَلَيْسَ مِنَّا، وَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ، اَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللهِ، وَلَيْسَ كَذٰلِكَ اِلَّا حَارَ عَلَيْهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا تو اس نے کفر کیا اور جس نے ایسی چیز کی ملکیت کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے، وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے اور جس نے کسی شخص کو کافر کہہ کر پکارا یا اللہ کا دشمن کہا حالانکہ وہ ایسا نہیں تو یہ الزام اس کے کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔ (متفق علیہ) اور یہ الفاظ حدیث مسلم کی روایت کے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لسبة الیمن الی اسماعیل، جلد 4، صفحه 180، رقم 3508 صحیح مسلم، باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیه وهویعلم، جلد 1، ص 57، رقم 226 مسند امام احمد، حدیث المشائخ عن أبی بن کعب، جلد 5، ص 166، رقم 21503 جامع الاحادیث للسیوطی، حرف اللام، جلد 18، ص 311، رقم 19500

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مقصد یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کافر یا فاسق نہ کہو کیونکہ اگر وہ واقعی کافر یا فاسق ہوا تب تو یہ لفظ اس پر صادق آوے گا ورنہ کہنے والے پر کہ یہ کہنے والا یا کافر و فاسق ہو جاوے گا یا کافر و فاسق کہنے کا وبال اس پر پڑے گا۔

مسلمان کو کسی عقیدہ اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنے والا یا ایسے مسلمان کو جس کا اسلام یقینی قطعی ہو کہنے والا خود کافر ہے بطور گالی کافر کہنے کا سخت گنہگار ہے جیسے کسی کو حرامی کہا تو اسے قذف لگ سکتی ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۵۲)

225- بَابُ التَّحْذِيْرِ مِنْ اِرْتِكَابِ مَا نَهَى اللهُ عَزَّوَجَلَّ اَوْ رَسُوْلُهٗ ﷺ

اللہ اور اس کے رسول نے جن کاموں سے منع کیا ہے ان کے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ

کرنے سے ڈرانے کا ذکر

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ) (النور: 63).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهٗ) (ال عمران: 30).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ) (البروج: 12).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ)(هود: 102).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر بیشک اس کی پکڑ دردناک کڑی ہے۔

(1812) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللهِ، اَنْ يَّاْتِيَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ غیرت فرماتا ہے اور اس کی غیرت یہ ہے کہ کوئی شخص وہ کام کرے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا دیا ہے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ مؤمن اخلاق الٰہی سے موصوف ہوتا ہے معلوم ہوا کہ حیاء وغیرت صفات الٰہیہ سے ہے، جسے یہ نعمت مل گئی اسے سب کچھ مل گیا اللہ تعالیٰ کی غیرت فرمانے کے کیا معنی ہیں اس کے لیے ہماری تفسیر نعیمی ہیں آیت اِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

یعنی بندہ گناہ کرتا ہے رب کو اس سے غیرت آتی ہے جیسے غلام کی بری حرکتوں سے مولیٰ کو غیرت آتی ہے لہذا بندہ ہرگز گناہ پر دلیری نہ کرے۔ یہ حدیث باب اللعان میں اس لیے لائے کہ لعان میں زنا کا الزام ہی تو ہوتا ہے اور زنا کرنا بھی غیرت کی چیز ہے اور زنا کی تہمت لگانا بھی شرم کی بات لہذا کوئی خاوند اپنی بیوی کو زنا کی جھوٹی تہمت نہ لگائے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۲۲۷)

226-بَابُ مَا يَقُوْلُهٗ وَيَفْعَلُهٗ مَنِ ارْتَكَبَ مَنْهِيًّا عَنْهُ

منع کردہ باتوں کے ارتکاب کرنیوالے کو کیا کہنا یا کیا کرنا چاہئے؟

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: (وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ) (فصلت: 36).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر تجھے شیطان کا کوئی کونچا پہنچے تو اللہ کی پناہ مانگ۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُوْنَ) (الأعراف: 201).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہوجاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اُولٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ) (آل عمران: 135۔ 136).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں ایسوں کو بدلہ اُن کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیوں کا کیا اچھا نیگ ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَتُوْبُوْا اِلَى اللهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) (النور: 31).

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

(1813) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ حَلِفِهٖ: بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى، فَلْيَقُلْ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ: تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے قسم کھائی اور اپنی قسم میں کہا: لات اور عزیٰ کی قسم! تو اسے چاہئے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کہے اور جو شخص اپنے ساتھی سے کہے: آؤ جوا کھیلیں تو اسے صدقہ کرنا چاہیے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب "افرأیتم اللات والعزی"، جلد 6، ص 141، رقم 4860 صحیح مسلم، باب من حلف باللات والعزی فلیقل لا اله الا الله، جلد 5، ص 81، رقم 4349 سنن ابوداؤد، باب الحلف بالانداد، جلد 3، صفحه 216، رقم 3249 صحیح ابن خزیمه، باب ذکر الدلیل علی أن الکلام السیء دوالفحش فی المنطق، جلد 1، ص 28، رقم 45 مسند امام احمد، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 309، رقم 8073

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں؛

یعنی اگر بھول کر لات وعزیٰ کی قسم کھالے تو کفارہ کے لیے کلمہ طیبہ پڑھ لے کہ نیکیاں گناہ کو مٹادیتی ہے اور اگر دیدہ دانستہ بتوں کی تعظیم کرتے ہوئے ان کی قسم کھائی ہے تو کافر ہوگیا، دوبارہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو۔ لات وعزیٰ مکہ والوں کے

دو مشہور بت تھے جو کعبہ معظمہ میں رکھے ہوئے تھے اب جو گنگا جمنا یا رام لچھمن کی قسم کھائے اس کا حکم بھی یہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس جیسی قسم میں کفارہ نہیں صرف یہ ہی حکم ہے جو یہاں مذکور ہوا۔

یعنی جوا کھیلنا تو درکنار اگر کسی کو جوا کھیلنے کی دعوت بھی دے تو وہ جوئے کا مال جس سے جوا کھیلنا چاہتا ہے وہ یا دوسرا مال صدقہ کردے تاکہ اس ارادہ کا یہ کفارہ ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ گناہ بھی گناہ ہے، یہ ہی مذہب جمہور ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵ ص ۳۲۴)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

19- كِتَابُ الْمَنْثُوْرَاتِ وَالْمِلَحِ

227- بَابُ الْمَنْثُوْرَاتِ وَالْمِلَحِ

(1814) عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ، فَخَفَّضَ فِيْهِ وَرَفَّعَ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِيْ طَائِفَةِ النَّخْلِ. فَلَمَّا رُحْنَا اِلَيْهِ، عَرَفَ ذٰلِكَ فِيْنَا، فَقَالَ: "مَا شَأْنُكُمْ؟" قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ الْغَدَاةَ، فَخَفَّضْتَ فِيْهِ وَرَفَّعْتَ، حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِيْ طَائِفَةِ النَّخْلِ، فَقَالَ: "غَيْرُ الدَّجَّالِ اَخْوَفُنِيْ عَلَيْكُمْ، اِنْ يَّخْرُجْ وَاَنَا فِيْكُمْ، فَاَنَا حَجِيْجُهٗ دُوْنَكُمْ؛ وَاِنْ يَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِيْكُمْ، فَامْرُؤٌ حَجِيْجُ نَفْسِهٖ، وَاللّٰهُ خَلِيْفَتِيْ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ. اِنَّهٗ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهٗ طَافِيَةٌ، كَاَنِّيْ اُشَبِّهُهٗ بِعَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قَطَنٍ، فَمَنْ اَدْرَكَهٗ مِنْكُمْ، فَلْيَقْرَاْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ؛ اِنَّهٗ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ، فَعَاثَ يَمِيْنًا وَّعَاثَ شِمَالًا، يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوْا" قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا لُبْثُهٗ فِي الْاَرْضِ؟ قَالَ: "اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا: يَوْمٌ كَسَنَةٍ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ اَيَّامِهٖ كَاَيَّامِكُمْ" قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَسَنَةٍ اَتَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلٰوةُ يَوْمٍ؟ قَالَ: "لَا، اُقْدُرُوْا لَهٗ قَدْرَهٗ". قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا اِسْرَاعُهٗ فِي الْاَرْضِ؟ قَالَ:

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

متفرق احادیث اور قیامت کی نشانیاں

متفرق احادیث اور قیامت کی نشانیوں کا بیان

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک دن صبح رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا۔ اس ذکر کے دوران آپ کبھی اونچی آواز سے بات کرتے اور کبھی ہلکی آواز سے بات کرتے۔ یہاں تک کہ ہم یہ خیال کرنے لگے کہ دجال کھجوروں کے جھنڈ میں موجود ہے۔ پس جب ہم شام کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہماری کیفیت کو جان لیا اور فرمایا: کیا بات ہے؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آج صبح آپ نے دجال کا ذکر فرمایا: آپ کبھی تو بلند آواز سے بات کرتے اور کبھی ہلکی آواز سے بات کرتے۔ یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوا کہ دجال کھجوروں کے جھنڈ میں چھپا ہوا ہے تو آپ نے فرمایا: مجھے دجال سے زیادہ اور فتنوں کا تمہارے لئے خطرہ ہے۔ دجال اگر میری زندگی میں ظاہر ہوا تو تمہاری جگہ میں خود اس سے نپٹ لوں گا اور اگر وہ اس وقت ظاہر ہوا جب میں تمہارے اندر موجود نہ ہوا تو ہر آدمی خود اپنے دفاع کا ذمہ دار ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر نگہبان ہے۔ (پھر فرمایا: دیکھو) دجال نوجوان گھنگھریالے بالوں والا ہوگا۔ اس کی ایک آنکھ (انگور کی طرح) اوپر ابھری ہوئی ہوگی۔ گویا میں اسے عبدالعزیٰ بن قطن سے مشابہ دیکھتا ہوں۔ پس جو شخص اسے پائے تو اس پر سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔ وہ شام اور عراق کے درمیانی راستہ میں ظاہر

"كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيْحُ، فَيَأْتِيْ عَلَى الْقَوْمِ،
فَيَدْعُوْهُمْ فَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَجِيْبُوْنَ لَهٗ، فَيَأْمُرُ
السَّمَآءَ فَتُمْطِرُ، وَالْاَرْضَ فَتُنْبِتُ، فَتَرُوْحُ عَلَيْهِمْ
سَارِحَتُهُمْ اَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى وَّاَسْبَغَهُ ضُرُوْعًا،
وَاَمَدَّهٗ خَوَاصِرَ، ثُمَّ يَاْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوْهُمْ، فَيَرُدُّوْنَ
عَلَيْهِ قَوْلَهٗ، فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ، فَيُصْبِحُوْنَ مُمْحِلِيْنَ
لَيْسَ بِاَيْدِيْهِمْ شَيْءٌ مِّنْ اَمْوَالِهِمْ، وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ
فَيَقُوْلُ لَهَا: اَخْرِجِيْ كُنُوْزَكِ، فَتَتْبَعُهٗ كُنُوْزُهَا
كَيَعَاسِيْبِ النَّحْلِ، ثُمَّ يَدْعُوْ رَجُلًا مُّمْتَلِئًا شَبَابًا
فَيَضْرِبُهٗ بِالسَّيْفِ، فَيَقْطَعُهٗ جِزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ
الْغَرَضِ، ثُمَّ يَدْعُوْهُ، فَيُقْبِلُ، وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهٗ
يَضْحَكُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالَى
الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْزِلُ
عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ
مَهْرُوْدَتَيْنِ، وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ، اِذَا
طَاْطَاَ رَاْسَهٗ قَطَرَ، وَاِذَا رَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ
كَاللُّؤْلُؤِ، فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيْحَ نَفَسِهٖ اِلَّا مَاتَ،
وَنَفَسُهٗ يَنْتَهِيْ اِلٰى حَيْثُ يَنْتَهِيْ طَرْفُهٗ، فَيَطْلُبُهٗ حَتّٰى
يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهٗ، ثُمَّ يَاْتِيْ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَوْمًا قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ، فَيَمْسَحُ
عَنْ وُجُوْهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ،
فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى عِيْسٰى صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنِّيْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّيْ لَا يَدَانِ
لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِيْ اِلَى الطُّوْرِ. وَيَبْعَثُ
اللّٰهُ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ

ہوگا۔ وہ دائیں بائیں تباہی پھیلائے گا۔ اے اللہ کے
بندو! پس ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کیا کہ یارسول
اللہ (ﷺ)! اس کا قیام زمین میں کتنی مدت تک ہوگا؟
فرمایا: چالیس روز' ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا اور
ایک دن مہینہ کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر اور باقی
ایام تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا
کہ یارسول اللہ! جو دن سال کے برابر ہوگا تو کیا اس میں
ہمارے لئے ایک دن کی نماز کافی ہوجائے گی۔ آپ نے
فرمایا کہ نہیں بلکہ اندازہ مقرر کر لینا۔ ہم نے عرض کیا کہ
یارسول اللہ ﷺ! وہ زمین میں کتنی تیزی سے جائے گا۔
آپ نے فرمایا: اس بادل کی طرح جسے پیچھے سے ہوا
دھکیل رہی ہو۔ پھر ایک قوم کے پاس آئے گا اور اس کو
اپنی طرف بلائے گا۔ وہ اس پر ایمان لے آئیگی اور اس کا
حکم مانے گی' وہ آسمان کو حکم کرے گا' آسمان اس قوم پر
پانی برسائے گا۔ زمین کو حکم دے گا' وہ سبزہ پیدا کرے
گی۔ اس قوم کے چرنے والے جانور شام کو واپس آئیں
گے تو ان کے کوہان بہت بڑے' پستان بہت لمبے اور
کوکھیں (بھرنے کی وجہ سے) خوب تنی ہوئی ہوں گی۔
اس کے بعد پھر ایک قوم پر سے گزرے گا اور ان کو اپنی
طرف بلائے گا تو وہ اس کی بات کو رد کر دیں گے۔ دجال
ان کے پاس سے چلا جائے گا۔ فوراً وہ قحط زدہ ہو جائیں
گے۔ ان کے پاس اپنے مویشی نہ رہیں گے۔ دجال
ویران مقامات پر سے گزرے گا اور ان سے کہے گا کہ
اپنے خزانے برآمد کردو۔ فوراً ان مقامات کے خزانے شہد
کی مکھیوں کی طرح اس کے ساتھ چل پڑیں گے۔ اس

يَنْسِلُوْنَ، فَيَمُرُّ اَوَائِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُوْنَ مَا فِيْهَا، وَيَمُرُّ اٰخِرُهُمْ فَيَقُوْلُوْنَ: لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَاءٌ، وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ رَاْسُ الثَّوْرِ لِاَحَدِهِمْ خَيْرًا مِّنْ مِئَةِ دِيْنَارٍ لِاَحَدِكُمُ الْيَوْمَ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ - اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِيْ رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَصْحَابُهٗ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ - اِلَى الْاَرْضِ، فَلَا يَجِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ اِلَّا مَلَاَهٗ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ - اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى طَيْرًا كَاَعْنَاقِ الْبُخْتِ، فَتَحْمِلُهُمْ، فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَطَرًا لَّا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الْاَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَقَةِ، ثُمَّ يُقَالُ لِلْاَرْضِ: اَنْبِتِيْ ثَمَرَكِ، وَرُدِّيْ بَرَكَتَكِ، فَيَوْمَئِذٍ تَاْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ، وَيَسْتَظِلُّوْنَ بِقِحْفِهَا، وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى اَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْاِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ؛ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيْلَةَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ؛ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَاْخُذُهُمْ تَحْتَ اٰبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ

کے بعد وہ ایک بھرپور نوجوان کو اپنی طرف بلائے گا (اور وہ انکار کر دے گا) دجال تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دے گا اور ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنے فاصلے سے تیر کا نشانہ لیا جاتا ہے۔ پھر وہ اس نوجوان کو بلائے گا جب وہ نوجوان آئے گا تو اس کا چہرہ چمک رہا ہوگا اور وہ ہنس رہا ہوگا۔ وہ اسی حال میں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو نازل فرمائے گا۔ چنانچہ جامع مسجد دمشق کے مشرقی سفید کنارے کے پاس وہ زرد رنگ کی چادریں پہنے اتریں گے۔ اس حال میں کہ ان کے ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر ہوں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو اس سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو چاندی کے موتیوں کی طرح قطرے گریں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کافر کو پہنچے گی تو وہ مر جائے گا اور ان کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی۔ پس وہ دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ باب لد کے پاس اس کو پا کر قتل کر دیں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسی قوم کے پاس آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال سے محفوظ رکھا ہوگا۔ پس آپ ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور جنت میں ان کے درجات کی بابت بتلائیں گے۔ وہ ایسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا کہ میں نے اپنے ان بندوں کو نکالا ہے کہ کسی کو ان سے لڑائی کی طاقت نہیں۔ پس تو میرے بندوں کو طور کی طرف لے جا کر ان کی حفاظت کر۔ اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اس حال میں کہ وہ بلندی سے پھسلتے

وَكُلِّ مُسْلِمٍ، وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ، فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

والے ہوں گے۔ ان کا پہلا گروہ بحیرہ طبریہ پر گزرے گا تو اس کا سارا پانی پی جائے گا اور پچھلا گروہ آئے گا تو وہ کہے گا یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔ اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی محصور ہوں گے یہاں تک کہ ایک بیل کا سر ان کے نزدیک تمہارے آج کے سو دینار سے زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے صحابہ ﷺ اللہ کی طرف رغبت کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا فرمادے گا اور وہ تمام اسی وقت مر جائیں گے۔ پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے صحابہ ﷺ زمین کی طرف اتر کر آئیں گے تو انہیں زمین پر ہاتھ برابر جگہ بھی ایسی نہ ملے گی جہاں ان کی لاشیں اور بدبو نہ ہو۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا جس طرح بختی اونٹوں کی گردنیں ہوتی ہیں۔ وہ پرندے ان کی لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ کی مرضی ہوگی وہاں ان کو پھینک دیں گے۔ پھر اللہ عزوجل بارش نازل فرمائے گا جس سے کوئی گھر اور خیمہ محفوظ نہیں رہے گا۔ پس وہ ساری زمین کو دھودے گی یہاں تک کہ اسے چکنی چٹان یا آئینے کی طرح صاف کر کے چھوڑے گی۔ پھر زمین سے کہا جائے گا اپنے پھل اگا اور اپنی برکت واپس کر۔ پس اس وقت ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے سے سایہ حاصل کرے گی اور دودھ میں اتنی برکت ڈال دی جائیگی کہ ایک دودھ دینے والی اونٹنی لوگوں کی ایک جماعت کو کافی ہوگی اور ایک دودھ دینے

والی گائے لوگوں کے ایک قبیلے کو کافی ہوگی اور دودھ دینے والی ایک بکری لوگوں کے ایک گھرانے کو کافی ہوگی۔ پس وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ان مسلمانوں کو ان کی بغلوں کے نیچے سے لگے گی۔ پس وہ ہر مومن اور مسلمان کی روح قبض کر لے گی۔ (اس کے بعد) صرف بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو اس زمین میں گدھوں کی طرح علانیہ لوگوں کے سامنے عورتوں سے جماع کریں گے۔ پس انہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ (مسلم)

قَوْلُهٗ: "خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ": اَیْ طَرِيْقًا بَيْنَهُمَا. وَقَوْلُهٗ: "عَاثَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ، وَالْعَيْثُ: اَشَدُّ الْفَسَادِ. "وَالذُّرٰى": بِضَمِّ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَهُوَ اَعَالِي الْاَسْنِمَةِ وَهُوَ جَمْعُ ذِرْوَةٍ بِضَمِّ الذَّالِ وَكَسْرِهَا "وَالْيَعَاسِيْبُ": ذُكُوْرُ النَّحْلِ. "وَجِزْلَتَيْنِ": اَیْ قِطْعَتَيْنِ، "وَالْغَرَضُ": اَلْهَدَفُ الَّذِیْ يُرْمٰى اِلَيْهِ بِالنَّشَّابِ، اَیْ: يَرْمِيْهِ رَمْيَةً كَرَمْيَةِ النَّشَّابِ اِلَى الْهَدَفِ. "وَالْمَهْرُوْدَةُ بِالدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْمُعْجَمَةِ، وَهِيَ: الثَّوْبُ الْمَصْبُوْغُ. قَوْلُهٗ: "لَا يَدَانِ": اَیْ لَا طَاقَةَ. "وَالنَّغَفُ": دُوْدٌ. "وَفَرْسٰى": جَمْعُ فَرِيْسٍ، وَهُوَ الْقَتِيْلُ. وَ"الزَّلَقَةُ": بِفَتْحِ الزَّايِ وَاللَّامِ وَبِالْقَافِ، وَرُوِيَ: الزُّلْفَةُ بِضَمِّ الزَّايِ وَاِسْكَانِ اللَّامِ وَبِالْفَاءِ وَهِيَ الْمِرْاٰةُ.

"خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ" شام اور عراق کے درمیان راستہ "عاث" عین اور ثاء کے ساتھ ہے اور اَلْعَيْثُ کے معنی ہیں بہت زیادہ فساد برپا کرنے والا۔ اَلذُّرا: سے مراد ہے کوہان، ذال معجمہ پر پیش کے ساتھ اور یہ ذِرْوَۃ کی جمع ہے ذال پر ضمہ اور کسرہ کے ساتھ، اور "اَلْيَعَاسِيْبُ" شہید کی نرمکھیوں کو کہتے ہیں۔ "جَزْلَتَيْنِ" بمعنے دو حصے یا دو ٹکڑے "اَلْغَرَضُ" اس سے مراد ہدف ہے اور ہدف اس چیز کو کہتے ہیں جس کی طرف تیروں کے ساتھ نشانہ کیا جاتا ہے یعنی اس طریقہ سے پھینکے گا جس طرح تیر نشانہ کی طرف پھینکا جاتا ہے۔ "اَلْمَهْرُوْدَةُ" دال مہملہ اور معجمہ کے ساتھ ہے اس کا معنی ہے رنگا ہوا کپڑا "لَا يَدَانِ" یعنی کسی قسم کی طاقت ان کو حاصل نہ ہوگی۔ "اَلنَّغَفُ" بمعنے کیڑا اور "فَرْسٰى" جمع ہے فریس کی مقتول کے معنی میں ہے۔ "اَلزَّلَقَةُ" زاء اور لام اور قاف کے زبر کے ساتھ ہے اور "الزلفة" بھی روایت کیا گیا ہے یعنی زاء کے پیش اور لام کے سکون اور

فاء کے ساتھ جو کہ آئینہ کے معنی میں آتا ہے۔

"وَالْعِصَابَةُ": اَلْجَمَاعَةُ. "وَالرِّسْلُ بِكَسْرِ الرَّاءِ: اَللَّبَنُ. "وَاللِّقْحَةُ": اَللَّبُوْنُ. "وَالْفِئَامُ بِكَسْرِ الْفَاءِ وَبَعْدَهَا هَمْزَةٌ مَمْدُوْدَةٌ: اَلْجَمَاعَةُ. "وَالْفَخِذُ مِنَ النَّاسِ: دُوْنَ الْقَبِيْلَةِ.

اَلْعِصَابَةُ: جماعت۔ اَلرِّسْلُ: راء کے نیچے زیر ہے اس کا معنی ہے دودھ۔ "اَللِّقْحَةُ": دودھ دینے والا۔ "اَلْفِئَامُ": فاء کے نیچے زیر ہے اس کے بعد ہمزہ ہے۔ بمعنی جماعت۔ اَلْفَخِذُ مِنَ النَّاسِ: لوگوں کا گروہ جو قبیلے سے کم ہو یعنی خاندان یا گھرانہ۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب ذکر الدجال و صفته و مامعه، جلد 8، ص 197، رقم 7560، المستدرک للحاکم، کتاب الفتن والملاحم، جلد 4، صفحه 537، رقم 8508، سنن ابو داؤد، باب خروج الدجال، جلد 4، صفحه 199، رقم 4323، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث النواس بن سمعان الکلابی، جلد 4، ص 181، رقم 17666، مشکوۃ المصابیح، باب العلامات بین یدی الساعة، جلد 3، ص 188، رقم 5475

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ فرمان عالی بالفرض ہے یعنی فرض کرلو کہ اگر وہ میری موجودگی میں آ گیا تو تم کو اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے وہ میرے ہی ہاتھوں فنا ہوجاوے گا، اس کی شعبدے بازیاں میرے مقابل ناکارہ ہوجائیں گی۔ اس فرمان عالی سے دو فائدے حاصل ہوئے: ایک یہ کہ اگرچہ اس مردود کا ظہور ابھی نہیں ہوگا مگر اس سے ڈرنا رکن ایمان ہے تم اس سے خوف کرو جیسے قیامت ابھی نہیں آئے گی مگر اس سے ڈرتے رہو۔ خوف قیامت خوف دجال درحقیقت خوف خدا کا ذریعہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ دجال اگرچہ مارا جاوے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں لیکن اگر میرے زمانہ میں آجاتا تو میرے ہاتھوں ہی فنا ہوجاتا بلکہ عیسیٰ علیہ السلام بھی حضور کے نائب ہونے کی حیثیت سے اسے قتل کریں گے۔

یعنی ہر شخص اپنی ذات کے لیے اس کا مقابلہ دلائل عقلیہ وشرعیہ سے کرے کہ دلائل سے سوچے کہ یہ خدا نہیں ہوسکتا۔ یہاں بھی حجیج بمعنی مقابل ہی ہے مگر یہ مقابلہ اسے قتل کرنے کا نہیں بلکہ اپنے ایمان بچانے کا ہے۔ (مرقات) گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دجال کو فنا کرنے کے لیے اس کے مقابل ہیں اور یہ ہر شخص اس سے بچنے کے لیے اس کا مقابل۔

یہاں خلیفہ بمعنی وکیل و محافظ ہے۔ اگر اس وقت ہم حیات ہوتے تو مسلمانوں کی حفاظت ہم کرتے، اب چونکہ ہم نہ ہوں گے تو میری طرف سے میرا رب میری امت کی حفاظت کرے۔ اس سے معلوم ہوا بفضلہ تعالیٰ مؤمن ہمیشہ منصور و محفوظ رہتا ہے۔

بالوں میں قدرے خم جسے جعد کہتے ہیں بہت اچھا ہے مگر بہت زیادہ خمی کہ بالوں کے کنڈل بن جاوے جسے قطط کہتے ہیں یہ بری ہے، دجال کے بال بہت ہی خم دار ہوں گے۔

عبدالعزیٰ زمانہ جاہلیت میں ایک مشرک بادشاہ گزرا ہے، اس کی بدصورتی عرب میں مشہور تھی بلکہ اس کے دیکھنے

والے لوگ اس وقت موجود تھے، حضور نے اس سے تشبیہ دی۔ چونکہ دجال کی صورت بہت ہی بری ہوگی کہ اس جیسا بدشکل دنیا میں کوئی نہ گزرا نہ اس وقت ہوگا اس لیے حضور انور نے جزم ویقین سے تشبیہ نہ دی بلکہ کانّی فرمایا یعنی اسے کچھ کچھ مشابہت عبدالعزیٰ سے ہوگی ورنہ وہ عبدالعزیٰ سے کہیں بدتر ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور نے اگلے پچھلے اپنی نگاہوں سے دیکھے ہیں کہ عبدالعزیٰ پہلے گزر چکا ہے اور دجال آئندہ ہوگا مگر دونوں حضور کے علم ونظر میں ہیں۔ (از مرقات)

یعنی اس زمانہ میں جو کوئی سورۂ کہف کی شروع آیات کذبا تک پڑھتا رہے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے۔ ان آیات میں یہ ذکر ہے کہ اصحاب کہف دقیانوس بادشاہ کے فتنے سے محفوظ رہے، ان کی حفاظت کی برکت سے اللہ انہیں دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھے گا۔ جواز کا لفظی ترجمہ ہے پاسپورٹ کہ وہ ذریعہ امان ہوتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ سورۂ کہف کی شروع کی دس آیات ہمیشہ پڑھنے والا دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا، بعض لوگ ہمیشہ، بعض لوگ ہر جمعہ کو پڑھتے ہیں تاکہ موجودہ دجالوں سے بچے رہیں۔

خلہ نقطہ خ سے ریگستان میں راستہ وسیع، حلہ ح بغیر نقطہ سے کوفہ و بغداد کے درمیان ایک شہر ہے۔ بعض روایات میں حلہ ہی ہے، وہاں کے لوگ اب بھی شریر ہیں۔ (مرقات)

اس میں نداا س زمانہ کے مسلمانوں سے ہے۔ (مرقات)

بعض روایات میں ہے کہ چالیس سال قیام کرے گا مگر وہ روایت ضعیف ہے، صحیح روایت چالیس دن کی ہے۔

حدیث بالکل ظاہر پر ہے۔ واقعی پہلا دن ایک سال کے برابر دراز ہوگا، اب بھی گرمیوں میں دن بجائے آٹھ گھنٹے کے چودہ گھنٹہ کا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ غم واندوہ کی وجہ سے وہ دن سال برابر معلوم ہوگا مگر یہ غلط ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔

اس طرح کہ اس دن سورج نکلتے ہی فجر کی نماز پڑھنا پھر آٹھ گھنٹہ بعد ظہر پڑھ لینا، پھر چار گھنٹہ کے بعد عصر پھر دو گھنٹہ بعد مغرب اور دو گھنٹہ بعد عشاء، پھر چھ گھنٹہ کے بعد فجر اس طرح پڑھے جانا شاید موجود گھڑیاں اس دن کے حساب کے لیے رب تعالیٰ نے پیدا فرمادی ہیں۔ معلوم ہوا کہ جن ملکوں میں بعض زمانہ میں عشاء کا وقت نہیں آتا وہاں عشاء کی نماز معاف نہ ہوگی بلکہ پڑھنا پڑھے گی اندازہ سے جیسے لندن میں سال میں چند دن ایسے آتے ہیں کہ نماز عشاء کا وقت نہیں آتا شفق غائب نہیں ہوتی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ حکم خاص اس دن کے لیے ہے خلاف قیاس ورنہ نماز کے اوقات سورج کی حرکت سے وابستہ ہیں اس سال بھر کے دن میں بھی پانچ نمازیں ہی چاہئیں مگر چونکہ حدیث میں یہ حکم آگیا تو اس دن کے لیے قیاس چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ اس دن میں رمضان کا روزہ، نماز جمعہ وعیدین نہ پڑھی جائیں گی اگرچہ دن سال بھر کا ہے اور سال میں یہ چیزیں ہوتی ہیں۔

اس تشبیہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ دجال اڑتا ہوا دنیا کی سیر کرے گا، ہوائی جہاز ایجاد ہو چکے ہیں جن سے تھوڑے عرصہ

میں دنیا کا چکر لگایا جاسکتا ہے یعنی جیسے بادل کے پیچھے جب ہوا ہو تو بہت تیز اڑتا ہے ایسے ہی وہ بہت تیز اڑے گا، آج آواز سے زیادہ رفتار والے ہوائی جہاز ایجاد ہو چکے ہیں۔

یہ رب تعالیٰ کی طرف سے خاص آزمائشیں ہوں گی کہ جو لوگ اسے خدا مان لیں گے ان پر بارش نہایت مناسب، پیداوار نہایت اعلیٰ، ان کے جانوروں کے دودھ، گھی میں بہت زیادتی ہو جاوے گی، ان کے اونٹ بہت موٹے تازہ اونچے ہو جاویں گے، دوسرے لوگ ان کی اس فراخی کو دیکھ کر دھوکہ کھا جائیں گے کہ واقعی وہ خدا ہی ہے۔ دیکھو اس نے اپنے ان بندوں کو کیسا آرام سے اور مالدار کر دیا وہ لوگ ان لوگوں کی مالداری وعیش کو دیکھ کر اسے خدا مان لیں گے۔

اس فرمان عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ دجال کسی کو کفر پر مجبور نہ کر سکے گا، یہ شعبدے دکھا کر مائل ہی کرے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بندے دلائل کے ذریعے اس کی شر سے محفوظ رہیں گے۔

محل بنا ہے محل سے بمعنی خشکی وقحط سالی یعنی ان پر نہ تو بارش ہوگی نہ ان کی زمین میں سبزہ رہے گا۔

یعنی ان کا اپنا پہلا مال بھی فنا ہو جاوے گا، جانور یا خشک ہو جاویں گے یا مر جاویں گے، گھروں میں تباہی آجاوے گی مگر یہ لوگ راضی بہ رضا رہیں گے۔

یعنی آبادیوں میں جا کر تو وہ آفت ڈھائے گا اور ویرانہ زمینوں میں پہنچ کر یہ فساد پھیلائے گا اس کے ساتھ اس کے ہالی موالی بہت رہیں گے، ویرانوں کے خزانوں کو اپنے ساتھ لے لے گا جنہیں ان کے ساتھ والے نکلتے دیکھیں گے اور دوسرے لوگوں کو یہ سب بتائیں گے۔ یعاسیب جمع ہے یعسوب کی بمعنی شہد کی مکھیوں کی سردار مکھی کہ جب وہ اڑاتی ہے تو اس کے ساتھ سارے چھتے کی مکھیاں اڑتی ہیں اس لیے سردار کو یعسوب کہا جاتا ہے۔ یعاسیب جمع فرما کر اشارۃً بتایا کہ بے شمار مکھیوں کی طرح اس کے ساتھ بے شمار خزانے چلیں گے، یہ خزانے یا تو بذات خود چلیں گے یا کسی سواری میں جیسے آج لاکھوں من سامان ریل، موٹر، بحری جہاز، ہوائی جہاز دوڑتے تیرتے اڑتے پھر رہے ہیں۔

یہ جوان آدمی یا تو اس کے متبعین میں سے ہوگا، لوگوں کو اپنی قوت دکھانے کے لیے یہ حرکت کرے گا یا ان میں سے ہوگا جو ان کی پیروی نہ کریں گے اسے سزا دینے کے لیے یہ حرکت کرے گا۔ تلوار سے اسے چیر دے گا جیسے آرے سے چیرا جاتا ہے اور دونوں ٹکڑے اتنے فاصلہ پر پھینکے گا جو تیر اور اس کے نشانہ کے درمیان ہوتا ہے یعنی بہت دور۔

یعنی اس کی ایک آواز پر یہ دونوں ٹکڑے حرکت کر کے آپس میں مل جاویں گے پھر پورا جسم بن کر اس میں جان پڑ جاوے گی اور وہ جوان دوڑتا ہوا آجاوے گا۔ ہم نے بعض جادوگروں کو دیکھا کہ آدمی کو چادر اوڑھا کر اس کا گلہ کاٹ دیتے ہیں اور پھر اسے اچھا خاصا کھڑا کر دیتے ہیں مگر یہ شعبدہ ہوتا ہے غالبًا وہ حقیقتًا یہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ جھوٹے مسیح کو سچے مسیح کے ذریعے ہلاک کرے گا اس لیے اس مردود کو حضرت مہدی قتل نہ کریں گے کہ اس

کام کے لیے حضرت مسیح منتخب ہو چکے ہیں۔مھرودتین تثنیہ ہے،مھرودۃ بمعنی غوطہ دیا ہوا یعنی آپ کے جسم شریف پر گیرو یا زعفران رنگے ہوئے دو کپڑے ہوں گے تہبند چادر۔

جمان گھنگرو کے دانہ یا موتی کی طرح گول قطرے جونہایت صاف شفاف وسفید ہوں،آپ خود نہایت حسین ہوں گے آپ کا یہ پسینہ نہایت پاکیزہ وخوشودار ہوگا۔

بعض شارحین نے فرمایا کہ نفس سے مراد سانس نہیں بلکہ دم کرنا ہے یعنی آپ جب دم کرنے کی نیت سے پھونک لگائیں گے تو آپ کا دم تاحد نظر پہنچے گا اور جس کافر کو لگے گا وہ مرے گا۔اللہ کی شان ہے کہ پہلے اسی دم سے مردے زندہ ہوتے تھے اور اب زندہ کافر مردہ ہوں گے۔یاجوج وماجوج کفار پر آپ کریں گے ہی نہیں کیونکہ ان کی موت اور طرح سے واقع کرنا ہے،بعض نے فرمایا کہ نفس سے مراد سانس ہی ہے۔

لد بیت المقدس کی قریب ایک بستی ہے،اس بستی کے دروازے میں گھستے ہوئے اسے پائیں گے کہ وہ وہاں داخل ہو رہا ہوگا اسے دروازہ پر ہی قتل کر دیں گے اندر داخل نہ ہونے دیں گے جیسے شداد اپنی جنت کے دروازے پر ہی قتل کر دیا گیا۔

یعنی ان مؤمنین کے چہرے جو گرد وغبار سے اٹے ہوں گے جیسا کہ عام غرباء فقراء کا حال ہوتا ہے،اسے خود حضرت مسیح اپنے ہاتھ شریف سے صاف کریں گے یا محبت وکرم سے ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے مگر پہلے معنی قوی ہیں جیسا کہ عن وجوھھم فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے۔آپ غبار صاف فرماتے جائیں گے اور انہیں جنت کی بلکہ وہاں کے درجات کی خبر دیتے جائیں گے۔

یعنی اے عیسیٰ دجال تو آیا اور ہلاک ہو گیا اب کچھ روز کے لیے ایک بڑی مخلوق یاجوج ماجوج اس زمین پر آرہے ہیں جن کی ہلاکت تمہارے ہاتھوں سے نہیں بلکہ تمہاری بددعا سے ہوگی اس لیے یہ زمین خالی کردو،طور پہاڑ ان کی شر سے محفوظ رہے گا ان مسلمانوں کو وہاں لے جاؤ۔یہ ان کو تنبیہ فرما کر بتایا گیا کہ کسی انسان میں دونوں ہاتھوں سے بھی ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔

یعنی جب یاجوج ماجوج کی دیوار ٹوٹے گی تو وہ ہر طرف سے دوڑتے ہوئے اس زمین پر آئیں گے ان کی کثرت سے زمین بھر جاوے گی۔

یعنی ان کی کثرت کا یہ حال ہوگا کہ دریا کا سارا پانی انکا اگلا حصہ ہی پی جاوے گا اور دریا خشک کر دے گا۔بحیرہ تصغیر ہے بحر کی،بحیرہ طبریہ شام کے علاقہ میں دس میل لمبا دریا ہے،طبریہ ایک بستی کا نام ہے اردن کے علاقہ میں وہاں یہ دریا ہے اس لیے اسے بحیرہ طبریہ کہتے ہیں۔

خمر کے معنی ہیں چھپنا ڈھانپنا،اسی سے ہے خمار دوپٹہ،چونکہ وہ پہاڑ بہت سرسبز ہے کہ اس کی پوری زمین سبزہ اور درختوں سے چھپی ہوئی ہے اس لیے اسے جبل خمر کہتے ہیں یعنی سبزہ سے ڈھکا ہوا پہاڑ۔(لمعات،مرقات)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان تو طور پہاڑ میں محفوظ ہو چکے ہوں گے مگر زمین میں کفار بہت ہوں گے یعنی دجال کو مان لینے والے وہ یاجوج ماجوج کے ہاتھوں مارے جائیں گے حتی کہ زمین میں ان میں سے کوئی نہ بچے گا اس لیے یہ یاجوج ماجوج کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم مار چکے آؤ آسمان والے فرشتوں کو بھی مار لیں تا کہ دنیا میں ہم ہی رہیں ہمارے سوا کوئی نہ رہے۔

ممکن ہے کہ یہ تیر چڑیوں کے لگیں ان کے خون میں بھیگ کر لوٹیں۔ اس میں اشارۃً یہ فرمایا کہ یاجوج ماجوج کا فساد صرف زمین میں نہ ہوگا بلکہ فضا میں بھی ہوگا۔

چونکہ اس زمانہ میں مسلمان صرف کوہ طور پر رہیں گے کہیں جا آنہ سکیں گے اس ہی لیے باہر سے مال کی درآمد برآمد بند ہوگی لہٰذا قحط بہت پڑ جاوے گا اور باوجودیکہ وہ علاقہ بہت سرسبز وشاداب ہے، پھر گرانی کا یہ حال ہوگا کہ جو قدر آج سو دینار کی ہے اس سے زیادہ قدر قیمت گائے کی ایک سری کی ہوگی، مسلمانوں پر یہ زمانہ بہت تنگی کا گزرے گا، جب گائے کی سری کی یہ قیمت ہوگی تو باقی گوشت کی قیمت اندازہ لگالو، سری بہت سستی ہوتی ہے۔

اس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم یاجوج ماجوج کی ہلاکت کی دعا کریں گے مؤمنین آمین کہیں گے۔ نبی اللہ فرما کر یہ بتایا گیا کہ اس وقت بھی عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوں گے نبوت کے منسوخ ہونے سے ان کے احکام بندوں پر جاری نہیں ہوتے مگر ان کا درجہ عنداللہ وہ ہی رہتا ہے۔ اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جناب خضر کے پاس گئے تو ان کی نبوت منسوخ نہ ہوئی تھی مگر وہاں آپ نبوت کی شان سے نہ گئے تھے نہ حضرت خضر پر توریت کے احکام جاری فرمائے تو جب دینِ مصطفوی میں عیسیٰ علیہ السلام آویں گے تو قرآنی احکام ہوتے ہوئے اپنی منسوخ شریعت کے احکام کیسے جاری کریں گے، مرزائیوں کو اس میں غور کرنا چاہیے۔

یعنی ایک آن کی آن میں سب ہلاک ہو جائیں گے انہیں مرتے ہوئے ایک ساعت بھی نہ لگے گی، یہ پتہ نہ لگا کہ یہ لوگ زمین میں کتنے دن رہیں گے۔

یعنی تمام روئے زمین ان مردودوں کی لاشوں اور بدبو سے بھرا ہوگا، مسلمان اس قید سے نکل تو آئیں گے مگر اس مصیبت سے زمین میں کاروبار تو کیا چل پھر بھی نہ سکیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور مسلمانوں کی آمین پر یہ پرندے رب تعالیٰ بھیجے گا جو تعداد میں بے شمار ہوں گے، جسامت میں بہت بڑے اور طاقتور کہ ایک پرندہ یاجوج کی لاش اٹھائے گا، کہاں سے آئیں گے اور کہاں غائب ہو جائیں گے یہ رب جانے۔ ٹڈی دل ہم نے آتے دیکھا ہے نہ معلوم کہاں سے آتا ہے اور پھر کہاں غائب ہو جاتا ہے، ان پرندوں کی شکل بختی اونٹوں کی گردنوں سے ملی ہوگی۔

یہ بھی رب تعالیٰ کی قدرت ہی ہوگی کہ اتنی زیادہ لاشیں جن سے روئے زمین بھری ہوگی نہ معلوم کہاں غائب کر دی

جائیں گی اس جگہ کا ذکر آگے آرہا ہے۔

نہبل بروزن منبر بمعنی بڑا پہاڑ۔ اور یہ ایک بستی کا نام بھی ہے جو بیت المقدس کے قریب ہے۔ غالبًا اس بستی کا یہ نام اس پہاڑ کے نام سے ہے جیسے ہمارے پنجاب میں سانگلہ ہل ایک شہر کا نام ہے اس کے ایک پہاڑ کے نام پر جہلم ایک شہر ہے دریا جہلم کے نام پر، اس چھوٹی سی جگہ میں اتنی لاشوں کا سما جانا بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی سے ہوگا۔

یعنی یاجوج ماجوج تو مر جائیں گے مگر اپنی تیر ترکش، کمانیں اتنی بڑی تعداد میں چھوڑ جائیں گے کہ سات سال تک مسلمان انہیں جلا کر اپنے سب کام چلائیں گے مفت کی لکڑی پائیں گے۔

اس فرمان کا تعلق یاجوج ماجوج کی ہلاکت سے ہے یعنی ان مردودوں کے ہلاک ہو جانے اور ان کی نعشیں پھینک دیئے جانے پر عالمگیر بارش آوے گی، یہ مطلب نہیں کہ سات تیر و کمان ترکش چلا چکنے کے بعد بارش آوے گی۔

زلقہ قاف سے بمعنی صاف آئینہ، زلفہ سے اس کے بہت معنی ہیں: دھلی زمین، صاف تشتری، سبز رنگ کا صاف گھڑا، سیب، صاف پتھر، صاف کردہ زمین، یہاں زلفہ ف سے بھی ہو سکتا ہے اور قاف سے بھی ہر معنی درست ہیں زا اور لام کے فتحہ سے۔

یعنی ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے دانوں سے ایک پوری جماعت شکم سیری ہو جاوے اور اس کا چھلکا پورے خیمہ کی طرح ہوگا۔ قحف کھوپڑی کے پیالہ کو کہتے ہیں، چونکہ انار کا چھلکا کھوپڑی کی طرح گول اور ڈھلوان ہوتا ہے اس لیے اسے قحف فرمایا گیا کوہ مری اور شملہ کی ایک ہری مرچ میں ڈیڑھ پاؤ قیمہ بھر جاتا ہے۔

لقحہ لام کے کسرہ قاف کے سکون سے نوزائیدہ مادہ جانور خواہ اونٹنی ہو یا گائے یا بکری۔ خیال رہے کہ نوزائیدہ کا دودھ کم ہوتا ہے، کچھ دن بعد جب خون ڈال دیتی ہیں تب دودھ بڑھتا ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ جب نوزائیدہ یعنی نئی نئی بیاہی ہوئی مادہ جانور کے دودھ میں ایسی برکت و کثرت ہوگی تو سمجھ لو کہ پرانی ہو کر اس کا دودھ کتنا ہوگا، ان احادیث میں تاویل کی ضرورت نہیں۔ ہم نے پہاڑ کے آلو دیکھے ہیں ایک آلو ڈیڑھ سیر بلکہ دو سیر کا، آزاد کشمیر کی مولی بہت موٹی بہت لمبی کہ ایک آدمی ایک مولی اٹھا سکتا ہے، رب تعالیٰ کی قدرت ہمارے خیال سے ورا ہے۔ ہم نے دوسرے حج کے موقعہ پر طائف کے انار دیکھے چھوٹے تربوز کے برابر جن کے دانے چھوٹے آلو کے برابر ایک انار کے شربت سے بوتل بھر جاتی تھی اور جدہ کے تربوز اس زمانہ میں اتنے بڑے دیکھے کہ سبحان اللہ! لہٰذا یہ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

یہاں مسلم و مؤمن ہم معنی ہیں، مسلم مؤمن کی تفسیر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بہت عرصہ بعد ہوگا جب کہ دنیا میں پھر کافر پھیل چکے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دنیا میں کوئی کافر نہ رہے گا سب مسلمان ہو چکے ہوں گے یا قتل۔ کبھی مسلم و مؤمن میں فرق کیا جاتا ہے کہ ظاہری اطاعت کرنے والا مسلم اور دل

سے عقائد اسلامیہ کو ماننے والا مؤمن۔ یہ ہوا ایک غیبی ہوا ہوگی جو ہر مسلمان کی جان نہایت آسانی سے نکال لے گی۔

ھرج بمعنی قتل بھی آتا ہے اور بمعنی زنا بھی یہاں بمعنی زنا ہے۔ ہرج کے لغوی معنی خلط ملط ہونا ہے خواہ قتل کے لیے خواہ زنا کے لیے عورت و مرد کا اختلاط یہاں دوسرے معنی میں ہے۔ بعض شارحین نے بمعنی قتل فرمایا ہے مگر پھر گدھوں سے تشبیہ درست نہیں ہوگی، گدھا جفتی کے وقت رینگتا ہے جس سے دور تک خبر ہو جاتی ہے اس لیے یہاں گدھے سے تشبیہ دی نہ کہ دوسرے جانور سے اگرچہ چیل بھی اس وقت چیختی ہے مگر گدھے سے کم اس کی آواز آتی ہے لہذا گدھے سے تشبیہ نہایت ہی موزوں ہے۔

یعنی اتنی عبارت ترمذی شریف میں ہے مسلم میں نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۹)

(1815) وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ إِلَى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ -. فَقَالَ لَهُ أَبُو مَسْعُودٍ: حَدِّثْنِي مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الدَّجَّالِ، قَالَ: "إِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ وَإِنَّ مَعَهُ مَاءً وَنَارًا، فَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحْرِقُ، وَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا، فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ. فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ، فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَاهُ نَارًا، فَإِنَّهُ مَاءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ. فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ: وَأَنَا قَدْ سَمِعْتُهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ میں حضرت ابو مسعود انصاری ﷺ کے ساتھ حضرت حذیفہ بن یمان ﷺ کے گھر گیا تو حضرت ابو مسعود نے کہا: ہمیں وہ حدیث سنائیے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے دجال کے بارے میں سنی ہے تو انہوں نے کہا کہ دجّال خروج کرے گا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی لیکن جس کو لوگ پانی دیکھیں گے وہ جلانے والی آگ ہوگی اور جو لوگوں کو آگ نظر آئے گی وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگا اس لئے تم میں سے جس کو وہ زمانہ مل جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ جسے آگ سمجھے اس میں کود جائے کیونکہ وہ میٹھا اور عمدہ پانی ہوگا۔ حضرت ابو مسعود ﷺ نے فرمایا: میں نے بھی یہ حدیث مبارکہ سنی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ذکر الدجال، جلد 9، صفحه 60، رقم 7130، صحیح مسلم، باب ذکر الدجال و صفته و مامعه، جلد 6، صفحه 196، رقم 7555، جامع الاصول لابن اثیر، الباب الاول فی القیامة و علاماتها، الفصل الثانی، جلد 10، صفحه 350، رقم 7842، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفه بن الیمان رضی الله عنه، جلد 5، ص 399، رقم 23431

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پانی سے مراد صرف پانی نہیں جو نعمتیں پانی سے پیدا ہوتی ہیں وہ سب مراد ہیں لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ اس کے ساتھ باغ اور آگ ہوں گے۔ (مرقات)

یا تو یہ باغ وآگ محض شعبدہ ہوں گے جیسے جادوگر شعبدے باز مٹی کو روپیہ بنا کر دکھا دیتے ہیں یا حقیقتاً یہ ہی ہوں گے، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔ایک ہی چیز کا ایک کے لیے باغ دوسرے کے لیے آگ ہونا ممکن بلکہ واقع ہے۔ایک قبر میں دو شخص دفن ہو جاویں ایک مؤمن دوسرا کافر تو یہ ایک قبر مؤمن کے لیے جنت کا باغ ہے کافر کے لیے دوزخ کی بھٹی، ایک بستر پر دو آدمی سو رہے ہیں ایک شخص اچھی خواب دیکھ کر مزے لے رہا ہے دوسرا شخص اس بستر پر بری خواب دیکھ کر گھبرا رہا ہے۔یہ باغ وآگ اس کے ساتھ ایسے چلیں گے جیسے آج ریل کے انجن میں پانی کا حوض اور آگ دوڑتے پھرتے ہیں آج ریل بحری جہاز، ہوائی جہاز کی سیر کرو معلوم ہوگا کہ آرام دہ مکانات کھیلنے کے میدان پاخانہ غسل خانہ باورچی خانہ دوڑتے پھر رہے ہیں بلکہ ہوا میں اڑ رہے ہیں۔

یعنی دجال کی ایک آنکھ تو ہوگی ہی نہیں وہ حصہ سر کے پیچھے کی طرح صاف ہوگا، دوسری آنکھ کانی ہوگی ابھرے ہوئے انگور کی طرح یا اس کی ایک آنکھ کبھی صاف سپاٹ ہوگی، کبھی ابھرا ہوا انگور یا کسی کو وہ آنکھ سپاٹ نظر آوے گی، کسی کو ابھرا انگور لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں جن میں اس کی آنکھ کو ابھرا ہوا انگور فرمایا گیا ہے۔(مرقات شرح مشکوۃ)

یعنی اس تحریر کو مؤمن تو بے پڑھا بھی پڑھ لے گا سمجھ لے گا اور کافر پڑھا لکھا بھی نہ سمجھ سکے گا یہ بھی قدرت خداوندی ہوگی۔(مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۷)

(1816) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِيْ أُمَّتِيْ فَيَمْكُثُ أَرْبَعِيْنَ، لَا أَدْرِيْ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِيْنَ شَهْرًا، أَوْ أَرْبَعِيْنَ عَامًا. فَيَبْعَثُ اللّٰهُ تَعَالٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِيْنَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، رِيْحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ أَوْ إِيْمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ، حَتّٰى لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِيْ كَبِدِ جَبَلٍ، لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهُ، فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِيْ خِفَّةِ الطَّيْرِ، وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ، لَا يَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا، وَلَا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں دجال خروج کرے گا اور وہ چالیس تک ٹھہرے گا۔اب مجھے یہ معلوم نہیں کہ آپ حضور نے چالیس دن فرمایا تھا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کر کے اس کو ماریں گے۔اس سات سالہ مدت میں دو آدمیوں کے درمیان بھی کسی قسم کی عداوت نہ ہوگی۔پھر اس کے بعد شام کی طرف سے اللہ تعالیٰ ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جس کی وجہ سے روئے زمین پر کوئی آدمی ایسا باقی نہ رہے گا جس کے دل میں ذرہ برابر نیکی یا ذرہ برابر ایمان ہوگا مگر یہ کہ ایسے ہر ایک شخص کی روح قبض ہو جائیگی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی پہاڑ کی کھوہ میں بھی جا کر رہے گا تب

يُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا، فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ، فَيَقُوْلُ: اَلَا تَسْتَجِيْبُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَيَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ، وَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ، حَسَنٌ عَيْشُهُمْ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ، فَلَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا اَصْغٰى لِيتًا وَّرَفَعَ لِيتًا، وَاَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُهٗ رَجُلٌ يَّلُوْطُ حَوْضَ اِبِلِهٖ فَيُصْعَقُ وَيُصْعَقُ النَّاسُ حولهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ -اَو قالَ: يُنْزِلُ اللّٰهُ - مَطَرًا كَاَنَّهُ الطَّلُّ اَوِ الظِّلُّ، فَتَنْبُتُ مِنْهُ اَجْسَادُ النَّاسِ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ، ثُمَّ يُقَالُ: يٰاَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ، وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ، ثُمَّ يُقَالُ: اَخْرِجُوْا بَعْثَ النَّارِ فَيُقَالُ: مِنْ كَمْ؟ فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَمِائَةٍ وَّتِسْعَةً وتِسْعِيْنَ؛ فَذٰلِكَ يَوْمٌ يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا، وَذٰلِكَ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ."اَللِّيْتُ": صَفْحَةُ الْعُنُقِ. وَمَعْنَاهُ يَضَعُ صَفْحَةَ عُنُقِهٖ وَيَرْفَعُ صَفْحَتَهُ الْاُخْرٰى.

بھی وہ ہوا وہاں جا کر اس کی روح کو قبض کر لے گی۔ پھر اس کے بعد شریر لوگ ہی باقی رہ جائیں گے جو شہوت رانی میں پرندوں کی طرح اور ظلم انگیزی میں درندوں کی طرح ہوں گے۔ نہ کسی بھلائی کو پہچانیں گے اور نہ ہی کسی برائی سے رکیں گے۔ پس شیطان ان کے پاس شیطانی شکل میں آئے گا اور کہے گا کیا تم میری بات نہیں مانتے؟ وہ کہیں گے تم ہمیں کیا حکم دیتے ہو؟ پس وہ انہیں بتوں کی پوجا کرنے کا حکم دے گا اور وہ اپنے رزق سے فائدہ حاصل کرتے ہوں گے اور ان کی زندگی بڑے آرام سے گزر رہی ہوگی۔ پھر صور پھونکا جائے گا۔ پس جو آدمی بھی اسے سنے گا وہ اپنی گردن کو جھکا لے گا اور پھر اسے اٹھائے گا۔ سب سے پہلا شخص جو اس آواز کو سنے گا وہ وہ ہوگا جو اپنے اونٹوں کے حوض کو لیپ رہا ہوگا۔ وہ اس سے بیہوش ہو کر گر پڑے گا اور ارد گرد والے دوسرے لوگ بھی۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا یا فرمایا کہ نازل فرمائے گا' جو پھوار جیسی ہوگی جس سے انسانی جسم اگیں گے۔ پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو اس وقت لوگ کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔ پھر کہا جائے گا۔ اے لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ (فرشتوں کو کہا جائے گا) ان کو کھڑا کرو پھر کہا جائے گا اے لوگو! اپنے ربّ کی طرف آؤ' انہیں کھڑا کیا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا۔ پھر کہا جائے گا ان میں سے جہنمیوں کا گروہ نکال لو۔ پس فرشتوں کی طرف سے عرض کیا جائے گا کتنے؟ تو حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے (۹۹۹)۔ پس یہی دن ہوگا۔ (جو غم کی وجہ سے) بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور یہی دن ہوگا

جب پنڈلی کھولی جائے گی۔ (مسلم) اللیت: یعنی گردن کا کنارہ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گردن کا ایک کنارہ رکھے گا اور اس کے دوسرے کنارے کو اونچا کرے گا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب خروج الدجال و مکثه فی الارض و نزول عیسی، جلد 8، ص 201، رقم 7568، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الحادی عشر فی احادیث جامعة الاشراط معددة، جلد 10، ص 417، رقم 7938، جامع الاحادیث للسیوطی، یاء النداء مع الیاء، جلد 24، صفحه 71، رقم 26652، کنز العمال، حرف القاف، جلد 24، صفحه 62، رقم الحدیث 38745

شرح حدیث: حکیمُ الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ شک ان راوی کو ہے کہ حضور انور نے کیا فرمایا کہ چالیس دن فرمائے یا چالیس ماہ یا سال ورنہ حضور انور نے چالیس دن فرمایا ایک دن ایک سال کی برابر وغیرہ۔

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عروہ ابن مسعود کے ہم شکل ہوں گے، عروہ ابن مسعود سیدنا عبداللہ ابن مسعود کے بھائی ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ عروہ ابن مسعود ثقفی ہیں جو صلح حدیبیہ کے دن کفار کی طرف سے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، پھر ۹ ھ میں غزوہ طائف کے بعد یہ اسلام لائے پھر اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دی جس پر قوم نے انہیں قتل کر دیا، یہ عبداللہ ابن مسعود کے بھائی نہیں کہ وہ تو عبداللہ ابن مسعود ابن غافل ہذلی ہیں یہ ہی صحیح ہے۔ (مرقات)

اس کی تحقیق پہلے کی جاچکی ہے کہ بعض روایات میں ہے چالیس سال، بعض میں ہے سات، سال والی روایات میں آپ کا پہلا قیام جو ۳۳ سال تھا اور سات سال یہ قیام بعد نزول والا ملا کر مراد ہے اور بھی زیادہ کی روایات ہیں۔

یعنی ان سات سال میں تمام دنیا میں اسلام ہی ہوگا سب مسلمان متقی ہوں گے، سب کے سینے کینہ سے پاک وصاف ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ کے پردہ فرمانے کے بعد کچھ عرصہ تو یہ ہی خیر و برکت رہے گی، پھر انسان کافر بھی ہونے لگیں گے حتی کہ کچھ عرصہ بعد دنیا میں کفار بھی بہت ہو جائیں گے لہذا حدیث شریف واضح ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کہ جب سارے انسان مسلمان ہو چکے تھے تو اس کے ہوا چلنے پر کافر کہاں سے آئے جو زندہ رہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس ہوا سے کوئی مسلمان کسی طرح بچے گا نہیں جہاں بھی ہوگا وفات پا جائے گا۔ یہ موت اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہوگی کہ بدترین لوگوں میں مسلمان نہ رہیں گے ہم کو اس دعا کی تعلیم دی گئی ہے وتوفنا مع الابرار۔

یعنی وہ لوگ بالکل بے عقل ہوں گے اور سخت خونخوار۔ چڑیا ہر کام میں جلدی کرتی ہے ایسے ہی وہ ہر برائی بغیر سوچے سمجھے جلدی کریں گے گویا گناہ پر اڑ کر پہنچیں گے اور بے رحمی، غصہ وحشت، بربریت طیش میں خونخوار درندوں کی طرح ہوں گے، بغیر سوچے سمجھے ایک دوسرے کو بات بات پر قتل وغارت کریں گے۔

بلکہ برعکس اچھائیوں کو برا سمجھیں گے اور برائیوں کو اچھا سمجھیں گے، عقل وعلم سے خالی ہوں گے اور ساتھ ہی بڑے

مالدار ہوں گے، جب مال ہو مگر عقل، دین، علم نہ ہو تو مال زہر ہے، مال سانپ ہے جس کا تریاق دین ہے۔

شیطان کا انسان کے دل میں وسوسے ڈالنا اس کا ادنی فریب ہے مگر شکل انسانی میں آکر بہکانا اس کا بڑا ہی سخت فریب ہے جس سے بچنا مشکل ہے اس لیے قرآن مجید میں انسان شیطان کو جن شیطان سے سخت تر فرمایا کہ شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ۔ (مرقات) وہ کہے گا کہ تم خدارسی کا ذریعہ کیوں اختیار نہیں کرتے اللہ کی راہ سے کیوں بہکے ہوئے ہو۔

یعنی تم لوگ بت پرستی کرو خدارسی کے لیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اولاً کسی چیز کی عبادت نہ کرتے ہوں گے نہ خدا تعالیٰ کی نہ بتوں کی، جانوروں کی طرح یوں ہی زندگی گزارتے ہوں گے شیطان انہیں برے راستہ پر لگادے گا۔

یعنی ان پر بڑا عذاب یہ ہوگا کہ اس بے علمی بے عقلی بے دینی کے ساتھ ان کے پاس مال و دولت رزق بہت ہی وسیع ہوگا کہ اس سے ان پر گناہوں کے دروازے کھل جائیں گے۔

لیت لام کے کسرہ سے گردن کی ایک طرف ایک حصہ کو کہتے ہیں یعنی وہ گھبراہٹ میں کبھی گردن کی داہنی کروٹ اونچی کرے گا بائیں نیچی کبھی اس کے برعکس۔ اس کی یہ حرکت انتہائی گھبراہٹ میں ہوگی کہ کبھی وہ صور کی آواز داہنے کان سے سنے گا کبھی بائیں سے۔

صور کی آواز لازمًا نہایت ہلکی اور باریک ہوگی جسے سوا اس شخص کے کوئی نہ سنے گا پھر آہستہ آہستہ تیز ہوتی جائے گی۔

پہلے بے ہوش ہوں گے پھر فنا، یا بے ہوشی سے مراد ہلاکت ہے، اشعۃ اللمعات نے یہ ہی معنی کیے۔

یہ واقعہ پہلے نفخہ سے چالیس سال بعد ہوگا اس دوران میں ان مردوں کے جسم گل چکے ہوں گے، اس بارش سے لوگوں کے جسم ایسے اگیں گے جیسے کھیت میں سبزہ اگتا ہے۔

اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ جسموں کی بالیدگی تو اس ہلکی بارش سے ہوگی اور سب کا زندہ ہونا صور کی آواز سے ہوگا۔

پہلا خطاب زندہ ہونے والے لوگوں سے تھا کہ اے زندہ ہونے والو یہاں سے میدان حشر کی طرف یعنی شام کی زمین کی طرف چلو، جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں گے تب فرشتوں سے کہا جائے گا کہ انہیں یہاں کھڑا کردو یہاں ہی ان کا حساب ہوگا۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ فرشتوں کی نگرانی میں محشر تک جائیں گے اور انہیں فرشتے وہاں کھڑا کریں گے۔

یہ سوال جواب رب تعالیٰ اور ان فرشتوں کے درمیان ہوگا یعنی اے فرشتو تمام لوگوں میں سے آگ کے مستحقین کو الگ کردو تب وہ یہ سوال کریں گے کہ آگ کا حصہ کتنا ہے، فرمایا جائے گا ہزار میں سے نوسو ننانوے۔ اس فرمان عالی کی دو شرحیں ہیں: ایک یہ کہ نوسو ننانوے میں کفار گنہگار جو بھی دوزخ کے لائق ہیں سب ہوں گے، پھر سارے گنہگار حضور کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے، بعض تو یہاں ہی اور بعض دوزخ میں سزا پاکر صرف کفار وہاں رہیں گے۔ دوسری شرح یہ ہے کہ محشر کی اس جماعت میں یاجوج ماجوج بھی ہوں گے ان کی تعداد کا یہ حال ہے کہ یہاں بیرونی زمین کے انسان ان

کے مقابلے میں فی ہزار ایک ہیں۔ (اشعۃ اللمعات) بہر حال یہ خطاب بہت ہی ہولناک ہوگا۔

یعنی اس دن کی وحشت و دہشت کا یہ حال ہوگا کہ اگر اس دن بچے ہوتے تو بڈھے ہوجاتے غم و اندوہ کی وجہ سے۔ پنڈلی کھلنے سے مراد ہے سخت پریشان ہونا یعنی لوگوں کو اس وقت انتہائی پریشانی ہوگی۔ مرقات نے فرمایا کہ جب حاملہ اونٹنی کے پیٹ میں بچہ مرجاتا ہے تو آدمی ہاتھ ڈال کر اسے نکالتا ہے، پہلے اس بچہ کی پنڈلی نمودار ہوتی ہے، یہ اونٹنی پر سخت تر وقت ہوتا ہے، پھر محاورہ میں ہر مشکل میں پھنسنے کو پنڈلی کھل جانے سے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں جو ارشاد ہوا یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ وہاں پنڈلی کھولے جانے سے مراد بعض کے نزدیک یہ ہے کہ رب تعالیٰ اپنی ساق قدرت کھولے گا، لوگوں کو حکم دے گا کہ ہماری ساق کو سجدہ کرو۔

وہ حدیث مصابیح میں اسی جگہ تھی ہم نے وہاں بیان کی وہاں کے زیادہ مناسب ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۶۳)

(1817) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ اِلاَّ سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ اِلاَّ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ؛ وَلَيْسَ نَقْبٌ مِّنْ اَنْقَابِهِمَا اِلاَّ عَلَيْهِ الْمَلاَئِكَةُ صَافِّيْنَ تَحْرُسُهُمَا، فَيَنْزِلُ بِالسَّبَخَةِ، فَتَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ ثَلاَثَ رَجَفَاتٍ، يُخْرِجُ اللّٰهُ مِنْهَا كُلَّ كَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ ہر شہر میں داخل ہوگا اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ہر راستے اور پہاڑی پر فرشتے صفیں باندھے ان دونوں کی حفاظت کرنے پر مقرر ہوں گے۔ پس دجال مقام سبخہ میں اترے گا اور مدینہ منورہ میں زلزلے کے تین جھٹکے آئیں گے اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہر کافر منافق کو مدینہ منورہ سے باہر نکال دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب قصة الجساسة، جلد 8، صفحه 206، رقم 7577۔ اتحاف الخيرة المهرة، كتاب الفتن، جلد 8، صفحه 129، رقم 7647۔ سنن ابن ماجه، باب فتنه الدجال و خروج عیسیٰ بن مریم، جلد 2، صفحه 1359، رقم 4077۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی الله عنه، جلد 3، ص 191، رقم 13009۔ مسند البزار، مسند انس بن مالک رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 284، رقم 6414

شرح حدیث: دجّال کس کو کہتے ہیں؟

دجّال مسیح کذاب کا نام ہے۔ اس کی ایک آنکھ ہوگی وہ کانا ہوگا اور اس کی پیشانی پر ک اف ر (یعنی کافر) لکھا ہوگا۔ ہر مسلمان اس کو پڑھے گا، کافر کو نظر نہ آئے گا۔ وہ چالیس دن میں تمام زمین میں پھرے گا مگر مکّہ شریف اور مدینہ شریف میں داخل نہ ہوسکے گا۔ ان چالیس دن میں پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا، دوسرا ایک مہینہ کے برابر، تیسرا ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن معمول کے دنوں کے برابر ہوں گے۔ دجّال خدائی کا دعویٰ کریگا اور اسکے ساتھ ایک باغ اور ایک آگ ہوگی، جس کا نام وہ جنّت و دوزخ رکھے گا۔ جو اس پر ایمان لائے گا اس کو وہ اپنی جنت میں ڈالے گا، جو حقیقت میں آگ ہوگی اور

جو اس کا انکار کریگا اس کو اپنی جہنم میں داخل کریگا جو واقع میں آسائش کی جگہ ہوگی۔ بہت سے عجائب دکھائے گا۔ زمین سے سبزہ اُگائے گا۔ آسمان سے مینہ (بارش) برسائے گا۔ مُردے زندہ کریگا۔ ایک مومن صالح اس طرف متوجہ ہوں گے اور ان سے دجال کے سپاہی کہیں گے کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتے؟ وہ کہیں گے۔ میرے رب کے دلائل چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر وہ ان کو پکڑ کر دجال کے پاس لے جائیں گے۔ یہ دجال کو دیکھ کر فرمائیں گے اے لوگو یہ وہی دجال ہے جس کا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے۔ دجال کے حکم سے ان کو زدوکوب کیا جائے گا۔ پھر دجال کہے گا کیا تم میرے اوپر ایمان نہیں لاتے؟ وہ فرمائیں گے تو مسیح کذّاب ہے۔ دجال کے حکم سے ان کا جسم مبارک سر سے پاؤں تک چیر کے دو حصے کر دیا جائے گا اور ان دونوں حصوں کے درمیان دجال چلے گا۔ پھر کہے گا اٹھ! تو وہ تندرست ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ تب دجال ان سے کہے گا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ فرمائیں گے میری بصیرت اور زیادہ ہوگئی۔ اے لوگو! یہ دجّال اب میرے بعد کسی کے ساتھ پھر ایسا نہیں کرسکتا۔ پھر دجال انہیں پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا اور اس پر قادر نہ ہوسکے گا۔ پھر ان کے دست و پا سے پکڑ کر اپنی جہنم میں ڈالے گا۔ لوگ گمان کریں گے کہ ان کو آگ میں ڈالا۔ مگر درحقیقت وہ آسائش کی جگہ ہوں گے۔ (کتاب العقائد ص ۲۹)

(1818) وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُودِ أَصْبَهَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اصبہان کے ستر ہزار یہودی دجال کی پیروی کریں گے اور انہوں نے جسموں پر سبز چادریں اوڑھ رکھی ہوں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی بقیة من احادیث الدجال، جلد 8، ص 206، رقم 7577، صحیح ابن حبان، باب اخبارہ ﷺ، جلد 15، صفحہ 209، رقم 6798، مسند البزار، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 284، رقم 6416، مصنف عبدالرزاق، باب الدجال، جلد 11، صفحہ 393، رقم 20825، مشکوۃ المصابیح، باب العلامات بین یدی الساعة، جلد 3، ص 189، رقم 5478

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں یہود شہر اصفہان میں کثرت سے ہوں گے۔ اصفہان ایران کا مشہور شہر ہے میں نے وہاں کی سیر کی ہے یہاں ہی دجال کا زور زیادہ ہوگا اور دجال کے پہلے مددگار و معاون یہود ہوں گے، بعض نے کہا کہ دجال خود یہود میں سے ہوگا۔

طیالسہ جمع ہے طیلسان کی جو معرب ہے تالسان کا۔ تالسان وہ خاص رومال ہے جس سے سر اور کندھا ڈھکا جاتا ہے یا کوئی اور خاص لباس۔ طیلسان پہننے سے ممانعت بھی آتی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا پہننا بھی ثابت ہے، جب تک یہ یہود کا نشان خاص رہا ممنوع رہا، جب اس کا رواج عام ہوگیا تب حضور نے پہنا تمام لباسوں کا یہ ہی حال

کہ جو کفار کی علامت ہوں ان سے بچے اور جب علامت نہ رہیں مشترک بن جاویں تو جائز ہیں۔ (مرقات)

(مراٰۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۲۲)

(1819) وَعَنْ أُمِّ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "لَيَنْفِرَنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ فِي الْجِبَالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت اُمّ شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ دجال سے بھاگ کر پہاڑوں میں چلے جائیں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی بقیة من احادیث الدجال، جلد 8، ص 207، رقم 7580۔ مسند امام احمد، حدیث ام شریک رضی الله عنها، جلد 6، ص 462، رقم 27661۔ المعجم الکبیر الطبرانی، حدیث ام شریک القرشیة العامریة، جلد 15، ص 96، رقم 21366۔ سنن ترمذی، باب مناقب فضل العرب، جلد 5، صفحه 724، رقم 3930۔ معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه غزیلة بنت جابر بن حکیم الدوسیة، جلد 23، رقم 391، رقم 7138

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ام شریک دو ہیں: ایک ام شریک انصاریہ صحابیہ، دوسری ام شریک قرشیہ عامریہ، یہاں ام شریک قرشیہ مراد ہیں اور جن ام شریک کے پاس فاطمہ بنت قیس کو عدت گزارنے کا حکم دیا گیا تھا وہ ام شریک انصاریہ تھیں۔ (اشعہ) یعنی احتیاطًا مسلمان اپنا دین بچانے کے لیے بستیوں بلکہ جنگلوں میں نہ ٹھہریں گے کیونکہ اس زمانہ میں کوئی جگہ اس کے شر سے محفوظ نہ ہوگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی تعریف فرماتے ہوئے یہ فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ فتنہ کے زمانہ میں بستیاں چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جانا اچھا ہے کہ اس میں دین کی بڑی حفاظت ہے۔

جناب ام شریک نے پوچھا کہ عرب تو بڑے بہادر ہیں یہ لوگ دجال پر جہاد کیوں نہ کریں گے، فرمایا کہ اس وقت عرب اتنے تھوڑے ہوں گے کہ جہاد کرنے پر قادر نہ ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ جہاد کے لیے قدرت شرط ہے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۲۱)

(1820) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قیامت کے قائم ہونے تک دجال کے فتنے سے زیادہ خطرناک کوئی چیز نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی بقیة من احادیث الدجال، جلد 8، صفحه 207، رقم 7582۔ مسند أبی یعلی، مسند احمد، جلد 3، صفحه 125، رقم 1555۔ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث هشام بن عامر الانصاری، جلد 4، صفحه 19، رقم 16298۔ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الدجال، جلد 10، صفحه 355، رقم 7847۔ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه هشام بن عامر الانصاری، جلد 22، صفحه 173، رقم 18302

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی انسان کی ابتداء پیدائش سے لے کر قیامت تک دجال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں یہ ہی انسان کے لیے بڑی آفت ہے، اس سے بہت لوگ گمراہ ہوں گے، لوگ دجال کے کرشمے دیکھ کر اسے خدا مان لیں گے اس لیے نوح علیہ السلام سے لے کر آخر تک ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال کے فتنہ سے آگاہ کیا۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۳)

(1821) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَتَوَجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَيَتَلَقَّاهُ الْمَسَالِحُ: مَسَالِحُ الدَّجَّالِ. فَيَقُوْلُوْنَ لَهُ: اِلٰى اَيْنَ تَعْمِدُ فَيَقُوْلُ: اَعْمِدُ اِلٰى هٰذَا الَّذِيْ خَرَجَ. فَيَقُوْلُوْنَ لَهُ: اَوَمَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا؟ فَيَقُوْلُ: مَا بِرَبِّنَا خَفَاءٌ! فَيَقُوْلُوْنَ: اقْتُلُوْهُ. فَيَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: اَلَيْسَ قَدْ نَهَاكُمْ رَبُّكُمْ اَنْ تَقْتُلُوْا اَحَدًا دُوْنَهُ، فَيَنْطَلِقُوْنَ بِهٖ اِلَى الدَّجَّالِ، فَاِذَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ: يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّ هٰذَا الدَّجَّالُ الَّذِيْ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؛ فَيَاْمُرُ الدَّجَّالُ بِهٖ فَيُشَبَّحُ ؛ فَيَقُوْلُ: خُذُوْهُ وَشُجُّوْهُ. فَيُوْسَعُ ظَهْرُهٗ وَبَطْنُهٗ ضَرْبًا، فَيَقُوْلُ: اَوَمَا تُؤْمِنُ بِيْ؟ فَيَقُوْلُ: اَنْتَ الْمَسِيْحُ الْكَذَّابُ! فَيُؤْمَرُ بِهٖ، فَيُؤْشَرُ بِالْمِنْشَارِ مِنْ مَّفْرِقِهٖ حَتّٰى يُفَرِّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ. ثُمَّ يَمْشِي الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهُ: قُمْ فَيَسْتَوِيْ قَائِمًا. ثُمَّ يَقُوْلُ لَهُ: اَتُؤْمِنُ بِيْ؟ فَيَقُوْلُ: مَا ازْدَدْتُّ فِيْكَ اِلَّا بَصِيْرَةً. ثُمَّ يَقُوْلُ: يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا يَفْعَلُ بَعْدِيْ بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ ؛ فَيَاْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهٗ، فَيَجْعَلُ اللهُ مَا بَيْنَ رَقَبَتِهٖ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ نُحَاسًا، فَلَا يَسْتَطِيْعُ اِلَيْهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال نکلے گا تو مومنوں میں سے ایک آدمی اس کی طرف جائیگا۔ پس راستے میں دجال کے پہرے دار اور جاسوس اسے ملیں گے۔ وہ اس مومن سے پوچھیں گے کہ تم کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ تو وہ کہے گا میرا اس شخص کے پاس جانے کا ارادہ ہے جو ظاہر ہوا ہے، وہ اس سے کہیں گے کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں رکھتے ہو؟ تو وہ مومن جواب دے گا ہمارے رب سے تو کوئی پوشیدہ نہیں، پس وہ کہیں گے کہ اس کو (مومن) کو قتل کر دو۔ پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہیں گے کیا تمہارے رب نے تمہیں اس بات سے منع نہیں کیا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو بھی قتل نہ کرنا۔ پس وہ مومن کو دجال کے پاس لے جائیں گے۔ جب وہ مومن دجال کو دیکھے گا تو کہے گا۔ اے لوگو! یہی وہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تو دجال حکم دے گا کہ اس کو پیٹ کے بل لٹایا جائے اور کہے گا اسے پکڑو اور اس کے سر اور چہرے کو مارا جائے۔ پس مارنے سے اس مومن کی پشت اور پیٹ کو کشادہ کر دیا جائے گا۔ پھر دجال پوچھے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ وہ کہے گا تو مسیح کذاب ہے۔ پھر دجال اس کے بارے میں حکم دے گا کہ آرے سے اس کے سر کے درمیان سے اس کو چیر دیا

سَبِيْلاً، فَيَأْخُذُهُ بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهٖ، فَيَحْسَبُ النَّاسُ اَنَّهٗ قَذَفَهٗ اِلَى النَّارِ، وَاِنَّمَا اُلْقِيَ فِي الْجَنَّةِ". فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: "هٰذَا اَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهٗ بِمَعْنَاهُ. "اَلْمَسَالِحُ": هُمُ الْخُفَرَاءُ وَالطَّلَائِعُ.

جائے۔ پھر دجال اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان چلے گا۔ پھر اسے حکم دے گا تو وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔ پھر دجال اس سے پوچھے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ پس وہ جواب دے گا میری تیرے متعلق بصیرت میں اضافہ ہوا ہے۔ پھر وہ مومن کہے گا۔ اے لوگو! میرے بعد یہ کسی کو قتل نہ کر سکے گا۔ پس دجال اس کو پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا مگر اللہ تعالیٰ اس کی گردن اور ہنسلی کے درمیانی حصے کو تانبا بنا دے گا۔ لہٰذا دجال اس کے قتل کی کوئی طاقت نہیں پائے گا تو دجال اس کے ہاتھوں اور پاؤں سے پکڑ کر اسے آگ میں پھینک دے گا۔ لوگ سمجھیں گے کہ اس نے اس کو آگ میں پھینکا ہے مگر حقیقت میں وہ جنت میں ڈالا گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ شخص رب العالمین کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ بڑی شہادت والا ہوگا۔ (مسلم) بخاری نے اس حدیث کے ہم معنی اس کا بعض حصہ روایت کیا ہے۔ اَلْمَسَالِحُ: سپاہی، پہرہ دار۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی صفة الدجال و تحریم المدینة علیه، جلد 8، ص 199، رقم 7564، مسند أبی یعلی، من مسند أبی سعید الخدری، جلد 2، صفحه 534، رقم 1410، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الدجال، جلد 10، صفحه 348، رقم 7841، مشكوة المصابیح، باب العلامات بین یدی الساعة، جلد 3، صفحه 187، رقم 5476

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ صاحب مدینہ سے نکلیں گے۔ غالبًا حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے کیونکہ وہ اب تک زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے آپ ہی پر دجال کا زور ختم ہوگا۔ (مرقات)

مسالح ہے جمع مسلح کی، مسلح کے معنی ہیں ہتھیار رکھنے کی جگہ یعنی ملک کی سرحد پھر سرحد کے باشندے کو مسالح کہنے لگے کہ وہ لوگ ہر وقت ہتھیار بند رہتے ہیں، پھر محافظ سپاہیوں کو مسالح کہنے لگے کہ اکثر سپاہی ہتھیار بند ہوتے ہیں۔ (لمعات، مرقات، اشعہ) معلوم ہوا کہ دجال اپنے سپاہی چھوڑے گا جو لوگوں کو اس مردود تک پہنچائیں گے۔

آپ کا یہ فرمان نہایت حقارت کے انداز میں ہوگا۔ خرج سے اشارۃً یہ فرمائیں گے کہ دجال راہِ حق سے نکلا ہوا ہے

ایمان سے ہٹا ہوا ہے۔

اے بیوقوفو! رب تعالیٰ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں وہ تمام عیوب سے پاک ہے تمام صفات سے موصوف ہے۔ دجال کھاتا پیتا ہے، پیشاب پاخانہ کرتا ہے، سوتا ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ وہ کانا ہے جس میں یہ عیوب ہوں وہ رب کیسا تم اسے رب کیوں مانتے ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ دجال کے سپاہیوں میں سے بعض کہیں گے کہ انہیں یہاں ہی قتل کردو بعض کہیں گے کہ نہیں انہیں دجال کے پاس لے چلو۔

یعنی یہ صاحب دجال کی صورت اس کی کالی آنکھ کالا منہ دیکھ کر پکاریں گے کہ یہ خدا نہیں بلکہ خدا کا مردود بندہ ہے۔

پہلا شج بمعنی چوڑائی میں ڈال دینا یعنی مارنے کے لیے اس کو زمین پر الٹا لٹا دینا جسے پنجابی میں کہتے ہیں لما پا دینا۔ دوسرا شجو شج سے بمعنی زخمی کرنے سے ہے یعنی پہلے انہیں زمین پر لمباڈالو پھر انہیں اتنا مارو کہ زخمی ہو جاویں ان دونوں کی اور کئی شرحیں ہیں جو اسی جگہ لمعات میں مذکور ہیں۔

پیٹھ چوڑی کرنا ایک خاص محاورہ ہے یعنی مار مار کر ایسا حال کردیں گے کہ اگر ان کی پیٹھ لوہے یا سونے چاندی کی ہوتی تو کٹ کٹ کر چوڑی ہو جاتی۔ مقصد یہ ہے کہ بہت ہی ماریں گے مگر وہ اف نہ کریں گے، ہر کام اور ہر شخص کا ایک وقت ہوتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام دجال پر اپنی کرامت یا معجزہ نہ جاری کریں گے کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ورنہ یہ خضر وہ ہیں جنہوں نے ایک اشارہ سے گرتی دیوار سیدھی کردی تھی اور ایک انگلی سے بچہ کا سر اکھیڑ کر اسے مار دیا تھا جیسا کہ قرآن میں ہے۔

یعنی تو جھوٹا مسیح ہے جسے سچے مسیح علیہ السلام قتل کریں گے، یہ فیصلہ الٰہی ہے ورنہ میں ہی تجھے ہلاک کردیتا۔ (مرقات)

اللہ اکبر یہ ہے اللہ کی راہ میں مصیبت جھیلنا کہ لکڑی کھیرے کی طرح آرہ سے چیرے گئے اف نہ کی لوگ یہ تماشا دیکھ رہے ہوں گے۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مقابلہ کے وقت کرامت و معجزہ سارے جادو اور استدراج پر غالب رہتا ہے مگر جب مقابلہ نہ ہو تو جادو، استدراج وغیرہ ولی نبی پر اثر کردیتے ہیں۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں سارے جادوگر فیل ہوگئے کہ وہاں مقابلہ تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو نے اثر کردیا کہ وہاں مقابلہ نہ تھا بعض انبیاء کرام کو تلوار سے شہید یا زخمی کیا گیا یہاں دوسری صورت ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر زندگی باقی ہو جب بھی عارضی موت آسکتی ہے۔ حضرت خضر کی زندگی قریب قیامت تک ہے مگر آج وہ دجال کے ہاتھوں عارضی طور پر شہید کردیئے گئے، عیسیٰ علیہ السلام جن مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ اپنی زندگی ختم کرکے مرے ہوتے تھے مگر اب دعا سے دوبارہ عمر پاتے تھے۔

یعنی تیرا یہ کرشمہ دیکھ کر مجھے تیرے دجال ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا اور زیادہ یقین ہو گیا پہلے علم الیقین تھا اب عین الیقین ہو گیا۔

یعنی اس کی شعبدہ بازیاں ختم ہوئیں اب یہ کسی کو مار کر زندہ نہ کرسکے گا مجھ پر اس کا زور ختم ہوا اور مسیح پر اس کا شور ختم ہوجائے گا، یہ مرکر گمنام ہوجائے گا۔

یعنی ذبح کے وقت جہاں چھری چلائی جاتی ہے وہاں یا تو بعینہ تانبہ کی تختی ہوجائے گی یا یہ جگہ تانبہ کی طرح سخت کردی جائے گی جس پر چھری نہ چل سکے گی اور دجال یا اس کے سپاہی ان بزرگوں کو ذبح نہیں کرسکیں گے۔

اس جنت وآگ کی تحقیق ابھی کچھ پہلے کی جاچکی ہے یعنی دجال اپنی شرمندگی مٹانے کے لیے ان بزرگوں کو اپنی خود ساختہ آگ میں ڈالے گا جو دیکھنے میں آگ ہوگی مگر نار نمرود کی طرح درحقیقت نہایت آرام دہ باغ ہوگا۔

یعنی یہ صاحب اس زمانہ کے تمام شہید مسلمانوں میں اول درجہ کے شہید ہوں گے کیونکہ ایک بار تو آرہ سے چیرے گئے پھر دوبارہ قتل وذبح کے لیے لٹائے گئے پھر ظاہری آگ میں پھینکے گئے ان سب کے سوا ایسے موقع پر نہایت جرأت و ہمت سے مردانہ وار دجال کے مقابل ہوکر سینکڑوں کے ایمان کو بچا گئے اور ظاہر ہے کہ جیسے کارناموں جیسی تکلیف ویسا درجہ۔اس الناس میں حضرات شہداء احد، بدروحنین یا شہداء کربلا داخل نہیں کہ ان کے درجہ تک کوئی مسلمان تاقیامت نہیں پہنچ سکتا لہذا حدیث واضح ہے۔اس پر یہ اعتراض نہیں کہ سید الشہداء تو حضرت حمزہ یا شہداء کربلا امام حسین ہیں اور ہوسکتا ہے کہ یہ درجہ ان کی نبوت کی وجہ سے سب سے بڑھ جاوے کہ نبی کا عمل غیر نبی کے عمل سے زیادہ درجہ رکھتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۲۰)

(1822) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَا سَأَلَ أَحَدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ، وَإِنَّهُ قَالَ لِيْ: "مَا يَضُرُّكَ" قُلْتُ: إِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ: إِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَّنَهَرَ مَاءٍ. قَالَ: "هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷺ سے روایت ہے کہ دجال کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مجھ سے زیادہ سوالات کسی نے نہیں پوچھے اور آپ نے مجھ سے فرمایا: وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں نے عرض کیا: لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ پر اس سے بھی زیادہ آسان ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ذکر الدجال، جلد 9، صفحہ 59، رقم 7122 صحیح مسلم، باب فی الدجال وھو اھون علی اللہ عزوجل، جلد 8، صفحہ 200، رقم 7565 المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث مغیرۃ بن شعبۃ الثقفی، جلد 17، صفحہ 400، رقم 17707 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الدجال، جلد 10، صفحہ 353، رقم 7843 سنن ابن ماجہ، باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ، جلد 2، صفحہ 1354، رقم 4073

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تم دجال سے مطلقاً خوف نہ کرو گے کیونکہ دجال تم کو ایمان سے نہ ہٹا سکے گا یا اس لئے کہ وہ تمہاری زندگی میں نہ

آئے گا یا اس لیے کہ تم ایمان میں پختہ ہوا گروہ تمہارے زمانہ میں آبھی گیا تو تم کو بہکا نہ سکے گا تم ایمانی قلعہ میں ہو۔ بہر حال اس میں حضرت مغیرہ کی عمر اور آپ کی پختگی ایمان دونوں کی غیبی خبر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے حال سے خبردار ہیں۔

یعنی اس مردود کے ظہور کے وقت دنیا میں پانی اور رزق کی بہت تنگی ہوگی اور اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی پھر مجھے وہ کیوں نہ بہکا سکے گا، روٹی پانی کی ایسی تنگی میں روٹی پانی سے بڑے بڑے بہک جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ ہے اپنے ایمان کا خوف، یہ خوف قوت ایمان کی دلیل ہے اس میں حضور انور کی خبر جھٹلانا نہیں بلکہ خوف کا اظہار ہے۔ حضرات انبیاء کرام سے رب تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمالیا مگر انہیں پھر بھی خدا تعالیٰ کی ہیبت ہے۔

ذالك سے اشارہ ہے گمراہ کرنے کی طرف یعنی دجال میرے صحابہ کو بہکانے سے مجبور ہے وہ اس سے زیادہ ذلیل ہے کہ میرے صحابہ پر داؤ چلائے۔ یا ذالك سے اشارہ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر کی طرف ہے یعنی دجال اس سے زیادہ ذلیل وخوار ہے کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ وغیرہ ہو اس کے ساتھ جو کچھ ہوگا محض دھوکا شعبدہ ہوگا جس کی حقیقت کچھ نہیں۔ (اشعہ، مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۲۰)

(1823) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَهُ الْاَعْوَرَ الْكَذَّابَ، اَلَا اِنَّهُ اَعْوَرُ، وَاِنَّ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ لَيْسَ بِاَعْوَرَ، مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی نے اپنی امت کو کانے دجال سے ڈرایا۔ سنو! وہ کانا ہوگا اور تمہارا پروردگار عزوجل کانا نہیں ہے۔ اس دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک ف ر (کافر) لکھا ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب التلبیة اذا انحدر فی الوادی، جلد 2، صفحه 563، رقم 1480 صحیح مسلم، باب ذکر الدجال و صفته ومامعه، جلد 8، صفحه 195، رقم 7550 اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب الفتن، جلد 8، صفحه 138، رقم 7656 سنن ترمذی، باب ماجاء فی علامة الدجال، جلد 4، صفحه 270، رقم 2235 المستدرك للحاکم، کتاب الفتن و الملاحم، جلد 4، صفحه 575، رقم 8613

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حق یہ ہے کہ یہاں دجال سے مراد وہ ہی دجال ہے جو قریب قیامت نکلے گا اگرچہ ان انبیاء کرام کو خبر تھی کہ ہماری امتیں اسے نہ پائیں گی، پھر بھی اس سے ڈرانا اہتمام ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ بڑی ہی ہیبت ناک چیز ہے اس سے پناہ مانگو یہ پناہ مانگنا بھی عبادت ہے۔ دیکھو جن صحابہ کو حدیث وقرآن نے انکے جنتی ہونے کی بشارت دے دی وہ بھی دوزخ سے پناہ مانگتے رہے کیونکہ یہ عمل عبادت ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ دجال کے نکلنے کا وقت معین نہیں مگر یہ قوی نہیں کیونکہ اس کے قاتل عیسٰی علیہ السلام ہیں اور ان کا نزول قریب قیامت ہی ہے۔

یعنی تم اس کے بندہ ہونے اور کافر ہونے اور شرارتی ہونے میں شک نہ کرنا یہ دونوں علامتیں اس کے کافر اور بندہ

ہونے کی ہیں۔ اپنی آنکھ کو درست نہ کر سکنا علامت بندگی ہے اور ک، ف، ر اس کے کفر کی علامت ہے۔ یہاں مرقات نے لکھا کہ مادرزاد کانا شرارتی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ حروف ہر پڑھا بے پڑھا آدمی پڑھے گا۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۵)

(1824) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلَا اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهِ نَبِيٌّ قَوْمَهُ! اِنَّهُ اَعْوَرُ، وَاِنَّهُ يَجِيْءُ مَعَهُ بِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَالَّتِيْ يَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں دجال کے بارے میں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ آگاہ ہو جاؤ وہ کانا ہے اور وہ اپنے ساتھ ایک چیز مثل جنت کے اور ایک چیز مثل دوزخ کے لیے ہوئے ہوگا اور جس کو وہ جنت کہے گا وہ حقیقت میں دوزخ ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "انا ارسلنا نوحا الی قومه أن أنذر قومك"، جلد 3، ص 121، رقم 3160۔ صحیح مسلم، باب ذکر الدجال و صفته و مامعه، جلد 8، ص 195، رقم 7548 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الدجال، جلد 10، صفحه 354، رقم 7844 سنن ابوداؤد، باب فی الدجال، جلد 4، صفحه 385، رقم 4759 مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، جلد 3، ص 103، رقم 12023

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی پچھلے انبیاء کرام نے اپنی امتوں کو دجال کے دوسرے عیوب سے تو آگاہ کیا مگر اس کا کانا ہونا صرف میں ہی بیان کرتا ہوں۔

یہ فرمان عالی بالکل ظاہر معنی پر ہے۔ واقعی اس کے ساتھ خوشنما باغ بھی ہوگا اور ہیبت ناک آگ بھی۔

یعنی جو آگ دکھائی دے گی وہ واقعہ میں باغ ہے اور جو باغ معلوم ہوگا وہ واقعہ میں آگ ہے جیسے دنیا عارفین کی نظر میں کہ اس کی نعمتیں حقیقت میں لعنتیں یعنی عذاب ہیں اور یہاں کی تکالیف حقیقت میں رحمت ہیں۔ نمرود کی آگ بظاہر آگ تھی مگر حضرت خلیل کے لیے باغ، دریا نیل کا پانی بظاہر پانی تھا مگر فرعونیوں کے لیے آگ، یہ آنکھوں کا دھوکا ہے۔ شعر

سوف تری اذا تجلل غبار افرس تحتك ام حمار

تا کہ نوح علیہ السلام سے لے کر آخر تک کی امتیں دجال کا بدترین فتنہ ہونا معلوم کرلیں۔ خیال رہے کہ دجال کسی جگہ چند دن ٹھہرے گا نہیں بلکہ آندھی کی طرح دنیا میں پھر جاوے گا تا کہ کوئی اس کی حالت میں غور کر کے اسے جھٹلائے نہیں۔ اس وقت جسے اللہ ایمان پر قائم رکھے گا وہ ہی رہے گا۔ مشکل سے ہزار میں ایک اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اس وقت امن مدینہ منورہ میں ہوگی۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ نوح علیہ السلام سے پہلے نبیوں نے دجال سے نہیں ڈرایا تھا یہ ڈرانا حضرت نوح سے شروع ہوا۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۶)

(1825) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ الدَّجَّالَ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ، فَقَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ، اَلَا اِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى، كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) کانا نہیں ہے۔ خبردار! مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا گویا کہ اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "ولتصنع علی عینی"، جلد 9، صفحہ 121، رقم 7407، صحیح مسلم، باب فی ذکر المسیح ابن مریم و المسیح الدجال، جلد 1، صفحہ 107، رقم 444، مسند أبی یعلی، مسند عبداللہ بن عمر، جلد 10، صفحہ 194، رقم 5823، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الدجال، جلد 10، صفحہ 355، رقم 7848، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث رجل من اصحاب النبی ﷺ، جلد 5، صفحہ 434، رقم 23733۔

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں جب عبداللہ مطلق آتا ہے تو اس سے مراد حضرت عبداللہ ابن مسعود ہوتے ہیں وہ ہی یہاں مراد ہیں۔

یعنی اے لوگو! دجال کے حیرت انگیز کرشمے دیکھ کر اسے خدا نہ سمجھ لینا اس کی بندگی کی دلیل اس کی اپنی کانی آنکھ ہے وہ اپنے کو شفا نہ دے سکے گا۔

یعنی دجال کی داہنی آنکھ کانی بھی ہوگی اور اوپر کو انگور کی طرح ابھری ہوئی جو ہر شخص کو نظر آوے اپنے اس عیب کو دور نہ کر سکے گا۔ خیال رہے کہ جو خدا ہونے کا دعویٰ کرے اس کے ہاتھ پر عجیب کرشمے ظاہر ہو سکتے ہیں کیونکہ الوہیت تو مشتبہ ہو سکتی ہی نہیں مگر جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اس کے ہاتھ پر کوئی کرشمہ ظاہر نہیں ہو سکتا ورنہ نبوت مشتبہ ہو جاوے۔ دجال اگر دعویٰ نبوت کرے تو کوئی عجوبہ نہیں دکھا سکتا یہ خوب خیال رکھو۔ یہاں مسیح بمعنی اسم مفعول ہے یعنی ممسوح العین ایک آنکھ کا کانا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو مسیح کہتے ہیں وہاں مسیح بمعنی اسم فاعل ہے یعنی برکت کے لیے چھونے والے اور چھو کر مردے زندہ، بیماروں کو اچھا کرنے والا۔ طافیہ بنا ہے طفی سے بمعنی اوپر رہنا اور ابھرنا اس لیے جو مچھلی پانی پر تر کرا جاوے اسے طافیہ کہتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۴)

(1826) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْيَهُوْدَ، حَتّٰى يَخْتَبِئَ الْيَهُوْدِيُّ مِنْ وَّرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ. فَيَقُوْلُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ: يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ خَلْفِيْ تَعَالَ فَاقْتُلْهُ، اِلَّا الْغَرْقَدَ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرِ الْيَهُوْدِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئیگی جب تک مسلمانوں کی یہودیوں سے جنگ نہ ہو (اس وقت) یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی کہ یہودی کسی پتھر یا درخت کے پیچھے (جان بچانے کے لئے) چھپے گا تو وہ پتھر اور درخت بول کر کہے گا کہ اے مسلمان مرد یہ

(دیکھ) میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے۔ آ جا اور اس کا
کام تمام کر ڈال مگر غرقد کا درخت (ایسے) نہ بولے گا۔
کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب لاتقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل فیتمنی أن یکون مکان المیت، جلد 8، ص 188، رقم 7523 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی ھریرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 417، رقم 9387 مشکوة المصابیح، کتاب الفتن، الفصل الاول، جلد 3، ص 175، رقم 5414 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الرابع فی الفتن، جلد 10، صفحه 381 رقم 7876

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہو رہا تھا کہ یہود کی سلطنت قائم ہوگی اور ان سے مسلمان کی بہت بڑی جنگ ہوگی، آخری جنگ میں مسلمانوں کی فتح اور یہود کی شکست ہوگی بلکہ یہود دنیا سے فنا ہو جائیں گے اور مسلمانوں کے ہاتھوں فنا ہوں گے ان شاء اللہ۔ چنانچہ یہود کی سلطنت فلسطین میں قائم ہو چکی ہے، امریکہ و برطانیہ کی بڑی مدد سے ان کا علاقہ پھیل رہا ہے، ۱۹۶۷ء میں عرب اور یہود کی جنگ ہوئی، مسلمانوں کو اس جنگ میں بڑی تکلیفیں پہنچی حتی کہ اس وقت بیت المقدس پر بھی یہود کا قبضہ ہے، اس عارضی فتح سے یہود کے حوصلے بہت بلند ہو گئے۔ ان شاء اللہ یہ اس جنگ کی تمہید ہے جس کی خبر اس حدیث پاک میں دی گئی۔

یہ فرمان عالی بالکل حق ہے اور ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ واقعی اس وقت پتھر اور درخت مسلمانوں سے کلام کریں گے اور اپنے پیچھے چھپے ہوئے یہودی کی خبر دیں گے۔ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ یہود پر تا قیامت ذلت ڈال دی گئی کیونکہ یہود کی یہ سلطنت کا قیام ان کی بڑی ذلت کا پیش خیمہ ہے۔

غرقد ایک خاردار درخت کا نام ہے اس لیے مدینہ منورہ کے قبرستان کا نام بقیع غرقد ہے یعنی غرقد کا علاقہ، چونکہ اس زمانہ میں اس میدان میں غرقد کے درخت بہت تھے اس لیے اس کا بقیع غرقد نام رکھا گیا۔ یہود اس درخت کی تعظیم کرتے انکے بعض جہلاء اسے پوجتے ہیں، ان کا خیال ہے وادیٔ طوی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی درخت سے رب نے پکارا تھا، یہ ہی درخت کلام الٰہی کا مظہر یا مصدر بنا تھا، رب فرماتا ہے: مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ مگر یہ غلط ہے، وہ درخت بیری یا عناب کا تھا نہ کہ غرقد کا۔ بہر حال یہود اس درخت کی تعظیم بہت کرتے ہیں اس لیے اسے شجر یہود کہتے ہیں، یہ درخت اس دن ان کی پردہ پوشی کرے گا۔ حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۵۹)

(1827) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ دنیا ختم نہ ہوگی جب تک

فَيَتَمَرَّغَ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُ: يَالَيْتَنِيْ كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ، وَلَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ، مَا بِهٖ اِلَّا الْبَلَاءُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(وہ وقت نہ آجائے) کہ آدمی ایک قبر کے پاس سے گزرے گا تو قبر پر مٹی میں لوٹ پوٹ ہوگا اور کہے گا اے کاش! اس صاحب قبر کی جگہ آج میں ہوتا۔ ایسا کہنا دین کی بنا پر نہ ہوگا بلکہ اس کا سبب دنیاوی مصائب و آزمائشیں ہوں گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب لاتقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل فيتمنى أن يكون مكان الميت، جلد 8، ص 182، رقم 7486 سنن ابن ماجه، باب الصبر على البلاء، جلد 2، صفحه 133، رقم 4025 تقريب الاسانيد و ترتيب المسانيد للعراقي، باب تمنيه لمصيبة الدين، جلد 1، ص 58 مشكوة المصابيح، باب اشراط الساعة، الفصل الاول، جلد 3، صفحه 182، رقم 5445

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دنیا میں فتنے اور آفتیں بلائیں اس قدر ہوں گی کہ لوگ زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے اور قبر کو دیکھ کر تمنا کریں گے کہ اس قبر میں ہم دفن ہو چکے ہوتے۔

یعنی اس لوٹنے والے تمنا کرنے والے میں دین کا شائبہ بھی نہ ہوگا اور وہ دین کی وجہ سے یہ آرزو نہ کرے گا بلکہ فتنوں میں مبتلا ہوگا، انہیں دنیاوی مصیبتوں کی وجہ سے یہ آرزو کرے گا، یا یہ مطلب ہے کہ زمین پر اس وقت دین نہ رہے گا فتنے ہی فتنے بلائیں ہی بلائیں ہوں گی، وہ زمانہ وہ ہوگا جب زمین دین سے خالی ہو جاوے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۸۹)

(1828) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ يُقْتَتَلُ عَلَيْهِ، فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِئَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ، فَيَقُوْلُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ: لَعَلِّيْ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا اَنْجُوْ". وَفِيْ رِوَايَةٍ: "يُوْشِكُ اَنْ يَّحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ كَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ، فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَاْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک دریائے فرات سونے کے ایک پہاڑ کو ظاہر نہ کر دے۔ اس سونے کو حاصل کرنے کے لئے لوگ آپس میں لڑائی کریں گے اور ہر سو افراد میں سے ننانوے مارے جائیں گے۔ (ایک بچے گا) ان میں سے ہر کوئی یہی امید کرے گا کہ شاید میں بچ جاؤں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ قریب ہے فرات خشک ہو جائے اور اس میں سے سونے کا خزانہ نکلے۔ پس جو اس وقت موجود ہو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب خروج النار، جلد 6، صفحه 260، رقم 6702 صحیح مسلم، باب لاتقوم الساعة حتى يحسر

الفرات عن جبل من ذهب، جلد 8، ص 174، رقم 7454 سنن ابن ماجه، باب اشراط الساعة، جلد 3، ص 134، رقم 4046 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضى الله عنه، جلد 2، ص 346، رقم 8540 مسند البزار، مسند أبي هريرة رضى الله عنه، جلد 2، صفحه 396، رقم 7920

شرح حدیث: حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالبًا یہاں بھی وہ ہی واقعہ ارشاد ہوا جس کا ذکر ابھی پہلے ہوا، عبارت مختلف ہے مقصد ایک ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ دوسرا واقعہ ہے، یہاں پہاڑ سے مراد بیشمار سونا ہے یعنی پہاڑ بھر سونا ظاہری پہاڑ مراد نہیں۔ (اشعہ ومرقات)

اس سونے پر سلطنتیں جنگ کریں گی عوام لڑیں گے۔ غرضکہ سونا کیا ہوگا جنگ وجدال کی جڑ اور اللہ کا عذاب ہوگا، ہر شخص یہ ہی آس لگائے گا کہ شاید یہ سارا مجھے مل جائے چلو قسمت آزمائی کروں اور لوگوں سے لڑوں بھڑوں۔

(مِرْاٰۃُ المناجیح، ج ۷ ص ۲۸۹)

(1829) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "يَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ، لَا يَغْشَاهَا اِلَّا الْعَوَافِيْ يُرِيْدُ - عَوَافِي السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ - وَاٰخِرُ مَنْ يُّحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُّزَيْنَةَ يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وُحُوْشًا، حَتّٰى اِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰى وُجُوْهِهِمَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ مدینہ منورہ کو ہر قسم کی سہولت ہونے کے باوجود چھوڑ دیں گے اور وہاں عوافی کا مسکن بن جائے گا۔ عوافی سے مراد درندے اور پرندے ہیں۔ آخری وہ آدمی جن پر قیامت قائم ہوگی وہ مزینہ قبیلے کے دو چرواہے ہوں گے جو مدینہ کی طرف رخ کئے اپنی بکریوں کو ہانک کر لا رہے ہوں گے کہ اسے وحشیوں کا مسکن پا کر واپس لوٹیں گے۔ وہ چلتے ہوئے ثنیۃ الوداع تک پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح بخاری، باب من رغب عن المدينة، جلد 2، صفحه 663، رقم 1775 صحيح مسلم، باب فى المدينة حين يتركها أهلها، جلد 4، صفحه 123، رقم 3433 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضى الله عنه، جلد 2، صفحه 234، رقم 7193 مسند الشاميين للطبرانى، حديث شعيب عن الزهرى، جلد 4، ص 166، رقم 3014 جامع الاصول لابن اثير، الفرع السادس فى عمارتها وهرابها، جلد 9، ص 331، رقم 6958

شرح حدیث: فضائلِ مدینہ طیبہ

حدیث ۱: صحیح مسلم وترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کی تکلیف وشدّت پر میری اُمت میں سے جو کوئی صبر کرے، قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ... الخ، الحدیث: ۱۳۷۸، ص ۷۱۶)

مدینہ طیبہ کی اقامت

حدیث ۲ و ۳: نیز مسلم میں سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: مدینہ لوگوں کے لیے بہتر ہے اگر جانتے، مدینہ کو جو شخص بطور اعراض چھوڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اُسے لائے گا جو اس سے بہتر ہوگا اور مدینہ کی تکلیف و مشقت پر جو ثابت قدم رہے گا روزِ قیامت میں اس کا شفیع یا شہید ہوں گا۔
(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل المدینۃ...إلخ، الحدیث: ۱۳۶۳، ص ۷۰۹)

اور ایک روایت میں ہے، جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا، اللہ (عزوجل) اُسے آگ میں اس طرح پگھلائے گا جیسے سیسہ یا اس طرح جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔
(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل المدینۃ...إلخ، الحدیث: ۴۶۰-(۱۳۶۳)، ص ۷۱۰)

اسی کی مثل بزار نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۴: صحیحین میں سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: کہ یمن فتح ہوگا، اس وقت کچھ لوگ دوڑتے ہوئے آئیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان کو جو اُن کی اطاعت میں ہیں لے جائیں گے حالانکہ مدینہ اُن کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ اور شام فتح ہوگا کچھ لوگ دوڑتے آئیں گے اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ اور عراق فتح ہوگا کچھ لوگ جلدی کرتے آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ (صحیح البخاري، کتاب فضائل المدینۃ، باب من رغب عن المدینۃ، الحدیث: ۱۸۷۵، ج۱، ص ۶۱۸)

حدیث ۵: طبرانی کبیر میں ابی اُسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر حاضر تھے (ان کے کفن کے لیے صرف ایک کملی تھی) جب لوگ اسے کھینچ کر اُن کا مونھ چھپاتے قدم کھل جاتے اور قدم پر ڈالتے تو چہرہ کھل جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کملی سے مونھ چھپادو اور پاؤں پر یہ گھاس ڈال دو۔ پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سر اقدس اٹھایا، صحابہ کو روتا پایا۔ ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ سرسبز ملک کی طرف چلے جائیں گے، وہاں کھانا اور لباس اور سواری انھیں ملے گی پھر وہاں سے اپنے گھر والوں کو لکھ بھیجیں گے کہ ہمارے پاس چلے آؤ کہ تم حجاز کی خشک زمین پر پڑے ہو حالانکہ مدینہ اُن کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ (المعجم الکبیر للطبراني، الحدیث: ۵۸۷، ج۱۹، ص ۲۶۵)

حدیث ۶ تا ۸: ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و بیہقی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے ہو سکے کہ مدینہ میں مرے تو مدینہ ہی میں مرے کہ جو شخص مدینہ میں مرے گا، میں اُس کی شفاعت فرماؤں گا۔ (الترمذي، أبواب المناقب، باب ما جاء فی فضل المدینۃ، الحدیث: ۳۹۴۳، ج۵، ص ۴۸۳)

اور اسی کی مثل صمیتہ اور سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی۔

مدینہ طیبہ کے برکات

حدیث ۹: صحیح مسلم وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ لوگ جب شروع شروع پھل دیکھتے، اُسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر لاتے، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اسے لے کر یہ کہتے: الٰہی! تو ہمارے لیے ہماری کھجوروں میں برکت دے اور ہمارے لیے ہمارے مدینہ میں برکت کر اور ہمارے صاع ومُد میں برکت کر، یا اللہ! (عزوجل) بے شک ابراہیم تیرے بندے اور تیرے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور بے شک میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ انھوں نے مکہ کے لیے تجھ سے دُعا کی اور میں مدینہ کے لیے تجھ سے دُعا کرتا ہوں، اُسی کی مثل جس کی دعا مکہ کے لیے انھوں نے کی اور اتنی ہی اور (یعنی مدینہ کی برکتیں مکہ سے دوچند ہوں)۔ پھر جو چھوٹا بچہ سامنے ہوتا اُسے بلا کر وہ کھجور عطا فرمادیتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ...إلخ، الحدیث: ۱۳۷۳، ص ۷۱۳)

حدیث ۱۰ تا ۱۳: صحیح مسلم میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ! (عزوجل) تو مدینہ کو ہمارا محبوب بنادے جیسے ہم کو مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے زیادہ اور اُس کی آب وہوا کو ہمارے لیے درست فرمادے اور اُس کے صاع ومُد میں برکت عطا فرما اور یہاں کے بخار کو منتقل کر کے جُحفہ میں بھیج دے۔
(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ...إلخ، الحدیث: ۱۳۷۶، ص ۷۱۵)

(یہ دعا اُس وقت کی تھی، جب ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے اور یہاں کی آب وہوا صحابہ کرام کو ناموافق ہوئی کہ پیشتر یہاں وبائی بیماریاں بکثرت ہوتیں) یہ مضمون کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مدینہ طیبہ کے واسطے دعا کی کہ مکہ سے دوچند یہاں برکتیں ہوں۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ...إلخ، الحدیث: ۱۳۷۴، ص ۷۱۳)

مولیٰ علی وابوسعید وانس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔

اہلِ مدینہ کے ساتھ بُرائی کرنے کے نتائج

حدیث ۱۴: صحیح بخاری ومسلم میں سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ فریب کریگا، ایسا گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔
(صحیح البخاري، کتاب فضائل المدینۃ، باب اثم من کاد اھل المدینۃ، الحدیث: ۱۸۷۷، ج۱)

حدیث ۱۵: ابن حبان اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے گا، اللہ (عزوجل) اُسے خوف میں ڈالے گا۔
(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، الحدیث: ۳۷۳۰، ج ۶، ص ۲۰)

حدیث ۱۶ و ۱۷: طبرانی عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

فرمایا: یا اللہ (عزوجل)! جو اہلِ مدینہ پر ظلم کرے اور انھیں ڈرائے تو اُسے خوف میں مبتلا کر اور اس پر اللہ (عزوجل) اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے، نہ نفل۔ (المعجم الأوسط للطبراني، الحديث: ۳۵۸۹، ج۲، ص۳۷۹)

اسی کی مثل نسائی وطبرانی نے سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۱۸: طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہلِ مدینہ کو ایذا دے گا، اللہ (عزوجل) اُسے ایذا دے گا اور اس پر اللہ (عزوجل) اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے، نہ نفل۔

(مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فیمن اخاف اهل المدينة... إلخ، الحديث: ۵۸۲۶، ج۳، ص۶۵۹)

حدیث ۱۹: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک ایسی بستی کی طرف (ہجرت) کا حکم ہوا جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی (سب پر غالب آئے گی) لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے، لوگوں کو اس طرح پاک وصاف کرے گی جیسے بھٹی لوہے کے میل کو۔

(صحيح البخاري، كتاب فضائل المدينة، باب فضل المدينة... إلخ، الحديث: ۱۸۷۱، ج۱، ص۶۱۷)

حدیث ۲۰: صحیحین میں انھیں سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے راستوں پر فرشتے (پہرا دیتے ہیں) اس میں نہ دجال آئے، نہ طاعون۔

(صحيح مسلم، كتاب الحج، باب صيانة المدينة من دخول الطاعون... إلخ، الحديث: ۱۳۷۹، ص۷۱۶)

حدیث ۲۱: صحیحین میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ ومدینہ کے سوا کوئی شہر ایسا نہیں کہ وہاں دجال نہ آئے، مدینہ کا کوئی راستہ ایسا نہیں جس پر ملائکہ پرا باندھ کر پہرا نہ دیتے ہوں، دجال (قریب مدینہ) شور زمین میں آکر اُترے گا، اس وقت مدینہ میں تین زلزلے ہوں گے جن سے ہر کافر ومنافق یہاں سے نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔ (صحيح مسلم، كتاب الفتن... إلخ، باب قصة الجساسة، الحديث: ۲۹۴۳، ص۱۵۷۷)

(1830) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَكُوْنُ خَلِيْفَةٌ مِّنْ خُلَفَائِكُمْ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ يَحْثُو الْمَالَ وَلَا يَعُدُّهُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں تمہارے حکمرانوں میں سے ایک حکمران ہوگا جو لوگوں کو گنے بغیر مال دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، لاتقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل فيتمنى أن يكون مكان الميت، جلد 8، ص 185، رقم 7501، جامع الاصول لابن اثير، الفصل العاشر فى اشراط متفرقة، جلد 10، صفحه 400، رقم 7914، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبدالله رضى الله عنه، جلد 3، ص 317، رقم 14446، مجمع الزوائد للهيثمى، باب ماجاء فى المهدى، جلد 7، صفحه 615، رقم الحديث 12407، جامع الاحاديث للسيوطى، حرف الميم، جلد 22، صفحه 48، رقم 24273

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی جیسے صورت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے ویسے ہی سیرت و اخلاق میں بھی، ان کی طبیعت میں جو سخاوت رحم و کرم انتہائی ہوگا گھڑی بھر بھر دینا جو منگتے سے اٹھ نہ سکے حضور انور کی ہی سخاوت ہے حضور انور نے حضرت عباس کو اتنا دیا کہ گٹھڑی ان سے اٹھ نہ سکی۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۹۹)

(1831) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوْفُ الرَّجُلُ فِيْهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ فَلَا يَجِدُ اَحَدًا يَّاْخُذُهَا مِنْهُ، وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ اَرْبَعُوْنَ امْرَاَةً يَلُذْنَ بِهٖ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے سونے کے مال کا صدقہ لے کر چکر لگاتا پھرے گا مگر کوئی اسے قبول کرنے والا نہیں ہوگا اور ایک آدمی دیکھا جائے گا کہ چالیس چالیس عورتیں اس کی پناہ میں اس کے پیچھے ہوں گی اور اس کا سبب مردوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الصدقۃ قبل الرد، جلد 2، صفحہ 513، رقم 1348 صحیح مسلم، باب الترغیب فی الصدقۃ قبل أن لا یوجد من یقبلھا، جلد 3، ص 84، رقم 2385 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الخامس فی الصدقۃ، الفصل الاول، جلد 6، ص 445، رقم 4643 مسند أبی یعلی، حدیث میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 13، صفحہ 229، رقم 7299 کنز العمال للمتقی، حرف القاف، جلد 24، صفحہ 17، رقم 38483

شرح حدیث: قیامت کی نشانیاں

قیامت کے آنے سے پہلے دنیا سے علم اٹھ جائے گا۔ عالم باقی نہ رہیں گے۔ جہالت پھیل جائے گی۔ بدکاری اور بے حیائی زیادہ ہوگی۔ عورتوں کی تعداد مردوں سے بڑھ جائے گی۔ بڑے دجّال کے سوا دجّال اور ہوں گے ہر ایک ان میں سے نبوت کا دعویٰ کریگا باوجودیکہ حضور پُرنور سیّد الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی۔ ان میں سے بعضے دجّال تو گزر چکے جیسے مسیلمہ کذّاب، اسود عنسی، مرزا علی محمد باب، مرزا علی حسین بہاء اللہ، مرزا غلام احمد قادیانی بعضے اور باقی ہیں وہ بھی ضرور ہوں گے۔

مال کی کثرت ہوگی۔ عرب میں کھیتی، باغ، نہریں ہو جائیں گی۔ دین پر قائم رہنا مشکل ہوگا۔ وقت بہت جلد گزرے گا۔ زکوٰۃ دینا لوگوں کو دشوار ہوگا۔ علم کو لوگ دنیا کیلئے پڑھیں گے۔ مرد، عورتوں کی اطاعت کریں گے۔ ماں باپ کی نافرمانی زیادہ ہوگی۔ شراب نوشی عام ہو جائے گی۔ نااہل سردار بنائے جائیں گے۔ نہر فرات سے سونے کا خزانہ کھلے گا۔ زمین اپنے دفینے اُگل دے گی۔ امانت، غنیمت سمجھی جائے گی۔ مسجدوں میں شور مچیں گے۔ فاسق، سرداری کریں گے۔ فتنہ انگیزوں کی عزت کی جائے گی۔ گانے باجے کی کثرت ہوگی۔ پہلے بزرگوں پر لوگ لعن طعن کریں گے۔ کوڑے کی نوک اور جوتے کے

تسمے باتیں کریں گے۔ دجّال اور دَابَّۃُ الارض اور یاجوج ماجوج نکلیں گے۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہر ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا اور توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ (کتاب العقائد ص ۲۷)

قیامت کب آئے گی؟

قیامت کب ہوگی اسے اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) جانتا ہے اور اس کے بتائے سے اس کے رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ قیامت ہی کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی

اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) غیب کا جاننے والا ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (پ۲۹، الجن: ۲۶، ۲۷)

امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اوپر متصل آیت میں ذکر ہے۔ (ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ عٰلم الغیب ۔۔۔۔۔۔ الخ، ج ۱۵ ص ۳۹۲)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے بعض علمائے کرام نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ اُمت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام سیوطی (علیہ رحمۃ اللہ القوی) نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا اَلْکَشْفُ عَنْ تَجَاوُزِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْاَلْف اس میں ثابت کیا کہ یہ اُمت ۱۰۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔ امام جلال الدین (سیوطی علیہ رحمۃ اللہ القوی) کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہے، اور اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا کہ ۱۵۰۰ھ میں خاتمہ ہوگا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اِسے بھی چھبیس برس گذر گئے اور ہنوز (یعنی ابھی تک) قیامت تو قیامت، اَشراطِ کبریٰ (یعنی بڑی نشانیوں) میں سے کچھ نہ آیا۔ اِمام مہدی کے بارے میں اَحادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر اِن میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گذرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۱۶۱)

(1832) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اشْتَرٰی رَجُلٌ مِّنْ رَّجُلٍ عَقَارًا، فَوَجَدَ الَّذِیْ اشْتَرَی الْعَقَارَ فِیْ عَقَارِهٖ جَرَّةً فِیْهَا ذَهَبٌ، فَقَالَ لَهُ الَّذِیْ اشْتَرَی الْعَقَارَ: خُذْ ذَهَبَكَ، اِنَّمَا اشْتَرَیْتُ مِنْكَ الْاَرْضَ وَلَمْ اَشْتَرِ الذَّهَبَ، وَقَالَ الَّذِیْ لَهُ الْاَرْضُ: اِنَّمَا

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص نے دوسرے سے زمین خریدی۔ زمین کے خریدار نے اس زمین میں سے ایک گڑھا پایا جس میں سونا (بھرا ہوا) تھا۔ پس اس نے اس شخص کو کہا جس سے زمین خریدی تھی تو اپنا سونا لے لے۔ بے شک میں نے تجھ سے زمین خریدی تھی سونا

بِعْتُكَ الْاَرْضَ وَمَا فِيْهَا. فَتَحَاكَمَا اِلٰى رَجُلٍ، فَقَالَ الَّذِيْ تَحَاكَمَا اِلَيْهِ: اَلَكُمَا وَلَدٌ؟ قَالَ اَحَدُهُمَا: لِيْ غُلَامٌ، وَقَالَ الْاٰخَرُ: لِيْ جَارِيَةٌ قَالَ: اَنْكِحَا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ، وَاَنْفِقَا عَلٰى اَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نہیں۔ زمین کا مالک کہے گا میں نے تم سے زمین اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا سودا کیا تھا۔ پس وہ دونوں اپنا فیصلہ کرانے کے لئے ایک آدمی (قاضی) کے پاس گئے تو اس شخص نے جن کے پاس وہ فیصلہ کروانے گئے اس نے کہا کیا تم دونوں کی اولاد ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ میرا ایک لڑکا ہے۔ دوسرے نے کہا: میری ایک لڑکی ہے۔ اس فیصلہ کرنے والے نے کہا تم دونوں اپنے لڑکے اور لڑکی کا باہم نکاح کرو اور ان کی شادی پر اس سونے سے خرچ کرو اور جو باقی رہے اس کو صدقہ کر دو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب "ام حسبت ان اصحاب الكهف والرقيم"، جلد 3، صفحه 128، رقم 3285 صحیح مسلم، باب استحباب اصلاح الحاکم بین الخصمین، جلد 5، صفحه 133، رقم 4594 صحیح ابن حبان، باب الورع والتوكل، جلد 2، صفحه 496، رقم 720 المراف المسند المعتلی للعسقلانی، حدیث همام بن منبه عن أبي هريرة، جلد 8، صفحه 85، رقم 10441 مسند امام احمد، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، ص 316، رقم 8176

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جب خریدار نے اس زمین میں کنواں یا بنیاد کھودی تو اس میں دفینہ پایا۔ کان و دفینہ مل جانے کے احکام کتب فقہ میں دیکھئے۔

سبحان اللہ! کیسے ایماندار لوگ تھے، خریدار کہہ رہا ہے کہ میں نے صرف زمین خریدی ہے اور یہ سونا زمین میں نہیں یہ تیرا ہے، بائع کہتا ہے کہ زمین کی فروخت میں اس کے اندر کی تمام چیزیں بک جاتی ہیں جیسے اس کے اندر کا پانی اور کان وغیرہ لہذا یہ سونا بھی بک گیا اور زمین کی طرح اس کا بھی تو ہی مالک ہو گیا۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص حکومت کا مقرر کردہ حاکم نہ تھا بلکہ ان کا اپنا مقرر کردہ پنچ تھا اور ہو سکتا ہے کہ حاکم ہی ہو۔ مرقات نے فرمایا کہ بعض محدثین کے خیال میں یہ حاکم داؤد علیہ السلام تھے۔ واللہ اعلم!

وَصَدِّقُوْا یا اَنْفِقُوْا کا بیان ہے یا علیحدہ حکم یعنی ان بچوں پر سارا خرچ کرو جس میں صدقہ کا ثواب ملے گا یا کچھ ان پر خرچ کرو کچھ فقراء پر۔ (حاشیہ مشکوۃ) خیال رہے کہ دفینہ کے یہ احکام ہمارے دین میں نہیں، ہمارے ہاں دفینہ اگر کفار کا ہے تو اس کا اور حکم ہے اور اگر مسلمانوں کا ہے تو اور حکم، رہا یہ فیصلہ کہ کس کا دفینہ ہے علامت سے کیا جائے گا، تفصیل کتب فقہ میں دیکھئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قاضی و حاکم حتی الامکان فریقین میں صلح کی کوشش کرے اور ان کو اچھی بات کا حکم

کرے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴، ص ۴۸۴)

(1833) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "كَانَتِ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا، جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا. فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، وَقَالَتِ الْأُخْرٰى: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ. فَتَحَاكَمَا إِلٰى دَاوٗدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى، فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَخْبَرَتَاهُ. فَقَالَ: ائْتُوْنِيْ بِالسِّكِّيْنِ أَشُقُّهٗ بَيْنَهُمَا. فَقَالَتِ الصُّغْرٰى: لَا تَفْعَلْ! رَحِمَكَ اللّٰهُ، هُوَ ابْنُهَا. فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ ان کے بیٹے تھے۔ بھیڑیا آیا اور ایک کے بیٹے کو لے گیا۔ ایک نے ان میں سے دوسری کو کہا وہ تمہارا بیٹا لے گیا۔ دوسری نے کہا وہ تمہارا بیٹا لے گیا۔ دونوں نے فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس بچے کا فیصلہ بڑی کے حق میں کر دیا۔ وہ دونوں نکل کر سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں اور یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: چھری لاؤ میں اس کے ٹکڑے کر کے تمہارے درمیان تقسیم کر دوں۔ چھوٹی کہنے لگی ایسا نہ کیجئے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے وہ اس (دوسری عورت) کا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فیصلہ چھوٹی عورت کے حق میں فرما دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذا ادعت المرأۃ ابنا، جلد 8، ص 156، رقم 6769 صحیح مسلم، باب بیان اختلاف المجتہدین، جلد 5، صفحہ 133، رقم 4592 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب مایستدل بہ علی ان الولد الواحد لایلحق بامین، جلد 10، صفحہ 268، رقم 21823 سنن نسائی، باب نقض الحاکم ما حکم بہ غیرہ ممن ہو مثلہ، جلد 3، صفحہ 473، رقم 5960 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی ہریرۃ، جلد 2، ص 322، رقم الحدیث 8263

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دونوں عورتیں اپنے اپنے لڑکے جنگل میں بٹھا کر کسی کام میں مشغول ہو گئیں کہ یہ حادثہ پیش آ گیا اور باقی ماندہ بچہ میں جھگڑا پڑ گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں عورتوں میں سے ہر ایک چاہتی تھی کہ یہ بچہ مجھے ملے ایک تو واقعی ماں تھی دوسری ماں بنی جا رہی تھی۔

بڑی کے حق میں یہ فیصلہ فرمانا اس لیے تھا کہ وہ اس بچہ پر قابض تھی یا اس لیے کہ بچہ اس کی ہم شکل تھا۔ بہر حال یہ فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اجتہاد سے تھا، وحی الٰہی سے نہ تھا ورنہ اس کی اپیل نہ ہوتی اور نہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے خلاف فیصلہ فرماتے۔ معلوم ہوا کہ مجتہد کا اجتہاد برحق ہے اور نبی بھی اجتہاد فرما سکتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ فیصلہ کی اپیل ہوسکتی ہے اور اپیل والا حاکم پہلے حاکم کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے بشرطیکہ پہلا فیصلہ اجتہاد سے ہوا ہو وحی سے نہ ہو وحی کی اپیل ناممکن ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ۔

یعنی اس بچہ کی دو کھانپ کر کے تم دونوں کو ایک ایک دیدوں۔ خیال رہے کہ آپ نے اس بے گناہ بچے کے قتل کا ارادہ نہ فرمایا بلکہ اس کلام سے ان عورتوں کی شفقت ومحبت کی آزمائش فرمائی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بے قصور کے قتل کا ارادہ کرنا گناہ ہے اور نبی گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔

اس وقت بڑی عورت یا تو خاموش رہی یا کچھ ہلکی تڑپی دکھلاوے کے لیے، حقیقی تڑپ اور بناوٹی تڑپ میں فرق ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ کلام اقرار کے لیے نہیں بلکہ بے قراری میں تڑپ کے طور پر ہے یعنی آپ اسے قتل نہ کریں اسی کو دے دیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ چھوٹی نے بڑی کے لیے اقرار کرلیا پھر آپ نے بڑی کو یہ بچہ نہ دیا، اس علامت سے آپ نے پہچان لیا کہ ماں یہ ہی ہے، بچہ کی جان بچانے کے لیے کہہ رہی ہے۔

اس واقعہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اجتہاد جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ کبھی اجتہاد میں غلطی بھی ہوجاتی ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے اجتہاد میں خطا ہوئی۔ تیسرے یہ کہ خطا اجتہادی پر پکڑ اور مواخذہ نہیں ہوتا، دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ ٹوٹ تو گیا مگر ان سے رب نے پوچھ گچھ نہ کی۔ چوتھے یہ کہ کبھی افضل کے مقابلے میں مفضول کا فیصلہ قوی اور قابل عمل ہوتا ہے، دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام صاحب کتاب صاحب شریعت نبی ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے والد ہیں، ان تمام باتوں کے باوجود عملی فیصلہ سلیمان علیہ السلام پر کیا گیا لہذا امام اعظم کے فرمان کے ہوتے ہوئے قول صاحبین پر فتویٰ دینا عمل کرنا درست ہے، یہ حدیث اس کا ماخذ ہے ایک مقدمہ کا ذکر تو قرآن مجید میں فرمایا ہے فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۵۵۰)

(1834) وَعَنْ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ، وَيَبْقٰى حُثَالَةٌ كَحُثَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت مرداس اسلمی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیک لوگ ایک ایک کر کے دنیا سے رخصت ہوجائیں گے اور جو یا کھجور کے بھوسے کی مانند ردی قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے، جن کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قدر ومنزلت نہ ہوگی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ذھاب الصالحین، جلد 5، صفحہ 236، رقم 6070 الادب للبیھقی، باب من اختار عزلة الناس عند تغیر اکثرھم، جلد 1، ص 139، رقم 239 المستدرك للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، ص 29، رقم 61 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه مرداس الاسلمی، جلد 20، صفحه 298، رقم 17464 سنن الدارمی، باب فی ذھاب الصالحین، جلد 2، صفحه 390، رقم 2719

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، بیعت الرضوان میں شریک تھے، آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے قیس ابن حازم کی روایت سے۔

حثالہ اور حفالہ جو کی بھوسی یا خرمہ کا کوڑا جو کسی کام نہ آسکے۔ اس سے مراد وہ نفس پرست مسلمان ہیں جن کے صرف نام مسلمانوں کے سے ہوں باقی وہ دین یا قوم یا وطن کے لیے مطلقًا مفید نہ ہوں۔ اگر چھلکا مغز کے ساتھ رہے تو اس کی بھی قدر ہو جاتی ہے، مغز سے علیحدہ ہو کر پھینکا ہی جاتا ہے، اگر بروں کے ساتھ اچھے بھی ہوں تو یہ بھی تیر جاتے ہیں، اگر اچھے نکل جاویں تو ڈوب جاتے ہیں۔ یہاں یہ ہی فرمایا گیا کہ جب تک ان میں اچھے رہیں گے تب تک رب تعالیٰ ان کی پرواہ کرے گا، اچھوں کے اٹھ جانے پر ان بروں کی کوئی قدر نہ ہوگی ہر طرح غضب میں گرفتار ہوں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۲۰۹)

(1835) وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيْلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا تَعُدُّوْنَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ؟ قَالَ: "مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ" أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا. قَالَ: وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا: آپ لوگوں میں اہل بدر کا کیا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ سب مسلمانوں میں سے افضل ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ یا اسی قسم کی کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: جنگ بدر میں شریک ہونے والے فرشتوں کا بھی یہی مقام ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب شهود الملائكة بدرا، جلد 4، صفحه 146، رقم 3992 تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف للمزی، ومن مسند رفاعة بن رافع، جلد 13، صفحه 390، رقم 19443 جامع الاصول لابن اثير، الفصل الخامس فی فضائل اهل العقبه و بدر، جلد 9، ص 175، رقم 6736 مشكوة المصابيح، باب مناقب قريش، جلد 3، صفحه 357، رقم 6217

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، آپ کی کنیت ابو معاذ تھی، انصاری ہیں، بدر و احد اور سارے غزوات میں شریک ہوئے، جنگ جمل و صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے، امیر معاویہ کی سلطنت کی ابتداء میں وفات پائی۔ (مرقات)

غالبًا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ حضرات صحابہ سے بیان کیا ہوگا انہوں نے حضور سے سن کر روایت کیا اور ہوسکتا ہے کہ ان حضرات نے حضرت جبریل کو حاضر ہوتے ہوئے یہ عرض کرتے سنا ہو اور اگرچہ حضرت جبریل شکل انسانی میں تھے مگر اس گفتگو سے یہ حضرات پہچان گئے ہوں کہ آپ جبریل ہیں۔

یعنی یارسول اللہ حضور اور صحابہ کرام اہلِ بدر کو اپنے مؤمنوں میں سے کس درجہ کا سمجھتے ہیں۔ تعدون میں خطاب حضور انور اور صحابہ کرام سے ہے اور ما فرمانا نہایت ہی موزوں ہے، یہاں مَن کی جگہ نہیں ہے ما بمعنی کیف ہے یا ما درجہ کے لیے ہے۔

اس جواب شریف سے معلوم ہوا غزوہ بدر میں شریک ہونے والے حضرات ان صحابہ سے افضل ہیں جو شریک نہ ہوئے۔ خیال رہے کہ حضرت عثمان غنی بدر میں حکماً شریک تھے کہ ان کے لیے ان کا گھر میدان بدر بنا دیا تھا کیونکہ وہ حضور انور کے حکم سے گھر میں رہے جناب رقیہ بنت رسول اللہ کی تیمارداری کے لیے حضور جسے جو چاہیں بنا دیں، اگر چاہیں تو گجرات کو مدینہ بنا دیں، ہر مؤمن کی قبر ان شاء اللہ مدینہ ہوگی۔ شعر

بنا دو میرے سینہ کو مدینہ
نکالو بحر غم سے یہ سفینہ

پانچ ہزار فرشتے بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے آئے تھے یہ دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں حضرت میکائیل و اسرافیل علیہم السلام بھی ہوں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۴۶۷)

(1836) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِقَوْمٍ عَذَابًا، اَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيْهِمْ، ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰى اَعْمَالِهِمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو اس قوم کا ہر شخص عذاب میں مبتلا ہوتا ہے اور پھر ان کو ان کے اعمال کے مطابق اٹھایا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذا انزل الله بقوم عذابا، جلد 6، صفحه 260، رقم 6691 صحیح مسلم، باب الامر بحسن الظن بالله تعالی عنه الموت، جلد 8، ص 165، رقم 7415 مسند أبی یعلی، مسند عبدالله بن مسعود، جلد 9، صفحه 430، رقم 5582 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر بن الخطاب، جلد 2، صفحه 40، رقم 4985 مشكوة المصابيح، باب التوكل والصبر، الفصل الاول، جلد 3، ص 159، رقم 5344

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جب کسی قوم پر عذاب آتا ہے تو صرف گنہگاروں پر ہی نہیں آتا بلکہ گنہگار، نیک کار جو بھی وہاں ہوں سب پر آتا ہے، جب چکی چلتی ہے تو گندم اور اس میں رہنے والے گھن سب کو ہی پیس ڈالتی ہے۔ خیال رہے کہ یہ قانون کلی نہیں ہے کبھی نیکوں کو بچا بھی لیا جاتا ہے، کبھی وہاں سے نیکوں کو نکال دیا جاتا ہے، رب فرماتا ہے: فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

یعنی ان بے قصور نیک لوگوں کو کل قیامت میں [illegible] جزا دے دی جاوے گی جو انہیں بے قصور پہنچ گئی جیسے باغیوں کی بستیوں پر حکومت بم باری کرے جس سے حکومت کے وفاداروں کے مکانات جائیداد بھی تباہ ہو جاویں تو انہیں ان کا معاوضہ دے دیا جاتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۶۷ م)

(1837) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ کھجور کا ایک تنا تھا جس سے ٹیک لگا کر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوا

يَعْنِيْ فِي الْخُطْبَةِ - فَلَمَّا وُضِعَ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ صَوْتِ الْعِشَارِ، حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهِ فَسَكَنَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِيْ كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتّٰى كَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَصَاحَتْ صِيَاحَ الصَّبِيِّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى اَخَذَهَا فَضَمَّهَا اِلَيْهِ، فَجَعَلَتْ تَئِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِيْ يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ، قَالَ: "بَكَتْ عَلٰى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کرتے تھے یعنی خطبہ دیتے وقت' پس جب مسجد میں منبر رکھ دیا گیا اور آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو ہم نے اس تنے میں سے حاملہ اونٹنی کی طرح تکلیف کی طرح آواز سنی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر سے نیچے اترے اور اس پر اپنا دست مبارک رکھا تب اس کو سکون ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوا تو رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے تو اس کھجور کے تنہ نے چیخنا شروع کر دیا جس کے پاس آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ (شدت الم کی وجہ سے) پھٹ جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے بچے جیسی چیخ ماری۔ پھر رسول اللہ ﷺ اترے اور اس کو پکڑا اور اپنے ساتھ ملایا۔ وہ اس بچے کی طرح سسکیاں لینے لگا جس کو خاموش کرایا جائے۔ یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اس لئے (رویا) کہ یہ ذکر سنا کرتا تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب النجار، جلد 2، صفحہ 738، رقم 1989 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی تکلیم الجمادات له وانقیادها الیه، جلد 11، ص 332، رقم 8897 دلائل النبوة للبیهقی، باب ذکر المنبر الذی اتخذ لرسول الله ﷺ وما ظهر عندہ وصغه، جلد 2، ص 449، رقم 828

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس ستون کا نام اسطوان حنانہ ہے، حنانہ بنا ہے حنین سے بمعنی باریک آواز سے رونا یہ ستون محراب النبی کے بائیں طرف بالکل متصل ہے اب وہاں اینٹ کا ستون ہے اسے اسطوان حنانہ ہی کہتے ہیں۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب منبر نہیں بنا تھا حضور انور زمین پر ہی کھڑے ہو کر خطبہ فرماتے تھے۔

رونے کی یہ آواز تمام صحابہ نے سنی یہ ستون کیوں رویا اس کے متعلق بعض ظاہر بین لوگوں نے کہا ہے کہ وہ ذکر الٰہی سنا کرتا تھا اب اس سے محروم ہو گیا لہذا ذکر کی محرومی پر رویا۔ یہ محض غلط ہے آج ہم لوگ بھی ذکر الٰہی کرتے ہیں ستون کیوں نہیں روتے، نیز خطبہ کی آواز تو اب بھی اس ستون تک آ رہی تھی کہ وہ منبر سے بالکل ہی قریب تھا، نیز پھر وہ حضور کے سینہ

سے لگا لینے پر خاموش ہو گیا وجہ صرف یہ تھی کہ اس نے یہ کہا۔ شعر

مسندت من بودم از من تاختی بر سر منبر تو مسند ساختی

درفراق تو مرا چوں سوخت جان چوں نہ نالم بے تو اے جان جہاں

یہ گریہ وزاری اس لیے تھا کہ وہ جمعہ کے دن پشت پاک مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے بوسہ لیتا تھا آج اس وصال کی نعمت سے محروم ہو گیا اس فراق پر رویا۔

یعنی جب حضور انور نے اس ستون کو اپنے سینہ پاک سے لگایا تو وہ اس طرح سسکیاں بھرنے لگا جیسے روتے بچے کو ماں سینے سے لگائے تو وہ خاموش ہونے سے پہلے سسکیاں بھرتا ہے۔ اس واقعہ سے دو مسئلہ معلوم ہوئے: ایک یہ کہ تمام حسینان جہاں صرف انسانوں کے محبوب رہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے انوکھے حسین ہیں کی ساری مخلوق کے محبوب ہیں کیوں نہ ہوں خالق کے محبوب ہیں، دیکھو لکڑیاں فراق میں گریہ وزاری کر رہی ہیں دوسرے یہ کہ سارے حسینوں کا یہ حال ہے کہ انہیں دیکھا ہزاروں نے مگر عاشق ہوا ایک۔ حسن یوسف کی عاشق صرف زلیخا، لیلی پر فریفتہ صرف مجنوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حسین ہیں کہ آج انہیں دیکھنے والا کوئی نہیں مگر جاں نثار عاشق لاکھوں، حسن یوسفی صرف بازار مصر میں چمکا، حسن محمدی ہر جگہ تا ابد چمک رہا ہے۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

یہ حاشیہ آرائی صرف قتادہ کی ہے کہ ستون ذکر الٰہی پر روتا تھا مگر قتادہ صاحب کے ذکر پر کبھی کوئی ستون نہیں رویا یہ غلط ہے فراق رسول میں روتا تھا۔ خواجہ حسن بصری جب یہ حدیث پڑھتے تو بہت روتے تھے فرماتے تھے کہ حضور کے عشق میں خشک لکڑی روئی تم اس لکڑی سے کم نہ ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ چاند چرنے اور ستون کے رونے کی حدیثیں معنًی متواتر ہیں لفظًا مشہور مستفیض ہیں۔ (اشعۃ اللمعات) یہاں مرقات نے فرمایا کہ ستون قرب رسول فوت ہونے پر رویا تھا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۶۰)

(1838) وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ جُرْثُوْمِ بْنِ نَاشِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا، وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا، وَحَرَّمَ اَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا، وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءَ رَحْمَةً لَّكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا" حَدِيْثٌ حَسَنٌ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهٗ.

حضرت ابو ثعلبہ خشنی جرثوم بن ناشر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں پس ان کو ہرگز ضائع مت کرنا اور کچھ حدود مقرر کی ہیں۔ پس ان سے آگے نہ بڑھنا اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے پس اس کی حرمت کو مت توڑنا اور کچھ چیزوں سے رحمت کے طور پر خاموشی اختیار فرمائی ہے۔ بھول کر ان کو نہیں چھوڑا۔ پس ان میں کرید مت

کرو۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اسے دار قطنی وغیرہ نے

روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن الدارقطنی، کتاب الرضاع، جلد 4، صفحہ 170، رقم 4443؛ اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب المواقیت، باب فی اوقات الصلوات، جلد 1، ص 423، رقم 777؛ السنن الکبرٰی للبیھقی، باب مالم یذکر تحریمہ ولاکان فی معنی ماذکر تحریمہ مما یوکل اویشرب، جلد 10، ص 12، رقم 20217؛ مجمع الزوائد للھیثمی، باب ثان منہ فی اتباع الکتاب والسنۃ و معرفۃ الحلال من الحرام، جلد 1، ص 417، رقم 796؛ مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، جلد 1، صفحہ 42، رقم 197

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام جرثوم ابن ناشر ہے، قبیلۂ بنی قزاعہ کے خاندان خشن سے متعلق ہیں، آپ جلیل القدر صحابی ہیں، بیعت الرضوان میں حاضر تھے۔ آپ کی وجہ سے آپ کی قوم اسلام، لائی شام میں قیام فرمایا، ۵۷ھ میں وفات پائی آپ سے چالیس احادیث مروی ہیں۔

یعنی فرض اعمال قرآن سے ثابت ہوں یا حدیث سے ان پر ضرور پابندی کرو، نیز اخلاص سے ادا کرو۔ خیال رہے کہ فرض وہ ہے جس کا ثبوت بھی یقینی ہو اور طلب بھی یقینی اس کا تارک فاسق ہے اور منکر کافر۔

اس طرح کہ حرام کے قریب بھی نہ جاؤ کرنا تو کجا۔

یعنی حلال وحرام کی حدوں کو نہ توڑو، نمازیں پانچ فرض ہیں۔ چار یا چھ نہ مانو، زکوۃ مال کا (۴۰) چالیسواں حصہ فرض ہے، کم وبیش پر عقیدہ مت رکھو، چار عورتوں تک کا نکاح جائز پانچویں کو حلال چوتھی کو حرام نہ سمجھیں وغیرہ۔

یعنی بعض چیزوں کی حلت وحرمت صراحتاً قرآن یا حدیث میں مذکور نہیں ان کی بحث میں نہ پڑو وہ مباح ہیں عمل کیے جاؤ ان کے بارے میں رب فرماتا ہے: عَفَیَ اللّٰہُ عَنْھَا حضور فرماتے ہیں جس سے خاموشی ہو وہ معاف ہے جیسا کہ کتاب الاطعمہ میں آئیگا۔ (از مرقاۃ وغیرہ) (مرآۃ المناجیح، ج ۱ ص ۱۹۵)

(1839) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ الْجَرَادَ۔ وَفِیْ رِوَايَةٍ: نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سات جنگوں میں حصہ لیا۔ ہم ٹڈیاں کھاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ہم آپ کے ساتھ ٹڈیاں کھاتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب أکل الجراد، جلد 5، صفحہ 209، رقم 5176؛ صحیح مسلم، باب اباحۃ الجراد، جلد 6، صفحہ 70، رقم 5167؛ سنن الدارمی، باب فی اکل الجراد، جلد 2، صفحہ 126، رقم 2010؛ مسند البزار، مسند عبداللہ بن أبی اوفی، جلد 1، صفحہ 495، رقم 3330؛ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی اکل الجراد، جلد 5، ص 144، رقم 24561

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان کا نام عبداللہ ہے، والد کا نام انیس، قبیلہ جہنیہ سے ہیں، غزوہ احد میں شریک ہوئے، ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں

وفات پائی۔

ٹڈی حلال ہے حضور کے سامنے صحابہ کرام نے کھائی ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کبھی نہ کھائی بلکہ فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی مخلوق ہے میں نہ اسے کھاتا ہوں نہ حرام کرتا ہوں، ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے کہ خشکی کے بے خون جانور سارے حرام سوا ٹڈی کے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵ ص۱۰۰۶)

(1840) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَيْنِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لایلدغ المؤمن من جحر مرتین، جلد 8، ص 31، رقم 6133 صحیح مسلم، باب لایلدغ المؤمن من جحر مرتین، جلد 8، صفحه 227، رقم 7690 الاداب للبیهقی، باب الحذر، جلد 1، صفحه 216، رقم 355 سنن ابوداؤد، باب الحذر من الناس، جلد 4، ص 417، رقم 4864 صحیح ابن حبان، باب الخوف والتقویٰ، جلد 2، صفحه 437، رقم 663

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث کا شان نزول یہ ہے کہ ایک کافر شاعر جس کا نام ابوعزہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مخالفت میں سخت توہین آمیز اشعار کہا کرتا تھا، جنگ بدر میں گرفتار ہوگیا اس نے حضور انور سے گزشتہ کی معافی مانگی آئندہ اس حرکت سے باز رہنے کا عہد کیا حضور انور نے اسے چھوڑ دیا، وہ چھوڑ کر پھر اس حرکت میں مشغول ہوگیا، پھر جنگ احد میں گرفتار ہوا پھر اس نے معذرت کی اور صحابہ کرام نے اس کی رہائی کی سفارش کی تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مؤمن ایک سوراخ سے دوبار نہیں کاٹا جاتا اور اسے رہائی نہ بخشی یعنی جس سوراخ سے ایک بار بچھو نے کاٹ لیا ہو اس سوراخ میں دوبارہ انگلی مت ڈالو، جس شخص سے ایک بار دھوکا کھالیا ہو دوبارہ اس کے دھوکے میں نہ آؤ اس شاعر کو قتل کر دیا گیا۔ (مرقات واشعہ) (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص۸۸۰)

(1841) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: رَجُلٌ عَلٰى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيْلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا سِلْعَةً بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَاَخَذَهَا بِكَذَا وَ كَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ، وَرَجُلٌ بَايَعَ اِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ اِلَّا لِدُنْيَا فَاِنْ اَعْطَاهُ مِنْهَا وَفٰى وَاِنْ لَّمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن بات نہ کرے گا نہ نظر رحمت سے ان کی طرف دیکھے گا' نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ (۱) وہ آدمی کہ ویرانہ میں اس کے پاس بچا ہوا پانی تھا مگر اس نے مسافر کو اس سے روک دیا۔ (۲) جس نے کسی آدمی کے ہاتھ عصر کے بعد سامان فروخت کیا اور اللہ کی قسم اٹھائی کہ اس نے اسی قیمت پر لیا ہے۔ پس خریدار نے اس کو سچا جانا حالانکہ وہ اس کے برعکس تھا۔ (۳) اور وہ آدمی جو کسی

خلیفہ سے صرف دنیا حاصل کرنے کی غرض سے بیعت
کرے۔ اگر وہ اس کو اس دنیا کے مال سے کچھ دے دے
تو اس سے وعدہ نبھائے اور اگر اسے دنیا کا مال نہ دے تو
بیعت پوری نہ کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من بایع رجلا لایبایعہ الا للدنیا، جلد 9، ص 79، رقم 7212 صحیح مسلم، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمن بالعطیۃ، جلد 1، ص 72، رقم 310 السنن الکبرٰی للبیہقی، باب التشدید علی من کذب فی ثمن مایبیع اوفیما طلب منہ، جلد 5، ص 330، رقم 11110 سنن ابوداؤد، باب فی منع الماء، جلد 3، صفحہ 295، رقم 3476 سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی کراھیۃ الایمان فی الشراء والبیع، جلد 2، ص 744، رقم 2207

شرح حدیث: رحمت الٰہی کی امید رکھنا واجب ہے

یعنی ابتدا میں نظر رحمت نہ فرمائے گا اس لئے گناہوں سے بچنا فرض ہے لیکن پیارے اسلامی بھائیو! اللہ تعالٰی کی طرف سے رحمت وکرم کی امید رکھنا ہم پر واجب ہے، کہ اس معاملے میں مایوسی انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ط ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔

اللہ تعالٰی کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ تعالٰی تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ پ 24۔ الزمر 53)

اس فرمان عالیشان کی روشنی میں ہمیں ہر موقع پر اللہ تعالٰی سے بہتری وبھلائی کی امید ہی رکھنی چاہیئے۔ اس کے علاوہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس معاملے میں تلقین ارشاد فرمائی ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو وفات سے 3 روز قبل فرماتے ہوئے سنا کہ "تم لوگ مرتے دم تک اللہ تعالٰی سے اچھا گمان رکھنا۔" (مسلم)

اللہ تعالٰی سے اچھا گمان رکھنے کے فوائد اللہ تعالٰی سے ہر معاملے میں اچھا گمان رکھنا، نہ صرف آیت مبارکہ سے ثابت شدہ واجب پر عمل پیرا ہونے کی سعادت دلوائے گا بلکہ دیگر بہت سے ایسے فائدے بھی حاصل ہو سکتے ہیں کہ جن کا ذکر احادیث مبارکہ میں بکثرت ملتا ہے۔ ان میں سے چند فائدے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، گزارش ہے کہ انھیں بغور مطالعہ فرمایئے۔

(1) رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ اللہ تعالٰی سے حسن ظن رکھے کہ یہی جنت کی قیمت ہے۔ (شرح الصدور)

وضاحت: یعنی جب بندہ اللہ تعالٰی سے اچھا گمان رکھے گا تو اللہ عزوجل کی رحمت سے بعید ہے کہ اسے مایوس فرما دے۔ لہٰذا جب انسان اپنی خطاؤں کے باوجود اللہ تعالٰی سے مغفرت اور جنت کی امید لگائے گا تو اللہ تعالٰی اسے یہ دونوں چیزیں عطا فرما دے گا۔ تو گویا یہ حسن ظن ہی جنت کی قیمت ثابت ہوگا۔

(2) حضرت عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ تعالٰی عنہ) فرماتے ہیں کہ واللہ! بندہ اللہ تعالٰی سے جو اچھا گمان رکھے گا، اللہ تعالٰی اسے پورا فرمادے گا۔ (شرح الصدور)

وضاحت: مذکورہ فرمان عالیشان میں دنیا۔۔۔یا۔۔۔آخرت کی کوئی قید نہیں ہے۔ گویا کہ اللہ تعالٰی سے دنیا یا آخرت میں سے جس کے بارے میں بھی نیک گمان رکھا جائے، وہ اسے پورا فرمادے گا۔ ان فوائد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں چاہیئے کہ اپنے رب کریم سے ہمہ وقت اچھا گمان رکھنے کی سعادت حاصل کرکے اس کی مذید رحمتوں کے مستحق بنتے رہیں۔ امید رحمت، اللہ تعالٰی اور اس کے حبیب (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کی رضا کے عین مطابق ہے اگر احادیث مبارکہ کا مذید مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے خود اللہ تبارک وتعالٰی اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم یہی چاہتے ہیں کہ بندے اللہ تعالٰی سے ہرگز ہرگز مایوس نہ ہوں، یہی وجہ ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے کئی مقامات پر اللہ تعالٰی کی رحمت کی زیادتی کو بیان فرما کر بندوں کو مایوسی کی دلدل سے نکالنے۔۔۔یا۔۔۔بچانے کی کوشش فرمائی ہے۔ مثلاً

مروی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ "قیامت کے دن بندوں کے اعمال کا حساب کون کرے گا؟" آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "اللہ تعالٰی حساب فرمائے گا۔" اس نے عرض کی، "کیا وہ خود ہی حساب فرمائے گا؟" آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا، "ہاں" یہ سن کر وہ اعرابی ہنسنے لگا۔ آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے وجہ دریافت کی تو عرض کرنے لگا کہ، "میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ "کریم جب غالب ہوتا ہے تو وہ بندے کی تقصیر معاف فرمادیتا ہے اور حساب آسانی سے لیتا ہے۔" رحمت دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اعرابی نے سچ کہا، رب کریم سے زیادہ کوئی کریم نہیں ہے، یہ اعرابی بہت بڑا فقیہ اور دانش مند ہے۔" (احیاء العلوم)

(1842) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ" قَالُوْا: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا؟ قَالَ: اَبَيْتُ، قَالُوْا: اَرْبَعُوْنَ سَنَةً؟ قَالَ: اَبَيْتُ. قَالُوْا: اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا؟ قَالَ: اَبَيْتُ. "وَيَبْلٰى كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الْاِنْسَانِ اِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ، فِيْهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ، ثُمَّ يُنَزِّلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو صور پھونکنے کے درمیان چالیس کی مدت ہوگی۔ لوگوں نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! کیا چالیس دن کی؟ انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں اور انسان کے جسم کی ہر چیز بوسیدہ ہو جائے گی سوائے دم کی ہڈی کے۔ اسی سے انسان کی تخلیق ہوگی۔ پھر اللہ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا۔ پس انسان اس طرح زمین سے اگیں گے جس طرح سبزہ اُگتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب "یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا"، جلد 6، صفحہ 165، رقم 4935 صحیح مسلم، باب

مابین النفختین، جلد 8، صفحہ 210، رقم 7603 سنن النسائی، باب سورۃ الصافات، جلد 6، صفحہ 449، رقم 11459 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الاول فی النفخ فی الصور، جلد 10، صفحہ 421، رقم 7941 شعب الایمان للبیہقی، فصل فی کیفیۃ انتہاء الحیاۃ الاولی و ابتداء الحیاۃ، جلد 1، ص 314، رقم 354

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مجھے یاد نہیں کہ حضور انور نے دن فرمایا یا مہینے یا سال اس لیے میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر دوسری روایات میں چالیس سال وارد ہے۔

یعنی اس غیبی بارش سے یہ گلے جسم درست ہوجائیں گے، روح پڑنے کے لائق ہوجائیں گے پھر صور پھونکنے پر یہ اجسام زندہ ہوجائیں گے۔

عجب الذنب کے لفظی معنی ہیں دم چگھ، عجب بمعنی اصل ذنب بمعنی دم، جانور کی دم اس ہڈی کے کنارہ سے شروع ہوتی ہے اس کا نام ہے، ریڑھ کی جو گردن سے شروع ہوتی ہے چوتڑ پر ختم ہوتی ہے اسی پر انسان بیٹھتا ہے یہ اس کے لیے ایسی ہے جیسے دیوار کے لیے بنیاد، اگر یہاں یہ ہی ہڈی مراد ہے تو حدیث کے معنی یہ ہیں کہ یہ ہڈی جلد فنا نہیں ہوتی، اسے خاک سو برس کے بعد گلاتی ہے اور اگر اس سے مراد ہیں اجزاء اصلیہ جو انسان کی جسم کی اصل ہیں تو وہ واقعی کبھی نہیں فنا ہوتے یہ ایسے باریک اجزاء ہیں جو خوردبین سے بھی دیکھنے میں نہیں آتے، انہیں انگریزی میں ایٹم کہتے ہیں۔ عربی میں اجزاء لایتجزی۔ انسان جل جاوے، اسے شیر کھا جاوے اور پاخانہ بن کر اس کے پیٹ سے نکل جاوے وہ اجزاء ویسے ہی رہے ہیں حتی کہ غذا خون نطفہ میں یہ اجزاء ہوتے ہیں انہیں اجزاء سے انسان پہلے بھی بنا تھا اور آئندہ بھی بنے گا اس لیے ہم بڈھے کو کہتے ہیں کہ یہ وہ ہی ہے جو پہلے بالشت بھر کا بچہ بلکہ نطفہ تھا وہ ہی کیسے کہا جاتا ہے انہیں اصلی اجزاء کو یہ خوب یاد رہے۔ زائد اجزاء میں فرق ہوتا رہتا ہے کہ بیماری میں گل کر نکل جاتے ہیں آدمی دبلا ہوجاتا ہے، عیش میں اور اجزاء بڑھ جاتے ہیں مگر اصل اجزاء اسی طرح رہتے ہیں۔

لہذا اگرچہ جنت میں سارے انسان جوان اور ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے، دوزخی انسان اتنا بڑا کہ اس کی ایک داڑھ پہاڑ کی برابر مگر ہوں گے وہ ہی دنیا کے انسان کیونکہ ان کے اصل اجزاء وہ ہی ہوں گے روح وہ ہی ہوگی جو دنیا میں تھی لہذا اسلام کا محشر اور ہے آریوں کا تناسخ کچھ اور، حتی کہ جو لوگ دنیا میں بندر سوٴر بنادیئے گئے ان کے بھی اجزاء اصلیہ وہ ہی تھے اور روح وہ ہی تھی لہذا وہ بھی تناسخ نہیں۔

ہمارا جسم پہلے مٹی تھا پھر دانہ بنا پھر آٹا پھر غذا پھر خون پھر نطفہ پھر گوشت کا ٹکڑا پھر یہ انسانی جسم مگر اصلی اجزاء ہر جگہ وہ ہی رہے۔ شعر

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

(مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۶۴)

(1843) وَعَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ، جَآءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ لَمْ يَسْمَعْ، حَتّٰى اِذَا قَضٰى حَدِيْثَهُ قَالَ: اَيْنَ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟ قَالَ: هَا اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: "اِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ" قَالَ: كَيْفَ اِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی مجلس میں تشریف فرما تھے اور لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے کہ اسی دوران ایک دیہاتی آیا اور اس نے پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ آپ برابر گفتگو فرماتے رہے تو لوگوں میں سے کسی نے کہا اس دیہاتی نے جو کہا ہے وہ آپ نے سن تو لیا ہے لیکن اسے آپ نے پسند نہیں فرمایا اور بعض نے کہا کہ آپ نے اس کی بات سنی ہی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جب آپ بات مکمل فرما چکے تو فرمایا: قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! میں یہاں ہوں۔ آپ نے فرمایا: جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ اس نے پوچھا: اس کے ضائع ہونے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: جب معاملہ نااہل کے سپرد کیا جائے تو پھر قیامت کا انتظار کرنا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من سئل علما وھو مشتغل فی حدیثه، جلد 1، ص 21، رقم 59، اطراف المسند المعتلی للعسقلانی، حدیث عطاء بن یسار المدنی، جلد 7، ص 418، رقم 10069، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثالث فی الامانة، جلد 1، ص 321، رقم 103، مشکوۃ المصابیح، باب اشراط الساعة، الفصل الاول، جلد 3، صفحه 181، رقم 5439، کنزالعمال للھندی، الفصل الثالث فی اشراط الساعة، جلد 14، صفحه 238، رقم 38422

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان لکھتے ہیں:

قیامت کی تاریخ مہینہ دن بتائیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی بخشا اور یہ بھی عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم دیا گیا اس لیے تو آپ سے یہ سوال کرتے تھے، حضور انور نے بھی انہیں اس سوال پر کافر یا مشرک نہ کہا بلکہ قیامت کی علامات بیان فرما دیں اور علامتیں وہ بیان کرتا ہے جسے ہر شے کا پتہ ہو۔

یہاں امانت سے مراد امامت حکومت سلطنت وغیرہ ہے جو رب تعالیٰ کے امانتیں ہیں جو اس نے چند روز کے لیے بندوں کو سپرد فرمائی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

اس طرح کہ حکومت فاسقوں یا عورتوں کو ملے، قاضی فقیر جاہل لوگ بنیں اور بے وقوف لوگ بادشاہ بنیں۔ تو سید بنا

ہے وسادۃ سے اس کے معنی ہیں تکیہ کسی کے نیچے رکھنا یعنی نااہلوں کے سر تلے ان امانتوں کا تکیہ رکھ دیا جائے۔
(مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۸۳)

(1844) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يُصَلُّوْنَ لَكُمْ، فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَكُمْ، وَاِنْ اَخْطَئُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اورانہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حکمران تمہیں نماز پڑھائیں گے۔ پس اگر وہ درست پڑھائیں گے تو تمہارے لیے بھی ثواب ہے اور اگر وہ غلطی کریں گے تو بھی تمہارے لیے ثواب ہے اور ان کے لئے گناہ ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذالم یتم الامام و اتم من خلفه، جلد 1، ص 140، رقم 694، السنن الکبرٰی للبیھقی، باب امامة الجنب، جلد 2، صفحه 396، رقم 4233، مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 355، رقم 8648، مسند البزار، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 456، رقم 8714

شرح حدیث: ثواب پانے والا خوش نصیب امام

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے لوگوں کی امامت کرائی اور وقت کو پا کر نماز مکمل کر لی تو اسے اپنا اور مقتدیوں کا بھی ثواب ملے گا اور جس نے نماز میں کوئی کمی کی تو اس کا گناہ اسی پر ہوگا نہ کہ مقتدیوں پر۔ (صحیح ابن حبان کتاب الصلوۃ، باب فرض متابعۃ الامام، الحدیث ۲۲۱۸، ج ۳، ص ۳۱۹)

خاتم المُرسلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو کسی قوم کا امام بنے اسے چاہیے کہ اللہ عزوجل سے ڈرے اور یہ یاد رکھے کہ وہ ضامن ہے اور اس سے اس کی ضمانت کے بارے میں پوچھا جائے گا، لہٰذا جو اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھائے گا اسے اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں جتنا ثواب ملے گا اور ان مقتدیوں کے ثواب میں بھی کمی نہ ہوگی اور نماز میں جو کوتاہی ہوگی اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔
(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب الامام ضامن، الحدیث: ۲۳۴۵، ج ۲، ص ۲۰۹)

(1845) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: (كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) (البقرة: 110) قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ يَاْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوْا فِي الْاِسْلَامِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے ہی روایت ہے کہ آیت كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران: ۱۱۰) کی تفسیر میں فرمایا: لوگوں کے لئے سب سے بہتر انسان وہ ہیں جو انہیں گردن میں زنجیریں ڈال کر لے آئیں یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب "کنتم خیر أمة اخرجت الناس"، جلد 6، صفحه 37، رقم 4557 (یه حدیث مبارکه نقل فرمانے میں امام بخاری منفرد هیں ملاحظه هو جامع الاصول فی احادیث الرسول، جلد 9، صفحه 208، رقم 6784)

شرح حدیث: حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ پر کوشش

حضرت سیدنا اسلم رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے لوگوں سے فرمایا، کیا میں تمہیں اپنے اسلام قبول کرنے کا قصہ نہ بیان کروں؟ لوگوں نے عرض کی، کیوں نہیں۔ تو ارشاد فرمایا، میں پہلے پہل رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا بہت بڑا دشمن تھا۔ آپ صفا پہاڑی کے قریب ایک مکان میں تشریف فرماتھے کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچا اور سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلّم نے میری قمیص پکڑ کر ارشاد فرمایا، اے خطاب کے بیٹے! اسلام لے آؤ۔ اور ساتھ ہی یہ دعا کی، اے اللہ عزوجل! اسے ہدایت عطا فرما۔ یہ سن کر فوراً میرے منہ سے نکلا، اشھد ان لاالہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ۔ میرے اسلام قبول کرتے ہی مسلمانوں نے اتنی زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کی گلیاں گونج اٹھیں۔ (حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۷۶، رقم الحدیث:۹۵)

(1846) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "عَجِبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ"رَوَاهُمَا الْبُخَارِيُّ. مَعْنَاهُ: يُؤْسَرُوْنَ وَيُقَيَّدُوْنَ ثُمَّ يُسْلِمُوْنَ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل ان لوگوں سے خوش ہوگا جو زنجیروں میں جکڑے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان دونوں احادیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ انہیں قید کر کے زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ پھر وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الاساری فی السلاسل، جلد 3، صفحہ 1096، رقم 2848، سنن ابوداؤد، باب فی الاسیر یوثق، جلد 3، ص 9، رقم 2679، مشکوۃ المصابیح، باب حکم الاسراء، الفصل الاول، جلد 2، صفحہ 400، رقم 3960، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما ذکر فی صفۃ الجنۃ، جلد 13، صفحہ 149، رقم 35250، جامع الاحادیث للسیوطی، حرف العین، جلد 14، صفحہ 171، رقم 14052.

شرح حدیث: حضرت سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کو شہید کرنے والے وحشی بن حرب کے پاس اپنا نمائندہ بھیج کر اسلام قبول کرنے کے لئے دعوت دی۔ اس نے جواب میں یہ کہلا بھیجا، آپ کیونکر مجھے اسلام کی طرف آمادہ کر رہے ہیں جب کہ آپ کا دعوی ہے کہ قاتل، مشرک اور زانی جہنم میں ڈالا جائے گا اور قیامت کے دن اس کے عذاب کو دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ جہنم میں ذلیل وخوار ہوتا رہے گا۔ اور میں نے ان سب کاموں کو کیا ہے، تو کیا ان سب کے باوجود آپ میرے چھٹکارے کی کوئی راہ پاتے ہیں۔

اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا O

ترجمہ کنزالایمان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (الفرقان ۷۰)

جب وحشی کو اس آیت کے بارے میں پتہ چلا تو اس نے اپنا اشکال پیش کیا کہ نیک اعمال اور توبہ کی شرط تو بہت کڑی ہے، عین ممکن ہے کہ میں اس کو پورا نہ کر پاؤں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور اس کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔ (النساء:۴۸)

اس آیت کو سن کر وحشی نے کہا، میرے گمان میں یہ خدا (عزوجل) کی مشیت پر ہے مجھے کیا پتہ کہ میری مغفرت ہوگی بھی یا نہیں؟ کیا اس کے علاوہ کوئی اور بھی امید افزاء بات ہے یا نہیں؟ تب یہ آیت نازل ہوئی یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ترجمہ کنزالایمان: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ (زمر:۵۳)

یہ سن کر حضرت سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا، اب ٹھیک ہے۔ اور دامن اسلام میں آ گئے۔

(مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۲۴، رقم الحدیث ۱۱۳۱۴)

(1847) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا، وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ اَسْوَاقُهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کو شہروں کے تمام حصوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ حصے ہیں جن میں مسجدیں ہیں اور سب سے ناپسندیدہ حصے ان کے بازار ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح و فضل المساجد، جلد 2، صفحہ 132، رقم 1560، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، کتاب المساجد، جلد 2، صفحہ 28، رقم 969، السنن الصغری للبیھقی، باب ما یفعل بالرجال البالغین من اھل الحرب بعد الاسر، جلد 2، ص 75، رقم 3861، المراف المسند المعتلی للعسقلانی، من مسند جبیر بن معطم بن عدی، جلد 2، صفحہ 185، رقم 2069، صحیح ابن حبان، باب المساجد، جلد 4، صفحہ 477، رقم الحدیث 1600

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ مسجدوں میں اکثر ذکر اللہ کے لیے حاضری ہوتی ہے اور بازاروں میں اکثر جھوٹ، فریب، غیبت وغیرہ، اگرچہ کبھی مسجدوں میں بھی جوتی چور اور بازاروں میں بھی اولیاء اللہ چلے جاتے ہیں اسی لیے فرمایا گیا کہ تم ان لوگوں میں سے ہونا کہ جن کا جسم بازار میں اور دل مسجد میں ہے، ان میں سے نہ؛ جن کا جسم مسجد میں اور دل بازار میں ہو۔ خیال رہے کہ یہاں شہروں سے مراد عام شہر ہیں۔ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ ان سے علیحدہ ہیں۔ وہاں کے تو گلی کوچے بازار وغیرہ سب خدا کو

پیارے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ اور فرماتا ہے: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ کیوں نہ ہو کہ یہ محبوب کی نگریاں ہیں ؎

کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم
اس کف پاء کی حرمت پہ لاکھوں سلام

(مرأۃ المناجیح، ج ا ص ۶۵۶)

(1848) وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهِ قَالَ: لَا تَكُوْنَنَّ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ السُّوْقَ، وَلَا اٰخِرَ مَنْ يَّخْرُجُ مِنْهَا، فَاِنَّهَا مَعْرَكَةُ الشَّيْطٰنِ، وَبِهَا يَنْصِبُ رَايَتَهٗ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا ۔ وَرَوَاهُ الْبَرْقَانِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَكُنْ اَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ السُّوْقَ، وَلَا اٰخِرَ مَنْ يَّخْرُجُ مِنْهَا۔ فِيْهَا بَاضَ الشَّيْطٰنُ وَفَرَّخَ"۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: اگر تو طاقت رکھے تو سب سے پہلے بازار میں داخل ہونے والا اور سب سے آخر میں نکلنے والا ہرگز نہ ہونا اس لیے کہ بازار شیطان کا میدان جنگ ہے اسی جگہ وہ اپنا جھنڈا گاڑتا ہے۔ (مسلم) اور امام برقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم بازار میں سب سے پہلے داخل ہونے والے نہ بنو اور نہ اس میں سے سب سے آخر میں نکلنے والے بنو اس لئے کہ اسی میں شیطان انڈے اور بچے دیتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من فضائل ام سلمة ام المؤمنين رضى الله عنها، جلد 7، ص 144، رقم 6469 مسند البزار، مسند سلمان الفارسی رضی الله عنه، جلد 1، صفحه 392، رقم 2541 دلائل النبوة للبيهقی، باب ما جاء فی رؤية ام سلمه زوج النبی ﷺ جبريل عليه السلام، جلد 3، ص 121، رقم 2999 كنز العمال للمتقی، حرف الباء، جلد 7، صفحه 448، رقم الحديث 9335 جمع الجوامع للسيوطی، حرف اللام، جلد 9، صفحه 237، رقم 18397

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی انسانوں کے دو ٹولے ہیں: حزب اللہ اور حزب الشیطان۔ ان کی شناخت یہ ہے کہ رحمانی ٹولہ والے دن کی ابتداء نماز اور اللہ کے ذکر سے کرتے ہیں اور شیطانی ٹولہ والے بازار و دنیاوی کاروبار سے۔ خیال رہے کہ دنیوی کاروبار منع نہیں مگر سویرے اٹھتے ہی نہ خدا کا نام نہ اس کی عبادت بلکہ ان میں لگ جانا یہ شیطانی کام ہے۔ (مرأۃ المناجیح، ج ا ص ۶۰۱)

نو شیاطین کے نام و کام

حضرتِ علامہ ابنِ حَجَر عَسْقَلانی قُدِّسَ سِرُّہُ الرَّبّانی نَقْل کرتے ہیں، امیرُ الْمُؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شیطان کی اولاد نو ہیں۔ (۱) زَلِيْتُون (۲) وَثِيْن (۳) لَقُوْس (۴) أَعْوَان (۵) هَفَّاف (۶) مُرَّة (۷) مُسَوِّط (۸) دَاسِم اور (۹) وَلْهَان۔

زَلِيْتُون: بازاروں میں مقرّر رہے، اور وہاں اپنا جھنڈا گاڑے رہتا ہے۔

وَثِيْن: لوگوں کو ناگہانی آفات میں مبتلاء کرنے کے لئے مقرّر رہے۔

لَقُوْس: آتش پرستوں پر مقرّر رہے۔

أَعْوَان: حکمرانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

هَفَّاف: شرابیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

مُرَّة: گانے باجے، بجانے والوں پر مقرّر رہے۔

مُسَوِّط: افواہیں عام کرنے پر مقرّر رہے۔ وہ لوگوں کی زبانوں پر افواہیں جاری کروا دیتا ہے، اور اصل حقیقت سے لوگ بے خبر رہتے ہیں۔

دَاسِم: گھروں میں مقرّر رہے۔ اگر صاحب خانہ گھر میں داخل ہو کر نہ سلام کرے اور نہ بسم اللہ پڑھ کر قدم اندر رکھے، تو یہ ان گھر والوں کو آپس میں لڑوا دیتا ہے، حتّٰی کہ طلاق یا خُلع یا مار پیٹ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

وَلْهَان: وضو، نماز اور دیگر عبادات میں وسوسے ڈالنے کے لئے مقرّر رہے۔ (المنبہات للعسقلانی، ص۹۱)

(1849) وَعَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ، قَالَ: "وَلَكَ". قَالَ عَاصِمٌ: فَقُلْتُ لَهُ: اَسْتَغْفَرَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ وَلَكَ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ: (وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ) (محمد: 19). رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عاصم احول، حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطاؤں سے محفوظ رکھا۔ آپ نے فرمایا: تمہاری بھی مغفرت فرمائے۔ حضرت عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مغفرت طلب فرمائی؟ انہوں نے کہا ہاں! اور تمہارے لئے بھی مغفرت طلب فرمائی ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (محمد:۱۹) اور دعا کیا کریں اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھے نیز مومنین اور مومنات کے لئے مغفرت مانگیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب اثبات خاتم النبوۃ و صفتہ و محلہ من جسدہ ﷺ، جلد 7، ص 86، رقم 6234، اتحاف الخیرۃ المہرۃ، کتاب الادب، سورۃ القتال، جلد 6، صفحہ 270، رقم 5820، الاحاد و المثانی لاحمد الشیبانی، ذکر عبداللہ بن سرجیس المزنی، جلد 2، صفحہ 336، رقم 1104، مسند امام احمد، حدیث عبداللہ بن سرجیس رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 82، رقم 20797، مسند أبی

یعلی، مسند عبدالرحمن بن سرجیس، جلد 3، صفحہ 131، رقم 1563

شرح حدیث: امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

مسئلہ ۱۴۳: مسئولہ مولینا مولوی سید غلام قطب الدین صاحب پرڈیسی جی برہمچاری از شہر محلہ باسمنڈی ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اب کی دس جنوری کی اشاعت میں راما سنگھم نے قرآن عظیم کی تین آیات کا حوالہ دے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) گنہگار قرار دیا ہے ان میں سے پہلی دو میں رسول مقبول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو یوں مخاطب کیا ہے۔ تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ۔ تیسری آیت کا مطلب یہ ہے فی الواقع ہم نے تیرے واسطے بلاشبہہ کامیابی حاصل کی ہے کہ خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرتا ہے مسٹر حسن ہم کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ ان آیات میں تو سے مراد تو ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کا اشارہ اسلام کے نبی کے پیروؤں کے گناہوں اور غلطیوں کی طرف ہے یہ بات مشکل ہے کہ اس مباحثہ کو قابل یقین سمجھا جائے کیونکہ اگر عربی زبان ایسی ہی پیچیدہ ہے کہ ہر ایک پڑھنے والا اپنی خواہش کے مطابق مطلب لے سکتا ہے تب قرآن عظیم سے جو چاہیں مطلب لے سکتے ہیں، تاہم مسٹر حسن کا یہ بیان ہے کہ وہ آیاتِ زیر مباحثہ کے ان معنوں پر اعتقاد رکھتے اور قرآن عظیم کے مفسرین کی صنعت کو مانتے ہیں مجھ کو خوف ہے کہ مسٹر حسن نے تفسیروں کو غور سے نہیں پڑھا ہے۔ کیونکہ میں ذیل میں یہ دکھاؤں گا کہ قرآن عظیم کے مسلم مفسرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگار ہونے کو (معاذ اللہ) صاف طور سے مانتے ہیں اور بعض موقعوں پر ان خاص گناہوں کو بتاتے ہیں جن کی بابت رسول مقبول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے معافی مانگنے کو کہا گیا ہم وہ تین آیات لیتے ہیں جو راما سنگھم نے نقل کی ہیں، اول سورہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی انتیسویں آیت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تو معافی مانگ اپنے گناہوں اور اپنے معتقدین کی خواہ مرد ہوں خواہ عورت، یہاں پر کسی حالت میں بھی تو کے معنی پیروؤں کے نہیں ہوسکتے چونکہ ان لوگوں کا ذکر خود بھی آچکا ہے۔ اور حرف عطف سب پیچیدگیوں کو صاف کردیتا ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے اپنی اور بعد کو اپنے پیروؤں کی معافی مانگنے کو کہا گیا ہے۔ دوسری سورہ مومن کی پچیسویں آیت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ اس بات کو یقین کرنا دشوار ہے کہ آپ کے مسٹر حسن نے درحقیقت مفسرین سے دریافت کیا ہوگا اگر وہ دریافت کرلیتے تو کبھی نہ کہتے کہ وے لوگ اس بات کو راما سنگھم پر صاف عیاں کردیں گے کہ مسلمانوں کے پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہر گناہ سے معصوم ہیں اس سے کہیں دور وہ صاف طور سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گنہگاری کو مانتے ہیں، ابن عباس بڑے بھاری مفسرین میں سے ہیں اور اپنی تفسیر میں اس طرح سے کہتے ہیں:

واستغفر (عه) لذنبك لتقصير والشكر على ما انعم الله عليك و على اصحابك اس کے معنی یہ ہیں کہ تو معافی مانگ اپنے گناہوں کی وہ یہ کہ تو نے خدا کی اس مہربانی کے شکر گزار ہونے میں غفلت کی جو کہ خدا نے تیرے پیروؤں پر کی۔

زمخشری ایک بڑے بھاری مفسر اپنی تفسیر الکشاف میں یوں لکھتے ہیں:

لکن یغفر الله لك ما تقدم من ذنبك قبل الوحی و ما تاخر و ما یکون بعد الوحی الی الموت

اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تیرے گناہ جو کہ وحی آنے کے قبل ہوئے ہیں اور اس کے بعد میں یعنی مرتے وقت تک معاف کر دے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اس سوال میں آریہ نے افتراء و جہالت و نافہمی و بے ایمانی سے کام لیا۔

(۱) عبارت کہ کشاف کی طرف نسبت کی محض بہتان ہے، کشاف میں اُس کا پتہ نہیں،

(۲) بالفرض اگر کشاف میں ہوتی تو وہ ایک معتزلی بدمذہب بے ادب کی تصنیف ہے اس کا کیا اعتبار۔

(۳) یہ تفسیر کہ منسوب بسید نا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے نہ اُن کی کتاب ہے نہ اُن سے ثابت یہ بسند محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ کذب ہے تفسیر اتقان شریف میں ہے:

واوهى طرقه طريق الكلبى عن ابى صالح عن ابن عباس فان انضم الى ذلك رواية محمد بن مروان اسدى الصغير فهى سلسلة الكذب ـ

(الاتقان فی علوم القرآن النوع التاسع والسبعون فی غرائب التفسیر مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۸۹)

اس کے طرق میں سے کمزور ترین طریق کلبی کا ابوصالح سے اور اس کا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرنا اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان اسدی کی روایت مل جائے تو کذب کا سلسلہ ہے۔

(۴) اس کے ترجمے میں بھی آریہ نے تحریف کی ہے، عبارت یہ ہے:

لتقصير الشكر على ما انعم الله عليك وعلى اصحابك ـ

یعنی اللہ عزوجل نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے اس لیے استغفار فرمایئے۔

کہاں کمی اور کہاں غفلت، نعمائے الٰہیہ ہر فرد پر بے شمار حقیقۃً غیر متناہی بالفعل ہیں

كما حققه المفتى ابوالسعود فى ارشاد العقل السليم

(جیسا کہ مفتی ابوالسعود نے ارشاد العقل السلیم میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت)

قال الله عزوجل و ان تعدوا نعمة الله لا تحصوها ـ (القرآن الکریم ۱۴/ ۳۴)

اگر اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے، جب اس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کر سکتا ہے

از دست و زباں کہ بر آید کز عہدہ شکرش بدر آید

(کس کے ہاتھ اور زبان سے ممکن ہے کہ اس کے شکر سے عہدہ برآ ہو سکے۔)

شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمہ بشریت ہے نعمائے الٰہیہ ہر وقت ہر لحہ ہر آن ہر حال میں متزائد ہیں خصوصاً خاصوں پر خصوصاً اُن پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔

(۵) بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہرگز حقیقۃً ذنب بمعنی گناہ نہیں۔

ماتقدّم سے کیا مراد لیا، وحی اترنے سے پیشتر کے، اور گناہ کسے کہتے ہیں، مخالفتِ فرمان کو، اور فرمان کاہے سے معلوم ہوگا، وحی سے۔ تو جب تک وحی نہ اتری تھی فرمان کہاں تھا جب فرمان نہ تھا مخالفتِ فرمان کے کیا معنی، اور جب مخالفتِ فرمان نہیں تو گناہ کیا۔

(۶) جس طرح ماتقدم میں ثابت ہولیا کہ حقیقۃً ذنب نہیں۔ یوں ہی ماتاخر میں نقد وقت ہے قبل ابتدائے نزول فرمان جو افعال جائز ہوئے کہ بعد کو فرمان ان کے منع پر اترا اور انہیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقۃً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا۔ یونہی بعد نزول وحی وظہور رسالت بھی جو افعال جائز فرمائے اور بعد کو ان کی ممانعت اُتری اسی طریقے سے ان کو ماتاخر فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعۃً۔

(۷) نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب، مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا۔ ایسا ہی ہے تو وہ لغویات و ہزلیات وفحشیات کہ ایک مہذب آدمی کو انہیں بکتے بلکہ دوسرے آدمی سے نقل کرتے عار آئے جو آریہ کے ویدوں میں اہلی گہلی پھر رہی ہیں اور خود بندگانِ وید نے اس کے ترجموں میں وہی حد بھر کے گندے گھناؤنے فحش لکھے ان سے آریہ کی جان کیونکر چھوٹے گی مثلاً یجروید نے ایشور کی بیماری کا حال لکھا کہ بستر بیماری پر پڑے پکار رہے ہیں کہ او سیکڑوں کی طرح کی عقل وعلم رکھنے والو! تمہاری سیکڑوں ہزاروں طرح کی بوٹیاں ہیں ان میں سے میرے شریر کو نروگ کرو، اے اماں جان! تو بھی ایسا ہی کر نیز یہ بھی فرما رہے ہیں کہ اے بوٹیوں کے مانند فائدہ دینے والی دیوی ماتا! میں فرزند تجھ کو بہت نصیحت کرتا ہوں ماماجی کہتی اے لائق بیٹے! میں والدہ تیرے گھوڑے گائیں، زمین، کپڑے، جان کی حفاظت و پرورش کرتی تو مجھے نصیحت مت کر و اسی یجروید کے ادھیائے ۳۱ منتر اول میں ایشور کے متعلق ہے اس کے ہزار سر ہیں ہزار آنکھیں ہیں ہزار پاؤں ہیں زمین پر وہ سب جگہ ہے الٹا سید ھا تب بھی دس انگلی کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے۔ نیز ویدوں میں اس کا نام سروبیا پک ہے یعنی وہ ہر جگہ سمایا

ہوا، ہر چیز میں رما ہوا، ہر خلا میں گھسا ہوا ہے، ہر جانور کی مقعد ہر مادہ کی فرج ہر پاخانہ کی ڈھیری میں ایشور ہی ایشور ہے۔ دیانند نے محض زبردستی اُن کی کایا پلٹ کی اور انہیں فحش سے نکالا مگر اور مترجموں کا ترجمہ کہاں مٹ جائے گا مفسر تو اپنی طرف سے مطلب کہتا ہے اور مترجم خود اصل کلام کو دوسری زبان میں بیان کرتا ہے ترجمے کی غلطی اگر ہوتی ہے تو دو ایک لفظ کے معنی میں نہ کہ سارے کا سارا کلام محض فحش سے حکمت کی طرف پلٹ دیا جائے اور اگر سنسکرت ایسی ہی پیچیدہ زبان ہے جس کی سطروں کی سطریں چاہے فحش سے ترجمہ کردو خواہ حکمت سے تو وہ کلام کیا ہوا بھان متی کا گورکھ دھندا ہوا اور اس کے کس حرف پر اعتماد ہوسکتا ہے، نہیں معلوم کہ مالا جپی ہے یا گالی بکی ہے۔

(۸) استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے آریہ بیچارہ کیا کھا کر اس سے عہدہ برآمد ہوسکتا ہے۔

نباشد بہ آئین تحقیق دال کچوری و پوری و بھجیا و دال

شرط تمامی استدلال قطع ہر احتمال ہے علم کا قاعدہ مسلمہ ہے۔

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

سورہ مومن و سورہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آیات کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے۔ کہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے، مومن میں تو اتنا ہے۔:

واستغفر لذنبك۔ (القرآن الکریم ۴۰/۵۵)

اے شخص اپنی خطا کی معافی چاہ کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں،

قرآن عظیم تمام جہاں کی ہدایت کے لیے اترا نہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے

اقیموا الصلوۃ۔ (القرآن الکریم ۲/۴۳)

نماز برپا رکھو۔

یہ خطاب جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیامِ قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔

اسی قرآن عظیم میں ہے:

لانذركم به ومن بلغ۔ (القرآن الکریم ۶/۱۹)

تاکہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے ۔

کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے بداں اسعدک اللہ تعالیٰ (تُو جان لے اللہ تعالیٰ تجھے سعادت

مند بنائے۔ت) میں کوئی خاص شخص مراد نہیں۔

خود قرآن عظیم میں فرمایا:

ارأیت الذی ینھٰی O عبدا اذا صلی O ارایت ان کان علی الھدیٰ O او امر بالتقوی O

(القرآن الکریم ۹۶/ ۹ تا ۱۱)

(ابوجہل لعین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نماز سے روکنا چاہا اس پر یہ آیت کریمہ اتریں) کہ کیا تو نے دیکھا اُسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھو تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے۔

یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور غائب کی ضمیریں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف، بلکہ فرماتا ہے: فما یکذبک بعد بالدین۔ (القرآن الکریم ۹۵/ ۷)

(ان روشن دلیلوں کے بعد) کیا چیز تجھے روزِ قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے۔

یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ وہنود سے، یونہی دونوں سورہ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لیے ہے کہ اے سننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

(۹) بلکہ آیت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں، اس کی ابتداء یوں ہے:

فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنٰت۔ (القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹)

جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی چاہ۔

تو یہ خطاب اُس سے ہے جو ابھی لا الٰہ الا اللہ نہیں جانتا ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ اے سُننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ، تتمہ آیت میں اس عموم کو واضح فرما دیا کہ:

واللہ یعلم متقلبکم ومثوٰکم۔ (القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹)

اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو، اور جہاں تم سب کا ٹھکانا ہے۔

اگر فاعلم میں تاویل کرے تو ذنبک میں تاویل سے کون مانع ہے اور اگر ذنبک میں تاویل نہیں کرتا تو فاعلم میں تاویل کیسے کر سکتا ہے، دونوں پر ہمارا مطلب حاصل، اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔

(۱۰) دونوں آیۃ کریمہ میں صیغہ امر ہے اور امر انشا ہے اور انشا وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرض وقوع استغفار واجب نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا، جیسے کسی سے کہنا اکرم ضیفک اپنے مہمان کی عزت کرنا، اس سے یہ مراد نہیں کہ اس

وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئے گا ہی بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔

(۱۱) ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں،

قال اللہ تعالٰی، وعصٰی ادم ربّہ۔ (القرآن الکریم ۲۰/۱۲۱)

آدم نے اپنے رب کی معصیت کی،

حالانکہ خود فرماتا ہے: فنسی ولم نجد لہ عزما۔ (القرآن الکریم ۲۰/۱۱۵)

آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا، لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مؤاخذہ،

خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی:

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا۔ (القرآن الکریم ۲/۲۸۶)

اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔

(۱۲) جتنا قُرب زائد اُسی قدر احکام کی شدت زیادہ۔۔۔۔۔ ع

جن کے رُتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سُن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا، شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہرایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لیے وارد ہوا۔

حسنات الابرار سیئات المقربین۔

نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔ وہاں ترکِ اولٰی کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولی ہرگز گناہ نہیں۔

(لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۴۷/۱۹ مصطفٰی البابی مصر ۶/۱۸۰) (ارشاد العقل السلیم تحت آیۃ ۴۷/۱۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۹۷)

(۱۳) آریہ بے چارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سُنا، اگر نہ جانے تو ہر ادنٰی طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لیے ادنٰی ملابست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی سب زبانوں میں رائج ہے مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یونہی کرایہ دار کی طرف، یونہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے اس کے پاس جو ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا تمہارا کھیت کے جریب ہوا، یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریت، اور اضافت موجود یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی، باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا، تو ذنبک سے مراد اہلبیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے

بعد وللمؤمنین وللمؤمنٰت تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمایئے اپنے اہلبیت کرام اور سب مردوں عورتوں کے لیے۔

اب آریہ کے اس جنون کا بھی علاج ہو گیا کہ پیرووں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے۔

تعمیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے:

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمؤمنین والمؤمنٰت۔

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔ (القرآن الکریم ۷۱/ ۲۸)

(۱۴) اسی وجہ پر آیۃ کریم سورہ فتح میں لام لک تعلیل کا ہے اور ماتقدم من ذنبک تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیّدنا عبداللہ وسیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام وامہات طیبات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم وشیث ونوح وخلیل واسمعیل علیہم الصلوۃ والسلام، اور ماتاخر تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہلبیت وامتِ مرحومہ تو حاصل آیۃ کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لیے فتح مبین فرمائی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۵) ماتقدم وماتاخر سے قبل وبعد نزول وحی کا ارادہ جس طرح عبارتِ تفسیر میں مصرح تھا آیت میں قطعاً محتمل، اور ہم ثابت کر چکے کہ اب حقیقت ذنب خود مندفع

وللہ الحمد وصلی اللہ تعالٰی علٰی شفیع المذنبین وبارک وسلم الٰی یوم الدین وعلٰی الہ وصحبہ اجمعین، واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۲۹ص ۳۹۴ـ۴۰۱)

(1850) وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰی: اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ". رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے کلام سے جو باتیں لوگوں نے حاصل کیں، ان میں سے یہ بھی ہے جب تو شرم وحیاء نہیں کرتا تو جو چاہے کر۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذالم تستح فاصنع ماشئت، جلد 5، صفحه 226، رقم 5769، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عقبه بن عمرو ابو مسعود، جلد 17، صفحه 236، رقم 14342، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبی مسعود عقبه بن عمرو، جلد 5، صفحه 273، رقم 22399، مسند ابن الجعد، حدیث شعبة عن منصور بن المعتمر، جلد 1، صفحه 130، رقم 819، روضة العقلاء لابن حبان، ذکر الحث علی لزوم الحیاء و ترک القحة، صفحه 28

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ کلام بمعنی چیز ہے یعنی گزشتہ انبیاء کرام نے اپنی امتوں سے جو حکیمانہ کلام فرمائے ان میں سے ایک یہ کلام شریف بھی ہے کہ جب تیرے دل میں اللہ رسول کی اپنے بزرگوں کی شرم وحیاء نہ ہوگی تو برے سے برے کام کر گزرے گا

کیونکہ برائیوں سے روکنے والی چیز تو غیرت ہے جب وہ نہ رہی تو برائی سے کون روکے، بہت لوگ اپنی بدنامی کے خوف سے برائیاں نہیں کرتے مگر جنہیں نیک نامی بدنامی کی پرواہ نہ ہو وہ ہر گناہ کر گزرتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے

اذا لم تخش عاقبة الليالى ولم تستحى فاصنع ماتشاء

فلا و الله ما فى العيش خير وفى الدنيا اذا ذهب الليالى

(مرأۃ المناجیح، ج۶ ص ۸۹۹)

(1851) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خونوں کے بارے میں فیصلے کیے جائیں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب القصاص یوم القیامة، جلد 5، صفحه 2394، رقم 6168 صحیح مسلم، باب المجازاة بالدماء فی الأخرة وانها اول مايقضى فيه بين الناس، جلد 5، ص 107، رقم 4475 السنن الكبرى للبيهقى، باب تحريم القتل من السنة، جلد 8، صفحه 21، رقم 16280 سنن ابن ماجه، باب التغليظ فى قتل مسلم، جلد 2، صفحه 873، رقم 2615 سنن نسائى، باب تعظيم الدم، جلد 2، صفحه 285، رقم 3454۔

شرح حدیث: کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا!

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بڑا گناہ اس جان کو قتل کرنا ہے جس کے قتلِ ناحق کو اللہ عزوجل نے حرام فرما دیا ہے اور کسی جان کو ناحق اذیت دینا حلال نہیں (پھر مثال بیان فرمائی) اگرچہ چڑیا ہی ہو کہ اگر کوئی شخص اس سے کھیلا یہاں تک کہ وہ مرگئی اور اسے بغیر حاجت کے ذبح بھی نہ کیا تو وہ قیامت کے دن کانوں کو پھاڑ دینے والی کڑک کی مثل آواز سے بارگاہِ الٰہی عزوجل میں عرض گزار ہوگی:

اے میرے اللہ عزوجل! اس سے پوچھ کہ اس نے بلاوجہ مجھے اذیت کیوں دی اور مجھے قتل کیوں کیا تھا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: مجھے میری عزت وجلال کی قسم! مَیں تیرا حق ضرور دلاؤں گا اور سن لو! کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا، مَیں ہر اس شخص کو عذاب دوں گا جس نے ناحق کسی جان کو اذیت دی ہوگی اور اگر مَیں کسی ظالم سے مظلوم کا پورا پورا بدلہ نہ دلاؤں تو مَیں خود بے جا کرنے والا ٹھہروں گا۔

پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: مَیں ہی بدلہ دینے والا بادشاہ ہوں۔ میری عزت وجلال کی قسم! آج کے دن کسی پر ظلم نہ کروں گا اور آج کے دن کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا اگرچہ ایک طمانچہ ہو یا ہاتھ کی مار ہو یا ہاتھ کو مروڑا ہو اور مَیں سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کو بھی بدلہ دلاؤں گا اور لکڑی سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے لکڑی کو خراش کیوں لگائی؟ اور

پتھر سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے پتھر کو تکلیف کیوں دی؟ اور وہ شخص کہ جس پر مظلوم کا حق ہے اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ اپنی نیکیوں سے اس کا حق ادا نہ کردے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اس کے سر ڈال کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْنِ ص ۷۸)

(1852) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ، وَخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ جنوں کو آگ سے اور آدم علیہ السلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جو تمہارے سامنے بیان ہو چکی (یعنی مٹی سے پیدا کیا)۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی احادیث متفرقة، جلد 8، صفحه 226، رقم 7687۔ السنن الکبرٰی للبیهقی، باب مبتداء الخلق، جلد 9، صفحه 3، رقم 18164۔ صحیح ابن حبان، باب بدء الخلق، جلد 14، صفحه 25، رقم 6155۔ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، جلد 6، ص 153، رقم 25235۔ مسند عبد بن حمید، من مسند الصدیقة عائشه، جلد 1، صفحه 430، رقم 1479

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نور کے معنی ہیں روشنی یعنی بذات خود ظاہر دوسروں کا مظہر، یہاں چمک دار جوہر مراد ہے جس میں کثافت بالکل نہ ہو۔ (اشعۃ اللمعات) یعنی فرشتے کی پیدائش ایسے جوہر سے ہے جو چمکدار ہے اس میں کثافت بالکل نہیں، ہمارے جسموں کی پیدائش خاک سے ہے جو کثیف ہے اگرچہ اس میں آگ و پانی کی ملاوٹ بھی ہے۔

اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے اَلْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ اگرچہ آگ بھی لطیف ہے کثیف نہیں مگر اس میں گرمی بھی ہے، نور میں گرمی نہیں صرف لطافت ہے، نیز آگ نور اور کثافت کے درمیان ہے خالص ہو تو محض چمک ہے، مکدر ہو تو محض دھواں، یہ ہی فرق ہے فرشتے اور جن کے درمیان۔ (اشعہ)

اس میں اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کو گلی اور سوکھی کھنکھاتی مٹی سے پیدا فرمایا۔ جسم انسانی کی پیدائش مٹی سے ہے، روح انسانی کی پیدائش امر ربی سے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف خاکی نورانی ہے، رب فرماتا ہے: سِرَاجًا مُّنِیْرًا آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے کھجور، انار اور انگور پیدا کیے گئے جنت کی حوریں زعفران سے پیدا کی گئیں۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۵۳۳)

(1853) وَعَنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ خُلُقُ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ جُمْلَةِ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن حکیم تھا۔ اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لمبی حدیث میں ذکر کیا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنه اومرض، جلد 2، صفحه 168، رقم 1773، المستدرك للحاكم، تفسير سورة المؤمنون، جلد 3، صفحه 249، رقم 3481، دلائل النبوة للبيهقي، باب ذكر اخبار رويت في شمائله و اخلاقه على طريق الاختصار، جلد 1، ص 276، رقم 243، سنن نسائى، تفسير سورة المؤمنون، جلد 6، صفحه 412، رقم 11350، مسند أبي يعلى، مسند عائشه رضى الله عنها، جلد 7، صفحه 332، رقم 4369

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی قرآن کریم پر عمل آپ کی جبلی عادات کریمہ تھیں، یہ خاموش قرآن ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بولتا ہوا قرآن، آپ کا ہر عمل قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن شریف سے ہی قدرتی طور پر قرآن پر عامل تھے، قرآن ہماری ہدایت کے لیئے آیا نہ کہ حضور کی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسی لیئے فرمایا گیا هُدًى لِّلنَّاسِ اور فرمایا هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ قرآن لوگوں کا یا متقین کا ہادی ہے نہ کہ آپ کا، آپ تو اول ہی سے ہدایت یافتہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مرآۃ المناجیح، ج۲ ص۴۹۵)

(1854) وَعَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَائَهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ، فَكُلُّنَا نَكْرَهُ الْمَوْتَ؟ قَالَ: "لَيْسَ كَذٰلِكَ، وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهٖ وَجَنَّتِهٖ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ فَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهُ، وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَسَخَطِهٖ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَائَهُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اس کا مطلب موت کو ناپسند کرنا ہے؟ ہم تو سارے ہی موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہیں بلکہ جب مومن کو اللہ کی رحمت اور اس کی رضامندی اور جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من احب لقاء الله احب الله لقاءه، جلد 8، صفحه 65، رقم 6996، المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه ابراهيم، جلد 3، صفحه 188، رقم الحديث 2882، سنن ابن ماجه، باب ذكر الموت والاستعداد، جلد 2، صفحه 142، رقم 4264، سنن ترمذى، باب ما جاء في من احب لقاء الله احب الله لقاءه، جلد 3، صفحه 379، رقم 1067، سنن الدارمى، باب في حب لقاء الله، جلد 2، صفحه 402، رقم 2756

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں اللہ کو ملنے سے مراد موت ہے کیونکہ موت ہی خدا سے ملنے کا ذریعہ ہے یعنی منہ سے موت مانگنا منع مگر اسے پسند کرنا اچھا۔ پسند کرنے کے یہ معنی ہیں کہ دنیا میں دل نہ لگائے اور آخرت کی تیاری کرے، ایسے بندے کو رب پسند کرتا ہے، اس کی زندگی بھی خدا کو پیاری ہے اور موت بھی، ہر ایک کی زندگی، موت خدا کے ارادے سے ہی ہے مگر اس کی زندگی اور موت رب کے ارادے سے بھی ہے اور اس کی رضا سے بھی، ارادے اور رضا میں بڑا فرق ہے۔

جان کنی کی شدت اور اس کی سختیوں کی وجہ سے، نہ اس لیئے کہ دنیا ہمیں پیاری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج خصوصًا حضرت عائشہ صدیقہ نے دنیا کی لذتیں دیکھی ہی کہاں، فقر و فاقہ میں نہایت سادہ زندگی گزاری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک پائی میراث نہ ملی، اٹھارہ سال کی عمر شریف میں بیوگی کی چادر اوڑھ لی اور ۵۳ سال کی عمر شریف یونہی گزاری رضی اللہ عنہا و عنھن۔

یہ تو عام مؤمنوں کا حال ہے، خواص کو جان کنی کے وقت جمال مصطفی دکھا دیا جاتا ہے، ان کی اس وقت کی خوشی بیان سے باہر ہے، پھر انہیں جانکنی قطعًا محسوس نہیں ہوتی، روح خود بخود شوق میں جسم سے نکل آتی ہے جیسا کہ بارہا دیکھا گیا۔

چنانچہ کافر کو موت کے وقت میں تین مصیبتیں جمع ہو جاتی ہیں: دنیا چھوٹنے کا غم، آئندہ مصیبتوں کا خوف، جان نکلنے کی شدت۔ غرضکہ مؤمن کی موت عید ہے اور کافر کی موت مصیبت اسی لیئے اولیاء اللہ کی موت کو عرس کہا جاتا ہے یعنی شادی۔ یعنی موت پہلے ہے، رب سے ملنا بعد میں لہذا اس وقت کی پسند و ناپسند ملاقات رب سے پہلے ہی کی پسندیدگی و ناپسندیدگی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۲۶)

(1855) وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا، فَأَتَيْتُهُ أَزُوْرُهُ لَيْلًا، فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ لِأَنْقَلِبَ فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعَا. فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ" فَقَالَا: سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَقَالَ: "إِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِيْ مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ يَقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَرًّا - أَوْ قَالَ: شَيْئًا -". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں تھے تو میں رات کو آپ (ﷺ) کی زیارت کے لئے حاضر ہوئی۔ میں نے آپ سے گفتگو کی۔ پھر واپسی کے لئے کھڑی ہوئی تو آپ بھی مجھے رخصت کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اسی دوران دو انصاری آدمی وہاں سے گزرے۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو تیز چلنے لگے تو اس پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: آہستہ چلو یہ صفیہ بنت حیی ہے۔ دونوں نے عرض کیا: سُبْحَانَ اللهِ یارسول اللہ! تو آپ نے فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں اس طرح دوڑتا ہے جس طرح

خون۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی
برائی نہ ڈال دے یا فرمایا کوئی چیز۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب زیارۃ المرأۃ زوجها فی اعتكافه، جلد 3، صفحه 50، رقم 2038 صحیح مسلم، باب بیان أنه یستحب لمن رئی خالیا بامرأۃ وکانت زوجة او محرما، جلد 7، ص 8، رقم 5807 الاداب للبیهقی، باب ما یستحب من ابعاد المرء عن نفسه مواضع التهم، جلد 1، صفحه 136، رقم 232 سنن ابو داؤد، باب المعتکف یدخل البیت لحاجته، جلد 2، صفحه 309، رقم 2472 سنن ابن ماجه، باب المعتکف یزوره اهله فی المسجد، جلد 1، ص 566، رقم 1779

شرح حدیث: شارحِ بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (اَلْمُتَوَفّٰی ۸۵۲ھ) فتح الباری میں لکھتے ہیں:
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے کاموں سے بچا جائے جو کسی کو بدگمانی میں مبتلا کر سکتے ہوں۔ عُلَماء و مُقْتَدیٰ ہستیوں کو تو بطورِ خاص ہر اس کام سے بچنا چاہیے جس کی وجہ سے لوگ ان سے بدظن ہو جائیں اگرچہ اس کام میں ان کے لئے خُلاصی کی راہ موجود ہو کیونکہ بدظن ہونے کی صورت میں لوگ ان کے علم سے نفع نہیں اٹھا پائیں گے۔
(فتح الباری، الحدیث ۲۰۳۵، ج ۴، ص ۲۴۲)

گُمان کِسے کہتے ہیں؟

ہر وہ خیال جو کسی ظاہری نشانی سے حاصل ہوتا ہے گُمان کہلاتا ہے، اسکو ظن بھی کہتے ہیں۔ مثلاً دور سے دُھواں اٹھتا دیکھ کر آگ کی موجودگی کا خیال آنا۔ (مفردات امام راغب، ص ۵۳۹، ماخوذاً)

گُمان کی اَقسام

بُنیادی طور پر گُمان (ظن) کی دو قسمیں ہیں:
(1) حُسنِ ظن (یعنی اچھا گمان)
(2) سوئے ظن (یعنی بُرا گمان، اُسے بدگمانی بھی کہتے ہیں)
پھر اِن میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں:
چنانچہ حُسنِ ظن کبھی تو وَاجِب ہوتا ہے جیسے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا اور کبھی مُسْتَحَب جیسے مُومن صَالِح کے ساتھ نیک گمان۔ (خزائن العرفان، پ ۲۶، الحجرات، تحت الآیۃ ۱۲)
اسی طرح سوئے ظن (بدگمانی) کی بھی دو قسمیں ہیں:
(۱) جائز (۲) مَمنُوع

بدگمانی کے جائز ہونے کی صورتیں

پہلی صورت: فَاسِقِ مُعلِن (یعنی علانیہ گناہ کرنے والے) کے ساتھ ایسا گمان کرنا جیسے اَفعال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔ (خزائن العرفان، پ ۲۶، الحجرات، تحت الآیۃ ۱۲)

علامہ محمد بن احمد انصاری قرطبی علیہ رحمۃ اللہ القوی (اَلْمُتَوَفّٰی ۶۷۱ھ) لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص نیک ہو تو اس کے بارے میں بدگمانی جائز نہیں اور جو علانیہ گناہِ کبیرہ کا مُرتکِب ہو اور فِسق میں مشہور ہو تو اُس کے بارے میں بدگمانی کرنا جائز ہے۔ (الجامع لاحکام القران، پ ۲۶، الحجرٰت تحت الآیۃ ۱۲، ج ۸، ص ۲۳۸ ملخصاً)

علامہ سیِّد محمود آلوسی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۲۷۰ھ) ارشاد فرماتے ہیں: سوئے ظن اُس وقت حرام ہوگا جب مَظنُون (یعنی جس کے بارے میں گمان کیا جائے) ایسا شخص ہو جس کے عُیُوب کی پوشیدگی، صالحیت (یعنی نیک ہونے) اور اَمانت و دِیانت کا مُشاہَدہ کیا جائے (یعنی وہ نیکی میں مشہور ہو) اور اگر کوئی شک میں مُبتلا کرنے والے بُرے کاموں میں علانیہ طور پر مَشغُول ہو جیسے شراب کی دُکان میں آنا جانا یا گانے والی فاجِرہ عورتوں کی صُحبت اِختیار کرنا یا کسی بے رِیش (بغیر داڑھی والے) کی طرف مسلسل دیکھتے رہنا، تو اس صورت میں بدگمانی حرام نہیں، چاہے گمان کرنے والے نے انہیں شراب پیتے یا زنا کرتے یا بے ہودہ کام (یعنی بدفعلی) کرتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔

(روح المعانی، پ ۲۶، الحجرٰت تحت الآیۃ ۱۲، ج ۲۶، ص ۴۲۸ ملخصاً)

علامہ اسماعیل حقی علیہ رحمۃ اللہ القوی (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۱۳۷ھ) ارشاد فرماتے ہیں: گمان کی طرف اُس وقت تک پیش رفت نہ کی جائے جب تک کہ مَظنُون (یعنی جس کے بارے میں دِل میں گمان آئے) کے بارے میں غور و فکر نہ کرلیا جائے۔ چُنانچہ اگر مظنون نیک ہے تو اُس پر معمولی وہم کی وجہ سے بدگمانی نہ کی جائے بلکہ احتیاط برتی جائے اور تم اس وقت تک کسی کے ساتھ بدگمانی نہ کرو جب تک کہ تمہارے لئے حُسنِ ظن رکھنا ممکن ہو۔ رہا فاسق کا معاملہ تو ان کے ساتھ ایسی بدگمانی رکھنا جائز ہے جو ان کے اَفعال سے ظاہر ہو۔ (روح البیان، پ ۲۶، الحجرٰت تحت الآیۃ ۱۲، ج ۹، ص ۸۵)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۳۶۷ھ) لکھتے ہیں: بے شک مسلمان پر بدگمانی حرام ہے مگر جبکہ کسی قرینہ سے اُس کا ایسا ہونا ثابت ہوتا ہو، تو اَب حرام نہیں۔ مثلاً کسی کو بھٹی (یعنی شراب خانے) میں آتے جاتے دیکھ کر اُسے شراب خور (یعنی شراب پینے والا) گمان کیا تو اِس (یعنی بدگمانی کرنے والے) کا قصور نہیں، اُس (یعنی شراب خانے میں آنے جانے والے) نے مَوضَعِ تُہمت (یعنی تہمت لگنے کی جگہ) سے کیوں اِجتناب (یعنی پرہیز) نہ کیا۔ (فتاویٰ امجدیہ، ج ۱، ص ۱۲۳) امیر المؤمنین حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو اپنے آپ کو خود تہمت کے لئے پیش کردے تو وہ اپنے بارے میں بدگمانی کرنے والے کو مَلامت نہ کرے۔

(الدر المنثور، ج ۷، الحجرٰت تحت الآیۃ آیۃ ۱۲، ص ۵۶۶)

بدگمانی جائز ہونے کا مطلب

یاد رہے کہ اَہلِ مَعصِیت اور علانیہ گناہ کرنے والوں سے بدگمانی جائز ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ان کی بدگوئی یا عیب اُچھالنا شروع کردیں بلکہ ایسی صورت میں رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے لئے صرف دِل میں انہیں بُرا سمجھا جائے۔

(الحدیقۃ الندیۃ، ج۲،ص۱۱ ملخصا) اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان کی عزت، مال اور جان دوسرے (مسلمان) پر حرام ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، الحدیث ۱۹۳۴، ج۳،ص۳۷۲)

دوسری صورت

جب نُقصان میں مُبتلاء ہونے کا قوی اِحتمال ہو۔مثلاً کسی اِسلامی بھائی نے کسی کے ساتھ کاروباری شَراکت کی یا خرید وفروخت کی یا اس سے کرائے پر کوئی چیز لی یا کسی بھی طرح کا مالی مُعامَلہ طے کیا اور سامنے والے کی کسی مشکوک حَرَکت کی وجہ سے دِل میں بے اِختِیار بدگمانی پیدا ہوئی اور اس نے اس بدگمانی کی بُنیاد پر ایسی اِحتیاطی تدابیر اِختیار کیں جس سے سامنے والے کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو جائز ہے کیونکہ اگر حقیقتاً سامنے والے کی نیت دُرُست نہ ہو اور یہ شخص حسن ظن ہی قائم کرتا رہ جائے تو نقصان میں مبتلا ہونے کا قوی اِمکان ہے۔

جیسا کہ علامہ سید سیّد محمود آلُوسی بغدادی علیہ رحمۃ اللہ القوی (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۲۷۰ھ) تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں: گمان کرنے والے کے لئے بُرے گمان کے تقاضے پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں (جبکہ مظنون کو کوئی نقصان نہ پہنچے) مثلاً اس نے کسی شخص کے بارے میں گمان کیا کہ وہ اُسے نُقصان پہنچانا چاہتا ہے تو وہ اس سے بچنے کے لئے ایسے اَقدامات کرسکتا ہے جن کی وجہ سے اُس (سامنے والے) شخص کو نقصان نہ پہنچے۔طبرانی شریف میں ہے: لوگوں سے سوئے ظن کے ذریعے اپنی حفاظت کرو۔(المعجم الاوسط، الحدیث ۵۹۸،ج۱،ص۱۸۱) مزید لکھتے ہیں: برے گمانوں میں سے بعض وہ ہیں جن کی پیروی مُباح (جائز) ہے جیسے معاشی معاملات میں بدگمانی ہونا۔

(روح المعانی، پ۲۶، الحجرات تحت الآیۃ ۱۲، ج۲۶،ص۴۲۸،۴۲۹)

علامہ اِسماعیل حقی علیہ رحمۃ اللہ القوی (اَلْمُتَوَفّٰی ۱۱۳۷ھ) تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں: بعض گمان مُباح (جائز) ہیں جیسے امورِ معاش یعنی دُنیاوی معاملات اور معاش کے مُہِمّات میں بدگمانی کرنا بلکہ ان اُمور میں بدگمانی مُوجِبِ سلامتی (یعنی سلامتی کا سبب) ہے۔(روح البیان، پ۲۶، الحجرات تحت الآیۃ ۱۲، ج۹،ص۸۴)

(1856) وَعَنْ اَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ، فَلَزِمْتُ اَنَا وَاَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عبد الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ نُفَارِقْهُ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلٰى بَغْلَةٍ لَهُ بَيْضَاءَ، فَلَمَّا

حضرت ابوفضل عباس بن عبدالمطلب ﷺ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک ہوا۔ میں اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بالکل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے اور ہم آپ سے علیحدہ نہ ہوئے۔اور رسول اللہ ﷺ اپنی سفید خچر پر سوار تھے۔ جب مسلمانوں اور مشرکوں کا

اِلْتَقَى الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ، وَلَّى الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِيْنَ، فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَرْكُضُ بَغْلَتَهُ قِبَلَ الْكُفَّارِ، وَاَنَا اٰخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَكُفُّهَا اِرَادَةَ اَنْ لَّا تُسْرِعَ، وَاَبُوْ سُفْيَانَ اٰخِذٌ بِرِكَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَيْ عَبَّاسُ، نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَةِ". قَالَ الْعَبَّاسُ - وَكَانَ رَجُلًا صَيِّتًا - فَقُلْتُ بِاَعْلٰى صَوْتِيْ: اَيْنَ اَصْحَابُ السَّمُرَةِ، فَوَاللّٰهِ لَكَاَنَّ عَطْفَتَهُمْ حِيْنَ سَمِعُوْا صَوْتِيْ عَطْفَةُ الْبَقَرِ عَلٰى اَوْلَادِهَا، فَقَالُوْا: يَا لَبَّيْكَ يَا لَبَّيْكَ، فَاقْتَتَلُوْا هُمْ وَالْكُفَّارُ، وَالدَّعْوَةُ فِي الْاَنْصَارِ يَقُوْلُوْنَ: يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ، يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ، ثُمَّ قُصِرَتِ الدَّعْوَةُ عَلٰى بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ عَلٰى بَغْلَتِهِ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَيْهَا اِلٰى قِتَالِهِمْ، فَقَالَ: "هٰذَا حِيْنَ حَمِيَ الْوَطِيْسُ"، ثُمَّ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَصَيَاتٍ فَرَمٰى بِهِنَّ وُجُوْهَ الْكُفَّارِ، ثُمَّ قَالَ: "اِنْهَزَمُوْا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ"، فَذَهَبْتُ اَنْظُرُ فَاِذَا الْقِتَالُ عَلٰى هَيْئَتِهِ فِيْمَا اَرٰى، فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَمَاهُمْ بِحَصَيَاتِهِ، فَمَا زِلْتُ اَرٰى حَدَّهُمْ كَلِيْلًا وَّاَمْرَهُمْ مُدْبِرًا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَلْوَطِيْسُ" التَّنُّوْرُ، وَمَعْنَاهُ: اشْتَدَّتِ الْحَرْبُ۔ وَقَوْلُهُ: "حَدَّهُمْ" هُوَ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ: اَيْ بَاْسَهُمْ۔

مقابلہ ہوا تو مسلمان میدان سے بھاگنے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی خچر کو کفار کی طرف لے جانا شروع کر دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خچر کی میں لگام پکڑے ہوئے اسے روکے ہوئے تھا کہ وہ تیز نہ چلے اور ابو سفیان رسول اللہ ﷺ کی (سواری کی) رکاب پکڑے ہوئے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عباس کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں کو آواز دو حضرت عباس رضی اللہ عنہ بلند آواز والے آدمی تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بلند آواز میں کہا: کہاں ہیں درخت کے نیچے بیعت کرنے والے؟ پس اللہ کی قسم میری آواز سن کر ان کا مڑنا اسی طرح تھا جیسے گائے اپنے بچوں کی طرف مڑتی ہے۔ پس وہ یہ کہنے لگے: لبیک ہم حاضر ہیں' لبیک ہم حاضر ہیں پھر انہوں نے اور کفار نے آپس میں لڑائی کی۔ اس دن انصار یہ کہہ رہے تھے۔ اے انصار کے گروہ' اے انصار کے گروہ۔ پھر بنو حارث بن خزرج پر یہ دعوت محدود ہو گئی۔ پس رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر سوار اپنی گردن کو بلند کر کے ان کی لڑائی کو دیکھ رہے تھے۔ پس آپ نے فرمایا: یہی وقت ہے جنگ کے زور پکڑنے اور شدت اختیار کرنے کا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے چند کنکریاں اٹھائیں اور کافروں کی طرف پھینکیں اور فرمایا: محمد کے رب کی قسم! وہ شکست کھا گئے۔ پس میں نے دیکھنا شروع کیا تو میرے خیال میں جنگ پورے جوش و خروش پر تھی۔ اللہ کی قسم! جوں ہی آپ ﷺ نے وہ کنکریاں کافروں کی طرف پھینکیں تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ ان کافروں کی تیزی ختم ہو گئی ہے اور وہ

پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے۔ (مسلم) اَلْوَطِيْسُ: تنور اور اس سے مراد ہے کہ لڑائی شدت اختیار کر گئی۔
حَدَّهُمْ: حاء مہملہ کے ساتھ ہے اس کا معنی ہے ان کی قوت۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی غزوۃ حنین، جلد 6، صفحہ 166، رقم 4712 المستدرک للحاکم، ذکر اسلام العباس رضی اللہ عنہ، جلد 3، صفحہ 370، رقم 5418 سنن نسائی، باب رمی الحصیات فی وجوہ القوم، جلد 5، صفحہ 197، رقم 8653 مسند أبی عوانة، بیان محاربة رسول اللہ ﷺ المشرکین یوم حنین، جلد 4، ص 276، رقم 6748 مشکوۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، جلد 3، صفحہ 280، رقم 5888

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
حنین ایک جنگل کا نام ہے جو مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان واقع ہے اس گنہگار نے وہاں کی زیارت کی ہے۔ غزوہ حنین فتح مکہ کے بعد ہوا، بنی ہوازن سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا تھا پہلے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح کامل عطا فرمائی یہ بنی ہوازن جناب حلیمہ دائی کی ہم قوم تھی اس علاقہ میں جناب حلیمہ کا گھر تھا۔ حضور انور نے وہاں ہی پرورش پائی تھی غزوہ حنین بھی ۸ ہجری میں ہوا۔ (مرقات)
اس غزوہ میں مسلمان بارہ ہزار تھے اور کفار قریبًا چار ہزار، مسلمانوں کو خیال ہوا کہ آج ہم زیادہ ہیں فتح پائیں گے رب تعالٰی کی طرف سے عتاب ہوا فرماتا ہے: اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا ہوا یہ کہ حضرات صحابہ حضور انور سے آگے کفار سے لڑ رہے تھے، مسلمان قبیلہ ہوازن کی تیر اندازی کی تاب نہ لا سکے اس لیے ان کے قدم اکھڑ گئے تتر بتر ہو کر بھاگ پڑے، یہاں المسلمون سے مراد اکثر مسلمان ہیں سارے نہیں۔
یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری کہ ایسی حالت میں خاطر اقدس پر قطعًا گھبراہٹ نہیں تنہا ہیں مگر کفار کی طرف ہی بڑھ رہے ہیں۔
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خچر کفار کی طرف دوڑانا چاہتے تھے اور جناب عباس اسے روکتے تھے آپ چاہتے تھے مسلمان سب جمع ہو جاویں تب حضور کا خچر کفار میں پہنچے۔
آپ کا نام مغیرہ ہے کنیت ابوسفیان آپ ابن حارث ابن عبدالمطلب ہیں حضور کے چچازاد بھائی بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی کیونکہ حلیمہ بنت ابوذویب سعدیہ نے آپ کو بھی دودھ پلایا زمانہ کفر میں حضور انور کے سخت خلاف تھے حضور کے خلاف قصیدے لکھا کرتے تھے، فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور زندگی بھر حضور انور کے سامنے کبھی سر نہ اٹھایا شرم وحیاء کی وجہ سے ۲۰ بیس ہجری میں وفات پائی، حضرت عمر نے جنازہ پڑھایا دار عقیل میں دفن ہوئے۔ (اکمال)
اس وقت حضور انور کے ساتھ صرف یہ دو حضرات ہی تھے باقی صحابہ کرام جن کے قدم نہ اکھڑے تھے۔ وہ اپنے اپنے

مقام معین پر کھڑے تھے۔

سمرہ والے وہ حضرات ہیں جنہوں نے بیعۃ الرضوان میں شرکت کی تھی یعنی بیعتِ رضوان والے صحابہ چونکہ یہ بیعت ایک خاردار درخت کے نیچے ہوئی تھی اس لیے انہیں اصحاب سمرہ کہا جاتا ہے انہیں پکارنا مدد کے لیے تھا اور یہ بتانے کے لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں ادھر آؤ۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عباس کی آواز چند میل تک پہنچتی تھی۔ صیتا مبالغہ صائت کا صائت بمعنی آواز والا صیتا بہت بڑی آواز والا۔

یعنی جیسے گائے کے بچھڑے ہوئے بچے اپنی ماں کی آواز سن کر شوق ومحبت میں دوڑے آتے ہیں ایسے ہی وہ حضرات میری آواز سن کر حضور انور کی طرف بڑے شوق سے آئے اور دوڑے ہوئے آئے۔

یعنی ان تمام گروہوں کو علیحدہ علیحدہ آوازیں دی گئیں اور وہ سب حضرات آتے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہوتے گئے۔

معلوم ہوا کہ بندوں سے مدد لینا انہیں مدد کے لیے بلانا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بلکہ سنت انبیاء کرام ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مدد کے لیے لوگوں کو پکارا مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰہِ۔ تطاول کے معنی ہیں انتظار میں کسی کو گردن اٹھا کر دیکھنا کہ وہ ہماری مدد کرے۔

حمی کے معنی ہیں گرم ہونا۔ وطیس بمعنی تنور اس سے مراد جنگ و جہاد ہے (اشعہ) یعنی اب دیر نہ کرو جلد جہاد کرو یہ وقت رحمتِ الٰہی کے نزول کا ہے۔

اس فرمان عالی میں غیبی خبر ہے چونکہ اس خبر کا وقوع یقینی تھا اس لیے مستقبل کو ماضی سے تعبیر فرمایا یعنی یقین کرلو کہ وہ بھاگ ہی گئے۔

دھار کند ہونے سے مراد ہے ان کی تیزی ختم ہوجانا جوش ٹھنڈا پڑ جانا اور معاملہ ذلیل ہونے سے مراد ہے ان کفار کا ذلیل وخوار ہوجانا شکست کھا جانا۔ اس واقعہ میں حضور انور کے دو معجزے ظاہر ہوئے: ایک فعلی دوسرا قولی۔ فعلی معجزہ تو ایک مٹھی کنکروں کا تقسیم ہوکر سب کی آنکھوں میں پڑ جانا ہے اور قولی معجزہ ہے کہ یہ شکست کھا گئے پھر فوراً ہوا بھی ایسا ہی۔

(مراۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۴۶)

(1857) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَیُّهَا النَّاسُ، اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا، وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ. فَقَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ چیزیں ہی قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے جس کا حکم اس نے اپنے پیغمبروں کو

تَعَالٰى: (يَآ اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا) (المؤمنون: 51)، وَقَالَ تَعَالٰى: (يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ) (البقرة: 172). ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَآءِ: يَا رَبِّ يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ، وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ، فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ؟ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَآ اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (المومنون: ۵۱) اے رسولوں کی جماعت تم پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ اے ایمان والو! وہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں۔ پھر آپ نے اس آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کرتا ہے اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور چہرے پر گرد و غبار ہے اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس حرام ہے اور وہ حرام غذا کھاتا ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟ (مسلم)

تخريج حديث: صحيح مسلم، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها، جلد 3، صفحه 85، رقم 2393، الاداب للبيهقى، باب فى تطيب المطعم و الملبس و اجتناب الحرام واتقاء الشبهات، جلد 1، ص 237، رقم 390، سنن ترمذى، تفسير سورة البقرة، جلد 5، صفحه 220، رقم الحديث 2989، سنن الدارمى، باب فى اكل الطيب، جلد 2، صفحه 389، رقم 2717، مسند امام احمد، مسند ابى هريرة رضى الله عنه، جلد 2، صفحه 328، رقم 8330

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی رب تعالیٰ بے عیب ہے اور بے عیب صدقات اور نقصانات سے خالی عبادات کو قبول فرماتا ہے۔

یعنی کسب حلال و طلب معاش ایسا مبارک مشغلہ ہے جس میں رب تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور عوام کو جمع فرمادیا ہے لہٰذا یہ حکم خداوندی بھی ہے سنت مصطفوی بھی اور سنت انبیاء بھی اس لیے کسب حلال سنت سمجھ کر کرنا چاہیے، اس میں دنیا کی عزت بھی ہے آخرت کی سرخروئی بھی۔

یا تو میثاق کے دن رب تعالیٰ نے نبیوں سے یہ خطاب بیک وقت فرمایا تھا یا ہر نبی سے ان کے زمانہ میں یہ خطاب ہوا جو قرآن کریم میں نقل فرمایا گیا اور حضور انور کو سنایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ رہبانیت اور ترک دنیا نہ اسلام میں ہے نہ پہلے کسی نبی کے دین میں تھی۔ چنانچہ انبیائے کرام نے مختلف پیشے اختیار کئے کسی نے چندوں یا سوال پر زندگی نہ گزاری سوائے مرزا قادیانی کے۔ آدم علیہ الصلوۃ والسلام اولاً کپڑا سازی پھر کھیتی باڑی کرتے تھے، نوح علیہ السلام لکڑی کا پیشہ، ادریس علیہ السلام درزی گری، ہود و صالح علیہما السلام تجارت، ابراہیم علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے، شعیب علیہ السلام جانور پالتے

تھے، لوط علیہ السلام کھیتی باڑی، موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں چرانا، داؤد علیہ السلام زرہ بناتے، سلمان علیہ السلام اتنے بڑے ملک کے مالک ہوکر پنکھے اور زنبیلیں بنا کر گزارہ کرتے تھے، عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سیاحی کرتے تھے، ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً تجارت پھر جہاد کیے۔ (اسلامی زندگی)

طیب خبیث کی ضد ہے، حلال، پاک، تطیف، پسندیدہ، شرعی چیز طیب ہے، اللہ تعالیٰ طیب ہے کہ خبیث چیزیں ناپسند کرتا ہے تمام صفات غیر کمالیہ سے بری و پاک ہے، مسلمانوں کو حکم دیا کہ ظاہری و باطنی نجاست سے دور رہیں نیک اعمال کریں، چیزیں انسان کے لیے ہیں اور انسان رحمان کے لیے۔

یعنی بچپن سے ہی حرام میں پلا اور جوان ہو کر حرام کمائی ہی کی جس سے غذا لباس حرام کا رہا۔

یہاں روئے سخن یا حرام خور حاجی یا غازی کی طرف ہے یعنی حرام کمائی سے حج یا غزوہ کرنے گیا، پراگندا حال پریشان حال رہا، کعبہ معظّمہ یا میدان جہاد میں دعائیں مانگیں مگر قبول نہ ہوئیں کہ روزی حرام تھی جب ایسے حاجی وغازی کی دعا بھی قبول نہیں تو دوسروں کا کیا کہنا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دعاء کے دو بازو یعنی پر ہیں: اکل حلال، صدق مقال اگر ان سے دعا خالی ہو تو قبول نہیں ہوتی۔ تقویٰ کی پہلی سیڑھی حلال روزی ہے، حرام سے بچنا عوام کا تقویٰ ہے، شبہات سے بچنا خواص کا تقویٰ، ذریعۂ معصیت سے بچنا صدیقین کا تقویٰ اللہ نصیب کرے۔ جو محرمات میں پھنس جائے اور لاچار ہو جائے تو اھون پر کفایت کرے۔ چنانچہ بحالت اضطرار اگر مردار بکری بھی ہو گدھا بھی تو بکری کھا کر جان بچائے اور اگر کتا و سور ہی میسر ہو اور بھوک سے جان نکل رہی ہو تو کتے سے جان بچالے اور سور کو ہاتھ نہ لگائے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۳۶۹)

(1858) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
"الْعَائِلُ": الْفَقِيْرُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا' نہ انہیں (گناہوں سے) پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ تین آدمی یہ ہیں (۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) مغرور فقیر۔ (مسلم) اَلْعَائِلُ: فقیر کو کہتے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ان تین قسم کے لوگوں سے کرم و محبت کا کلام نہ کرے گا غضب و قہر کا کلام کرے گا لہذا حدیث واضح ہے یا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے اول وقت جب عدل الٰہی کا ظہور ہوگا تب ان سے کلام نہ کرے گا یا مطلقاً بلاواسطہ کلام نہ کرے

گا بواسطہ فرشتوں کے کرے گا۔(مرقات)

یعنی ان کے گناہ معاف نہ کرے گا یا ان کی صفائی لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا، تزکیہ کے یہ دونوں معنی ہی آتے ہیں۔

یعنی نظر رحمت نہ کرے گا نظر قہر کرے گا۔

اس لیے کہ زنا اگر چہ بہر حال برا ہے سخت گناہ ہے مگر بڈھا آدمی کرے تو بدترین گناہ ہے کہ اس کی شہوت قریباً ختم ہو چکی ہے وہ مغلوب و مجبور نہیں جوان آدمی گویا معذور ہے۔(مرقات)

۔ کیونکہ بعض لوگ مجبوراً جھوٹ بولتے ہیں، بعض لوگ حاکم کے ڈر یا بادشاہ کے خوف سے جھوٹ بول دیتے ہیں، بعض لوگ تنگدستی سے تنگ آکر جھوٹ کے ذریعے روزی کماتے ہیں بادشاہ کو ان میں سے کوئی مجبوری نہیں وہ جھوٹ بولتا ہے تو بلا وجہ ہی بولتا ہے۔

حکومت والوں مال والوں کے پاس غرور تکبر کے اسباب موجود ہیں۔اگر فقیر غرور کرے تو محض دلی خباثت کی وجہ سے ہی کرے گا اس لیے اسکا تکبر بدترین جرم ہے، بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے معمولی نوکری معمولی کام نہیں کرتے زکوۃ و خیرات قبول نہیں کرتے، خود بھی بھوکے رہتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو بھی بھوکا مارتے ہیں وہ بھی اس وعید میں داخل ہیں، بعض لوگ بہت غریب ہوتے ہیں مگر اپنی لڑکیوں لڑکوں کے لیے بڑے مالدار رشتے تلاش کرتے ہیں اس تلاش میں اولاد بوڑھی ہو جاتی ہے مگر شادی نہیں کرتے جس کے نتیجے بہت برے ظاہر ہوتے ہیں یہ سب اس فرمان عالی میں داخل ہیں۔درود ہو اس حکیم مطلق محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ہم پر ہمارے ماں باپ بلکہ خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں۔اللہ تعالٰی ان کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، اس ایک کلمہ میں کیسی ہدایتیں ہیں۔(مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۹۳۰)

(1859) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيْلُ كُلٌّ مِّنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سیحان، جیحان، فرات اور نیل چاروں جنت کی نہروں میں سے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب ما فی الدنیا من انہار الجنۃ، جلد 8، صفحہ 149، رقم 7340؛ اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب الفتن، جلد 8، صفحہ 234، رقم الحدیث 7858؛ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 289، رقم 7873؛ مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 398، رقم 7956؛ مشکوۃ المصابیح، باب صفۃ الجنۃ واھلھا، الفصل الاول، جلد 3، ص 222، رقم 5628

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ سیحون اور جیحون ملک ارمن میں دو نہریں ہیں یعنی ترکستان اور خراسان میں اور فرات و نیل ملک شام کی دو نہریں ہیں۔(اشعہ)

فرات کوفہ میں ہے نیل مصر میں، ان چاروں نہروں کا جنت سے ہونا۔ اس کی بہت توجیہیں کی گئیں ہیں مگر قوی یہ ہے کہ کوئی تاویل نہ کی جاوے اسے اپنے ظاہر پر رکھا جاوے کہ جنت سے ان کا پانی پہاڑوں میں بھیجا گیا اور پہاڑوں سے ان میدانوں میں جاری کیا گیا۔ چنانچہ یہ پانی بہت شیریں ہیں ہاضم ہیں، ان نہروں پر حضرات انبیاء کرام بزرگانِ دین بہت ہی کثرت سے تشریف فرمائے ہوئے ہیں، قریب قیامت جب قوم یاجوج و ماجوج کا خروج ہوگا تو قرآن مجید، علم دین، حجر اسود، مقام ابراہیم اور یہ چاروں نہریں دنیا سے غائب کردی جائیں گی، رب فرماتا ہے: وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ۔ (مرقات) (مرأۃ المناجیح، ج ۷ ص ۴۶۲)

(1860) وَعَنْهُ، قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِيْ فَقَالَ: "خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ فِيْهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْاَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَخَلَقَ الْمَكْرُوْهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وَخَلَقَ النُّوْرَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ، وَبَثَّ فِيْهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، وَخَلَقَ اٰدَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فِيْ اٰخِرِ الْخَلْقِ فِيْ اٰخِرِ سَاعَةٍ مِّنَ النَّهَارِ فِيْمَا بَيْنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّيْلِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہفتے کے دن پیدا فرمایا اور اس پر پہاڑ اتوار کے دن پیدا فرمائے اور درخت پیر کے دن پیدا فرمائے اور ناپسندیدہ چیز کو منگل کو اور روشنی بدھ کو پیدا فرمائی اور جانور جمعرات کے دن پیدا فرمائے اور حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد سب مخلوقات کے بعد دن کی آخری گھڑی میں عصر اور رات کے درمیان پیدا فرمایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب ابتداء الخلق و خلق آدم علیه السلام، جلد 8، ص 127، رقم 7231۔ السنن الکبریٰ للبیهقی، باب مبتداء الخلق، جلد 9، صفحه 3، رقم 18159۔ سنن نسائی، تفسیر سورة البقرة، جلد 6، صفحه 293، رقم الحدیث 11010۔ مسند ابی یعلی، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، جلد 10، صفحه 513، رقم 6132۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 327، رقم 8323۔

شرح حدیث: علم وحکمت کے دلائل

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے کمالِ قدرت وعلم وحکمت کے دلائل ذکر فرمایا گیا ہے کیونکہ مقصودِ اعظم اللہ سبحانہ اور اس کے تمام صفات وافعال کی معرفت ہے اور یہ جاننا کہ وہی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے اور جو ایسا ہو وہی مستحقِ عبادت ہوسکتا ہے، نہ کہ وہ بت جنہیں مشرکین پوجتے ہیں۔ خشک دانہ اور گٹھلی کو چیر کر ان سے سبزہ اور درخت پیدا کرنا اور ایسی سنگلاخ زمینوں میں ان کے نرم ریشوں کو رواں کرنا جہاں آہنی میخ بھی کام نہ کرسکے اس کی قدرت کے کیسے عجائبات ہیں۔

اور انسان کی خلقت وایجاد اللہ تعالیٰ کے عالم جمیع اشیاء ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ایسی پر حکمت مخلوق کا پیدا کرنا بغیر علم محیط کے ممکن ومتصور نہیں مرنے کے بعد زندہ ہونا کافر محال جانتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ قادر ہے علیم ہے اور ابدان کے

مادے جمع وحیات کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں تو موت کے بعد حیات کیسے محال ہوسکتی ہے پیدائش آسمان وزمین کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان میں فرشتوں کو اور زمین میں جنات کو سکونت دی جنات نے فساد انگیزی کی تو ملائکہ کی ایک جماعت بھیجی جس نے انہیں پہاڑوں اور جزیروں میں نکال بھگایا۔

(1861) وَعَنْ اَبِيْ سُلَيْمَانَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِيْ يَدِيْ يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ اَسْيَافٍ، فَمَا بَقِيَ فِيْ يَدِيْ اِلَّا صَفِيْحَةٌ يَمَانِيَةٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوسلیمان خالد بن ولید ﷺ سے روایت ہے کہ جنگ موتہ والے دن میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔ صرف ایک چھوٹی یمنی تلوار میرے ہاتھ میں باقی رہی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحيح بخاری، باب غزوة مؤتة من ارض الشام، جلد 5، صفحه 114، رقم 4265، المستدرك للحاكم. كتاب المغازی والسرايا، جلد 3، صفحه 44، رقم 4354، جامع الاصول لابن اثير، باب غزوة مؤتة من ارض الشام، جلد 8، ص 351، رقم 6137، مصنف ابن أبي شيبة، ذكر مافضل الجهاد والحث عليها، جلد 5، صفحه 323، رقم 19789، كتاب الجهاد لعبد الله المبارك، صفحه 176، رقم الحديث 218

شرح حدیث: حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ خاندان قریش کے بہت ہی نامور اشراف میں سے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت بی بی لبابہ صغری رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن تھیں۔ یہ بہادری اور فن سپہ گری وتدابیر جنگ کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے انکی اور ان کے باپ ولید کی اسلام دشمنی مشہور تھی۔ جنگ بدر اور جنگ احد کی لڑائیوں میں یہ کفار کے ساتھ رہے اور ان سے مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی نقصان پہنچا مگر ناگہاں ان کے دل میں اسلام کی صداقت کا ایسا آفتاب طلوع ہوگیا کہ ۷ھ میں یہ خود بخود مکہ سے مدینہ جا کر دربار رسالت میں حاضر ہوگئے اور دامن اسلام میں آگئے اور یہ عہد کرلیا کہ اب زندگی بھر میری تلوار کفار سے لڑنے کے لئے بے نیام رہے گی چنانچہ اس کے بعد ہر جنگ میں انتہائی مجاہدانہ جاہ وجلال کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں شمشیر بکف رہے یہاں تک ۸ھ میں جنگ موتہ میں جب حضرت زید بن حارثہ وحضرت جعفر بن ابی طالب وحضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تینوں سپہ سالاروں نے یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کرلیا تو اسلامی فوج نے ان کو اپنا سپہ سالار منتخب کیا اور انہوں نے ایسی جاں بازی کے ساتھ جنگ کی کہ مسلمانوں کی فتح مبین ہوگئی۔ اور اسی موقع پر جب کہ یہ جنگ میں مصروف تھے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مدینہ منورہ میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت کے سامنے ان کو سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا تو انہوں نے ان معرکوں میں بھی خصوصاً جنگ یمامہ میں مسلمان فوجوں کی سپہ سالاری کی ذمہ داری قبول کی اور ہر محاذ پر فتح مبین حاصل کی۔ پھر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے

دوران رومیوں کی جنگوں میں بھی انہوں نے اسلامی فوجوں کی کمان سنبھالی اور بہت زیادہ فتوحات حاصل ہوئیں، ۲۱ھ میں چند دن بیمار رہ کر وفات پائی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الخاء، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۲ مختصراً) (وکنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ خالد بن الولید، الحدیث: ۳۷۰۲۰، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۱۶۱) (وتاریخ الخلفاء، الخلفاء الراشدون، ابو بکر الصدیق، فصل فیما وقع فی خلافتہ، ص ۵۸) (واسد الغابۃ، خالد بن الولید بن المغیرۃ، ج ۲، ص ۱۳۵۔۱۳۸ ملتقطاً)

(1862) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ وَاجْتَهَدَ، فَأَخْطَأَ، فَلَهُ أَجْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمرو بن عاص ﷛ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب حاکم فیصلہ کرے اور اجتہاد سے کام لے اور اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اس کے لیے دُگنا ثواب ہے اور جب وہ فیصلہ کرے اور اجتہاد کرتے ہوئے اس سے غلطی ہو جائے تو اسے ایک اجر ملے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اجر الحاکم اذا اجتھد فاصاب او اخطاء، جلد 9، صفحہ 108، رقم 7352 صحیح مسلم، باب بیان اجر للحاکم اذا اجتھ فاصاب أو اخطاء، جلد 5، صفحہ 131، رقم 4584 سنن ترمذی، باب ماجاء فی القاضی یصیب ویخطیء، جلد 2، صفحہ 255، رقم 1326 السنن الصغری، باب مایحکم بہ الحاکم، جلد 3، صفحہ 258، رقم 4507 سنن ابوداود، باب فی القاضی یخطیء، جلد 3، ص 324، رقم 3576

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں:

کہ اس کا فیصلہ اللہ رسول کے فرمان عالی کے مطابق ہو جائے، یہ بھی رب تعالیٰ کا کرم ہی ہے کہ انسان کا فیصلہ اس کے منشاء کے مطابق ہو جائے۔

ایک ثواب تو اجتہاد و کوشش کرنے کا اور دوسرا ثواب درست فیصلہ کرنے کا کہ درستی بھی بڑا عمل ہے، قاضی عالم بلکہ درجہ اجتہاد والا چاہیے، اگر خود عالم و فقیہ نہ ہو تو فقہاء کے علم سے فائدہ اٹھائے ان کا مقلد اور متبع ہو۔

یہ حدیث تمام مجتہدین کو شامل ہے کہ مجتہد سے اگر غلطی بھی ہو جائے تب بھی اجتہاد کی محنت کا ثواب ہے لہذا چاروں مذہب یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی برحق ہیں کہ اگرچہ ان میں سے درست و صحیح تو ایک ہی ہے مگر گناہ کسی میں نہیں بلکہ جن آئمہ مجتہدین سے خطا ہوئی ایک ثواب انہیں بھی ہے، نیز حضرت علی و معاویہ میں گنہگار کوئی نہیں، حق پر حضرت علی ہیں اور جناب معاویہ سے غلطی ہوئی گنہگار وہ بھی نہیں۔ ایک موقعہ پر حضرت داؤد علیہ السلام سے خطا ہوگئی اور جناب سلیمان علیہ السلام نے درست فیصلہ فرمایا تو ان دونوں بزرگوں میں گنہگار کوئی نہیں ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: **فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ**۔ وہ حدیث کریمہ اس آیت کی تائید کرتی ہے مگر یہ حکم مجتہد عالم کے لیے ہے غیر مجتہد یا غیر عالم اگر غلط مسئلہ بتائے گا تو گنہگار ہوگا بلکہ غیر عالم کو فتویٰ دینا ہی جائز نہیں اور مسئلہ بھی فروعی اجتہادی ہو اصول شریعت میں غلطی معاف نہیں ہوتی۔ اس کی تحقیق

کتب اصول اور مرقات میں ملاحظہ کیجئے۔ اجتہادی خطا کی مثال یوں سمجھئے کہ مسافر جنگل میں نماز پڑھے اسے سمت قبلہ کا پتہ نہ چلے تو اپنی رائے سے کام لے، اگر چار رکعت میں چار طرف اس کی رائے ہوئی اور اس نے ہر رکعت ایک طرف پڑھی تو اگرچہ قبلہ ایک ہی طرف تھا مگر چاروں رکعتیں درست ہو گئیں اور اس کو نماز کا ثواب یقیناً مل گیا۔ اس کی نفیس بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھئے۔

یہ حدیث احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی نے بروایت حضرت عمرو ابن عاص نقل فرمائی، احمد نے حضرت ابوہریرہ سے بھی نقل کی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۴۶۲)

(1863) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِالْمَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخار جہنم کی شدید حرارت سے ہے۔ پس تم اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة ابواب الجنة، جلد 4، صفحه 121، رقم 3264 صحیح مسلم، باب لکل داء دواء واستحباب التداوی، جلد 7، صفحه 23، رقم 5881 اتحاف الخیرة المهرة، باب ماجاء فی الحمی وصب الماء البارد علی المحموم، جلد 4، ص 415، رقم 3855 المستدرك للحاكم، كتاب الطب، جلد 6، صفحه 193، رقم الحدیث 7439 سنن ابن ماجه، باب الحمی من فیح جهنم فابردوها بالماء، جلد 2، صفحه 1149، رقم 3471

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ جیسے دوزخ کی آگ فقط ظاہری جسم پر ہی نہ ہوگی بلکہ اندرون بدن میں بھی تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ۔ یوں ہی بخار کی تپش دل وجگر پر بھی ہوتی ہے لہذا اس آگ کے مشابہ ہے۔

یعنی صفراوی بخار والے کو ٹھنڈا پانی پلاؤ، اس سے غسل دو یا کپڑا تر کر کے سر اور بعض اعضاء پر رکھو یہ علاج ہر بخار کے لیے نہیں بلکہ خاص بخاروں کے لیے ہے جو عموماً اہل عرب کو ہوتا ہے، ہمارے ہاں بھی بعض بخاروں میں اطباء مریض کے سر پر تو کپڑا بلکہ برف رکھواتے ہیں لہذا یہ عمل طبیب کے مشورہ سے کیا جاوے، ہمارے ہاں کے اکثر بخاروں میں پانی مضر ہوتا ہے۔ احادیث پاک میں بخار والے کو سات مشکیزوں سے نہلانے کا مشورہ بھی دیا گیا ہے مگر وہ ہی بخار گرمی والے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن کا ایک شب کا بخار ایک سال کے گناہ معاف کرا دیتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۶۶)

(1864) وَعَنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَالْمُخْتَارُ جَوَازُ الصَّوْمِ عَمَّنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ لِهٰذَا

حضرت عائشہ ﷞ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص وفات پا جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ (متفق علیہ) اس حدیث مبارکہ کی رو سے

الْحَدِيْثِ، وَالْمُرَادُ بِالْوَلِيِّ: الْقَرِيْبُ وَارِثًا كَانَ أَوْ غَيْرَ وَارِثٍ۔

مختار بات یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کی طرف سے روزے رکھنا جائز ہے اور ولی سے مراد قریبی رشتے دار ہے' چاہے وہ وارث ہو یا نہ ہو۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من مات و علیه صوم، جلد 2، صفحه 690، رقم 1851 صحیح مسلم، باب قضاء الصیام عن المیت، جلد 3، صفحه 155، رقم 2748 السنن الصغرٰی للبیهقی، باب قضاء صوم رمضان، جلد 1، صفحه 420، رقم 1407 المنتقی لابن الجارود، باب ماجاء فی النذور، جلد 1، صفحه 237، رقم 943 سنن ابوداؤد، باب فیمن مات و علیه صیام، جلد 2، صفحه 289، رقم 2402

شرح حدیث: اس حدیث مبارکہ کی رو سے مختار بات یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کی طرف سے روزے رکھنا جائز ہے اور ولی سے مراد قریبی رشتے دار ہے چاہے وہ وارث ہو یا نہ ہو۔

حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جس شخص پر رمضان یا نذر کا روزہ قضا ہو گیا پھر اسے قضا کرنے کا موقعہ ملا مگر قضا نہ کیا کہ مر گیا تو اس کا ولی وارث اس کی طرف سے روزہ ادا کر دے۔ امام احمد کے ہاں اس طرح کہ روزے رکھ دے اور باقی تمام اماموں کے ہاں اس طرح کہ روزوں کا فدیہ دے دے چند وجھوں سے: ایک یہ کہ رب تعالی فرماتا ہے: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ جو روزہ کی طاقت نہ رکھیں ان پر فدیہ ہے اور میت بھی طاقت نہیں رکھتا۔ دوسرے یہ کہ خود حدیث شریف میں صراحۃً وارد ہوا کہ الا لایصومن احدٌ عن احد و لا یصلین احد عن احد کوئی کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ تیسرے یہ کہ خود صحابہ کرام کا فتوے یہ رہا کہ میت کی طرف سے روزوں کا فدیہ دیا جاوے روزہ رکھانہ جائے، دیکھو مرقات۔ چوتھے یہ کہ قیاس شرعی بھی یہ ہی چاہتا ہے کیونکہ نماز بمقابلہ روزہ زیادہ اہم اور ضروری ہے مگر میت کی طرف سے کوئی نمازیں نہیں پڑھتا تو روزے کیسے رکھ سکتا ہے محض بدنی عبادت خود ہی کرنی پڑتی ہے دوسرے سے نہیں کرائی جاتی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۶۱)

(1865) وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ بْنِ الطُّفَيْلِ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، حُدِّثَتْ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ فِيْ بَيْعٍ أَوْ عَطَاءٍ أَعْطَتْهُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا: وَاللّٰهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عَائِشَةُ أَوْ لَأَحْجُرَنَّ عَلَيْهَا، قَالَتْ: أَهُوَ قَالَ هٰذَا! قَالُوْا: نَعَمْ۔ قَالَتْ: هُوَ لِلّٰهِ عَلَيَّ نَذْرٌ أَنْ لَا أُكَلِّمَ

حضرت عوف بن مالک بن طفیل سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ ﷞ کے سامنے بیان کیا گیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر ﷞ نے کسی سودے یا عطیے کے بارے میں جو حضرت عائشہ ﷞ دیتی تھیں کہا کہ حضرت عائشہ ﷞ اس سے رک جائیں ورنہ میں ان پر پابندی عائد کر دوں گا۔ حضرت عائشہ ﷞ نے یہ سن کر فرمایا: کیا اس نے

ابْنَ الزُّبَيْرِ أَبَدًا، فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِلَيْهَا حِيْنَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ. فَقَالَتْ: لَا، وَاللّٰهِ لَا أُشَفِّعُ فِيْهِ أَبَدًا، وَلَا أَتَحَنَّثُ إِلٰى نَذْرِيْ. فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ كَلَّمَ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ وَقَالَ لَهُمَا: أَنْشُدُكُمَا اللّٰهَ لَمَا أَدْخَلْتُمَانِيْ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَإِنَّهَا لَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ تَنْذِرَ قَطِيْعَتِيْ، فَأَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَتّٰى اسْتَأْذَنَا عَلٰى عَائِشَةَ فَقَالَا: السَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، أَنَدْخُلُ؟ قَالَتْ عَائِشَةُ: ادْخُلُوْا. قَالُوْا: كُلُّنَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ ادْخُلُوْا كُلُّكُمْ، وَلَا تَعْلَمُ أَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ الزُّبَيْرِ، فَلَمَّا دَخَلُوْا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحِجَابَ فَاعْتَنَقَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِيْ، وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ يُنَاشِدَانِهَا إِلَّا كَلَّمَتْهُ وَقَبِلَتْ مِنْهُ، وَيَقُوْلَانِ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ؛ وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَّهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ. فَلَمَّا أَكْثَرُوْا عَلٰى عَائِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيْجِ، طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِيْ، وَتَقُوْلُ: إِنِّيْ نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيْدٌ، فَلَمْ يَزَالَا بِهَا حَتّٰى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِ، وَأَعْتَقَتْ فِيْ نَذْرِهَا ذٰلِكَ أَرْبَعِيْنَ رَقَبَةً، وَكَانَتْ تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَتَبْكِيْ حَتّٰى تَبُلَّ دُمُوْعُهَا خِمَارَهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

واقعی ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: ہاں۔ تو انہوں نے فرمایا: میں اللہ کے نام کی نذر مانتی ہوں کہ کبھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بات نہیں کروں گی۔ جب یہ قطع تعلقی لمبی ہوگئی تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سفارش کروائی تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں حضرت عبداللہ کے بارے میں کبھی سفارش نہیں مانوں گی اور نہ اپنی نذر توڑوں گی۔ پس جب یہ معاملہ لمبا ہوگیا تو حضرت عبداللہ نے حضرت مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث سے بات کی اور ان دونوں سے کہا کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم مجھے (میری خالہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے چلو اس لیے کہ ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ میرے ساتھ قطع تعلقی کی نذر کو پورا کریں۔ پس حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمن بن یغوث رضی اللہ عنہما دونوں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اندر آنے کی اجازت مانگی اور انہوں نے اس طرح کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ کیا ہم اندر آجائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آجاؤ۔ انہوں نے عرض کیا: کیا ہم سب لوگ آجائیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں تم سب آجاؤ اور آپ (رضی اللہ عنہا) کو یہ معلوم نہ ہوا کہ ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ پس جب اندر گئے تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پردے کے اندر چلے گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لپٹ کر انہیں قسمیں دینے لگے اور رونے لگے اور حضرت مسور

اور عبد الرحمن ﷺ بھی انہیں قسم دے کر کہنے لگے کہ وہ ابن زبیر (ﷺ) سے بات شروع کر دیں اور ان کا عذر قبول فرمالیں۔ وہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے قطع تعلقی سے منع فرمایا ہے جو آپ کے علم میں ہے اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ تین راتوں سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے بول چال اور قطع تعلق رکھے۔ پس جب انہوں نے حضرت عائشہ ﷺ کے سامنے وعظ اور نصیحت شروع کی تو وہ رونے لگیں اور فرمانے لگیں کہ میں نے نذر مانی اور نذر بہت سخت ہے اور دونوں حضرات برابر عرض کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ام المومنین نے حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ سے گفتگو فرمائی اور اپنی اس نذر میں چالیس غلام آزاد کئے لیکن بعد میں اپنی نذر کو یاد کرتی تھیں اور اتنی روتی تھیں کہ آپ کی اوڑھنی آپ کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الھجرۃ، جلد 5، صفحہ 225، رقم 5725 السنن الکبریٰ للبیھقی، باب الحجر علی البالغین، جلد 6، صفحہ 61، رقم 11671 صحیح ابن حبان، باب ماجاء فی التباغض والتحاسد، جلد 12، صفحہ 478، رقم 5662 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس عشر فی الھجران، جلد 6، ص 649، رقم 4937

شرح حدیث: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ام عبداللہ ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کنیت مقرر کرنے کی درخواست کی چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھانجے (یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اپنی کنیت رکھ لو۔

ایک اور روایت میں آیا ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب اپنی بہن کے نوزائیدہ فرزند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ رسالت میں لے کر حاضر ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے منہ میں لعاب دہن ڈال کر فرمایا: یہ عبداللہ ہے اور تم ام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم در ذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۶۸)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی دن وہ سب دراہم اقارب وفقرا میں تقسیم فرما دیئے۔ اس دن روزہ سے ہونے کے باوجود شام کے کھانے کے لئے کچھ نہ بچایا۔ باندی نے عرض کیا کہ اگر ایک درہم روٹی خریدنے کے لئے بچا لیتیں تو کیا ہوتا؟ فرمایا: یاد نہیں آیا اگر یاد آ جاتا تو بچا لیتی۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، ذکر امہات المؤمنین، حضرت عائشہ، ج ۲، ص ۴۷۲)

(1866) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ، فَصَلّٰى عَلَيْهِمْ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ، ثُمَّ طَلَعَ اِلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: "اِنِّيْ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَّاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ، وَاِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ مِنْ مَّقَامِيْ هٰذَا، اَلَا وَاِنِّيْ لَسْتُ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا، وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْهَا" قَالَ: فَكَانَتْ اٰخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: "وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا، وَتَقْتَتِلُوْا فَتَهْلِكُوْا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ"۔ قَالَ عُقْبَةُ: فَكَانَ اٰخِرَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: "اِنِّيْ فَرَطٌ لَّكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِي الْاٰنَ، وَاِنِّيْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ، اَوْ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ، وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ، وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا"۔ وَالْمُرَادُ بِالصَّلٰوةِ عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ: اَلدُّعَاءُ لَهُمْ، لَا الصَّلٰوةُ الْمَعْرُوْفَةُ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ احد کے شہداء کی طرف تشریف لے گئے اور ان کے لئے آٹھ سال بعد اس طرح دعا فرمائی جیسے زندوں اور مردوں کو رخصت کرنے والا دعا کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں گا' تمہارے ساتھ وعدے کی جگہ حوض ہے اور میں اس مقام پر سے اسے دیکھ رہا ہوں۔ خبردار! مجھے تم سے اندیشہ نہیں ہے کہ تم شرک کرو گے لیکن یہ اندیشہ ضرور ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے؟ حدیث کے راوی فرماتے ہیں میرے لیے یہ رسول اللہ ﷺ کی آخری زیارت تھی۔ (متفق علیہ) ایک اور روایت میں ہے کہ مجھے تمہارے بارے میں دنیا کا خطرہ ہے کہ تم اس میں رغبت کرنے لگو گے' آپس میں اس کی وجہ سے لڑنے لگو گے اور اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ میرے لئے رسول اللہ ﷺ کی آخرت زیارت تھی۔ ایک روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہارے معاملات کا منتظم ہوں اور تمہارا گواہ ہوں اور اللہ کی قسم! میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں یا فرمایا کہ زمین کی کنجیاں

دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! مجھ کو یہ خوف نہیں ہے کہ میرے بعد تم مشرک بن جاؤ گے بلکہ خوف اس بات کا ہے کہ تم دنیا کی رغبت کرنے لگو گے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی قَتْلٰی اُحُدٍ: شہداء احد پر نماز پڑھنے سے مراد ان کے لئے دعا کرنا ہے۔ معروف نماز جنازہ پڑھنا مراد نہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب غزوۃ احد، جلد 4، صفحه 148، رقم 3816 صحیح مسلم، باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته، جلد 7، صفحه 67، رقم 6116 السنن الکبرٰی للبیهقی، باب ذکر روایة من روی انه صلی علیهم بعد ثمان سنین تودیعالهم، جلد 4، ص 14، رقم 7058 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه عقبة بن عامر الجهنی، جلد 17، صفحه 279، رقم 14456 صحیح ابن حبان، باب مرض النبی ﷺ، جلد 14، صفحه 560، رقم 6595

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شوافع کہتے ہیں کہ یہاں صلوۃ سے مراد دعاء مغفرت ہے نہ کہ نماز جنازہ، ان کے ہاں شہید پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی مگر یہ بات قوی نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء احد کی زیارت کرتے اور انکے لیے دعاء مغفرت فرماتے تھے پھر اس دعا کا ذکر خصوصیت سے کیوں ہوا اللّٰھم الا ان یقال کہ یہ دعاء خصوصی تھی۔ یعنی دعاء وداع جس میں وداعیہ کلمات تھے۔ ہمارا قوی جواب یہ ہے کہ حضور انور نے شہداء احد کی آج نماز جنازہ پڑھی آٹھ سال بعد نماز جنازہ پڑھنا حضور انور کی خصوصیت ہے، بعض روایت میں اس کی تصریح بھی ہے کہ یہ نماز جنازہ تھی لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھی جاوے گی اس کی مفصل بحث صلوۃ جنازہ میں گزر چکی۔

یعنی اس دعا یا نماز جنازہ سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ حضور انور زندہ اور مردہ مسلمانوں کو وداع فرمارہے ہیں، زندوں کو اس لیے کہ اب وفات کا وقت قریب ہے لوگ اب حضور کی زیارت نہ کرسکیں گے، مردوں کو اس لیے کہ اب مردوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں وغیرہ بند ہونے والی ہیں یہ واقعہ مرض وفات شروع ہونے سے پہلے ہوا۔

فرط بمعنی فارط ہے جیسے تبع بمعنی تابع۔ فرط وہ شخص ہے جو کسی جماعت سے آگے منزل پر پہنچ کر ان کے طعام قیام وغیرہ تمام ضروریات کا انتظام کرے جس سے وہ جماعت آکر ہر طرح آرام پائے۔ مطلب یہ ہے کہ میں تم سے پہلے جارہا ہوں تاکہ تمہاری شفاعت تمہاری نجات تمہاری ہر طرح کارسازی کروں، تم میں سے جو بھی ایمان پر فوت ہوگا وہ میرے پاس میری حفاظت میرے انتظام میں اس طرح آوے گا جیسے مسافر اپنے گھر آتا ہے بھرے گھر میں۔ (از اشعہ) مؤمن مرتے ہی حضور کی پاس پہنچتا ہے بلکہ بعض مؤمنوں کی جانکنی کے وقت حضور انور انہیں لینے تشریف لاتے ہیں جیسا کہ امام بخاری کا واقعہ ہوا اور بہت مرنے والوں سے سنا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگئے۔ خیال رہے کہ چھوٹے فوت شدہ بچوں کو

بھی فرط فرمایا گیا ہے مگر وہ فرط ناقص ہیں حضور انور فرط کامل یعنی ہر طرح کے منتظم، نیز اید یکم میں خطاب ساری امت سے ہے نہ کہ صحابہ کرام سے حضور اپنی امت کے دائمی منتظم ہیں۔

اس کی تائید اس آیت سے ہے وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا شہید بمعنی نگران گواہ ہے نہ کہ فقط گواہ ورنہ علیٰ نہ آتا بلکہ لام آتا۔ شہادت کے ساتھ اگر علیٰ ہو تو خلاف گواہی مراد ہوتی ہے یعنی اے مسلمانوں میں تمہارے ایمان، اعمال قلبی حالات کا علیم و خبیر و حفیظ و نگراں ہوں، تم سب کے ایمان کی نبض پر میرا ہاتھ ہے، مجھے ہر شخص کے ایمان اور درجہ ایمان کی ہر وقت خبر ہے۔ اس کی نہایت لذیذ و نفیس تفسیر ہماری تفسیر نعیمی پارہ دوم کے شروع میں ملاحظہ کرو۔

یعنی میں نے جس شفاعت خاصہ کا تم سے وعدہ کیا ہے وہ شفاعت حوض کوثر پر کروں گا۔ (مرقات) یا قیامت میں میری تمہاری خصوصی ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے۔ (اشعہ) اس صورت میں یہاں خصوصی ملاقات مراد ہے ورنہ حضور کی ملاقات حضور کا دیدار تو مؤمن کو قبر میں ہی نصیب ہوتا ہے پھر قیامت میں بہت جگہ دیدار ہوگا، بعض لوگ بعد وفات تا قیامت حضور ہی کے پاس رہتے ہیں اللّٰھم اجعلنا منھم۔

یہ ہے حضور کا حاضر و ناظر ہونا کہ مدینہ منورہ میں کھڑے ہوئے اس حوض کوثر کو دیکھ رہے ہیں جو جنت میں ہے اور جنت ساتوں آسمان سے اوپر ہے، جس کی نگاہ مدینہ سے جنت تک کو دیکھ سکتی ہے اس کی نظر ساری روئے زمین کو یہاں کے رہنے والوں کو بھی دیکھ سکتی ہے کیونکہ زمین حوض کوثر سے قریب ہے۔

اس طرح کہ مجھے زمین کے تمام خزانوں کا مالک مختار قاسم بنایا جسے جو ملے گا ہماری عطا سے ملے گا۔ فرماتے ہیں اللہ المعطی وانا قاسم۔ اشعہ نے فرمایا کہ یہ تو ظاہری خزانوں کا حال ہے رہے باطنی خزانے سو آسمان و زمین ملک و ملکوت کی چابیاں حضور کو عطا ہوئیں ؎

دی کنجی تمہیں اپنے خزانوں کی خدا نے سرکار کیا مالک و مختار بنایا

یعنی مجھے یہ خطرہ نہیں کہ تم سارے یا تم عموماً کافر ہو جاؤ لہذا یہ فرمان عالی اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور کے بعد چند لوگ مرتد ہو گئے۔ (مرقات)

امام نووی نے فرمایا کہ اس میں حضور کے بہت سے معجزات کا ذکر ہے کہ حضور انور نے بہت سی غیبی خبریں دیں جو ہو بہو پوری ہوئیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۶۱)

(1867) وَعَنْ أَبِيْ زَيْدٍ عَمْرِو بْنِ أَخْطَبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ، وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ، فَنَزَلَ فَصَلّٰى، ثُمَّ صَعِدَ

حضرت ابو زید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔ حتیٰ کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ منبر سے اترے اور

الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ، فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ منبر سے اترے نماز پڑھائی اور پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا پس جو کچھ ہوا اور جو ہونے والا تھا۔ آپ نے ان سب کی ہمیں اطلاع دی۔ ہم میں سے سب سے زیادہ عالم وہ ہے جو ان باتوں کو ہم میں سے سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب اخبار النبی ﷺ فیما یکون الی قیام الساعۃ، جلد 8، ص 173، رقم 7449، الاحاد والمثانی لاحمد الشیبانی، حدیث ابو زید عمرو بن اخطب، جلد 4، صفحہ 199، رقم 2183، المستدرك للحاكم، كتاب الفتن والملاحم، جلد 4، صفحہ 533، رقم 8498، المعجم الكبير للطبرانی، من اسمہ عمرو بن اخطب ابو زید الانصاری، جلد 17، صفحہ 28، رقم 13734، مسند أبی یعلی، حدیث أبی زید عمرو بن اخطب، جلد 12، صفحہ 239، رقم 6845

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ ابوزید اعرج کے نام سے مشہور ہیں، آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیرہ غزوات کیے ہیں، حضور نے ان کے سر پر ہاتھ شریف پھیرا اور ان کے لیے دعائے خیر کی، آپ کی عمر شریف سو سال ہوئی مگر سر شریف میں صرف چند بال سفید ہوئے تھے۔ (اشعہ، مرقات)

یعنی حضور نے تھوڑے وقفہ کے بعد سارا دن وعظ و خطبہ ارشاد فرمایا، یہ خطبہ احکام کا نہ تھا بلکہ غیبی خبریں دینے کا تھا۔

یعنی تا قیامت قطرہ قطرہ ذرہ ذرہ بتا دیا جو پرندہ تا قیامت پر ہلائے گا وہ سب کچھ تفصیل وار بتا دیا۔ یہ ہے حضور کا علم غیب کلی۔ حضور کا یہ معجزہ ہے کہ سارے واقعات صرف ایک دن میں بتا دیئے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام گھوڑا کستے کستے پوری زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔ اس معجزہ کا نام ہے طی الوقت یہ بھی طی الارض کی طرح ایک معجزہ ہے، کبھی کرامت کے طور پر ولی کے ہاتھ پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو یہ سارے واقعات یاد نہ رہے کسی کو زیادہ یاد رہے کسی کو کم لہذا ان میں سے کسی کا علم حضور انور کے علم کے برابر نہیں ہو گیا۔ خیال رہے کہ تعلیم یعنی سکھانا اور چیز ہے اور خبر دینا یعنی اعلام یا انباء کچھ اور چیز اللہ تعالٰی نے حضور کو ہر چیز سکھا دی وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور حضور نے یہ تمام باتیں لوگوں کو سنا دیں بتا دیں سکھائیں نہیں وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا، فَلَمَّآ اَنْبَاَهُمْ میں یہی فرق ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۸۳)

(1868) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ نَذَرَ

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس بات کی نذر مانے کہ

اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهٖ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

وہ اللہ کی اطاعت کرے تو اسے اللہ کی اطاعت کرنی چاہئے اور جو اس بات کی نذر مانے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا تو وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب النذر فی الطاعۃ، جلد 6، صفحه 246، رقم 6318، السنن الصغری للبیهقی، باب من نذر نذرا فی معصیة الله وفیما لایکون برا، جلد 3، ص 236، رقم 4432، المنتقی لابن الجارود، باب ماجاء فی النذور، جلد 1، صفحه 235، رقم 934، سنن ابوداؤد، باب ماجاء فی النذر فی المعصیة، جلد 3، صفحه 228، رقم 3291، سنن ابن ماجه، باب النذر فی المعصیة، جلد 1، ص 687، رقم 2126

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ اللہ تعالٰی کی عبادت تو ویسے بھی کرنی چاہیے اور جب نذر مان لی تو بدرجہ اولٰی کرنی چاہیے۔

خیال رہے کہ جو کام بذات خود گناہ ہو اس کی نذر درست ہی نہیں جیسے شراب پینے، جوا کھیلنے، کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی نذر کہ ایسی نذریں باطل ہیں ان کا پورا کرنا حرام مگر ان پر کفارہ واجب ہے کہ یہ کام ہرگز نہ کرے اور کفارہ ادا کرے، اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے کہ اس نے رب تعالٰی کے نام کی بے حرمتی کی مگر جو کام کسی عارضہ کی وجہ سے ممنوع ہوں ان کی نذر درست ہے یا ان کی قضا کرے یا کفارہ دے جیسے عید کے دن کے روزے یا طلوع آفتاب کے وقت نفل پڑھنے کی منت کہ یہ منت درست ہے، یہ ہی مذہب احناف ہے۔ (مرٰاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۴۲)

(1869) وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا بِقَتْلِ الْاَوْزَاغِ وَقَالَ: "كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ام شریک ﷞ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں گرگٹ کے مارنے کا حکم دیا اور آپ نے فرمایا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر (آگ میں) پھونکیں مارتا تھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول الله تعالٰی "واتخذ الله ابراهیم خلیلا"، جلد 3، صفحه 122، رقم 3180، صحیح مسلم، باب استحباب قتل الوزغ، جلد 7، ص 41، رقم 5979، مسند عبد بن حمید، من مسند ام شریك رضی الله عنها، جلد 1، صفحه 450، رقم 1559، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشه رضی الله عنها، جلد 6، ص 200، رقم 25684، السنن الکبرٰی للبیهقی، باب مایحرم من جهة مالاتاکل العرب، جلد 9، ص 316، رقم 19848

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ام شریک دو ہیں اور دونوں صحابیہ ہیں، ایک کا نام عزمہ بنت دہ دان ہے، قرشیہ عامریہ ہیں، لوی ابن غالب کی اولاد سے، دوسری انصاریہ ہیں خبر نہیں یہ کون سی ام شریک ہیں۔ (مرقات و اشعہ) مگر یہ بے خبری مضر نہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔

وزغ جمع ہے وزغۃ کی بمعنی گرگٹ، مشہور جانور ہے چھپکلی سے کچھ بڑا ہوتا ہے، دم لمبی ہوتی ہے، رنگ بدلتا ہے، سبزیوں میں رہتا ہے۔

یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی آگ میں ڈالا گیا تو یہ مردود آگ سے میلوں دور بیٹھا ہوا آگ کی طرف پھونکیں مار رہا تھا کہ آگ تیز ہو کر حضرت ابراہیم کو تکلیف پہنچے، اگرچہ اس کی پھونک سے آگ تیز نہ ہوگئی وہ تو گلزار کر دی گئی مگر اس حرکت سے اس کی دل کی حالت معلوم ہوگئی کہ یہ دشمن خلیل ہے اس لیے اس کو مار دینے کا حکم دیا گیا، اس کے برعکس ہدہد اپنی لمبی چونچ میں پانی لاتا دور سے آگ پر ڈال دیتا تھا کہ آگ بجھ جائے، اس کو پانی کا بادشاہ کر دیا گیا کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مصاحب بنایا گیا، اس کے ذریعہ ملکہ یمن بلقیس کو ہدایت دی گئی جیسا کہ قرآن کریم سورۂ نمل میں مذکور ہے۔ معلوم ہوا کہ عداوت نبی کا انجام برا ہے، محبت رسول کا انجام اچھا، یہ بھی معلوم ہوا جانوروں میں بھی بعض نبی کے محب ہیں بعض نبی کے دشمن، حضور فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے، عیر پہاڑ ہم سے بغض کرتا ہے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۰۱۲)

(1870) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهُ كَذَا وَ كَذَا حَسَنَةً، وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ فَلَهُ كَذَا وَ كَذَا حَسَنَةً دُوْنَ الْأُوْلَى، وَإِنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ فَلَهُ كَذَا وَ كَذَا حَسَنَةً". وَفِي رِوَايَةٍ: "مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَ لَهُ مِئَةُ حَسَنَةٍ، وفي الثَّانِيَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ، وَفِي الثَّالِثَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: "اَلْوَزَغُ الْعِظَامُ مِنْ سَامِّ أَبْرَصَ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے پہلی ضرب سے گرگٹ کو مارا اس کو اتنا اتنا ثواب ملے گا۔ جس نے دوسری ضرب سے مارا اس کے لئے اتنی نیکیاں ہیں لیکن پہلے شخص سے کم اور جس نے اسے تیسری ضرب سے مارا اس کو اتنا اتنا ثواب ملے گا۔ ایک اور روایت میں ہے جو شخص گرگٹ کو پہلی چوٹ میں مار دے اس کے لئے سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہے اور دوسری چوٹ میں مارنے پر اس سے کم اور پھر تیسری چوٹ میں مارنے پر اس سے کم۔ (مسلم) اہل لغت کہتے ہیں: اَلْوَزَغُ سے مراد بڑی چھپکلی ہے جسے گرگٹ کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب استحباب قتل الوزغ، جلد 7، صفحه 42، رقم 5983 مشكوة المصابيح، باب ما يحل اكله وما يحرم، جلد 2، ص 437، رقم 4121 السنن الكبرى للبيهقي، باب قتل الحية والعقرب فى الصلاة، جلد 2، صفحه 267، رقم 3576 سنن ابوداؤد، باب فى قتل الاوزاغ، جلد 4، صفحه 537، رقم 5265 سنن ابن ماجه، باب قتل الوزغ، جلد 2، صفحه 1076، رقم 3229

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ گرگٹ کو جلد مار دینے کی رغبت دینا زور کی چوٹ لگانا کہ ایک ہی چوٹ میں لوٹ پوٹ ہو جائے ہلکی چوٹ میں ممکن ہے کہ بھاگ جائے۔ احمد و ابن حبان نے بروایت حضرت ابن مسعود مرفوعًا نقل فرمایا کہ جو سانپ کو مارے اس کو سات نیکیاں ہیں اور جو گرگٹ کو مارے تو اسے ایک نیکی۔ طبرانی نے بروایت ام المؤمنین عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً نقل فرمایا کہ جو گرگٹ کو مار دے اللہ تعالیٰ اس کے سات گناہ معاف فرمائے گا۔ (مرقات) بہرحال اس کا قتل ثواب ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۰۱۴)

(1871) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ يَدِ سَارِقٍ، فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ عَلٰى سَارِقٍ! فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ يَدِ زَانِيَةٍ، فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ! فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِيَةٍ! لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ يَدِ غَنِیٍّ، فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ عَلٰى غَنِیٍّ؟ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سَارِقٍ وَّعَلٰى زَانِيَةٍ وَّعَلٰى غَنِیٍّ! فَاُتِیَ فَقِيْلَ لَهٗ: اَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ، وَاَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا تَسْتَعِفُّ عَنْ زِنَاهَا، وَاَمَّا الْغَنِیُّ فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّعْتَبِرَ فَيُنْفِقَ مِمَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ". رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ بِلَفْظِهٖ وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی نے کہا میں ضرور صدقہ وخیرات کروں گا۔ پس وہ صدقہ لے کر باہر جو نکلا تو (لاعلمی میں) ایک چور کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کررہے تھے کہ رات کہ ایک چور کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اس شخص نے دل میں کہا: اے اللہ سب تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں (تیرا شکر ہے) میں اور صدقہ کروں گا۔ پس وہ صدقہ لے کر جو باہر نکلا تو وہ ایک بدکار عورت کے ہاتھ میں دے دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ تذکرہ کررہے تھے کہ رات ایک بدکار عورت کو خیرات دی گئی ہے۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ! تیرا شکر ہے صدقہ تو بدکار عورت کو پہنچ گیا۔ میں اور صدقہ بھی ضرور کروں گا وہ صدقہ کا مال لے کر پھر باہر جو نکلا تو اتفاقاً کسی مالدار کو دے دیا۔ صبح کے وقت لوگ باتیں کررہے تھے کہ آج غنی کو صدقہ دے دیا گیا۔ اس شخص نے کہا اے اللہ! تیرا شکر ہے (کہ تو نے میرا مال) چور، زانیہ اور دولت مند کو دلوایا۔ چنانچہ خواب میں اس شخص سے کہا گیا تو نے جو چور کو صدقہ دیا ہے تو شائد اس کی وجہ سے وہ چوری سے باز آجائے اور زانیہ کو جو تو نے صدقہ دیا ہے تو شاید اس کی وجہ سے وہ زناکاری چھوڑ دے۔ باقی دولت مند بھی ممکن ہے کہ اس سے نصیحت حاصل کرے اور اللہ نے جو اس کو عطا فرمایا ہے اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ بخاری نے اس حدیث کو ان الفاظ کے

ساتھ روایت کیا ہے اور مسلم نے اس کے ہم معنی روایت بیان کی ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذا تصدق علی غنی وھو لا یعلم، جلد 2، ص 516، رقم 1355 صحیح مسلم، باب ثبوت اجر المتصدق وان وقعت الصدقۃ فی ید غیر اھلھا، جلد 3، ص 89، رقم 2409 سنن نسائی، باب اذا عطاھا غنیا وھو لا یشعر، جلد 5، صفحہ 55، رقم 2523 مسند الشامیین للطبرانی، حدیث شعیب عن أبی الزناد، جلد 4، ص 286، رقم 3315 مشکوۃ المصابیح، باب الانفاق و کراھیۃ الامساك، جلد 1، صفحہ 423، رقم 1876

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تم سے پہلے ایک بنی اسرائیلی نے اپنے دل میں کہا یا اپنے دوستوں یا گھر والوں پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا یا رب تعالٰی کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آج میں خیرات دوں گا۔ ظاہر یہ ہے کہ خیرات سے نفلی صدقہ مراد ہو۔ ممکن ہے اس نے کوئی نذر مانی ہو جس کے پورا کرنے کا ارادہ کیا۔

یعنی رات کے اندھیرے میں اکیلے میں ایک شخص کو فقیر جان کر وہ خیرات دے دی، اس نے لوگوں میں پھیلا دیا کہ مجھے ایک آدمی خیرات دے گیا جیسا کہ آوارہ لوگوں کا طریقہ ہے کہ دھوکا دینے پر فخر کرتے ہیں اور دھوکا کھانے والے کا مذاق اڑاتے ہیں، اس کا لوگوں میں چرچا ہو گیا۔ مرقات نے فرمایا ممکن ہے کہ لوگوں کو یہ خبر الہام الٰہی سے معلوم ہوئی ہو اور ہوسکتا ہے کہ کوئی فرشتہ شکل انسانی میں آ کر لوگوں سے یہ کہہ گیا ہو، غرضکہ اس کا چرچا ہو گیا۔

یہ کلمہ تعجب کا ہے یعنی وہ شخص صدقہ ضائع ہونے پر دل تنگ نہیں ہوا بلکہ خدا کا شکر ہی کیا اور تعجب کے طور پر یہ کہا اللہ کے مقبول بندے مصیبت پر بھی شکر ہی کرتے ہیں۔

یعنی میرا وہ صدقہ تو بیکار گیا کیونکہ صحیح مصرف پر نہ پہنچا جیسے کھاری زمین میں دانہ اس کی جگہ اور صدقہ دوں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر صدقہ صحیح جگہ نہ پہنچے تو واپس نہ لے بلکہ اس کی بجائے اور صدقہ دے چونکہ آج بھی صدقہ چھپانے کے لیے اندھیری رات ہی میں نکلا تھا اس لیے ایک فاسقہ زانیہ عورت کو مسکین جان کر خیرات دے دی اور دھوکا کھا گیا۔

اس چرچا کی وجہ ابھی بیان کر دی گئی کہ یا خود زانیہ نے ہی لوگوں میں پھونکا یا فرشتہ کے ذریعہ اس کا اعلان ہو گیا۔

اسے فقیر سمجھ کر یہ مالدار کوئی کنجوس تھا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھا اور حریص بھی کہ جانتے ہوئے خیرات لے لی جیسا کہ آج کل بھی کنجوسوں کو دیکھا جاتا ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دینے والے نے دھوکا کیسے کھایا اور لینے والے نے غنی ہونے کے باوجود خیرات لے کیوں لی۔ موجودہ زمانہ کے حالات دیکھتے ہوئے ان اعتراضوں کی گنجائش ہی نہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ غنی نے خود کسی سے نہ کہا ہو گا کہ کنجوس حریص لوگ ان باتوں کا چرچا نہیں کرتے بلکہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ اعلان فرشتہ ہی کے ذریعہ ہوا ہو گا۔

یعنی مولے میں کیا صورت کروں کہ صدقہ صحیح جگہ پہنچے، تین دفعہ خیرات کر چکا ہر بار بیکار ہی گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ تیرے یہ تینوں صدقے کارآمد ہیں کوئی بیکار نہ گیا، چور اور زانیہ کے لیے تو گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنے گا اور غنی کے لیے سخاوت کی تبلیغ ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غلطی سے زکوۃ غیر مصرف پر خرچ کردی جائے مثلاً کسی کو فقیر سمجھ کر زکوۃ دی پھر پتہ لگا وہ غنی ہے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی اس کا اعادہ واجب نہیں، طرفین کا یہی قول ہے ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کیونکہ یہاں اسے چوتھی بار صدقہ دینے کا حکم نہیں دیا گیا مگر تمام آئمہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں صدقہ واپس نہ لے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ خود لینے والے کو یہ مال حلال ہے یا نہیں۔ قوی یہ ہے کہ اگر اس نے غلطی سے لے لیا ہے تو حلال ہے، دانستہ لیا ہے تو حرام، اس کی دلیل حضرت معن ابن یزید کی وہ حدیث ہے جو بخاری نے روایت کی کہ فرماتے ہیں میرے والد نے صدقہ کے کچھ دینار مسجد میں رکھے میں نے اٹھا لیے، پھر یہ واقعہ بارگاہ نبوی میں پیش ہوا تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے یزید تمہارے لیے تمہاری نیت اور اے معن جو تم نے لیا وہ تمہارا ہے۔

(فتح القدیر و مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۰۲)

(1872) وَعَنْهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَعْوَةٍ، فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَّقَالَ: "اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّ؟ ذَاكَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ، فَيُبْصِرُهُمُ النَّاظِرُ، وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ، وَتَدْنُو مِنْهُمُ الشَّمْسُ، فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ وَلَا يَحْتَمِلُوْنَ، فَيَقُوْلُ النَّاسُ: اَلَا تَرَوْنَ مَا اَنْتُمْ فِيْهِ اِلٰى مَا بَلَغَكُمْ، اَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: اَبُوْكُمْ اٰدَمُ، فَيَاْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا اٰدَمُ اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ، وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ، وَاَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ، وَاَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ، اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ؟ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ وَمَا بَلَغَنَا؟ فَقَالَ: اِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ،

اور انہی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دعوت میں موجود تھے۔ آپ کی خدمت اقدس میں دستی کا گوشت پیش کیا گیا اور آپ دستی کا گوشت بہت پسند فرماتے تھے۔ آپ نے اسے کھانا شروع کیا اور ارشاد فرمایا: میں قیامت، کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا کیا تم جانتے ہو کیسے؟ اس دن اللہ تعالیٰ ایک ہی میدان میں تمام اگلے پچھلے لوگوں کو جمع فرمائے گا۔ ایک دیکھنے والا ان سب کو دیکھے گا اور ایک پکارنے والا ان سب کو اپنی آواز سنا سکے گا۔ سورج ان کے قریب ہو جائے گا اور لوگوں کا غم اور بے چینی اس حد تک پہنچ جائے گی کہ ان کی طاقت اور برداشت سے باہر ہوگی۔ پس لوگ کہیں گے کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہاری تکلیف و مصیبت کس حد تک پہنچ چکی ہے؟ کیا تم کوئی ایسا شخص نہیں دیکھتے جو تمہارے لئے تمہارے پروردگار سے سفارش کرے؟ تو لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ تمہارے باپ سیدنا آدم علیہ السلام ہیں۔ پس لوگ ان کے پاس جائیں گے اور عرض کریں۔ گے اے

وَاِنَّهٗ نَهَانِيْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ، نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى نُوْحٍ. فَيَاْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ: يَا نُوْحُ، اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا بَلَغْنَا، اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ؟ فَيَقُوْلُ: اِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَاِنَّهٗ قَدْ كَانَتْ لِيْ دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا عَلٰى قَوْمِيْ، نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ. فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا اِبْرَاهِيْمُ، اَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهٗ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ لَهُمْ: اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَاِنِّيْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ؛ نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى مُوْسٰى. فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُوْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ عَلَى النَّاسِ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ: اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَاِنِّيْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ اُوْمَرْ بِقَتْلِهَا، نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ؛ اِذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى. فَيَاْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ: يَا عِيْسٰى، اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ، اَلَا

آدم! آپ سب انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ کے اندر روح پھونکی اور اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا۔ تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا اور آپ کو جنت میں سکونت دی۔ کیا آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش نہیں کریں گے؟ کیا آپ ہماری وہ تکلیف نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں اور جس حالت کو ہم پہنچے ہوئے ہیں؟ تو حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے میرا پروردگار آج اتنے سخت غصے میں ہے کہ اس جیسا غضبناک وہ اس سے پہلے نہ ہوا اور نہ آئندہ کبھی اس طرح غضبناک ہوگا اور اس نے مجھے (جنت میں) ایک درخت کے پاس جانے سے منع کیا تھا لیکن مجھ سے بھول ہوگئی۔ مجھے تو اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ' تم حضرت نوح کے پاس جاؤ۔ پس لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے۔ اے نوح' آپ اہل زمین کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا ہے۔ کیا آپ وہ تکلیف نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں؟ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہماری بے چینی کس حد تک پہنچی ہوئی ہے؟ آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیوں نہیں کرتے؟ پس وہ فرمائیں گے میرا پروردگار آج اتنے سخت غصے میں ہے کہ اس جیسا غضبناک وہ اس سے پہلے کبھی ہوا اور نہ کبھی آئندہ ہوگا اور مجھے ایک دعا کرنے کا حق حاصل تھا جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کر لی تھی۔ مجھے تو اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے' تم میرے علاوہ

تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى: اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا، نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"۔

کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے۔ اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور زمین والوں میں سے اس کے خلیل ہیں۔ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں۔ کیا آپ وہ تکلیف دیکھ نہیں رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں؟ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے۔ میرا پروردگار آج اتنا غضبناک ہے کہ اتنا غضبناک اس سے پہلے کبھی ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا اور میں نے تین بار خلاف واقعہ بات کہی تھی۔ مجھے تو اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے' اپنی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے۔ اے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام سے لوگوں پر آپ کو فضیلت عطا فرمائی۔ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہمارے لیے سفارش فرمائیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس قدر پریشان ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے' میرا پروردگار آج اس قدر غضبناک ہے کہ اتنا غضبناک آج سے پہلے کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا میں نے ایک جان کو قتل کیا تھا جسے قتل کرنے کا مجھے حکم نہ تھا مجھے تو اپنی فکر ہے اپنی فکر ہے اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ' تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور کلمہ ہیں جسے اس نے مریم کی

طرف بھیجا تھا اور آپ اس کی روح ہیں اور آپ نے پنگھوڑے میں لوگوں سے باتیں کی تھیں۔ آپ اللہ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔ بلاشبہ میرا پروردگار! آج کے دن اتنا ناراض ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا ناراض ہوا اور نہ بعد میں ہوگا۔ وہ کسی خطا کا ذکر نہیں فرمائیں گے۔ صرف نَفْسِيْ نَفْسِيْ کہیں گے اور فرمائیں گے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کرو۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "فَيَاْتُوْنِيْ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ وخَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ، وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَاَنْطَلِقُ فَاٰتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ مِنْ مَّحَامِدِهٖ، وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَّمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلِيْ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ، سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ، فَاَقُوْلُ: اُمَّتِيْ يَا رَبِّ، اُمَّتِيْ يَا رَبِّ، اُمَّتِيْ يَا رَبِّ، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ". ثُمَّ قَالَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ، اَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اور ایک روایت میں ہے وہ میرے (محمد ﷺ) پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے (نبی محترم) حضرت محمد ﷺ! آپ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ نبوت کے ختم کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے طفیل آپ کی امت کے پہلے اور آخری لوگوں کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیے۔ دیکھئے تو ہم کس قدر پریشانی میں مبتلا ہیں۔ (رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں) پس میں چلوں گا اور عرش کے نیچے جا کر اپنے پروردگار کے حضور سجدہ کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ حمد وثناء کے لیے الفاظ میرے لیے کھول دے گا۔ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولے ہوں گے۔ پھر ارشاد ہوگا: اے محمد (ﷺ)! اپنے سر کو اٹھاؤ' مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائیگی۔ میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت' اے میرے رب' میری امت' اے میرے رب! میری امت۔ تو

ارشاد ہوگا: اے محمد (ﷺ)! اپنی امت کے ان افراد کو جن پر حساب نہیں جنت کے دروازوں میں سے دائیں طرف کے دروازہ سے داخل فرمائیے۔ یہ لوگ اس کے علاوہ اور دروازوں میں دوسرے لوگوں کے ساتھ برابر شریک ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ جنت کے دروازوں کے دو بازوؤں اور کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ مکرمہ اور مقام ہجر کے درمیان یا مکہ مکرمہ اور بصری کے درمیان فاصلہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب "ذریة من حملنا مع نوح انه کان عبدا شکورا"، جلد 6، ص 84، رقم 4712 صحیح مسلم، باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها، جلد 1، صفحه 127، رقم 501 سنن ترمذی، باب ما جاء فی الشفاعة، جلد 4، صفحه 337، رقم 2433 سنن النسائی، تفسیر سورة الاسراء، جلد 6، صفحه 378، رقم 11286 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 435، رقم 9621

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دستی کا گوشت بے ریشہ ہوتا ہے اور نرم بھی مزے دار بھی، جلد گل جاتا ہے، سارے جانور میں یہ ہی گوشت بہت اچھا ہوتا ہے۔

نہس خالی سین سے اگلے دانتوں سے نوچنا اور نہش نقطہ والے شین سے داڑھوں سے گوشت نوچنا یعنی ہڈی سے بوٹی چھوڑانا دونوں لفظ روایات میں وارد ہیں۔

اس ناس میں سارے انسان داخل ہیں حضرات انبیاء کرام اور ان کی ساری امتیں، اگرچہ حضور ہمیشہ سے ہی ساری مخلوق کے سردار ہیں مگر اس سرداری کا ظہور قیامت کے دن ہوگا کہ سارے لوگ آپ سے شفاعت کی درخواست کریں گے اور سب حضور کا منہ تکیں گے کوئی آپ کی سرداری کے انکار کرنے کی ہمت نہ کر سکے گا کفار بھی اس کا اقرار کریں گے اور نادم ہوں گے اس لیے یوم القیامۃ کا ذکر فرمایا۔

یہ یوم القیامۃ کا بیان ہے، چونکہ یہ حاضری بارگاہ قیامت کا مقصود ہے اس لیے اس کا ذکر پہلے فرمایا ورنہ قیامت میں اور بھی کام ہوں گے جیسے کہ آگے سے معلوم ہو رہا ہے۔

گرمی کی شدت کا یہ حال ہوگا کہ انسان کا پسینہ ستر گز زمین میں جذب ہو کر اس کے منہ کی لگام بن جائے گا یعنی منہ تک پسینہ میں آدمی ڈوبا ہوگا۔

معلوم ہوا کہ قیامت کے کاروبار کی ابتداء توسل یعنی وسیلہ کی تلاش سے ہوگی۔ آج جو حضور کے وسیلہ کے منکر ہیں وہ بھی یہ ہی کام پہلے کریں گے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا شعر

ہم بھی محشر میں سیر دیکھیں گے نجدی آج ان سے التجا نہ کرے

یہاں جہاں مجھے لوگ پائیں گے اور ساری مخلوق مجھے گھیرے گی وہاں سے روانہ ہو کر اپنے مقام شفاعت میں پہنچوں گا جو میرے لیے خالص تیار کیا گیا ہے۔ غالب یہ ہے کہ حضور انور ان سب کو لے کر وہاں پہنچیں گے۔ واللہ ورسولہ اعلم! وہ نظارہ عجیب ہوگا۔

یعنی اس دن جیسی حمد اپنے رب کی میں کروں گا ایسی حمد مخلوق الٰہی میں کسی نے نہیں کی ہوگی یہ حمد مجھے میرا رب بطور الہام سکھائے گا۔

اسے کہتے ہیں عرض سے پہلے قبولیت ابھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعا کے لیے لب نہیں ہلائے کہ قبولیت کا رب نے وعدہ فرما لیا۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں یہاں عبارت میں اجمال ہے۔ ابتداء ہوئی شفاعت عامہ کے ذکر سے اور انتہا ہوئی شفاعت خاصہ کے ذکر پر، یہ شفاعت اپنی امت کو جنت میں پہنچانے کی ہے عام لوگوں کے لیے شفاعت محشر سے نجات دلانے کی ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں سب کا حساب نہ ہوگا، بعض بے حساب جنت میں بھیجے جائیں گے۔ جو دنیا میں اپنا حساب خود لیتا رہے گا اس کا حساب یا تو ہوگا نہیں یا ہوگا تو ہلکا ہوگا۔

یعنی ان بے حساب جنتیوں کے لیے ایک دروازہ خاص ہے جس سے دوسرے جنتی داخل نہیں ہو سکتے مگر یہ حضرات ان دروازوں سے جا سکتے ہیں جیسے ریل کا فسٹ کلاس کا مسافر ہر درجہ میں سفر کر سکتا ہے مگر تھرڈ والے فسٹ میں سفر نہیں کر سکتے۔

ایک دروازے کے حصے ہوں تو ہر حصہ مصرع کہلاتا ہے اس سے مقصود ہے دروازہ جنت کی چوڑائی بیان کرنا۔

ہجر مدینہ منورہ کے علاقہ میں ایک گاؤں کا نام بھی ہے اور بحرین کے ایک شہر کا نام بھی یہاں یہ ہی شہر مراد ہے جو بحرین میں ہے، اس تشبیہ سے مقصود ہے اس دروازے کی فراخی بیان فرمانا حد بندی فرمانا مقصود نہیں۔ (اشعہ، مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۴۱۴)

شفاعتِ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تو بے واسطہ اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) تک پہنچنے والے صرف محمد رسول اللہ ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہ ہی سبب ہے کہ روزِ قیامت تمام انبیاء، اولیاء وعلماء علیہم الصلوٰۃ والثناء کہ شفاعت فرمائیں گے، ان کی شفاعت حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہوگی۔ بارگاہِ عزت (عَزَّ وَجَلَّ) میں شفاعت فرمانے والے صرف حضور ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ولھذا

جامع ترمذی کی حدیث میں ارشاد ہوا:

اَنَا صَاحِبُ شَفَاعَتِهِمْ وَلَا فَخْرَ

شفاعتِ انبیاء کا صاحب میں ہوں اور یہ کچھ براہِ فخر نہیں فرماتا۔ (ملخصًا، مسند احمد، الحدیث ۲۱۳۱۳، ج۸، ص ۵۳)

اسی طرف آیہ کریمہ اشارہ فرماتی ہے:

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝

ہمیں بھی حکم ہوا کہ عرض کرو: (پ۲۶، الفتح: ۲)

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

ہمیں سیدھی راہ چلا۔ (پ۱، الفاتحۃ: ۵)

اور حضور کو بھی فرمایا:

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝

اے محبوب ہم نے تمہارے لیے فتح مبین اس لیے کی ہے کہ تمہیں سیدھی راہ بتائیں۔ (پ۲۶، الفتح: ۲)

صراطِ مستقیم دو طرح کی ہوتی ہے: ایک تو یہ کہ سیدھی چلی گئی ہے جس میں پیچ وخم نہیں مگر واسطے کی ضرورت ہے کہ بغیر واسطہ نہیں پہنچ سکتا اور دوسری یہ کہ اُٹھا اور سیدھا مقصود تک پہنچا۔ پہلی اور (یعنی دیگر) انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور دوسری صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے ہے۔

مطلب یہ کہ اے محبوب (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) بس اٹھو اور مجھ تک چلے آؤ! تمہیں کسی تَوَسُّل (یعنی وسیلہ اختیار کرنے) کی حاجت نہیں، سب کے لیے وسیلہ تم ہو، تمہارے لیے کون وسیلہ ہو! فلہٰذا حضورِ اقدس (صلی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہ وسلم) کے اَسمائے طیّبہ سے ہے صاحب الوسیلۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واسطہ اگر حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہ وسلم) کے لیے بھی مانا جائے تو دَور لازم آئے اس لئے کہ جو واسطہ ہوگا کامل ہوگا ناقص نہ ہوگا اور جب کامل ہوگا تو کمال وجود پر متفرع ہے اور وجودِ عالَم حضور کے وجودِ اقدس پر موقوف۔ تو خلاصہ اِعتقاد، شانِ رسالت (صلی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہ وسلم) میں یہ ہے کہ مرتبہ وجود میں صرف اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہے باقی سب ظِلال اور مرتبہ ایجاد میں صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں باقی سب عکس و پَرتَو۔

توحیدیں دو ہیں: ایک توحیدِ الٰہی کہ اللہ ایک ہے، ذات وصفات واسماء وافعال واحکام وسلطنت کسی بات میں اس کا کوئی شریک نہیں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ کنزالایمان: اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۳۵)

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ

ترجمہ کنزالایمان: اس جیسا کوئی نہیں۔ (پ ۲۵، الشوریٰ: ۱۱)

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ۝

ترجمہ کنزالایمان: کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو۔ (پ ۱۶، مریم: ۶۵)

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ

ترجمہ کنزالایمان: کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے۔

وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ (پ ۱۵، الکھف: ۲۶)

وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ

ترجمہ کنزالایمان: اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۱۱)

اور دوسری توحید رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کہ حضور اپنے جمیع صفاتِ کمالیہ میں تمام عالم سے متفرد (یعنی یکتا) ہیں۔

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٖ

(نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے محاسن وکمالات میں شریک سے پاک ہیں ان کی ذات پاک میں حسن وخوبی کا جو جوہر ہے وہ غیر منقسم ہے۔)

خلاصہ ایمان یہ ہے جو محقق دہلوی فرماتے ہیں۔

مخواں اُو را خدا از بہرِ حفظِ شرع و پاسِ دیں دِگر ہر وصف کہ میخواہی اندر مدحش اِملا کن

(دین کی پاسداری اور شریعت کی حفاظت کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا نہ کہو اس کے علاوہ ان کے دوسرے اوصاف جو چاہو ان کی مدح وثنا میں لکھو۔)

اور ان سے پہلے حضرت امام محمد بوصیری قَدَّسَ اللّٰہُ تعالیٰ سِرَّہُ الشَّرِیف فرما گئے۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِيْ نَبِيِّهِمْ وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمِ

فَانْسُبْ اِلٰى ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ وَانْسُبْ عَلٰى قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمِ

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ حَدٌّ فَيُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ

(قصیدہ بردہ شریف مترجم، ص ۲۷۔۲۸)

اتنی بات تو چھوڑ دے جو نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں اِدّعا کیا (یعنی خدا اور خدا کا بیٹا) اسے چھوڑ، باقی حضور کی مدح میں جو کچھ تیرے جی میں آئے کہہ اور مضبوطی سے حکم لگا۔ تو ان کی ذات پاک کی طرف جتنا شرف چاہے منسوب کر اور ان کے مرتبہ کریمہ کی طرف جتنی عظمت چاہے ثابت کر اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل کی کوئی انتہا ہی نہیں کہ بیان کرنے والا، کیسا ہی گویا ہو، اسے بیان کر سکے۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۵۱۔۲۵۴)

(1873) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: جَآءَ اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاُمِّ اِسْمَاعِيْلَ وَبِابْنِهَا اِسْمَاعِيْلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ، حَتّٰى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ، عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِيْ اَعْلَى الْمَسْجِدِ، وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ، فَوَضَعَهُمَا هُنَاكَ، وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ، وَسِقَاءً فِيْهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفّٰى اِبْرَاهِيْمُ مُنْطَلِقًا، فَتَبِعَتْهُ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ فَقَالَتْ: يَا اِبْرَاهِيْمُ، اَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهٰذَا الْوَادِي الَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ اَنِيْسٌ وَّلَا شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ لَهٗ ذٰلِكَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ اِلَيْهَا، قَالَتْ لَهٗ: اَللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: اِذًا لَّا يُضَيِّعُنَا ؛ ثُمَّ رَجَعَتْ، فَانْطَلَقَ اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهٗ، اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: (رَبِّ اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ) حَتّٰى بَلَغَ (يَشْكُرُوْنَ) (اِبْرَاهِيْمَ: 37. وَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ تُرْضِعُ اِسْمَاعِيْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَآءِ، حَتّٰى اِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ، وَعَطِشَ ابْنُهَا، وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَيْهِ يَتَلَوّٰى - اَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ - فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهِ، فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْاَرْضِ يَلِيْهَا، فَقَامَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى اَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ اَحَدًا. فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ، رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا، ثُمَّ

حضرت عبداللہ بن عباس ﷠ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جبکہ وہ دودھ پیتے تھے' لے کر چلے یہاں تک کہ انہیں بیت اللہ کے قریب مسجد حرام کے بالائی حصے میں زمزم کے اوپر واقع ایک درخت کے پاس ٹھہرادیا۔ اس زمانے میں مکے میں کوئی انسان آباد نہیں تھا' نہ وہاں پانی ہی تھا۔ پس ان ماں بیٹے کو وہاں رکھا اور ان کے پاس ایک تھیلی رکھ دی جس میں کچھ کھجوریں تھیں اور پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس جانے لگے تو حضرت اسماعیل کی والدہ ان کے پیچھے گئیں اور کہا' اے ابراہیم! ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر جہاں کوئی غمخوار ساتھی ہے اور نہ ضرورت کی کوئی چیز' کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے یہ بات ان سے کئی بار کہی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف توجہ ہی نہ فرماتے۔ بالآخر حضرت ہاجرہ نے کہا کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا' ہاں تو انہوں نے کہا تب وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا پھر وہ واپس آ گئیں۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی راہ پر چلے یہاں تک کہ جب مقام ثنیہ پر پہنچے جہاں سے ان کے اہل وعیال انہیں نہیں دیکھ رہے تھے۔ اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کیا۔ پھر ان کلمات کے ساتھ دعائیں کیں پس اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد کو بے آب وگیاہ جگہ پر آباد کیا ہے سے تا کہ وہ تیرا شکر ادا کریں تک۔ حضرت اسماعیل کی والدہ حضرت اسماعیل کو دودھ پلاتی رہیں اور خود

سَعَتْ سَعْيَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ، ثُمَّ اَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا، فَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى اَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ اَحَدًا، فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَلِذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا". فَلَمَّا اَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا، فَقَالَتْ: صَهْ - تُرِيْدُ نَفْسَهَا - ثُمَّ تَسَمَّعَتْ، فَسَمِعَتْ اَيْضًا، فَقَالَتْ: قَدْ اَسْمَعْتَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ، فَاِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ، فَبَحَثَ بِعَقِبِهٖ - اَوْ قَالَ بِجَنَاحِهٖ - حَتّٰى ظَهَرَ الْمَآءُ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهٗ وَتَقُوْلُ بِيَدِهَا هٰكَذَا، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَآءِ فِيْ سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُوْرُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: بِقَدْرِ مَا تَغْرِفُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَحِمَ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمَاعِيْلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ - اَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَآءِ - لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِيْنًا" قَالَ: فَشَرِبَتْ وَاَرْضَعَتْ وَلَدَهَا، فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ: لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ فَاِنَّ هٰهُنَا بَيْتًا لِلّٰهِ يَبْنِيْهِ هٰذَا الْغُلَامُ وَاَبُوْهُ، وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضَيِّعُ اَهْلَهٗ، وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِّنَ الْاَرْضِ كَالرَّابِيَةِ، تَاْتِيْهِ السُّيُوْلُ، فَتَاْخُذُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ، فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِّنْ جُرْهُمٍ، اَوْ اَهْلُ بَيْتٍ مِّنْ جُرْهُمٍ مُّقْبِلِيْنَ مِنْ طَرِيْقِ كَدَاءٍ، فَنَزَلُوْا فِيْ اَسْفَلِ مَكَّةَ؛ فَرَاَوْا طَائِرًا عَائِفًا، فَقَالُوْا: اِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُوْرُ عَلٰى مَاءٍ، لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِيْ

پانی پیتی رہیں یہاں تک کہ مشک کا پانی ختم ہو گیا۔ وہ خود بھی پیاس محسوس کر رہی تھیں اور یہ بھی دیکھ رہی تھیں کہ بیٹا بھی پیاس کی وجہ سے بلبلا رہا ہے یا زمین میں لوٹ رہا ہے۔ وہ اس منظر کو ناپسند کرتے ہوئے چل دیں۔ انہوں نے اس جگہ سے سب سے زیادہ قریب صفا کے پہاڑ کو پایا پس وہ اس پر کھڑی ہو گئیں اور وادی کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی انسان نظر آ جائے لیکن بے سود۔ وہ صفا سے اتریں اور وادی تک پہنچیں۔ پھر اپنی قمیض کا کنارہ اٹھا کر ایک مصیبت زدہ شخص کی مانند دوڑ کر وادی کو عبور کیا پھر مروہ پر آئیں اور اس پر کھڑی ہو گئیں اور دیکھا کہ کوئی انسان نظر آئے لیکن کسی کو نہ پایا۔ اس طرح انہوں نے یہ سات مرتبہ کیا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس لئے لوگ صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں جب وہ مروہ پر چڑھ گئیں تو انہوں نے ایک آواز سنی تو اپنے آپ کو کہنے لگیں خاموش! پھر انہوں نے کان لگایا تو دوبارہ وہ آواز سنی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ تو نے آواز تو سنا دی اگر تیرے پاس کوئی معاونت کا سلسلہ ہے (تو مدد کر) پس اسی لمحہ فرشتہ زم زم کی جگہ کے پاس تھا۔ پس اس نے اپنی ایڑی یا پر سے زمین کو کریدا۔ یہاں تک کہ پانی ظاہر ہو گیا۔ آپ (حضرت ہاجرہ) اس کے گرد حوض بنانے لگیں اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کرنے لگیں اور پانی کو چلو میں لے کر مشک میں ڈالنے لگیں۔ وہ پانی جتنا چلو سے لیتی اتنا ہی پانی نیچے سے جوش مارتا اور ایک روایت میں ہے کہ جتنا وہ چلو میں لیتی اتنا وہ جوش مارتا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس ﷺ فرماتے

وَمَا فِيهِ مَاءٌ. فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ، فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ. فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ ؛ فَأَقْبَلُوا وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ، فَقَالُوا: أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، وَلَكِنْ لَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ. قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَأَلْفَى ذٰلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، وَهِيَ تُحِبُّ الْأُنْسَ فَنَزَلُوا، فَأَرْسَلُوا إِلَى أَهْلِيهِمْ فَنَزَلُوا مَعَهُمْ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِهَا أَهْلَ أَبْيَاتٍ وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ، وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ، فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوهُ امْرَأَةً مِنْهُمْ: وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَمَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ، فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ ؛ فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا - وَفِي رِوَايَةٍ: يَصِيدُ لَنَا - ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِشَرٍّ، نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَشِدَّةٍ ؛ وَشَكَتْ إِلَيْهِ، قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ اقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقُولِي لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ. فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا، فَقَالَ: هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا، فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِي: كَيْفَ عَيْشُنَا، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ وَشِدَّةٍ. قَالَ: فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَيَقُولُ: غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ، قَالَ: ذَاكَ أَبِي وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ! اِلْحَقِي بِأَهْلِكِ. فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرَى، فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کی والدہ پر رحم کرے۔ اگر وہ زم زم کر چھوڑ دیتیں یا پانی کے چلو نہ بھرتیں تو زمزم ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حاجرہ نے اس سے خود پانی پیا اور اپنے بیٹے کو پلایا۔ فرشتے نے آپ سے کہا تم اپنی جان کا کوئی خوف مت کھاؤ۔ بے شک یہاں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ جس کی تعمیر یہ بچہ اور اس کے والد کریں گے اور اللہ تعالیٰ یہاں کے رہنے والے لوگوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ بیت اللہ کی جگہ ٹیلے کی طرح زمین سے کچھ اُٹھی ہوئی تھی۔ سیلاب آتے اور اس کے آس پاس سے گزر جاتے۔ حضرت اسماعیل کی والدہ اسی حالت میں تھیں کہ قبیلہ جرہم کا ایک قافلہ یا ایک خاندان وہاں سے گزرا وہ لوگ کدا کے راستے آ رہے تھے۔ انہوں نے مکہ کے زیریں حصہ میں پڑاؤ کیا۔ انہوں نے پرندے منڈلاتے ہوئے دیکھے تو کہنے لگے کہ یہ پرندے پانی پر گھوم رہے ہیں۔ ہمیں تو اس وادی سے آتے جاتے زمانہ ہو گیا۔ اس میں تو پانی نہ تھا تو انہوں نے ایک دو قاصد بھیجے۔ انہوں نے وہاں پانی پایا پس واپس جا کر باقی ساتھیوں کو بتلایا تو وہ سب اس مقام پر آ گئے۔ حضرت ہاجرہ پانی کے پاس تشریف فرما تھیں۔ یہ لوگ عرض کرنے لگے کیا آپ ہم کو اپنے پاس پڑاؤ کرنے کی اجازت دیں گی۔ آپ فرمانے لگیں ہاں لیکن پانی میں تمہارا کوئی حق ملکیت نہ ہوگا۔ کہنے لگے ٹھیک ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اس واقعہ نے ام اسماعیل کی مراد پوری کر دی وہ بھی کوئی مونس چاہتی

يَجِدْهُ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَاَتِهٖ فَسَاَلَ عَنْهُ. قَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا قَالَ: كَيْفَ اَنْتُمْ؟ وَسَاَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِخَيْرٍ وَّسَعَةٍ، وَاَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ. فَقَالَ: مَا طَعَامُكُمْ؟ قَالَتْ: اللَّحْمُ، قَالَ: فَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتِ: الْمَاءُ. قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَآءِ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَّلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيْهِ، قَالَ: فَهُمَا لَا يَخْلُوْ عَلَيْهِمَا اَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ اِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ.

تھیں۔ پس آئے ہوئے لوگ وہیں ٹھہر گئے اور پیغام بھیج کر اپنے گھر والوں کو بھی بلا لیا وہ بھی ان کے ساتھ قیام کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہاں کئی گھر جمع ہو گئے اور حضرت اسماعیل بھی جوان ہو گئے اور ان لوگوں سے عربی زبان بھی سیکھ لی اور جوانی کے وقت حضرت اسماعیل ان کو نفیس اور خوش لگنے لگے۔ جب آپ بالغ ہو گئے تو قبیلہ جرہم والوں نے اپنی ایک دختر سے آپ کی شادی کر دی۔ حضرت ہاجرہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ شادی کے ایک عرصہ بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تا کہ اپنے چھوڑے ہوئے افراد کا پتہ کریں۔ آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا تو ان کی بیوی سے ان کے متعلق دریافت فرمایا۔ تو وہ بولی ہمارے لئے رزق کی تلاش اور ایک روایت میں ہے شکار کی تلاش میں باہر گئے ہیں۔ پھر دریافت کیا کہ گزر اوقات کیسی ہو رہی ہے۔ بولی ہم بُرے حال میں ہیں۔ بڑی تنگی اور سختی میں ہیں۔ اور آپ سے شکایت کرتی رہی۔ آپ حضرت خلیل اللہ نے فرمایا: جب تمہارے شوہر آ جائیں تو انہیں میرا اسلام پہنچانا اور پیغام دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں۔ پس جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو بات سمجھ گئے۔ دریافت فرمایا: کیا آج یہاں کوئی شخص آئے تھے۔ بیوی نے کہا ہاں' ایسے ایسے حلیہ اور شکل و شباہت کے بزرگ آئے تھے۔ آپ کے متعلق پوچھا تھا۔ میں نے بتایا تھا۔ پھر مجھ سے دریافت کیا کہ ہماری گزر اوقات کیسی ہے۔ میں نے بتلایا تھا کہ ہم بڑی تنگی اور سختی میں ہیں۔ فرمایا: کیا انہوں نے تجھ سے کسی معاملہ کی بابت فرمایا تھا۔

بولی ہاں، مجھے حکم فرمایا تھا کہ آپ کو ان کا سلام کہوں اور فرما رہے تھے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو بدل دو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: وہ میرے والد محترم تھے۔ وہ مجھے حکم فرما گئے ہیں کہ میں تجھ سے علیحدہ ہو جاؤں۔ تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔ پس انہوں نے اس عورت کو طلاق دیدی اور اس قبیلے کی کسی اور عورت سے شادی کر لی۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام جب تک اللہ نے چاہا، کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد پھر ان کے پاس تشریف لائے تو پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گھر میں موجود نہ پایا۔ پس ان کی بیوی کے پاس آئے اور ان سے ان کی بابت پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ ہمارے لئے رزق کی تلاش میں باہر گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا، تمہارا کیا حال ہے؟ اور اس سے ان کی گزراوقات اور عام حالت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: ہم خیریت سے ہیں اور فراخی مین ہیں اور اس نے اللہ کی حمد و ثناء کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہاری خوراک کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: گوشت۔ پوچھا: پیتے کیا ہو۔ اس نے عرض کیا پانی۔ حضرت ابراہیم نے دعا کی اے اللہ! ان کے گوشت اور پانی میں برکت نازل فرما۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دن ان کے پاس ایک دانہ بھی نہ تھا۔ اگر ہوتا تو آپ اس کے لئے بھی دعا فرماتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مکہ کے علاوہ کوئی بھی شخص صرف ان چیزوں پر گزر نہیں کرسکتا اور نہ یہ اس کو موافق آتی ہیں۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَجَاءَ فَقَالَ: اَيْنَ اِسْمَاعِيْلُ؟

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ

فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ: ذَهَبَ يَصِيدُ، فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: أَلَا تَنْزِلُ، فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ؟ قَالَ: وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ: طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَاءُ. قَالَ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ. قَالَ: فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَرَكَةُ دَعْوَةِ إِبْرَاهِيمَ. قَالَ: فَإِذَا جَآءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيهِ يُثَبِّتُ عَتَبَةَ بَابِهِ. فَلَمَّا جَآءَ إِسْمَاعِيلُ قَالَ: هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ، وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ، فَسَأَلَنِيْ عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِيْ كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ. قَالَ: فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثَبِّتَ عَتَبَةَ بَابِكَ. قَالَ: ذَاكِ أَبِيْ، وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ، أَمَرَنِيْ أَنْ أُمْسِكَكِ. ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَآءَ اللهُ، ثُمَّ جَآءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِسْمَاعِيلُ يَبْرِيْ نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ. فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ، فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ. قَالَ: يَا إِسْمَاعِيلُ، إِنَّ اللهَ أَمَرَنِيْ بِأَمْرٍ، قَالَ: فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ؟ قَالَ: وَتُعِينُنِيْ، قَالَ: وَأُعِينُكَ، قَالَ: فَإِنَّ اللهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَبْنِيَ بَيْتًا هَاهُنَا، وَأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُّرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا، فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ، فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَأْتِيْ بِالْحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِيْ حَتّٰى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ، جَآءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ، وَهُوَ يَبْنِيْ وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُوْلَانِ: (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا

السلام آئے تو انہوں نے فرمایا: اسماعیل کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے کہا: وہ شکار کرنے گئے ہیں۔ ان کی بیوی نے کہا آپ ہمارے پاس تشریف نہیں رکھتے کہ کھائیں پئیں۔ آپ نے فرمایا: تمہارا کھانا پینا کیا ہے تو اس نے کہا ہمارا کھانا گوشت اور مشروب پانی ہے تو آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ان کے کھانے اور مشروب میں برکت نازل فرما۔ حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: یہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب تمہارا شوہر آ جائے تو ان کو میرا اسلام کہنا اور ان کو کہہ دینا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو کہا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ انہوں نے کہا جی ہاں ہمارے پاس ایک خوبصورت شکل والے شیخ آئے تھے اور ان کی تعریف بیان کی۔ چنانچہ انہوں نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا تو میں نے ان کو اس کی اطلاع دی۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا ہماری گزر اوقات کیسی ہے؟ تو میں نے ان کو بتایا کہ ہم خیریت سے ہیں۔ انہوں نے کہا کیا انہوں نے تمہیں کسی چیز کی نصیحت فرمائی؟ اس نے کہا جی ہاں وہ تمہیں سلام کہتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ دروازے کی چوکھٹ قائم رکھو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: وہ میرے والد تھے اور چوکھٹ تو ہے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں باقی رکھوں۔ پھر ابراہیم علیہ السلام ان سے جتنا اللہ نے چاہا رکے رہے۔ پھر اس کے بعد تشریف لائے۔ اس حال میں کہ حضرت اسماعیل زم زم کے قریب ایک درخت

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ) (البقرة: 127).

کے نیچے تیر بنا رہے تھے۔ جب ان کو دیکھا تو اٹھ کر ان کی خدمت میں پہنچے تو اسی طرح کیا جس طرح والد کا بیٹا احترام کرتا ہے اور انہوں نے اسی طرح شفقت کی جس طرح والد بیٹے کے ساتھ کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے اسماعیل! اللہ نے مجھے ایک بات کا حکم دیا ہے۔ اسماعیل نے کہا: آپ کے رب نے آپ کو جس بات کا حکم دیا ہے وہ کریں۔ انہوں نے پوچھا تو میری مدد کرے گا؟ انہوں نے کہا' میں آپ کی مدد کروں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر تعمیر کروں اور ایک ٹیلے کی طرف اشارہ فرمایا جو اردگرد کے حصوں سے بلند تھا۔ پس اسی وقت اس خاص گھر کی دیواریں اٹھائیں۔ اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے یہاں تک کہ جب دیواریں اونچی ہو گئیں تو (مقام ابراہیم والا) پتھر لائے اور وہاں رکھ دیا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرتے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کو پتھر پکڑاتے جاتے اور دونوں یہ دعا پڑھتے: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (البقرہ: ۱۲۷) ''اے ہمارے رب! ہمارا یہ عمل قبول فرما' یقیناً تو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے''۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَرَجَ بِاِسْمَاعِيْلَ وَاُمِّ اِسْمَاعِيْلَ، مَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيْهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا، حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ، فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ، ثُمَّ رَجَعَ اِبْرَاهِيْمُ اِلٰى اَهْلِهٖ، فَاتَّبَعَتْهُ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم' حضرت اسمعیل اور ان کی والدہ کو لے کر نکلے' ان کے ساتھ ایک مشک تھی جس میں پانی تھا۔ حضرت اسمعیل کی والدہ خود مشک کا پانی پی لیتی تھیں اور حضرت اسمعیل کو اپنا دودھ پلاتی تھیں۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت ہاجرہ کو

حَتّٰى لَمَّا بَلَغُوا كَدَاءَ نَادَتْهُ مِنْ وَّرَائِهٖ: يَا اِبْرَاهِيْمُ اِلٰى مَنْ تَتْرُكُنَا، قَالَ: اِلَى اللّٰهِ، قَالَتْ: رَضِيْتُ بِاللّٰهِ، فَرَجَعَتْ وَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشِّنَّةِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا، حَتّٰى لَمَّا فَنِيَ الْمَاءُ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّيْ اُحِسُّ اَحَدًا. قَالَ: فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ اَحَدًا، فَلَمْ تُحِسَّ اَحَدًا، فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيَ سَعَتْ، وَاَتَتِ الْمَرْوَةَ، وَفَعَلَتْ ذٰلِكَ اَشْوَاطًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ الصَّبِيُّ، فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَاِذَا هُوَ عَلٰى حَالِهٖ، كَاَنَّهٗ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ، فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا فَقَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّيْ اُحِسُّ اَحَدًا، فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ ونظرت فَلَمْ تُحِسَّ اَحَدًا، حَتّٰى اَتَمَّتْ سَبْعًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ، فَاِذَا هِيَ بِصَوْتٍ، فَقَالَتْ: اَغِثْ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ، فَاِذَا جِبْرِيْلُ فَقَالَ بِعَقِبِهٖ هٰكَذَا، وَغَمَزَ بِعَقِبِهٖ عَلَى الْاَرْضِ، فَانْبَثَقَ الْمَاءُ فَدَهِشَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ، فَجَعَلَتْ تَحْفِنُ ... وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِهٰذِهِ الرِّوَايَاتِ كُلِّهَا۔

ایک بڑے درخت کے نیچے اتار کر خود لوٹ کر چل دیئے تو حضرت ہاجرہ نے پیچھے سے آواز دے کر کہا۔ اے ابراہیم ہم کو کس کے بھروسے پر چھوڑے جاتے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے بھروسے پر، حضرت ہاجرہ نے فرمایا تو میں اللہ تعالیٰ پر راضی ہوں۔ یہ کہہ کر واپس چلی آئیں خود اسی مشک کا پانی پیتی تھیں اور اپنے بچے کو اپنا دودھ پلاتی تھیں۔ بالآخر پانی جب ختم ہو گیا تو حضرت ہاجرہ (اپنے دل میں) کہنے لگیں اب مجھے کہیں جا کر دیکھنا چاہئے۔ شاید کہ کوئی نظر آ جائے لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر میدان میں پہنچ کر کوہ مروہ پر دوڑ کر پہنچیں۔ پھر چند مرتبہ اسی طرح چکر لگائے۔ پھر کہنے لگیں کہ جا کر دیکھوں بچے کی کیا حالت ہے۔ جب لوٹ کر آئیں تو دیکھا کہ بچہ اپنی حالت پر ہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ (بچہ) مرنے کے لئے چلا رہا ہے۔ حضرت ہاجرہ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکیں تو پھر کہنے لگیں کہ جا کر تو دیکھوں کہ شاید کوئی آدمی نظر آ جائے تو دوڑ کر کوہ صفا پر چڑھیں اور ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی شخص نظر نہیں آیا (اور اسی طرح دوڑ کر پھر مروہ پہاڑی پر آئیں) یہاں تک کہ اسی طریقہ سے سات چکر پورے ہو گئے۔ پھر (اپنے دل میں) کہنے لگیں کہ اب مجھے جا کر بچے کی حالت کو دیکھنا چاہیے۔ اتنے میں ایک آواز سنائی دی۔ حضرت ہاجرہ نے کہا کہ اگر تو کچھ بھلائی کر سکتا ہے تو فریاد رسی کر فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام نظر آئے تو انہوں نے زمین پر اپنی ایڑی ماری پھر (وہاں سے پانی پھوٹ پڑا) تو ام اسمٰعیل (حضرت ہاجرہ) حیران ہو گئیں اور اس کے اردگرد گڑھا بنانا شروع کر دیا (تاکہ پانی ایک جگہ جمع رہے اور کسی

طرف کو بہہ نہ نکلے)۔ یہ سب روایات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہیں۔

"اَلدَّوْحَةُ الشَّجَرَةُ الْكَبِيْرَةُ. قَوْلُهُ: "قَفّٰى": اَيْ: وَلّٰى. "وَالْجَرِيُّ": الرَّسُوْلُ. "وَاَلْفٰى": مَعْنَاهُ وَجَدَ. قَوْلُهُ: "يَنْشَغُ": اَيْ: يَشْهَقُ.

اَلدَّوْحَةُ: بڑا درخت۔ قَفّٰى: واپس جانا۔ اَلْجَرِيُّ: پیغام پہنچانے والا۔ اَلْفٰى: اس کا معنی ہے پایا۔ يَنْشَغُ: سسکیاں لینا۔

شرح حدیث: آبِ زمزم کے فضائل

خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس وقت جبرائیلِ امین (علیہ السلام) نے اپنی ایڑی مار کر زمین سے چاہِ زمزم جاری کیا تو حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی والدہ ماجدہ اسے وادی میں جمع کرنے لگیں، اللہ عزوجل ان پر رحم فرمائے اگر وہ اسے اسی طرح چھوڑ دیتیں تو ساری وادی بھر جاتی۔

(السنن الکبری للنسائی، کتاب المناقب، باب ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، الحدیث: ۸۳۷۶، ج۵، ص۹۹)

سیِّدُ الْمُبلِّغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: آبِ زمزم جبرائیل (علیہ السلام) کا ہَزْمَۃ (یعنی ہاتھ یا پاؤں سے زمین میں بننے والا گڑھا) ہے، اور پھر ان دونوں (یعنی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور جبرائیل علیہ السلام) نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، الحدیث: ۲۷۱۳، ج۲، ص۳۶۵)

شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: آبِ زمزم دنیا و آخرت کے جس مقصد کے لئے بھی پیا جائے کافی ہے۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب المناسک، باب الشرف من زمزم، الحدیث: ۳۰۶۲، ص۲۶۶۲، بدون من امر الدنیا والآخرۃ)

مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: آبِ زمزم پیٹ بھر کر پینا نفاق سے چھٹکارا دیتا ہے۔ (فردوس الاَخبار، باب التاء، الحدیث: ۲۲۵۵، ج۱، ص۳۰۹)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: آبِ زمزم سطحِ زمین پر موجود ہر پانی سے بہتر ہے۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۱۱۶۷، ج۱۱، ص۸۰)

(1874) وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کھمبی مَن کی قسم سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفاء ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب تفسیر سورۃ البقرۃ، جلد 7، صفحہ 126، رقم 5708، صحیح مسلم، باب فضل الکمأۃ و

مداوۃ العین بھا، جلد 6، صفحہ 124، رقم 5463؛ اتحاف الخیرۃ المہرۃ، باب ماجاء فی الکمأۃ والعجوۃ والشنونیز، جلد 4، ص 426، رقم 3878؛ الاداب للبیہقی، باب التداوی بالحجامۃ و غیرھا، جلد 1، صفحہ 426، رقم 698؛ سنن ترمذی، باب ماجاء فی الکمأۃ والعجوۃ، جلد 4، صفحہ 213، رقم 2067

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

برسات میں گلی لکڑی کے بھیگنے سے چھتری کی طرح ایک گھاس اگ جاتی ہے اسے عربی میں کماۃ شحم الارض، فارسی میں سماروق اور کلاہ دیو، اردو میں کھمبی اور چتر مار کہتے ہیں۔ بعض لوگ اس کی جڑیں پکا کر کھاتے ہیں۔ برسات میں عموماً مل جاتی ہیں۔ من بمعنی منت اور نعمت ہے یا مطلب یہ ہے کہ من کی مثل بغیر قیمت مل جانے والی چیز ہے۔

اس کی تحقیق ان شاء اللہ کتاب الطب والرقی میں ہوگی۔ اس کے پانی کا آنکھ کے لیے شفا ہونا برحق ہے مگر کسی مرض میں کیسے استعمال کیا جائے اس کی تفصیل کتاب الطب میں ہے۔

یعنی یا تو بنی اسرائیل پر جو من اترتا تھا وہ ہی تھا جو کچھ فرق کے ساتھ اب اس شکل میں ہے یا جیسے بنی اسرائیل پر من اعلیٰ درجہ کی چیز اتری مگر بغیر محنت مشقت انہیں دی گئی ایسے ہی یہ بھی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۶ ص ۳۴)

◆◆◆◆◆

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

20- كِتَابُ الْاِسْتِغْفَارِ

استغفار کا بیان

228- بَابُ الْاَمْرِ بِالْاِسْتِغْفَارِ وَفَضْلِهٖ

مغفرت و بخشش طلب کرنا

قَالَ اللهُ تعالى: (وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ) (محمد: 19).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: گناہوں کی معافی مانگو۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا) (النساء: 106).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ سے معافی چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وقَالَ تَعَالٰى: (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا) (النصر: 3)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ) اِلٰى قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ: (وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ) (آل عمران: 15-17).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پرہیزگار لوگوں کے لئے ان کے رب کے ہاں باغات ہیں۔ (اللہ عزوجل کے اس قول تک) اور رات کے آخری حصے میں استغفار کرنے والے ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا) (النساء: 110)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ) (الانفال: 33)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے

فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ) (ال عمران: 135)

اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔

(1875) وَعَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِّيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ، وَاِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِئَةَ مَرَّةٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت اغر مزنی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی میرے دل میں خواہشات پیدا ہو جاتی ہیں اس لیے میں دن میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه، جلد 8، ص 72، رقم 7033، الاداب للبیهقی، باب ماعاجل كل ذنب بالتوبة منه وسأل الله المغفرة، جلد 2، ص 17، رقم 845، سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، جلد 1، صفحه 559، رقم 1517، سنن النسائی، باب كم يستغفر فی اليوم و يتوب، جلد 6، صفحه 116، رقم 10276، مسند امام احمد، حديث الاغر المزنی رضی الله عنه، جلد 4، ص 211، رقم 17882

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یُغَانُ غین سے بنا، بمعنی پردہ اسی لیے سفید بادل کو غین کہا جاتا ہے۔ اس پردے کے متعلق شارحین نے بہت خامہ فرسائی کی ہے بعض کے نزدیک اس سے مراد حضور کی دنیا میں مشغولیت ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے سونا مراد ہے، بعض کے خیال میں اس سے مراد اجتہادی خطائیں ہیں مگر حق یہ ہے کہ یہاں غین سے مراد اپنی امت کے گناہوں کو دیکھ کر غم فرمانا ہے اور استغفار سے مراد ان گنہگاروں کے لیے استغفار کرنا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت اپنی امت کے سارے حالات پر مطلع ہیں، ان گناہوں کو دیکھتے ہیں، دل کو صدمہ ہوتا ہے اس صدمے کے جوش میں انہیں دعائیں دیتے ہیں۔ (لمعات، مرقات، اشعہ وغیرہ) اس کی تائید قرآن کی اس آیت سے ہوتی ہے عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ اے مسلمانو تمہاری تکلیفیں ان پر گراں ہیں۔ شعر

آنچہ تو کردی کسے باخود نہ کرو — روح پاک مصطفی آمد بدرد
بد نصیبیں تم ان کی خاطر — رات بھر روؤ کراہو
بد کریں ہر دم برائی — تم کہو ان کا بھلا ہو

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۴۸)

(1876) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! میں ایک دن میں ستر سے زیادہ بار اللہ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب استغفار النبی ﷺ، جلد 5، ص 232، رقم 5948، اتحاف الخيرة المهرة، كتاب التوبة والاستغفار، جلد 7، ص 408، رقم 7199، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه مطلب، جلد 8، صفحه 329، رقم 8770، سنن النسائی،

باب کم یستغفر فی الیوم ویتوب، جلد6،ص114، رقم 10267 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد2، ص 282، رقم 7780

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

توبہ واستغفار روزے نماز کی طرح عبادت بھی ہے اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عامل تھے یا یہ عمل ہم گنہگاروں کی تعلیم کے لیے ہے ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں گناہ آپ کے قریب بھی نہیں آتا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گناہ کرکے توبہ کرتے ہیں اور وہ حضرات عبادت کرکے توبہ کرتے ہیں۔ شعر

زاہداں از گناہ توبہ کنند عارفاں از عبادت استغفار

سیدنا علی مرتضٰی فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کے لیے دنیا میں دو امانیں ہیں: ایک نے پردہ فرمالیا اور دوسری قیامت تک ہمارے پاس ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور استغفار۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۴۷)

توبہ واستغفار کی اہمیت وفضیلت

گناہ ایک سنگین ومہلک ترین روحانی مرض ہے، اللہ کی نافرمانی اور گناہ وہ مضر شے ہے جس سے انسان کے قلب میں زنگ لگ جاتا ہے اور قلب سیاہ ہوجاتا ہے، لیکن اس کا بہترین علاج اور تریاق توبہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان خطا ونسیان کا پتلا ہے، غلطی اور گناہ کرنا اس کی جبلت میں داخل ہے، مگر بہترین گناہ گار وہ ہے جو اپنے گناہوں پر ندامت کے ساتھ آنسو بہائے اور اپنے کیے پر اللہ تعالیٰ سے رجوع کرے، معافی مانگے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرے۔ توبہ کیا ہے؟ دراصل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام توبہ ہے، ایک یہ کہ جو گناہ سرزد ہوجائے اس پر دل سے ندامت وشرمندگی اور پشیمانی ہو، دوسرے یہ کہ جو گناہ ہو اس کو فوراً چھوڑ دے، تیسرے یہ کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم مصمم (پکا ارادہ) ہو، ان ہی تین چیزوں کے مکمل ہونے پر توبہ تکمیل تک پہنچتی ہے۔

درحقیقت گناہ انسان کے حق میں نہایت خطرناک ہیں۔ اس سے دنیا اور آخرت دونوں برباد ہوجاتے ہیں اور گناہ کا اثر جسم میں زہر کی طرح سرایت کرجاتا ہے۔

علم سے محرومی

علم نورِ الٰہی ہے اور گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے انسان علم سے محروم ہوجاتا ہے۔ امام شافعی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

شکوت إلی وکیع سوء حفظی فأرشدنی إلی ترك المعاصی

وأخبرنی بأن العلم نور ونور الله لا یهدی لعاصی

میں نے اپنے استاد وکیع سے کمزور حافظہ کی شکایت کی تو آپ نے مجھے ترک معاصی کی نصیحت فرمائی اور آپ نے یہ بتایا کہ علم ایک نور ہے اور اللہ کا نور گنہگار کو نہیں دیا جاتا۔

رزق میں تنگی

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان کی روزی اور رزق میں تنگی آجاتی ہے۔ حصولِ رزق اور فراخیٔ معاش کے لیے ترکِ گناہ سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

وحشتِ قلبی

گناہگاروں اور اللہ کے درمیان دوری ہوجاتی ہے اور دل کا سکون نہیں ملتا:

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ. سورة الرعد 28

لوگوں سے وحشت اور دوری ہوتی ہے، خاص طور پر اصلاح کرنے والوں سے۔ ان کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے اور میل ملاقات سے گناہ گار گریز کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بیوی بچوں اور اپنے اقربا سے وحشت ہوجاتی ہے۔

(1877) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا، لَذَهَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِكُمْ، وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ، فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى، فَيَغْفِرُ لَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ختم کر کے ایسے لوگوں کو لے آئے جو گناہ کریں۔ پھر اللہ کے حضور استغفار کریں تو وہ انہیں معاف فرما دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، جلد 8، ص 94، رقم 7141 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضى الله عنه، جلد 2، ص 309، رقم 8068 مصنف عبدالرزاق، باب الذنوب، جلد 11، صفحه 181، رقم 20271 مشكوة المصابيح، باب الاستغفار و التوبة، الفصل الاول، جلد 2، ص 24، رقم 2328 جامع الاصول لابن اثير، الكتاب الثانى فى العفو، جلد 8، ص 38، رقم 5875

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مقصد لوگوں کو گناہ پر دلیر کرنا نہیں بلکہ توبہ کی طرف مائل کرنا ہے یعنی اے انسانو! اگر تم بھی فرشتوں کی طرح سارے ہی معصوم بے گناہ ہوتے تو کوئی قوم ایسی پیدا کی جاتی جو غلطی و خطاء سے گناہ کرلیا کرتی پھر توبہ کرتی اسے رب تعالیٰ معاف کرتا کیونکہ خلقت رب تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اور جیسے رب کی صفت رزاق ہے ایسے ہی اس کی صفت غفار بھی ہے۔ رزاقیت کا ظہور رزق و مرزوق سے ہوتا ہے غفاریت کی جلوہ گری گناہ اور گنہگار سے ہوتی ہے۔ جو یہ حدیث دیکھ کر گناہ پر دلیر ہو اور پھر گناہ کرے تو کافر ہوا اور یہاں ذکر گناہ کا ہے نہ کہ کفر کا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے گنہگار رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ توبہ کرلے وہ غفور رحیم ہے تجھ سے گناہ کا صدور تقاضائے حکمت الٰہی ہے تم سے کوئی گناہ نہ ہو یہ ناممکن ہے۔ یہاں سے جانے سے مراد ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ انہیں آسمانوں پر پہنچا دینا، فرشتوں کے ساتھ رکھنا اور زمین پر

دوسری قوم قابلِ گناہ کو بسانا مراد ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۵۲)

(1878) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِئَةَ مَرَّةٍ: "رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ". رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ".

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم شمار کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ہی مجلس میں سو سے زیادہ بار یہ الفاظ پڑھتے۔ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما' بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا' نہایت رحم والا ہے۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب مایقول اذاقام من المجلس، جلد 5، صفحہ 494، رقم 3434 سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، جلد 1، صفحہ 559، رقم الحدیث 1518 الادب المفرد للبخاری، باب سید الاستغفار، صفحہ 217، رقم 618 سنن ابن ماجہ، باب الاستغفار، جلد 2، صفحہ 1253، رقم 3814 صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، جلد 3، صفحہ 206، رقم 927

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ کام کے لیے تشریف فرما ہوتے تو تھوڑے تھوڑے وقفہ سے یہ کلمات پڑھتے تھے اور اس کثرت سے پڑھتے تھے کہ اٹھنے سے پہلے سو بار تک فرما لیتے تھے، یہ تو عام مجالس پاک کا ذکر ہے خصوصی عبادات کی مجلسوں کا کیا پوچھنا۔ مغفرت و توبہ کا فرق پہلے عرض کیا گیا، نیز یہ بھی کہ یہ کلمات ہماری تعلیم کے لیے ہیں، نیز ان کا پڑھنا عبادت اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے عابد ہیں لہذا یہ حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں۔
(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۷۵)

مقبول توبہ کا بیان

نورِ بصیرت سے دیکھنے والے اور انوارِ قرآن سے فیض یاب ہونے والے لوگ جانتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں مقبول ہر قلبِ سلیم کو بروزِ قیامت قربِ خداوندی کا اعزاز حاصل ہوگا اور وہ اپنی باقی رہنے والی آنکھوں سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا دیدار کر سکے گا۔ اور انہیں معلوم ہے کہ دل اپنی اصل کے اعتبار سے سلامتی والا پیدا کیا گیا اور اس کی سلامتی گناہوں کا گردوغبار چھا جانے سے زائل ہوتی ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ندامت کی آگ اس غبار کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور نیکی کا نور دل کے چہرے سے گناہ کی تاریکی کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں کے انوار کے سامنے گناہوں کے اندھیرے نہیں ٹھہرتے جیسے دن کی روشنی کے سامنے رات کے اندھیروں کا بس نہیں چلتا اور جس طرح صابن کی سفیدی سے میل کی کدورت باقی نہیں رہتی، اسی طرح توبہ و استغفار اور ندامت کے نور سے گناہ باقی نہیں رہتے سوائے اس کے کہ گناہوں کی

کثرت اور ہیشگی کی وجہ سے دل خراب ہو گیا ہو۔ ہم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی پناہ چاہتے ہیں۔

(1879) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَّخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ۔

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے آپ پر استغفار کو لازم کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور ہر غم سے اسے نجات عطا کرتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداود، باب فی الاستغفار، جلد 1، صفحه 560، رقم 1520 السنن الكبرى للبيهقى، باب مايستحب من كثرة الاستغفار، جلد 3، صفحه 351، رقم 6651 سنن ابن ماجه، باب الاستغفار، جلد 2، ص 125، رقم 3819 جامع الاصول لابن اثير، الفرع الاول فى الاستغفار، جلد 4، ص 389، رقم 2446

شرح حدیث: اس طرح کہ روزانہ استغفار کے کلمے زبان سے ادا کیا کرے گناہ کرے یا نہ کرے۔ بہتر یہ ہے کہ نمازِ فجر کے وقت سنت فجر کے بعد فرض سے پہلے ستر بار پڑھا کرے کہ یہ وقت استغفار کے لیے بہت ہی موزوں ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔

یہ عمل بہت ہی مجرب ہے۔ روزی سے مراد مال، اولاد، عزت سب ہی ہے۔ استغفار کرنے والے کو رب تعالیٰ یہ تمام نعمتیں غیبی خزانہ سے بخشتا ہے، قرآن کریم فرماتا ہے: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا۔ قرآن کریم میں استغفار پر پانچ نعمتوں کا ذکر فرمایا اور اس حدیث نے تین نعمتوں کا مگر ہماری اس شرح سے وہ پانچوں نعمتیں ان تین میں آ گئیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۶۲)

مومن بندے کی توبہ

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا بے شک اللہ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی ہلاکت خیز پتھریلی زمین پر پڑاؤ کرے اسکے ساتھ اس کی سواری بھی ہو جس پر اسکے کھانے پینے کا سامان لدا ہوا ہو پھر وہ سر رکھ کر سو جائے پھر جب بیدار ہو تو اس کی سواری جا چکی ہو تو وہ اسے تلاش کرے یہاں تک کہ گرمی اور شدتِ پیاس یا جس وجہ سے اللہ چاہے پریشان ہو کر کہے کہ میں اسی جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سو رہا تھا پھر سو جاتا ہوں یہاں تک کہ مر جاؤں پھر وہ اپنی کلائی پر سر رکھ کر مرنے کے لئے سو جائے پھر جب بیدار ہو تو اسکے پاس اس کی سواری موجود ہو اور اس پر اس کا توشہ بھی موجود ہو تو اللہ عزوجل مومن بندے کی توبہ پر اس شخص کے اپنی سواری کے لوٹنے پر خوش ہونے سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی الحض علی التوبۃ والفرح بھا، رقم ۲۷۴۴، ص ۱۴۶۸)

(1880) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ، غُفِرَتْ ذُنُوْبُهٗ، وَاِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالْحَاكِمُ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ".

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ کلمات کہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ، میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جس سے کوئی معبود نہیں وہی زندہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ میدان جہاد سے بھاگا ہو۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد امام ترمذی اور امام حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، جلد 1، ص 568، رقم 1517 سنن ترمذی، باب فی دعاء الضیف، جلد 5، ص 568، رقم 3577 المستدرك للحاکم، کتاب الجهاد، جلد 2، صفحه 395، رقم 2550 جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الاول فی الاستغفار، جلد 4، ص 389، رقم 2447 مصنف ابن ابی شیبة، باب فی کثرۃ الاستغفار والتوبة، جلد 7، ص 173، رقم 35079

شرح حدیث: مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا

حضرتِ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ رب عزوجل فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنے کو اپنے آپ پر حرام کر دیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جسے میں نے ہدایت دی تو مجھ سے ہدایت چاہو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جسے میں نے کھلایا تو مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بے لباس ہو مگر جسے میں نے کپڑے پہنائے تو مجھ سے لباس طلب کرو میں تمہیں لباس عطا فرماؤں گا۔ اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخش دیتا ہوں تو مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! تم سب گناہ گار ہو مگر جسے میں نے بچایا، لہٰذا مجھ سے مغفرت کا سوال کرو، میں تمہاری مغفرت فرمادوں گا اور تم میں سے جس نے یقین کر لیا کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں پھر مجھ سے میری قدرت کے وسیلہ سے استغفار کیا تو میں اس کی مغفرت فرمادوں گا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد باب ذکر التوبۃ، رقم ۴۲۵۷، ج ۴، ص ۴۹۵)

(1881) وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے

عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ يَّقُوْلَ الْعَبْدُ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ، وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ، فَاغْفِرْ لِيْ، فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. مَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوْقِنًا بِهَا، فَمَاتَ مِنْ يَّوْمِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّمْسِيَ، فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ، وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا، فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّصْبِحَ، فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. "اَبُوْءُ" بِبَاءٍ مَّضْمُوْمَةٍ ثُمَّ وَاوٍ وَّهَمْزَةٍ مَّمْدُوْدَةٍ وَمَعْنَاهُ: اُقِرُّ وَاَعْتَرِفُ.

روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ اس طرح کہے: اے اللہ تو ہی میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور تیرے وعدے پر قائم ہوں جہاں تک کہ طاقت رکھتا ہوں میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے بُرے اعمال سے اور میں اقرار کرتا ہوں تیرے انعام کا جو مجھ پر ہے اور میں اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں پس تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا۔ جس نے یہ کلمات دن میں مکمل یقین کے ساتھ پڑھے اور وہ شام سے پہلے اسی دن فوت ہو گیا تو وہ جنتی ہے اور جس نے رات کے وقت یہ کلمات پڑھے اور اسے ان کے بارے میں یقین ہو اور پھر صبح سے پہلے اسے موت آ جائے تو وہ بھی جنتی افراد میں سے ہے۔ (بخاری) اَبُوْءُ: با پر پیش پھر واؤ اور ہمزہ ممدودہ کے ساتھ اس کا معنی ہے میں اقرار اور اعتراف کرتا ہوں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب افضل الاستغفار، جلد 8، ص 67، رقم 6306 اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری، باب فی أی حین یستغفر وما جاء فی سید الاستغفار، جلد 7، ص 423، رقم 7239 المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ محمد ﷺ جلد 2، ص 496، رقم 3707 سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء، اذا اصبح واذا أمسی، جلد 5، ص 467، رقم 3393 صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، جلد 3، صفحہ 212، رقم 932

شرح حدیث: حکیم الامّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں سید وہ ہے جس کی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں رجوع کریں یعنی استغفار کے الفاظ بہت ہیں مگر یہ استغفار ان تمام کی جامع ہے کیونکہ اس میں گزشتہ پر ندامت آئندہ کے لیے عہد، رب تعالٰی کے انعامات، اپنی احسان فراموشی، بے وفائی سب کچھ ہی ہے۔

معلوم ہوا کہ استغفار توبہ بلکہ تمام دعاؤں میں اللہ تعالٰی کی حمد، اپنی بے کسی بیان کرنا بہتر ہے پھر جیسی دعا ہو ویسی ہی حمد چاہیے۔ دیکھو یہاں توبہ کرنا ہے تو پہلے اللہ کی ربوبیت اور اپنی بندگی کا اقرار کیا یعنی تو پالنے والا ہم پلنے والے، پلنے والے قصور کیا ہی کرتے ہیں پالنے والے بخشا ہی کرتے ہیں، بچے کپڑے اور بستر گندے کیا ہی کرتے ہیں ماں انہیں پاک و

صاف کیا ہی کرتی ہے حالانکہ وہ رب نہیں بلکہ مربی ہے۔

یعنی جہاں تک مجھ سے بن پڑے گا میں وہ عہد پورا کروں گا جو میثاق کے دن تجھ سے کیا ہے یا اسلام لاتے وقت تیرے پیارے حبیب سے کیا یا بیعت ہوتے وقت تیرے کسی ولی سے کیا کیونکہ یہ سارے عہد تجھ سے ہی ہیں۔ بقدر طاقت کی اس لیے قید لگائی کہ طاقت سے زیادہ کی پروردگار بھی تکلیف نہیں دیتا۔

شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ کئے سے مراد گناہ بھی ہیں اور نیکیاں بھی۔ گناہ کی شرط یہ ہے کہ اس سے توبہ کی توفیق نہ ملے اور نیکی کی شرط یہ ہے کہ اس پر تکبر وغرور نہ ہو جائے۔ خیال رہے کہ وہ گناہ جس کے بعد گریہ وزاری، عجز ونیاز وتوبہ نصیب ہو اس نیکی سے بہتر ہے جس کے بعد تکبر وغرور ہو۔ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا خطاء گندم کھالینا شیطان کے سجدوں سے افضل تھا۔

سبحان اللہ! کیسی پیاری عرض ومعروض ہے یعنی میں اقراری ہوں کہ کانٹے میرے پاس ہیں پھول تیرے پاس، خطائیں میری طرف سے، عطائیں تیری طرف سے، بحکم قرآن پاک ظلوم وجھول میں ہوں غفور رحیم تو ہے، جس لائق میں تھا وہ میں نے کر لیا جو تیری شان کے لائق ہے وہ تو کر، بدکاری میں نے کر لی ستاری تو کر، گنہگاری میں نے کر لی غفاری تو کر، تیرے ایک چھینٹے سے ہمارا بیڑا پار ہے۔ شعر

ما ایم پر گناہ تو دریائے رحمتی — آنجا کہ فضل تست چہ باشد گناہ ما

یقین کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ بندہ دعا اور توبہ کے وقت اس کے فضل کا یقین رکھے یہ سمجھے کہ مجھے رب تعالیٰ نے اپنے دروازے پر بلایا تو آیا ہوں اپنے آپ نہیں آیا اور کریم بھکاری کو بلا کر دیا ہی کرتے ہیں خالی نہیں پھیرتے جسے یہ یقین ہوگا ان شاء اللہ بخشا ہی جائے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۵۹)

(1882) وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ، اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّقَالَ: "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. قِيْلَ لِلْاَوْزَاعِيِّ - وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهٖ -: كَيْفَ الْاِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: يَقُوْلُ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ثوبان ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے بعد فارغ ہوتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. ''اے اللہ! تو سلامتی والا ہے۔ تجھ ہی سے سلامتی ہے تو بہت برکت والا ہے۔ اے بزرگ اور عزت دار۔ حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ (جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں) سے پوچھا گیا کہ آپ کن الفاظ سے استغفار فرماتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ

آپ اَسْتَغْفِرُاللهَ اَسْتَغْفِرُاللهَ پڑھتے تھے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، جلد 2، ص 94، رقم 1362 اتحاف الخیرۃ المھرۃ، باب مایقولہ بعد السلام، جلد 2، ص 223، رقم 1388 سنن ترمذی، باب مایقول اذاسلم من الصلاۃ، جلد 2، ص 24، رقم 298، السنن الصغری للبیھقی، باب مایقول بعد السلام، جلد 1، ص 156، رقم 457 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ عبدان، جلد 5، ص 35، رقم 4600

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلے سلام سے سلامتی دینے والا مراد ہے اور دوسرے سے سلامتی۔ استغفار دعا کے آداب میں سے ہے اس لیے دعا سے پہلے استغفار فرماتے۔ یہ حدیث گزشتہ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نہیں کہ وہاں بھی تقریبی مقدار مراد تھی اور یہاں بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن فرضوں کے بعد سنتیں ہوں ان میں دعا مختصر مانگے۔ خیال رہے کہ ذوالجلال سے مراد فاسقوں سے بدلہ لینے والا اور اکرام سے مراد نیک کاروں کو انعام دینے والا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۸۶)

(1883) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ قَبْلَ مَوْتِهِ: "سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، اَسْتَغْفِرُ اللهَ، وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے وصال سے پہلے یہ کلمات کثرت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، اَسْتَغْفِرُ اللهَ، وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اسی کے لئے تعریفیں ہیں۔ میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب سورۃ اذاجاء نصر اللہ، جلد 6، صفحہ 178، رقم 4967 صحیح مسلم، باب مایقال فی الرکوع والسجود، جلد 2، صفحہ 50، رقم 1116 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 35، رقم 24111 صحیح ابن حبان، باب من صفتہ ﷺ، جلد 14، ص 323، رقم 6411 المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم، کتاب الصلاۃ، جلد 2، ص 99، رقم 1078

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فارغ ہوکر بلکہ وہاں سے اٹھتے وقت یہ کلمات کہتے تھے۔ (مرقات)

یا تو اَنْ الف کے زبر سے ہے اور تکلم ت وك کے پیش سے یعنی ان کلمات کا بول لینا، پڑھ لینا یا اِن الف کے کسرہ (زیر) سے اور تکلم ت اورك کے زبر سے ہے یعنی اے عائشہ اگر تم یہ کلمات پڑھ لیا کرو، پہلے معنے زیادہ قوی ہیں۔

یعنی جو دعائیہ کلمے میں پڑھا کرتا ہوں ان کی تاثیر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اچھی باتیں کرکے یا کوئی عبادت کرکے یہ کلمات پڑھ لے تو یہ کلمات ان باتوں یا عبادتوں کے لیے مثل مہر کے ہوں گے کہ تاقیامت محفوظ رہیں گے اور حساب کے

وقت وہ مقبول ہوں گے خود وہ کلمات بھی اور وہ عبادت یا دعا بھی جن پر یہ کلمات پڑھے گئے اور اگر کوئی بری باتیں بول کر یہ کلمات آخر میں کہہ لے تو یہ کلمات ان بری باتوں کا کفارہ بن جائیں گے کہ ان کی برکت سے رب تعالیٰ ان برائیوں پر پکڑ نہ فرمائے گا اس لیے ہم ہر مجلس کے آخر میں یہ کلمات پڑھ لیتے ہیں۔

یہ ان کلمات کا بیان ہے جن کا فائدہ ابھی بیان ہوا۔ استغفار و توبہ کا فرق بیان ہو چکا ہے کہ گناہ سے معافی مانگنے کا نام استغفار ہے اور عیوب سے معافی مانگنے کا نام توبہ، یا بڑے گناہوں سے معافی مانگنا استغفار ہے چھوٹے گناہوں سے معافی کا نام توبہ، یا کھلے گناہوں سے معافی استغفار اور چھپے گناہوں سے معافی توبہ وغیرہ، یہ بہت جامع دعا ہے جس میں رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بھی ہے اور توبہ و استغفار بھی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۶۷)

(1884) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ اٰدَمَ، اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِيْ، يَا ابْنَ اٰدَمَ، لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَآءِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ، غَفَرْتُ لَكَ وَلَا اُبَالِيْ، يَا ابْنَ اٰدَمَ، اِنَّكَ لَوْ اَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا، لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ". "عَنَانَ السَّمَآءِ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ: قِيْلَ هُوَ السَّحَابُ، وَقِيْلَ: هُوَ مَا عَنَّ لَكَ مِنْهَا، اَيْ ظَهَرَ. "وَقُرَابُ الْاَرْضِ" بِضَمِّ الْقَافِ، وَرُوِيَ بِكَسْرِهَا، وَالضم اشهر. وَهُوَ مَا يُقَارِبُ مِلَاَهَا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا تو میں تیرے سب گناہ معاف کر دوں گا اور مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوگی۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان تک بھی پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور میں کوئی پرواہ نہیں کروں گا۔ اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر کر گناہوں کے ساتھ میرے پاس آئے۔ پھر تو مجھے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں بھی تجھے اپنی بخشش کے ساتھ ملوں گا جس سے زمین بھر جائے گی۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ عَنَانَ السَّمَآءِ: عین پر زبر ہے اور اس کا معنی بادل بتایا گیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے جو چیز تیرے سامنے ظاہر ہو جائے۔ قُرَابُ الْاَرْضِ: جو زمین کے بھرنے کی مقدار ہو۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب فی فضل التوبة والاستغفار، جلد 5، ص 548، رقم 3540، المعجم الاوسط للطبرانی، من

اسمه عبدالله، جلد 4، ص 315، رقم 4305 جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الثانی فی العفو، جلد 8، صفحه 40، رقم 5877 خلاصة الاحکام فی مهمات السنن و قواعد الاسلام، باب ندب المریض ابی ان یحسن ظنه بالله، جلد 2، ص 900، رقم 3185 جامع الاحادیث للسیوطی، حرف القاف، جلد 15، صفحه 79، رقم 15025

شرح حدیث: حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کا طریقہ

حضرتِ سیِّدُنا ابومحمد مکی اور حضرتِ سیِّدُنا ابواللیث سمرقندی رحمہما اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں: جب حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کو جنت سے زمین پر اُتارا گیا تو آپ علیہ السلام نے عرض کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ بحقِ مصطفی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میری لغزش معاف فرما اور میری توبہ قبول فرما۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے استفسار فرمایا: اے آدم (علیہ الصلٰوۃ والسلام)! تجھے میرے محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی پہچان کیسے حاصل ہوئی؟ عرض کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے اپنا سر تیرے عرش کی جانب اُٹھایا تو اس پر یہ لکھا ہوا پایا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ۔ تو میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک اس ہستی سے بڑھ کر قدر و منزلت والا کوئی نہیں، پس میں نے تیری بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کیا۔ جب حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے دعا کی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اپنے حبیبِ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی برکت سے ان کی لغزش معاف فرما دی۔

(المستدرک، کتاب آیات رسول اللہ، باب استغفار آدم علیہ السلام، الحدیث ۴۲۸۶، ج ۳، ص ۵۱۷، بتغیر)

(1885) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ، وَاَكْثِرْنَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ ، فَاِنِّيْ رَاَيْتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ.قَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ: مَا لَنَا اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ: "تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ، مَا رَاَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِيْنٍ اَغْلَبَ لِذِيْ لُبٍّ مِنْكُنَّ.قَالَتْ: مَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ؟ قَالَ: "شَهَادَةُ امْرَاَتَيْنِ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ، وَتَمْكُثُ الْاَيَّامَ لَا تُصَلِّيْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کیا کرو اور بہت زیادہ استغفار کیا کرو کیونکہ میں نے دوزخ میں عورتوں کو کثرت سے دیکھا ہے۔ ان میں سے ایک عورت نے عرض کیا: (یارسول اللہ! (ﷺ)) ہم عورتوں کے دوزخ میں جانے کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا: تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے عقل اور دین میں ناقص ہونے کے باوجود تم عورتوں سے زیادہ عقل مند آدمی پر غالب آ جانے والا کوئی نہیں دیکھا۔ اس نے عرض کیا: ہمارے اندر عقل اور دین کی کیا کمی ہے؟ آپ نے فرمایا: عقل کی کمی تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے اور دین کے نقصان سے مراد یہ ہے کہ

بعض دنوں میں تم کئی دنوں تک نماز نہیں پڑھ سکتیں۔

(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ترك الحائض الصوم، جلد 1، ص 68، رقم 304، الاداب للبیہقی، باب التغلیظ فی اللعن، جلد 1، صفحہ 196، رقم 331، المستدرك للحاكم، كتاب النكاح، جلد 2، صفحہ 207، رقم 2772، سنن النسائی، باب ماذكر فی النساء، جلد 5، صفحہ 397، رقم 9255، صحیح ابن حبان، باب صدقة التطوع، جلد 8، ص 115، رقم 3323

شرح حدیث: سچی توبہ کسے کہتے ہیں؟

یاد رکھئے کہ ٹھنڈی آہیں بھرنے ۔۔ یا ۔۔ اپنے گالوں پر چپت مارنے ۔۔ یا ۔۔ اپنے ناک اور کانوں کو ہاتھ لگانے ۔۔ یا ۔۔ اپنی زبان دانتوں تلے دبا لینے ۔۔ یا ۔۔ سر ہلاتے ہوئے توبہ، توبہ، توبہ کی گردان کرنے کا نام توبہ نہیں ہے بلکہ سچی توبہ سے مراد یہ ہے کہ بندہ کسی گناہ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جان کر اس پر نادِم ہوتے ہوئے رب ل سے معافی طلب کرے اور آئندہ کے لئے اس گناہ سے بچنے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے، اس گناہ کے ازالہ کے لئے کوشش کرے، یعنی نماز قضا کی تھی تو اب ادا بھی کرے، چوری کی تھی یا رشوت لی تھی تو بعدِ توبہ وہ مال اصل مالک یا اس کے ورثاء کو واپس کرے یا معاف کروالے اور ان دونوں (یعنی اصل مالک یا ورثاء) کے نہ ملنے کی صورت میں اصل مالک کی طرف سے راہِ خدا میں صدقہ کر دے۔ علی ھذا القیاس (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، نصف اول، ص ۹۷)

حضرت سیدنا ابن عباس رضي الله تعاعنه سے مروی ہے کہ قیامت کے دن کئی توبہ کرنے والے ایسے ہوں گے جن کو گمان ہوگا کہ وہ توبہ کرنے والے ہیں، حالانکہ وہ توبہ کرنے والے نہیں ہیں۔ یعنی توبہ کا طریقہ اختیار نہیں کیا، ندامت نہیں ہوئی، گناہوں سے رک جانے کا عزم نہیں کیا، جن پر ظلم کیا ہے ان سے معاف نہیں کرایا اور نہ ان کو حق دیا بشرطیکہ ممکن تھا، البتہ! جس نے کوشش کی اور ناکامی کی صورت میں اہل حقوق کے لیے استغفار کیا، تو امید ہے کہ اللہ عزوجل اہل حقوق کو راضی کر کے اسے چھڑا لے گا۔

توبہ کی شرائط

شرح فقہ اکبر میں ہے: مشائخ عظام نے فرمایا کہ توبہ کے تین ارکان ہیں۔ (۱) ماضی پر ندامت۔ (۲) حال میں اس گناہ کو چھوڑ دینا۔ (۳) اور مستقبل میں اس کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ ارادہ۔ یہ شرائط اس وقت ہوں گی کہ جب یہ توبہ ایسے گناہوں سے ہو کہ جو توبہ کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوں جیسے شراب پینا۔

اور اگر اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی پر توبہ کی ہے جیسے نماز، روزے اور زکوۃ تو ان کی توبہ یہ ہے کہ اولاً ان میں کمی پر نادم و شرمندہ ہو پھر اس بات کا پکا ارادہ کرے کہ آئندہ انہیں فوت نہ کریگا اگرچہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے کے ساتھ ہو پھر تمام فوت شدہ کو قضا کرے۔

اور اگر توبہ ان گناہوں پر تھی کہ جن کا تعلق بندوں سے ہے، پس اگر وہ توبہ مظالم اموال سے تھی تو یہ توبہ ان چیزوں کے ساتھ ساتھ کہ جن کو ہم حقوق اللہ میں پہلے بیان کر چکے ہیں، مال کی ذمہ داری سے نکلنے اور مظلوم کو راضی کرنے پر موقوف ہوگی، اس صورت کے ساتھ کہ یا تو ان سے اس مال کو حلال کروالے (یعنی معاف کروالے) یا انہیں لوٹا دے، یا (اگر وہ نہ ہوں تو) انہیں (دے کہ) جو ان کے قائم مقام ہوں جیسے وکیل یا وارث وغیرہ۔ (توبہ کی روایات وحکایات ص ۱۸)

229-بَابُ بَيَانِ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْجَنَّةِ

ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت میں کیا نعمتیں تیار کی ہیں؟

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ) (الحجر:45-تا48)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک ڈر والے باغوں اور چشموں میں ہیں ان میں داخل ہو سلامتی کے ساتھ امان میں اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لئے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے نہ انہیں اس میں کچھ تکلیف پہنچے نہ وہ اس میں سے نکالے جائیں۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَّفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ) (الزخرف: 68 تا 73)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے داخل ہو جنّت میں تم اور تمہاری بیبیاں تمہاری خاطریں ہوتیں ان پر دورہ ہوگا سونے کے پیالوں اور جاموں کا اور اس میں جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذت پہنچے اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور یہ ہے وہ جنّت جس کے تم وارث کئے گئے اپنے اعمال سے تمہارے لئے اس میں بہت میوے ہیں کہ ان میں سے کھاؤ۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ يَّدْعُوْنَ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک ڈر والے امان کی جگہ میں ہیں باغوں اور چشموں میں پہنیں گے کریب اور قنادیز آمنے سامنے یونہی ہے اور ہم نے انہیں بیاہ دیا

فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ۝ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ) (الدخان: 51 تا 57)

نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والیوں سے اس میں ہر قسم کا میوہ مانگیں گے امن و امان سے اس میں پہلی موت کے سوا پھر موت نہ چکھیں گے اور اللہ نے انہیں آگ کے عذاب سے بچالیا تمہارے رب کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى: (اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ عَلَى الْاَرَائِكِ يَنْظُرُوْنَ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتَامُهٗ مِسْكٌ وَّفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ) (المطففين: 22 تا 28)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک نکو کار ضرور چین میں ہیں تختوں پر دیکھتے ہیں تو ان کے چہروں میں چین کی تازگی پہچانے نتھری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی ہوئی رکھی ہے اس کی مہر مشک پر ہے اور اسی پر چاہئے کہ للچائیں للچانے والے اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے وہ چشمہ جس سے مقربانِ بارگاہ پیتے ہیں۔

(1886) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَاكُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْهَا، وَيَشْرَبُوْنَ، وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ، وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ، وَلَا يَبُوْلُوْنَ، وَلٰكِنْ طَعَامُهُمْ ذٰلِكَ جُشَاءٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ، يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّكْبِيْرَ، كَمَا يُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنتی جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے اور انہیں قضائے حاجت اور ناک کا میل صاف کرنے کی حاجت نہیں ہوگی۔ نہ وہ پیشاب کریں گے۔ پس ان کا یہ کھانا ایک ڈکار کی صورت میں ہضم ہو جائے گا۔ جس کی خوشبو کستوری کی طرح ہوگی۔ انہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ کا الہام ہوگا جیسا کہ انہیں سانس ڈالا جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی صفات الجنة و اهلها، جلد 8، صفحه 147، رقم 7331، سنن الدارمی، باب فی اهل الجنة و نعیمها، جلد 2، صفحه 431، رقم 2827، صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة واهلها، جلد 16، صفحه 462، رقم 7435، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبدالله، جلد 3، ص 384، رقم 15157، مسند عبد بن حمید، من مسند جابر بن عبدالله، جلد 1، ص 315، رقم 1030

شرح حدیث: جنت کے ہر پھل سے کھاؤ

حضرتِ سیِّدُنا احمد بن فتح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا بشر بن حارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک باغیچہ میں بیٹھے ہیں۔ ان کے سامنے ایک دستر خوان ہے اور وہ اس میں سے کھا رہے ہیں۔ میں نے ان سے

پوچھا: اے ابونصر! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا: اس نے مجھ پر رحم فرمایا اور مجھے بخش دیا اور ساری جنت کو میرے لئے مباح فرمادیا اور مجھ سے فرمایا کہ جنت کے ہر پھل سے کھاؤ اور اس کی نہروں سے پیئو اور اس کی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ کہ تم دنیا میں اپنے نفس کو خواہشات سے بچایا کرتے تھے۔

میں نے پوچھا: آپ کے بھائی حضرت سیدنا احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہاں ہیں؟ فرمایا کہ وہ جنت کے دروازے پر کھڑے ہیں اور ان سُنّیوں کی شفاعت کررہے ہیں جو یہ کہتے تھے کہ قرآن اللہ عزوجل کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ اللہ عزوجل نے حضرتِ سیّدُنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو انہوں نے کہا کہ افسوس! ہائے افسوس! ہمارے اور ان کے درمیان بہت سے پردے حائل ہیں۔ حضرتِ سیّدُنا معروف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنت کے شوق اور جہنم کے خوف سے اللہ عزوجل کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ قُربِ الٰہی عزوجل کے شوق میں عبادت کرتے تھے لہٰذا! اللہ عزوجل نے انہیں رفیق اعلیٰ کی طرف اٹھالیا اور اپنے اور ان کے درمیان کے حجابات اٹھالئے۔

یہی وہ مجرب اِکسیر ہے لہٰذا جس نے بارگاہِ الٰہی عزوجل میں کوئی حاجت پیش کرنی ہو تو اسے چاہیے کہ حضرتِ سیّدُنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے تو ان شآء اللہ عزوجل اس کی دُعاء ضرور قبول ہوگی۔ (بحر الدموع ۶۱)

(1887) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِيَ الصّٰلِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ، وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ: (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) (السجدة: 17). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی کان نے نہیں سنا اور نہ کبھی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (السجدۃ:۱۷) ''کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھ دی گئی ہے''۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، تفسیر سورة السجدة، جلد 6، ص 116، رقم 4780 صحیح مسلم، باب الجنة وصفة نعيمها واهلها، جلد 8، ص 143، رقم 7310 سنن ترمذی، باب ومن سورة السجدة، جلد 5، ص 218، رقم 3196 سنن ابن ماجه، باب صفة الجنة، جلد 2، ص 144، رقم 4328 سنن الدارمی، باب ما أعد الله لعباده الصالحين، جلد 2، ص 432، رقم 2828

شرح حدیث: جنّت کا بیان

جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے بنایا ہے، اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں

نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا۔ جو کوئی مثال اس کی تعریف میں دی جائے سمجھانے کے لیے ہے، ورنہ دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ شے کو جنت کی کسی چیز کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ وہاں کی کوئی عورت اگر زمین کی طرف جھانکے تو زمین سے آسمان تک روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور چاند سورج کی روشنی جاتی رہے اور اُس کا دوپٹا دنیا و مافیہا سے بہتر۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر حور اپنی ہتھیلی زمین و آسمان کے درمیان نکالے تو اس کے حسن کی وجہ سے خلائق فتنہ میں پڑ جائیں اور اگر اپنا دوپٹا ظاہر کرے تو اسکی خوبصورتی کے آگے آفتاب ایسا ہو جائے جیسے آفتاب کے سامنے چراغ اور اگر جنت کی کوئی ناخن بھر چیز دنیا میں ظاہر ہو تو تمام آسمان و زمین اُس سے آراستہ ہو جائیں اور اگر جنتی کا کنگن ظاہر ہو تو آفتاب کی روشنی مٹا دے، جیسے آفتاب ستاروں کی روشنی مٹا دیتا ہے۔ جنت کی اتنی جگہ جس میں کوڑا رکھ سکیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

جنت کتنی وسیع ہے، اس کو اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی جانیں، اِجمالی بیان یہ ہے کہ اس میں ۱۰۰ سو درجے ہیں۔ ہر دو درجوں میں وہ مسافت ہے، جو آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ رہا یہ کہ خود اُس درجہ کی کیا مسافت ہے، اس کے متعلق کوئی روایت خیال میں نہیں، البتہ ایک حدیث ترمذی کی یہ ہے: کہ اگر تمام عالم ایک درجہ میں جمع ہو تو سب کے لیے وسیع ہے۔

جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں ۱۰۰ سو برس تک تیز گھوڑے پر سوار چلتا رہے اور ختم نہ ہو۔ جنت کے دروازے اتنے وسیع ہوں گے کہ ایک بازو سے دوسرے تک تیز گھوڑے کی ستر برس کی راہ ہوگی پھر بھی جانے والوں کی وہ کثرت ہوگی کہ مونڈھے سے مونڈھا چھلتا ہوگا، بلکہ بھیڑ کی وجہ سے دروازہ چر چرانے لگے گا۔ اس میں قسم قسم کے جواہر کے محل ہیں، ایسے صاف و شفاف کہ اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا اندر سے دکھائی دے۔ جنت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں اور مُشک کے گارے سے بنی ہیں ، ایک اینٹ سونے کی، ایک چاندی کی، زمین زعفران کی، کنکریوں کی جگہ موتی اور یاقوت۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جنتِ عدن کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے، ایک یاقوتِ سرخ کی، ایک زَبَرجَد سبز کی، اور مشک کا گارا ہے اور گھاس کی جگہ زعفران ہے، موتی کی کنکریاں، عنبر کی مٹی، جنت میں ایک ایک موتی کا خیمہ ہوگا جس کی بلندی ساٹھ میل۔ جنت میں چار دریا ہیں، ایک پانی کا، دوسرا دودھ کا، تیسرا شہد کا، چوتھا شراب کا، پھر اِن سے نہریں نکل کر ہر ایک کے مکان میں جاری ہیں۔ وہاں کی نہریں زمین کھود کر نہیں بہتیں، بلکہ زمین کے اوپر اوپر رواں ہیں، نہروں کا ایک کنارہ موتی کا، دوسرا یاقوت کا اور نہروں کی زمین خالص مشک کی، وہاں کی شراب دنیا کی سی نہیں جس میں بدبُو اور کڑواہٹ اور نشہ ہوتا ہے اور پینے والے بے عقل ہو جاتے ہیں، آپے سے باہر ہو کر بیہودہ بکتے ہیں، وہ پاک شراب اِن سب باتوں سے پاک و منزّہ ہے۔ جنتیوں کو جنت میں ہر قسم کے لذیذ سے لذیذ کھانے ملیں گے، جو چاہیں گے فوراً اُن کے سامنے موجود ہوگا، اگر کسی پرند کو دیکھ کر اس کے گوشت کھانے کو جی ہو تو اُسی وقت بُھنا ہوا اُن کے پاس آ جائے

گا، اگر پانی وغیرہ کی خواہش ہوتو کوزے خود ہاتھ میں آ جائیں گے، ان میں ٹھیک انداز ے کے موافق پانی، دودھ، شراب، شہد ہوگا کہ ان کی خواہش سے ایک قطرہ کم نہ زیادہ، بعد پینے کے خود بخود جہاں سے آئے تھے چلے جائیں گے۔ وہاں نجاست، گندگی، پاخانہ، پیشاب، تھوک، رینٹھ، کان کا میل، بدن کا میل اصلاً نہ ہوں گے، ایک خوشبودار فرحت بخش ڈکار آئے گی، خوشبودار فرحت بخش پسینہ نکلے گا، سب کھانا ہضم ہوجائے گا اور ڈکار اور پسینے سے مشک کی خوشبو نکلے گی۔ ہر شخص کو ۱۰۰ سو آدمیوں کے کھانے، پینے، جماع کی طاقت دی جائے گی۔ ہر وقت زبان سے تسبیح وتکبیر بہ قصد اور بلاقصد مثل سانس کے جاری ہوگی۔(2) کم سے کم ہر شخص کے سرہانے ۱۰۰۰۰ دس ہزار خادم کھڑے ہونگے، خادموں میں ہر ایک کے ایک ہاتھ میں چاندی کا پیالہ ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں سونے کا اور ہر پیالے میں نئے نئے رنگ کی نعمت ہوگی، جتنا کھاتا جائے گا لذت میں کمی نہ ہوگی بلکہ زیادتی ہوگی، ہر نوالے میں ۷۰ ستر مزے ہوں گے، ہر مزہ دوسرے سے ممتاز، وہ معاً محسوس ہوں گے، ایک کا احساس دوسرے سے مانع نہ ہوگا، جنتیوں کے نہ لباس پرانے پڑیں گے، نہ ان کی جوانی فنا ہوگی۔

پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا، اُن کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند اور دوسرا گروہ جیسے کوئی نہایت روشن ستارہ، جنتی سب ایک دل ہوں گے، ان کے آپس میں کوئی اختلاف وبغض نہ ہوگا، ان میں ہر ایک کو حورِ عین میں کم سے کم دو بیبیاں ایسی ملیں گی کہ ستر ستر جوڑے پہنے ہوں گی، پھر بھی ان لباسوں اور گوشت کے باہر سے ان کی پنڈلیوں کا مغز دکھائی دے گا، جیسے سفید شیشے میں شراب سُرخ دکھائی دیتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل نے انہیں یاقوت سے تشبیہ دی اور یاقوت میں سوراخ کر کے اگر ڈورا ڈالا جائے تو ضرور باہر سے دکھائی دے گا۔ آدمی اپنے چہرے کو اس کے رُخسار میں آئینہ سے بھی زیادہ صاف دیکھے گا اور اس پر ادنیٰ درجہ کا جو موتی ہوگا، وہ ایسا ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک روشن کردے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مرد اپنا ہاتھ اس کے شانوں کے درمیان رکھے گا تو سینہ کی طرف سے کپڑے اور جلد اور گوشت کے باہر سے دکھائی دے گا۔ اگر جنت کا کپڑا دنیا میں پہنا جائے تو جو دیکھے بے ہوش ہوجائے، اور لوگوں کی نگاہیں اس کا تحمل نہ کرسکیں، مرد جب اس کے پاس جائے گا اسے ہر بار کوآری پائے گا، مگر اس کی وجہ سے مرد وعورت کسی کو کوئی تکلیف نہ ہوگی، اگر کوئی حور سمندر میں تھوک دے تو اُس کے تھوک کی شیرینی کی وجہ سے سمندر شیریں ہوجائے۔ اور ایک روایت ہے کہ اگر جنت کی عورت سات سمندروں میں تھوکے تو وہ شہد سے زیادہ شیریں ہوجائیں۔

جب کوئی بندہ جنت میں جائے گا تو اس کے سرہانے اور پائنتی دو حوریں نہایت اچھی آواز سے گائیں گی، مگر اُن کا گانا یہ شیطانی مزامیر نہیں بلکہ اللہ عزوجل کی حمد وپاکی ہوگا، وہ ایسی خوش گلو ہوں گی کہ مخلوق نے ویسی آواز کبھی نہ سنی ہوگی اور یہ بھی گائیں گی: کہ ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں، کبھی نہ مریں گے، ہم چین والیاں ہیں، کبھی تکلیف میں نہ پڑیں گے، ہم راضی ہیں ناراض نہ ہوں گے، مبارک باد اس کے لیے جو ہمارا اور ہم اس کے ہوں۔ سر کے بال اور پلکوں اور بھوؤں کے سوا جنتی کے بدن پر کہیں بال نہ ہوں گے، سب بے ریش ہوں گے، سُرمگیں آنکھیں، تیس برس کی عمر کے معلوم ہوں گے

کبھی اس سے زیادہ معلوم نہ ہوں گے۔ ادنیٰ جنتی کے لیے ۸۰ اسّی ہزار خادم اور ۷۲ بہتر بیبیاں ہوں گی اور اُن کو ایسے تاج ملیں گے کہ اس میں کا ادنیٰ موتی مشرق ومغرب کے درمیان روشن کردے اور اگر مسلمان اولاد کی خواہش کرے تو اس کا حمل اور وضع اور پوری عمر (یعنی تیس سال کی)، خواہش کرتے ہی ایک ساعت میں ہو جائے گی۔ جنت میں نیند نہیں، کہ نیند ایک قسم کی موت ہے اور جنت میں موت نہیں۔ جنتی جب جنت میں جائیں گے ہر ایک اپنے اعمال کی مقدار سے مرتبہ پائے گا اور اس کے فضل کی حد نہیں۔ پھر اُنھیں دنیا کی ایک ہفتہ کی مقدار کے بعد اجازت دی جائے گی کہ اپنے پروردگار عزوجل کی زیارت کریں اور عرشِ الٰہی ظاہر ہوگا اور رب عزوجل جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تجلّی فرمائے گا اور ان جنتیوں کے لیے منبر بچھائے جائیں گے، نور کے منبر، موتی کے منبر، یاقوت کے منبر، زبرجد کے منبر، سونے کے منبر، چاندی کے منبر اور اُن میں کا ادنیٰ مشک وکافور کے ٹیلے پر بیٹھے گا اور اُن میں ادنیٰ کوئی نہیں، اپنے گمان میں کرسی والوں کو کچھ اپنے سے بڑھ کر نہ سمجھیں گے اور خدا کا دیدار ایسا صاف ہوگا جیسے آفتاب اور چودھویں رات کے چاند کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے، کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لیے مانع نہیں اور اللہ عزوجل ہر ایک پر تجلّی فرمائے گا، ان میں سے کسی کو فرمائے گا: اے فلاں بن فلاں! تجھے یاد ہے، جس دن تُو نے ایسا ایسا کیا تھا...؟! دنیا کے بعض مَعاصی یاد دلائے گا، بندہ عرض کریگا: تو اے رب! کیا تُو نے مجھے بخش نہ دیا؟ فرمائے گا: ہاں! میری مغفرت کی وسعت ہی کی وجہ سے تُو اِس مرتبہ کو پہنچا، وہ سب اسی حالت میں ہونگے کہ اَبر چھائے گا اور اُن پر خوشبو برسائے گا، کہ اُس کی سی خوشبو ان لوگوں نے کبھی نہ پائی تھی اور اللہ عزوجل فرمائے گا: کہ جاؤ اُس کی طرف جو میں نے تمہارے لیے عزت تیار کر رکھی ہے، جو چاہو لو، پھر لوگ ایک بازار میں جائیں گے جسے ملائکہ گھیرے ہوئے ہیں، اس میں وہ چیزیں ہوں گی کہ ان کی مثل نہ آنکھوں نے دیکھی، نہ کانوں نے سنی، نہ قلوب پر ان کا خطرہ گزرا، اس میں سے جو چاہیں گے، اُن کے ساتھ کر دی جائے گی اور خرید وفروخت نہ ہوگی اور جنتی اس بازار میں باہم ملیں گے، چھوٹے مرتبہ والا بڑے مرتبہ والے کو دیکھے گا، اس کا لباس پسند کریگا، ہنوز گفتگو ختم بھی نہ ہوگی کہ خیال کریگا، میرا لباس اُس سے اچھا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جنت میں کسی کے لیے غم نہیں، پھر وہاں سے اپنے اپنے مکانوں کو واپس آئیں گے۔ اُن کی بیبیاں استقبال کریں گی اور مبارکباد دے کر کہیں گی کہ آپ واپس ہوئے اور آپ کا جمال اس سے بہت زائد ہے کہ ہمارے پاس سے آپ گئے تھے، جواب دیں گے کہ پروردگار جبّار کے حضور بیٹھنا ہمیں نصیب ہوا تو ہمیں ایسا ہی ہو جانا سزاوار تھا۔

جنتی باہم ملنا چاہیں گے تو ایک کا تخت دوسرے کے پاس چلا جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس نہایت اعلیٰ درجہ کی سواریاں اور گھوڑے لائے جائیں گے اور ان پر سوار ہو کر جہاں چاہیں گے جائیں گے۔ سب سے کم درجہ کا جو جنتی ہے اس کے باغات اور بیبیاں اور نعیم وخدام اور تخت ہزار برس کی مسافت تک ہوں گے اور اُن میں اللہ عزوجل کے نزدیک سب میں معزز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجہِ کریم کے دیدار سے ہر صبح وشام مشرّف ہوگا۔ جب جنتی جنت

میں جالیں گے اللہ عزوجل اُن سے فرمائے گا: کچھ اور چاہتے ہو جو تم کو دوں؟ عرض کریں گے: تُو نے ہمارے موںھ روشن کیے، جنت میں داخل کیا، جہنم سے نجات دی، اس وقت پردہ کہ مخلوق پر تھا اُٹھ جائے گا تو دیدارِ الٰہی سے بڑھ کر انھیں کوئی چیز نہ ملی ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا زِیَارَۃَ وَجْھِکَ الْکَرِیْمِ بِجَاہِ حَبِیْبِکَ الرَّؤُوْفِ الرَّحِیْمِ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالتَّسْلِیْمُ، اٰمین!

(بہار شریعت جلد اول ص ۱۵۲)

(1888) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَوَّلُ زُمْرَةٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلٰى اَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَآءِ اِضَاءَةً. لَا يَبُوْلُوْنَ، وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ، وَلَا يَتْفُلُوْنَ، وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ. اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ - عُوْدُ الطِّيْبِ - اَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ، عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ، عَلٰى صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ: "اٰنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ. وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سَاقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ، وَلَا تَبَاغُضَ، قُلُوْبُهُمْ قَلْبٌ وَاحِدٌ، يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا". قَوْلُهُ: "عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ". رَوَاهُ بَعْضُهُمْ بِفَتْحِ الْخَاءِ وَاِسْكَانِ اللَّامِ وَبَعْضُهُمْ بِضَمِّهِمَا وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلا گروہ جو جنت میں جائیگا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ پھر ان کے بعد داخل ہونے والوں کے چہرے آسمان پر سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح ہوں گے۔ وہ نہ پیشاب کریں گے اور نہ پاخانہ اور نہ تھوکیں گے اور نہ ناک سنکیں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی۔ ان کا پسینہ کستوری کی طرح خوشبودار ہوگا اور ان کی انگیٹھی میں خوشبودار لکڑی ہوگی۔ ان کی بیویاں موٹی موٹی آنکھوں والی ہوں گی۔ یہ سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر پیدائش میں ایک جیسے ہوں گے۔ ان کا قد ساٹھ ہاتھ ہوگا۔ (متفق علیہ) اور بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے برتن سونے کے ہوں گے اور ان کا پسینہ جنت میں مشک کی طرح ہوگا۔ ہر شخص کے واسطے دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا مغز خوبصورتی کی وجہ سے گوشت کے اندر سے نظر آئے گا۔ اہل جنت میں آپس میں اختلاف اور بغض نہ ہوگا۔ سب کے دل ایک آدمی کے دل کی طرح ہوں گے اور سب صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کریں گے۔ عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ: بعض راویوں نے اس لفظ کو خا پر زبر اور لام پر جزم کے ساتھ پڑھا ہے

اور بعض نے ان دونوں پر پیش کے ساتھ روایت کیا ہے
اور یہ دونوں صحیح ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب خلق آدم صلوات الله علیه و ذریة، جلد 4، ص 132، رقم 3327 صحیح مسلم، باب اول زمرة تدخل الجنة علی صورة القمر لیلة البدر، جلد 8، ص 146، رقم 7328 المعجم الاوسط، من اسمه بکر، جلد 3، ص 317، رقم 3273 سنن ترمذی، باب فی صفة نساء اهل الجنة، جلد 4، ص 677، رقم 2535 سنن الدارمی، باب فی اول زمرة یدخلون الجنة، جلد 2، ص 430، رقم 2823

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلے گروہ سے مراد یا حضرات انبیاء کرام ہیں یا انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ۔ (مرقات) ظاہر یہ ہے کہ صرف انبیاء کرام مراد ہیں کہ جنت میں پہلے وہ ہی تشریف لے جائیں گے۔

جنت میں سارے نبی چاند کی طرح حسین ہوں گے ہمارے حضور سورج کی طرح حسین ہوں گے۔ (مرقات) کیوں نہ ہوں کہ حضور نبوت کے آسمان کے سورج، رب فرماتا ہے: وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔

یعنی حضرات انبیاء کرام کے بعد والے حضرات اولیاء، علماء، شہداء، صالحین چمک دار تاروں کی شکل میں ہوں گے خصوصًا صحابہ کرام کہ وہ تو دنیا میں بھی آسمان ہدایت کے تارے ہیں اصحابی کالنجوم۔

یعنی جیسے اگر گھر میں اکیلا ایک آدمی ہو تو وہاں لڑائی جھگڑا ناممکن ہے ایسے ہی جنت میں بے شمار مخلوق ہوگی مگر لڑائی جھگڑا ناممکن ہوگا۔

حور جمع ہے حورا کی بمعنی صاف وسفید، عین جمع ہے عیناء کی بمعنی بڑی آنکھ والی یعنی خاص حسن کی بیویاں جنس حور سے صرف دو ہوں گی اس کے علاوہ اور بہت سی ہوں گی لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ان جنتیوں کی بیویاں ستر سے زیادہ ہوں گی کہ وہاں دوسرے درجے کی بیویاں مراد ہیں۔ (اشعہ)

یعنی ان کا گوشت پوست ہڈیاں سب نورانی اور شفاف ہوں گی کہ ان میں کوئی چیز کسی کے لیے حجاب نہ ہوگی یہ نورانیت اور شفافی ان کے حسن کا باعث ہوگی۔ دنیا میں اگر گوشت پھٹ جاوے اور مینگ نظر آ جاوے تو برا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یہ چیز نفرت انگیز ہے۔

یعنی ہر وقت بلکہ ہر سانس میں رب کی حمد اور قدوسی ہوگی، صبح شام سے مراد ہے ہمیشگی۔

یعنی یہ فضلات جنت میں نہ ہوں گے کہ یہ چیزیں گھن اور نفرت کا باعث ہیں، وہاں نفرت کہاں۔ تفل تھوک کو کہتے ہیں اور مخاط رینٹ کو۔

خیال رہے کہ جنت میں کنگھی ہوگی جو بالوں میں کی جاوے گی مگر میل دور کرنے کے لیے نہیں کہ وہاں میل جوں، کھٹمل نہیں بلکہ بال نکھارنے حسن بڑھانے کے لیے، یوں ہی وہاں انگیٹھی بھی ہوگی اس میں لوبان بھی سلگے گا مگر

آگ کے بغیر کہ جنت میں آگ نہیں جیسے وہاں پرندوں کا بھنا ہوا گوشت ملے گا مگر یہ گوشت آگ پر نہ پکے گا، رب فرماتا ہے: وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ۔ نیز جنتیوں کو پسینہ آوے گا مگر گرمی سے نہیں کہ جنت میں نہ سورج کی گرمی نہ آگ کی تپش، یہ پسینہ بہت ہی آرام دہ ہوگا ان الفاظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

اگر خلق خ کے پیش سے ہے تو اس کی شرح ابھی ہو چکی کہ وہاں لڑائی جھگڑا بغض و حسد نہ ہوگا اور اگر خ کے فتحہ سے ہے تو معنی یہ ہیں کہ سب جنتی ایک ہی قد کے ہوں گے، ہم عمر ہوں گے، تیس یا تینتیس سالہ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے جیسا کہ معلوم ہوگا۔

یعنی سارے جنتی ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے، شرعی گز ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے آدم علیہ السلام کا قد اتنا ہی تھا۔ فی السماء فرما کر بتایا گیا کہ اس سے لمبائی مراد ہے نہ کہ چوڑائی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ سارے نبی نہایت حسین اور بہت ہی خوش آواز ہوں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۵۴)

(1889) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "سَأَلَ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ: مَا اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً؟ قَالَ: هُوَ رَجُلٌ يَّجِيْئُ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، فَيُقَالُ لَهُ: اُدْخُلِ الْجَنَّةَ. فَيَقُوْلُ: اَيْ رَبِّ، كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ، وَاَخَذُوْا اَخَذَاتِهِمْ؟ فَيُقَالُ لَهُ: اَتَرْضٰى اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِّنْ مُّلُوْكِ الدُّنْيَا؟ فَيَقُوْلُ: رَضِيْتُ رَبِّ. فَيَقُوْلُ: لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ، فَيَقُوْلُ فِي الْخَامِسَةِ. رَضِيْتُ رَبِّ. فَيَقُوْلُ: هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهِ، وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ، وَلَذَّتْ عَيْنُكَ. فَيَقُوْلُ: رَضِيْتُ رَبِّ. قَالَ: رَبِّ فَاَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً؟ قَالَ: اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اَرَدْتُّ؛ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِيْ، وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا، فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ، وَلَمْ تَسْمَعْ اُذُنٌ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے پوچھا۔ اہل جنت میں سے کم درجے والا کون ہوگا۔ فرمایا: وہ شخص ہوگا جو اس وقت آئے گا جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے۔ اس سے کہا جائے گا۔ جنت میں چلا جا۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں کیسے جاؤں جبکہ لوگ اپنی اپنی جگہ پہنچ چکے ہیں اور انہوں نے اپنی اپنی جگہ سنبھال لی ہے تو اس سے کہا جائے گا کیا تو اس پر خوش ہے کہ تجھے اتنا کچھ دیا جائے جتنا دنیا کے ایک بادشاہ کے پاس ہوتا تھا۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں اس پر خوش ہوں۔ پس اللہ فرمائے گا: تیرے لیے اتنا کچھ ہے اور اس کی مثل اور اس کی مثل اور اس کی مثل اور اس کی مثل اور پانچویں بار وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ اس سے دس گنا مزید تمہیں دیا۔ وہ بھی دیا جس کی تمہارے دل میں خواہش ہے اور تیری آنکھیں جس سے لذت

محسوس کریں۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں خوش ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے رب! جنت میں سب سے اعلیٰ مرتبہ والے لوگ کون ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ جن کو یہ عزت دینے کا میں نے ارادہ کیا۔ میں نے ان کی عزت کو اپنے بابرکت ہاتھ سے ثابت کیا اور اس پر مہر لگادی۔ یہ وہ انعام ہے جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ اس کا خیال کبھی کسی انسان کے دل میں آیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب أدنی اهل الجنة منزلة فیها، جلد 1، ص 121، رقم 485 مسند الحمیدی، احادیث المغیرہ بن شعبة رضی الله عنه، جلد 2، ص 335، رقم 761 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه مغیرة بن شعبة الثقفی، جلد 20، صفحه 412، رقم 17745 صحیح ابن حبان، باب بدء الخلق، جلد 14، صفحه 99، رقم 6216 کنز العمال للمتقی، حرف القاف، جلد 24، ص 184، رقم 39423

شرح حدیث: جنت کتنی بڑی ہے؟

حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رحمتِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو منزلیں ہیں اور ان میں سے ہر دو منزلوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔
(ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، رقم الحدیث ۲۵۳۹، ج ۴، ص ۲۳۸)

جبکہ حضرت سیدنا ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو منزلیں ہیں، اگر اس کے ایک درجہ میں تمام جہانوں کے لوگ بھی جمع ہو جائیں تو وہ سب کو کافی ہو جائے گا۔
(ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، رقم الحدیث ۲۵۴۰، ج ۴، ص ۲۳۹)

جنت کے دروازے

حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ (بخاری، کتاب بداء الخلق، رقم ۳۲۵۷، ج ۲، ص ۳۹۴)

ایک دروازہ کتنا بڑا ہوگا؟

حضرت سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت (کے دروازوں) کی چوکھٹوں میں سے ہر دو چوکھٹ کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ ہے۔
(مسلم، رقم الحدیث ۲۹۶۷، ص ۱۵۸۶)

(1890) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِّنْهَا، وَاٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ. رَجُلٌ یَّخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا، فَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَیَاْتِیْهَا، فَیُخَیَّلُ اِلَیْهِ اَنَّهَا مَلْاٰی، فَیَرْجِعُ، فَیَقُوْلُ: یَا رَبِّ وَجَدْتُّهَا مَلْاٰی فَیَرْجِعُ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ. فَیَاْتِیْهَا، فَیُخَیَّلُ اِلَیْهِ اَنَّهَا مَلْاٰی، فَیَرْجِعُ. فَیَقُوْلُ: یَا رَبِّ وَجَدْتُّهَا مَلْاٰی، فَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ. فَاِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْیَا وَعَشَرَةَ اَمْثَالِهَا، اَوْ اِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشَرَةِ اَمْثَالِ الدُّنْیَا. فَیَقُوْلُ: اَتَسْخَرُ بِیْ، اَوْ تَضْحَكُ بِیْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ. قَالَ: فَلَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ فَكَانَ یَقُوْلُ: "ذٰلِكَ اَدْنٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اور جنتیوں میں سب سے آخر میں داخل ہوگا۔ یہ شخص سرین کے بل گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا تو اللہ عزوجل اس سے فرمائے گا: جا' جنت میں داخل ہو جا۔ پس وہ جنت میں آئے گا تو اس کے دل میں یہ بات آئیگی کہ وہ تو بھری ہوئی ہے۔ پس وہ لوٹ کر واپس آ جائے گا اور کہے گا: اے میرے رب! میں نے تو اسے بھرا ہوا پایا ہے تو اللہ عزوجل اس سے فرمائے گا جا' جنت میں داخل ہو جا۔ پس وہ جنت میں آئے گا تو اس کے دل میں یہ بات آئیگی کہ وہ تو بھری ہوئی ہے۔ پھر وہ لوٹ کر واپس آ جائے گا اور عرض کرے گا کہ اے رب! میں نے تو اسے بھرا ہوا پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: جا' جنت میں داخل ہو جا۔ تجھے دنیا اور اس کے دس گناہ برابر دے دیا یا فرمایا بے شک تجھے دس گنا دنیا کے برابر دیا۔ پس وہ کہے گا: اے اللہ! کیا تو مجھ سے خوش طبعی کر رہا ہے یا میرے ساتھ ہنسی کر رہا ہے حالانکہ تو مالک الملک ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں' میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اتنے مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے آخری دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپ فرمایا کرتے تھے یہ شخص ادنیٰ درجے کا جنتی ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، صفحه 2402، رقم 6202 صحیح مسلم، باب آخر اهل النار خروجا، جلد 1، صفحه 118، رقم 479 صحیح ابن حبان، باب صفة النار و اهلها، جلد 16، صفحه 517، رقم 7415 مسند امام احمد، مسند عبدالله بن مسعود، جلد 1، ص 460، رقم 4391 مسند أبي يعلى، مسند عبدالله بن مسعود، جلد 9، ص 72، رقم 5139

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فهو یمشی میں ف تفصیلیہ ہے جس سے اس شخص کے جنت میں داخلہ کی تفصیل بیان فرمائی گئی، تعقیبیہ نہیں ہے۔
جنت میں داخل ہوجانے کے بعد چلنا اور گرنا کیسا یعنی جب جنت میں آتا ہوگا تو راستہ اس طرح طے کرے گا۔
تسفع کے لفظی معنی ہیں جلا کر نشان لگا دینا، بالکل جلا دینے کو خرق کہتے ہیں اور معمولی جلا کر چہرہ وغیرہ سیاہ کر دینے کو سفع۔ (مرقات) لہذا اس کے معنی جھلسانا بہت موزوں ہیں مؤمن کو دوزخ کی آگ بالکل جلا ڈالنے پر قادر نہ ہوگی ہاں جھلسادے گی۔
اس کا آگ سے یہ کلام نہایت ہی فرحت وخوشی کی حالت میں ہوگا اس وقت اسے ایسی خوشی ہوگی کہ اگر موت ہوتی تو آج اسے شادی مرگ ہوجاتی۔
اس کا یہ کلام بھی انتہائی خوشی کا ہوگا۔ خیال رہے کہ ادنیٰ جنتی کو بھی یہ خیال نہ آوے گا کہ میں ادنی ہوں اگر یہ خیال ہوجائے تو اسے رنج ہو اور جنت میں رنج کیسا۔
یہ درخت جنت سے باہر ہوگا اس کے پاس پانی کا چشمہ ہوگا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس درخت کی سرسبزی شادابی حسن وخوبصورتی بیان سے باہر ہے۔
یعنی میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میں اس درخت تک پہنچ جاؤں ابھی اسے جنت کی خبر نہ ہوگی کہ وہاں کیا کیا ہے۔
رب تعالیٰ کا لعلی فرمانا اپنے شک کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ یا تو سامنے والے کے شک کی وجہ سے ہوتا ہے یا یقین کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ تو یقیناً آگے اور بھی سوال کرے گا یا تو سوال نہ کرنے پر یقین نہ کر، تیری حالت اس مقام کی فرحت ایسی ہے کہ تو اپنے اس یقین پر قائم نہ رہے گا۔
اس وقت بندے کو اپنے پر پورا اعتماد ہوگا کہ مجھے وہاں پہنچ جانا ہی کافی ہے میں اس کے سواء اور کچھ نہ مانگوں گا، نعوذ باللہ جھوٹا وعدہ کرنے کی نیت نہ کرے گا لہذا اس فرمان پر کوئی اعتراض نہیں وہ جگہ جھوٹ بولنے کی ہوگی ہی نہیں۔
یہ شخص یہاں وہ عیش و بہار دیکھے گا جو اس کے خیال وگمان و وہم سے وراہوں گے وہ چیزیں بیان میں نہیں آسکتیں۔
پہلا درخت بھی جنت کے راستہ ہی میں تھا اور یہ بھی وہاں ہی ہوگا مگر یہ درخت پہلے نظر نہ آوے گا اس درخت پر پہنچ کر نظر آوے گا، یہ سب کچھ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوگا، وہ ہی دکھائے گا، وہ ہی دل میں سوال پیدا کرے گا، وہ ہی عطا فرمائے گا۔
وہ شخص یہ دعا فوراً نہ کرے گا اولاً عرصہ تک خاموش رہے گا، صبر کرنے کی کوشش کرے گا، پھر جب صبر کا جام چھلک جائے گا تب یہ عرض کرے گا جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔
سبحان اللہ! یہ ارشاد عالی اسے مانگنے پر ابھارنے کے لیے ہے کہ تو مجھ سے اور مانگ یہ سارے کلام محبت وکرم پر ہیں۔
بعض علماء کو میں نے فرماتے سنا کہ یہ وہ شخص ہوگا جو تھا تو مؤمن مگر اپنے والدین کی خدمت میں کوتاہی کرتا تھا، وہ

جوان تھا کماؤ تھا، اس کے ماں باپ بوڑھے اور معذور تھے یہ انہیں خرچہ دیتا تو تھا مگر ترسا ترسا کر بہت انتظار دکھا کر، اس کی سزا کا ظہور اس طرح ہوگا کہ اسے جنت ملے گی تو مگر دکھا دکھا کر ترسا ترسا کر۔ واللہ اعلم! غرضکہ ہوگا اسی طرح کا مجرم کہ اسے بہت انتظار کے بعد جنت دی جاوے ورنہ اور لوگ تو جنت میں بغیر انتظار داخل کیے جائیں گے۔

وہ دونوں درخت تو راستہ جنت میں تھے اب یہ درخت دروازہ جنت سے متصل ہوگا جوان دونوں سے بہتر ہوگا اور یہاں سے جنت کا اندرونی حصہ دیکھنے میں آوے گا یہاں بہار ہی کچھ اور ہوگی جو بیان نہیں کی جاسکتی۔

وہ سمجھے گا کہ ان دونوں درختوں کی طرح وہاں بھی صرف سایہ اور پانی ہے اسے کیا خبر کہ وہاں جنت کے نظارے بھی ہیں اس لیے صرف سایہ لینے پانی پینے ہی کا ذکر کرے گا۔

یہاں ھذہ یا تو مبتداء ہے جس کی خبر پوشیدہ ہے یا مفعول ہے جس کا فعل پوشیدہ ہے یعنی آخری سوال میرا یہ ہی ہے اس کے بعد اور سوال نہ کروں گا یا تجھ سے آخری یہ ہی چیز مانگتا ہوں اب نہ مانگوں گا، وہ سمجھتا ہوگا کہ اس سے اعلیٰ تو کوئی چیز ہوسکتی ہی نہیں پھر سوال کیا۔

لہذا یہ وعدہ خلافیاں بے صبری کی وجہ سے ہوں گی۔

یا تو جنتی لوگوں کی آپس کی بات چیت سنے گا یا ان کی تسبیح تہلیل، تلاوت قرآن مجید کی آواز جنت میں ذکر اللہ اور تلاوت وغیرہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ قیامت میں کوئی اندھا بہرا نہ ہوگا سب کی یہ قوتیں بہت ہی تیز ہوں گی اس لیے یہ شخص جنت کے اندر کی آوازیں دروازے سے سن لے گا، رب فرماتا ہے: فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۔

یصرینی باب ضرب کا مضارع ہے، یہ بنا ہے صری سے بمعنی ختم ہونا، منقطع ہونا، چھٹکارا ملنا یعنی تیرا مجھ سے مانگنا ختم نہیں ہوتا تیری داد وحش سے فارغ نہیں ہوتا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں ما استفہامیہ ہے۔ معنی یہ ہیں کہ کون چیز مجھے تجھ سے فارغ کرے گی بتا کس چیز پر تیری مانگ ختم ہوتی ہوگی۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں عبارت الٹی ہے اصل میں یہ تھا ما یصرینی منك میری کون سی عطا پر تیری طلب ختم ہوگی تو کس عطا پر مانگنے سے فارغ ہوگا یہ فرمان عالی نہایت ہی کرم و رحم کا ہے۔

یعنی اگر تجھے جنت کا اتنا رقبہ دے دوں جو ساری دنیا کے رقبہ سے دوگنا ہے تو کیا تو سوالات اور مانگ ختم کردے گا لے تو اتنا لے لے اور اپنی مانگ ختم کر۔

یہ شخص انتہائی خوشی میں دربار عالیہ کے آداب بھی اور عرض کرنے کا طریقہ بھی بھول جاوے گا وہ سمجھے گا کہ جنت میں اتنی جگہ کہاں سے آئی مجھ سے یوں ہی میرے دل لگانے کے لیے فرمایا جارہا ہے۔ استہزاء کے لغوی معنی ہیں دل لگی جو مخاطب کے دل کو لگ جاوے، اللہ تعالیٰ دل اور دل لگنے سے پاک ہے اور دل لگی کے ظاہر معنی سے بھی پاک ہے کہ کچھ دینا تو نہ ہو صرف اس کا دل لبھانے کے لیے یہ فرمادے۔ (اشعہ) مرقات نے فرمایا کہ اس کی یہ عرض و معروض ایسی بے خودی

میں ہوگی جیسی اس گم شدہ اونٹ والے نے اونٹ مل جانے پر کہا الٰہی انت عبدی وانا ربك خدایا تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب اسے خبر ہی نہ رہی کہ میرے منہ سے نکل کیا رہا ہے ایسی جوش کی حالت کی بے ادبی معاف ہوتی ہے، یہ بے ادبی نہیں بلکہ بے خودی کی بدحواسی ہے۔

رب تعالٰی کے ہنسنے سے مراد ہے اس کا خوش ہوجانا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا ہے آپ کا تبسم فرمانا یہ تبسم بھی اظہار خوشی کے لیے ہے، حضرت ابن مسعود کا ہنسنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل فرماتے ہوئے ہے۔ حضرات صحابہ کرام حضور کے افعال کریمہ کی روایت بالعمل بھی کرتے تھے جب غضب ہو تو بندہ کی عبادت پر ناراض ہوجائے اور جب کرم ہو تو اس کے گناہ پر خوش ہوجا ئے۔ بلاتشبیہ شیخ سعدی کا وہ مقولہ دیکھو

کہے برسلامے برنجند و گہے بہ دشنامے خلعت وہندہ

اس کی تحقیق یہاں مرقات میں دیکھو۔ اعلٰی حضرت نے فرمایا

اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

رب ہم سے زیادہ ہم پر مہربان ہے۔

یعنی تو نے میری قدرت جانی نہیں تیری طلب سے میری رحمتیں زیادہ ہیں میری عطائیں تیرے وہم وگمان سے وراہیں۔

یعنی مسلم کی روایت میں اتنی عبارت نہیں اور دوسری دراز عبارت ہے جو دوسری روایت میں مذکور ہے۔

سبحان اللہ! کیسا کریم رحیم ہے کہ خود ہی مانگنا سکھائے اور خود ہی عطائیں فرمائے جب حاکم فرمائے کہ تم فلاں مضمون کی درخواست ہم کو دے دو مطلب یہ ہوتا ہے کہ نوکر رکھ لیا ہے قانونی کارروائی کے لیے درخواست مانگی ہے یہ ہی وہاں بنے گا بلکہ دنیا میں بھی ایسا ہی ہے وہ ہی دعا سکھاتا ہے وہ ہی عطائیں فرماتا ہے۔

اس کا مطلب پہلے بیان ہوچکا کہ اولاً ایک مثل کی عطا ہوگی پھر دس گنا کی لہٰذا روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

اس کی یہ بیبیاں اس کی منتظر تھیں۔ خیال رہے کہ اس جنتی کو دو بیویاں تو حورعین ملیں گی اور اس کی دنیا کی وہ بیوی جو اس کے نکاح میں فوت ہوئیں اگر اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے وہ بھی ملے گی ان کے سواء اور وہ عورتیں جو کنواری فوت ہوئیں یا وہ جن کے خاوند کافر مرے وہ بھی اسے ملے گی ہر جنتی کا یہ ہی حال ہوگا۔ چنانچہ حضرت مریم اور حضرت بی بی آسیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہوں گی، یہاں دو فرمانا صرف حوروں کے لیے ہے لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ہاں ازواج جمع ارشاد ہوا ہے یہاں دو حوریں فرمایا گیا دونوں درست ہیں۔

یعنی اس رب نے تم کو ہمارے لیے اور ہم کو تمہارے لیے دائمی زندگی بخشی کہ اب نہ مرنا ہے نہ یہاں سے نکلنا نہ ہماری تمہاری جدائی تجھے ہم تک پہنچایا۔

یا تو اس شخص کو اعلٰی درجات والے جنتیوں کی عطاؤں کی خبر نہ ہوگی وہ سمجھے گا سب سے اعلٰی نعمتیں مجھے ہی دی گئی ہیں یا

اسے ان حضرات کے عطیوں کی طرف دھیان نہ جاوے گا اپنی نعمتوں پر ہی دھیان رہے گا تا کہ اسے رنج نہ ہو کہ جنت میں رنج وغم نہیں، مُرقات نے پہلی توجیہ اختیار کی غرضکہ اس کی خوشی کی انتہا نہ ہوگی۔ (مِرْاۃُ المناجیح، ج ۴ ص ۴۲۰)۔

(1891) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِی الْجَنَّةِ لَخَیْمَةً مِّنْ لُؤْلُؤَةٍ وَّاحِدَةٍ مُّجَوَّفَةٍ طُوْلُهَا فِی السَّمَآءِ سِتُّوْنَ مِیْلًا. لِلْمُؤْمِنِ فِیْهَا اَهْلُوْنَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمُ الْمُؤْمِنُ فَلَا یَرٰی بَعْضُهُمْ بَعْضًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. "اَلْمِیْلُ": سِتَّةُ اٰلَافِ ذِرَاعٍ.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ مومن کے لئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک ہی موتی کا بنا ہوگا جو کہ اندر سے خالی ہوگا۔ اس کی لمبائی بلندی میں ساٹھ میل ہوگی۔ اس میں مومن کے گھر والے ہوں گے۔ مومن ان کے پاس باری باری آئے گا لیکن وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکیں گے۔ (متفق علیہ) اَلْمِیْلُ: ایک میل چھ ہزار ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماجاء فی صفة الجنة، جلد 3، ص 118، رقم 3071 صحیح مسلم، باب فی صفة خیام الجنة وماللمؤمنین فیها من الاهلین، جلد 8، ص 148، رقم 7337 سنن ترمذی، باب صفة الجنة، جلد 4، صفحه 673، رقم 2528 سنن الدارمی، باب فی خیام الجنة، جلد 2، صفحه 433، رقم 2833 مسند امام احمد، حدیث أبی موسیٰ الاشعری رضی الله عنه، جلد 4، ص 400، رقم 19591

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اندازہ لگاؤ کہ اگر وہ موتی دنیا میں آجاوے تو اس کی قیمت کیا ہو، یہاں تو آدھے ماشے کا ایک سچا موتی کئی ہزار روپیہ کا ہوتا ہے، وہاں تو ساٹھ میل چوڑا ساٹھ میل لمبا ایک موتی ہے پھر اس کی صفائی اس کی چمک دمک کیسی ہے وہ خیال میں بھی نہیں آسکتی ان شاء اللہ دیکھ کر ہی پتہ چلے گا اللہ نصیب کرے۔

یعنی اس موتی کے مکان کے چاروں گوشوں میں اس کے مختلف گھر والے آباد ہوں گے کہیں اپنی دنیاوی بیوی بچے، کہیں وہ دنیاوی عورتیں جن کے خاوند کافر مرے اور انکے نکاح میں دی گئیں، کہیں وہ کنواری لڑکیاں جو دنیا میں بغیر شادی فوت ہوئیں، کہیں حوریں خدام ان کے علاوہ انہیں ایک دوسرے کو نہ دیکھنا فاصلہ کی وجہ سے نہ ہوگا کہ جنتی مؤمن کی نگاہ بہت دور سے دیکھے گی بلکہ ان جگہوں میں عمارتیں مختلف ہوں گی، کوٹھیاں بنگلے۔ خیال رہے کہ جنت میں پردہ ہوگا، رب فرماتا ہے: حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ اور فرماتا ہے: قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ۔ پردہ اس لیے نہیں ہوگا کہ وہاں لوگ فاسق و فاجر ہوں گے بلکہ اس لیے کہ شرم وحیاء اچھی چیز ہے، بے پردگی میں بے شرمی ہے ہاں دوزخ میں پردہ نہیں ہوگا، وہاں ننگے مرد و عورت ایک ہی تنور میں جلیں گے۔

کہ مؤمن کبھی اپنے اس گھر میں جاوے گا کبھی اس گھر میں اس جانے میں نہ اسے سواری کی ضرورت پڑے گی نہ دیر

لگے گی، آن کی آن میں ہر جگہ پہنچ جاوے گا ہر گھر میں گشت لگائے گا۔

خیال رہے کہ جنت پوری جنت کو بھی کہتے ہیں اور وہاں کے ہر باغ کو بھی دوسرے معنی سے یہ تثنیہ بھی ہوتی ہے جمع بھی مگر پہلے معنی سے ہمیشہ واحد ہی آتی ہے جیسے زمین پورے روئے زمین کو بھی کہتے ہیں اور زمین کے حصوں کو بھی یعنی جنتی کو چار باغ ملیں گے، دو باغ وہ جن کے در و دیوار برتن سامان درخت وغیرہ سب چاندی کے ہوں گے اور دو وہ جن کی ہر چیز سونے کی ہوگی۔

خیال رہے کہ جیسے دنیا کے پھلوں کو جنت کے پھلوں سے کوئی نسبت ہی نہیں صرف نام یکساں ہیں یوں ہی دنیا کے سونے چاندی کو وہاں کے سونے چاندی سے کوئی نسبت نہیں وہاں کا ایک ماشہ سونا دنیا کے منوں سونے سے زیادہ قیمتی ہوگا، یہ ہی حال وہاں کے موتیوں وغیرہ تمام چیزوں کا ہے۔ چنانچہ وہاں کا سونا چاندی شیشے کی طرح شفاف ہوگا، یہاں یہ بات کہاں۔

اس کی بحث ان شاء اللہ دیدار الٰہی کی تحقیق میں آوے گی۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ کبریائی کی چادر دیدار کرانے کے لیے ہوگی نہ کہ آڑ کے لیے جیسے سورج پر بخارات کی چادر ہو تو بخوبی دیکھ لیا جاتا ہے اگر یہ چادر نہ ہو تو کوئی اسے نہیں دیکھ سکتا۔

ظاہر یہ ہے کہ یہاں جنت عدن لغوی معنی میں ہے یعنی پوری جنت کیونکہ ساری جنت دائمی قیام کی جگہ ہے یعنی دیدار الٰہی جنت ہی میں نصیب ہوگا، قیامت میں یہ دیدار نہ ہوگا وہاں دیدار کی دوسری نوعیت ہوگی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۵۴)

(1892) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِيْعَ مِئَةَ سَنَةٍ مَّا يَقْطَعُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَرَوَيَاهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ اَيْضًا مِّنْ رِّوَايَةِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِئَةَ سَنَةٍ مَّا يَقْطَعُهَا".

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ایسا ہے کہ نہایت تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو سال تک بھی چلتا رہے تو اس درخت کے سائے کو طے نہیں کر سکے گا۔ (متفق علیہ) اور بخاری و مسلم نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سو برس تک سوار چل کر بھی اس کو ختم نہیں کر سکتا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، صفحه 239، رقم 6186 صحیح مسلم، باب ان الجنة شجرة یسیر الراکب فی ظلها مائة عام لا یقطعها، جلد 8، ص 144، رقم 7317 جامع الاحادیث للسیوطی، ان المشددة مع الهمزة، جلد 9، ص 110، رقم 8022 سنن ترمذی، باب ماجاء فی صفة شجر الجنة، جلد 4، ص 369، رقم 2523 صحیح ابن حبان، باب و صفا الجنة واهلها، جلد 16، ص 426، رقم 7411

شرح حدیث: جنت کے باغات

جنت کے باغوں کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مؤمن جب جنت میں داخل ہوگا تو وہ ستر ہزار ایسے باغات دیکھے گا کہ ہر باغ میں ستر ہزار درخت ہوں گے اور ہر درخت پر ستر ہزار پتے ہوں گے اور ہر پتے پر یہ لکھا ہوگا: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اُمَّةٌ مُّذْنِبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ اور ہر پتے کی چوڑائی مشرق سے مغرب تک کے برابر ہوگی۔ (تفسیر روح البیان، البقرۃ تحت الآیۃ: ۲۵، ج۱، ص ۸۲)

جنتی لوگوں کو ایسے باغات عطا کئے جائیں گے جن کے نیچے ندیاں بہہ رہی ہوں گی، جیسا کہ سورۃ الکہف میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ○ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ

ترجمہ کنز الایمان: بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ہم ان کے نیگ (اجر) ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں ان کے لئے بسنے کے باغ ہیں ان کے نیچے ندیاں بہیں۔ (پ ۱۵، الکہف: ۳۰، ۳۱)

اپنے پروردگار کا خوف اپنے دل میں بسانے والوں کو جنت کے باغات اور چشمے عطا کئے جائیں گے، جیسا کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○

ترجمہ کنز الایمان: بے شک ڈر والے باغوں اور چشموں میں ہیں۔ (پ ۱۴، الحجر: ۴۵)

(1893) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ قَالَ: "بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ، رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِيْنَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنتی لوگ اپنے سے اوپر بالاخانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح کہ تم مشرق و مغرب کے کنارے میں چمکنے والے ستارے کو دیکھتے ہو۔ گویا کہ اہل جنت کے درمیان درجات کا تفاوت اسی طرح فضیلت کے لحاظ سے ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ بلند مراتب تو انبیاء علیہم السلام ہی کو حاصل ہوں گے۔ دوسرے لوگ تو ان تک نہیں پہنچ سکیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، ص 239، رقم 6188 صحیح مسلم، باب ترائی اهل الجنة اهل الغرف کمایری الکوکب، جلد 8، ص 144، رقم 7319 سنن ترمذی، باب ماجاء فی ترائی اهل الجنة فی الغرف، جلد 4، ص 690، رقم 2556 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة و اهلها، جلد 16، ص 404، رقم 7393 مسند امام احمد، حدیث أبی مالك سهل بن سعد، جلد 6، ص 340، رقم 22927

شرح حدیث: انبیاء علیہم السلام کے رتبے

انبیاء علیہم السلام کے مراتب میں فرق ہے۔ بعضوں کے رتبے بعضوں سے اعلیٰ ہیں۔ سب سے بڑا رتبہ ہمارے آقا ومولیٰ سیّد الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر ختم فرما دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنا جائز سمجھے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کو جو کمالات جدا جدا عنایت ہوئے وہ سب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات عالی میں جمع فرما دیے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاص کمالات بہت زائد ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ خدا کی راہ انبیاء علیہم السلام ہی کے ذریعے ملتی ہے اور انسان کی نجات کا دارومدار انہیں کی فرمانبرداری پر ہے۔ (کتاب العقائد ۱۷)

(1894) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَقَابُ قَوْسٍ فِی الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک کمان کی مقدار کے برابر جگہ دنیا کی ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا یا ڈوبتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الغدوة والروحة فی سبیل الله وقاب قوس، جلد 3، ص 102، رقم 2640 مسند البزار، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، ص 410، رقم 8102 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة واهلها، جلد 16، صفحه 435، رقم 7418 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبی هریرة رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 482، رقم 10265

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ درخت شجرہ طوبیٰ ہے جس کے ہر پتہ پر لکھا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سایہ سے مراد اس کے نیچے کا ایریا وہاں کا علاقہ ہے، یا تجلی الٰہی اور وہاں کی نورانیت، اس کا سایہ ہوگا، یا خود اس درخت کا نور، ظل دھوپ اور روشنی کو بھی کہتے ہیں۔ غرضکہ یہ سورج والا سایہ مراد نہیں کہ وہاں سورج نہیں ہوگا۔ سو اس سے مراد اتنا عرصہ ہے کہ اگر وہاں دن رات مہینے و سال ہوتے تو سو سال لگتے۔

اس کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر چکی ہے۔ قاب کے معنی ہیں برابر یا اندازہ، رب فرماتا ہے: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کنارہ کمان کو بھی قاب کہتے ہیں۔ (اشعہ) اس سے مراد ہے کم سے کم جگہ ورنہ وہاں کسی جنتی کو اتنی چھوٹی جگہ نہ ملے گی وہاں تو ادنیٰ جنتی کا علاقہ دنیا بھر سے زیادہ ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۵۰۴)

(1895) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ فِی الْجَنَّةِ سُوْقًا یَاْتُوْنَهَا کُلَّ جُمُعَةٍ. فَتَهُبُّ رِیْحُ الشَّمَالِ، فَتَحْثُوْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ وَثِیَابِهِمْ، فَیَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَّجَمَالًا فَیَرْجِعُوْنَ اِلٰی اَهْلِیْهِمْ، وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَّجَمَالًا، فَیَقُوْلُ لَهُمْ اَهْلُوْهُمْ: وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُّمْ حُسْنًا وَّجَمَالًا! فَیَقُوْلُوْنَ: وَاَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُّمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا!". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک بازار ہے جہاں جنتی ہر جمعہ کو جائیں گے۔ پس شمال کی جانب سے ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں پر پڑے گی تو ان کی خوبصورتی میں اضافہ کردے گی۔ پس جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آئیں گے جبکہ ان کے حسن اور جمال میں اضافہ ہو چکا ہوگا تو ان سے ان کے گھر والے کہیں گے اللہ کی قسم تم تو پہلے سے زیادہ حسن و جمال میں بڑھ گئے ہو تو وہ کہیں گے اور تم بھی اللہ کی قسم ہمارے بعد پہلے سے زیادہ حسین و جمیل ہو گئے ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی سوق الجنة ومایناٰلون فیها من النعیم و الجمال، جلد 8، ص 145، رقم 7324 مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك رضی الله عنه، جلد 3، ص 284، رقم 14067 مسند البزار، مسند أبی حمزة انس بن مالك رضی الله عنه، جلد 2، صفحه 327، رقم 6973 مصنف ابن ابی شیبة، باب ماذکر فی صفة الجنة، جلد 13، ص 150، رقم 35252

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہاں یہ بازار کاروبار یا خرید و فروخت کا نہیں بلکہ آپس کی ملاقات کا ہے اور رب کے دیدار کا، وہاں سارے جنتی جمع ہوا کریں گے اور وہاں دیدار یار کے سودے ملیں گے، حضور کا دیدار، صحابہ کرام کی ملاقات بلکہ رب العالمین کا دیدار یہاں ہوا کرے گا۔ جمعہ سے مراد پورا ہفتہ ہے اور اسی سے ہفتہ بھر کی مقدار مراد ہے کہ جنت میں نہ دن رات ہے نہ ہفتہ مہینہ وغیرہ۔ مرقات نے فرمایا کہ جنت کے بعض وقت دوسرے وقتوں سے افضل ہوں گے جسے علماء دین ہی پہچانیں گے اس افضل وقت کا نام جمعہ ہوگا۔ جنتی لوگ علماء سے وہ وقت معلوم کر کے اس بازار میں جایا کریں گے وہاں ان سے رب تعالیٰ فرمائے گا جو چاہو مانگو یہ لوگ علماء سے پوچھ کر مانگیں گے لہذا علماء کی ضرورت وہاں بھی ہوگی۔ (مرقات) گویا جنت میں یہ جمعہ کا دن رب کی نعمتوں کی زیادتی کا دن ہوگا جیسے دنیا میں جمعہ زیادتی عطا کا دن ہے اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر ۷۰ گنا ہے۔

یعنی تم دنیا میں جس ہوا کو شمالی (اتر والی) ہوا کہتے ہو جو بارش لاتی ہے، وہاں ایسی ہوا چلے گی جو خوشبو عطر وغیرہ ان کے جسموں سے بھر دے گی۔ خیال رہے کہ جب ہم مغرب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں تو داہنے ہاتھ کا رخ شمال ہے۔ وہاں چونکہ مشرق و مغرب نہ ہوگا لہذا شمال و جنوب بھی نہ ہوگا۔ اہل عرب بلکہ تمام دنیا والے شمالی ہوا کو بہت مبارک سمجھتے ہیں اسے مون سون کہتے ہیں، یہ بارش لاتی ہے اس لیے اسے شمالی ہوا فرمایا۔ (مرقات)

یعنی یہ جنتی جب اس بازار سے اپنے گھر واپس ہوں گے تو ان کا حسن و جمال انکی مہک خوشبو وغیرہ اور بھی زیادہ ہو چکی ہوگی جس پر ان کے گھر والے یہ کہیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بازار میں صرف مرد جایا کریں گے، عورتیں اپنے گھروں میں رہا کریں گی تا کہ عورتوں مردوں کا خلط نہ ہو۔ پردہ وہاں بھی ہوگا مگر عورتوں کو یہاں ہی وہ سب کچھ دے دیا جایا کرے گا جو مردوں کو بازار میں بلا کر دیا جائے گا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

یعنی اے بیویو ہم تو اس بازار میں جا کر یہ حسن و جمال، خوشبو، مہک، بھڑک لائے تم کو یہاں گھر بیٹھے ہی یہ سب کچھ مل گیا۔ یا تو وہ ہوا ان بیویوں کو یہاں ہی پہنچ جایا کرے گی، یا ان مردوں کے قرب سے انہیں سے بھی وہ حسن و مہک ملے گا یا مردوں کو اپنا حسن اپنے گھر والوں میں نظر آوے گا، اپنی خوشبو ان سے بھی محسوس ہوگی۔ (مرقات) جس کا ہاتھ عطر سے مہک رہا ہو وہ جس سے مصافحہ کرے اسے بھی مہکا دیتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴۵۳)

(1896) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ الْغُرَفَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنتی بالاخانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، صفحه 239، رقم 6188 صحیح مسلم، باب ترائی اهل الجنة اهل الغرف کمایری الکوکب فی السماء، جلد 8، ص 144، رقم 7319 مسند امام احمد، حدیث أبی مالك سهل بن سعد، جلد 5، ص 340، رقم 22927 جامع الاحادیث للسیوطی، ان المشددة مع الهمزة، جلد 8، صفحه 415، رقم 7600 مسند الرویانی، حدیث یعقوب بن عبدالرحمن الزهری عن ابی حازم، جلد 3، ص 170، رقم 1011

شرح حدیث: ان لوگوں کو مبارک ہو جو خواہشاتِ نفسانی سے بچتے رہے اور تنہائی میں آیاتِ قرآن کی تلاوت کرتے رہے، اور ان سے جنتی محلات اور بالاخانوں کا وعدہ کیا گیا۔ ان کے تھوڑے سے اچھے اعمال بھی قبول کر لئے گئے اور برے افعال سے درگزر کر دیا گیا۔ ہائے افسوس! غافلوں کی محرومی! انہوں نے رب عَزَّ وَجَلَّ کی ملاقات کو حرام کر لیا اور قطع تعلقی و وعدہ خلافی کرنے والے ہو گئے:

يَا نَاقِضِيْنَ الْعَهْدَ كَمْ هٰذَا الْجَفَا ... تُوْبُوْا فَقَدْ وَافَا كُمُوْ شَهْرُ الصَّفَا

شَهْرُ الرِّضَا وَالْعَفْوِ عَنْ زَلَاتِكُمْ ... وَاللّٰهُ فِيْهِ عَنِ الْجَرَائِمِ قَدْ عَفَا

شَهْرٌ عَلَى الْاَيَّامِ فَضْلُ قَدْرُهٗ ... وَعَلَا عَلٰى كُلِّ الشُّهُوْرِ مُشَرَّفَا

فَاَحْيُوْا لَيَالِيَهِ الْمُنِيْرَةِ كُلَّهَا ... وَاَجْرُوْا لِفُرْقَتِهِ الدُّمُوْعَ تَاَسُّفَا

فَعَسَى الْاِلٰهُ يَجُوْدُ فِيْهِ بِفَضْلِهٖ ... فَهُوَ الَّذِيْ يَهَبُ الذُّنُوْبَ تَلَطُّفَا

ترجمہ: (۱)۔۔۔۔۔۔ اے عہد توڑنے والو! کب تک جفا کرتے رہو گے اب توبہ کر لو تحقیق تمہارے پاس پاک

کرنے والا مہینہ تشریف لا چکا ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔۔یہ رضائے الٰہی عزوجل اور تمہاری لغزشوں سے عفوودرگزر کا مہینہ ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس مہینے میں جرموں کو معاف فرماتا ہے۔

(۳)۔۔۔۔۔۔یہ وہ مہینہ ہے جس کی قدر ومنزلت تمام مہینوں سے بڑھ کر ہے اور جو عظمت کے اعتبار سے تمام مہینوں سے بلند ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔۔اس کی تمام نورانی راتیں جاگ کر گزارو اور اس کی جدائی میں افسوس کر کے آنسو بہاؤ۔

(۵)۔۔۔۔۔۔قریب ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اپنا فضل وکرم فرمائے اور وہ ایسا مہربان ہے جو اپنی مہربانی سے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حُوریں پانے کا عمل

غیبتوں اور گناہوں بھری باتوں سے جان چھڑائیے اور خود کو جنّت کا حقدار بنائیے۔ تھوڑی سی زبان چلائیے، اَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِیْم زبان پر لائیے اور جنّت کی حوریں پائیے۔ چُنانچہ ایک بُزُرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چالیس سال تک اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت کی۔ ایک بار دعا کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تیری رَحمت سے مجھے جو کچھ جنّت میں ملنے والا ہے اس کی کوئی جھلک دنیا میں بھی دکھا دے۔ ابھی دعا جاری تھی کہ یک دم محراب شَق ہوئی اور اس میں سے ایک حسینہ وجمیلہ حُور برآمد ہوئی، اُس نے کہا کہ تجھے جنّت میں مجھ جیسی سو حوریں عنایت کی جائیں گی، جن میں ہر ایک کی سو سو خادِمائیں اور ہر خادِمہ کی سو سو کنیزیں ہونگی اور ہر کنیز پر سو سو ناظمائیں (یعنی انتِظام کرنے والیاں) ہونگی۔ یہ سُن کر وہ بُزُرگ خوشی کے مارے جھوم اٹھے اور سُوال کیا: کیا کسی کو جنّت میں مجھ سے زیادہ بھی ملے گا؟ جواب ملا: اِتنا تو ہر اُس عام جنّتی کو ملے گا جو صبح وشام اَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِیْم پڑھ لیا کرتا ہے۔ (رَوضُ الرَّیاحِین ص ۵۵)

(1897) وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: شَهِدْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسًا وَّصَفَ فِيْهِ الْجَنَّةَ حَتّٰى انْتَهٰى، ثُمَّ قَالَ فِيْ اٰخِرِ حَدِيْثِهٖ: "فِيْهَا مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ. ثُمَّ قَرَاَ: (تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ) (السجدة: 16-17). رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ایک مجلس میں حاضر تھا جس میں آپ نے جنت کے بارے میں بیان فرمایا: یہاں تک کہ آپ نے اپنی بات مکمل فرما لی۔ حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا: جنت میں ایسی نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے ان کے بارے میں سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی خیال پیدا ہوا۔ پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ

رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (السجدۃ:۱۶،۱۷) ''ان کی کروٹیں بستروں سے علیحدہ رہتی ہیں اور وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے۔اس سے خرچ کرتے ہیں تو کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھ دی گئی ہے''۔(بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، سورۃ تنزیل السجدۃ، جلد 4، ص 179، رقم 4502 صحیح مسلم، باب الجنۃ و صفۃ نعیمھا واھلھا، جلد 8، صفحہ 143، رقم 7313 المستدرك للحاكم، تفسير سورۃ السجدۃ، جلد 3، ص 275، رقم 3549 المعجم الكبير للطبرانی، حدیث سھل بن سعد الساعدی، جلد 6، صفحہ 201، رقم 6013 مسند أبی یعلی، حدیث سھل بن سعد الساعدی، جلد 6، صفحہ 457، رقم 7530

شرح حدیث: کروٹیں بستروں سے جدا

حضرتِ سیدتنا اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، قیامت کے دن تمام لوگ ایک ہی جگہ اکٹھے ہوں گے پھر ایک منادی ندا کریگا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے تھے؟ پھر وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور وہ تعداد میں بہت کم ہونگے اور بغیر حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے، پھر تمام لوگوں سے حساب شروع ہوگا۔
(الترغیب، والترھیب، کتاب النوافل، رقم ۹، ج ۱، ص ۲۴۰)

امیر المومنین حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و ملال، صاحب جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کی شاخوں سے حلے یعنی کپڑوں کے نئے جوڑے نکلتے ہیں جبکہ اس کی جڑوں سے سونے کے گھوڑے نکلتے ہیں جو کہ زین پہنے ہوئے ہیں۔ان کی لگامیں موتی اور یاقوت کی ہوتی ہیں اور وہ بول و براز نہیں کرتے ان کے پر ہوتے ہیں اور وہ حدِ نگاہ پر قدم رکھتے ہیں اہلِ جنت ان پر اُڑتے ہوئے سواری کریں گے اور ان سے ایک درجہ نیچے والے لوگ عرض کریں گے کہ اے اللہ عزوجل! ان لوگوں کو یہ درجہ کیسے ملا؟ تو ان سے کہا جائے گا، یہ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ تم سو جایا کرتے تھے، یہ دن میں روزہ رکھا کرتے جبکہ تم کھایا کرتے تھے اور یہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے جبکہ تم جہاد سے فرار اختیار کرتے تھے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب النوافل، الترغیب فی قیام اللیل، رقم ۸، ج ۱ص ۲۴۰)

(1898) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُنَادِيْ مُنَادٍ: اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْيَوْا، فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا، فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا، فَلَا تَبْاَسُوْا اَبَدًا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنتی لوگ جنت میں چلے جائیں گے تو ایک منادی اعلان کرے گا۔ بے شک تم نے ہمیشہ جینا ہی جینا ہے، تم پر کبھی موت نہ آئے گی۔ تم ہمیشہ صحت مند رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ تم ہمیشہ جوان رہو گے اور تم پر کبھی بڑھاپا نہ آئے گا۔ تم ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے اور کبھی تم پر تنگی نہ آئے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فیدوم نعیم اهل الجنة، جلد 4، ص 218، رقم 2836 سنن ترمذی، ومن تفسیر سورة الزمر، جلد 5، ص 374، رقم 3246 مسند امام احمد، مسند أبی سعید الخدری، جلد 3، ص 38، رقم 11350 مسند عبد بن حمید، من مسند أبی سعید الخدری، جلد 1، ص 293، رقم 942 اطراف المسند المعتلی، حدیث الاغر ابو مسلم المدنی، جلد 7، صفحه 136، رقم 8984

شرح حدیث: موت وحیات کی شکل

موت ایک مینڈھے کی شکل پر ہے عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کے قبضے میں، جس کے پاس سے وہ ہو کر نکلتی ہے وہ مرجاتا ہے۔ اور حیات ایک گھوڑی کی شکل پر ہے جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری میں، جس بے جان کے پاس سے ہو کر نکلتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر، الملک، تحت الآیۃ ۲، ج ۱۰، ص ۵۷۹)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ۝

جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزۃ جل جلالہ کا۔

(پ ۲۷، الرحمن: ۲۶، ۲۷)

فرشتے بولے ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں۔ پھر آیت نازل ہوئی:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ

ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔ (پ ۴، ال عمران: ۱۸۵)

فرشتوں نے کہا: اب ہم بھی گئے۔ جب آسمان و زمین سب فنا ہو جائیں گے اور صرف ملائکہ مقربین میں جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور چار فرشتے حملہ عرش (یعنی عرش کے اٹھانے والے) رہ جائیں گے۔ ارشاد فرمائے گا اور وہ خوب جاننے والا ہے عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے کہ باقی ہیں تیرے بندے

جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور چار فرشتے عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہو جائیں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمائے گا: جبریل کی روح قبض کر۔ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح قبض کریں گے، وہ ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں ربُّ العزت کی تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ فرمائے گا: میکائیل کی روح قبض کر۔ میکائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے اسرافیل، عزرائیل اور حملہ عرش اور یہ بھی فنا ہوں گی اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمائے گا: اسرافیل کی روح قبض کر۔ اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ اور پھر فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے حملہ عرش اور باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ فرمائے گا: حملہ عرش کی روح قبض کر۔ وہ سب بھی اسی طرح مر جائیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوگا اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور کبھی فنا نہ ہوگا۔ ارشاد فرمائے گا مُت مرجا! عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند ربُّ العزت (عَزَّ وَجَلَّ) کے حضور سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور روح نکل جائے گی۔ اس وقت سوا ربُّ العزت جل جلالہ کے کوئی نہ ہوگا اس وقت ارشاد ہوگا:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ

آج کس کے لیے بادشاہت ہے۔ (پ ۲۴، المؤمن: ۱۶)

کوئی ہو تو جواب دے، خود ربُّ العزت جل جلالہ جواب فرمائے گا:

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○

اللہ واحد قہار کے لیے ہے۔ (پ ۲۴، المؤمن: ۱۶)

قیامت قائم ہوگی

جب تک چاہے گا یہی حالت رہے گی، پھر جب چاہے گا اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ فرمائے گا، وہ صور پھونکیں گے، قیامت قائم ہوگی، حساب ہوگا، جنتی جنت میں اور ابدی دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اور گنہگار مسلمان جہنم سے نجات پا جائیں گے کہ منادی جنت و دوزخ کے درمیان جنت و دوزخ والوں کو ندا کریگا۔ جہنمی نہایت خوشی سے جھانکنے لگیں گے کہ شاید نجات کے لیے ہم کو ندا دی گئی اور جنت والے نہایت خوف کے ساتھ جھجکتے ڈرتے غُرفاتِ جنت (یعنی

جنتی بالا خانوں) سے جھانکیں گے کہ کہیں پھر ہم سے کوئی خطا ہوگئی ہے جس سے دوزخ میں بھیج دیئے جائیں۔

موت کا مینڈھا

پھر موت کا مینڈھا لایا جائے گا، جنتیوں سے پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے۔ پھر جہنمیوں کی طرف منہ کر کے پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے: ہاں! ہم پہچانتے ہیں، یہ موت ہے۔ پھر جنت ودوزخ کے درمیان یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھ سے اس کو ذبح فرمائیں گے۔ پھر جہنمیوں سے کہا جائے گا: اب تم ہمیشہ جہنم میں رہو، کبھی مرنا نہیں۔ بالکل مایوس ہو کر پلٹیں گے، ایسا رنج ان کو کبھی نہ ہوا ہوگا۔ پھر جنتیوں سے کہا جائے گا: اب تم جنت میں ہمیشہ رہو اب کبھی مرنا نہیں۔ وہ نہایت خوش ہو کر پلٹیں گے۔ ایسی خوشی ان کو کبھی نہ ہوئی ہوگی۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۵۲۲۔ ۵۲۳)

(1899) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَدْنٰى مَقْعَدِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ: تَمَنَّ، فَیَتَمَنّٰى وَیَتَمَنّٰى فَیَقُوْلُ لَهٗ: هَلْ تَمَنَّیْتَ؟ فَیَقُوْلُ: نَعَمْ. فَیَقُوْلُ لَهٗ: فَاِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّیْتَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ادنیٰ جنتی کا مرتبہ وہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ آرزو کر۔ پس وہ آرزو کرے گا پھر آرزو کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو فرمائیں گے تو نے آرزو کر لی؟ وہ کہے گا: جی ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے پس بے شک تیرے لئے وہ سب کچھ ہے جو تو نے آرزو کی اور اتنا ہی اور بھی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب معرفة طریق الرؤیة، جلد 1، ص 114، رقم 471 مسند أبی عوانة، باب فی صفة الشفاعة وان نبینا سید الناس، جلد 1، ص 147، رقم 437 مسند الشامیین، حدیث شعیب عن أبی الزناد عبدالله، جلد 4، ص 291، رقم 3332 مشکوة المصابیح، باب صفة الجنة واهلها، الفصل الاول، جلد 3، ص 222، رقم 5627

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کرم کی ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے اسے جنت میں داخلہ کی اجازت دی جاوے گی پھر جب وہ داخل ہوجائے گا تب اسے آرزوئیں کرنے کا حکم ہوگا، جب اس کی آرزوئیں ختم ہوجائیں گی تب رب تعالیٰ اس سے خود فرمائے گا کہ بندے یہ بھی مانگ لے۔ خیال رہے کہ مانگنے میں ہماری اپنی بندگی کا اظہار ہے رب چاہتا ہے کہ بندہ مجھ سے مانگتا رہے میں دیتا رہوں اور مانگنا سکھاتا ہے پھر دیتا ہے، ہمارا مانگنا بھی اس کی رحمت سے ہے۔ شعر

مری طلب بھی تمہارے کرم کا صدقہ ہے — قدم یہ اُٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

وہ تیری طلب پر تھیں مثل میری عطاوفضل سے اپنی منہ مانگی مرادیں بھی لے اور میرا فضل وکرم بھی لے۔ سبحان اللہ!

(مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۴۱۹)

(1900) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ: يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَقُوْلُوْنَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ، فَيَقُوْلُ: هَلْ رَضِيْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى يَا رَبَّنَا وَقَدْ اَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ، فَيَقُوْلُ: اَلَا اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: وَاَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُ: اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوسعید خدری ﷺ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنتیو! وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم حاضر ہیں۔ تمام خیر و سعادت تیرے ہاتھوں میں ہے۔ پس اللہ کہے گا کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم بھلا راضی کیوں نہ ہوں جبکہ تو نے ہمیں ان نعمتوں سے نوازا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تمہیں اس سے افضل چیز نہ دوں؟ تو وہ کہیں گے اس سے افضل چیز کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی خوشنودی نازل کرتا ہوں اور آئندہ کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 8، ص 114، رقم 6549 سنن ترمذی، باب ما جاء فی رؤیة الرب تبارك و تعالی، جلد 4، ص 381، رقم 2555 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة واهلها، جلد 16، صفحه 470، رقم 7440 صحیح مسلم، باب احلال الرضوان علی اهل الجنة فلا یسخط أبدا، جلد 8، ص 144، رقم 7318 مسند امام احمد، مسند أبی سعید الخدری، جلد 3، ص 88، رقم 11853

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں جب آقا و مولیٰ کی پکار کا جواب دیتے ہیں تو ایسے الفاظ بولتے ہیں حضور حاضر ہوں، خدمت گار ہوں، ہر چیز آپ کے ہاتھ میں ہے۔ چونکہ جنت میں ہر کلام عربی زبان میں ہوگا آپس میں بھی اور رب تعالیٰ سے بھی اس لیے عربی کے محاورہ وہاں استعمال ہوں گے، بعض روایات میں ہے کہ اہل جنت کی عربی زبان ہے اور دوزخیوں کی زبان فارسی ہوگی کہ یہ رب تعالیٰ کے قہر کے اظہار کی زبان ہے۔

سبحان اللہ! کیسا دل نواز سوال ہے۔ دوستوں یہاں ہم رب کو راضی کرلیں وہاں ہم کو رب خوش کرے گا، یہ چند روزہ زندگی اس کی رضا میں گزاریں اللہ توفیق دے۔

یعنی مولیٰ تو نے ہم کو یہاں وہ نعمتیں بخشیں جو فرشتوں جنات وغیرہ کسی مخلوق کو نہ بخشیں۔ خیال رہے کہ جنات تو جنت میں جائیں گے ہی نہیں فرشتے اگرچہ وہاں ہوں گے مگر اہل جنت کی خدمت کے لیے نہ کہ وہاں کی نعمتیں استعمال کرنے کے لیے، وہ کھانے پینے شہوت سے پاک ہیں لہذا یہ عرض بالکل درست ہے۔

یعنی ہماری عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ ان نعمتوں سے بہتر اور کون سی نعمت ہوسکتی ہے اعلٰی سے اعلٰی نعمتیں تو تو نے ہم کو عطا فرمادی ہیں۔

اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالٰی کی رضا تمام نعمتوں سے اعلٰی ہے کہ یہ رضا ہی بقاء کا دیدار کا ذریعہ ہے، جس سے مالک خوش ہوگیا تو ہر چیز اس کی ہوگئی۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالٰی کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس سے راضی ہوجاتا ہے، بندہ کے راضی ہوجانے کی علامت یہ ہے کہ وہ رب کے احکام اس کی بھیجی ہوئی تکالیف سے راضی رہتا ہے کبھی اس کی شکایت نہیں کرتا دیکھو یہاں رب تعالٰی نے پہلے بندوں سے ان کی رضا پوچھی پھر اپنی رضا کی خبر دی۔ اس حدیث کی تائید وہ آیات کرتی ہیں وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُسُوْرَةٌاور سُوْرَةٌرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر بندہ یہ جاننا چاہے کہ رب مجھ سے راضی ہے یا نہیں تو وہ غور کرے کہ وہ رب سے راضی ہے یا نہیں، راضی ہوجاؤ راضی کرلو، اس کا ذکر کرو اپنا ذکر کراؤ۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

گفت اللہ گفتنت لبیک ماست
ایں گداز وسوز و درازبیک ماست

(مرٰاۃ المناجیح، ج ۷ ص ۴۶۰)

(1901) وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَقَالَ: "اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عَيَانًا كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت جریر بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا: تم اپنے رب کو اسی طرح واضح طور پر دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس کے دیدار سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول الله تعالیٰ "وجوه یومئذناضرة الی ربها ناظرة"۔ جلد 9، ص 127، رقم 7435 صحیح مسلم، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظة علیهما، جلد 2، ص 113، رقم 1466 جامع الاصول لابن اثیر، الباب الرابع فی رؤیة الله عزوجل، جلد 10، ص 557، رقم 8125 مشکوٰة المصابیح، باب رؤیة الله تعالیٰ، الفصل الاول، جلد 3، ص 228، رقم 5655 اطراف المسند المعتلی، ومن مسند جریر بن عبدالله، جلد 2، ص 202، رقم 2103 سنن ابو داؤد، باب فی الرؤیة، جلد 4، ص 374، رقم 4731

شرح حدیث: حکیم الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث عامۃ المسلمین کی دلیل ہے کہ مؤمن رب تعالٰی کو محشر میں بھی آنکھوں سے دیکھیں گے اور جنت میں بھی دیکھا کریں گے، خوارج اور معتزلہ اس کے منکر ہیں، یہ حدیث ان کی سخت تردید کررہی ہے اس پر سوالات وجوابات علم کلام کی کتب میں تفصیل وار مذکور ہیں۔ خیال رہے کہ یہ دیدار بغیر کسی جہت وسمت کے ہوگا کیونکہ اللہ تعالٰی جہت وسمت سے پاک ہے۔

یعنی رحمان کے چاند نے آسمان کے چاند کو دیکھا ڈوبنے والے گہنے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو نہ غروب ہو نہ گہنے، ظاہر کے چمکانے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو دل وجان روح وایمان کو چمکا تا ہے، رات میں چمکنے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو ابدالآباد تک ہر وقت دن رات چمکتا ہے اور چمکے گا میں کیا کہوں مجھے الفاظ بھی نہیں ملتے اللھم صل وسلم وبارك على بدر النبوة وشمس الرسالة صلى الله عليه وسلم ۔ یوں کہہ لو کہ اس چاند کو جو سورج سے چمکتا ہے اس چاند نے دیکھا جو سورج کو چمکا تا ہے جو دلوں پر دن نکال دیتا ہے۔ شعر

یاشمس نظرت الی لیلی چوبہ طیبہ رسی عرضے بکنی

توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی موری شب نے نہ دن ہونا جانا

چاند بھی خوش نصیب ہے جسے محبوب نے دیکھا یہ چاند وہ ہی ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں پڑی ہیں۔

لاتضامون یا تو بنا ہے ضیم سے بمعنی ظلم ونقصان تو میم پر پیش ہے شد نہیں یا بنا ہے ضم سے بمعنی ملنا بھیڑ کرنا تب میم پر شد اور پیش ہے یعنی تم دیدار الٰہی میں نقصان میں نہ رہو گے کہ کسی کو دیدار ہو کسی کو نہ ہو، کسی کو یقین سے ہو کسی کو مشکوک طریقہ سے یا تم رب تعالٰی کو بھیڑ کر کے دشواری سے نہ دیکھو گے بلکہ آرام سے دیکھو گے اطمینان کے ساتھ۔ (اشعہ، مرقات) یہ دیدار قیامت میں تو ہوگا ہی جنت میں ہمیشہ ہوا کرے گا کسی کو جلد جلد کسی کو دیر سے۔

خیال رہے کہ جنت کی ساری نعمتیں نیک اعمال کا عوض ہوں گی خواہ اپنے اعمال کا خواہ اس کے اعمال کا جس کی طفیل جنت میں گیا مگر دیدار الٰہی کسی عمل کا عوض نہ ہوگا خالص عطاء ذوالجلال ہوگی، ان دو نمازوں پر پابندی اس دیدار کی لیاقت و قابلیت پیدا کرے گی یعنی فجر وعصر کی پابندی دنیا میں نماز ایسے پڑھو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو کیونکہ یہاں حجاب ہے وہاں حجاب اٹھ جائے گا گویا ختم ہو جائے گا اسے دیکھ کر اس سے کلام کرو۔ (اشعہ)

اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں تسبیح وتحمید سے مراد نماز ہے، چونکہ فجر وعصر کی نماز میں رات ودن کے محافظ فرشتے جمع ہو جاتے ہیں، نیز فجر کی نماز سونے کی غفلت کا وقت ہے اور نماز عصر کاروبار سیر وتفریح کی غفلت کا وقت، ان وجوہ سے ان نمازوں کی تاکید زیادہ کی ہے، رب فرماتا ہے: اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا، نماز عصر کے متعلق فرماتا ہے: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۴۸۸)

(1902) وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: اَلَمْ تُبَيِّضْ

حضرت صہیب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تبارک وتعالٰی فرمائے گا: کیا تم مزید کسی چیز کی خواہش رکھتے ہو؟ اہل جنت عرض کریں گے: کیا تو نے

وُجُوْهَنَا؟ اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا أُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظْرِ اِلٰى رَبِّهِمْ".

ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور جہنم سے چھٹکارا نہیں دیا؟ پس اللہ تعالیٰ حجاب ہٹا دے گا (اور جنتی اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے) پس انہیں اللہ کے دیدار سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں لگے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب اثبات رؤية المومنين، جلد 1، ص 112، رقم 467 سنن ترمذی، باب ومن سورة يونس، جلد 5، ص 175، رقم 3105 المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه صخر بن القعقاع الباهلی، جلد 8، ص 39، رقم 7330 سنن ابن ماجه، باب فيما انكرت الجهمية، جلد 1، ص 67، رقم 187 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة و اهلها، جلد 16، ص 471، رقم 7441

شرح حدیث: حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ان نعمتوں کے علاوہ اور نعمت دوں یا تمہارے اعمال کی جزا سے زیادہ عطا کروں جو تمہارے کسی عمل کا بدلہ نہ ہو خاص میری عطا ہو یا تم کو وہ نعمت دوں جو ان سب سے زیادہ ہو سب سے افضل و اعلیٰ ہو۔ ازید کی تین شرحیں ہیں۔

یعنی اے مولیٰ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان نعمتوں سے زیادہ ان سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی تو نے ہمارا منہ اجیالا کیا، تو نے ہم کو نعمتوں کے مرکز جنت میں داخل جہاں ہر قسم کی راحتیں ہیں، تو نے ہمیں دوزخ سے بچایا، تیرے نام پر ہماری جانیں فدا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ شعر

جملہ عالم بندۂ اکرام تو   صد چو جان من فدائے نام تو

وہ حجاب اٹھاوے گا جو طالب و مطلوب کے درمیان آڑ تھا اور وہ حجاب باقی رکھا جاوے گا جو دیدار کا ذریعہ ہے جسے رداء کبریائی کہتے ہیں جیسے سورج پر ہلکے پتلے بادل کا حجاب جو سورج کو دکھا دیتا ہے اگر یہ حجاب نہ ہو تو سورج پر نظر نہیں ٹھہرتی۔

دیدار یار کی بہار یا تو مصری عورتوں سے پوچھو جنہوں نے جمال یوسفی کی ایک جھلک سے مست ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے یا جناب ابوبکر صدیق سے پوچھو جو جمال محمدی سے مست ہو کر اپنا سب کچھ فدا کر بیٹھے، آج مخلوق کے حسن پر گردنیں کٹ جاتی ہیں تو خالق کا حسن کیسا ہوگا۔

معلوم ہوا کہ زیادہ سے مراد دیدار الٰہی ہے، زیادہ کی تین شرحیں ابھی پچھلی حدیث میں عرض کی گئیں۔ یہ نعمت سب سے زیادہ ہے بقیہ نعمتوں میں عدل کا ظہور ہے، اس میں فضل کی جلوہ گری۔ اس پوری حدیث کی شرح میں صوفیاء فرماتے ہیں کہ صفات ذات کا پردہ بھی ہیں اور ذات کو دکھانے والی بھی یہاں جسم کو رنگت کے پردہ میں دیکھا جاتا ہے، اگر رنگ نہ ہو تو جسم نظر نہ آئے، اللہ تعالیٰ ذات کا حجاب تو اٹھاوے گا مگر صفات کی چلمن میں ذات کا دیدار کرائے گا۔ (اشعہ) دنیا میں

رب نے ہم کو اپنا دیدار کرایا مگر رخسار یار میں یعنی جمال محمدی میں وہ بےصورت اسی صورت میں نظر آتا ہے، حضرت اعلیٰ فاضل گولڑوی نے فرمایا۔ شعر

ایہہ صورت ہے بےصورت دی — بےصورت ظاہر صورت تھیں
پر کام نہیں بے سوجھت دا — کوئی ورلیاں موتی لے تریں

(مرأۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴۸۹)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهَارُ فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ دَعْوَاهُمْ فِيْهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ وَّاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) (یونس: 9-10).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب انھیں راہ دے گا ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی نعمت کے باغوں میں ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ اللہ تجھے پاکی ہے اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کام کی ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت پانے والے نہ ہوتے۔ اے اللہ! اپنے بندے اور اپنے رسول اور نبی اُمی حضرت محمد ﷺ آپ کی آل ازواج اور اولاد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی۔ اے اللہ! نبی اُمی حضرت محمد ﷺ آپ کی آل ازواج اور اولاد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر سب جہانوں میں برکت نازل فرمائی۔ بیشک تو تعریف کیا گیا اور بزرگی والا ہے۔

قَالَ مُؤَلِّفُهٗ رَحِمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَرَغْتُ مِنْهُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ رَابِعَ شَهْرِ رَمَضَانَ سَنَةَ سَبْعِيْنَ وَسِتِّ

حضرت مؤلف (امام نووی) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں اس کتاب کی تالیف سے بروز پیر ۴ رمضان

مِائَةٍ بِدِمَشْقَ۔ تَمَّ الْكِتَاب بِعَوْنِ اللهِ تَعَالٰى وَجَمِيْلِ تَوْفِيْقِهٖ وَصَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

المبارک ۶۷۰ھ میں دمشق میں فارغ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی عمدہ توفیق کے باعث یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچی اور اللہ تعالیٰ ہمارے سید نبی اُمی حضرت محمد اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کرام پر درود بھیجے اور سلامتی نازل فرمائے۔

◆◆◆◆◆

صحیح ابن خزیمہ

اوّل تا سوم

المسمّٰی

المختصر المختصر من المسند الصحیح عن النبی ﷺ

تألیف

إمام الأئمة أبي بکر محمد بن إسحاق بن خزیمة السلمي النیسابوري

ولد سنة ۲۲۳ھ وتوفي سنة ۳۱۱ھ

رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم:

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

اولین مسانید میں سے مُسند أبي داود الطيالسي کا آسان اور سلیس اُردو ترجمہ

مُسند مُترجم
أبي داود الطيالسي

مصنف

سُلیمان بن داود بن الجارُود
المتوفی ٢٠٤ھ

3
جلدیں مکمل

مُترجم
غلام دستگیر چشتی سیالکوٹی
مدرس جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ بلال گنج لاہور

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

شرح ریاض الصالحین

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

۶۳۱ـ۶۸۶ھ

جلد چہارم

مترجم:

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شارح:

علامہ ابو التراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس